تاریخ احمدیّت

جلد ۱۹

تفسیر صغیر کی اشاعت سے لے کر
۱۹۵۷ء میں جماعت کی عالمی سرگرمیوں تک

✿

مؤلفہ
دوست محمد شاہد

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد ہشتدہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000
شائع کردہ	:	نظارت نشر واشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-125-9

TAAREEKHE-AHMADIYYAT
(History of Ahmadiyyat
Vol-18(Urdu)
By: Dost Mohammad Shahid
Present Edition : 2007
Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516
Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA
Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-125-9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

تاریخ احمدیت کی تدوین کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خصوصی تحریک پر ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ پہلی جلد ۱۹۵۸ء میں منظر عام پر آئی تھی اس کے بعد سے اب تک اس کی اٹھارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جو ۱۹۵۵ء تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔

موجودہ جلد نمبر ۱۹ ہے جو ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ جلد فتنہ منافقین ۱۹۵۶ء کی تفصیل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود کی معرکۃ الآراء تصنیف تفسیر صغیر کی تدوین و اشاعت کے علاوہ دیگر جماعتی حالات پر مشتمل ہے۔

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ نظارت اشاعت تاریخ احمدیت کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن عنقریب شائع کرنے والی ہے۔ نیا ایڈیشن کمپیوٹر پر کمپوز کروایا گیا ہے قارئین کی سہولت کے لئے اس کی ہر جلد کا تفصیلی انڈیکس (اشاریہ) بھی شامل اشاعت ہو گا۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شعبہ تاریخ کے جملہ کارکنان کی محنت کو قبول فرمائے۔

والسلام

ناظر اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جابجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے موٴرخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنّفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۹ کو جلد نمبر ۱۸ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخِ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد ہشتد ہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر درّانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

فہرست

تاریخ احمدیت جلد ۱۹

عنوان	صفحہ
پہلا باب	
فتنہ منافقین، حضرت مصلح موعودؓ کی حیرت انگیز راہنمائی اور نظام آسمانی کا استحکام	۱
فصل اوّل	
پس منظر	۲
عکس مکتوب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور	۷
شیخ نصیر الحق صاحب آف لاہور کا حقیقت افروز بیان۔	۱۴
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک خط	۱۵
فصل دوم	
حضرت مصلح موعودؓ کا انقلاب آفریں پیغام اور اس کا زبردست ردّعمل	۲۸
پہلا ردّعمل	۳۰
ممبران جماعتِ احمدیہ مصر کا اخلاص نامہ	۳۱
ممبران جماعتِ احمدیہ شام کا اخلاص نامہ	۳۲
جماعتِ احمدیہ عدن کا اخلاص نامہ	۳۴
دوسرا ردّعمل	۳۵
حضرت مصلح موعودؓ کے دوسرے بصیرت افروز پیغامات	۳۶، ۴۸
فتنہ کے متعلق ۱۹۵۰ء کا ایک اہم رؤیا	۵۳
سبائی تحریک اور اس کے ہولناک نتائج سے سبق حاصل کرنے کی تحریک	۵۶
میاں عبدالوہاب عمر صاحب کا خط اور اس کا حقیقت افروز جواب	۶۰
جناب صاحبزادہ عبدالواسع عمر صاحب کی بزرگانِ سلسلہ سے خط و کتابت اور ملاقات	۶۶
بزرگانِ سلسلہ کو فتنہ میں ملوّث کرنے کی ناپاک کوشش	۷۰
حضرت حافظ سیّد مختار احمد صاحبؓ شاہجہانپوری کا مکتوب گرامی	۷۰
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا تار اور مکتوب	۷۱
چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ کا پہلا اخلاص نامہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام	۷۲
عکس مکتوب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ	۷۵
دوسرا اخلاص نامہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام	۷۷
ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ کا پُرخلوص مکتوب	۸۰
حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا تار اور مکتوب	۸۳

عنوان	صفحہ
مسئلہ خلافت کے ایک اہم پہلو کی وضاحت	۸۴
قرآن مجید کی رُو سے فتنوں پر تدبّر کرنے کی تحریک	۸۵
فصل سوم	
مخالفینِ احمدیت کا متحدہ محاذ	۹۲
ہفت روزہ "لاہور" کا حقیقت افروز اداریہ	۹۳
اخبار "ریاست" دہلی کی دلچسپ تجویز	۹۷
مفتریانہ پراپیگنڈا اور جھوٹی اور دلآزار خبریں	۹۸
حضرت مصلح موعودؓ پر آسمانی انکشاف	۱۰۲
غیر مبائعین کی طرف سے فتنہ پردازوں کو سٹیج کی پیشکش اور حضرت مصلح موعودؓ	۱۰۲
دو ممتاز صحافیوں کے سفارشی خطوط اور حضرت مصلح موعودؓ۔	۱۰۸
فصل چہارم	
مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا افسوسناک رویّہ	۱۱۱
اتمام حجت	۱۱۸
دنیا بھر کی احمدی جماعتوں اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قراردادیں	۱۲۰
میاں عبدالمنان صاحب عمر کا مکتوب "کوہستان" میں	۱۲۱
مولوی عبدالمنان صاحب عمر کے کیس کی اجمالی تفصیلات	۱۲۲
مولوی عبدالمنان صاحب عمر کے متعلق اخراج از جماعت احمدیہ کا اعلان	۱۳۰
ناظر صاحب امور عامہ کا مکتوب مفتوح	۱۳۲
اصلاح احوال کی آخری کوشش	۱۳۵
فصل پنجم	
مسئلہ خلافت پر اہم خطاب، یوم خلافت منانے کا	

عنوان	صفحہ
ارشاد۔ انتخاب خلافت کے نظام عمل کا اعلان،	
فتنہ پردازوں کی عبرتناک ناکامی	۱۴۸
یوم خلافت منانے کا ارشاد	۱۵۲
ایک احمدی نوجوان کے تأثرات	۱۵۵
قلمی جہاد اور علمی لٹریچر کی اشاعت	۱۵۶
انتخاب خلافت سے متعلق تاریخی ریزولیوشن	۱۶۱
جناب چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعتِ احمدیہ کراچی کی شہادت	۱۶۳
انتخاب خلافت کے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن	۱۶۸
مجلسِ انتخاب خلافت کے اراکین میں اضافہ	۱۶۹
مجلس انتخاب خلافت کا دستور العمل	۱۷۰
بنیادی قانون	۱۷۲
فیصلہ	۱۷۶
فہرست اراکین مجلسِ انتخاب خلافت جماعتِ احمدیہ	۱۷۹
نفوس واموال میں برکت کا چمکتا ہوا نشان	۱۹۹
نظامِ خلافت کے باغیوں کا انجام	۲۰۰
اظہارِ حقیقت	۲۰۲
غیر مبائعین کی عبرتناک ناکامی	۲۰۴
دُوسرا باب	
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے سفر ایبٹ آباد و بالاکوٹ سے لے کر تفسیر صغیر کی اشاعت تک	۲۰۶
فصل اوّل	
سفر ایبٹ آباد و بالاکوٹ	۲۰۷

عنوان	صفحہ
کتاب "مذہبی راہنماؤں کی سوانح عمریاں" کی اشاعت اور حضرت مصلح موعودؓ کی بروقت رہنمائی	۲۱۳
امریکی فرم کی طرف سے معذرت نامہ	۲۱۷
مسئلہ ارتداد پر ایک لطیف خطبہ	۲۲۱
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام جنوبی ہند کے احمدیوں کے نام	۲۲۸
جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۶ء	۲۳۱
احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی ایک اہم تقریب	۲۳۶
انصار اللہ کو حضرت مصلح موعودؓ کی قیمتی نصائح	۲۳۸
نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی ایمان افروز تقریر	۲۴۴
مصر پر حملہ اور جماعت احمدیہ کا جمال عبد الناصر کے نام برقی پیغام	۲۵۰
احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی قرارداد مذمت۔	۲۵۴
جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا پیغام ہمدردی اور صدر جمال عبد الناصر کی طرف سے پُرخلوص شکریہ۔	۲۵۵
حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ترکی کے ایک فاضل محقق کا مکتوب عقیدت اور قبول احمدیت	۲۵۶
ترک احمدی بزرگ مکرم شناسی حسن سی بر صاحب	۲۵۹
احمدی نوجوانوں کیلئے اشاعت حق کی خصوصی تحریک	۲۶۶
ایک الہامی دُعا پڑھنے کی تحریک	۲۶۷
حضرت مصلح موعودؓ کا رقم فرمودہ پیش لفظ	۲۶۹
جلسہ سالانہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کے روح پرور خطابات	۲۷۰
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے خالد کا خطاب	۲۷۹
بھارتی احمدیوں کی دینی سرگرمیاں	۲۸۰
ملکی کانفرنسوں میں تقاریر	۲۸۱
کانگرس کا اجلاس امرتسر	۲۸۱
احمدی مبلغین کا دورہ جنوبی ہند	۲۸۲
کالی کٹ اور قادیان کا جلسہ پیشوایان مذاہب	۲۸۴
کیرنگ تبلیغی کانفرنس	۲۸۵
اشاعت لٹریچر کی مہم	۲۸۵
اہم شخصیات کو لٹریچر کا تحفہ	۲۸۶
فصل دوم	
حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر رفقاء کا انتقال	۲۸۷
حضرت حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالویؓ۔	۲۸۷
چوہدری اللہ بخش صاحبؓ والد مولانا کرم الٰہی ظفر مبلغ سپین)	۲۸۸
حضرت ڈاکٹر پیر بخش صاحبؓ متوطن ڈیرہ دین پناہ ضلع مظفر گڑھ	۲۸۹
حضرت مولوی غلام نبی صاحبؓ (مصری)	۲۹۰
حضرت منشی میر محمد اکرم صاحبؓ داتوی	۲۹۸
بابا بھاگ صاحبؓ امرتسری درویش قادیان	۲۹۹
خان بہادر حضرت مولوی غلام محمد صاحبؓ آف گلگت	۲۹۹
حضرت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد لاہور	۳۰۰
حضرت مستری نظام الدین صاحبؓ آف سیالکوٹ	۳۰۹
حضرت مہر غلام حسن صاحبؓ محلہ ارائیں یعقوب سیالکوٹ	۳۱۴
چوہدری نعمت خان صاحبؓ آف کریام	۳۱۴

عنوان	صفحہ
نوابزادہ میاں عبدالرحمٰن خانصاحبؓ مالیرکوٹلہ	۳۱۵
حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے	۳۱۶
۔ نعمت خاں صاحبؓ آف کریام	۳۲۰
۔ شیخ اللہ بخش صاحبؓ	۳۲۱
سردار شیر بہادر صاحبؓ قیصرانی	۳۲۱
فصل سوم	
دیگر مخلصین جماعت کی وفات	
بابو محمد عمر صاحب بریلوی	۳۲۲
بابو عبدالغنی صاحب انباوی	۳۲۲
صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب عمر	۳۲۲
ملک بہادر خانصاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر خوشاب	۳۲۸
خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی سابق ایڈیٹر "الفضل"	۳۲۸
میاں عبدالکریم صاحب سابق سیکرٹری مال لاہور	۳۳۳
سیٹھ محمد علی صاحب صدر جماعت احمدیہ اڈکور (دکن)	۳۳۳
شاہ جی محمد اکرم خانصاحب رئیس ترنگ زئی پشاور	۳۳۳
محمد یٰسین خاں صاحب آف فیروزپور چھاؤنی	۳۳۳
مولوی محمد علی صاحب مبلغ فیروزپوری	۳۳۳
دوست محمد خاں صاحب حجانہ	۳۳۴
راجہ غلام حیدر صاحب ہجکہ ضلع سرگودھا	۳۳۶
۱۹۵۶ء کے متفرق مگر اہم واقعات	۳۳۸
خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں اضافہ اور تقریب نکاح	۳۳۸
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا پیغام	۳۳۹
پروفیسر سید عبدالقادر صاحب کی وفات	۳۴۰
احمدی طلباء کی شاندار کامیابیاں	۳۴۱
روسی اور امریکی سائنسدان ربوہ میں	۳۴۳

عنوان	صفحہ
مولانا عبدالمجید سالک کا لیکچر	۳۴۷
ایک دعوت مباہلہ اور "المنیر" کا حیرت انگیز ردعمل	۳۴۷
سیٹو کانفرنس کے مندوبین کو دعوت اسلام	۳۴۹
نصرت انڈسٹریل سکول ربوہ کا قیام	۳۵۰
حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا مکتوب لنڈن	۳۵۰
حضرت مصلح موعودؓ کے ایک قدیم دوست الشیخ عبدالقادر المغربی کی وفات	۳۵۲
ایک انڈونیشین وفد کا ربوہ میں ورود	۳۵۴
احمدیہ وفد کی الجزائری لیڈروں سے ملاقات	۳۵۵
رؤیا وکشوف کے ذریعہ صداقت احمدیت کا انکشاف	۳۵۵
ایک احمدی نوجوان کا شاندار کارنامہ شجاعت	۳۵۹
ربوہ میں انڈونیشیا کے سول حکام کے وفد کی آمد	۳۶۱
الامان پریس کی غیر مشروط معافی	۳۶۱
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا پیغام اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے نام	۳۶۲
مولوی ظفر علی خاں صاحب کی عبرتناک وفات	۳۶۴
اخبار "ریاست" دہلی کا ایک قابل قدر نوٹ درویشان قادیان کے متعلق	۳۶۸
مقدمہ کنج بہاری لال	۳۶۹
حضرت مصلح موعودؓ کی اہم نصائح	۳۷۰
ایک دردناک حادثہ	۳۷۲
ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا نیا اعزاز	۳۷۳
ربوہ میں ٹیلی فون ایکسچینج کا قیام	۳۷۴
وزیراعظم چین کو قرآن مجید کا تحفہ	۳۷۴

عنوان	صفحہ
۱۹۵۶ء میں بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں	۳۷۵
لنڈن مشن	۳۷۵
ہالینڈ مشن	۳۷۷
سپین مشن	۳۸۰
امریکہ مشن	۳۸۱
(مشرقی افریقہ مشن) کینیا	۳۸۳
ٹانگانیکا	۳۸۵
یوگنڈا	۳۸۶
(مغربی افریقہ) نائیجیریا مشن	۳۸۹
گولڈ کوسٹ مشن	۳۹۸
سیرالیون مشن	۳۹۹
احمدیت ۔ غیروں کی نظر میں	۴۰۶
جزائر غرب الہند	۴۰۷
سیلون مشن	۴۰۷
سنگاپور و ملایا مشن	۴۰۹
انڈونیشیا مشن	۴۱۴
مبلغین احمدیت کی مرکز سے روانگی اور واپسی	۴۱۸
نئی مطبوعات	۴۱۹
فصل چہارم	
خلافت ثانیہ کا تینتالیسواں سال	۴۲۱
صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا دورہ جنوبی ہند	۴۲۲
قادیان میں جلسہ سیرت پیشوایان مذاہب	۴۲۴
طلباء سے حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب	۴۲۶
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا سفر سندھ	۴۲۷
بیلاطوس ثانی ڈگلس کی وفات	۴۳۸

عنوان	صفحہ
گورنر صاحب کیرالہ سٹیٹ جنوبی ہند کا جماعت احمدیہ کو خراج تحسین ۔	۴۴۷
گولڈ کوسٹ کی آزادی اور حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام	۴۴۷
مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء	۴۵۰
اختتامی تقریر	۴۵۷
پہلا یوم جمہوریہ پاکستان اور احمدی نمائندوں کی قرارداد	۴۵۸
مہتہ عبدالخالق صاحب پاکستان کے مشیر معدنیات کے عہدہ پر	۴۶۲
عید الفطر کا پُر معارف خطبہ	۴۶۴
ربوہ میں پہلا یوم خلافت	۴۶۵
ایک مکتوب اور حضرت مصلح موعودؓ کا مختصر جواب	۴۶۶
بیت الذکر ہمبرگ کا افتتاح اور حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام	۴۶۷
مولوی محمد احمد صاحب کی دردناک شہادت	۴۶۸
فصل پنجم	
تاریخی خطبہ عید الاضحی اور "وقف جدید" کی نئی سکیم کا ذکر	۴۷۱
حضرت مصلح موعودؓ کی تاریخی تقاریر کا اجتماعی امتحان	۴۷۶
حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام جماعت احمدیہ امریکہ کے نام	۴۷۷
صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی زیارت حرمین شریفین	۴۷۸
ربوہ میں سفیر انڈونیشیا کی آمد	۴۸۶
مرکز میں ہجوم خلائق کا شاندار منظر	۴۹۶
خدام احمدیت سے روح پرور خطاب	۴۹۶

عنوان	صفحہ
لجنات سے ایمان افروز خطاب	۵۰۳
انصار اللہ سے اثر انگیز خطاب	۵۰۴
میجر جنرل محمد اکبر خاں کی تصانیف پر تبصرہ	۵۰۵
ایک جعلی خط اور عدالتی فیصلہ	۵۰۷
حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا سفر سیالکوٹ	۵۰۹
انصار اللہ سے خطاب	۵۱۱
پوہلا مہاراں میں آمد	۵۱۲
ادارۃ المصنفین کا قیام	۵۱۳
ادارۃ المصنفین کا پہلا بجٹ	۵۱۴
پہلا اجلاس	۵۱۵
ادارۃ المصنفین کا شائع کردہ لٹریچر	۵۱۷
تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۵۱۹
تیسرا باب	
فصل اوّل	۵۲۲
تفسیر صغیر کی تکمیل واشاعت اور حیرت انگیز مقبولیت	۵۲۲
پہلا نوٹ	۵۲۳
دوسرا نوٹ	۵۲۴
ترجمہ پر نظر ثانی	۵۲۷
ترجمہ پر نظر ثالث	۵۲۷
تفسیر صغیر کی کتابت اور طباعت	۵۲۸
کاپی ریڈنگ اور پروف ریڈنگ وطباعت	۵۲۹
تفسیر صغیر اور مضامین قرآنی کا انڈیکس	۵۳۱
تفسیر صغیر کی فروخت	۵۳۳

عنوان	صفحہ
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے کارکنان کو تفسیر صغیر کے انعامات اور اظہار خوشنودی۔	۵۳۳
تفسیر صغیر کی طباعت کا دور ثانی	۵۳۴
تفسیر صغیر عکسی کی طباعت پر کارکنوں کے لئے اظہار خوشنودی	۵۳۹
تفسیر صغیر کی غیر معمولی مقبولیت	۵۴۱
تفسیر صغیر دوسروں کی نظر میں	۵۴۱
فصل دوم	
قادیان اور ربوہ کے بابرکت سالانہ جلسے	۵۴۵
جلسہ سالانہ قادیان	۵۴۵
جلسہ سالانہ ربوہ	۵۴۸
فصل سوم	
رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کا انتقال	۵۵۶
میاں غلام رسول صاحبؓ آف ڈیرہ غازی خاں	۵۵۶
حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھیروی بانی احمدیہ مشن امریکہ	۵۵۷
حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحبؓ	۵۷۴
حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحبؓ ویٹرنری اسسٹنٹ	۵۷۵
ڈاکٹر محمد عمر صاحبؓ لکھنوی پی ایم ایس مقیم جے پور	۵۸۳
حضرت ماسٹر خیر الدین صاحبؓ ریٹائرڈ پی۔ای۔ایس	۵۸۴
حضرت چوہدری احمد دین صاحبؓ وکیل گجرات	۵۸۶
" مرزا مولا بخش صاحبؓ	۵۹۲

عنوان	صفحہ
حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ آف پھیرو چیچی ضلع گورداسپور	۵۹۲
حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ ایم۔ اے بھاگلپوری	۵۹۴
حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ چانگریاں ضلع سیالکوٹ	۵۹۵
حضرت چوہدری بھائی عبدالرحیم صاحبؓ نومسلم سابق جگت سنگھ	۵۹۸
حضرت مولوی فضل الٰہی صاحبؓ بھیروی	۶۰۹
حضرت چوہدری اللہ بخش صاحبؓ مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان	۶۱۷
میاں عبدالرحیم صاحبؓ عرف پولا	۶۲۲
حضرت ملک عطاء اللہ صاحبؓ گجرات	۶۲۷
حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی ایڈیٹر الحکم	۶۳۱
حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحبؓ آف بمبئی	۶۳۴
حضرت شیخ عبدالحق صاحبؓ سابق معاون ناظر ضیافت قادیان	۶۷۰
دوسرے مخلصین سلسلہ کا ذکر خیر	
صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی مردان	۶۷۲
حضرت نواب اکبر یار جنگ صاحب سابق جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن	۶۷۳
مولوی سید عبدالسلام صاحب مرحوم (اڑیسہ)	۶۷۵
خالد احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی کی وفات	۶۷۷
فصل چہارم	
۱۹۵۷ء/ہش ۱۳۳۶ کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	۷۱۷
خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں تقاریب مسرت	۷۱۷
نمایاں کامیابی	۷۱۸
اسلام لاء کالج کولمبو کے طلباء قادیان اور ربوہ میں	۷۲۰
صدر شام شکری القوتلی کو تحفہ قرآن	۷۲۲
ربوہ میں ایک احتجاجی جلسہ	۷۲۴
انڈونیشین قونصل قادیان میں	۷۲۴
گورنر مغربی بنگال کو تحفہ قرآن کریم	۷۲۵
کلکتہ میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب	۷۲۵
دو نئی احمدی بستیاں	۷۲۶
قادسیہ	۷۲۷
انور آباد	۷۲۷
رسالہ تشحیذ الاذہان کا احیاء	۷۲۷
جامعہ احمدیہ کے نئے پرنسپل	۷۲۷
حضرت مصلح موعودؓ کا خصوصی پیغام	۷۲۸
امام سلطان محمد شاہ آغاخان ثالث کا انتقال	۷۲۹
بہائیوں سے کامیاب مناظرہ	۷۳۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر پر احتجاج	۷۳۳
اہل ربوہ کا مثالی وقار عمل	۷۳۴
رانچی میں جلسہ سیرت النبیؐ	۷۳۵
ربوہ سے رسالہ "البشریٰ" کا اجراء	۷۳۶
انگلستان سے واپسی	۷۳۷
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحبؓ کے اعزاز میں استقبالیہ	۷۳۷
بیرونی مشنوں کی سرگرمیاں	۷۳۸

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
انگلستان مشن	۴۳۹	سیرالیون مشن	۴۵۶
ہالینڈ مشن	۴۴۰	مبلغینِ احمدیت کی آمد و روانگی	۴۶۵
سوئٹزرلینڈ مشن	۴۴۱	نئی مطبوعات	۴۶۵
سپین مشن	۴۴۲	**ضمیمہ**	
امریکہ مشن	۴۴۴		
مشرقی افریقہ مشن	۴۴۶	حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی الاسدی	
گولڈکوسٹ (غانا) مشن	۴۵۱	کی تصانیف اور آپ کا کلام	
نائیجیریا مشن	۴۵۵	(مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل یادگیر)	۴۶۸

فہرست تصاویر

۱۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کا ایک منظر

۲۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی چوہدری عبدالجلیل خاں صاحب ایبٹ آباد کے مکان پر ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء بعد از نماز جمعہ سنتیں ادا فرما رہے ہیں۔

۳۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ستمبر ۱۹۵۶ء ایبٹ آباد میں ڈاکٹر غلام اللہ صاحب سے محو گفتگو۔

۴۔ حضرت مصلح موعود ایبٹ آباد میں ایک مجلس سے محو گفتگو۔

۵۔ سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۵۶ء۔

۶۔ اراکین مجلس انصار اللہ ۱۹۵۶ء۔

۷۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود خطاب فرما رہے ہیں۔

۸۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔

۹۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود دعا کر رہے ہیں۔

۱۰۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۱۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۲۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۳۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۴۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۵۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ قاضی محمد اسلم صاحب خطاب فرما رہے ہیں۔

۱۶۔ سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب کی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات

۱۷۔ سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب کی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات۔

۱۸۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب سے محو گفتگو۔

۱۹۔ الحاج محمد رشیدی صاحب سفیر انڈونیشیا کا ورود ربوہ۔ مؤرخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء کو دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا معائنہ۔

۲۰۔ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کی تقریب میں سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب تقریر فرما رہے ہیں۔

۲۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب روسی سائنسدانوں کے ساتھ۔

۲۲۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی قصر خلافت کے دروازہ پر میاں غلام محمد اختر صاحب سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

۲۳۔ مکرم ملک عبد الرحمٰن خادم صاحب ایڈووکیٹ گجرات۔

۲۴۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کے ہمراہ بر موقع شادی۔

۲۵۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کے ہمراہ بر موقع شادی۔

۲۶۔ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری پرنسپل جامعہ احمدیہ ۱۹۵۷ء میں طلباء جامعہ احمدیہ کے ساتھ۔

پہلا باب

فتنہ منافقین، حضرت مصلح موعودؓ کی حیرت انگیز رہنمائی اور نظام آسمانی کا استحکام

فصلِ اوّل

پس منظر

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی عظیم اور موعود شخصیت کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے زیادہ بصیرت اور فراست جس مبارک اور مقدس وجود کو حاصل تھی۔ وہ حاجی الحرمین سیدنا حضرت مولانا حکیم نور الدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل تھے ۔چنانچہ جناب میاں عبدالوہاب صاحب عمرؔ ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا بیان ہے کہ:۔

"ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوئی شکایت کی گئی ۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا:

کہ محمود کی کوئی کتنی شکایتیں ہمارے پاس کرے ہمیں اس کی پروا نہیں ۔ ہمیں تو اس میں وہ چیز نظر آتی ہے ۔جو ان کو نظر نہیں آتی۔ یہ لڑکا بہت بڑا بنے گا۔ اور اس سے خدا تعالےٰ عظیم الشان کام لے گا۔

ہمارے ہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک کاپی ہے ۔ مکرم منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کے پاس اس کی نقل بھی موجود ہے ۔ یہ کاپی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لیے بنائی تھی۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ موعود لڑکے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اشتہارات مع سبز اشتہار کے آپ نے اس کاپی کے ساتھ لگا کر جلد کروائے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے صاف پتہ

نہیں لگتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پسرِ موعود والی تمام پیشگوئیوں کا مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہی جانتے تھے۔"[1]

افسوس منکرینِ خلافت نے ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ہی کے گھر کو حضرت مصلح موعود کی مخالفت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ جناب میاں عبدالوہاب صاحب[2] نے بروایت مولوی عبدالباقی صاحب بہاری ایم۔ اے یہ حقیقت افروز بیان شائع کیا:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ کے زمانہ میں خلافت کے چند دشمن حضرت مولوی عبدالحیٔ صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ خلیفہ بن جاتے تو ہم آپ کی اطاعت کرتے۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب نے باوجود بچپن کے ان کو جو جواب دیا وہ اس قابل ہے کہ سلسلہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے۔ انہوں نے فرمایا یا تو آپ کو آپ کے نفس دھوکہ دے رہے ہیں یا آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں خلیفہ بنتا تب بھی آپ میری اطاعت نہ کرتے۔ اطاعت کرنا آسان کام نہیں۔ مَیں اب بھی تمہیں حکم دوں تو تم ہرگز نہ مانو۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہمیں حکم دیں۔ پھر دیکھیں کہ ہم آپ کی فرمانبرداری کرتے ہیں یا نہیں۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب نے کہا۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لو یہ بات سنکر وہ لوگ بغلیں جھانکنے لگے اور کہنے لگے یہ تو نہیں ہو سکتا۔"[3]

یہ لوگ اگرچہ حضرت مولوی عبدالحیٔ صاحب کی زندگی میں بُری طرح ناکام رہے۔ مگر انہوں نے ان کی وفات (نومبر ۱۹۱۵ء) کے بعد اپنے مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنی سرگرمیاں تیز سے تیز تر کر دیں۔ حتّٰی کہ دو سال کے بعد حضرت مصلح موعود کو اماں جی (حرم محترم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) کے گھر میں حضور کی دعوت کر کے زہر دینے کی

---

[1] الفضل ۴ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۶

[2] حضرت خلیفہ اوّل کے صاحبزادے

[3] الفضل ۴ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۴

بھی ناکام کوشش کی[1] اسی دَور کا واقعہ ہے کہ جناب میاں عبدالسلام صاحب[2] عمرؔ شملہ میں مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین سے ملے۔ ان کی گود میں بیٹھے اور اُن سے نذرانہ وصول کیا۔ جماعت احمدیہ شملہ کے سیکرٹری حضرت خان برکت علی خان صاحب کو علم ہوا تو آپ نے اُن کو تنبیہہ کی۔ جس پر وہ غضبناک ہو گئے۔ اور کہا کہ آپ کو ہمارے کسی قسم کے ذاتی تعلقات پر گرفت کرنے کا حق نہیں۔ نیز مولوی مولوی عمر دین صاحب شملوی کے سامنے تسلیم کیا کہ میں نے خلیفۃ المسیح الثانی کے بعض دستی خطوط اُڑا لئے ہیں[3]

اسی نوعیت کی افسوسناک حرکت جناب میاں عبدالوہاب صاحب نے احمدیہ ہوسٹل لاہور کے زمانۂ قیام میں کی۔ اس زمانے میں ہوسٹل نواب صاحب بہاولپور کی کوٹھی میں تھا۔ اور میاں فضل کریم صاحب پراچہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل تھے۔ حضور لاہور تشریف لے گئے تو اسی ہوسٹل میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن حضور باہر تشریف لے گئے۔ جناب مولوی عبدالوہاب صاحب کمرے کو خالی پا کر اندر گئے۔ اور حضور کے ذاتی کاغذات دیکھنے لگ گئے۔ میاں فضل کریم صاحب کے بھائی شیخ عبدالرحیم پراچہ بھی اس وقت ہوسٹل میں تھے میاں فضل کریم صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے عبدالوہاب صاحب کی سخت بے عزتی کی۔ اور بتایا کہ ان کا پیغامیوں سے تعلق ہے۔ اور وہ اسی ضمن میں تلاشی لے رہے تھے[4]

دسمبر ۱۹۲۹ء میں حضرت خلیفہ اوّل کے بیٹوں نے اپنے بھانجے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی امرتسری[5] کے ساتھ مل کر "عزلِ خلافت" کا ایک شرمناک خفیہ منصوبہ باندھا۔ مگر خلیفہ صلاح الدین صاحب (ابن مکرم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب) کے ذریعہ حضرت مصلح موعود کو اس کی بروقت رپورٹ پہنچ گئی۔ حضور نے فوری طور پر حضرت شیخ

۱؎ شہادت مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی منقولہ "نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر صفحہ ۴۲، ۴۳ تقریر سیدنا حضرت مصلح موعود ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء الناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ۔ ۲؎ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے صاحبزادے۔ ۳؎ گواہی فضل محمد خان صاحب شملوی (نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر ص ۴۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ پر)

یعقوب علی صاحب عرفانی (مدیر الحکم) اور مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ کو مزید تحقیق کے لیے مقرر فرمایا دیا۔ جنہوں نے مخبر کے ساتھ مل کر خفیہ طور پر اُن کی سکیم کی تفصیلات تک کا پتہ چلا لیا۔ اور اس طرح یہ سازش بھی پیوندِ خاک ہوگئی۔[1]

کوئی اور ہوتا تو اس ناپاک اور ظالمانہ کارروائی کی تشہیر کر کے ان کی رسوائی اور بے آبروئی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا لیکن سیدنا حضرت مصلح موعود کو خدائے ذوالعرش نے "یوسف" اور "دل کا حلیم" قرار دیا تھا۔ اس لیے آپ نے لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا شاندار نمونہ دکھاتے ہوئے ان لوگوں کو صمیم قلب سے معاف فرما دیا اور اپنے لوحِ قلب سے اُن کے اس رویّہ کے نقوش و اثرات تک محو کر دیئے۔ لیکن خدا کے محبوب و موعود خلیفہ کی اس شانِ یوسفی اور دل کی حلیمی کے اس عظیم جلوہ کا ان ظالموں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ غیر مبائعین کے آلہ کار تو تھے ہی، اب انہوں نے احمدیت کو مٹانے کے لیے احرار جیسے دشمنوں سے بھی سانہ باز کرلی۔ جس کا ایک واضح دستاویزی ثبوت شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کا مندرجہ ذیل مکتوب ہے۔ جو انہوں نے سات اپریل ۱۹۳۶ء کو لاہور سے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بھجوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SH. BASHIR AHMAD
ADVOCATE

12 TEMPLE ROAD
LAHORE
DATED 7 TH april 1936

سیدی و آقائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا مکرمت نامہ ملا۔ اس سے پہلے مجھے بھی ایک اطلاع موصول ہوئی تھی لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون سالڑ کا ہے۔ اطلاع یہ تھی کہ مولوی عبدالوہاب صاحب عمرؔ

بقیہ حاشیہ:۔ ۳ الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء۔ ۴؎ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی کے بیٹے جو سیدنا حضرت خلیفہ اوّل کی پہلی صاحبزادی امامہ کے بطن سے تھے۔ [1] "نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" صفحہ ۵

دفترِ احرار میں تشریف لے گئے۔ خان کابلی سے باتیں ہوتی رہیں۔ چوہدری افضل حق بھی وہیں موجود تھے اور خان کابلی سے کافی عرصہ اُن کی ملاقات رہی۔

دوسری بات جو مجھے معلوم ہوئی یہ تھی کہ خان کابلی کوئی مسودہ لے کر گیا اور چوہدری افضل حق کو کہا کہ وہ لڑکا تو یہ کہتا ہے، یا یہ کہ اس کا بیان تو یہ ہے لیکن سننے والے نے دلچسپی نہ لی اور تفاصیل کا اُسے علم نہ ہوسکا۔

مَیں آج ہی شفیع کو بلوانے کی کوشش کروں گا۔ اور تادیب بھی کر دوں گا لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ سردست میں اسے نوکر رکھ لوں، اور پھر یہ معلوم ہوسکے گا کہ دشمن نے کیا کچھ سکھایا ہے اور کس طرح اسے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ بہرکیف حضور کے حکم کے مطابق عملدرآمد کروں گا۔ انشاء اللہ۔ حضور کی دعاؤں کا اشد محتاج ہوں۔ اپنی دعاؤں سے میری مدد فرمائیں۔

والسلام

خاکسار۔ حضور کا غلام شیخ بشیر احمد [1]

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ:۔

"مَیں نے ایک بار بہت سی باتیں سُن کر مجبور ہوکر لکھا کہ اب تو یہ (ایک دو صاحبزادگان حضرت خلیفۃ المسیح اوّل) بہت حد سے بڑھ چلے۔ باتیں سُن سُن کر کان پک گئے، دل جل اُٹھا، اب تو کچھ کرنا چاہیئے آپ کو، اس کا جواب مجھے دیا کہ اکبر نے اپنے کوکا [2] کی شکایت سُن کر کہا تھا کہ اس کے اور میرے درمیان دودھ کا دریا بہتا ہے تو ان کے اور میرے درمیان سات دودھ کے دریا بہتے ہیں۔ جب تک مجھ میں طاقت ہے صبر ہی کرتا جاؤں گا۔ یہانتک کہ حالات مجھے مجبور نہ کردیں کوئی قدم اُن کے خلاف نہ اٹھاؤں گا۔" [3]

---

[1] (غیر مطبوعہ) ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

[2] دودھ پلانے والی عورت کا لڑکا (رضاعی) ؛ [3] رسالہ خالد دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۲۵ ؛

عکس مکتوب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SH. BASHIR AHMAD.
ADVOCATE.

19, TEMPLE ROAD:
LAHORE

Dated 7th April 1936

سیدی و آقائی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا گرامی نامہ ملا۔ اس سے پہلے بھی ایک اطلاع موصول ہوئی تھی لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون سا لڑکا ہے۔ اطلاع یہ تھی کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب مع دیگر احراریوں کے تشریف لے گئے۔ خان کابل سے باتیں ہوتی رہیں۔ چوہدری افضل حق بھی موجود تھے۔ ~~اور خان کابل سے~~ اور خان کابل سے کافی عرصہ ان کی ملاقات رہی۔

دوسری بات جو مجھے معلوم ہوئی ہے یہ ہے کہ خان کابل کوئی مسودہ لکھ کر گیا اور چوہدری افضل حق کو دیتا گیا کہ وہ لڑکا تو یہ کہتا ہے یا یہ کہ اس کا بیان تو یہ ہے لیکن سننے والے نے دلچسپی نہ لی اور تفاصیل کا انہیں علم نہ ہو سکا۔

میں آج ہی شیخ ... کو ملنے کی کوشش کروں گا اور تا دیر بیٹھ کر دیکھوں گا۔ لیکن کیا یہ بہتر ہو گا کہ میں دستی ہی اسے نوکر رکھ لوں۔ اور پھر یہ معلوم ہو سکے گا کہ دشمن نے کیا کچھ سکھایا ہے اور کس طرح اسے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ بہرکیف حضور کے حکم کے مطابق عمل درآمد کروں گا۔ انشاء اللہ۔

حضور کی دعاؤں کا مستحق ہوں۔ اپنی دعاؤں سے میری مدد فرمائیں۔

والسلام

خاکسار
حضور کا خادم
بشیر احمد

۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء کے دوران شیخ فضل کریم صاحب پراچہ کے چھوٹے بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ قالین کا کاروبار کرتے تھے۔ اس سلسلے میں انہیں شملہ میں مسلم ہوٹل میں بھی قیام کرنا پڑا جہاں قالین کے ایرانی بیوپاری ٹھہرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ پراچہ صاحب ہوٹل کے کھانے کے کمرے میں بیٹھے تھے کہ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ جناب مولوی عبدالوہاب صاحب احراری لیڈر مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی کے والد مولوی محمد ذکریا سے محوِ گفتگو ہیں اور ملاقات کر رہے ہیں۔ مولوی عبدالوہاب صاحب فارغ ہو کر چلے گئے تو مولوی محمد ذکریا نے پراچہ صاحب کی موجودگی میں ہوٹل کے مینیجر[1] کو بتایا کہ یہ قادیان کے مولوی عبدالوہاب صاحب ہیں۔ جو ہمارے جاسوس ہیں۔ اور ہمیں خبریں دیتے ہیں۔ انہی لوگوں سے مرزائیوں کے راز ہمیں معلوم ہو رہے ہیں۔ اور آج یا کل وہ شملہ میں چوہدری افضل (مفکرِ احرار) کے پاس آئے تھے[2]

مولوی عبدالوہاب صاحب کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی تصدیق شیخ محمد اقبال صاحب آف کوئٹہ کے چشمدید واقعہ سے ہوتی ہے۔ غالباً ۱۹۴۳ء کی گرمیوں کا ذکر ہے۔ کہ مجلسِ احرار کے ایک سرگرم رُکن اور مکتبۂ اُردو اور ماہنامہ ادبِ لطیف لاہور کے مالک چوہدری برکت علی صاحب گرمیاں گزارنے کوئٹہ میں محکمہ ریلوے کے ایک غیر احمدی افسر کے ہاں مقیم تھے۔ یہیں شیخ محمد اقبال صاحب سے اُن کی مذہبی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اُن کے لہجے میں ہمیشہ طنز کا پہلو نمایاں ہوتا اور بار بار کہتے۔ ہمیں کیا بتاتے ہو ہم تو آپ کی جماعت کے اندرون سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اِس ضمن میں انہوں نے دورانِ گفتگو طنزاً کہا کہ تم ابھی بچے ہو۔ تمہیں ابھی اپنی جماعت کے مخفی حالات کا علم نہیں۔ تمہاری جماعت کے سرکردہ لوگ ہم سے پوشیدہ ملتے رہتے ہیں۔ اور اہلِ قادیان کے اندرونی حالات ہم کو بتاتے رہتے ہیں جس سے "مرزائیت کی سچائی" ہم پر خوب واضح ہو چکی ہے۔ شیخ محمد اقبال صاحب نے

---

[1] منظور حسین یا منظور احمد۔ [2] حلفیہ بیان شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ روزنامہ الفضل ۲ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صہ۳ کالم ۱ر۲

اُن سے مطالبہ کیا کہ وہ اُن سرکردہ احمدیوں کے نام بتائیں۔ جو اُن کو پوشیدہ ملتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اس سوال سے کتراتے ہوئے صرف یہ کہا کہ وہ لوگ تمہاری جماعت میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن اُن سے بہت بے انصافی کا برتاؤ ہوا ہے۔ وہ قادیان میں بہت تنگ ہیں اُن کے حقوق کو پامال کیا گیا ہے۔ اور اپنی تنگدستی اور پریشانیوں کی ہم سے شکایت کرتے ہیں اور ہم سے مالی امداد بھی طلب کرتے رہتے ہیں پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگے کہ وہی ہمیں بتاتے ہیں کہ قادیان بھر میں ۲۵ شخص بھی ایسے نہیں ملیں گے۔ جو دل سے موجودہ خلیفہ سے خوش ہوں۔ ڈر کے مارے گو ظاہر طور پر اب تک مخالفت نہیں ہوئی۔ لیکن جہاں بھی موقع ملتا ہے۔ لوگ خفیہ مجالس کر کے موجودہ خلیفہ صاحب کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حال ہی میں قادیان میں ایک جلسۂ عام ہوا ہے جس میں اہلِ قادیان نے متفقہ طور پر خلیفہ صاحب کی افتراء کے خلاف نکتہ چینی کی ہے۔ اور صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اس کے بعد کہا کہ تمہاری جماعت کے بزرگوں کے ذاتی کریکٹر کے متعلق بھی ہمیں اطلاعات ملتی رہتی ہیں اور پھر سلسلہ کے بزرگوں کے خلاف بعض الزامات بھی لگائے۔ اس مرحلہ پر شیخ محمد اقبال صاحب کی ایمانی غیرت نے خاموش رہنا گوارا نہ کیا۔ اور نہایت پُر جوش لب و لہجہ میں اُن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اپنا مکان قادیان میں ہے۔ اور مَیں اور میرا خاندان ایک لمبے عرصہ تک وہاں مقیم رہے ہیں۔ ہم بھی وہاں کے تمام حالات سے واقف ہیں۔ لیکن میں عینی شاہد ہونے کی حیثیت سے ان تمام الزامات اور غلط واقعات کی تردید کرتا ہوں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کہتا ہوں کہ اگر چوہدری صاحب ان نام نہاد سرکردہ احمدیوں کا نام نہیں بتائیں گے جو نہ صرف منافق ہیں۔ اور خفیہ طور پر احرار سے ملتے ہیں بلکہ اپنے کذب اور جھوٹ کو راز کی باتیں بتا کر اُن کے عوض جماعت کے شدید دشمنوں کے سامنے کاسۂ گدائی لئے پھرتے ہیں تو مَیں یہ کہنے پر مجبور ہوں گا کہ یہ سب کذب و افتراء چوہدری صاحب اور ان جیسے دیگر دشمنانِ احمدیت کی اختراع ہے۔ اس پر چوہدری برکت علی صاحب نے احرار کے گماشتوں اور مخبروں کے چہرہ سے نقاب اٹھاتے ہوئے صاف صاف بتادیا کہ وہ آپ

کے خلیفہ اوّل کے صاحبزادے مولوی عبدالوہاب ہیں[1]۔

یہ تو مولوی عبدالوہاب صاحب کا حال تھا۔ جہاں تک ان کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالمنان صاحب عمرؔ کا تعلق ہے۔ وہ حضرت مصلح موعود کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ محمد عبداللہ صاحب ظفروال کو اُن کے ایک غیر احمدی دوست نے (جو علاقہ مجسٹریٹ کے ریڈر تھے) بتایا کہ مولوی عبدالمنان صاحب عمرؔ کے پاس میں پارٹیشن سے پہلے جب کبھی جاتا تھا۔ وہ حضور کے خلاف سخت غیظ و غضب کا اظہار کرتے اور کہا کرتے تھے "دیکھو جی کمائی ہمارے باپ کی اور کھا یہ رہے ہیں۔ ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں اور اُن کے محل بن رہے ہیں"[2] حالانکہ یہ سراسر خلافِ واقعہ اور خلافِ تقویٰ بات تھی۔ سیدنا حضرت مصلح موعود کو حضرت خلیفۂ اوّل اور آپ کے خاندان کے ساتھ ایک مثالی محبت تھی۔ حضور نے اراضیٔ سندھ میں حضرت خلیفہ اوّل کی یادگار کے طور پر "نور نگر" کے نام سے ایک بستی آباد کی۔ حضرت خلیفہ اوّل اور آپ کے اہلِ خانہ اور صاحبزادوں خصوصاً میاں عبدالوہاب صاحب اور مولوی عبدالمنان صاحب پر تو حضرت مصلح موعود کے ان گنت احسانات تھے اُن کی تعلیم اور دنیاوی ترقی سیدنا حضرت مُصلح موعود اور جماعت کے رہینِ منّت تھی۔ اور اُن کی سازشوں منصوبوں اور مخالفانہ اور بغض و عناد سے بھری ہوئی کارروائیوں کے باوجود بھی حضور ہمیشہ ایک مشفق باپ کی طرح ان کی سرپرستی فرماتے آرہے تھے۔ اور اُن کا ہر دکھ درد حضور کو بے قرار اور مضطرب کر دیا کرتا تھا۔

۱۹۴۴ء میں حضور حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہ کی بیماری کے دوران شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کے ہاں قیام فرما تھے۔ انہی ایام میں حضور نے پانچ ہزار کا چیک میاں عبدالمنان صاحب کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس سے کوئی کام کریں۔ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور والدہ کی بھی مدد کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسی رقم سے قادیان میں اپنا ذاتی پریس لگایا[3]۔

---

[1] روزنامہ الفضل ۷، اکتوبر ۱۹۵۶ء صہ۴ کالم ۱ تا ۴ (حلفیہ شہادت شیخ محمد اقبال صاحب ابن حضرت شیخ کریم بخش صاحب آف کوئٹہ)۔ [2] "نظامِ آسمانی کی مخالفت" صہ۶۷، صہ۶۸ (بقیہ حاشیہ صہ۱۱ پر)

حضرت مصلح موعود کی ان مسلسل نوازشات اور عنایات کے باوجود ان لوگوں کے سینے بغض وعناد کی آگ سے بھرے رہتے تھے۔ چنانچہ قبل از تقسیم قادیان کے دور ہی کا واقعہ ہے کہ محمد عیسیٰ صاحب بھاگلپوری کی اہلیہ صاحبہ ایک شادی کے سلسلے میں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بغرضِ ملاقات جانے لگیں تو خیال آیا کہ میاں عبدالوہاب صاحب اور میاں عبدالمنان صاحب سے بھی ملتی جیوں۔ چنانچہ وہ ملاقات سے پہلے انہیں سلام کرنے کے لیے اُن کے پاس گئیں۔ اس پر میاں عبدالوہاب صاحب یا میاں عبدالمنان صاحب نے فرمایا جب ہم خلیفہ ہوں گے تو سلام کرنا[1]

قیام پاکستان کے بعد مولوی عبدالوہاب صاحب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ہمراہ خاندانِ مسیح موعودؑ کے نمائندے کے طور پر قادیان بھجوائے گئے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں اُن سے ایسی حرکات سرزد ہونی شروع ہوئیں۔ جو سلسلہ احمدیہ اور درویشوں کے مفاد کے منافی تھیں۔ وہ غیر مسلموں سے ایسی ناگفتنی باتیں کہہ جاتے کہ اگر ان کا ساتھ ساتھ فوری تدارک نہ کیا جاتا تو خدا معلوم غریب درویشوں پر مصائب کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹ جاتے۔ وہ عہدِ درویشی کا ابتدائی دور تھا۔ اور بڑا نازک اور خطرناک دور تھا۔ یہ ایسے متمرد اور سرکش تھے کہ باوجود بار بار منع کرنے کے شام کو ضرور غیر مسلموں کے محلے میں دُور تک نکل جاتے اور کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے اُوٹ پٹانگ اور مفادِ سلسلہ کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے۔

ایک دن حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت قادیان کو یہ شکایت پہنچی کہ ایک شخص نے درویشوں سے کہا ہے کہ تم یہاں مفت کی روٹیاں کھا رہے ہو جاؤ جا کر کوئی کام کرو یہاں پہ کیا رکھا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے بیت المبارک میں نمازِ مغرب کے وقت ایک تقریر فرمائی۔ جس میں اس قابلِ اعتراض اور اخلاق سوز حرکت کا ذکر کیا اور جواب طلبی کرتے ہوئے

بقیہ حاشیہ ۳ے مکتوب حضرت مصلح موعود بنام مرزا عبدالقدیر صاحبہ مورخہ ۱۹ راگست ۱۹۵۶ء (ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ) [1] اصل بیان جو ۲ر نومبر ۱۹۵۶ء کا ہے۔ شعبہ تاریخ احمدیت کے قدیم ریکارڈ میں موجود ہے اور اس پر مندرجہ ذیل گواہوں کے دستخط ہیں شکیل احمد منیر صاحب۔ محمد اختر صاحب۔ سرور سلطانہ صاحبہ رجگیم مولانا عبدالمالک خان صاحب مربی سلسلہ کراچی)

پوچھا کہ یہ کس شخص کی کارروائی ہے؟ حضرت مولوی صاحب اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھ گئے تو میاں عبدالوہاب صاحب نے جھٹ اُٹھ کر معافی مانگ لی۔ اور اعتراف کر لیا۔ کہ جس شخص نے یہ بات کی ہے وہ میں ہی ہوں۔ میاں عبدالوہاب صاحب نے درویشی کے اس دور میں سلسلہ کے اَموال کو خورد بُرد کرتے ہوئے ہندوؤں کے پاس جماعتی سٹور کے برتن بھی بیچنے شروع کر دیئے۔ امیرالدین صاحب سٹور کیپر نے تین بار اُنہیں برتن بیچتے پکڑا اور انہوں نے تینوں بار بیت المبارک میں ہی حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کے سامنے معافی مانگی۔ حضرت مولوی صاحب نے اُن سے کہا کہ اگر یہاں برتن ہی بیچنے ہیں تو آپ پاکستان ہی تشریف لے جائیں۔ اس پر میاں صاحب امیر دین صاحب کو اپنے گھر لے گئے اور کہا کہ تُو نے بُرا کیا۔ اگر میری شکایات نہ کرتا تو کیا ہوتا۔ یاد رکھو قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وجہ سے آباد تھا۔ ہم تو پاکستان چلے جائیں گے اور برتن بھی بِک کر رہیں گے لیکن قادیان اب آباد نہ ہو سکے گا۔

اِن مذبوحی حرکات کی بناء پر قادیان کی مقامی تنظیم نے مشورہ کیا کہ ان کو جلد از جلد واپس پاکستان بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو قادیان سے فون کیا گیا اور اُن کے ذریعہ ربوہ سے اجازت حاصل کر کے اُن کو پاکستان واپس بھیج دیا گیا۔[1]

میاں عبدالوہاب صاحب کے پاکستان میں پہنچنے کے بعد حضرت خلیفہ اوّل کے صاحبزادوں نے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کے ساتھ مل کر دوبارہ نظامِ خلافت کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ اور عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کی طرح جنہوں نے خلیفۂ رسول حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف پورے عالمِ اسلام میں ایجی ٹیشن برپا کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ایسے آوارہ مزاج نوجوانوں سے اپنے خصوصی مراسم و روابط تیزی سے بڑھانے شروع کر دیئے جو نام نہاد احمدی تھے۔ اور نظامِ جماعت کی مخالفت و تضحیک اُن کا شیوہ تھا۔ ان میں خاص

---

[1] خط ڈاکٹر بشیر احمد صاحب درویش قادیان مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء، بیان احمد دین صاحب آف کوئٹہ سابق درویش قادیان، بیان امیرالدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ رتن باغ لاہور سابق درویش قادیان۔ بیان مرقومہ ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء (ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

طور پر ایسے عناصر شامل تھے جن سے سلسلہ کے مرکزی نظام کو پہلے ہی شکایات تھیں۔ اور جو یا تو وقفِ زندگی کے عہد کو توڑ کر غدّاری کے مرتکب ہو چکے تھے یا وقفِ زندگی ہونے کے باوجود وقف سے بھاگنا چاہتے تھے۔ اور جماعتی نظام سے تنخواہیں اور بھاری بل وصول کرنے کے باوجود مرکزِ احمدیت میں بیٹھ کر تحریک وقفِ زندگی کے خلاف پراپیگنڈا کیا کرتے تھے۔ اور ربوہ کی ابتدائی اور خام تعمیرات کا نہایت بے شرمی سے مذاق اڑایا کرتے تھے۔ سلسلہ احمدیہ کے مرکزی ریکارڈ[1] ۱۹۵۶ء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۹۵۱ء کے آخر کا واقعہ ہے۔ ربوہ میں بعض ایسے فتنہ پردازوں کی باقاعدہ بازپرس کی گئی تو وقیع اور چشمدید گواہوں سے اُن کا جرم ثابت ہو گیا۔ جب یہ معاملہ تحقیقات کے بعد حضرت مصلح موعود کی خدمت پیش کیا گیا تو حضورِ انور نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کے بارے میں تو معاف کر سکتا ہوں۔ سلسلہ کے معاملے میں معاف نہیں کروں گا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ربوہ سے چلے جانے کے بعد ۳۴ نسبت روڈ[2] لاہور میں اپنا اڈا قائم کر لیا۔

اب ابنائے حضرت خلیفہ اوّل جو آئندہ خلافت کے خواب دیکھ رہے تھے، اپنی سکیم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی اور ان نام نہاد احمدیوں کے ذریعہ جماعت میں شدّ و مد کے ساتھ باغیانہ خیالات پھیلانے لگے۔ جس کے ثبوت میں دو واقعات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔

اوّل:- ۱۹۵۰-۵۱ء میں سیّد منوّر شاہ صاحب ولد سیّد فضل شاہ صاحب (ساکن نواں پنڈ احمد آباد متصل قادیان) حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بندوقوں کی دکان واقع لاہور میں ملازم تھے۔ وہ ربوہ میں اپنی خالہ زاد بہن عزیزہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی محمد صادق صاحب مربی سلسلہ سیرالیون کے پاس ملنے کو آئے اور ایک دن باتوں باتوں میں یہ ذکر کیا۔ کہ ایک گروہ نوجوانوں کا ایسا ہے جو کہتا ہے کہ موجودہ خلیفہ کے بعد اگر خلافت پر مرزا ناصر احمد صاحب کو جماعت نے بٹھایا تو ہماری پارٹی میں سے کوئی بھی

---

[1] ریکارڈ خلافت لائبریری ۱۹۵۶ء [2] یہ کوٹھی میجر نصراللہ صاحب پسر چوہدری نعمت اللہ خان صاحب بیگم پوری کے نام الاٹ تھی۔

اسے نہیں مانے گا۔ ہم تو میاں عبدالمنان عمر کو خلیفہ تسلیم کریں گے۔ عزیزہ بیگم صاحبہ نے جھڑک کر کہا کہ وہ خبیث کون ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ دیکھنا اس وقت تم لوگوں کا ایمان بھی قائم نہیں رہے گا۔ اور یہ کہہ کر وہ اسی وقت گھر سے باہر چل دیئے [۱]

دوم :۔ ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نثار پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ طالب آباد کے سامنے گوہڑ رحمت علی متصل براینچ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کے ایک پروردہ شخص بشیر احمد نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی خلافت کا حق مولوی نورالدین صاحب کے بعد اُن کی اولاد کا تھا۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے (نعوذ باللہ) ظلم سے ان کا حق غصب کر کے خلافت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب ہم لوگ (یعنی خاندان حضرت خلیفہ اوّل اور ان کے غیر احمدی رشتہ دار) اس کوشش میں ہیں کہ خلافت کی گدی مولوی صاحب کی اولاد کو ملے۔ اور اب "حق بحقدار رسید" کے مطابق جلد ہی یہ معاملہ طے ہو کر رہیگا [۲]

حضرت خلیفۂ اوّل کے بیٹے اپنے خاندان میں خلافت کو منتقل کرنے کے لیے کسی خاص موقعے کی تلاش میں تھے۔ یہ موقع انہیں حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری اور سفر یورپ ۱۹۵۵ء کے دوران میسّر آگیا۔ اس زمانے میں انکی سرگرمیاں یکایک بڑھ گئیں۔ اور میاں عبدالوہاب نے کھلے لفظوں میں یہ ناپاک پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ خلیفۂ وقت بوڑھا ہو چکا ہے۔ کسی اور کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیئے [۳]

شیخ نصیر الحق صاحب آف لاہور کا حقیقت افروز بیان

شیخ نصیر الحق صاحب آف لاہور کا بیان ہے کہ سفر یورپ کے سلسلہ میں جب حضور لاہور سے بخیریت کراچی پہنچ گئے تو جودھامل بلڈنگ لاہور میں نماز مغرب کے بعد مجھے سید بہاول شاہ صاحب نے تار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ الحمدللہ حضور بخیریت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ جب

[۱] الفضل ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ (بیان عزیزہ بیگم صاحبہ دختر محبوب علی مرحوم آف مالیر کوٹلہ)

[۲] الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ [۳] مکتوب چوہدری اسد اللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ۲۴، ۲۵ جولائی ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ۔ ایضاً الفضل ۱۹۵۶ء صفحہ ۲، ۳

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک خط

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اپنے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے ایک خط کا چربہ جو آپ نے ۲۴؍اپریل ۱۹۱۳ء کو مردان کے ایک معزز رئیس خان محمد اسلم خانصاحب آفریدی کے نام تحریر فرمایا تھا۔

اس خط میں حضرت خلیفہ اوّل نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میں اب ضعیف۔ بیمار اور بہت بڈھا ہوں موت قریب ہے"

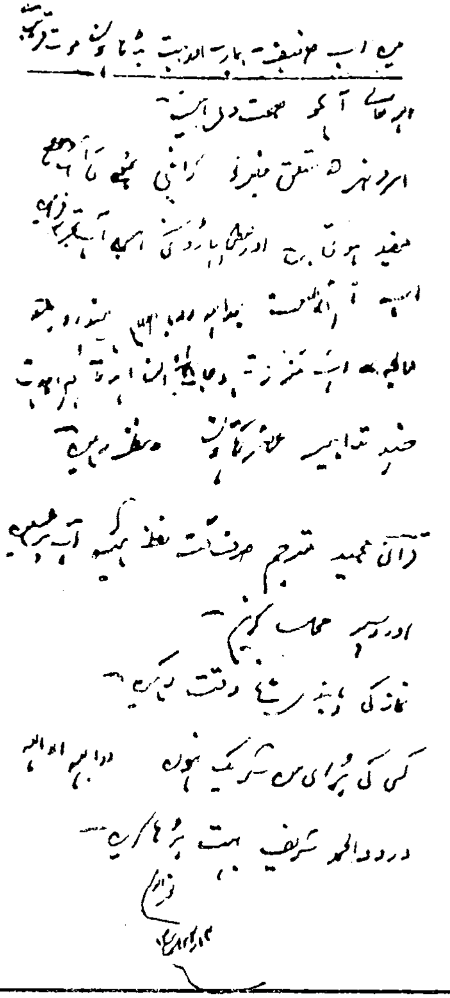

۱؎ روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۲

مَیں واپس رتن باغ کو لوٹنے لگا تا اپنی بیوی کو ساتھ لے کر گھر سمن آباد چلا جاؤں ۔ تو مولوی عبدالوہاب صاحب نے مجھے آواز دی ۔ کہ حاجی صاحب ! ٹھہر جایئے ۔ مَیں بھی چلتا ہوں ۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب آپ نے دیکھا کہ قوم کا کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہے ۔ مَیں نے عرض کیا ۔ مولوی صاحب! حضرت صاحب تو فرما چکے ہیں کہ مَیں اپنا خرچ خود برداشت کروں گا ۔ پھر اعتراض کیسا ؟ فرمانے لگے آگے تو سنو ۔ مَیں نے کہا فرمایئے کہنے لگے کہ دیکھو اب خلیفہ تو (نعوذ باللہ من ذالک) اپنا دماغ کھو چکا ہے ۔ وہ اس قابل نہیں کہ خلیفہ رکھا جا سکے ۔ مَیں بجبر خاموش رہا تا سارا ماجرا سن سکوں ۔ اور جو گفتگو یہ کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ رہ نہ جائے ۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب بھلا یہ تو بتایئے کہ اب اور کون خلیفہ ہو سکتا ہے ؟ کہنے لگے کہ میاں بشیر احمد صاحب اور چوہدری ظفراللہ خان صاحب کیا کم ہیں ۔ اب میں نہیں رہ سکا ۔ تو میں نے کہا مولوی صاحب آپ تو ایک بزرگ ہستی کے فرزند ہیں ۔ آپ کو اتنا بھی علم نہیں ۔ کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرا خلیفہ بنانا تو کجا خیال کرنا بھی گناہ ہے ۔ چہ جائیکہ آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں ۔ اور میرے لیے یہ نہایت تکلیف دہ ہو گیا ہے .... پھر فرمانے لگے ۔ سنو ! سنو ! مَیں نے عرض کیا کہ چونکہ مَیں نے سمن آباد جانا ہے اور نیلا گنبد سے بس لینی ہے ۔ اس لیے کچھ اور کہنا ہے تو چلتے چلتے بات کیجیئے ۔ کہنے لگے دیکھو یہ جو مضامین آجکل چھپ رہے ہیں ۔ انہیں میاں بشیر احمد صاحب درست کر کے پریس کو بھیجتے ہیں ۔ وہ خود تو لکھ نہیں سکتے ۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ انہی میاں صاحب کو حضرت صاحب اپنے کمرہ میں سُلاتے ہیں ۔ مَیں اس معمّہ کو نہیں سمجھ سکا ۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی باتیں کیں جو مَیں بھول گیا .... مَیں نے اگلے دن سارا واقعہ چوہدری اسداللہ خان صاحب کو ہائیکورٹ میں جا کر سنایا انہوں نے فرمایا لکھ دو ۔ مَیں نے وہیں بیٹھ کر لکھ دیا ۔ جو مجھے اس وقت یاد تھا ۔

چوہدری صاحب نے فرمایا کہ آپ مولوی صاحب کے سامنے بھی یہی بیان دیں گے ۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے آپ کو لکھ دیا ہے آپ میرے ساتھ جودھامل بلڈنگ چلیں اور انہیں میری موجودگی میں پڑھا دیں ۔ چنانچہ ہم دونوں گئے ۔ مولوی صاحب اپنی دکان میں موجود نہ تھے ۔ ہم انتظار کرتے رہے ۔ کچھ دیر کے بعد مولوی صاحب تشریف لے آئے ۔ میرا خط

چوہدری صاحب نے مولوی صاحب کو پڑھایا۔ مولوی صاحب کا رنگ زرد ہوگیا۔ کچھ سکتے کے بعد فرمانے لگے۔ نہیں میں نے نہیں کہا۔ چوہدری صاحب نے فرمایا لکھ دیجیئے کہنے لگے۔ اچھا لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ ان کے دفتر کا کاغذ لے کر مولوی صاحب نے لکھا کہ میں نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جس کے متعلق حاجی صاحب نے لکھا ہے۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے۔ کیا آپ اب بھی مصر ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں! اور مجھے یہ کاغذات دیجیئے میں اس پر مزید لکھتا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ الفاظ لکھے کہ مجھے سخت صدمہ ہوا کہ مولوی صاحب ایک بزرگ ہستی کی اولاد ہیں جو ہمارے خلیفہ اوّل رہ چکے ہیں۔ انہوں نے صریح جھوٹ بول کر مجھے ہی نہیں بلکہ حضرت خلیفہ اوّل کی روح کو بھی تکلیف پہنچائی ہے مجھے ان سے یہ توقع نہ تھی۔ کہ انکار کریں گے۔ مجھے معاً خیال ہوا کہ اگر احمدیت کا یہی نمونہ ہے۔ تو غیر از جماعت لوگوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ چنانچہ یہ دونوں تحریریں جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب اپنے ساتھ لے گئے[1]

سیّدنا حضرت مصلح موعود ابھی کراچی میں ہی تھے کہ میاں عبدالمنان عمر صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے[2]۔ اسی زمانہ میں مولوی عبدالوہاب صاحب نے حضرت مصلح موعود کی تفسیرِ کبیر کے درس کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ تفسیرِ کبیر کا درس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک فرد کی رائے ہے۔ خلیفہ غلطی کرسکتا ہے۔ بنیادی مسائل میں خلیفہ سے اختلاف رکھنا جائز ہے۔ اور اس اختلاف کے رکھتے ہوئے خلیفہ کی بیعت کر لینا بھی جائز ہے[3]۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سفرِ یورپ سے کامیاب و کامران اور بخیریت واپسی کے بعد اگلے سال ۱۹۵۶ء کے شروع میں میاں عبدالمنان صاحب کی ہمنوا پارٹی کے ایک ممبر نے یہ شاخسانہ کھڑا کر دیا۔ کہ ربوہ کا مرکزی ہسپتال حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے نام سے منسوب کیا جاتا

---

[1] نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر ص۱۱۲ :: [2] ریکارڈ خلافت لائبریری بیان مولوی خورشید احمد شاد صاحب :: [3] ایضاً

چاہیئے یہ وہی شخص تھا۔جو قبل ازیں برملا کہہ چکا تھا کہ "ہم تو آئندہ مولوی عبدالمنان صاحب عمرؔ کی بیعت کریں گے۔ تم دیکھو گے کہ آج سے دو سال بعد میں ربوہ جاؤں گا۔ اور اس وقت میرے ہاتھ میں اتنی طاقت ہوگی۔ کہ میں مرزا ناصر احمد (صاحب) کو بازو سے پکڑ کر ربوہ سے نکال دوں گا"[1]

یہ بناشورشِ فتنہ و فساد کی گویا پہلی چنگاری تھی۔جس کا مقصد پوری جماعت میں بے چینی پیدا کر کے سیدنا حضرت خلیفۂ اوّل کے خاندان کی مظلومیت جتلانا اور حضرت مصلح موعود سے بدظنی کرنا تھا۔

اِن ایام میں میاں عبدالمنان صاحب کے غیظ و غضب کا پارہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اور وہ امیدوارِ خلافت کی حیثیت سے پوری جماعت کو ڈنڈے سے سیدھا کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔چنانچہ میاں غلام غوث صاحب سابق ہیڈ کلرک میونسپل کمیٹی ربوہ کی چشمدید شہادت ہے :۔

"حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب آنریری سیکرٹری میونسپل کمیٹی ربوہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں مکرم مولوی عبدالمنان صاحب انچارج صیغہ تالیف و تصنیف تحریکِ جدید ربوہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت میاں منور احمد صاحب کے دستخطوں کی شناخت کر دوں۔جو انہوں نے کسی غلط تعمیر کے سلسلہ میں کمیٹی کے قواعد کے تحت مولوی عبدالمنان صاحب کو دیئے تھے۔چنانچہ فدوی وہاں گیا۔ اور مولوی عبدالمنان صاحب نے فرمایا کہ دیکھو۔یہ دونوں نوٹس موجود ہیں۔ اور دستخط میاں منور احمد صاحب کے ہیں۔ان دونوں میں کتنا تفاوت ہے۔ان میں سے کون سا صحیح ہے۔اور کون سا غلط ہے۔ اس وقت میرے سامنے والی کرسی پر چوہدری شبیر احمد صاحب نائب وکیل المال تحریکِ جدید بھی تشریف فرما تھے۔اور ہم دونوں مولوی عبدالمنان صاحب

---

[1] بیان بشارت احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودہا مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء (ریکارڈ ۱۹۵۶ء خلافت لائبریری ربوہ)

کے سامنے بیٹھے تھے) بندہ نے عرض کیا کہ چونکہ میں شروع سے کمیٹی میں حضرت میاں منور احمد صاحب کے ماتحت کام کر رہا ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ دونوں دستخط حضرت میاں منور احمد صاحب کے ہیں۔ گو ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا۔ لیکن دستخط انہی کے ہیں۔ چونکہ اس کا مضمون ذرا مطابق قواعد مقرر الفاظ میں تھا۔ اور زیادہ تر بحث مولوی عبدالمنان صاحب کے مضمون پر تھی غصہ سے بھرے ہوئے الفاظ میں آپ تقریر فرماتے رہے۔ آخر میں اُن کے مُنہ سے حسب ذیل الفاظ ظاہر ہوئے:۔

"میاں منور احمد وغیرہ اس لئے سختی کرتے ہیں۔ اور ناجائز کرتے ہیں کہ وہ حضرت صاحب کے لڑکے ہیں۔ یعنی خلیفہ صاحب کے۔ جس وقت ڈنڈا میرے ہاتھ میں آیا، مَیں سب کو سیدھا کر دوں گا۔ یا دیکھونگا"

اس وقت بندہ خاموش ہو کر واپس چلا آیا۔ کیونکہ میاں صاحب بہت غصے میں تھے بندہ نے اسے SERIOUS نہیں لیا۔ البتہ جب دفتر کمیٹی میں پہنچا تو وہاں چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیر اور چوہدری عنایت احمد صاحب اکونٹنٹ و محمد الیاس چپڑاسی موجود تھے۔ مَیں نے ہنسی کے طور پر چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیر سے کہا کہ آپ نے میاں عبدالمنان صاحب سے ٹکر لی ہے۔ اب خبردار ہو جاؤ۔ وہ آپ سب کو سیدھا کر دیں گے۔ کیونکہ وہ خلافت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔"[1]

یہ تعلّی اور دھونس بے وجہ نہ تھی۔ کیونکہ جیسا کہ چند ماہ بعد ہی یہ سازش پوری طرح بے نقاب ہو گئی کہ یہ ناخدا ترس لوگ ۱۹۵۶ء کے شروع میں ہی نظامِ خلافت کے خلاف بغاوت پھیلانے اور اس کا تختہ اُلٹنے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ اور میاں عبدالمنان صاحب کی "خلافت" کی

---

[1] "نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۵۔ الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء

راہ ہموار کرنے کی خاطر ایک غیر مبائع ایجنٹ خفیہ طور پر ملک بھر کی احمدی جماعتوں کے طوفانی دورے کے لئے مقرر کیا جا چکا تھا۔ یہ ایجنٹ اللہ رکھا نامی تھا۔ جو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کا باشندہ تھا۔ اور ۱۹۵۰ء سے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ملازم تھا۔ جیسا کہ روزنامہ امروز ۲۱ مئی ۱۹۷۴ء کے صہ ۴ پر اس کے شائع شدہ مکتوب کے درج ذیل الفاظ سے واضح ہے۔

"میں ۱۹۵۰ء سے امیر مرحوم (مولانا محمد علی) کے ارشاد کے مطابق احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم ہوا۔ اور لٹریچر تقسیم کرنے کا کام شروع کیا۔ کھانا اور رہائش کا انتظام لنگر خانے سے تھا۔"

اللہ رکھا قیام پاکستان سے قبل لنگر خانہ قادیان میں ملازمت کر چکا تھا۔ وہ دارالشیوخ کے لیے آٹا اکٹھا کیا کرتا تھا۔ اور ساتھ ہی نظام سلسلہ کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈا کرنے کا بھی خوگر تھا۔ جس پر حضرت مصلح موعود کی طرف سے الفضل ۳۰ مئی ۱۹۴۵ء صہ ۵ پر یہ اعلان شائع کیا گیا۔

"یہ صاحب ہر شخص پر الزام لگاتے ہیں۔ ان کے نزدیک ناظر اگر دورہ پر جاتے ہیں تو کسی کے ہاں جا کر ان کے حق میں رپورٹ کر دیتے ہیں چندہ یہ دیتے ہیں۔ تو دفتر کے لوگ کھا جاتے ہیں۔ سیکرٹری اُن کے دشمن ہیں۔ "الفضل" ان صاحب کا دشمن ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ یا ان کے دماغ میں نقص ہے۔ چونکہ یہ پراپیگنڈا بھی کرتے ہیں۔ اس لیے اس بارہ میں اعلان کیا جاتا ہے کہ میں جہاں تک انسانی علم ہے ان کو غلطی پر سمجھتا ہوں۔"

اللہ رکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا تھا۔ ایک بار پٹنہ سے ایک مہمان تشریف لائے۔ یہ ظالم اُن کے ساتھ نہ صرف گستاخی سے پیش آیا۔ بلکہ اُنہیں زدو کوب کر کے زخمی کر دیا۔ تحقیق ہوئی تو الزام ثابت ہو گیا جس پر مخدوم محمد ایوب صاحب معاون ناظر امور عامہ قادیان نے اُسے بید زنی کی سزا دی۔ اور پھر اسے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا[1]

---

[1] مراسلہ مخدوم محمد ایوب صاحب مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۴۹ء و مراسلہ نظارت امور عامہ قادیان مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۹ء

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء کے ابتداء میں یہ شخص کسی نہ کسی طرح قادیان پہنچ گیا۔ اور میاں عبدالوہاب صاحب کا دستِ راست بن گیا۔ چنانچہ عبدالکریم صاحب خالدؔ سابق درویش قادیان[1] فرماتے ہیں۔

"صدر انجمن احمدیہ کے سٹور سے میاں عبدالوہاب صاحب نے سامان نکلوایا اور انہیں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس وقت بھی اللہ رکھا ہی تھا۔ جو اس معاملے میں اُن کا معاون تھا۔"[2]

یہ شخص دو سال تک درویشانِ قادیان کے لئے فتنہ بنا رہا۔ ایک طرف اس نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظر صاحبان سے جنگ شروع کر دی اور دوسری طرف غیر مسلموں سے رابطہ پیدا کر کے درویشوں کا قافیۂ حیات تنگ کر دیا۔ اور ان کا سارا آرام اور چین حرام کر دیا۔ ساری ساری رات یہ درویشوں کو گالیاں دیتا۔ اور بالکل نہ تھکتا تھا۔ نہ اس کو نیند آتی تھی۔ ڈاکٹر میجر بشیر احمد صاحب نے اس کو کچھ دن کے لیے ایک کمرے میں بند کر کے اس پر پہرا لگا دیا۔ لیکن پہریداروں کی غفلت سے یہ بھاگ نکلا اور پولیس اور غیر مسلموں کے پاس پہنچ گیا۔ اور بہت سے درویشوں پر مقدمہ دائر کر دیا۔ جس میں بے گناہ اور معصوم درویشوں کو سزا ہوئی اور بمشکل ضمانتیں ہوئیں۔ اللہ رکھا کو قادیان میں غیر مبائعین کی چٹھیاں برابر پہنچتی تھیں[3] خصوصاً مولوی محمد علی صاحب سے اس کی باقاعدہ خط وکتابت جاری رہی۔ اور غیر مبائعین کے جوائنٹ سیکرٹری شیخ محمد طفیل صاحب نے مولوی صاحب کا فوٹو بھی بھجوایا۔ اور اُن کے رسالے بھی۔ جن کا ریکارڈ دفتر نظارت امور عامہ قادیان میں محفوظ کر دیا گیا۔

---

[1] آپ ۱۹۴۷ء سے جون ۱۹۵۲ء تک بحیثیت درویش قادیان میں مقیم رہے۔

[2] مکتوب عبدالکریم صاحب خالدؔ ۷ جولائی ۱۹۵۶ء از راولپنڈی۔ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں یہ خط پہنچا تو حضور نے اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ یہ خط میاں عبدالوہاب اور اللہ رکھا کے متعلق نہایت ضروری ہے۔ محفوظ رہے۔ (ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

[3] مکتوب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء (ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

اللہ رکھا نے جن درویشوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ ان میں عبدالکریم صاحب خالد بھی تھے آپ اپنے مکتوب جولائی ۱۹۵۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قادیان میں اللہ رکھا نے جو فتنہ برپا کیا۔ اور جس کے باعث وہاں کی جماعت کو جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا حضور کو بخوبی علم ہے۔ قادیان میں اللہ رکھا نے جن لوگوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ ان میں سے ایک خاکسار بھی تھا۔ اس دوران میں جہاں جماعت کو کافی اخراجات کرنے پڑے۔ وہاں جماعت کو کافی پریشانیاں بھی اٹھانی پڑیں۔

مقدمہ کے دوران میں اللہ رکھا لگاتار اس مکان کی چھت پر چڑھ کر عشاء کی نماز کے بعد تقریریں کرتا رہا۔ جو انجمن نے اسے رہنے کے لیے دیا تھا۔ یہ مکان قاری غلام حسین صاحب مرحوم کا تھا۔ جو ڈھاب کے نزدیک اور سڑک کے کنارے پر تھا۔ وہ عام گزرگاہ تھی۔ جہاں سے ہر ہندو سکھ گزرنے والا اس کی خرافات سنتا رہا۔ اور اس تقریر میں گالیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس کے علاوہ جب وہ بیت مبارک اور بیت اقصیٰ میں نماز کے وقت آتا تو وہاں بھی وہ گالیاں نکالتا رہتا۔ اور ہمیں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پھر جب متعصب مجسٹریٹ نے ہم ۳۵ آدمیوں کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اور ہم سے ایک ایک سال کیلئے نیک چلنی کی ضمانتیں لے لیں۔ تو اس کی شرارتیں بڑھ گئیں۔ آخر حضور نے بھی اسے وہاں سے منگوانے کا انتظام فرما کر ہمیں اس کے فتنہ سے نجات دی۔"

اللہ رکھا ابھی قادیان میں ہی تھا۔ کہ اس کے باغیانہ طرز عمل پر حضرت مصلح موعودؓ نے اسے ۴ر اگست ۱۹۴۹ء کو جماعت سے خارج کر دیا۔ نیز اسی کی ایک چٹھی مرقومہ ۱۱ر اگست ۱۹۴۹ء کے لفافے پر تحریر فرمایا۔

"یہ شخص جھوٹا اور کذاب ہے۔ اور اس کے اخراج کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے۔ جماعت کے دوستوں کو اس سے ملنے سے روکا جائے۔"

الغرض یہ شخص دو سال تک قادیان میں امن کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور بڑی مشکل سے

قادیان سے نکالا گیا۔ اور پاکستان پہنچ کر اپنے باغیانہ مشن کو جاری رکھنے کے لئے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہنچ گیا۔

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اللہ رکھا کی ان احمدیت دشمن سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنے کے بعد دوبارہ ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ابنائے حضرت خلیفہ اوّل اور منکرینِ خلافت کا یہ پروردہ اور ایجنٹ مارچ ۱۹۵۶ء میں ایک سوچی سمجھی سکیم اور سازش کے تحت احمدی جماعتوں میں فتنہ پھیلانے اور میاں عبد المنان صاحب کی نام نہاد خلافت کی راہ ہموار کرنے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر کے طوفانی دورے پر نکل کھڑا ہوا۔ اور سرگودھا، بھیرہ، بھلوال، ملکوال، پنڈدادنخان، چکوال، جہلم، کھیوڑہ، چوہا سیدن شاہ، بہاولپور، ڈیرہ غازیخان اور مری میں منافرت انگیز پراپیگنڈا کرنے میں سرگرم عمل رہا پانچ ماہ کے اس دورہ کے دوران یہ شخص خدا کی پیاری جماعت میں زہریلے خیالات پھیلاتا رہا[۱]

مظفرآباد میں اس نے کہا کہ حضرت صاحب کی صحت خراب ہے۔ جماعت بہت بڑھ گئی ہے اور وہ اب خلافت کے قابل نہیں ہیں[۲]

سرگودھا کی بیتِ احمدیہ میں امیر صوبائی مرزا عبد الحق صاحب کے خلاف اُس نے سخت بدزبانی کا مظاہرہ کیا۔ اور کہا کہ احمدیوں کا بیڑہ غرق ہو گیا ہے[۳]

کوھاٹ میں اس نے مربی سلسلہ مولوی عبد المالک صاحب سے کہا کہ ایک بہت بڑا انقلاب اور عذاب آنے والا ہے۔ اور اگر اس کے بعد میاں ناصر احمد صاحب خلیفہ بن گئے۔ تو میں قطعاً اُن کی بیعت نہیں کروں گا۔ نیز غیر مبائعین کے صدر میاں محمد لائلپوری کی بہت تعریف کی[۴]

---

[۱] ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ ؛ [۲] بیان مختار احمد صاحب بٹ کشمیری مظفرآباد آزادکشمیر مورخہ ۱۶ راگست ۱۹۵۶ء ؛ [۳] بیان میاں عطا محمد صاحب ننگلی مقیم سرگودھا
[۴] بیان مولوی عبد المالک صاحب شاہد مربی جماعت احمدیہ کوہاٹ ۲۶ رجولائی ۱۹۵۶ء

راولپنڈی میں اس نے واضح لفظوں میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ اگر اس وقت خلیفہ عبدالمنان صاحب خلافت کا اعلان کر دیں تو سینکڑوں ہزاروں احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں ۔ اور تلواریں چل سکتی ہیں ۔ میاں ناصر احمد کے بہت دشمن ہیں ۔ اور موت تو ہر یک کو آنی ہے ۔

آخر خلیفہ صاحب نے بھی مرنا ہے ۔ اس لئے دیکھنا دو سال کے اندر اندر کیا ہوتا ہے ۔ خلیفہ صاحب ، عبدالوہاب صاحب عمر اور خلیفہ عبدالمنان صاحب یعنی خلیفہ اوّل کی اولاد کے سخت دشمن ہیں ۔ کیونکہ ان کو ڈر ہے کہ کسی وقت یہ لوگ برسر اقتدار آ سکتے ہیں ۔ نیز کہا میں نے تمام پاکستان کا دورہ کیا ہے ۔ اس لئے میرے ساتھ ٹکر لینا آسان کام نہیں ہے[1]

اُدھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بیٹے اور اُن کے ہمنوا درپردہ پراپیگنڈا کر رہے تھے ۔ اور اِدھر لطف و کرم کا ایک دریا موجزن تھا اور حضرت مصلح موعود ان کے اُمیدوارِ خلافت یعنی میاں عبدالمنان عمر صاحب کو اپنی عنایات سے مسلسل نوازر ہے تھے ۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے انہیں نائب وکیل التصنیف کے عہدے پر فائز فرما دیا جو ایک بہت بڑا اعزاز تھا ۔ ۱۹۵۶ء کی مجلس شوریٰ میں وہ اس کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل ہوئے ۔

۱۵ رجون ۱۹۵۶ء کو انہیں ربوہ سے انٹرنیشنل سیمینار ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں لیکچر کے لیے روانہ ہونا تھا ۔ اس لیکچر کی دعوت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی خصوصی سفارش پر ہارورڈ یونیورسٹی نے دی تھی ۔ پروگرام کے مطابق یہ بین الاقوامی مذاکرہ علمیہ ۲ر جولائی سے ۲۲ر اگست ۱۹۵۶ء تک مقرر تھا[2] میاں عبدالمنان صاحب روانگی سے قبل مری میں حضور کی خدمت میں بغرضِ اجازت و دُعا حاضر ہوئے ۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں کمال شفقت سے اجازت دی اور دعاؤں سے رُخصت کیا ۔ نیز زبانی ہدایات دینے کے علاوہ تحریری طور پر یہ ارشاد فرمایا

---

[1] حلفیہ بیان چوہدری بشیر احمد ولد چوہدری شاہ محمد صاحب ساکن ۱۔۱۰۔ اے ۱۴۸۶ اکال گڑھ راولپنڈی مؤرخہ ۲۸ر جولائی ۱۹۵۶ء ؛ [2] الفضل ۱۶ر جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

"جزاکم اللہ۔ اجازت ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ اپنے پیچھے کوئی قائمقام تحریک سے مشورہ کرکے (مقرر کر جائیں) ایسا نہ ہو کہ کام کو نقصان پہنچ جائے میرے خیال میں تحریک سے یہ اختیار بھی لے جائیں۔ کہ واشنگٹن مشن کا جائزہ لے سکیں۔"

چنانچہ مجلس تحریکِ جدید نے اس ارشادِ مبارک کی تعمیل میں ۱۱ رجون ۱۹۵۶ء کو باقاعدہ ایک ریزولیوشن زیرِ نمبر ۵۸۔ الف اس غرض کے لئے پاس کیا۔ وکالتِ تبشیر اور وکالتِ مال کی طرف سے اُن کو مشن کے جائزہ کے لئے تفصیلی مواد مہیا کر دیا گیا اور امریکہ مشن کے مبلغ انچارج کو اس کی اطلاع بذریعہ نقل دے دی گئی۔ ازاں بعد ۱۴ رجون ۱۹۵۶ء کو تحریک جدید نے اُن کے اعزاز میں نہایت وسیع پیمانے پر الوداعی تقریب منعقد کی۔ جس کے بعد وہ سفرِ امریکہ پر روانہ ہو گئے۔[1]

میاں عبدالمنان صاحب عمر امریکہ پہنچے۔ اور یہاں پاکستان میں اللہ رکھا زور شور سے مختلف جماعتوں میں اشتعال پھیلاتے اور بغاوت کا بیج بوتے ہوئے جولائی ۱۹۵۶ء کے تیسرے ہفتے کے شروع میں مری پہنچ گیا۔ اور غیر مبائعین کی عبادت گاہ میں مقیم ہو گیا۔ اور میاں محمد صاحب لائلپوری کے ہاں کھانا کھاتا رہا۔ اس نے لوگوں کو بتایا کہ میاں صاحب نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ جب چاہو میرے ہاں آجایا کرو۔ میں رات کے گیارہ بجے تک اپنا دروازہ تمہارے لئے کھلا رکھوں گا۔

چند روز بعد جبکہ اپنی سکیم کو بروئے کار لانے کے انتظامات اس نے مکمل کر لئے۔ تو وہ احمدیہ بیت الذکر کلڈنہ میں آگیا۔ جہاں اس نے مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی مبلغ راولپنڈی سے ملاقات کی۔ اور ان کی اجازت سے وہیں ٹھہر گیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود ان دنوں خیبر لاج مری میں رونق افروز تھے۔ لیکن عیدالاضحیہ کی تقریب پر چند روز کے لئے ربوہ تشریف لا چکے تھے۔ اس لئے ۱۸ رجولائی کو بیت الذکر کلڈنہ میں اعلان کیا گیا کہ نمازِ عید کل ساڑھے آٹھ بجے خیبر لاج مری میں ہوگی۔ اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پڑھائیں گے۔ اللہ رکھا

---

[1] الفضل ۱۶ رجون ۱۹۵۶ء

نے کہا کہ "مَیں میاں ناصر صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ کیونکہ رتن باغ میں ایک دفعہ مَیں اُن سے لڑ چکا ہوں۔ اس لئے مَیں تو پیغامیوں کی مسجد میں نماز پڑھوں گا۔ جس پر مولوی محمد صدیق صاحب مربی سلسلہ نے کہا کہ اگر تم نے حضرت میاں صاحب کے پیچھے نماز عید نہیں پڑھنی تو آج سے تمہارا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہ سُن کر وہ خیبر لاج میں عید پڑھنے کے لئے تیار ہوگیا۔ دوسرے روز مولوی محمد صدیق صاحب اُسے خیبر لاج لائے اور اپنے ہمراہ نماز کی ادائیگی کے لئے کہا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ لاہوریوں کی مسجد میں نماز پڑھے گا۔ ایک روز اس نے خیبر لاج میں اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کیساتھ حضور سے ملاقات کے لئے سخت جھگڑا کیا۔ مگر اُسے خیبر لاج سے نکال دیا گیا۔ جس کے بعد رات کو وہ بیت الذکر کلڈنہ میں واپس آگیا۔ اور اس نے کہا کہ یہ میری پیشگوئی ہے کہ جس طرح پہلے خلافت کا جھگڑا ہوا تھا۔ اب پھر ہونے والا ہے۔ اور آپ لوگ ایک ڈیڑھ سال دیکھ لیں گے۔ نیز کہا ڈیڑھ سال کے عرصہ میں مجھے دھتکارنے والوں پر عذاب ویسا ہی آجائے گا۔ جس طرح ۱۹۵۳ء میں ہوا تھا۔ اسی طرح ہوگا۔

اللہ رکھا ۲۳ جولائی ۱۹۵۶ء کو مری سے راولپنڈی چلا آیا۔ اور مری سے جاتے ہوئے بعض احمدیوں کو یہ بھی کہہ گیا کہ اب تو لاہوریوں کی نظر خلیفہ اوّل کی اولاد پر زیادہ پڑتی ہے۔ اور وہ میاں عبد المنان صاحب کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ اور ان کے نزدیک وہ زیادہ قابل ہیں[1]

مری میں اس شخص کی فتنہ انگیزیاں پورے جوبن پر تھیں کہ ۲۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو حضرت مصلح موعود بھی ربوہ میں تین روز قیام کے بعد واپس مری تشریف لے آئے اور حسبِ دستور خیبر لاج میں قیام فرما ہوئے۔ حضور کو اللہ رکھا کے بیت الذکر کلڈنہ میں ٹھہرنے کی اطلاع ملی۔

---

[1] بیان مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی مربی سلسلہ مورخہ ۲۳، ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء و بیان ظہور القمر صاحب ابن ہری داس صاحب متعلم جامعۃ المبشرین ربوہ مقیم بیت احمدیہ کلڈنہ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء (الفضل ۲۸، ۲۹ جولائی ۱۹۵۶ء)

حضور نے ۲۳ جولائی ۱۹۵۶ء کو مولوی محمد صدیق صاحب شاہد سے رپورٹ طلب فرمائی۔ مولوی صاحب نے اللہ رکھا کے متعلق بعض اہم معلومات بذریعہ خط عرض کیں۔ جس میں اس کے وسیع دوروں کے ذکر کے علاوہ یہ انکشاف بھی کیا۔ کہ اس نے ایک خط میاں عبدالوہاب صاحب عمر کا مجھے دکھایا ہے۔ جس میں محبت بھرے الفاظ میں اللہ رکھا سے تعلقات کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ ہم تو بھائیوں کی طرح ہیں۔ اور امی جان تم کو بیٹوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ خط میں نے خود پڑھا تھا۔ اور اس سے میری تسلی ہو گئی تھی۔ اور میں نے اس کو احمدی خیال کر کے مہمانخانہ میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔[1]

---

[1] الفضل ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء صا

فصلِ دوم

حضرت مصلح موعودؓ کا انقلاب آفریں پیغام اور اسکا زبردست ردِ عمل

سیدنا حضرت مصلح موعود نے مولوی محمد صدیق صاحب کا خط موصول ہوتے ہی جماعت احمدیہ کے نام ایک فوری پیغام لکھوایا۔ جو الفضل ۲۵ رجولائی ۱۹۵۶ء کے صفحہ اوّل و صہ پر مع مولوی صاحب موصوف کے خط کے شائع کیا گیا۔ یہ پیغام ایک صُورِ اسرافیل تھا۔ جس نے دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں ایک حشر بپا کر دیا۔ اور دوسری طرف یکایک فتنۂ منافقین کے چہرہ سے نقاب سرک گیا۔ اور منکرین خلافت کی منافقانہ اور باغیانہ سرگرمیوں کے اثرات کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر کر رہ گئیں۔ حضور کے اس حقیقت افروز اور انقلاب آفریں پیغام کا متن یہ تھا۔

"اللہ رکھا وہ شخص ہے جس نے قادیان کی جماعت کے بیان کے مطابق قادیان میں فساد مچایا تھا۔ اور بقول ان کے قادیان کے درویشوں کو تباہ کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی اور جب قادیان کی انجمن نے اس کو وہاں سے نکالا تو ان کے بیان کے مطابق اس نے بھارتی پولیس اور سکھوں اور ہندوؤں سے جوڑ ملایا اور قادیان کے درویشوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ جتنا وہ اس کو قادیان سے نکالنے کے لئے کوشش کرتے رہے اتنا ہی یہ بھارتی پولیس کی مدد سے قادیان میں رہنے کی کوشش کرتا رہا۔ کوہاٹ کی جماعت کے نمائندوں نے ابھی دو دن ہوئے مجھے بتایا کہ یہ شخص کوہاٹ آیا تھا۔ اور وہاں اس نے ہم سے کہا تھا کہ جب خلیفۃ المسیح الثانی مر جائیں گے تو اگر جماعت نے مرزا ناصر احمد کو خلیفہ بنایا۔ تو میں ان کی بیعت نہیں کروں گا۔ ہم نے جواباً کہا کہ مرزا ناصر احمد کی خلافت کا سوال نہیں۔ تو ہمارے زندہ خلیفہ کی موت کا متمنی ہے۔ اس لئے تو ہمارے نزدیک خبیث آدمی ہے یہاں سے چلا جا ہم تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا

چاہتے۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے جو اس کا بتایا ہوا پتہ لکھا ہے۔ کوہاٹ کی جماعت نے دفتر کو بتایا کہ اسی جگہ کے رہنے والے چند نام نہاد احمدیوں کا اس نے نام لیا اور کہا کہ انہوں نے مجھے کرایہ دے کر جماعتوں کے دورے کے لئے بھجوایا ہے۔ مولوی محمد صدیق صاحب کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ مزید دوروں کے لئے پھر رہا ہے۔ چوہدری فضل احمد صاحب جو نواب محمد دین صاحب مرحوم کے رشتہ کے بھائی ہیں اور نہایت مخلص اور نیک آدمی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے بھی ایک دن روک کر کھڑا ہو گیا تھا اور کہتا تھا میں ملک بھر میں پھر رہا ہوں۔ مربی راولپنڈی کے بیان کے مطابق میاں عبدالوہاب صاحب نے اس کو ایک خط دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ تم ہمارے بھائیوں کی طرح ہو اور ہماری والدہ بھی تم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اگر ایسا کوئی خط تھا تو یہ بیان بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔ کیونکہ میاں عبدالوہاب کی والدہ اس شخص کو جانتی بھی نہ تھیں۔ کیونکہ وہ ربوہ میں رہتی تھیں اور یہ شخص قادیان میں تھا اور جماعت کی پریشانی کا موجب بن رہا تھا۔ نیز وہ تو وفات سے قبل ذیابیطس کے شدید حملہ کی وجہ سے نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہتی تھیں۔ اور ان کی اولاد ان کو پوچھتی تک نہ تھی۔ اور میں ان کو ماہوار رقم محاسب کے ذریعہ سے علاوہ انجمن کے حضرت خلیفہ اول کی محبت اور ادب کی وجہ سے دیا کرتا تھا۔ بلکہ جب میں بیمار ہوا۔ اور یورپ گیا تو ان کی نواسیوں کو تاکید کر گیا تھا۔ کہ ان کی خدمت کے لئے نوکر رکھو جو خرچ ہو گا میں ادا کر دوں گا۔ بہرحال ایک طرف تو جماعت مجھے یہ خط لکھتی ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے لئے رات دن دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کا خط مجھے آج ملا کہ میں تیس سال سے آپ کی زندگی کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ دوسری طرف جماعت اس شخص کو سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے جو میری موت کا متمنی ہے آخر یہ منافقت کیوں ہے۔ کیا میاں عبدالوہاب کا بھائی ہونا محض اس وجہ سے ہے کہ۔ وہ شخص میری موت کا متمنی ہے ؟ کوئی تعجب نہیں کہ وہ مری میں صرف اس نیت سے آیا ہو کہ مجھ پر حملہ کرے۔ جماعت کے دوستوں نے مجھے بتایا ہے کہ جب ہم نے اس کو گھر سے نکالا کہ یہ پرائیویٹ گھر ہے تمہیں اس میں آنے کا کوئی حق نہیں۔ تو اس نے باہر سڑک پر کھڑے ہو کر شور مچانا شروع کر دیا۔ تاکہ ارد گرد کے غیر احمدیوں کی ہمدردی حاصل کرے۔ اب جماعت خود ہی فیصلہ کرے کہ میری موت

کا متمنی آپ کا بھائی ہے یا آپ کا دشمن۔ آپ کو دو ٹوک فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو اس کے دوست ہیں وہ بھی آپ کے دوست ہیں یا دشمن۔ اگر آپ نے فوراً دو ٹوک فیصلہ نہ کیا تو مجھے آپ کی بیعت کے متعلق دو ٹوک فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جس جماعت اور جماعت کے افراد کی طرف سے اس دشمن احمدیت اور اس کے ساتھیوں کے متعلق برأت کی چٹھیاں مجھے نہ ملیں تو میں ان کے خط پھاڑ کر پھینک دیا کروں گا۔ اور ان کی درخواستِ دعا پر توجہ نہ کروں گا۔ یہ کتنی بے شرمی ہے کہ ایک طرف میری موت کے متمنی اور اس کے ساتھیوں کو اپنا دوست سمجھنا اور دوسری طرف مجھ سے دعاؤں کی درخواست کرنا ...... جماعت کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ تذکرہ میں پسر موعود کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات شائع ہوئے ہیں ان الہامات کے خاص خاص حصے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پرائیویٹ طور پر حضرت خلیفہ اوّل کو کیوں لکھے آخر مستقبل سے کچھ تو اس کا تعلق تھا۔ کیوں نہ حضرت صاحب نے سب باتیں سبز اشتہار میں لکھ دیں اور کیا وجہ ہے کہ پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن نے جو حضرت خلیفہ اوّل کے سالے بھی تھے۔ جب حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں پسر موعود پہ ایک رسالہ لکھا تو اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے یوں ریویو کیا کہ میں اس مضمون سے متفق ہوں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ میں مرزا محمود احمد کا بچپن سے کتنا ادب کرتا ہوں۔ اس تبصرہ کی بھی کوئی حکمت تھی۔ اس کی کاپیاں اب تک موجود ہیں اور غالباً حضرت خلیفہ اوّل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ریویو کا چربہ بھی اب تک موجود ہے۔[1]

خدا کے برحق اور موعود خلیفہ کے اس پیغام نے پوری جماعت کو تڑپا دیا۔ جس کے نتیجہ میں عشاقِ خلافت کی طرف سے واضح طور پر دو زبردست ردِّ عمل رونما ہوئے۔

پہلا ردِّ عمل

پہلا ردِّ عمل یہ ہوا کہ جماعت کے ہر فرد میں نظامِ خلافت سے محبت والفت اور منافقین سے بیزاری کے شدید جذبات اُبھر آئے۔ اور پوری دُنیا کے

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۵ رجولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

احمدیت حضرت مصلح موعود سے عقیدت و فدائیت اور وفاداری اور وابستگی کے روح پرور نعروں سے گونج اٹھی۔ اور نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں نے بھی منافقین سے مکمل طور پر براءت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پیارے امام کے ساتھ بے مثال محبت و اخلاص کا ثبوت دیا۔ اور اپنے عہدِ بیعت کی شاندار رنگ میں تجدید کی۔ ذیل میں بطور نمونہ مصر، شام اور عدن کی جماعتوں کے اخلاص ناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ ممبران جماعتِ احمدیہ مصر کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

سیّدنا و مولانا! امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کچھ عرصہ ہوا ہمیں اس فتنہ کے بارہ میں خبر ملی جسے بعض جماعت کی طرف منسوب ہونے والے اشخاص نے اٹھایا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے اپنے ان بد ارادوں کی وجہ سے جن کا انہوں نے اظہار کیا ہے خود بخود ہی اپنے آپ کو جماعت سے الگ کر لیا ہے۔

ہم ممبران جماعتِ احمدیہ مصر اس موقعہ پر جبکہ منافقین حضور کی ذات بابرکات پر اتہام لگا رہے ہیں۔ اور حضور کے بلند مقام کو گرانا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے اس عہدِ بیعت کو دوبارہ پختہ کرتے ہیں۔ جسے ہم قبل ازیں اپنے اوپر فرض کر چکے ہیں۔ اور ہم پورے شرح صدر کے ساتھ اس محبت اور اخلاص کا اعلان کرتے ہیں جو ہمیں حضور کی ذات سے حاصل ہے اور ہم اس مضبوط روحانی تعلق کی مزید برکات کو حاصل کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

ان منافقین نے ماضی کے واقعات سے سبق حاصل نہیں کیا اگر وہ ایسا کرتے تو بغیر کسی مزید غور و فکر کے انہیں اس خلافت کی اہمیت معلوم ہوتی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مفاد کے لئے قائم کیا ہے۔

اس فتنہ کے بارے میں مرکز کے قریب رہنے والے اور باہر کے احمدیوں نے جس نفرت

کا اظہار کیا ہے ۔ وہ ہر معمولی عقل والے انسان کو بھی اس بات کا یقین کروانے کے لئے کافی ہے ۔ کہ ان منافقین نے جو طریقے استعمال کئے ہیں ۔ وہ خوارج کے طریقوں سے ذرہ بھر بھی مختلف نہیں ۔ ہر زمانہ میں منافق اسی طریق پر چلتے رہے ہیں ۔ اسی وجہ سے ہم بغیر کسی دقت کے اُس بہت بڑے نقصان کا اندازہ کر سکتے ہیں جو منافقین جماعت کو پہنچانا چاہتے ہیں :۔

منافقین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جماعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا ۔ ہمیں اس کے پورا ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ۔ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس نصرت و مدد کو روکنے کی کوئی بھی کوشش خواہ وہ سازش اور فتنہ ہی کیوں نہ ہو ۔۔ کبھی کامیاب نہیں ہوگی ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول کہ "میری جماعت میں بھی یزیدی پیدا ہوں گے" بالکل حق ہے اور اس کی سچائی بالکل واضح ہو چکی ہے ۔

پس حضور اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے اپنا کام کرتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ ہی حضور کا بہترین محافظ ہے ۔ اور وہ سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ۔

آخر میں ہم حضور سے دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے ۔ اور اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اپنی رضا حاصل کرنے کا موقعہ بہم پہنچائے آمین

خاکسار :۔ محمد بسیونی جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ مصر[1]

۲ ۔ ممبران جماعتِ احمدیہ شام کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

سیدنا و مولانا و امامنا ! حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ ثانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔

---

[1] الفضل ۱۸ ؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ (ترجمہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہم ممبران جماعتِ احمدیہ شام اپنے محبوب امام وآقا مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اپنے عہدِ وفاداری کی تجدید کرتے ہیں۔ اور ہم ہر فتنہ سے جسے کمزور ایمان اور کم عقل اشخاص خلافت اور منصب خلافتِ عالیہ کے خلاف برپا کرتے ہیں۔ نفرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ خلافت ہی وہ نعمت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو دنیا میں استحکام بخشنے اور اسلام کی عزت وعظمت وکرامت قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ساری دنیا میں امن وسلامتی پھیلانے کے لئے قائم فرمایا ہے۔

ہمیں یہ اچھی طرح یاد ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوسرے سفر یورپ پر روانہ ہونے سے پہلے اور اپنی بیماری کے ایام میں بھی جماعت کو منافقوں کے فتنہ سے خبردار اور ہوشیار کر دیا تھا۔ اور فرمایا کہ سچا مومن تو اگر اسے اپنے عقائد حقہ کی حفاظت کے لئے اپنے باپ سے بھی لڑنا پڑے تو اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کا بھی مقابلہ کرتا ہے۔ اور آپ نے ابی ابن ابی سلول کی مثال بیان فرمائی تھی کہ دیکھو اس کے بیٹے نے اپنے باپ سے کیسا سلوک کیا اور اسے مجبور کر دیا کہ وہ خود اپنی زبان سے اقرار کرے کہ وہ خود ہی ذلیل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں کی تدابیر اور سکیمیں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے اپنے مرکز سے باہر ہونے اور سفرِ یورپ کے ایام میں کارگر نہیں ہو سکیں۔ اور نہ ہی حضور کے سفر یورپ سے واپس آجانے کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے بلکہ وہ بُری طرح اپنے مقصد میں ناکام ونامراد ہوئے۔ جیسے ان سے پہلے آج تک جو شخص بھی خلافت کے خلاف اُٹھا ناکام رہا۔

مکرر اً عرض ہے کہ ہم ہر ایک فتنہ کو جو حضور کی خلافت مقدسہ اور منصب خلافت کیخلاف اٹھایا جائے سخت نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنے امام اور آقا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اپنے عہدِ وفاداری اور اطاعت کی تجدید کرتے ہیں اور حضور سے اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ حضور کو عزت پر عزت عطا فرمائے اور مدد پر مدد فرمائے اور کامل شفا بخشے اور ہر شخص جو حضور کا دشمن ہو اسے بے یار و

مددگار بنائے۔ اور اسے اس کے مقصد میں ناکام رکھے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم ہیں حضور کے خادم

دستخط جملہ ممبران جماعت احمدیہ شام[1]

جماعتِ احمدیہ عدن کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الموعود بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جماعت احمدیہ عدن منافقین کے اس فتنے پر جس میں وہ اپنی بدقسمتی سے مبتلا ہو گئے ہیں افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہے کہ اس نے ان کے بد ارادوں کو بروقت ظاہر کر دیا۔ اور اس طرح انہیں ناکام کیا اور حضور کو نہ صرف اس فتنے سے محفوظ رکھا۔ بلکہ حضور کو اپنی نصرت و مدد سے خاص طور پر نوازا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو مصلح موعودؓ کا شرف عطا فرمایا ہے۔ سو ضروری تھا کہ حضور کے عہد میں بھی فتنے پیدا ہوں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ حضور کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ اور حضور کو لمبی عمر بخشے اور اللہ تعالیٰ اپنا جلال حضور کے ذریعہ ظاہر فرمائے۔ تاکہ جاہل اور منافقین یہ جان لیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے حضور کی مدد و نصرت فرمائی۔ اسی طرح اب بھی حضور کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے گا۔ یہ منافق روحانی بصیرت سے عاری ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ حضور کے بلند مقام اور خارق عادت علوم کو نہیں دیکھ سکتے۔ اسلام کی خدمت کے لحاظ سے اس وقت دنیا میں حضور کا کوئی نظیر نہیں۔ ہم حضور کے ساتھ اپنے عہدِ بیعت کی تجدید کرتے ہیں۔ اور ہم دوبارہ حضور سے اسلام کی خدمت کا پختہ عہد کرتے ہیں۔

---

[1] الفضل ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۲ ترجمہ:

کیونکہ حضور ہی ہمارے سچے امام اور خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ منافقین کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے۔ اور حضور اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے اپنے بلند مقاصد کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ممبران جماعت احمدیہ عدن[1]

دوسرا ردِّ عمل دوسرا ردِّ عمل اس پیغام کا یہ ہوا۔ کہ مخلصین نے اس فتنہ سے متعلق بعض ضروری شہادتیں اور معلومات حضور کی خدمتِ اقدس میں بھجوائیں۔ جن سے فتنہ کے بہت سے پُراسرار پہلو نمایاں ہو کر سامنے آگئے۔ اس سلسلہ میں ربوہ، راولپنڈی اور لاہور کی جماعتوں نے غیر معمولی طور پر فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ جس پر حضور نے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے اعلان فرمایا۔

"منافقوں کے متعلق بعض نہایت ہی اہم راز اور ظاہر ہوئے ہیں جن میں سے بعض راولپنڈی کی جماعت نے مہیا کئے ہیں بعض ربوہ کی جماعت نے۔ بعض لاہور کی جماعت نے۔ جزاہم اللہ خیراً۔ تھوڑے دنوں میں ترتیب دے کر شائع کئے جائیں گے۔

پیغامیوں کے متعلق نہایت معتبر رپورٹ ملی ہے کہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں جن کا نام وہ حضرت خلیفۂ اوّل کی اولاد کی محبت رکھیں گے مگر ان کے پاس ہمارا پُرانا لٹریچر موجود ہے۔ وہ اس طرح صرف ہمیں یہ موقع مہیا کر کے دیں گے کہ حضرت خلیفۂ اوّل کو گالیاں دینے والے ان کی اولاد کے دوست ہیں۔ پس وہ حملہ کریں ہم خوشی سے اس کا خوش آمدید کریں گے وہ صرف اپنا گند ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہم کو دیں گے اور کچھ نہیں۔ آخر دنیا اس بات سے ناواقف نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم جن کے ذریعہ یہ جماعت بنی ہے یہ وصیت کی تھی کہ ایک خاص شخص ان کے جنازہ میں شامل نہ ہو پس وہ بے شک آئیں اور حملہ کریں اور سو دفعہ حملہ کریں۔ ہمارے پاس بھی وہ سامان موجود ہے جس سے انشاء اللہ ان کے پول کھل جائیں گے۔

اس عرصہ میں مختلف جماعتوں کے پاس جو معلومات ہوں وہ ہمیں مہیا کر دیں"

والسلام خاکسار۔ مرزا محمود احمد ۵۶/۷/۳۰[2]"

---

[1] الفضل ۸ نومبر ۱۹۵۶ء صہ ترجمہ مہ روزنامہ الفضل ربوہ یکم اگست ۱۹۵۶ء صہ ۱

اس اعلان پر احباب جماعت نے نہایت کثرت اور تواتر سے اپنی بیش قیمت معلومات حضور کی خدمت میں بھجوائیں جنکو حضور کے حکم سے انہی دنوں الفضل میں ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا گیا۔

حضرت مصلح موعود کے دوسرے بصیرت افروز پیغامات

حضرت مصلح موعود نے مخلصین جماعت کے پیغامات و شہادات ہی کو آنے والی نسلوں کے لئے ریکارڈ نہیں کرایا بلکہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ولولہ انگیز پیغامات بھی دیئے جو اس دور کی تاریخ احمدیت کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ حضور بیماری اور پیرانہ سالی کے باوجود خدا کے شیروں کی طرح میدان میں آ گئے اور شمشیر بے نیام بن کر منکرین خلافت کے منصوبوں کا وسیع جال پاش پاش کر دیا اور خدا کی مظلوم جماعت قیامت تک ایک نہایت خطرناک اور ہلاکت آفرین فتنہ سے محفوظ ہو گئی جو حضور کے عہد خلافت کا ایک ایسا زندہ و تابندہ کارنامہ ہے جو ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

ذیل میں ان تاریخی پیغامات میں سے بعض نہایت اہم اور ضروری پیغامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اوّل الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء میں امیر جماعت لاہور چوہدری اسد اللہ خان نیز لاہور کے بعض دوسرے اصحاب شیخ نصیر الحق صاحب، عبد الحی صاحب، لطف الرحمٰن صاحب درد اور مسعود احمد صاحب خورشید اور سید بہاول شاہ صاحب کی نہایت اہم شہادتیں اشاعت پذیر ہوئیں جن سے مولوی عبد الوہاب صاحب عمر کی منافقت اور باغیانہ خیالات پر واضح روشنی پڑتی تھی۔ ان شہادتوں پر حضرت مصلح موعود نے جو پیغام دیا اس میں علاوہ دوسرے امور کے یہ بھی تحریر فرمایا کہ "میں جماعت کو یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ امیر جماعت لاہور کی تحقیقاتوں کے نتیجہ میں دشمن کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی ہے اور انہوں نے چاروں طرف دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے۔ ...... پس جماعت سمجھ لے کہ مفسدوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اب مومنوں کو بھی اپنے دفاع اور دشمن کے فتنہ کو مٹانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے تاکہ وہ عمارت جو پچاس سال میں اپنا خون بہا کر ہم نے کھڑی کی تھی اس میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو۔"

دوم اسی پرچہ میں ظہور القمر صاحب ولد ہری داس متعلم جامعۃ المبشرین ربوہ مقیم بیت احمدیہ کلڈنہ مری کی مفصل شہادت شائع کی گئی جس میں اللہ رکھا کا صاحبزادہ مرزا ناصر احمد

صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے کی بجائے غیر مبایعین کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ذکر تھا حضرت مصلح موعود نے اس پر حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا:۔

"اس شہادت کو پڑھ کر دوستوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب سازش پیغامیوں کی ہے اور اللہ رکھا انہیں کا آدمی ہے وہ مولوی صدرالدین غیر مبائع منکر نبوت مسیح موعود کے پیچھے نماز جائز سمجھتا ہے لیکن مرزا ناصر احمد جو حضرت مسیح موعود کا پوتا ہے اور ان کی نبوت کا قائل ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتا اور پیشگوئی کرتا ہے کہ ایک دو سال میں پھر خلافت کا جھگڑا شروع ہو جائے گا۔

موت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر یہ فقرہ بتاتا ہے کہ یہ جماعت ایک دو سال میں مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تبھی اسے یقین ہے کہ ایک دو سال میں تیسری خلافت کا سوال پیدا ہو جائے گا اور ہم لوگ خلافت کے مٹانے کو کھڑے ہو جائیں گے۔ اور جماعت کو خلافت قائم کرنے سے روک دیں گے۔ خلافت نہ خلیفہ اوّل کی تھی نہ پیغامیوں کی۔ نہ وہ پہلی دفعہ خلافت کے مٹانے میں کامیاب ہو سکے نہ اب کامیاب ہوں گے۔ اس وقت بھی حضرت خلیفہ اوّل کے خاندان کے چند افراد پیغامیوں کے ساتھ مل کر خلافت کو مٹانے کے لئے کوشاں تھے۔ مجھے خود ایک دفعہ میاں عبدالوہاب کی والدہ نے کہا تھا۔ ہمیں قادیان میں رہنے سے کیا فائدہ میرے پاس لاہور سے وفد آیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ اگر حضرت خلیفہ اوّل کے بیٹے عبدالحیٔ کو خلیفہ بنا دیا جاتا تو ہم اس کی بیعت کر لیتے۔ مگر یہ مرزا محمود کہاں سے آ گیا ہم اس کی بیعت نہیں کر سکتے وہی جوش پھر پیدا ہوا۔

عبدالحیٔ تو فوت ہو چکا ہے اب شاید کوئی اور لڑکا ذہن میں ہو گا جس کو خلیفہ بنانے کی تجویز ہو گی۔ خلیفہ خدا تعالیٰ بنایا کرتا ہے اگر ساری دنیا مل کر خلافت کو توڑنا چاہے اور کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہے جس پر خدا راضی نہیں تو وہ ہزار خلیفہ اوّل کی اولاد ہو اس سے نوح کے بیٹوں کا سا سلوک ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے سارے خاندان کو اس طرح پیس ڈالے گا جس طرح چکی میں دانے پیس ڈالے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے نوحؑ جیسے نبی کی اولاد کی پرواہ نہیں کی۔ نہ معلوم یہ لوگ خلیفہ اوّل کو کیا سمجھے

بیٹھے ہیں آخر وہ حضرت مسیح موعودؑ کے غلام اور ان کے طفیل خلیفہ اوّل بنے تھے۔ ان کی عزت قیامت تک محض مسیح موعودؑ کی غلامی میں ہے بے شک وہ بہت بڑے آدمی تھے مگر مسیح موعودؑ کے غلام ہو کر نہ اُن کے مقابل میں کھڑے ہو کر۔ قیامت تک اگر ان کو حضرت مسیح موعود کا غلام قرار دیا جائے گا تو اُن کا نام روشن رہے گا لیکن اگر اسکے خلاف کسی نے کرنے کی جرأت کی تو وہ دیکھے گا کہ خدا تعالیٰ کا غضب اس پر بھڑکے گا اور اس کو ملیا میٹ کر دیا جائے گا یہ خدا کی بات ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لوگ تو سال ڈیڑھ سال میں مجھے مارنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آسمانوں کا خدا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ فرماتا ہے "سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا .... جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہٰی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح (یعنی کلام) ڈالیں گے (میرے الہاموں کا زبردست طور پر پورا ہونا جماعت پچاس سال سے دیکھ رہی ہے اور جس کو شبہ ہو اب بھی اس کے سامنے مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں اخباروں میں چھپی ہوئی کشوف اور رویاء کے ذریعہ سے بھی اور چوہدری ظفراللہ خاں صاحب جیسے آدمیوں کی شہادت سے بھی۔"

پھر خدا نے آپ سے فرمایا۔" وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا (یہ شہرت کس نے پائی؟) اور قومیں اس سے برکت پائیں گے (قوموں نے برکت کس سے پائی؟) پھر فرمایا "تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیا" پس میری موت کو خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور فرماتا ہے کہ جب وہ اپنا کام کرلے گا اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا لے گا تب میں اس کو دعوت دوں گا۔ پس اس قسم کے جو ہے محض لاف زنی کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ پر چاقو سے حملہ کیا تھا مگر اس وقت بھی خدا نے مجھے بچایا۔ پھر جماعت کی خدمت کرتے کرتے مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور یورپ کے سب ڈاکٹروں نے یک زبان کہا کہ آپ کا اس طرح جلدی سے اچھا ہو جانا معجزہ تھا۔ پھر فرمایا تیری نسل بہت ہوگی (جس پیشگوئی کے مطابق ناصر احمد پیدا ہوا) پھر فرمایا " اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر عبدالوہاب کے اس پیارے بھائی کے نزدیک اس

پیشگوئی کے مصداق ناصر احمد کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز ہے۔ مگر مولوی صدر دین کے پیچھے پڑھنی جائز ہے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ اس فتنہ کے پیچھے کون لوگ ہیں؟ اور آیا یہ فتنہ میرے خلاف ہے یا مسیح موعودؑ کے خلاف۔ مسیح موعود فوت ہو چکے ہیں جب وہ زندہ تھے تب بھی ان کو تم پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی فرماتا ہے کہ تو داروغہ نہیں۔ اب بھی تم آزاد ہو۔ چاہو تو لاکھوں کی تعداد میں مرتد ہو جاؤ خدا تعالیٰ مٹی کے نیچے دبے ہوئے مسیح موعود کی پھر بھی مدد کرے گا اور ان لوگوں کو جو آپ کے خادموں کی طرف منسوب ہو کر آپ کے مشن کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ذلیل و خوار کریگا تمہارا اختیار ہے خواہ مسیح موعودؑ اور ان کی وحی کو قبول کر دیا مرتد اور منافقوں کو قبول کرو۔ میں اس اختیار کو تم سے نہیں چھین سکتا۔ مگر خدا کی تلوار کو بھی اس کے ہاتھ سے نہیں چھین سکتا۔[1]

سوم ۲۹ ؍جولائی ۱۹۵۶ء کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے پہلے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود کا حسب ذیل روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔

خیبر لاج مری ۲۴/۷/۵۶

خدام الاحمدیہ کراچی

عزیزان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے افسران نے خدام الاحمدیہ کراچی کے جلسہ کے لئے پیغام مانگا ہے۔ میں اس کے سوا پیغام کیا دے سکتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء میں جب میں خلیفہ ہوا اور جب میری صرف ۲۶ سال کی عمر تھی خدام الاحمدیہ کی بنیاد ابھی نہیں پڑی تھی۔ مگر ہر احمدی نوجوان اپنے آپ کو خادم احمدیت سمجھتا تھا مجھے یاد ہے کہ جس دن انتخاب خلافت ہونا تھا مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ صدر انجمن احمدیہ ہی حاکم ہونی چاہیئے۔ اس وقت چند نوجوانوں نے مل کر ایک مضمون لکھا اور اس کی دستی کاپیاں کیں۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ ہم سب احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت فیصلہ

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ ؍جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ، ۶

کر چکے ہیں کہ جماعت کا ایک خلیفہ ہونا چاہیئے اس فیصلہ پر ہم قائم ہیں اور تا زندگی قائم رہیں گے اور خلیفہ کا انتخاب ضرور کرا کے چھوڑیں گے۔ سکول کے درجنوں طالب علم پیدل اور سائیکلوں پر چڑھ کے بٹالہ کی سڑک پر چلے گئے اور ہر نو وارد مہمان کو دکھا کر اس سے درخواست کی کہ اگر آپ اس سے متفق ہیں تو اس پر دستخط کر دیں۔ جماعت احمدیہ میں خلافت کی بنیاد کا وہ پہلا دن تھا اور اس بنیاد کی اینٹیں رکھنے والے سکول کے لڑکے تھے۔

مولوی صدر دین صاحب اس وقت ہیڈ ماسٹر تھے ان کو پتہ لگا تو وہ بھی بٹالہ کی سڑک پر چلے گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ سکول کا ایک لڑکا نو وارد مہمانوں کو وہ مضمون پڑھوا کر دستخط کروا رہا ہے انہوں نے وہ کاغذ اس سے چھین کر پھاڑ دیا اور کہا چلے جاؤ وہ لڑکا مومن تھا اس نے کہا مولوی صاحب! آپ ہیڈ ماسٹر ہیں اور مجھے مار بھی سکتے مگر یہ مذہبی سوال ہے۔ میں اپنے عقیدے کو آپ کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا۔ فوراً جھک کر وہ کاغذ اٹھایا اور اسی وقت پنسل سے اس کی نقل کرنی شروع کر دی اور مولوی صاحب کے سامنے ہی دوسرے مہمانوں سے اس پر دستخط کروانے شروع کر دیئے۔ اس پر ۴۲ سال گزر گئے میں اس وقت جوان تھا اور اب ۷۰ سال کی عمر کا ہوں اور فالج کی بیماری کا شکار ہوں اس وقت آپ لوگوں کی گردنیں پیغامیوں کے ہاتھ میں تھیں اور خزانہ میں صرف ۱۸ آنے کے پیسے تھے میں نے خالی خزانہ کو لے کر احمدیت کی خاطر ان لوگوں سے لڑائی کی جو کہ اس وقت جماعت کے حاکم تھے اور جن کے پاس روپیہ تھا لیکن خدا تعالیٰ نے میری مدد کی اور جماعت کے نوجوانوں کو خدمت کرنے کی توفیق دی۔ ہم کمزور جیت گئے اور طاقت ور دشمن ہار گیا آج ہم ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن لوگوں کو ایک تفسیر پر ناز تھا اُنکے مقابلہ میں اتنی بڑی تفسیر ہمارے پاس ہے کہ ان کی تفسیر اس کا تیسرا حصہ بھی نہیں۔ جو ایک انگریزی ترجمہ پیش کرتے تھے اس کے مقابلہ میں ہم چھ زبانوں کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں لیکن ناشکری کا بُرا حال ہو کہ وہی شخص[1] جس کو پیغامی سترا بہتر ا قرار دے کر معزول کرنے کا فتویٰ دیتے تھے اور جس کے آگے اور دائیں اور بائیں لڑ کر میں نے

---

[1] مراد حضرت خلیفہ اوّل

اس کی خلافت کو مضبوط کیا اس سے تعلق رکھنے والے چند بے دین نوجوان جماعتوں میں آدمی بھجوا رہے ہیں کہ خلیفہ بڈھا ہوگیا ہے اسے معزول کرنا چاہیئے۔

اگر واقع میں مَیں کام کے قابل نہیں ہوں تو آپ لوگ آسانی کے ساتھ ایک دوسرے قابل آدمی کو خلیفہ مقرر کرسکتے ہیں اور اس سے تفسیر قرآن لکھوا سکتے ہیں میری تفسیریں مجھے واپس کردیجیئے اور اپنے روپے لے لیجیئے اور مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر یا اور جس تفسیر کو آپ پسند کریں اسے پڑھا کریں اور جو نئی تفسیر میری چھپ رہی ہے اس کو بھی نہ چھوئیں۔ یہ اوّل درجہ کی بے حیائی ہے کہ ایک شخص کی تفسیروں اور قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرکے تعریفیں اور شہرت حاصل کرنی۔ اور اسی کو نکما اور ناکارہ قرار دینا۔ مجھے آج ہی اللہ تعالیٰ نے الہام سے سمجھایا "کہ آؤ ہم مدینہ والا معاہدہ کریں" یعنے جماعت سے پھر کہو کہ یا تم مجھے چھوڑ دو اور میری تصنیفات سے فائدہ نہ اٹھاؤ نہیں تو میرے ساتھ وفاداری کا ویسا ہی معاہدہ کرو جیسا کہ مدینہ کے لوگوں نے مکّہ کی عقبیٰ جگہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے معاہدہ کیا تھا اور پھر بدر کی جنگ میں کہا تھا کہ یا رسول اللہ! یہ نہ سمجھیں کہ خطرہ کے وقت میں ہم موسیٰ کی قوم کی طرح آپ سے کہیں گے کہ جا تو اور تیرا خدا لڑتے پھرو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن اس وقت تک آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آگے نہ آئے۔ سو گو میرا حافظ خدا ہے اور اس کے دیئے ہوئے علم سے آج بھی میں ساری دنیا پر غالب ہوں۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی جماعت کا امتحان لے اور اس سے کہدے کہ "آؤ ہم مدینہ والا معاہدہ کریں"۔ سو تم میں سے جو شخص خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر قسم کھا کر معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اپنے آخری سانس تک وفاداری دکھائے گا۔ وہ آگے بڑھے وہ میرے ساتھ ہے۔ اور مَیں اور میرا خدا اس کے ساتھ ہے۔ لیکن جو شخص دنیوی خیالات کی وجہ سے اور منافقوں کے پروپیگنڈا کی وجہ سے بزدلی دکھانا چاہتا ہے اس کو میرا آخری سلام۔ میں کمزور اور بوڑھا ہوں۔ لیکن میرا خدا کمزور اور بوڑھا نہیں وہ اپنی قہری تلوار سے ان لوگوں کو تباہ کردے گا جو کہ اس منافقانہ پروپیگنڈا کا شکار رہوں گے۔ اس پروپیگنڈا کا کچھ

ذکر الفضل میں چھاپ دیا گیا ہے چاہیئے کہ قائدؔ خدام اس مضمون کو بھی پڑھ کر سُنا دیں اللہ تعالیٰ جماعت کا حافظ و ناصر ہو پہلے بھی اس کی مدد مجھے حاصل تھی۔ اب بھی اس کی مدد مجھے حاصل رہے گی۔ میں یہ پیغام صرف اس لئے آپ کو بھجوا رہا ہوں تا کہ آپ لوگ تباہی سے بچ جائیں ورنہ حقیقتاً میں آپ کی مدد کا محتاج نہیں۔ ایک ایک مرتد کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ ہزاروں آدمی مجھے دے گا۔ اور مجھے توفیق بخشے گا کہ میرے ذریعے سے پھر سے جماعت جواں سال ہو جائے آپ میں سے ہر مخلص کے لئے دعا اور کمزور کے لئے رخصتی سلام۔

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ ۲۴/۷/۵۶[1]

چہارم حضرت مصلح موعود کا درج ذیل پیغام روزنامہ الفضل ۳۰ رجولائی ۱۹۵۶ء کے صفحہ اوّل پر شائع ہوا۔

تم میں سے ہر ایک ہوشیار ہونا چاہیئے

"تحقیق سے ثابت ہوگیا ہے کہ اللہ رکھا نے میاں بشیر احمد صاحب پر جھوٹ بولا وہ چھٹی جو یہ میاں بشیر احمد صاحب کی بتاتا ہے وہ ہمیں مل گئی ہے اور اس میں اپنے کسی ماتحت کو یہ حکم دیا گیا کہ سفارشی خط دینا بالکل غلط ہے۔ یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ احمدیوں پر اپنا اچھا اثر پیدا کرو خلیفۃ المسیح کو اس بارے میں تنگ کرنا درست نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ حسب دستور اس کذّاب نے ہر معاملہ میں جھوٹ بولا ہے اسی طرح اس معاملہ میں بھی جھوٹ بولا ہے نہ میاں بشیر احمد صاحب کو یہ اختیار تھا کہ بغیر میرے پوچھے پوری معافی دیتے نہ انہوں نے ایسا کیا۔ بلکہ اس شخص نے ایسے ہی دجل سے کام لیا ہے جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے مرتکب مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے علیؓ ہمارے ساتھ ہیں کبھی دوسرے صحابہؓ کا نام لیتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ کم از کم اتنا تو ثابت ہوگیا کہ اس فتنہ کے بانی اچھی طرح حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سکیم کا مطالعہ کر رہے ہیں اور ان کی سکیم پر چلنا چاہتے ہیں۔ اس

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴

کے بعد بھی اگر کوئی احمدی اِن لوگوں سے دھوکا کھاتا ہے تو وہ یقیناً احمدی نہیں۔ اگر شیطان جبرئیلؑ کے بھیس میں بھی آئے تو مومن اس سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ پس تم میں سے ہر شخص کو ایسا ہی ہوشیار ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی نسل کے سلسلے کو خواہ کہیں تک پہنچاتا ہو اور کوئی شخص خواہ کتنے ہی بڑے آدمی کو اپنا مؤید قرار دیتا ہو آپ اس پر لعنت ڈالیں۔ اور اپنے گھر سے نکال دیں۔ اور ساری جماعت کو اس سے ہوشیار کر دیں۔ ایک دفعہ جماعت پیغامی فتنہ کا مقابلہ کر چکی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اب اس سے دوسو گنے زیادہ ہو کر پیغامی فتنہ کا مقابلہ نہ کیا جا سکے۔"

مرزا محمود احمد[1]

پنجم ضمیمہ روزنامہ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء کے صہ الف پر حضور کا درج ذیل پیغام سپردِ اشاعت ہوا۔

حضرت عثمانؓ کے وقت میں ذرا سی غفلت نے اتحادِ اسلام کو برباد کر دیا تھا

"بعض کمزور طبع احمدی کہتے ہیں کہ کیا چھوٹی سی بات کو بڑھا دیا گیا ہے۔ لاہور کا ہر شخص جانتا ہے۔ کہ عبدالوہاب فاتر العقل ہے۔ پھر ایسے شخص کی بات پر اتنے مضامین اور اتنے شور کی ضرورت کیا تھی؟ حضرت عثمانؓ کے وقت میں جن لوگوں نے شور کیا تھا۔ ان کے متعلق بھی صحابہؓ یہی کہتے تھے۔ کہ ایسے ذلیل آدمیوں کی بات کی پرواہ کیوں کی جاتی ہے؟ حال میں ہی مری پر عیسائیوں نے حملہ کیا تھا اور ایک یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ تبوک کے موقعہ پر تمہارے رسول ہزاروں آدمیوں کو لے کر جلتی دھوپ میں اور بغیر سامان کے سینکڑوں میل چلے گئے جب وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہیں کوئی رومی لشکر وہاں جمع نہیں تھے۔ اگر وہ رسول تھے تو اتنی بڑی غلطی انہوں نے کیوں کی۔ کیوں نہ خدا تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ یہ خبر جو رومی لشکر کے جمع ہونے کی آئی ہے غلط ہے۔ تبوک کا واقعہ یوں ہے کہ پہلے ایک عیسائی پادری مکہ میں آیا۔ اور مکہ سے اس نے مدینہ کے منافقوں سے سازباز کیا۔ اور ان کو تجویز بتائی کہ اس کے رہنے اور تبلیغ کرنے کے لئے وہاں ایک نئی مسجد بنائیں چنانچہ انہوں نے قبا نامی گاؤں میں ایک نئی مسجد بنا دی۔ وہ شخص چھپ کر وہاں آیا۔ اور ان کو یہ کہہ کے روم

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء صہ ۱

کی طرف چلا گیا۔ کہ میں رومی حکومت کو اکساتا ہوں۔ تم اُدھر یہ مشہور کر دو کہ رومی لشکر سرحدوں پر جمع ہو گیا ہے جب محمد رسول اللہؐ اسلامی لشکر سمیت اس طرف جائیں گے۔ تو وہاں کسی کو نہ پائیں گے اور سخت مایوس ہو کر لوٹیں گے۔ تو تم مدینہ میں مشہور کر دینا کہ یہ دیکھو مسلمانوں کا رسول۔ بات کچھ بھی نہ تھی۔ مگر اس نے اس کو اتنی اہمیت دے دی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تائید کی۔ اور صرف تین آدمی جو سینکڑوں کے لشکر میں سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو سخت ملامت کی۔ اور ان میں سے ایک کا بائیکاٹ کر دیا۔ حالانکہ جب رومی لشکر تھا ہی نہیں تو تین چھوڑ کے تین ہزار آدمی بھی نہ جاتا تو اسلام کا کیا نقصان تھا۔ قرآن کو تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ یہ پیچھے رہنے والے بڑے عقلمند تھے۔ اور جو لوگ اپنی فصلیں تباہ کر کے گرمی میں محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ گئے وہ بڑے احمق تھے۔ اس واقعہ میں ہم کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ واقعہ خواہ کچھ بھی نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کو پتہ لگ جائے کہ منافق دین کے لئے کوئی خطرہ ظاہر کر رہے ہیں۔ تو ساری اُمتِ مسلمہ کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ اور جو کوئی اس میں سستی کرے گا۔ وہ مسلمانوں میں سے نہیں سمجھا جائے گا۔ اور مسلمانوں کو اس سے مقاطعہ کرنا ہوگا۔ اب تبوک کے واقعہ کو دیکھو جو قرآن میں تفصیل کے ساتھ بیان ہے اور دیکھو کہ احمدیوں میں سے جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اتنی چھوٹی سی بات کو اتنا کیوں بڑھایا جا رہا ہے اور ان کیساتھ بولنا چالنا احمدیوں کیلئے جائز ہے اگر وہ احمدی کہلا سکتے ہیں اور ان کے ساتھ بولنا چالنا جائز ہے تو پھر قرآن اور محمد رسول اللہؐ نے تبوک کے موقعہ پر غلطی کی ہے جس وقت کہ معاملہ چھوٹا ہی نہیں تھا بلکہ تھا ہی نہیں اور پھر وہ لوگ بتائیں کہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں شرارت کرنیوالے لوگوں کو حقیر قرار دینے والے۔ لوگ کیا بعد میں اسلام کو جوڑ سکے اگر وہ اس وقت منافقوں کا مقابلہ کرتے تو نہ ان کا کوئی نقصان تھا۔ اور نہ اسلام کا کوئی نقصان تھا۔ مگر اس وقت کی غفلت نے اسلام کو بھی تباہ کر دیا۔ اور اتحادِ اسلام کو بھی برباد کر دیا۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد ۲۴/۷/۵۶"

ششم چوہدری بشارت احمد صاحب ولد چوہدری محمد شریف صاحب چک نمبر ۹۸ شمالی سرگودھا نے یہ تحریری اطلاع دی کہ اللہ رکھا نے کہا ہے کہ میں نے میاں بشیر احمد صاحب کو یہ لکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات ہو گئی تو ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ مرزا ناصر احمد صاحب

کی بیعت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ حضرت مصلح موعود کی طرف سے الفضل کے اسی پرچہ میں یہ نئی شہادت بھی چھپی اور حضور کا مندرجہ ذیل پیغام بھی کہ :۔

"ناصر احمد کے خلیفہ ہونے کا کوئی سوال نہیں خلیفے خدا بنایا کرتا ہے جب اس نے مجھے خلیفہ بنایا تھا تو جماعت کے بڑے بڑے آدمیوں کی گردنیں پکڑوا کر میری بیعت کروا دی تھی جن میں ایک میرے نانا۔ دو میرے ماموں ایک میری والدہ ایک میری نانی ایک میری تائی اور ایک میرے بڑے بھائی بھی شامل تھے۔ اگر خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ ناصر احمد خلیفہ ہو تو ایک میاں بشیر کیا ہزار میاں بشیر کو بھی اس کی بیعت کرنی پڑے گی۔ اور غلام رسول جیسے ہزاروں آدمیوں کے سروں پر جوتیاں مار کر خدا ان سے بیعت کروائیگا لیکن ایک خلیفہ کی زندگی میں کسی دوسرے خلیفہ کا خواہ وہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ نام لینا خلافِ اسلام یا بے شرمی ہے صرف خلیفہ ہی اپنی زندگی میں دوسرے خلیفہ کو خلافت کے لیے نامزد کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفہ اوّل نے ۱۹۱۰ء میں مجھے نامزد کیا تھا مگر خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ بیماری سے بچ گئے اور خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے فیصلہ سے مجھے خلیفہ بنوایا اگر خدانخواستہ اس وقت خلیفہ اوّل فوت ہو جاتے تو ان کی اولاد بڑ مارتی کہ یہ خلافت ہمارے باپ کی دی ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لعنت سے بچا لیا اور سورۃ نور کے حکم کے مطابق مجھے خود خلیفہ چنا اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ میں خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا خلیفہ ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق کہ میرے خلیفوں میں سے کوئی خلیفہ دمشق جائے گا میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ اپنی خلافت کے زمانہ میں دمشق گیا ہوں اور اب میں دلیری سے کہہ سکتا ہوں کہ میں کسی انسان کی دی ہوئی خلافت پر خواہ وہ کتنا بڑا انسان کیوں نہ ہو لعنت بھیجتا ہوں یا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی تردید کرنی ہوگی جنہوں نے کہا کہ مسیح دمشق جائے گا یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تردید کرنی ہوگی۔ جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ میرے خلیفوں میں سے کوئی خلیفہ دمشق جائے گا۔"

(بقیہ بیان) اللہ رکھا کی اس بات کو سن کر کہ میں نے میاں بشیر احمد صاحب کو لکھا ہے کہ ہم تو موجودہ خلیفہ کے مرنے پر آپ کی بیعت کریں گے۔ غلام رسول نمبر ۳۵ نے کہا۔ نہیں ہم تو میاں

عبدالمنان صاحب عمر کی بیعت کریں گے۔

(اگر عبدالمنان بھی اس سازش میں شریک ہے تو تم یاد رکھو کہ عبدالمنان اور اس کی اولاد قیامت تک خلافت کو حاصل نہیں کرے گی خواہ کروڑوں غلام رسول ان کے لئے کوششیں کرتے ہوئے اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے مر جائیں اور اپنے پیر گھسا دیں اور اپنے ناک رگڑ دیں) پھر غلام رسول نے کہا کہ وہ دو سال کے بعد اتنی طاقت پکڑ جائے گا کہ ربوہ آ کر ناصر احمد کو بازو سے پکڑ کر ربوہ سے نکال دے گا۔ (دو سال کے بعد کی بات تو خدا ہی جانتا ہے۔ یہی بات عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے رسول اللہؐ کے خلاف ماری تھی اور جب اس کا ہی بیٹا اس کے سامنے تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ تو اس نے کہا کہ میں مدینہ کا سب سے ذلیل انسان ہوں اور محمد رسول اللہؐ مدینہ کے سب سے معزز انسان ہیں اس کا دعویٰ کرنا تو کذاب ہونے کی علامت ہے وہ اب ربوہ آ کر دکھا دے بلکہ اپنے گاؤں جا کر دکھا دے۔ مگر ایسی باتیں تو حیادار لوگوں سے کہی جاتی ہیں۔ بے حیا لوگوں پہ ایسی باتوں کا کیا اثر ہوتا ہے۔ وہ پھر بھی کہہ دے گا کہ یہ طاقت تو مجھے دو سال کے بعد حاصل ہوگی۔ جیسا کہ مسیلمہ نے کہا تھا کہ اگر محمد رسول اللہؐ نے مجھے اپنے بعد وارث نہ بنایا تو میری فوج حملہ کر کے مدینہ کو تباہ کر دے گی۔ اب وہ مسیلمہ خبیث کہاں ہے کہ ہم اس سے پوچھیں اور یا دو سال کے بعد غلام رسول بے دین کہاں ہوگا جو ہم اس سے پوچھیں گے) چوہدری بشارت احمد صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد حیات تاثیر نے جو اپنے آپ کو مرزا کہتا ہے یہ بھی کہا کہ اگر حمید ڈاڈھے سے خطوط کا جواب چاہتے ہو تو اس کو اس قسم کے خطوط لکھا کرو کہ میاں ناصر احمد کو مارنے اور میاں بشیر احمد کے متعلق جو سکیم تھی وہ کہاں تک کامیاب ہے۔ اس پر وہ فوراً تڑپ کر جواب دے گا (دیکھئے ان خبیثوں کو جو ایک طرف تو اپنے خیال میں اپنی طاقت کے بڑھانے کے لئے میاں بشیر احمد کو خلافت کا لالچ دے رہے ہیں۔ دوسری طرف ان کے قتل کرنے کے منصوبے بھی کر رہے ہیں۔ کیا ایسے لوگ ایماندار یا انسان کہلا سکتے ہیں؟ یہ خبیث اور ان کے ساتھی منافقوں کی طرح تمنائیں کرتے رہیں گے۔ لیکن سوائے ناکامی اور نامرادی کے ان کو کچھ نصیب نہیں ہوگا۔ آسمان پر خدا تعالیٰ کی تلوار کھنچ چکی ہے۔ اب ان لوگوں سے دوستی کا اظہار کرنے والے لوگ خواہ کسی خاندان سے تعلق رکھتے ہوں اپنے آپ کو سچا کر دکھیں۔ خدا تعالیٰ

ان کو دنیا کے ہر گوشہ میں پکڑے گا اور ان کو ان کی بے ایمانی کی سزا دے گا)

مرزا محمود احمد

ہفتم ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب نے ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء کو حضور کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا جس پر حضور نے تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"........ میں صرف خلیفہ ہی نہیں بلکہ پسر موعود بھی ہوں۔ میرے ساتھ معاملات الہام کے مطابق ہوں گے نہ کہ تاریخ کے مطابق۔ گو ممکن ہے آپس میں تھوڑی بہت مشابہت باقی رہے۔ میرے دل میں بھی کبھی کبھی یہ خیال آتا رہا ہے کہ میری خلافت کے لمبا ہونے کی وجہ سے بعض بے دین نوجوان یہ خیال کریں کہ ہمیں اور ہمارے خاندانوں کو اس شخص کی عمر کی لمبائی نے اس عہدہ سے محروم کر دیا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو آسمانی لعنت تو ملے گی لیکن خدائی عزت نہیں ملے گی۔"

مرزا محمود احمد[1]

ہشتم الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ اوّل پر حضرت مصلح موعود کے قلم مبارک سے حسب ذیل پیغام سپرد اشاعت ہوا جس سے منافقوں کی مزید پردہ دری ہوئی۔

احباب جماعتِ احمدیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج ایک خط میری بیوی اُم متین کے نام آیا ہے جس کا لکھنے والا اپنے آپ کو عورت ظاہر کرتا ہے لیکن ربوہ کے لوگوں سے واقف ضرور ہے۔ کیونکہ اس نے پتہ پر "آپا مریم صدیقہ ونہر آپا" لکھا ہے۔ اس اپنے آپ کو عورت ظاہر کرنے والے مرد نے جولائی ۱۹۲۹ء کے "مباہلہ" کے پرچہ کا ایک کٹنگ بھی بھیجا ہے خط لکھنے والے کا خط اتنا خراب ہے اور اس نے بگاڑ کر پنسل سے اس طرح لکھا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے مباہلہ اخبار وہی ہے جو کسی زمانہ میں جھوٹے خط بنا کر اپنے اخبار میں شائع کرتا رہتا

---

[1] الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ

تھا اور ان خطوں پر لکھا ہوتا تھا کہ ایک معصوم عورت کا خط لیکن ہر خط گمنام ہوتا تھا اور اوپر لکھا ہوتا تھا نقل مطابق اصل کہ میں مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گمنام شخص سے مباہلہ کون کر سکتا ہے یہ فقرہ صرف اس لئے بڑھایا جاتا تھا کہ احمق لوگ اس سے متاثر ہو جائیں اس بات کو بھی ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی وہ کون سی عورت ہے جو ۲۷ سال پہلے مباہلہ کے کٹنگ کو محفوظ رکھے گی۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ بدبخت جو مباہلہ والوں کی پارٹی میں شامل تھے یا تو انہوں نے یہ کٹنگ چھپا رکھے تھے کہ کسی وقت ان کو شائع کریں گے یا آج پھر مباہلہ والوں کے دوست مباہلہ والوں سے ان کے پرانے اخباروں کے کٹنگ لے کر جماعت میں پھیلا رہے ہیں اس سے جماعت سمجھ سکتی ہے کہ موجودہ فتنہ کے پیچھے وہی پرانے سانپ ہیں۔ جنہوں نے ایک وقت احمدیت پر حملہ کیا تھا۔ ہمارے ایک دوست نے عراق سے لکھا تھا کہ مباہلہ کے پرچے پیغام بلڈنگ سے اشاعت کے لئے عراق بھیجے جاتے ہیں پس یہ ایک مزید ثبوت پیغامیوں کی شراکت کا ہے۔ ہمارے ایک دوست جو اس وقت آبادان کمپنی میں نوکر تھے اور بھیرہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا ایسٹ پاکستان میں نوکر ہوتا تھا۔ اُن سے یہ اطلاع ہم کو ملی تھی۔ ان کے نام میں گل[1] کا لفظ بھی آتا ہے۔ اس وقت مجھے یہ نام بھول گیا۔ اگر اُن کو یہ واقعہ یاد ہو تو ایک دفعہ مجھے پھر لکھیں جب ایک پیغامی لیڈر نے مجھے یہ کہا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا پروپیگنڈا عراق میں نہیں کیا۔ تو ان کے ایک رشتہ دار نے یہ کہا تھا کہ یہ جھوٹ ہے میرے پاس اس پیغامی لیڈر نے ان الزامات کی تصدیق لکھ کر بھیجی ہے۔ یہ صاحب کسی وقت کراچی میں رہتے تھے۔"

مرزا محمود احمد ۵۶/۷/۲۹ [2]

نہم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب[3] نے نواب شاہ سندھ سے ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء کو حسب ذیل مکتوب حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ارسال کیا۔

سیدی عرض ہے کہ عاجز دسمبر ۱۹۵۴ء کے قافلہ کے ساتھ جو کہ جلسہ سالانہ قادیان جانیوالا

---

[1] یہ احمد گل صاحب پراچہ تھے۔ [2] روزنامہ الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء صا
[3] آپ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو شہید کر دیئے گئے (الفضل یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء صا)

تھا بندہ لاہور جودھامل بلڈنگ گیا۔ رات جودھامل میں گزاری صبح نماز فجر باجماعت پڑھنے کے بعد بیٹھے تھے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب آ گئے اور پوچھا کہ جماعت ہوگئی ہے؟ بتانے پر کہ جماعت ہو چکی ہے انہوں نے خود اکیلے ہی نماز پڑھ لی اور وہیں بیٹھ گئے اس جگہ مختلف علاقہ جات سے آئے ہوئے دوسرے احمدی احباب بھی بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کہنے لگے۔ (جیسے کہ درس دیا جاتا ہے) کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے دنیاوی ترقیات کے لئے دعا فرمائی۔ جیسے " دے اُن کو عمر و دولت " لیکن حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی اولاد کے لئے دنیا کے لئے دعا نہیں فرمائی بلکہ خدا کے سپرد کر دیا۔ اب دیکھیں کہ حضور کی اولاد دنیا کے پیچھے لگ گئی کہ پریشانیوں تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ کیونکہ دنیا کے پیچھے لگ کر انسان سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا (غالباً اس میں حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کا بھی نام لیا تھا)۔

اسی قسم کی اور باتیں بھی انہوں نے کہی تھیں جو کہ مشکوک ہونے کی وجہ سے درج کرنے سے قاصر ہوں لیکن تمام گفتگو کا جو مفہوم تھا وہ وہی تھا جو کہ خاکسار نے اوپر درج کر دیا۔ مندرجہ بالا مفہوم کے متعلق میں اپنے پالنے والے خدا کو حاضر ناظر جان کر حلف اٹھاتا ہوں کہ وہ بالکل درست ہے اور اس سے ذرہ بھر شک نہیں الفاظ کم و زیادہ ہو سکتے ہیں لیکن مفہوم وہی نکلتا ہے جو عاجز نے اوپر تحریر کر دیا ہے"[۱]

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس خط پر مندرجہ ذیل پیغام احباب جماعت کے نام دیا۔

" برادران۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت خلیفہ اوّل کی ناخلف اولاد اب حضرت خلیفہ اوّل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بڑائی دینے کے لئے سازش پکڑ رہی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ سندھ جو میاں عبدالسلام صاحب مرحوم کے ساتھ زمین کے ٹھیکہ میں شریک رہے ہیں لکھتے ہیں کہ

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۹ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۴

۱۹۵۴ء میں جو قافلہ قادیان گیا میں بھی اس میں شامل ہونے کے لئے لاہور آیا وہاں صبح کی نماز کے بعد جس میں میاں عبدالوہاب صاحب شریک نہیں ہوئے وہ مختلف جگہوں سے آئے ہوئے لوگوں کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے اس طرح بولے جیسے درس دیتے ہیں اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دنیا ملنے کی دعا کی تھی جس سے سکونِ قلب حاصل نہیں ہوتا لیکن حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کیا (لعنت اللہ علی الکاذبین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک الہامی دعا ہے جو وفات کے قریب ہوئی جس میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را[1]

یعنی اے خدا میں اپنی ساری پونجی تیرے سپرد کرتا ہوں تو آگے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حضرت خلیفۂ اوّل کے متعلق تو کہیں ثابت نہیں کہ انہوں نے اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کیا تھا ان کی وصیت میں تو یہ لکھا ہے کہ میری اولاد کی تعلیم کا انتظام جماعت کرے اور میری لائبریری بیچ کر ان کا خرچ پورا کیا جائے اس کے مقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد پر ایک پیسہ خرچ کرنے کی جماعت کو نصیحت نہیں کی اور عملاً بھی حضرت خلیفہ اوّل کے خاندان پر جماعت کو اس سے بہت زیادہ خرچ کرنا پڑا ہے جتنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر کرنا پڑا علاوہ ازیں میں ایک لاکھ چالیس ہزار کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو اس وقت تک دے چکا ہوں اور اس کے علاوہ بیس تیس ہزار پچھلے سالوں میں چندہ کے طور پر دیا ہے اور ایک لاکھ تیس ہزار تحریک جدید میں دے چکا ہوں۔ ان رقموں کو ملا لیا جائے تو جماعت نے جو رقم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان پر خرچ کی ہے یہ رقم اس سے چالیس پچاس گنے زیادہ ہے اور پھر حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد جب کہ دنیوی کاموں میں مشغول تھی اس وقت میں قرآن کریم کی تفسیریں لکھ لکھ جماعت کو دے رہا تھا۔ اور

---

[1] منصب خلافت طبع اوّل صفحہ ۴۰ برکات خلافت صفحہ ۲۴۔ تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۷۹۱

اکثر حصوں کی طباعت کا خرچ بھی اپنے پاس سے دے رہا تھا یہ وہ دنیا ہے جو اس ناخلف بیٹے کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے مانگی تھی اور اولاد کو خدا کے سپرد کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت خلیفہ اوّل کا خاندان جماعت کے روپے پر پلتا رہا اور دنیا کے کاموں میں مشغول رہا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بڑا بیٹا جماعت سے ایک پیسہ لئے بغیر اس کے اندر قرآن کریم کے خزانے لٹاتا رہا۔ یہ فرق ہے آقا کی دعا کا اور غلام کی دعا کا۔ جس کو خدا تعالیٰ نے کہا کہ "دنیا میں بہت سے تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا رہا"[1] اور جس کو خدا تعالیٰ نے کہا۔ "کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز اور آپ کا شاگرد ہے"۔ اور جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ[2] اللہ کا بہادر تمام نبیوں کے لباس میں۔ اور جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"[3] اور جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم سے لے کر آخر تک تمام انبیاء اس کی خبر دیتے آئے ہیں اس کی نظر تو اتنی کوتاہ تھی کہ اس نے اپنی اولاد کے لئے صرف دنیا کی دعا کی جس سے تسکین قلب حاصل نہیں ہوتی لیکن اس کا شاگرد جس کا منہ غلامی کا دعویٰ کرتے کرتے خشک ہوتا تھا اس بلند پایہ کا تھا اور خدا تعالیٰ کا ایسا مقرب تھا کہ اس نے اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کیا یہی وہ سازش ہے جو حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے پیغامیوں نے شروع کی تھی چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی کتاب "عسل مصفّٰی" میں لکھا تھا کہ بے مثل تھا وہ شاگرد (یعنی خلیفہ اوّل) جو تقویٰ اور طہارت میں اپنے استاد (یعنی مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ گیا[نعوذ باللہ] (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) چنانچہ اس کے انعام میں پیغامیوں نے اسکو نوکر رکھ لیا اور اس کی کتاب عسل مصفّٰی خوب بکوائی اور گو اس نے عبدالوہاب کی طرح فوراً معافی مانگنی شروع کر دی مگر نفاق کا

---

[1] الہام کے اصل الفاظ "آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب اوپر بچھایا گیا"۔ "حقیقۃ الوحی" ص۸۹ طبع اوّل۔ تذکرہ طبع چہارم ص۶۴۳۔

[2] تذکرہ طبع چہارم ص۷۹ الہام ۱۸۸۳ء۔

[3] اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۰ تذکرہ طبع چہارم ص۱۰۴ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ پر)

کا معاف کرنا ایک خطرناک غلطی ہوتی ہے چنانچہ باوجود اس کے کہ اس نے کتاب میں کچھ اصلاح کی میں نے اس کو معاف نہیں کیا۔ اور جماعت نے اس کی کتاب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے متعلق کہا ع

دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

اس حضرت خلیفہ اوّل کے جاہل بیٹے کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آیا کہ کر دور ہر اندھیرا ایک بڑی دینی دعا ہے اور سورۃ والناس کا خلاصہ ہے اور چاہیئے تھا کہ اس دعا کی وجہ سے میاں عبدالوہاب اور ان کے ساتھی اپنے انجام سے ڈر جاتے جس کی خبر اس دعا میں دی گئی تھی۔ ذیل میں کچھ اور دعائیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شائع کی جاتی ہیں۔ ان کو پڑھ کر دوست دیکھ لیں کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دنیا مانگی ہے یا دین مانگا ہے اور میاں عبدالوہاب صاحب اپنے دعویٰ میں راستباز ہیں یا کذاب؟ ۔ ؎

کر ان کو نیک قسمت دے انکو دین و دولت — کر ان کی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
شیطاں سے دور رکھیو۔ اپنے حضور رکھیو — جاں پُر ز نور رکھیو۔ دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے — کر دور ان سے یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لہ اصل عبارت "تاریخ دنیا میں ایسی نظیریں بہت کم ہی ملتی ہیں کہ کوئی جانشین اپنے پیش رو متبوع کے برابر یا اُس سے بڑھ کر ہوا ہو۔ مگر جس انسان کا ہم ذکر کرنے لگے ہیں وہ اپنی شخصیت میں ایسی خصوصیت رکھتا ہے کہ بلا مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے پیشوا اپنے مقتدا سے بہت سی باتوں میں سبقت رکھتا ہے

(عمل مصفیٰ جلد دوم ۶۶۳ مطبوعہ ۱۹۱۴ء قادیان)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ پر

اے میرے جاں کے جانی اے شاہِ دوجہانی | کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی | یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے واحدِ یگانہ اے خالقِ زمانہ | میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا | یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(میاں عبدالوہاب صاحب کے نزدیک یہ دنیا کی دعا ہے اور حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی اولاد کے متعلق اس سے بالا دعا مانگی ہے۔)

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد ۵/۸/۵۶ ؁ء[1]

فتنہ کے متعلق ۱۹۵۰ء کا ایک اہم رؤیا

اس فتنہ کا ظہور بھی خلافتِ ثانیہ کی حقانیت کا ایک چمکتا نشان تھا۔ وجہ یہ کہ اس کے ظہور سے ساڑھے چھ سال قبل حضرت مصلح موعود کو بذریعہ رؤیا اس کی قبل از وقت خبر دے دی گئی تھی اور ۲۷ جون ۱۹۵۰ء کو حضور نے احبابِ جماعت کے سامنے حسبِ ذیل الفاظ میں اسے پوری شرح و بسط سے بیان بھی فرما دیا تھا کہ:۔

"میں نے دیکھا کہ ایک اشتہار ہے جو کسی شخص نے لکھا ہے جو شخص مجھے خواب کے بعد یاد رہا ہے مگر میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اشتہار ہمارے کسی رشتہ دار نے دیا ہے۔ مگر اس کی رشتہ داری میری بیویوں کے ذریعہ سے ہے۔ اس اشتہار میں میرے بعض بچوں کے متعلق تعریفی الفاظ ہیں۔ اور ان کی بڑائی کا اس میں ذکر کیا گیا ہے میں رؤیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض ایک چالاکی ہے۔ درحقیقت اس کی غرض جماعت میں فتنہ پیدا کرنا ہے اگر کوئی غیر کی تعریف کرے تو مخاطب سمجھتا ہے کہ جماعت میں فتنہ پیدا کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۹ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ر ۴

اس کو رد کرنے کی کوشش کرونگا۔ لیکن اگر میرے بعض بچوں کا نام لے کر ان کی تعریف کی جائے تو تعریف کرنے والا یہ سمجھتا کہ اس طرح میری توجہ اس کے فتنہ کی طرف نہیں پھرے گی۔ اور میں یہ کہوں گا کہ اس میں تو میرے بیٹوں کی تعریف کی گئی ہے اس میں فتنہ کی کونسی بات ہے اسی نقطۂ نگاہ سے اس نے اشتہار میں میرے بعض بیٹوں کی تعریف کی ہے لیکن رؤیا میں مَیں کہتا ہوں کہ مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ چاہے تم کتنے ہی چکر دے کر بات کرو۔ ظاہر ہے کہ تم جماعت میں اس سے فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو اور تمہاری غرض یہ ہے کہ میں بھی دنیاداروں کی طرح اپنے بیٹوں کی تعریف سن کر خوش ہو جاؤں گا اور اصل بات کی طرف میری توجہ نہیں پھرے گی۔ پس رؤیا میں مَیں نے اس اشتہار پر اظہارِ نفرت کیا۔ اور مَیں نے کہا کہ مَیں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے وہ بیٹے بھی معلوم ہیں جن کا نام لے کر اس نے تعریف کی ہے اور مجھے لکھنے والا بھی معلوم ہے۔ لیکن مَیں کسی کا نام نہیں لیتا۔

اس رؤیا سے کچھ عرصہ پہلے مجھے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ ایک طبقہ جماعت میں اس قسم کی حرکات کر رہا ہے۔ گو خواب کے دنوں میں اس طرف کبھی خیال نہ گیا تھا لیکن بعض واقعات سے قریباً سال بھر سے میرے اندر یہ احساس تھا کہ جوں جوں میری عمر زیادہ ہوتی جا رہی ہے جماعت کا منافق طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے۔ کہ اب تو ان کی زندگی کے تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں۔ آئندہ کے لئے ابھی سے اپنے قدم جمانے کی کوشش کرو۔ گویا وہی پیغامیوں والا فتنہ جو ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوا۔ اسی کو ایک اور رنگ میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور قرآن کریم سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی بادشاہت بدلتی ہے نچلے طبقہ کے لئے ابھرنے کا موقعہ نکل آتا ہے۔ پس بعض لوگ جن کے اندر اخلاص نہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں اس پر کس وقت موت آجائے انہوں نے ابھی سے اپنے قدم جمانے کی کوشش شروع کر دی ہے اور قریباً سال بھر سے مجھے یہ بات نظر آ رہی تھی۔ مگر وہ تو قیاسی بات تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں بھی مجھے بتایا ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ اپنا تعلق جتا کر اور اپنی محبت کا اظہار کر کے مختلف ناموں سے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں جو جماعت میں فتنہ پیدا کرنیوالی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لیے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کیطرف سے جب [illegible]

دنیا میں آتی ہے وہ جب تک پوری طرح قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔ یہ ایک موٹا اصول ہے۔ جس کے خلاف دنیا میں کبھی نہیں ہوا۔ دوسرے خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض میں شامل کیا ہے۔ اور گزشتہ انبیاء کی پیشگوئیاں اس بات کا ثبوت ہیں بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ آپ نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری کتاب التفسیر سورۂ جمعہ) وہاں آپ نے رجال کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ درحقیقت ایک سے زیادہ آدمی ہوں گے جن کے ہاتھ سے یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ اس لئے وہ میرے نام کو تبھی مٹا سکتے ہیں جب اس کے ساتھ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بھی مٹا دیں۔ ایک غیر احمدی کے لئے تو یہ یکساں بات ہے وہ کہے گا ان کا نام بھی مٹ جائے۔ مگر کم سے کم جو ہماری جماعت میں داخل ہو۔ اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام مٹ نہیں سکتا۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام مٹ نہیں سکتا۔ تو اس قسم کا فتنہ میرے نام کے متعلق بھی پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال یہ ایک اہم رؤیا ہے جو جماعت سے بہت زیادہ تعلق رکھتی ہے۔"[1]

یہ ایک نہایت پُر اسرار اور حقیقت افروز خواب تھی جس کے لفظ لفظ پر ۱۹۵۶ء کے واقعات نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ میاں عبدالوہاب صاحب نے اللہ رکھا کے ذریعہ پروپیگنڈا کی جو مہم چلائی اسے علم تعبیر کے مطابق اشتہار دینا ہی کہا جائے گا۔ اس مہم میں کہا گیا کہ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب یا مرزا بشیر احمد صاحب کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ اور حضور کے ایک خواب مطبوعہ الفضل ۲۲ مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کے متعلق بتایا گیا کہ وہ روحانی طور پر آپ کے بیٹے ہیں اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت مصلح موعود کے چھوٹے بھائی تھے اور چھوٹا بھائی بھی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ خواب کے اس فقرہ کی تشریح میں کہ اس کی رشتہ داری میری بیویوں کے ذریعہ سے ہے مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری نے پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ لیکچرار گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کا ایک اہم بیان شائع کیا جو پڑھنے کے لائق ہے یہ بیان ۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء کو مرزا عبداللہ جان

[1] الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۵۰ء صفحہ ۴

صاحب سینئر سب جج ایبٹ آباد کا مصدقہ مقالہ[1]

سبائی تحریک اور اس کے ہولناک نتائج سے سبق حاصل کرنے کی تحریک

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جماعت کو فتنۂ منافقین سے آگاہ کرنے کے بعد ۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء کو تحریک فرمائی۔ کہ وہ حضرت عثمان کے خلاف اٹھنے والی عبداللہ بن سبا کی تحریک، اس کی شورشوں اور اس کے ہولناک نتائج سے سبق حاصل کریں۔ چنانچہ حضور نے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا:۔

"تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے بھی ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں لیکن پھر بھی ان واقعات کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں لوگوں سے یہی غلطی ہوئی کہ بعض صحابہؓ نے سمجھ لیا کہ یونہی ایک معمولی سا فتنہ ہے اس کا کیا مقابلہ کرنا ہے جب حضرت عثمان پر تلوار اٹھائی گئی تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ کمبختو۔ مَیں تو اسی سال کا بڈھا ہوں مَیں نے ایک دن مرنا ہی تھا لیکن اب جو تم مجھ پر تلوار اٹھا رہے ہو تو یاد رکھو میرے قتل کے بعد قیامت تک مسلمان ان دو انگلیوں کی طرح پھٹے رہیں گے۔ اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے تمہارے اتحاد کا واحد ذریعہ یہ تھا کہ تم خلافت کو مضبوطی کیساتھ پکڑے رہتے۔ مَیں نے تو مرجانا تھا اسی سال میری عمر ہو چکی تھی اب مَیں اور کتنا زندہ رہتا۔ مگر میرے قتل کے بعد تم کبھی اتحاد سے نہیں رہو گے چنانچہ دیکھ لو حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے والے زیادہ تو حضرت علیؓ سے اپنا تعلق جتاتے تھے مگر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے کیا سکھ پایا پہلے جنگ جمل ہوئی جس میں ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ پھر معاویہؓ نے حملہ کر دیا اور پھر وہی لوگ جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ جا ملے تھے انہی میں سے ایک جماعت حضرت علیؓ سے الگ ہو گئی اور اس نے حضرت علیؓ کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ آخر حضرت علیؓ نے ان پر تلوار اٹھائی اور ایک ہی دن میں دس ہزار خارجی قتل کر کے رکھ دیا وہ لوگ جنہوں نے عثمانؓ کو علیؓ کے نام سے مارا تھا انہوں نے پھر علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی اور آخر

---

[1] الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۴، ۵

حضرت علیؓ بھی انہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے اس کے بعد یہ اختلاف بڑھتا گیا اور مسلمان کبھی ایک ہاتھ پر جمع نہ ہوئے۔ اب تیرہ سو سال کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کیا جائے اور ان کے اندر اتحاد اور یکجہتی پیدا کی جائے مگر اب پھر بعض خبیث اور بد باطن چاہتے ہیں کہ اس اتحاد کو توڑ دیں اور جماعت میں افتراق اور انتشار پیدا کر دیں۔ مگر ان کی ان کارروائیوں کا سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ان پر برسے گی خدا تعالیٰ کے نزدیک سلسلہ کا اتحاد دس ہزار نور الدین سے بھی زیادہ قیمتی ہے اور گدھے ہیں وہ جو ان کا نام لے کر فتنہ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خلیفۂ اوّل تھے۔ اگر وہ خلیفۂ اوّل تھے تو نظام سلسلہ کے قائم کرنے کے لئے۔ نہ کہ اس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اگر کوئی شخص ان کا نام لے کر اس نظام کو توڑتا ہے تو وہ خود نور الدین پر قاتلانہ حملہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے اسے نور الدین ہرگز بچا نہیں سکے گا۔ خدا تعالیٰ ان سے کہے گا کہ میں نے تجھے اس لئے عزت نہیں دی کہ تیرا نام لے کر یہ لوگ میرے سلسلہ اور نظام پر حملہ کریں۔ ....

بے شک بہانے بنانے والے ہزاروں بہانے بنائیں گے مگر جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے ۔ ولات حین مناص[1] اب ان کے بہانے ختم ہو چکے ہیں اور ان کے لئے بھاگنے کا کوئی رستہ باقی نہیں رہا۔ سلسلہ کی خدمت کا اب ایک ہی طریق ہے کہ وہ خلافت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھیں اگر وہ اپنی فتنہ پردازیوں سے باز نہیں آئیں گے تو ایک نور الدین کیا نوحؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی مل کر انہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے بلکہ دیکھ لو خود سادات میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دین میں تفرقہ اندازی کرتے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ مگر کیا اس لئے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں سے ہیں ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مخالفین کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیئے تو ان میں کئی سادات سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی شامل تھے پس محض کسی بڑے آدمی کی نسل میں سے ہونا اسے خدا تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ کئی احمقوں

---

[1] ص : ۳۹

نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے میں ان سے کہتا ہوں کہ کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام ادھر تو لکھتے ہیں کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور ادھر آپ کی اولاد کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں یہ مباہلہ کا چیلنج آپ نے اس لئے دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور مسلمانوں کی تنظیم اور ان کی تقویت کے لئے کھڑے ہوئے تھے اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی شخص اس تنظیم کو توڑنا چاہتا ہے تو وہ ہرگز کسی ہمدردی کا مستحق نہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے دوبارہ احیاء اور مسلمانوں کی تنظیم اور اُن کے اتحاد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور یہی ایک قیمتی یادگار ہے جو ہمارے پاس محفوظ ہے اگر تم اس اتحاد کو توڑنے لگے تو تمہاری خدا تعالیٰ کو کیا پرواہ ہوسکتی ہے احمدیت نے دنیا میں پھیل کر رہنا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے لکھا ہے تین سو سال میں احمدیت ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔ لیکن اگر احمدیت کی تنظیم ٹوٹ جائے تو تین سو سال چھوڑ کیا تین ہزار سال میں بھی احمدیت غالب آسکتی ہے؟ کیا تین لاکھ سال میں بھی احمدیت غالب آسکتی ہے؟ احمدیت کی تنظیم ٹوٹ جائے تو چند دنوں میں ہی احمدیت ختم ہوجائے گی اور عیسائی مصنف اپنی کتابوں میں لکھیں گے کہ قادیان میں (نعوذ باللہ) ایک کذّاب پیدا ہوا تھا جو بڑے بڑے دعوے لے کر کھڑا ہوا مگر تھوڑے دنوں میں ہی اس کا بیڑا غرق ہوگیا۔ اور اس کی جماعت کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا یہ بدبخت

ؔ ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے انہیں دنوں بتایا کہ:۔
"جب قادیان پر ہندوؤں نے حملہ کیا تھا یہ اس وقت چیخیں مار رہے تھے اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ خلیفہ کی دُہائی ہے ہمیں یہاں سے جلد نکالو اب یہاں امن سے بس گئے تو وہی لوگ اس خلیفہ کے خلاف ہوگئے وہ یہ بھول گئے کہ میں ان میں سے ایک ایک آدمی کو لاریوں میں بٹھا کر ہندوؤں سے بچالایا تھا اور ان میں سے کسی کو میں نے پیدل نہیں چلنے دیا تھا۔ بلکہ مَیں نے حکم دے دیا تھا کہ کوئی شخص پیدل چل کر نہ آئے چنانچہ جن لوگوں نے میری بات مان لی وہ لاریوں میں بیٹھ کر لاہور پہنچ گئے اور جنہوں نے میری بات

(بقیہ حاشیہ)

چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ناکام و نامراد کیا جائے کیا ایسے خبیثوں کا ہم ادب کریں گے یا ان کا مقابلہ کریں گے ہم نے ان کے باپ کو اس لئے مانا تھا کہ وہ مسیح موعود کا غلام تھا اگر وہ مرزا صاحب کے غلام نہ ہوتے اور اگر مرزا صاحب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نہ ہوتے تو ہم نہ نورالدین کو مانتے اور نہ مسیح موعود کو مانتے۔ نورالدین کو ہم نے اس لئے مانا کہ وہ مسیح موعودؑ کا غلام تھا اور مسیح موعود کو ہم نے اس لئے مانا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا اگر اس زنجیر کو توڑ دو تو پھر ایمان لانے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر میری وحی قرآن کے خلاف ہو تو میں اسے تھوک کی طرح پھینک دوں گا۔

("آئینہ کمالاتِ اسلام" صفحہ ۲۱)

پس آپ نے جب اپنی وحی کے متعلق یہ الفاظ لکھ دیئے تو اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ محض کسی بڑے آدمی کی طرف منسوب ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اصل بات جو دیکھنے والی ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ بڑا آدمی جس راستہ پر چلا تھا آیا وہی راستہ چھوٹے نے بھی اختیار کیا ہے یا نہیں کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیکھ لو آپ ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھے اپنی وحی کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر ویسا ہی یقین ہے جیسے قرآن کی صداقت پر یقین ہے مگر دوسری طرف آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر میری وحی قرآن کے خلاف ہو تو اسے تھوک کی طرح پھینک دوں اسی طرح اگر کسی بڑے آدمی کی اولاد مسیح موعودؑ کے مشن کو توڑنا چاہے یا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ سے آگے) نہیں مانی ان میں سے اکثر فتح گڑھ چوڑیاں اور بٹالہ کے پاس قتل کر دیئے گئے پھر لاہور میں میں نے اُن کے کھانے اور رہنے کا انتظام کیا اس کے بعد ربوہ کی زمین خریدی اور انہیں یہاں لے آیا پہلے انہیں کچھ مکانات بنا کر دیئے گئے پھر پختہ مکانات بنائے گئے۔ اور ربوہ کو شہر کی حیثیت حاصل ہوگئی جب یہ سب کچھ ہوگیا اور انہیں امن میسر آگیا تو ان میں سے بعض منافق میرے خلاف کھڑے ہوگئے ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ، ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء ص ۳)

مسیح موعودؑ کی اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو توڑنا چاہے تو ہم بغیر ڈر کے اس پر لعنت کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ یہ بدبخت جس درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا ہے اسی درخت کی جڑ پر تبر رکھنا چاہتا ہے اور اسے کاٹ کر پھینک دینا چاہتا ہے میں سمجھتا ہوں اگر یہ خبیث کامیاب ہو جائیں تو کسی کو کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو مرزا صاحب نعوذ باللہ ضرور کذّاب ثابت اور دنیا کہے گی کہ جس مشن کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے اس میں وہ ناکام ہو گئے پس ہمیں کم از کم تین سو سال تک تو اکٹھا رہنا چاہیئے" تاکہ ہم عیسائیت کا مقابلہ کر سکیں اور اسلام کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلا سکیں۔ ہم حضرت خلیفہ اوّل کا بڑا ادب کرتے ہیں مگر یہ لوگ بتائیں تو سہی کہ وہ کون سے ملک ہیں جن میں مولوی نورالدین صاحب نے اسلام کی تبلیغ کی یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو ہر ملک میں میں نے مبلغ بھجوائے یورپ کی ہر مسجد میں نے بنوائی اور بیرونی ممالک میں ہر مشن میں نے قائم کیا۔ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ میں بالکل ناکام ثابت ہوتے ہیں پس میری موت اور میری ناکامی میری موت اور میری ناکامی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی موت اور ناکامی ہے[1]"۔

میاں عبدالوہاب صاحب کا خط اور اس کا حقیقت افروز جواب

حضرت مصلح موعود کے باطل شکن پیغام کے منظر عام پر آنے سے اگرچہ میاں عبدالوہاب صاحب کے ساتھیوں میں زبردست کھلبلی مچ گئی۔ مگر وہ خود اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ کہ انہیں اب بھی سیدنا حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد ہونے کے باعث کھلی چھٹی دے دی جائے گی۔ اور ان کی باغیانہ سرگرمیوں پر بدستور پردہ پڑا رہے گا۔ اسی خیال کے ماتحت اُنہوں نے حضرت مصلح موعود کے حضور یہ عرضداشت پیش کی۔ کہ:۔

"نہایت ہی پیارے آقا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الفضل میں اللہ رکھا کے متعلق ایک مضمون پڑھا۔ اس سلسلہ میں بدقسمتی سے میرا نام بھی آگیا ہے

---

[1] روزنامہ الفضل ۷ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۵

اور حضور نے عاجز پر اظہارِ ناراضگی بھی فرمایا ہے ۔ جس سے صدمہ ہوا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اس سلسلہ میں ایک چٹھی بذریعہ عام ڈاک خدمتِ عالی میں بھیج چکا ہوں معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر اس کی نقل بذریعہ رجسٹری بھیج رہا ہوں ۔

اس سلسلہ میں ایک صورت یہ بھی ہوسکتی تھی کہ میں خاموش ہوجاتا اور اس معاملہ کو خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ۔ مگر چونکہ آپ میرے پیارے امام اور آقا ہیں اور مجھے آپ سے بچپن سے دلی اُنس رہا ہے یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی اس تعلق کو جانتے ہیں ۔ اس لئے اللہ رکھا کے نام اس خط کی حقیقت خدمتِ عالی میں لکھتا ہوں ۔

اللہ رکھا کے نام یہ خط غالباً حضرت اماں جی کی تعزیت کے جواب میں لکھا گیا ہے ۔ اللہ رکھا حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی زندگی میں قادیان آیا تھا اور دارالشیوخ میں ملازم تھا بعض دفعہ اماں جی کے گھر کا کام بھی کرتا اور اماں جی اس کو روٹی بھی دیا کرتی تھیں ۔ جس طرح سب احمدیوں کے ساتھ ان کا بیٹوں جیسا سلوک تھا، اللہ رکھا کے ساتھ بھی تھا ۔ یہ کبھی بیمار ہوتا تو میں اس کا علاج بھی کرتا ۔ اگر آپ الفضل میں مضمون لکھنے سے پہلے اور میرا ذکر کرنے سے پہلے مجھ سے دریافت کر لیتے تو شاید اس قدر غلط فہمی پیدا نہ ہوتی ۔ میرے علم میں اللہ رکھا کو قادیان میں حماقتوں کی معافی مل چکی تھی ۔ اس لئے تعزیت کے خط کا جواب دیتے وقت قطعاً میرے ذہن میں نہیں آسکتا تھا کہ اس کو خط کا جواب نہ لکھنا چاہیئے حاشا وکلا میرے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ نہیں آیا کہ میں کسی ایسے شخص کو خط لکھ رہا ہوں جو حضور کا بدخواہ ہے ۔ اللہ رکھا کے متعلق کوہاٹ کی جماعت نے جو بات کہی ہے وہ تو بہت بعد کی ہے نہ میں نے یہ بات اس سے سُنی نہ مجھے علم تھا کہ آپ کے خیالات اس کے متعلق یہ ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں اللہ رکھا نے میرے خط کا ناجائز استعمال کیا ہے ۔

ہمارا تو فرض ہے کہ آپ کو خوش رکھیں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ آپ بیمار بھی ہیں ۔ ایسے حالات میں نادانستہ میرا ایک خط آپ کے لئے تکلیف کا باعث بنا جس سے طبعاً مجھے بھی اذیت پہنچی ۔ میں نے بچپن میں فیصلہ کیا تھا کہ اپنی قسمت آپ کے ساتھ وابستہ رکھوں گا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے علاوہ حضرت خلیفہ اوّل کا منشاء بھی یہ تھا کہ ان کے بعد آپ جماعت کے امام ہوں ۔

میں ان سے زیادہ عالم ہوں نہ عارف ۔ دینی نہ دنیوی نقطۂ نگاہ سے کوئی بات میرے ذہن میں آہی نہیں سکتی۔ آپ کے ہاتھ سے ساری عمر میٹھی قاشیں کھائیں ہیں کوئی وجہ نہیں کہ ایک کڑوی قاش کھانے سے انکار کروں آپ کی پہلی مہربانیوں کو بھی انعام ہی سمجھتا رہا ہوں اور آپ کی اس تحریر کو بھی انعام ہی سمجھوں گا شائد اس سے نفس کے گناہوں کی تلافی ہو جائے ۔

شکر گزار ہوں گا اگر حضور میری یہ تحریر شائع کر دیں ۔ دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ مجھے تاموت خلافت کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق دے ۔ آپ کا عبدالوہاب عمر“ [1]

حضرت مصلح موعود نے یہ پورا خط الفضل ۳۰ رجولائی ۱۹۵۶ء کے صفحہ اوّل پر شائع کرا دیا اور پھر حسب ذیل جواب رقم فرمایا :۔

”میاں عبدالوہاب صاحب !

آپ کا خط ملا۔ ساری بحثیں الفضل میں آرہی ہیں ۔ مجھے آپ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی ۔ بیسیوں احمدیوں کی حلفیہ شہادتیں جو عنقریب شائع ہو جائیں گی ان کے بعد پوچھنے کا سوال نہیں رہتا۔ خصوصاً جب کہ ۱۹۲۶ء، ۱۹۲۷ء میں مدرسہ احمدیہ کے لڑکوں نے آپ کا اور آپ کے ایک مولوی دوست کا خط پکڑ کر مجھے بھجوا دیا تھا۔ جو زاہد کے نام تھا اور جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ تمہاری مخالفت مرزا محمود سے ہے ۔ ان کے متعلق جو چاہو مقابلہ میں لکھو۔ مگر ہمارے اور ہمارے دوستوں کے متعلق کچھ نہ لکھو۔ اور اس خط کے ساتھ ایک اور شخص کا خط بھی تھا۔ جو آپ کے ایک دوست نے ایک عورت کے نام لکھا تھا۔ اور جس کے واپس لینے کے لئے آپ اور وہ مولوی صاحب مقبرہ بہشتی جانے والی سڑک پر پیپل کے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے ایک لڑکے کے ذریعے سے زاہد سے خط و کتابت کر رہے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ لڑکا مخلص احمدی ہے ۔ وہ لڑکا وہ خط لے کر سیدھا میرے پاس پہنچا۔ جس میں آپ دونوں اور تیسرے دوست کے خطوط بھی تھے اور زاہد کا وعدہ بھی تھا کہ اس دوست کو ہم بدنام نہیں کریں گے ۔

اب ان واقعات کے بعد جب کہ میں نے حضرت خلیفہ اوّل کی محبت کی وجہ سے اتنی مدت چھپائے

---

[1] الفضل ۳۰ رجولائی ۱۹۵۶ء صا کالم ۲

رکھا مجھے تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی ثبوت ہیں جو منصۂ ظہور پر آ جائیں گے قادیان کی باتیں قادیان کے ساتھ ختم نہیں ہو گئیں۔ کچھ اُوپر آ پہنچی ہیں۔ کچھ پہنچ جائیں گی لاہور کی باتیں تو مزید برآں ہیں۔

آپ جو کام کر رہے ہیں۔ اگر خلیفہ اوّل زندہ ہوتے۔ تو اس سے بھی بڑھ کر آپ سے سلوک کرتے جو میں کر رہا ہوں۔ ان کی تو یہ کہتے ہوئے وہ زبان خشک ہوتی تھی۔ کہ میاں میں تمہارا عاشق ہوں ... اور میں مرزا صاحب کا ادنیٰ خادم ہوں"۔ جب وہ آپ لوگوں کی یہ کارروائیاں دیکھتے تو اس کے سوا کیا کر سکتے تھے۔ کہ آپ پر ابدی لعنت ڈالتے۔ آخر وہ ایک نیک انسان تھے۔ کیا ان کو نظر نہیں آتا تھا۔ اور اب پرانے ریکارڈ دیکھ کر جماعت کو نظر نہیں آئے گا۔ کہ جب ان کے لئے غیرت دکھانے والے اپنی ماؤں کے گھٹنوں کے ساتھ لگے ہوئے ریں ریں کر رہے تھے۔ اس وقت میں ہی تھا۔ جو تن من دھن کے ساتھ غیر مبائعین کے ساتھ انکی خاطر لڑ رہا تھا۔ جنہوں نے ان کی زندگی میں ہی ظاہر اور پوشیدہ ان کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ اور جیسا کہ حوالوں سے ثابت ہے۔ کہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب سترے بہترے ہو گئے ہیں۔ اب ان کی عقل ماری گئی ہے۔ اب ان کو معزول کر دینا چاہیئے یہ سب باتیں نیرؔ صاحب مرحوم نے سُنیں جب کہ پیغامی مقبرہ بہشتی میں گئے ہوئے تھے۔ نیرؔ صاحب نوت ہو چکے ہیں۔ لیکن اور کئی لوگ زندہ ہیں۔ اور اس زمانے کے لٹریچر میں بھی کہیں کہیں یہ حوالے مل جاتے ہیں مجھے تو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ جیسا کہ الفضل میں وہ خواب چھپ چکی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی حفاظت کے لئے میرے بچوں کو اپنی جانیں دینی پڑیں گی۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔ خواہ یہ جانیں دینا لفظی ہو یا معنوی مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام نے اسمٰعیل قرار دیا ہے۔ اور بائیبل میں لکھا ہے کہ اس کے بھائیوں کی تلوار اس کے مقابلہ میں کھینچی رہے گی۔ پہلے اسمٰعیل کا تو مجھے معلوم نہیں لیکن میں اپنے متعلق جانتا ہوں۔ کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت کا سوال پیدا ہوا۔ جیسا کہ لاہوریوں کے کیس میں ہوا تھا۔ تو میری تلوار بھی تمام دنیا کے مقابلہ میں کھینچی رہے گی۔ اور عزیز ترین وجودوں کو بھی معنوی طور پر ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں دریغ نہیں کروں گا۔ کیونکہ ظاہری تلوار چلانے سے ہم کو اور حضرت مسیح موعودؑ کو روکا گیا ہے اور ہمیں بشدت تعلیم دے گئی ہے خواہ ہمیں کتنی ہی تکلیف دی جائے۔ کسی دشمن کا جسمانی مقابلہ نہ کرنا۔ ہاں دعاؤں اور تدبیروں سے

ان کے گند ظاہر کرنے کی جتنی کوشش کر سکتے ہو کر د۔ مجھے تو خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ کارروائیاں کروائیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام تھا جس کو حضرت اماں جان نہیں سمجھی تھیں اور گھبرا گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ کر ان کے ہاتھ حضرت خلیفہ اوّل کے پاس بھجوایا تھا۔ اور حضرت خلیفہ اوّل نے ان کو تسلّی دی تھی کہ یہ الہام آپ کے لئے بُرا نہیں ہے۔ اس الہام کا مضمون یہ تھا۔ کہ جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور ان کی بیوی زندہ رہیں گے۔ ان کی اولاد سے نیک سلوک کیا جاتا رہے گا۔

لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو ایسا پکڑے گا۔ کہ ان سے پہلے کسی کو نہیں پکڑا ہوگا۔ کیا یہ تعجّب کی بات نہیں کہ پچھلے ۴۲ سال میں ہزاروں موقعے آپ کو مخالفت کے ملے لیکن اماں جی کی وفات تک کبھی بھی ننگے ہو کر آپ کو مقابلہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن جونہی وہ فوت ہوئیں خدائی الہام پورا ہونے لگ گیا۔ اور اگر خدا کی مشیت ہوئی تو اور بھی پورا ہوگا۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے ہاتھوں سے ساری میٹھی میٹھی قاشیں کھائی ہیں۔ ایک کڑوی بھی سہی۔ مگر اب چونکہ مسیح موعودؑ کے کلام اور سلسلہ احمدیہ کی حفاظت اور وقار کا سوال تھا۔ مجھے بھی جواب دینا پڑا اگر وہ کڑوا لگتا ہے۔ تو اپنے آپ کو ملامت کریں یا موت کے بعد حضرت خلیفہ اوّل کی زبان سے ملامت سُن لیں۔"

میاں عبدالوہاب صاحب کا خط جو انہوں نے اللہ رکھا کے نام لکھا تھا شائع کیا جاتا ہے

برادرم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ مشتمل بر تعزیت ملا۔ جزاکم اللہ واحسن الجزاء۔ آپ کے ساتھ تو ہم لوگوں کا بھائیوں کا تعلق ہے۔ اس لئے آپ کو صدمہ لازمی تھا۔ اس قسم کے حادثات زندگی کی بنیادوں کو ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص مدد کرے آپ کا خط بہت تسلّی آمیز ہے۔ آپ بعافیت ہوں گے کو مری ضرور دیکھئے۔ آپ کا بھائی عبدالوہاب ۱۲/۴/۵۶

اس خط کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اصل غرض کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ خط ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء کا ہے اور اماں جی جولائی یا آخر اگست[1] کے شروع میں فوت ہوئیں۔ اس بات کو

---

[1] اماں جی ۶ اور ۷ اگست ۱۹۵۵ء کی درمیانی رات کو فوت ہوئی تھیں۔ (ادارہ)

کون مان سکتا ہے کہ اللہ رکھا جیسا ذلیل آدمی جس کے سپرد کوئی اہم کام نہیں سوائے اس کے کہ بعض گھرانوں میں چپڑاسی یا باورچی کا کام کرتا ہے اس نے باوجود اس عشق و محبت کے جو اسے حضرت خلیفہ اوّل کے خاندان سے تھی اماں جی جو جولائی یا اگست میں فوت ہوئی تھیں ان کی تعزیت کا خط مولوی عبدالوہاب کو مارچ کے آخر یا اپریل کے شروع میں لکھا اور مولوی عبدالوہاب صاحب نے اس کا جواب ۱۳ اپریل کو دیا اور تعزیت کے مضمون سے بالکل بے تعلق خط کے آخر میں یہ بھی لکھ گئے کہ کوہ مری ضرور دیکھئے۔

احباب کو معلوم ہے کہ ۲۴ اپریل کو مَیں مری آیا تھا لیکن اس سے پہلے دس یا گیارہ اپریل کو مَیں نے ...... کو کوٹھی تلاش کرنے کے لئے مری بھیجا تھا اور اس نے بارہ اپریل کے قریب ربوہ پہنچ کر کوٹھی اطلاع دی تھی جسے ہم نے پسند کر لیا تھا اور ...... میاں عبدالمنان کا یارِ غار ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے سُن کر اپنے بھائی کو اطلاع دے دی کہ خلیفۃ المسیح مری جانے والے ہیں اور عبدالوہاب کو فوراً یاد آگیا کہ نو مہینے پہلے آئے ہوئے تعزیت کے خط کا جواب اللہ رکھا کو فوراً دینا چاہیئے اور یہ بات بھی اُن کے دماغ میں آگئی کہ یہ بھی لکھ دیا جائے کہ کوہ مری ضرور دیکھئے کیونکہ اس وقت میرے مری آنے کا فیصلہ ہوگیا تھا اور پہاڑوں پر چونکہ عام طور پر صحت کے لئے لوگ باہر جاتے ہیں اور پہرہ کا انتظام پورا نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ رکھا کو تعزیت کے خط کے جواب میں تاکید کردی کہ کوہ مری ضرور دیکھئے اتنے مہینوں کے بعد تعزیت کا جواب دینا اور اس وقت دینا جب کہ میرے مری جانے کا فیصلہ ہوچکا تھا۔ خط کے آخر میں یہ بے جوڑ فقرہ لکھ دینا ایک عجیب اتفاق ہے جس کے معنے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ اوّل تو تعزیت کے جواب میں مری دیکھنے کا ذکر ہی عجیب ہے پھر "ضرور" اور بھی عجیب ہے اور پھر اس وقت یہ تحریک جب مَیں مری آرہا تھا اور بھی زیادہ عجیب ہے۔

مرزا محمود احمد[1]"

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

جناب صاحبزادہ عبدالواسع عمرؔ صاحب کی بزرگان سلسلہ سے خط و کتابت اور ملاقات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پوتے اور مولوی عبدالسلام صاحب عمرؔ مرحوم کے بڑے صاحبزادے میاں عبدالواسع صاحب عمرؔ اپنے سب بھائیوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور اچھی گہری طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعود کے ابتدائی پیغامات پڑھ کر ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کو الگ الگ مکتوبات لکھے جن میں اپنے چچا میاں عبدالوہاب صاحب عمرؔ کی بریت پر زور دیا۔ بعد ازاں ۳ اگست ۱۹۵۶ء کو خود ربوہ تشریف لائے اور صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے ساتھ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے کہا کہ انہیں مَیں نے بھی سمجھایا ہے۔ آپ بھی سمجھائیے تا شاید مولوی عبدالسلام صاحب عمر کی اولاد ہی بچ جائے حضرت میاں صاحب نے انہیں کس پیار اور محبت سے سمجھانے کی کوشش فرمائی اس کی تفصیل آپ کے ہی قلم سے درج کی جاتی ہے۔

”جب مَیں نے عبدالواسع سے بات کی (مَیں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اس کا خط میرے پاس پہنچ چکا ہے) تو اس نے اپنے چچا عبدالوہاب کی طرف سے بریت شروع کر دی۔ مَیں نے اسے کہا کہ پورے علم کے بغیر تمہارا اپنے چچاؤں کی طرف سے از خود بریت کا اظہار کرنا ایک غلط طریق اور ناواجب پاسداری ہے۔ عبدالواسع نے کہا میرے سامنے چچا عبدالوہاب نے کوئی بات حضرت صاحب کے خلاف نہیں کی۔ مَیں نے کہا یہ کوئی دلیل نہیں۔ کیا تمہارے چچا کے سارے اقوال اور سارے افعال تمہارے سامنے ہیں کہ تم اس کی بریت کرنے لگے ہو؟ تم اپنے چچا کے معاملہ کو چھوڑو اور خود اپنی بات لو۔ اگر تمہارا اپنا دل صاف ہے اور تم سچے دل سے خلافت پر ایمان لاتے ہو اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت میں نیک نیتی سے شامل ہو تو تم اپنی بریت پیش کرو۔ یا زیادہ سے زیادہ تم اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے بول سکتے ہو۔ اس کے بعد عبدالواسع نے حضور سے ملنے کی غرض سے حضور کی خدمت میں کوئی خط لکھا اور جب مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا لکھا ہے تو اس نے پھر اپنے چچا کی بریت کا ذکر شروع کر دیا۔ مَیں نے اسے پھر سمجھایا کہ یہ طریق بالکل غلط اور ناواجب ہے۔ تمہارے چچاؤں کا

معاملہ ان کے ساتھ ہے۔ تم صرف اپنی طرف سے بات کر سکتے ہو۔ اگر تمہارا دل صاف ہے اور تم نیک نیتی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خلیفہ برحق سمجھتے اور ان کی بیعت میں شامل ہو تو تمہیں اپنی بریت کا حق حاصل ہے۔ چچا کی طرف سے بولنے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں نے ہر رنگ میں اسے سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوشش کی اس پر وہ کچھ آبدیدہ بھی ہو گیا۔ مگر کچھ وقت خاموش رہنے کے بعد کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ پہلے مجھے حضرت صاحب سے بہت پیار اور اخلاص تھا۔ مگر اب مجھے ان سے عقیدت نہیں رہی۔ اور ساتھ ہی کہا کہ میں نے اپنے ابا جان مرحوم (مولوی عبدالسلام صاحب عمرؔ) کے سامنے بھی اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ پھر تمہارے ابا نے کیا جواب دیا تھا عبدالوسع نے کہا کہ ابا جان نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تم نے کوئی ایسی بات کی یا کوئی ایسا قدم اٹھایا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے کہا جب تم نے اپنے ابا کی نصیحت نہیں مانی تو پھر بات ہی ختم ہے۔ اور عقیدت نہ رہنے کے بعد کوئی سوال باقی نہیں رہتا اس صورت میں تم غور کرو کہ تمہارے ابا اور دادا کی روحیں تمہیں کیا کہتی ہوں گی اس کے بعد وہ کچھ افسردگی کی حالت میں رخصت ہو گیا۔"[1]

میاں عبدالوسع عمرؔ صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب سے رخصت ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں آئے اور حضرت مصلح موعود کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرے علم کے مطابق خاندان حضرت خلیفہ اوّل کا کوئی فرد موجودہ فتنہ وسازش میں شریک نہیں۔ حضرت مصلح موعود کی طرف سے اس کے جواب میں انہیں حسب ذیل مکتوب موصول ہوا۔

عزیزم عبدالوسع صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ کوئی فیصلہ آپ کے بیان پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم نے کوئی ایسی بات نہیں سنی اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کی گواہی NEGATIVE ہے اور NEGATIVE گواہی کوئی گواہی نہیں ہوتی۔ میرے پاس حلفیہ گواہیاں چند لوگوں کی موجود ہیں

---

[1] خط حضرت مرزا بشیر احمد ۲۷/۴ ۱۹۵۶ء۔ ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ

جن کو عنقریب شائع کیا جائے گا۔ جن میں یہ بیان گیا گیا ہے کہ مولوی عبدالمنان صاحب نے ان کو کہا کہ خلافت کا ڈنڈا میرے ہاتھ میں آنے دو پھر میں اس خاندان کو سیدھا کر دوں گا۔ پھر مَیں خود حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ آپ کی دادی نے مجھ سے کہا تھا کہ پیغامی وفد میرے پاس آیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر عبدالحی کو خلیفہ بنا دیا جاتا تو ہم مان لیتے یہ محمود کہاں سے آیا ہے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کو کوئی عزت ملتی ہے تو شوق سے لے لیں مَیں نے آپ کو یہاں قید کر کے تو نہیں رکھا ہوا۔ آپ کے نانا نے مجھے چٹھی لکھی اور آپ کی والدہ کی بنگالی چٹھی اس میں ڈال کر مجھے بھیجی جس کا خلاصہ انہوں نے یہ لکھا کہ آپ نے تو اپنی طرف سے میرے ساتھ نیکی کی تھی مگر آپ نے میرا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اس گھر میں ہر وقت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برائیاں اور خلافت سے بغاوت کی باتیں ہوتی ہیں۔ خان بہادر ابوالہاشم خان نے لکھا کہ مَیں نے تو دین میں ترقی کے لئے یہ رشتہ کیا تھا مگر افسوس کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ میری اور دوسرے دوستوں کی گواہیاں POSITIVE ہیں اور آپ کی گواہی NEGATIVE اب بتائیے کہ مَیں آپ کی دادی کی گواہی کو مانوں آپ کے نانا کی گواہی کو مانوں جو POSITIVE تھیں یا NEGATIVE گواہی مانوں۔ آپ تعلیم یافتہ ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ POSITIVE کے مقابلہ میں NEGATIVE مانی نہیں جاتی۔

کل ہی ایک پروفیسر کی گواہی ملی ہے کہ چند لوگوں کی مجلس میں مجھے جانے کا موقع ملا وہ یہ باتیں کرتے تھے کہ مسیح موعودؑ کا تو ذکر الفضل میں بار بار ہوتا ہے خلیفہ اوّل کا نہیں ہوتا اور خلیفہ ثانی کا فوٹو چھپا اور خلیفہ اوّل کا فوٹو نہیں چھپا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے مامور تھے اور حضرت خلیفہ اوّل ان کے ادنیٰ خادم تھے دونوں میں مقابلہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ سارے یورپ اور امریکہ میں یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ یا ان کی تعلیم کا ذکر ہوتا ہے نہ کسی جگہ پر خلیفہ اوّل کے دعویٰ کا ذکر ہوتا ہے نہ ان کی تعلیم کا۔ پس الفضل جو کچھ کر رہا ہے وہی کر رہا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اور مخالف دنیا بھی جس طرف متوجہ ہے۔ باقی رہی میری تصویر تو اس کی دلیل موجود تھی مَیں خطرناک بیماری کے بعد یورپ سے واپس آیا تھا اگر حضرت خلیفہ اوّل بھی دوبارہ زندہ ہو کر آجاتے تو ان کی تصویر مجھ سے اونچی شائع کی جاتی۔ دوسرے یہ کہ الفضل میرے ذاتی روپے سے جاری ہوا اور ۱۹۲۰ء تک مَیں نے اس کو چلا کے اس کی خریداری بڑھائی

جب چل گیا اور ایک بڑا اخبار بن گیا تو مَیں نے مفت بغیر معاوضہ کے وہ انجمن کو تحفہ دیدیا پس چونکہ وہ میری ملکیت تھا لازماً یورپ سے واپسی پر اس کے عملہ کو میری تصویر شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت خلیفہ اوّل کی تصویر شائع کرنے کا خیال پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اوّل نے اس پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا تھا۔

آپ سے ملنے میں مجھے کوئی عذر نہیں آپ کے دادا اور نانا دونوں سے میرے تعلقات تھے لیکن اس جواب کو پڑھ کر اگر آپ سمجھیں کہ آپ کا ملنا مفید ہو سکتا ہے تو بے شک ملیں۔

مرزا محمود احمد ۵۶/۸/۳

اس مکتوب پر انہوں نے حضور کی خدمت میں نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ شکریہ کا خط لکھا اور عرض کیا " اس وقت میں خود ایک جذباتی ہیجان میں مبتلا ہوں اور ایک کرب اور اضطرار میں ہوں اور مَیں نہیں جانتا کہ آپ سے مل کر مَیں آپ کو کیا کہوں۔ بس گھبراہٹ اور بے چینی میں ربوہ آیا تھا اور اسی اضطرار میں واپس جا رہا ہوں "[1] چنانچہ اس کے بعد وہ لاہور واپس چلے گئے۔

۵ اگست کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بذریعہ خط انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ آپ حضرت خلیفہ اوّل کے پوتے ہیں جن کے ساتھ ساری جماعت کو طبعاً عقیدت اور محبت ہے آپ ان کے مسلک کو نہ چھوڑیں اور خلافت کی رسّی کے ساتھ خلوص نیت کے ساتھ چمٹے رہیں اور خدا کے حضور پاک دل سے دعا بھی کریں تا وہ آپ کی ہدایت کے لئے روشنی پیدا کر دے[2]۔

میاں عبدالواسع صاحب نے اس نصیحت آمیز چٹھی سے متاثر ہو کر حضرت مصلح موعود کی خدمت میں جو اخلاص نامہ ارسال کیا اس میں لکھا کہ :-

" مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہوں۔ خلافت کی INSTITUTION پر یقین رکھتا ہوں اور (دیانتداری کے ساتھ) آپ کی بیعت میں شامل ہوں "

" بیعت پر اس لئے شرح صدر ہے کہ " جو نیک کام آپ بتلائیں گے " انہیں بجا لانے پر شرح صدر ہے "[3]

---

۱ تا ۳ ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ۔

اس طرح خاندانِ حضرت خلیفۂ اوّل کی ایک شاخ دوبارہ شجرِ خلافت سے وابستہ ہوکر پھر سے ہری بھری ہوگئی۔ فالحمد للہ علی احسانہٖ

بزرگانِ سلسلہ کو فتنہ میں ملوّث کرنیکی ناپاک کوشش

اس معرکہ حق و باطل میں منافقین نظامِ خلافت کو تہ و بالا کرنے کے لئے اخلاق وانسانیت کے منافی نہایت گھٹیا ہتھکنڈوں پر اُتر آئے۔ ملک میں جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانا ان کا عام معمول اور دورخی پالیسی اختیار کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایک طرف وہ حضرت مصلح موعود کو خطوط کے ذریعہ وفاداری کا یقین دلاتے۔ دوسری طرف خلافت کے بدترین دشمنوں سے مل کر منصوبے باندھتے تھے۔ اللہ رکھا اور اس کے ساتھیوں نے بزرگانِ سلسلہ میں سے بعض نہایت اہم شخصیات سے اپنی ہمدردیاں ظاہر کرتے ہوئے انہیں بھی اس فتنہ میں ملوث کرنے کی ناپاک کوشش کی جس میں انہیں پہلے قدم پر ہی ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور ان کی کذب بیانیوں کا پردہ چاک ہوگیا۔ ان خدا ناترس لوگوں نے جن عشاقِ خلافت کا نام استعمال کیا ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جیسے بزرگ صحابہ اور حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم جیسے ممتاز عالمِ دین بھی شامل تھے۔ ان چاروں بزرگوں نے عدیم النظیر غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے اولین فرصت میں حضرت مصلح موعود کی خدمت اقدس میں خلافت سے والہانہ تعلق سے لبریز اخلاص نامے بھیجے۔

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کا مکتوب گرامی

چنانچہ حضرت سید حافظ مختار احمد شاہ صاحب شاہجہانپوری نے ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء کو حسبِ ذیل مکتوب حضرت خلیفہ ثانی کے حضور لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جودھامل بلڈنگ لاہور ۲۶/۷/۵۶

سیدی و مطاعی مرشدی و مولائی۔ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور عالی۔ ہاتھ کی انگلی ماؤف ہونے کی وجہ سے فی الحال جلد لکھنا میرے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے اس استفسار کے متعلق کہ اللہ رکھا سے میرا تعلق تھا انشاء اللہ تعالیٰ اس معروضہ کے بعد ہی ملاحظہ سے گزرے گا۔

اس وقت صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ میں حضرت (۔۔۔۔۔) کے خلاف کسی قسم کا وسوسہ رکھنے والوں اور ان کے ساتھیوں سے قطعاً بیزار ہوں۔ اور ہمیشہ سے اسی پر کاربند بھی۔ میرا عقیدہ ہے کہ حضورِ عالی خلیفۃ المسیح بھی ہیں اور مثیل مسیح بھی اور مصلح موعود بھی۔ اور اسلام کی ترقیاں الہاماً حضور عالی سے وابستہ ہیں۔ دل وجان حضور کے قدموں پر نثار۔ میں اسی عقیدہ پر ہوں اور اسی پر ختم ہو جانے کا متمنی۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور ہم سب احمدی حضور کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کی توفیق پائیں۔ والسلام مع الاکرام

خادم قدیم خاکسار مختار احمد عفا اللہ شاہ جہان پوری[1]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تار اور مکتوب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں مری کے پتہ پر حسب ذیل تار بھجوایا:۔

"الفضل کی اشاعت مورخہ ۳۰ جولائی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ رکھا یا اس کے بعض ساتھیوں نے مجھے اس مضمون کے خطوط لکھے تھے۔ جس میں مجھے آئندہ خلافت کی پیش کش کی گئی تھی۔ یہ ایک خطرناک افترا اور گندہ بہتان ہے۔ مجھے کبھی ایسا کوئی خط نہیں ملا۔ اگر کوئی شخص مجھے ایسا کوئی خط لکھتا تو اسے میری طرف سے منہ توڑ جواب ملتا۔ میرا ہمیشہ سے یہ ایمان رہا ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ" میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ خلیفہ کا تقرر کلیتہً خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور صرف وہی شخص خلیفہ بن سکتا ہے جسے خدا اس منصب کیلئے پسند فرمائے۔ میں اس ناپاک اتہام سے ہاتھ دھوتا ہوں۔ خاکسار مرزا بشیر احمد[2]"

---

[1] الفضل ۱۰ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ۔ [2] الفضل ۸ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

اس تار کے بعد حضرت میاں صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں عرض کیا:۔

"حضور ایک لمبے عرصہ سے حضرت خلیفہ اوّل کے اہل و عیال کے بعض افراد کی طرف سے ناگوار باتیں سُنتے آئے ہیں۔ اور پھر بھی حضور نے حضرت خلیفہ اوّل کی اعلیٰ درجہ کی نیکی اور اُن کے روحانی مقام کے پیشِ نظر ہمیشہ ان کے اہل و عیال سے چشم پوشی اور نرمی اور عفو کا سلوک کیا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی ابن سلول رأس المنافقین اور اشد المعاندین اور خطرناک سازشی دشمن کے ساتھ اس کے نیک اور صالح بیٹے کی وجہ سے نرمی اور عفو کا سلوک فرماتے تھے"[1]

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا پہلا اخلاص نامہ اور حضرت مصلح موعود کا پیغام

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اُن دنوں ہیگ (ہالینڈ) میں فروکش تھے اور بین الاقوامی عدالتِ انصاف میں جج کے فرائض انجام دے رہے تھے جہاں الفضل کے پرچے فضائی ڈاک سے ہفتہ میں ایک بار پہنچتے تھے اسی طرح ہیگ سے خطوط پاکستان میں آنے پر بھی خاصہ وقت صرف ہوتا تھا۔ اس مجبوری سے منافقین نے خوب فائدہ اٹھایا اور ان کے نام پر جھوٹ بولنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی کی مہم پورے جوش و خروش سے جاری تھی کہ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں چوہدری صاحب موصوف کا اپنے قلم سے لکھا ہوا اخلاص نامہ پہنچ گیا جس نے ان لوگوں کی ساری خوشیاں خاک میں ملا دیں۔ حضرت مصلح موعود نے اس مکتوب کی نقل مندرجہ ذیل پیغام کی صورت میں شائع فرمائی۔

برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

فتنہ پرداز لوگ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر اور ان کے خاندان پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر چوہدری صاحب کی خصوصاً اور ان کے خاندان کی عموماً خدمات ایسی شاندار ہیں کہ مجھے یا کسی اور کو اس بارے میں لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن ہر احمدی چونکہ نہ چودھری صاحب

---

[1] مکتوب ۲۸ اگست ۱۹۵۶ء (ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

سے پوری طرح واقف ہے نہ ان کے خاندان سے اور چونکہ ایک مخلص دوست نے کراچی سے لکھا ہے کہ چوہدری صاحب کے بارے میں جلدی اعلان ہونا چاہیئے تھا۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں عزیزم چوہدری صاحب کا خط با دلِ نخواستہ اس لئے کہ چوہدری صاحب اور ان کے والد صاحب مرحوم کی قربانیاں خلافت کے بارے میں ایسی ہیں کہ ان کی برأت کا اعلان خواہ انہی کی قلم سے ہی ہو مجھ پر گراں گزرتا تھا لیکن دشمن چونکہ اوچھے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں اس لئے میں چودھری صاحب کا خط الفضل میں شائع کرواتا ہوں جن لوگوں کے دل میں منافقوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کی وجہ سے چوہدری صاحب کے بارے میں کوئی شک یا تردّد پیدا ہوا تھا وہ استغفار کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں چودھری صاحب کا یہ شکوہ بجا ہے کہ کیوں نہ میں نے عہدِ وفاداری کے طلب کرتے ہی خود اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں چوہدری صاحب کے پوچھے بغیر ہی ان کی وفاداری کا اعلان کرتا ہوں بے شک ان کا حق یہی تھا کہ میں ان کی طرف سے ایسا اعلان کر دیتا لیکن منافق دشمن اس پر پروپیگنڈا کرتا کہ دیکھو چوہدری صاحب اتنی دور بیٹھے ہیں پھر بھی یہ شخص جھوٹ بول کر انکے منہ میں الفاظ ڈال رہا ہے اور ہم لوگ اس جھوٹ کا جواب دینے کی مشکل میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چوہدری صاحب دور بیٹھے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ اس وقت جس دشمن سے ہمارا واسطہ پڑا ہے وہ کتنا جھوٹا ہے ہزاروں ہزار آدمیوں کی طرف سے وفاداری کا اعلان ہو رہا ہے مگر "اخبار نوائے پاکستان" لاہور یہی لکھے جا رہا ہے کہ ہمیں معتبر ذرائع سے خبر ملی ہے کہ مرزا محمود کی جماعت زیادہ زیادہ متحد ہوتی جا رہی ہے کہ ان کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ پیش کرے۔ پس چوہدری صاحب کا اپنا خط چھپنا ہی مناسب تھا۔ اس خط سے جتنے دشمن کے دانت کھٹے ہوں گے میرے اعلان سے اتنے کھٹے نہ ہوتے۔ بلکہ وہ یہ شور مچاتا کہ اپنے پاس سے بنا کر جھوٹے اعلان کر رہے ہیں۔

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

۲۲/۸/۵۶[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

نقل خط چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ ۱۱/ اگست ۱۹۵۶ء

سیدنا و امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

یہاں الفضل کے پرچے ہوائی ڈاک سے ہفتہ میں ایک بار پہنچتے ہیں۔ ابھی ابھی ۳۱ جولائی لغایت ۵/ اگست کے پرچے ملے۔ ۴/ اگست کے پرچہ میں حضور کا اعلان پڑھا۔ اسکے پڑھنے پر خاکسار گزارش کرتا ہے۔

اندریں دیں آمدہ از مادریم واندریں از دار دنیا بگذریم انشاء اللہ

باون سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک چہرہ پر نظر پڑنے کی خوش نصیبی کیساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحم اور ذرہ نوازی سے یہ حقیقت ایک بچے کے دل میں راسخ کردی کہ یہ چہرہ راستباز پہلوان کا چہرہ ہے۔ پھر جذبات کے ساتھ دلائل۔ براہین بینات کا سلسلہ شامل ہوگیا اور جاری ہے۔

حضور کا وجود یوم پیدائش بلکہ اس سے بھی قبل سے اس سلسلہ کا ایک اہم جزو ہے۔ خاکسار کو یاد ہے کہ ۱۹۱۴ء میں لنڈن میں جس دن وہ ڈاک ملی جس میں اختلاف کے متعلق مواد آیا تھا تو وہی دن ڈاک کے واپس جانے کا تھا پس اتنا معلوم ہونے پر کہ اختلاف کیا ہے خاکسار نے بیعت کا خط لکھ کر ڈاک میں ڈال دیا اور باقی حصہ ڈاک بعد میں پڑھا جاتا رہا۔ اس دن سے آج تک پھر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم اور ذرہ نوازی سے با وجود اپنی کوتاہیوں۔ کمزوریوں اور غفلتوں کے وہ عہد جو اس دن باندھا تھا مضبوط سے مضبوط تر ہوگیا آیات اور بینات انعامات اور نوازشات نے اس تعلق کو وہ رنگ دے دیا ہے کہ خود دل جو اس کی لذات سے تو متواتر بہرہ ور ہوتا ہے اس کی حقیقت کی تہ نہیں پہنچ پاتا چہ جائیکہ قلم اسے احاطہ تحریر میں لاسکے۔

اب جو عہد حضور نے طلب فرمایا ہے دل و جان اس کے مصدق ہیں۔ جو کچھ پہلے حوالہ کر چکے ہیں وہ اب بھی حوالہ ہے ظاہری فاصلہ ہونے کی وجہ سے خاکسار یہ التجا کرنے پر مجبور ہے کہ ایسے اعلان کے ساتھ حضور یہ اعلان فرمادیا کریں کہ ہم اپنے فلاں دُور اُفتادہ غلام کی طرف سے

اس پر لبیک کا اعلان کرتے ہیں تا یہ خاکسار کسی موقعہ پہ ثواب میں پیچھے نہ رہ جائے حضور کو اس وجہ
حسنِ ظن رہے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی کمال ستاری اور ذرہ نوازی سے خاتمہ بالخیر کی ہوس کو جو ہر
مومن کی آخری ہوس ہوتی ہے پورا کرتے ہوئے فادخلی فی عبادی کی بشارت کے ساتھ اپنے
ہاں طلب فرمائے گا۔ بابی انت وامی طالب دعا حضور کا غلام ظفراللہ خاں ۱؎

عکس مکتوب چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب

ہیگ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۱ر اگست ۱۹۵۶ء۔

سیدنا و امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
یہاں الفضل کے پرچے ہوائی ڈاک سے ہفتہ میں ایک بار پہنچتے ہیں۔
ابھی ابھی ۳۱ جولائی تا ۵ اگست کے پرچے ملے۔ ۴ اگست کے پرچے
میں حضور کا اعلان پڑھا۔ اس کے پڑھنے پر یہ خاکسار گذارش
کرتا ہے "اندریں دین آمدہ از مادریم واندریں از دارِ دنیا
بگذریم"۔ انشاء اللہ۔ باون سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے مبارک چہرہ پر نظر پڑنے کی خوش نصیبی کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ
نے محض اپنے فضل و رحم اور ذرہ نوازی سے یہ حقیقت ایک بچے کے دل میں
راسخ کردی کہ یہ چہرہ اس کے راستباز پہلوان کا چہرہ ہے۔ پھر جذبات کے ساتھ
دلائل۔ براہین۔ بینات کا سلسلہ شامل ہوگیا۔ اور جاری ہے۔ حضور
کا وجود یوم پیدائش بلکہ اس سے بھی قبل سے اس سلسلہ کا ایک اہم

۱؎ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ر اگست ۱۹۵۶ء ص ۱ و ۱۲

جزو ہے ۔ خاکسار کو یاد ہے کہ ۱۹۱۴ء میں لندن میں جس دن وہ ڈاک ملی جس میں اختلاف کے متعلق مواد آیا تھا تو وہی دن ڈاک کے واپس جانے کا تھا ۔ بس اتنا معلوم ہونے پر کہ اختلاف کیا ہے خاکسار نے بیعت کا خط لکھ کر ڈاک میں ڈال دیا اور باقی حصہ ڈاک بعد میں پڑھا جاتا رہا اس دن سے آج تک پھر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم اور ذرہ نوازی سے باوجود اپنی کوتاہیوں ۔ کمزوریوں اور غفلتوں کے وہ عہد جو اس دن باندھا تھا مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا ۔ آیات اور بینات ۔ انعامات اور نوازشات نے اس تعلق کو وہ رنگ دے دیا ہے کہ گو دل جو اس کی لذات سے تو متواتر بہرہ ور ہوتا ہے اس کی حقیقت کی تہ کو نہیں پہنچ پاتا چہ جائیکہ قلم اسے احاطہ تحریر میں لا سکے ۔ اب جو عہد حضور نے طلب فرمایا ہے دل و جان اس کے مصدق ہیں ۔ جو کچھ پہلے حوالہ کئے ہیں وہ اب بھی حوالہ ہے ۔ ظاہری سلسلہ ہونے کی وجہ سے خاکسار یہ التجا کرنے پر مجبور ہے کہ ایسے اعلان کے ساتھ حضور یہ اعلان بھی فرما دیا کریں کہ ہم اپنے فلاں دور افتادہ غلام کی طرف سے اس پر لبیک کا اعلان کرتے ہیں تا یہ خاکسار کسی موقعہ پر ثواب میں پیچھے نہ رہ جائے ۔ حضور کو اس درخواست کا خیال رہیگا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی کمال ستاری اور ذرہ نوازی سے خاتمہ بالخیر کی ہوس کو جو ہر مومن کی آخری ہوس ہوتی ہے پورا کرتے ہوئے فادخلی فی عبادی کی بشارت کیساتھ اپنے جاں طلب فرمائیگا بابی انت و امی ۔

طالب دعا خاکسار
حضور کا غلام
ظفر اللہ خان
والسلام

دوسرا اخلاص نامہ اور حضرت مصلح موعود کا پیغام

چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی طرف سے چند ہفتہ بعد حضرت امام ہمام کی خدمت اقدس میں ایک اور مکتوب پہنچا جسے اپنی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر حضور انور نے مندرجہ ذیل ارشادات کے ساتھ سپرد اشاعت فرما دیا۔

"چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ایک ضروری خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے دو اہم امور کا فیصلہ ہو جاتا ہے ایک امر وہ پروپیگنڈا ہے جو مولوی عبد المنان صاحب کے ساتھی جماعت میں کر رہے ہیں کہ گویا مولوی عبد المنان کی علمی تحقیقاتوں اور کارروائیوں کا شہرہ امریکہ تک پہنچا جس پر امریکہ نے ان کو اپنے ملک میں تقریر کی دعوت دی اور پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ دعوت چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی سفارش پر ہوئی تھی۔ نہ ان کی عالمی شہرت کی وجہ سے جیسا کہ تھوڑے دنوں میں تحقیقی طور پر ثابت ہو جائے گا مولوی عبد المنان صاحب کی مسند احمد کی تبویب نہ کوئی نیا کارنامہ ہے نہ کوئی علمی تحقیق ہے۔ یہ کام کوئی چالیس سال سے مسلمانوں میں ہو رہا ہے اور مصر اور ہندوستان کے علماء اس میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض کتابوں سے پتہ لگتا ہے کہ بعض لوگ اس کو مکمل بھی کر چکے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ محنت کا کام ہے۔ جیسے ڈکشنری میں سے لفظ نکالنے کا کام محنت کا کام ہوتا ہے۔ مگر علمی وسعت نظر کا کام نہیں۔ مدرسہ احمدیہ کے بعض پرانے اساتذہ کہتے ہیں کہ جب مولوی عبد المنان صاحب اسکول میں انجمن کے تنخواہ دار ملازم تھے تو خود بھی اپنا وقت اس کام پر صرف کرتے تھے۔ اور بعض طلباء سے بھی مدد لیتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب بہر حال کوئی نہ کوئی دوست کچھ دنوں تک اس مسئلہ پر تفصیلی اور مکمل روشنی ڈال دیں گے۔ مصر کے ایک عالم نے اس کتاب کی تبویب کی چودہ[14] جلدیں شائع کی ہیں جو کہتے ہیں کراچی اور لاہور میں مل سکتی ہیں۔ گو شبہ ہے کہ ابھی کچھ جلدیں شائع ہونی باقی ہیں۔ ان جلدوں میں سے بہت سی ہماری جامعۃ المبشرین کی لائبریری میں موجود ہیں۔ اور کچھ جلدیں قادیان کے زمانہ سے میری لائبریری میں موجود تھیں جواب یہاں آگئی ہیں۔[1] بے شک حضرت خلیفۂ اول کے زمانہ میں ایسی کوئی کتاب شائع

---

[1] یہ کتاب "الفتح الربانی" کے نام سے ۲۱ جلدوں میں مکمل طور پر چھپ چکی ہے۔ (بقیہ صفحہ پر)

نہیں ہوئی تھی ۔ یہ جلدیں غالباً مرزا ناصر احمد کی ولایت سے واپسی پر مَیں نے اس کے ذریعہ سے مصر سے منگوائی تھیں ۔

" اس خط سے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے جو بعض دوستوں نے اپنے خطوں میں ظاہر کیا ہے جو یہ ہے کہ مولوی عبدالمنان کو امریکہ بھجوا کر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے فتنہ کا دروازہ کھولا ۔ اور ان کے دوستوں کو جھوٹے پروپیگنڈا کا موقعہ دیا ۔ مگر جیسا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے خط سے ظاہر ہے انہوں نے موجودہ حالات کے علم سے پہلے یہ کوشش کی تھی اور اس خیال سے کی تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کے بیٹوں میں سے ایک ہی بیٹے کو کچھ علمی شغف ہے اور وہ علمی مجالس میں آجائے تو اس طرح شاید سلسلہ کو کچھ فائدہ پہنچ جائے گا ۔ چونکہ عبدالمنان صاحب تحریک جدید کے ایک عہدہ پر مقرر تھے اس لئے چوہدری صاحب کا یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ یا ان کے گہرے دوست کوئی بات سلسلہ کے خلاف کریں گے ۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ چوہدری غلام رسول ۳۵ قسم کے لوگ اخباروں میں ان کو حضرت مولانا عبدالمنان کر کے لکھیں گے چوہدری صاحب نے مولوی عبدالمنان وکیل التصنیف کی سفارش کی ۔ انہوں نے حضرت مولانا عبدالمنان کی سفارش نہیں کی تھی ۔ اس لئے ان پر الزام لگانا درست نہیں اور جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے الاعمال بالنیات ان کی نیت کو دیکھنا چاہیئے جو ظاہر ہے عمل کو نہیں دیکھنا چاہیئے ۔ ہاں لوگ واقعات کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ایسے لوگوں میں گھستے ہیں وہ اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دے دیتے ہیں کہ ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ [1]

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [2]

(بقیہ حاشیہ ص۷۷ سے آگے) اور خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے اس کے مرتب نامور مصری عالم احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی ۔ (ناشر مطبعۃ الاخوان المسلمین سن اشاعت جلد ۲۱ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵۸-۱۹۵۷ء

[1] الشعراء ۲۲۸

[2] روزنامہ الفضل ربوہ ۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا خط

ہیگ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۶ء

سیدنا و امامنا ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضور کے ارشاد کے ماتحت پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے خاکسار کو محترمہ عائشہ صاحبہ (جنہیں خاکسار تو ذاتی طور پر نہیں جانتا) کے خط کی نقل ارسال کی ہے جو محترمہ مذکورہ نے حضور کی خدمتِ اقدس میں لکھا ہے۔ ان بچوں نے اگر ایسی کوئی بات بھی کہی ہے تو بہت دکھ دینے والی بات ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ خاکسار نے مکرمی مولوی عبدالمنان عمر صاحب کے امریکہ جانے کے متعلق جو کوشش کی اس میں خاکسار کی نیت اپنے علم کے مطابق سلسلہ کے ایک عالم اور مخلص خادم کے لئے ایک موقع بہم پہنچانا تھا جس سے وہ خود بھی فائدہ اٹھا سکیں اور سلسلہ کی خدمت کا اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کر سکیں۔ خاکسار کا ان کے متعلق بوجہ ان کے سلسلہ میں وکیل کے عہدہ پر فائز ہونے، بوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا فرزند ہونے اور بوجہ اس کے کہ اپنے بھائیوں میں صرف اکیلے وہی علمی مذاق رکھتے ہیں اور علم کا اکتساب کر سکتے ہیں۔ یہی اندازہ اور یہی حسنِ ظن تھا جو خاکسار نے لکھا ہے ان امور کا جو ان کے چھوٹے بھائی کے متعلق جو بعد میں ظاہر ہوئے ہیں یا جن کا ذکر محترمہ عائشہ صاحبہ کے خط میں ہے خاکسار کو نہ علم تھا نہ اندازہ۔ ممکن ہے کہ مکرمی مولوی عبدالمنان عمر صاحب بھی ان امور میں ملوث ہوں خاکسار کو اس کا بھی کوئی علم اس سے زائد نہیں۔ جو اشارہ حضور نے کوہ مری سے ارسال کردہ اپنے والانامے میں فرمایا تھا بوجہ مرکز سے باہر ہونے کے موجودہ فتنہ کے متعلق خاکسار کا علم انہیں امور تک محدود ہے جو الفضل میں شائع ہوئے ہیں ان امور کی تفتیش حضور کے ہاتھ میں اور حضور کے ارشاد کے ماتحت اور حضور کی ہدایات کے مطابق حضور کے خدام کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے حضور کی ذاتِ مبارک اور سلسلہ عالیہ کو ہر قسم کے خطرہ پریشانی اور ابتلا سے محفوظ رکھے آمین۔

جو امر حضور کے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اس کے مطابق حضور کے خدام کا عمل پیرا ہونا بھی عین سعادت اور تقاضائے عہد و اطاعت و فرماں برداری ہے لیکن جب تک کسی امر کا انکشاف نہیں ہوا تھا اور کوئی ایسی بات ظہور میں نہیں آئی تھی اس وقت جن خدام کا عمل

حسنِ ظن کے مطابق رہا وہ الاعمال بالنیات کے حکم کے تابع تھا۔ والا صدق و اخلاص اور اطاعت و وفا کا عہد وہیں ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور اس کی عطا کردہ توفیق سے انشاء اللہ پورا ہوتا چلا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے حضور کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ اور اپنے مبارک ارادوں کی تکمیل کی توفیق عطا فرماتا جائے اور ہم سب خدام کو اِن برکات سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن کے نزول کا حضور کا وجود باجود ذریعہ ہے اور جو حضور کی ذات مبارک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور حضور کو ہر پریشانی اور حزن سے محفوظ رکھے آمین۔ والسلام

حضور کا غلام

طالب دعا خاکسار ظفر اللہ خان[1]

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ ایڈووکیٹ کا پُر خلوص مکتوب

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم امیر جماعت احمدیہ گجرات نے ۶ اگست ۱۹۵۶ء کو حضور کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

گجرات ۶ ۸ ۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جان سے پیارے آقا۔ ایدکم اللہ بنصرہٖ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور!

آج کی ڈاک میں مجھے اخبار "سفینہ" لاہور کا پرچہ مورخہ ۵ ۹ ۵۶ موصول ہوا ہے۔ جو میرے نہایت ہی پیارے دوست ملک مبارک احمد صاحب[2] ایمن آبادی نے مجھے بھیجا ہے اس کے پہلے صفحہ کے کالم نمبر ۲ پر فتنہ پردازوں کی فہرست میں خاکسار کا نام بھی ازراہِ شرارت درج کیا گیا ہے۔

---

[1] روزنامہ الفضل ۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ و ۸ [2]:۔ مدیر "رفتار زمانہ"

جس وقت یہ اخبار مجھے ملا۔ اس وقت میرے پاس الحاج مرزا اللہ دتہ اور الحاج میاں برکت علی صاحب مینجنگ ڈائریکٹر گجرات پنجاب بس سروس (غیر احمدیاں) اور برادرم ملک عزیز احمد صاحب مبلغ جاوا کے والد محترم ملک محمد شفیع صاحب تشریف فرما تھے اور اخبار موصول ہونے سے ایک منٹ پہلے مرزا اللہ دتہ صاحب نے برسبیل تذکرہ مجھ سے پوچھا کہ آجکل اخبارات میں آپ کی جماعت کے کسی اندرونی انتشار کا ذکر آرہا ہے یہ کیا معاملہ ہے تو میں نے ان سے کہا کہ اخبارات خواہ مخواہ اس بارے میں جھوٹی خبریں شائع کر رہے ہیں اور یہی ان کا ہمارے خلاف پرانا شیوہ ہے اتنے میں اخبار سفینہ آگیا تو میں نے اسی وقت مرزا صاحب موصوف کو یہ اخبار دکھا کر کہا کہ یہ تازہ بتازہ اور زندہ مثال دیکھ لیجئے دریں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں اور ان تمام آدمیوں پر جو اس فتنہ میں شریک ہیں لعنت بھیجتا ہوں اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر دل وجان سے فدا ہوں اور حضور کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہی اپنی نجات سمجھتا ہوں لیکن اخبار مذکور کی خباثت ملاحظہ ہو کہ میرا نام بھی اس نے ان لعنتیوں کی فہرست میں شامل کر دیا ہے اس سے بڑھ کر اور ثبوت آپ کیا چاہتے ہیں

حضور ! میں یہ سطور حضور کی خدمت میں اس لئے نہیں لکھ رہا کہ مجھے یہ وہم ہے کہ شاید حضور اخبار مذکور کی اس شرارت آمیز خبر کی وجہ سے میرے بارے میں کوئی گمان فرمائیں۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ میرے بارے میں حضور کو کبھی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس غرض سے لکھ رہا ہوں کہ خاکسار کا یہ عریضہ "الفضل" میں شائع کر دیا جائے تاکہ مخالف اخبارات اور فتنہ پردازوں کی کذب آفرینی تعلیم یافتہ اور انصاف پسند غیر احمدی شرفاء پر اچھی طرح واضح ہو جائے اور وہ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔

حضور کے بارے میں میرا ایمان علی وجہ البصیرت ہے اور حضور کی ذات سے مجھے عقیدت نہیں بلکہ عشق ہے اور میں حضور کو اس وقت سے "مصلح موعود" کی پیشگوئی کا مصداق یقین کرتا ہوں جبکہ ابھی تک حضور نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا تھا۔ اس بارے میں سلسلہ کا لٹریچر اور میری تحریرات گواہ ہیں پھر جب حضور نے علم الٰہی کی بنا پر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو وہ ایمان جو علم الیقین کے رنگ میں تھا حق الیقین بن گیا۔ اور اب تک خدا

کے فضل سے قائم ہے اور انشاء اللہ العزیز قبر میں ساتھ جائے گا۔

تَبْلَى عِظَامِي وَ فِيهَا مِنْ مَوَدَّتِكُمْ ۔ هَوًى مُقِيمٌ وَ شَوْقٌ غَيْرُ مُنْصَرِمٍ [1]

مجھے ان معترضین کی جہالت پر تعجب آتا ہے کہ ان لوگوں کو کچھ بھی علم نہیں مگر اخبارات کے کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں۔ .... اس طرح ایک دو دن ہوئے "پاکستان ٹائمز" میں ایک صاحب کا خط چھپا تھا جس میں محترمی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے مطبوعہ خط کے اس فقرہ پر اعتراض کیا گیا تھا کہ حضور تو حضور کی ولادت باسعادت سے بھی پہلے احمدیت کا ایک مرکزی جز تھے۔ ظاہر ہے کہ محترم چوہدری صاحب کا اشارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود کی طرف تھا۔ جو حضور کی ولادت سے تین برس پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع کی گئی تھی۔ اور جس کے عین مطابق حضور ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ پھر چوہدری صاحب محترم کا اشارہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشگوئی کی طرف تھا کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو اس کے ہاں ایک عظیم الشان بیٹا پیدا ہو گا۔ پھر چوہدری صاحب محترم کا اشارہ حضرت نعمت اللہ ولی کی اس مشہور و معروف پیشگوئی کی طرف تھا ؎

پسرش یادگارمی بینم

یعنی امام مہدی کے بعد اس کا ایک بیٹا اس کا جانشین اور خلیفہ ہو گا۔ ان تینوں پیشگوئیوں میں حضور کے وجود باجود کی واضح طور پر خبر دی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ اسلام کی جو فتح آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کی بعثت کے ساتھ مقدر ہے اس کی تکمیل میں حضور کی ذات کا بھی بہت بڑا حصہ ہے اس پیشگوئی کو ہم گزشتہ ۴۲ سال سے پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پس جو کچھ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے لکھا وہ بالکل درست تھا۔ لیکن پاکستان ٹائمز کے مکتوب نگار نے اپنی ناواقفیت اور جہالت کے باعث اس پر مذاق اڑا کر اہلِ علم کی نظروں میں خود اپنے آپ کو مضحکہ خیز بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقلِ سلیم عطا کرے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام۔

---

[1] (ترجمہ) میری ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں مگر تمہاری محبت کے باعث ان میں بھی محبت قائم و دائم ہے جو کبھی اُن سے جدا نہیں ہو گی۔

حضور کا ادنیٰ ترین غلام ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ
ضلع گجرات ۵۶/۶/۹ ؎

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا تار اور مکتوب

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ان دنوں بغرض تعلیم لنڈن میں قیام فرما تھے آپ نے اس فتنے کی اطلاع پاتے ہی حسب ذیل تار دیا ۔

L.T. London
Khalifatul Masih Rabwah.
I assure you all my unstinting loyalty to you till death Inshallah.
Tahir Ahmad

یعنی میں اپنی غیر متزلزل وفاداری کا دمِ مرگ آپ کو یقین دلاتا ہوں ۔ طاہر احمد
اس تار کے بعد آپ نے ۶ راگست ۱۹۵۶ء کو یہ مکتوب لکھا :۔
میرے پیارے ابا جان ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پاکستان میں جو مولوی عبدالوہاب اور ان کے ساتھیوں نے فتنہ برپا کیا ہوا ہے ۔ اس سے بہت تشویش ہوئی ۔ ہم سب دعا کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فتنہ پردازوں کا منہ کالا کرے ۔ جیسا کہ ہمیشہ کرتا رہا ہے ۔ دو تین ہفتے ہوئے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا ۔ کہ میں ربوہ میں پکی سڑک کی طرف سے داخل ہو رہا ہوں ۔ سامنے عین ربوہ کے مرکز میں منارۃ المسیح نظر آتا ہے ۔ جو نہایت اونچا اور شاندار ہے اور مجھے یہ وہم بھی نہیں آتا ۔ کہ یہ پہلے قادیان میں تھا ۔ اچانک میری نظر محلہ دارالصدر شرقی کے کوارٹرز کے حصہ کی طرف پڑتی ہے ۔ وہاں مجھے ایک نیا مکان نظر آتا ہے ۔ جس کی چھت پر ایک چھوٹا سا منارہ بنا ہوا ہے ۔ جس کی شکل منارۃ المسیح کی سی ہے ۔ اس کو دیکھ کر میری طبیعت میں سخت کراہت پیدا ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوگا ۔ میں اس گھر کی طرف جا کر اس کے رہنے والوں سے بات کرتا ہوں ۔ جو جہلم یا چکوال کی طرف کے مستری ٹائپ لوگ ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ہم نے تو محض سجاوٹ

؎ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ستمبر ۱۹۵۶ء صہ ۲

کے لئے بنایا ہے۔ دھوکہ دہی یا فتنہ کی نیت سے نہیں۔ میں قریب سے جب اس منارہ کو دیکھتا ہوں۔ تو اصل منارہ پر جہاں منارۃ المسیح لکھا ہوا ہے۔ اس کی وہ جگہ خالی پڑی ہے اس پر مجھے یہ تو تسلی ہوتی ہے کہ احمدیوں کو دھوکا نہیں ہوگا۔ مگر پھر میں سمجھتا ہوں۔ کہ سڑک پر سے گزرنے والے ناواقف غیر احمدی دھوکے میں پڑ جائیں گے۔ باجی، داؤد کو میں نے صبح اٹھتے ہی یہ خواب سنا دی تھی۔ اور ہم سب کا یہ خیال تھا۔ کہ خدانخواستہ کوئی فتنہ اٹھنے والا ہے۔ والسلام مرزا طاہر احمد"[1]

مسئلہ خلافت کے ایک اہم پہلو کی وضاحت

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے شروع اگست ۱۹۵۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت میں کتاب "برکاتِ خلافت" کے مندرجہ ذیل فقرات بغرض تشریح پیش کئے۔

"وہ ناوان جو کہتا ہے کہ گدی بن گئی ہے۔ اسکو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تو یہ جائز ہی نہیں سمجھتا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ چاہے مامور کر دے تو یہ الگ بات ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی طرح میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔" (برکاتِ خلافت ص۲۲ تقریر ۱۹۱۴ء)

۸/اگست ۱۹۵۶ء کو حضور نے اپنے قلم مبارک سے حسب ذیل الفاظ میں اس کی تشریح فرمائی:۔

"یعنی باپ کو بیٹے کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کرنا چاہیئے۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے منع فرمایا کیونکہ جو پانچ آدمی انہوں نے خود نامزد کئے تھے نہ کہ جماعت نے ان میں ان کا بیٹا بھی تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا اسے مشورہ میں شامل کرو خلیفہ مت بنانا پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک باپ اپنے بعد بیٹے کو خلیفہ نامزد نہیں کر سکتا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کے خلاف کیا اور اپنے بعد حضرت حسنؓ کو خلیفہ نامزد کیا۔ میرا رجحان حضرت علیؓ کی بجائے حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی طرف ہے خود حضرت حسنؓ بھی مجھ سے متفق نظر آتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بعد میں حضرت معاویہؓ کے حق میں دست برداری دے دی۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ باپ بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ بنا

---

[1] الفضل ۱۳/ستمبر ۱۹۵۶ء ص۴،۵

سکتا ہے تو کبھی دست بردار نہ ہوتے کیونکہ خلافتِ حقہ کا چھوڑنا ارشاد نبویؐ کے مطابق منع ہے ۔ مگر حضرت علی نے بھی غلطی نہیں کی ۔ اس وقت حالات نہایت نازک تھے ۔ کیونکہ خوارج نے بغاوت کی ہوئی تھی۔ اور دوسری طرف معاویہؓ اپنے لشکروں سمیت کھڑے تھے ۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی تبدیلی کو بڑے فساد پر ترجیح دی کیونکہ حضرت حسنؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں موجود تھیں ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے اور احتیاطیں بھی کی ہوں جن سے جمہور مسلمانوں کے حق محفوظ کر دیا ہو۔ گو وہ مجھے اس وقت یاد نہیں ۔ مرزا محمود احمد ۔ ۸/۹/۵۶ [1]

قرآن مجید کی رُو سے فتنوں پر تدبّر کرنے کی تحریک

۲ ۔ اگست ۱۹۵۶ء کو حضور نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ قرآن کریم پر غور اور تدبّر کرتے رہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی چالوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے ۔ چنانچہ حضور نے اس روز جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس کے ابتدائی حصہ میں بتایا کہ :-

"آجکل ہماری جماعت میں منافقین کا فتنہ شروع ہے ۔ چونکہ قرآن کریم میں بھی فتنوں کا ذکر آتا ہے اور ان کی ساری چالیں بیان ہوئی ہیں ۔ اس لئے جماعت کے دوست علاوہ صحابہؓ کے حالات کے ، اگر قرآن کریم کی ان آیات کو بھی غور سے پڑھیں تو انہیں ان کی ساری باتوں کا پتہ لگ جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ جب منافقوں کو ان کی باتیں سنائی جاتی ہیں ۔ تو وہ قسمیں کھاتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ ہم نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ان کی قسمیں کھانا ہی ان کی منافقت کا ثبوت ہے ۔ کیونکہ قسم ضرورت کے وقت کھائی جاتی ہے ۔ اور جو شخص بلا ضرورت قسمیں کھاتا ہے ۔ وہ منافق ہوتا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ [2] کہ تو ہر قسم کھانے والے ذلیل انسان کی اطاعت نہ کر یعنی اگر کوئی شخص تمہارے پاس آ کر قسمیں کھاتا ہے تو تم اس کی قسموں پر اعتبار کرتے ہوئے اس بات کو نہ مان

---

[1] الفضل ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ۔ [2] سورہ قلم : ۱۱

ہے بلکہ تو اس کے اعمال کی طرف دیکھ اگر اس کے اعمال ذلیل نظر آئیں تو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص تمہارے پاس آکر قسمیں کھاتا ہے اور اس کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال ناقص ہیں وہ نماز روزہ میں سُست ہے نیکی اور تقویٰ سے عاری ہے تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا قسمیں کھانا اس کی منافقت کی دلیل ہے........ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ[1] ان کے منہ سے بعض بُغض کی باتیں نکلی ہیں جن سے ان کی دشمنی ظاہر ہوگئی ہے وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر کسی کی منافقت کی بعض باتیں معلوم ہو جائیں تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی دوسری باتیں ثابت نہیں ہوئیں درست نہیں ہوتا۔ اگر اس کی بعض منافقانہ باتیں ثابت ہو چکی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ باقی باتیں بھی اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ پھر ہر چیز کا میلان ہوتا ہے ایمان کا بھی میلان ہوتا ہے نفاق کا بھی میلان ہوتا ہے اور کفر کا بھی میلان ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک نبی کی کسی پیشگوئی کے متعلق یہ کہتا ہے کہ جھوٹی نکلی ہے تو اگر اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ اگلی باقی پیشگوئیوں کو بھی درست تسلیم نہیں کرتا تو ہمیں اس کے ماننے میں کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[2] کہ دعویٰ نبوت سے پہلے میں تم میں ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں کیا تم میں عقل نہیں کہ میری اس زندگی پر غور کرو۔ اب اگر کوئی شخص کہہ دے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعوذ باللہ فلاں بُرائی تھی۔ تو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے صرف یہ کہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں فلاں بُرائی ہے۔ باقی

---

[1] آل عمران: آیت ۱۱۹ [2] یونس: ۱۷

برائیوں کا تو اس نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اگر وہ آپ کی طرف ایک جھوٹ منسوب کرتا ہے۔ تو وہ آپ کی طرف لاکھوں اور کروڑوں جھوٹ بھی منسوب کر سکتا ہے بہرحال جو بات اس کے متعلق معلوم ہو چکی ہے وہ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ[1] میں آ جائے گی اور جو بات معلوم نہیں لیکن اس کے متعلق کہی جاتی ہے وہ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ[2] میں آ جائے گی یعنی اگر کسی کے اندر تھوڑا سا گند پایا جانا ثابت ہو جائے تو اس کے اندر زیادہ گند کا پایا جانا بھی ماننا پڑے گا۔ پس دوستوں کو صرف ان باتوں کی طرف ہی نہیں دیکھنا چاہیئے جو منافق کہتا ہے بلکہ انہیں ان باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے جو اس کے اندر مخفی ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں انہی منافقوں کو دیکھ لو جنہوں نے اب فتنہ برپا کیا ہے ان کے جھوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک منافق نے میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق ایک بات بیان کی تھی۔ جب ہم نے راولپنڈی کے مربی سے دریافت کیا کہ اس نے فلاں شخص کو اپنے ہاں کیوں ٹھہرایا تو اس نے بیان کیا کہ اس منافق نے میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق فلاں بات بیان کی تھی جس کی وجہ سے مَیں نے اسے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن میاں بشیر احمد صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سب جھوٹ ہے بہرحال جب کوئی شخص ایک جھوٹ بولتا ہے تو وہ ہزار جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ صرف ایک جھوٹ ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر ایک جھوٹ ثابت ہو جائے تو باقی سارے جھوٹ خود بخود ثابت ہو جاتے ہیں.........بہرحال اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ[3] جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ بہت بڑا ہے اور چونکہ دلوں کی صفائی خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس لئے صرف ریزولیوشن پاس کر کے بھجوا دینے سے کچھ نہیں بنتا۔ کیونکہ منافق جو منصوبہ سوچتا ہے وہ دل میں سوچتا ہے۔ مَیں نے سفر

---

[1]–[2]–[3] آل عمران: ۱۱۹

سے واپس آتے ہی دوستوں کو اپنی ایک رؤیا سنائی تھی ۔ اس رؤیا میں بھی بعض لوگوں کی منافقت کی طرف ہی اشارہ تھا ۔ مَیں نے خواب میں ایک عورت کے متعلق دیکھا کہ اس نے مجھ پر مسمریزم کا عمل کیا ہے اور اس کا اثر مجھ پر ہو گیا ہے ۔ لیکن جب مَیں اس کی اس حرکت سے واقف ہو جاتا ہوں ۔ تو مَیں اسے کہتا ہوں کہ تُو نے میری بے خبری کے عالم میں مجھ پر مسمریزم کا عمل کیا تھا ۔ اب مجھے خبر ہو چکی ہے ۔ اور اب مَیں تیرا مقابلہ کروں گا ۔ اب تو مجھ پر عمل کر کے دیکھ لے ۔ پھر مَیں اسے خواب میں ہی کہتا ہوں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ۔ آپؐ کھانا کھاتے اور بھول جاتے کہ آپؐ نے کھانا کھایا ہے یا نماز پڑھتے تو بھول جاتے کہ آپؐ نے نماز پڑھی ہے ۔ یا نہیں پڑھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس جادو کا اثر تھا جو یہودیوں نے آپ پر کیا تھا ۔ ہم جادو کے تو قائل نہیں ہاں یہ ایک تدبیر تھی جو کی گئی اور مکر السیئة بھی ایک قسم کا جادو ہی ہوتا ہے ۔ خواب میں مَیں نے اس عورت سے یہی کہا کہ تو مجھ پر اب جادو کرے تو جانوں ۔ چنانچہ اس نے مجھ پر توجہ کی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ اس کے بعد مَیں نے اس کی انگلی پر توجہ کی ۔ تو وہ اکڑ گئی ۔ پھر ایک مرد آیا اور اس نے اس کی اس انگلی کو ٹھیک کرنا چاہا ۔ لیکن وہ ٹھیک نہ ہوئی ۔ مَیں نے اس مرد سے خواب میں کہا کہ اب یہ انگلی ٹھیک نہیں ہوگی ۔ اس عورت نے بے خبری کے عالم میں مجھ پر توجہ کر لی تھی ۔ اب مجھے علم ہو گیا ہے ۔ اب میں نے بھی اس پر توجہ کی ہے اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ میری توجہ کے اثر کو زائل کر سکو سو ان لوگوں نے بھی میرے ولایت جانے کو غنیمت جانا اور خیال کیا کہ اب خلیفہ باہر ہے ۔ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں لیکن ان بے وقوفوں نے یہ نہ جانا کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے یہ لوگ باوجود ارادہ کے میری غیر حاضری میں کچھ نہ کر سکے بلکہ ان کی شرارت کا وقت کھسکتے کھسکتے میری واپسی تک آ گیا چنانچہ جو گواہیاں ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ بات دراصل اس وقت شروع ہو گئی تھی جب مَیں ولایت گیا تھا لیکن وہ نکلی اس وقت جب مَیں واپس آ گیا تا اگر کوئی کارروائی کی جائے تو میرا وجود اور میری دعائیں بھی اس کے ساتھ شامل ہوں ۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ جتنی گواہیاں ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ یہ فتنہ اس وقت اٹھایا گیا تھا۔ جب مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا ۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کو مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا اور یہ باتیں مارچ ۱۹۵۵ء کی ہیں۔ لیکن ظاہر ہوئیں ۱۹۵۶ء میں آکر اور اب میں ان کا ہر طرح مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ گویا وہی رؤیا والی بات ہوئی۔ جو میں نے اس عورت سے کہی تھی کہ تم نے بے خبری میں مجھ پر حملہ کر لیا تھا۔ اب میں باخبر ہو چکا ہوں۔ اگر اب تم مجھ پر حملہ کرو تو جانوں۔ یہ کتنا بڑا نشان ہے جو ظاہر ہوا [1]

حضور نے خطبہ کے دوسرے حصہ میں احباب جماعت کو دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ:

"انہیں اس موقعہ پر ہوشیار رہنا چاہیئے اور چونکہ یہ معاملہ آسمانی ہے اس لئے انہیں دعاؤں میں لگے رہنا چاہیئے کیونکہ منافق کا علاج سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تمہارے ریزولیشن صرف اس کو ہوشیار کر دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جو دلوں کا واقف ہے۔ جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کیسے کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ جماعت کے متقی لوگ اب قسمیں کھا کھا کر منافقوں کے متعلق شہادتیں دے رہے ہیں۔ لیکن ان سے کوئی پوچھے کہ وہ سال یا چھ ماہ تک کیوں خاموش رہے تھے؟ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ کوئی لکھتا ہے سال ہوا میں نے یہ بات دیکھی تھی اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسے ظاہر کر دوں۔ کوئی لکھتا ہے چھ ماہ ہوئے میں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔ اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسے ظاہر کر دوں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ یہ معاملہ مخفی رہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اسے ظاہر کر دیا جائے۔ گویا جب خدا تعالیٰ نے چاہا کہ پردے

---

[1] "الفضل" ۸ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

پھاڑ دیئے جائیں۔ اور ان منافقوں کو ننگا کر دیا جائے۔ تو وہی لوگ جو ایک ایک سال تک بزدلی دکھاتے رہے تھے دلیر ہو گئے اور جو چھ ماہ تک ان باتوں کو چھپاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا اب بزدلی دور کر دو اور بھید ظاہر کر دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے گزشتہ جلسہ کے موقعہ پر یہ بات سُنی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ شوریٰ کے دنوں میں یہ بات ہوئی تھی اور ایک شخص نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ۱۹۵۴ء میں یہ بات ہوئی۔ اب دیکھ لو ۱۹۵۴ء والے نے دو سال یا اس سے زائد عرصہ تک ایک بات کو چھپائے رکھا۔ ۱۹۵۵ء والے نے ایک سال تک بات کو مخفی رکھا جلسہ سالانہ والے نے سات ماہ تک بزدلی دکھائی شوریٰ والا پانچ ماہ تک چپ رہا اب آکر یہ سب لوگ بہادر بن گئے اور انہوں نے سمجھا کہ حقیقت ظاہر کر دینی چاہیئے یہ چیز بتاتی ہے کہ اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جب اس نے کہا منہ بند رکھو تو منہ بند رہے اور جب اس نے منہ کھولنے کے لئے کہا تو وہ کھل گئے اسلیئے تم اس فتنہ کو دور کرنے کے لیے خدا تعالیٰ سے ہی کہو۔ پھر دیکھو گے کہ منافقت کی یہ سب باتیں ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل کر دے گا بشرطیکہ تم اپنے دلوں میں نیکی قائم کرو۔ میں تمہیں ایک چھوٹی سی بات کہتا ہوں کہ تم ایک ایک دو دو کر کے غور کرو اور سوچو کہ اگر خلافت مٹ جائے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا کوئی بھی امکان ہو سکتا ہے کہ تین سو سال میں احمدیت ساری دنیا میں غالب آجائے گی۔ چاہے کوئی شخص کتنا ہی بے وقوف ہو۔ اگر وہ پندرہ منٹ کے لئے بھی اس بات پر غور کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اگر تین سو سال میں احمدیت ساری دنیا پر غالب نہ آئی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکومت دنیا میں ہرگز قائم نہیں ہو سکتی۔ سیدھی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو دیس نکالا ابھی سے مل جائے گا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا آخری حربہ تھا کہ اس نے موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ایک نئی جماعت کو قائم کیا تا کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے۔ اگر ان منافقین

کی شرارتوں اور منصوبوں کے ذریعہ اس جماعت کو ناکام کر دیا گیا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ختم ہو جائے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام اپنے دعویٰ میں یقیناً ناکام ہو جائیں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالے اور مامور بھیجے تو بھیجے۔ احمدیت کے ذریعہ اسلام دنیا میں غالب نہیں آسکتا اب جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے اور ان کی ناکامی کا متمنی ہے وہ تو اس بات کو برداشت کرے گا لیکن جو سچا مومن ہے وہ اپنی موت تک دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت قائم کرنے کے لئے تیار رہے گا۔ اور اس کے لئے وہ کسی بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔[1]

---

[1] "الفضل" ۸ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۴

فصلِ سوم

مخالفینِ احمدیت کا متّحدہ محاذ

اس فتنہ کی آگ اگرچہ اہلِ پیغام نے بھڑکائی تھی مگر اس کو ہوا دینے کے لیے پاکستان کی احمدیت دشمن طاقتیں دیکھتے ہی دیکھتے متحد ہوگئیں اور پاکستانی اخبارات میں سے پیغام صلح کے علاوہ "آفاق" "تسنیم"۔ "سفینہ"۔ "کوہستان"۔ "احسان"۔ "نوائے وقت"۔ "امروز"۔ "چٹان"۔ "ڈی ٹائمز آف کراچی"۔ اور "پاکستان ٹائمز" نے منافقین کی خبروں کو خوب پبلسٹی دی۔ ڈھاکہ کے اخبار "پاسبان" نے ۶ر ستمبر ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں یہ خبر شائع کی جس کا عنوان تھا "جانشینی کے سوال پر جماعت احمدیہ میں پھوٹ پڑ گئی" نیز لکھا "جماعت احمدیہ نے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد کی زندگی ہی میں ان کی جانشینی کا مسئلہ قادیانیوں میں زبردست جنگ کا موضوع بن گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اپنے جانشین کو نامزد کرنا چاہتے ہیں"۔

اخبار کوہستان لاہور (۲۹ر اگست ۱۹۵۶ء) نے "مرزائی جماعت کا انتشار" کے زیرِ عنوان لکھا:

"موجودہ مرزا صاحب کے خلاف یہ بغاوت ایک تاریخی عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے خلاف زمانے کے انکار اور سائنس نے علَمِ بغاوت بلند کیا ہے۔ وقت کی دانش اور خدا کی غیرت نے انہیں للکارا ہے .... ہمارے نزدیک قادیانی جماعت کا یہ انتشار ..... وقت اور تاریخ کی قوتوں کا طبعی تقاضا ہے اس کے محرکات سائینٹفک ہیں۔ نفسیاتی ہیں، ارتقائی ہیں۔ ذہنی غلاموں پر سے پارسائی اور آقائی کا طلسم اتر رہا ہے .... عصری تقاضے خود اس فراڈ کے تانے بانے اُدھیڑ کر رکھ دیں گے۔ جس فراڈ کو تاریخ بے نقاب کرنے پر تلی ہوئی ہے اس کو اب رسوا ہونے سے روکا نہیں جا سکتا"۔

اخبار المنیر (لائلپور) نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اب اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ جماعت اندرونِ

ملک اور بیرونِ پاکستان اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکے گی۔ چنانچہ اس نے لکھا:۔

"ہم قادیانی جماعت کے حالات سے جتنی بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ اس کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ:

قادیانی جماعت پوری کی پوری سازش اور نفاق کا مرکز ہے مرزا محمود احمد صاحب کی گوناگوں شخصیت اور ان کی ناقابلِ تصور آمریت کا آہنی جال جب تک مضبوط تنا ہوا موجود ہے اس وقت تک یہ سازش کامیاب تو شاید نہ ہو سکے لیکن اس کا دائرہ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا اور مرزا محمود جب تک ذہنی اعتبار سے بالکل مفلوج اور جسمانی حیثیت سے معطل نہ ہو جائیں یا وہ بتقاضائے عمر طبعی اپنے پیش رو کے ساتھ عالم برزخ محاسبِ حقیقی کے روبرو پیش نہ ہو جائیں اس وقت تک یہ سازش پوری طرح دنیا کو اپنے حلقہ میں نہیں لے سکتی۔ البتہ بظاہر اس امر کا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ ان کے جانشین خواہ مرزا ناصر ہوں یا ظفر اللہ، عبدالمنان ہوں یا کوئی دوسری شخصیت قادیانی جماعت کا اس پر متحد ہونا اور منظم رہ کر جوں کا توں پاکستان میں ربوہ کی ریاست قائم رکھنا اور بیرون پاکستان اپنے کام کو وسیع کرتے چلے جانے کا سلسلہ حسبِ سابق باقی رہے گا الا کہ:

قادیانیوں کی مخالفت کرنے والی بعض جماعتیں حسبِ سابق اسی حماقتوں اور غلط کاریوں کو نہ اپنالیں جو قادیانیوں کو منظم ہونے پر مجبور کر دیں"[1]

ہفت روزہ "لاہور" کا حقیقت افروز اداریہ

احمدیت کی مخالف قوتوں کا اس طرح یکایک منافقین کی پشت پناہی میں جمع ہو جانا بے مقصد نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے وہی خطرناک عوامل کار فرما تھے جو ۱۹۵۳ء میں ملک میں فسادات کے شعلے بلند کرنے کا موجب ومحرک بنے تھے۔ چنانچہ ہفت روزہ "لاہور" نے ۳ ستمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"گزشتہ چند ہفتوں سے خلافتِ احمدیہ سے متعلق جماعت کے دو حصوں کے جرائد الفضل اور پیغام صلح میں ایک خالصۃً داخلی نوعیت کی بحث چل رہی تھی۔ جس میں دخل اندازی ہم نے "لاہور" کی بنیادی پالیسی

---

[1] ہفت روزہ "المنیر" لائلپور ۳ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

کے منافی جانا۔ ویسے بھی اگر دیانتدارانہ غیر جانبداریت کے ساتھ فکر کیا جائے تو جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت کے سلسلہ میں کسی قسم کی بحث و تحیص کا حق صرف انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جنہیں احمدیت کی تعلیم مرغوب ہوئی جو اس پہ ایمان لائے اور اس کے حلقہ بگوش ہوئے ۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ دو ایک ہفتوں سے بعض سیاسی ڈاکوؤں۔ صحافیوں ابن الوقتوں اور نیم مذہبی طالع آزماؤں نے بھی جماعت مذکور کی اس داخلی کش مکش کو خواہ مخواہ مجرمانہ سیاسی رنگ دے کر امن عامہ کو از سرِ نو خاکستر بنا دینے کی مہم شروع کر دی ہے۔ جس سے ہمارے بعض اچھے بھلے غیر جانبدار صحافی احباب بھی کسی قدر غلط طور پر متاثر ہوئے نظر آتے ہیں۔

سنہ ۵۳ء کے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں متذکرہ "احراری بچہ" کے ان نئے سرپرستوں نے اپنی اس تازہ دخل در معقولات کی بعض عجیب و غریب اور مضحکہ خیز و ناقابلِ اعتبار توجیہیں کی ہیں:۔

اوّل :۔ امام جماعت احمدیہ اپنے مخالفین کو قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

دوم :۔ جماعت کے ہیڈ کوارٹر میں ان کے مخالفین کا قافیہ تنگ ہے۔

سوم :۔ جماعت کے ہیڈ کوارٹر کا نظم و نسق "ریاست در ریاست" نوعیت کا ہے۔!

چہارم :۔ مظلوم احمدیوں نے اکابر جماعت سے رجوع کرنے کی بجائے خفیہ خطوط کے ذریعہ ہم سے درخواست اعانت کی ہے۔!! وعلیٰ ہذا القیاس!

وہ لوگ جو سنہ ۱۹۵۳ء کے مذہبی نما سیاسی فسادات کے حقیقی پس منظر سے آگاہ ہیں۔ انہیں خوب یاد ہوگا۔ کہ انہی سیاسی طالع آزماؤں نے (جو اب نہ جانے اقتدار کے کس مہرے سے ساجھے کی شہ پاکر پھر میدان فتنہ انگیزی میں در آئے ہیں) سنہ ۱۹۵۳ء کے آخر میں کس کس طرح جعلی خطوں فرضی بیانوں اور خود ساختہ مکاتیب کو ہوا دی تھی۔ کس کس طرح اپنی مذموم خواہشات کو خبروں کا رنگ دے کر نہ صرف شائع کیا۔ بلکہ بے بنیاد اور موہوم حادثات پر چسپاں کیا گیا۔ کس طرح سابق وزیر خارجہ کے گھریلو خطوط کے عکس چھاپ کر اُن میں من مانے سیاسی۔ معانی ٹھونس کر فتنہ آرائی کی گئی۔ الغرض سیاق و سباق سے بے نیاز فقروں کی غیر دیانتدارانہ زاش خراش کر کے معصوم اور سادہ لوح عوام کو اس قدر برانگیختہ کیا گیا۔ کہ یہ آگ شعلوں میں بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے آدھا ملک

ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا ۔ سول نظم ونسق عملاً معطل ہو گیا ۔ مرکزی حکومت کو طوعاً یا کرہاً مارشل لاء نافذ کرنا پڑا ۔ سیاسی ڈاکو چندوں کے رجسٹر خرد برد کر کے پھر اپنے اپنے حجروں اور قبتوں میں جا گھسے اور بے لوث مسلمانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی ہو گئے ۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعینہٖ اُسی قسم کی افترا پردازیوں کی مہم اور فتنہ آرائی کی انگیختیں اب پھر جاری ہیں ۔ چنانچہ

- کہیں گمنام و بے حیثیت آدمیوں کی طرف سے امام جماعتِ احمدیہ پر مقدمات کی جعلی خبریں چھاپی جا رہی ہیں ۔
- کہیں سابق وزیر خارجہ پاکستان کو (ان کے واشگاف اظہار والہیت کے باوجود) اپنے امام کے مدمقابل دکھا کر ان کی طرف سے جعلی پراپیگنڈے کے تیر چھوڑے جا رہے ہیں ۔
- اور کہیں بعض لوگوں کی طرف سے (جماعت اسلامی کی خط و کتابتی مہموں کی طرح) اپنے نام جعلی خطوط لکھوا کر اور انہیں نظام ربوہ کا مقہور جتا کر اُن سے ہمدردی کے طور پر پولیس اور حکومت کو تلقینِ کارروائی کی جا رہی ہے ۔

حالانکہ — مذہب سے اُنس رکھنے والے دل اور دماغ خوب جانتے ہیں ۔ کہ آقا اور مرید کا تعلق درحقیقت باپ اور بیٹے سے بھی کہیں گہرا ہوتا ہے اور ایک باپ اپنے بیٹوں کی تربیت و اصلاح کے لئے (جب تک وہ اس کے بیٹے کہلائیں) ہر طریق اختیار کرنے کا مجاز و مختار ہوتا ہے پیار کا ۔ محبت کا ۔ تلقین کا ۔ خوف یا مقاطعہ کا ۔ لیکن کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی کسی لغزش پر ڈانٹ پلائی ہو ۔ اور وہ بیٹا بھاگ کر اپنے باپ اور خاندان کے جانی دشمنوں کے قدموں میں جا پڑا ہو کہ —— میری امداد کیجیئے ۔ میرا باپ میرے خلاف ہو گیا ہے ۔ اور اگر کوئی بیٹا ایسا کرتا ہے تو ہمیں کوئی باپ دیانتداری سے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ وہ —— اپنے اُس بیٹے کو کس نام سے یاد کرے گا ۔ ہم صدقِ دل سے اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا مذہبی بیٹا جس کی شریانوں میں خالص خون دوڑ رہا ہو (ہماری مراد اپنے آقا سے عقیدت و والہیت کے سچے خون سے ہے) کبھی اپنے باپ کی سرزنش سے اس قدر غلط طور پر متاثر نہیں ہو سکتا کہ —— اپنے باپ اور اپنے خاندان کے جانی دشمنوں ہی کی پناہ میں چلا جائے ——

ہاں وہ اس گھریلو مقاطعہ سے متاثر ہو کر (اس وقت تک کے لئے جب تک کہ غلط فہمیوں کے تمام بادل چھٹ نہ جائیں اور گھر والے اُسے دوبارہ خندہ پیشانی سے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں) بے تعلقی نما خاموشی تو اختیار کر سکتا ہے لیکن یہ کہ وہ اپنے باپ اور اپنے کنبہ کے خون کے پیاسوں ہی سے ساجھا کر لے۔ ہم تو اس بے غیرتی کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔

یاد رہے ہم نے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کا لفظ تکرار کے ساتھ دانستہ استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ جس جماعت کے داخلی نظام کو ہمارے بعض دوستوں نے "ریاست در ریاست" کے خطرناک الزام سے موسوم کیا ہے۔ ہم پہ اس کی بے بسی اور الزام دینے والوں کی خوب آشامی خوب آشکارا ہے ــــ اور اس لئے بھی کہ اس قدر جابر و قاہر نظام کی تہمت کے باوجود ہم نے

ــ اکابر نظام کی زبان بندیاں بھی ہوتی دیکھی ہیں۔
ــ اُن کی معاشی ناکہ بندیوں کا نظارہ بھی کیا ہے۔
ــ معمولی معمولی چاقو اور نشتر رکھنے کی پاداش میں دس دس سال کے لئے قید ہوتے بھی دیکھا ہے

اور تو اور ــــ ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ ایک دن انہی سیاسی طالع آزماؤں کا ایک نمائندہ لائلپور کے مضافات سے چل کر اسی "ریاست در ریاست" کے ہیڈ کوارٹر پہ پہنچا۔ اور دن دہاڑے اس مبیّنہ ریاست کے سب سے بڑے رئیس کی گردن میں خنجر گھونپ کر چلتا ہوا ــــ آپ ہی بتایئے کہ اس واشگاف بے بسی پر مذکورۃ الصّدر تشدّد کی تہمت لگانا ــــ اگر ــــ حقائق سے غیر دیانتدارانہ پہلوتہی اور جانبدارانہ چشم پوشی نہیں تو اور کیا ہے ــــ ستم بالائے ستم یہ ــــ ہے کہ ــــ بے بسی کی انتہا پر بھی امن عامہ کے جن دعویداروں کو اس وقت اُس سفّاک کے مذموم فعل کی مذمت کی توفیق نہیں ملی تھی۔ اور جس غیر جانبدار صحافت کو رسمی طور پر بھی ان سیاسی ڈاکوؤں پہ قدغن بٹھانے کی تلقین و تحریک کی سعادت نصیب نہیں ہو سکی تھی ــــ ان کا نام نہاد جذبۂ اخوّت اور جوشِ حریّت آج چند بے نام خطوں اور بے عنوان افواہوں پر خواہ مخواہ کھولا ہوا ہے بتایئے ــــ اسے ایک غیر جانبدار مبصر جذبۂ ہمدردی سے تعبیر کرے گا یا نیتوں کے فتور سے! ــــ ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت نے اپنی رپورٹ میں ایک جگہ احراریوں کی اس سیاسی فتنہ انگیزی کا

کماحقہ تجزیہ کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھا تھا کہ ـــــ "یہ بچہ ابھی زندہ ہے اور راہ دیکھ رہا ہے کہ کوئی آئے۔ اور اُسے اٹھا کر گود میں لے لے ـــــ اور ہم آج متذکرہ بالا حقائق و شواہد کی بناء پر امن عامہ کے تحفظ کے داعیوں اور ذمہ داروں کو خبردار کرتے ہیں کہ ـــــ اُس بچے کو پھر گود میں لے لیا گیا ہے۔ چنانچہ حسب سابق اس کی نشو و نما اور تشہیر کے لیئے ایک طرف علماء نے فتنہ انگیزی سے بھرے ہوئے حلقہ اور قصبہ وار لیکچروں کی اور دوسری طرف بعض نامراد اخباروں نے انگارے اُگلتے ہوئے صحافتی کالموں کی مہم پھر تیز کر دی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت ذمہ دارانہ فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے ابھی سے کچلنے کا اہتمام کرتی ہے یا مہلک قسم کی بے پروائی اور بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانی کے سروں سے گزرنے کا انتظار کرتی ہے ـــــ ذہن نشین رہے کہ بھڑک کر بے قابو اور اپنے پرائے کی تمیز سے بے گانہ ہو جانا آگ کی خصلتِ اوّلین ہے۔ ذمہ داریت کا تقاضا یہی ہے کہ اسے بھڑکنے ہی نہ دیا جائے۔"

اخبار "ریاست" دہلی کی دلچسپ تجویز

بھارت کے مشہور صحافی سردار دیوان سنگھ مفتون نے اپنے اخبار "ریاست" میں فتنہ منافقین کو "احمدیوں کی خلافت کے متعلق خانہ جنگی" سے تعبیر کیا اور اپنے سکھ مذہب کی تاریخ کے پیشِ نظر یہ دلچسپ تجویز پیش کی کہ جماعت کے موجودہ امام و خلیفہ بالٰو اپنی زندگی میں آئندہ خلیفہ کا اعلان کر دیں یا ایک خفیہ وصیت کے ذریعہ نامزد کر دیں جس پر انتقال کے بعد عمل ہو چنانچہ لکھا:-

"احمدیوں کی خلافت کے متعلق خانہ جنگی۔ ایک عرصہ سے احمدی حضرات کے آئندہ خلیفہ کے مسئلہ کو بعض اخبارات میں زیرِ بحث لایا جا رہا ہے جسے یقیناً جماعتِ احمدیہ کی خانہ جنگی قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ان کے بعد اس جماعت کے خلیفہ اوّل کی پوزیشن مرحوم حکیم نور الدین کو حاصل ہوئی جو نہ صرف مذہبی حیثیت سے بلکہ طبی لحاظ سے بھی ملک کی ایک اہم ترین شخصیت تھے اور آپ کے انتقال کے بعد موجودہ خلیفہ حضرت بشیر الدین محمود مقرر ہوئے جو اس جماعت

کے پیشوا ہیں اور اب چونکہ آپ کی صحت اچھی نہیں بعض اصحاب اس کوشش میں ہیں کہ احمدی جماعت کے آئندہ خلیفہ ان کی پسندیدہ شخصیت ہوں۔

احمدی جماعت میں آئندہ کے خلیفہ کے متعلق یہ خانہ جنگی خلافِ توقع نہیں کیونکہ شاید ہی کوئی مذہب ایسا ہوگا جو جانشین کے متعلق خانہ جنگی کا شکار نہ ہوا۔ چنانچہ سکھوں میں گورو نانک کے انتقال کے بعد آپ کے ایک صاحبزادہ نے گورو ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ ناکام رہے اور پھر اس کے بعد ایک دوسرے گرو صاحب کے صاحبزادے رام رائے نے گورو ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور آپ نے حکومتِ وقت کی امداد سے ڈیرہ دون میں اپنا مذہب چلانا چاہا مگر آپ کو بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اور سکھوں کے بعد رادھا سوامی فرقہ میں بھی ان کے گورو صاحب جی مہاراج کے بعد ایک تو ان کے بڑے صاحبزادے نے گورو ہونے کا اعلان کیا اور ان کے ٹائپسٹ نے بھی گورو ہونے کا اڈہ جمانا چاہا مگر ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ احمدی جماعت کی اس خانہ جنگی کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ آئندہ کی خلافت کا مسئلہ موجودہ خلیفہ حضرت بشیرالدین محمود پر چھوڑ دیا جانا چاہیئے کیونکہ اس مسئلہ میں وہی سب سے بڑی اتھارٹی ہیں جن کے خلیفہ ہونے کا دنیا کے تمام احمدی اقرار کر چکے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یا تو موجودہ خلیفہ اپنی حیات میں ہی آئندہ کے خلیفہ کا اعلان کر دیں اور یا ایک وصیت کے ذریعہ آپ اس کا فیصلہ کر دیں اور اس وصیت کو راز میں محفوظ رکھا جائے جس پر آپ کے انتقال کے بعد عمل ہو تاکہ یہ جماعت خانہ جنگی کا شکار نہ ہو اور تمام احمدی اس وصیت پر عمل کرنا اپنا ایمان اور فرض سمجھیں۔"[1]

مفتریانہ پراپیگنڈا اور جھوٹی اور دلآزار خبریں

اس دور میں پاکستانی اخبارات نے جس طرح مفتریانہ پراپیگنڈا کیا اور جھوٹی خبریں پھیلائیں اُن کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ "مرزا محمود کے قریبی حلقے اس بات پر مصر ہیں کہ مرزا محمود کے بعد ان کے صاحبزادے مرزا ناصر یا کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے کچھ لوگ اس پر مصر ہیں کہ چودھری ظفر اللہ

---

[1] ہفتہ وار "ریاست" دہلی ۱۰ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۲ کالم ۳ ر ۴

خاں کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ مرزائیوں کے اس باہمی خلفشار سے تنگ آکر بہت سے قادیانی ترکِ مرزائیت کر کے اسلام (؟) قبول کر رہے ہیں"

("نوائے پاکستان" لاہور ۲؍ اگست ۱۹۵۶ء، صہ)

۲۔ "قادیانی خلافت کشمکش سے تنگ آکر اکثر قادیانی اب ربوہ چھوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ربوہ کی کوٹھیوں، مکانات وغیرہ کی فروختگی کے سلسلہ میں چنیوٹ کے مشہور و معروف سوداگروں سے بات چیت شروع کر دی ہے ...... مرزا محمود نے انجمن احمدیہ کی گرانقدر رقوم ڈرامائی انداز میں اپنے نام پر منتقل کر دی ہیں اور بیت المال کا کافی سرمایہ خورد برد کیا جا رہا ہے"

(نوائے پاکستان ۲۸؍ اگست ۱۹۵۶ء، صہ)

۳۔ "مرزا صاحب کے باغیوں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے ایک لاکھ افراد کی اس قوم میں باغیوں کی تعداد کافی بتائی جاتی ہے"

(کوہستان ۲؍ ستمبر ۱۹۵۶ء زیر عنوان "نشیب و فراز")

۴۔ لاہور کے ایک اخبار نے ۷؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو یہ بے بنیاد خبر شائع کی کہ "مشرقی پاکستان کے قادیانیوں نے بھی مرزا محمود کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا"

اخبار "الفضل" (۱۴؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء) نے اس کے جواب میں حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا۔

"لاہور کے ایک اخبار نے اِن دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف جھوٹی خبروں کی ایک مہم جاری کر رکھی ہے۔ اصولاً ہم اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے اس کا جواب تو وہی عالم الغیب ہستی ہی دے گی جس کے سامنے بعض مذہب کا لبادہ اوڑھنے والے ان اخلاقی اور روحانی اقدار کی بیخ کنی کر رہے ہیں جن کو اس نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ دنیا میں قائم فرمایا تھا۔ لہٰذا ہمارا طرزِ عمل ابتداء ہی سے قرآن مجید کی اس ہدایت و رہنمائی کے مطابق رہا ہے کہ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۃ فرقان)[1] ہمارا خیال تھا کہ ہمارا یہ قطعی مؤقف بھی خبر سازی کی اس مہم کو ٹھنڈا کر دے گا۔ اور کذب اور

---

[1] آیت: ۶۴

افترا کا یہ کھیل آپ ہی ختم ہو جائے گا۔ مگر افسوس حق و صداقت کے اس خاموش احتجاج کا نتیجہ یہ برآمد ہو رہا ہے کہ نہایت دلیری کے ساتھ اب مزید غلط بیانیوں کا سہارا لیا جانے لگا ہے۔ جس کی تازہ ترین مثال وہ خبر ہے جو اس نے جماعتِ احمدیہ میں بنگالی اور پنجابی کشمکش پیدا کرنے اور منافرت پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں وضع کی ہے۔ "مشرقی پاکستان کے قادیانیوں نے بھی مرزا محمود کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا" یہ مضحکہ خیز سرخی جمانے کے بعد اس اخبار نے خبر تراشی کے کمالات دکھاتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ

"برہمن بڑیہ کے قادیانی مبلغ مولوی ظل الرحمن کو ان کی تیس سالہ ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔ مرزا محمود نے وہاں عام بغاوت کے پیشِ نظر اپنے خاص نمائندے مولوی جلال الدین شمس اور مولوی عبدالرحیم درد کو وہاں حالات معلوم کرنے کی غرض سے ایک وسیع دورے پر بھجوایا تھا۔ اور ان کی واپسی پر اب اپنے ربوہ کے خاص مبلغین مولوی محمد اجمل شاہد اور مہاشہ محمد عمر اور مولوی رحمت علی کو اپنے خاص مشن کے لیے تقرر کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ تینوں آدمی مشرقی پاکستان کی اہم زبان "بنگلہ" بولنے تک کی بھی استعداد نہیں رکھتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ صرف معاملہ کی نزاکت کے پیشِ نظر کامل نگرانی کے لئے وہاں مامور کئے گئے ہیں۔ یہ تینوں اصحاب پورے مشرقی پاکستان میں وسیع پیمانے پر دورے کر کے حالات پر قابو پانے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

مذکورہ خبر میں "حقیقت پسندی" کا جو نیا ریکارڈ قائم کیا ہے اس پر گوئبلز کی روح بھی پھڑک اٹھی ہوگی۔ کیونکہ ایک مختصر سی عبارت میں نہایت خوبصورتی سے متعدد جھوٹ اور افترا جمع کر دینے کا سلیقہ ایسا ہے جس میں ان کا آج تک کوئی حریف پیدا نہیں ہو سکا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ:۔

اوّل:۔ مولوی ظلّ الرحمن صاحب ۶۰ سال کی عمر پا لینے پر صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق یکم دسمبر ۱۹۵۴ء سے ریٹائرڈ ہیں اور آج تک انہیں باقاعدہ پنشن مل رہی ہے۔ سلسلہ کے اس دیرینہ اور مخلص خادم کو پیشکش کی گئی ہے کہ اگر وہ کام کر سکتے ہیں تو انہیں دوبارہ کام پر لگایا جا سکتا ہے مگر انہوں نے اپنی بیماری اور عمر کے پیشِ نظر معذوری کا اظہار فرمایا ہے۔ کیا معطل ہونا اسی کو کہتے ہیں۔

دوم :- جناب مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ مہینوں صاحب فراش رہے ہیں آپ کافی عرصہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے گزشتہ چار ماہ کوئٹہ میں فروکش رہے اور اب دو ہفتے ہوئے ہیں کہ کوئٹہ سے واپس ربوہ تشریف لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کے "نامہ نگار" کو یہ بھی علم نہیں کہ کوئٹہ اور برہمن بڑیہ دو الگ الگ علاقوں کے شہر ہیں۔ ایک مغربی پاکستان میں ہے تو دوسرا مشرقی پاکستان میں۔ یعنی ایک مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں۔

سوم :- حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ جنہیں مفروضہ وفد کا دوسرا ممبر دکھایا گیا ہے۔ دس ماہ قبل (دسمبر ۱۹۵۵ء) میں انتقال فرما چکے ہیں۔ خدا جانے وہ کون سے "مولوی عبدالرحیم دردؔ" ہیں جن کی "زیارت حال ہی میں اس اخبار کے نامہ نگار" نے کی ہے۔

چہارم :- "خاص مبلغین" میں سے ایک مبلّغ مکرم جناب مولوی رحمت علی صاحب ہیں جو دسمبر ۱۹۵۵ء سے میو ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں اور دوسرے (مولوی محمد اجمل شاہدؔ) تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں پڑھاتے ہیں مگر اس اخبار کی فنِ خبر سازی کا کمال ملاحظہ ہو۔ کس طمطراق سے منادی کر رہے ہیں کہ:-

"تینوں اصحاب پورے مشرقی پاکستان میں وسیع پیمانہ پر دورے کر کے حالات پر قابو پانے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

پنجم :- خدا کے فضل سے اس وقت مشرقی پاکستان میں سلسلہ احمدیہ کے چھ مربّی فریضہ اصلاح و ارشاد سرانجام دے رہے ہیں۔ جن میں پانچ مشرقی پاکستان کے باشندے اور صرف ایک مغربی پاکستان کے رہنے والے ہیں اور ان سب کے انچارج اور نگران ایک بنگلہ جاننے والے بنگالی ہیں۔ ان واضح حقائق کی موجودگی میں "بنگلہ" نہ جاننے والوں کو نگرانی کے لیے مقرر کرنے کا تاریک خیال اسی اخبار کے ظلمت خانوں کی پیداوار نہیں تو اور کیا ہے"[1]؟

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۲

حضرت مصلح موعود پر آسمانی انکشاف

حضرت مصلح موعود پر بذریعہ رؤیا ء یہ آسمانی انکشاف ہوا کہ غیر مبائعین اگرچہ آج اس فتنہ سے علیحدگی کا ادّعا کر رہے ہیں مگر وہ عنقریب ان کی پُشت پناہی کا کُھلم کُھلا اعلان کر دیں گے چنانچہ فرمایا:۔

"میں نے دیکھا کہ اماں جی بھی اس دنیا میں آئی ہوئی ہیں اور فرشتے سارے جوّ میں وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں جو قرآن شریف میں یہودیوں اور منافقوں کے لیے آئی ہیں۔ اور جن میں یہ ذکر ہے کہ اگر تم کو مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی مدینہ سے نکل جائیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ لیکن قرآن کریم منافقوں سے فرماتا ہے کہ نہ تم یہودیوں کیساتھ مل کر مدینہ سے نکلو گے اور نہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو گے یہ دونوں جھوٹے وعدے ہیں اور صرف یہودیوں کو انگیخت کرنے کے لیے اور فساد پر آمادہ کرنے کے لیے ہیں۔ اس آخری حصہ پر فرشتے زیادہ زور دیتے ہیں"

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۱/۹/۵۶[1]"

غیر مبائعین کی طرف سے فتنہ پردازوں کو سٹیج کی پیشکش اور حضرت مصلح موعود

یہ خواب اگلے ہی ماہ حیرت انگیز طور پر پوری ہوگئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شروع میں تو غیر مبائع اخبار اور اُن کے صدر میاں محمد صاحب لائلپوری اس فتنہ کے بارہ میں اظہار بے تعلقی کرتے رہے مگر جلد ہی حقیقت بے نقاب ہوگئی اور وہ لوگ جو دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور اپنا دامن پاک ثابت کرنے کے لئے اس کو "ناپاک سازش"[2] کہہ رہے تھے اب دعائیں کرنے لگے کہ " اللہ تعالیٰ ان منافقین کو ہمت اور طاقت دے"[3] پھر چند ماہ بعد انہوں نے خلافتِ احمدیہ کے باغیوں اور فتنہ پردازوں کو اپنے سٹیج اور تنظیم

---

[1] روزنامہ الفضل ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء [2] "پیغام صلح" لاہور یکم اگست ۱۹۵۶ء صلہ [3] ایضاً ۸ اگست ۱۹۵۶ء صلہ

تک کی پیشکش کردی چنانچہ ایک غیر مبائع لیڈر حافظ محمد حسن صاحب چیمہ نے لکھا :۔

"محمودیت نے اپنے پیروؤں میں سے آزادی رائے مسلوب کر رکھی ہے استبدادیت کی زنجیریں دن بدن محکم سے محکم تر کی جارہی ہیں۔ جب جور و ستم حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو اس کا ایک زبردست ردعمل ہوتا ہے۔ اب خود ربوہ میں ایک زبردست تحریک آزادی اٹھی ہے جس کا علمبردار نوجوانوں کا ایک ترقی پسند طبقہ ہے جو شاید اس طلسم کو توڑ کر رکھ دے۔ اس تحریک سے خلیفہ بوکھلا اٹھا ہے اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہا۔ وہ اپنوں اور بیگانوں سے بدظن ہو گیا ہے وہ سب کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کی بدظنی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کی لپیٹ میں خود اس کے بھائی تک آ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ظفر اللہ خاں کو بھی اپنی صفائی میں ایک بیان دینا پڑا۔

یہ حالات آنے والے واقعات کے نشان ہیں۔ ہماری جماعت کا رویہ فسادات پنجاب سے لے کر اب تک اہل ربوہ کے متعلق نہایت دوستانہ و مربیانہ رہا ہے۔ مگر یکایک ہمیں ناملائم الفاظ سے مخاطب کرنا شروع کر دیا گیا اور ایک قسم کی دعوت مبارزت دے دی گئی ہے ہمیں خطبوں میں "پیغامی" کہہ کہہ اشتعال دلایا گیا ہے۔ ہم پر یہ گھناؤنا الزام لگایا گیا ہے کہ ہم محمود کی جماعت میں گھس کر سازشوں کے جال بچھا رہے ہیں جو سراسر کذب افتراء ہے اور دیدہ دانستہ خدا کے خوف سے بے پروا ہو کر جماعت کی اجتماعی توجہ کو اپنی استبدادی کارروائیوں سے ہٹانے کے لیے اور اپنے پیروؤں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا کہ ہم خلافت محمود کے خلاف خفیہ منصوبے کر رہے ہیں۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم خفیہ طور پر نہیں بلکہ کھلا کھلا خلافت محمودیہ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس کی استبدادی زنجیروں سے قادیانی حضرات کو آزاد کرانا چاہتے ہیں جن مفاسد نے طوق سلاسل میں قوم کو جکڑا ہوا ہے انہیں ہم ریزہ ریزہ کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم ربوہ میں نئی تحریک آزادی کے علمبرداروں کو علی الاعلان یہ تلقین کرتے ہیں کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں اور استقلال عزم۔ اخلاص اور جوش ایمانی سے باطل کے اژدہا کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ختم نبوت کے تم قائل ہو۔ تکفیر سے تم باز آ چکے ہو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان اب صرف محمودیت ہی کا پردہ ہے اس کو بھی چاک چاک کر دو۔ ہم ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس تحریک آزادی

ہیں جو علماء مبلغین حصہ لے رہے ہیں۔ وہ جونہی محمودیت کے حصار سے آزاد ہوں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ان کے لیے عزت کی جگہ ہے۔ تبلیغ کے لیے مواقع ہیں تقریر کے لیے اسٹیج ہے۔ تبلیغ کے لیے تنظیم ہے۔"[1]

اس اعلان پر حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

"پیغامی جماعت پہلے تو یہ کہا کرتی تھی کہ ہمارا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اب انگریزی کی یہ مثل کہ "بلی تھیلے سے باہر آگئی ہے" ان پر پوری طرح صادق آگئی ہے۔ چنانچہ پیغام صلح کے ایک تازہ پرچہ میں گجرات کے ایک پیغامی وکیل کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں انہوں نے لکھا کہ ہم ربوہ میں نئی تحریک آزادی کے علمبرداروں کو علی الاعلان یہ تلقین کرتے ہیں۔ کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں اور استقلال، عزم۔ اخلاص اور جوشِ ایمان سے باطل کے اژدھا کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ختمِ نبوت کے تم قائل ہو تکفیر سے تم باز آچکے ہو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان اب صرف محمودیت کا پردہ ہے اس کو بھی چاک چاک کر دو۔ ہم ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم کرتے ہیں اس تحریک آزادی میں جو علماء و مبلغین ہیں۔ وہ جونہی محمودیت کے حصار سے آزاد ہوں ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں ہمارے ہاں ان کے لیے عزت کی جگہ ہے۔ تبلیغ کے لیے مواقع ہیں۔ تقریر کے لیے اسٹیج ہے تبلیغ کے لیے تنظیم ہے۔ آؤ ہم سب تفرقہ کو مٹا کر ایک ہو جائیں۔"

(پیغام صلح ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

اس مضمون نے بتا دیا ہے کہ پیغامیوں کی پہلی بات کہ ہمارا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں بالکل جھوٹ تھی۔ کیونکہ اب انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ہم ربوہ کے باغیوں کو پوری طرح مدد دینے کے لیے تیار ہیں ہمارا نظام ان کے لیے حاضر ہے ہمارا روپیہ اُن کے لیے حاضر ہے اور ہم اپنا اسٹیج انہیں تقریریں کرنے کے لیے دیں گے۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اے بہادرو تمہارے مولوی محمد علی صاحب بڑے تھے یا عبد المنان بڑا ہے۔ تم نے مولوی محمد علی صاحب کی کتنی مدد کی تھی۔ تمہاری تنظیم اور تمہارا روپیہ ان کے کس کام آیا تھا

---

[1] پیغام صلح ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ کالم نمبر ۳، ۴

تمہاری تنظیم اور روپیہ ان کے اتنا ہی کام آیا کہ انہوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ تمہارے اکابر اُن کے جنازہ کو بھی ہاتھ نہ لگائیں اور آج تم ان باغیوں سے کہہ رہے ہو کہ تم ہمارے نظام میں شامل ہو جاؤ۔ ہماری تنظیم ہمارا روپیہ اور ہمارا اسٹیج تمہارے لیے وقف ہے اگر تم اتنے بہادر تھے تو تم نے خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی کیوں مدد نہیں کی تھی؟

مولوی محمد علی صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں نے ساری عمر جماعت کی خدمت کی ہے لیکن اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ میں جماعت کا ۱۶ ہزار روپیہ کھا گیا ہوں اور مرتد ہو گیا ہوں کیا یہی مدد تھی جو تم نے اپنی تنظیم اور روپیہ سے اپنے امام کی کی۔ کہ اب تم منّان اور اور اس کی پارٹی کی اس سے بھی زیادہ مدد کرو گے جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ گندے الزام ان پر لگاؤ گے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب سے تم نے یہ کہا تھا کہ وہ سولہ ہزار روپیہ کھا گئے ہیں تو تھوڑے دنوں ہی میں مولوی صدر الدین صاحب مولوی عبدالمنان اور مولوی عبدالوہاب کے متعلق یہ کہو گے کہ یہ بتیس تینتیس ہزار روپیہ کھا گئے ہیں ان کے احسانات خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب سے زیادہ نہیں۔ پھر ان کی قابلیت بھی اِن جیسی نہیں وہ دونوں غلام رسول ۳۵ اور عبدالمنان سے زیادہ عالم تھے اور تم پر ان کے احسانات تھے اِن میں ایک نے انگلینڈ میں مشن قائم کیا اور دوسرے نے قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ لیکن تمہاری تنظیم اور تمہارا روپیہ ان کے کسی کام نہ آیا تم نے ان کی زندگی ہی میں ان کی مخالفت کی۔ انہیں مرتد قرار دیا ان میں سے ایک پر یہ الزام لگایا کہ اس نے جماعت کا سولہ ہزار روپیہ کھا لیا ہے اور تم نے اسے اتنا دکھ دیا کہ اس نے مجبور ہو کر مرتے وقت وصیت کی کہ فلاں فلاں شخص میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگائیں۔ پس تمہاری تو یہ حالت ہے کہ تم نے اپنے محسن اور جماعت کے بانی مولوی محمد علی صاحب کو بھی دُکھ دیا۔ اور انہیں مرتد قرار دیا۔ تم نے خواجہ کمال الدین صاحب کی بھی مخالفت کی اور انہیں مرتد قرار دیا۔ اور اب مولوی صدر الدین صاحب، مولوی عبدالمنان صاحب مولوی عبدالوہاب صاحب اور ان کے ساتھیوں کی بھی کسی دن باری آجائے گی اور تھوڑے دنوں میں تم دیکھ لو گے کہ انہیں بھی مرتد قرار دیا جا رہا ہے فرق صرف یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب

کی باری پہلے آگئی تھی۔ اور ان کی باری بعد میں آئے گی۔ بہر حال اس مضمون نے بتا دیا کہ یہ لوگ جب کہتے تھے کہ ہمارا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں تو جھوٹ بولتے تھے۔ کیونکہ اگر ان کا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں تھا تو اب انہوں نے اپنا نظام اور اپنا روپیہ اور اپنا اسٹیج ان لوگوں کے لیے کیوں وقف کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ پہلے جھوٹ بول کر انہوں نے اپنے فعل پر پردہ ڈالنا چاہا مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پردہ کو چاک کر دیا۔ اور بتا دیا کہ ان کے اندرونی عزائم کیا ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ :۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ[1] ان کا غصہ ان کے مونہوں سے نکل آیا ہے۔ لیکن جو غصہ ان کے دلوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے مگر اس کے علاوہ ان کا یہ مضمون میری سچائی کی بھی ایک واضح دلیل ہے۔ کیونکہ تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں اس کے متعلق ایک رؤیا الفضل میں شائع کروا چکا ہوں جو ان کے اس اعلان سے لفظاً لفظاً پورا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں مجھے یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ میں اپنے رؤیا وکشوف اور الہامات کو وحیٔ نبوت کا درجہ دے رہا ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اگر کسی رؤیا کے پورا ہونے پر کوئی اعتراض ہو تو اُن کا حق ہے کہ وہ اسے پیش کریں لیکن اگر کوئی رؤیا پوری ہو جائے تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اُسے وحیٔ نبوت کا مقام دیا جا رہا ہے۔ اس بزدل فوجی کی سی حماقت ہے جو بھاگا جا رہا تھا اور اپنے زخم پر ہاتھ لگا کر کہتا جاتا تھا کہ یا اللہ یہ خواب ہی ہو یہ لوگ بھی دیکھتے ہیں کہ فلاں رویاء یا کشف پورا ہو گیا ہے لیکن چونکہ ان کا دل اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ یا اللہ یہ جھوٹ ہی ہو۔ حالانکہ جو بات پوری ہو جائے اسے جھوٹا کون کہہ سکتا ہے جو بات واقعہ میں پوری ہو جائے اسے جھوٹا کہنے والا پاگل ہی ہو سکتا ہے اگر ہم ایک خواب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ پوری ہو گئی تو تم اس کے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہو کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے وہ خواب پوری نہیں ہوئی۔ لیکن جو خواب پوری ہو گئی ہے اس کے متعلق یہ کیوں کہتے ہو کہ اسے وحیٔ نبوت کا مقام دیا جا رہا ہے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ تم سورج کو سورج کیوں کہتے ہو۔ تم زمین کو زمین کیوں کہتے ہو۔

---

[1] آل عمران آیت : ۱۱۹

تم دریا کو دریا کیوں کہتے ہو تم لوگ بے شک سورج کو چھچھوندر کہدو۔ دریا کو پیشاب کہدو پہاڑ کو کنکر کہدو یہ تمہاری مرضی ہے۔ ہم لوگ سچ کو سچ کہیں گے۔ سورج کو سورج کہیں گے دریا کو دریا کہیں گے اور پہاڑ کو پہاڑ کہیں گے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ مَیں نے ایک رؤیا دیکھی تھی اور وہ رؤیا الفضل میں بھی چھپ چکی ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ "پیغام صلح" کا یہ لکھنا کہ اے ربوہ کے باغیوں ہمارا نظام ہمارا روپیہ اور ہمارا اسٹیج تمہارے لیے حاضر ہے ہم تمہاری پوری پوری مدد کرینگے اس رؤیا کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ ربوہ کے اوپر سارے جو مَیں وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں جو قرآن شریف میں یہودیوں اور منافقوں کے لیے آئی ہیں اور جن میں یہ ذکر ہے کہ اگر تم کو مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی مدینہ سے نکل جائیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ لیکن قرآن کریم منافقوں سے فرماتا ہے کہ نہ تم یہودیوں کے ساتھ مل کر مدینہ سے نکلو گے اور نہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو گے یہ دونوں جھوٹے وعدے ہیں اور صرف یہودیوں کو انگیخت کرنے کے لیے ہیں چنانچہ دیکھ لو پہلے تو پیغامیوں نے کہا کہ ہمارا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن اب وہ منافقوں کو ہر ممکن مدد دینے کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا روپیہ اور ہماری تنظیم اور ہمارا اسٹیج سب کچھ تمہارے لیے وقف ہے وہی کچھ کر رہے ہیں جو خواب میں بتایا گیا تھا۔ لیکن ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا کہ وہ اس مدد کے اعلان سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان لوگوں سے بے تعلق ہو جائیں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے کسی بڑے آدمی کی طرف منسوب ہونا۔ ان باغیوں کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور "پیغام صلح" والے اپنے وعدے جھوٹے ثابت کرینگے۔ اور کبھی وقت پر ان کی مدد نہیں کریں گے غرض "پیغام صلح" کا یہ مضمون اس بات کی شہادت ہے کہ میری یہ رؤیا پوری ہو گئی ہے اور اس کا یہ کہنا کہ مَیں اپنی خوابوں کو وحی نبوت کا مقام دیتا ہوں جھوٹ ہے صرف ایک سچی بات کو سچی کہا گیا ہے اور اگر کوئی شخص کسی سچی بات کو جھوٹ کہتا ہے تو وہ خود کذاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو بھی دنیا جھوٹا کہتی تھی۔ لیکن دیکھ لو کس طرح خدا تعالیٰ ایک جماعت کو آپ کے پاس کھینچ لایا۔ اور دنیا نے مان لیا کہ آپ کے الہامات کو جھوٹا کہنے والے خود جھوٹے تھے۔

ابھی مجھے ایک انگریز نو مسلم نے لکھا ہے کہ آپ کے وہ رؤیا کشوف جواب تک پورے ہو چکے ہیں انہیں ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرائیں تاکہ ہم دنیا کو بتا سکیں کہ خدا تعالیٰ اب بھی کلام کرتا ہے اور اپنے بندوں کو غیب پر آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی دوست محمد صاحب کو کہا ہے کہ وہ ایسی خوابوں اور الہامات کو جمع کریں[1] تاکہ انہیں شائع کیا جاسکے اور دنیا کو بتایا جائے کہ وحی و کشوف کا سلسلہ بند نہیں ہو گیا بلکہ وہ اب بھی جاری ہے اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے اب دیکھو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ غیر مبائعین تو کہتے ہیں کہ میں اپنے الہامات اور خوابوں کو وحی نبوت کا درجہ دے رہا ہوں۔ لیکن دو ہزار میل سے ایک انگریز نو مسلم مجھے لکھتا ہے کہ آپ اپنی خوابوں اور الہامات کو جلد شائع کرائیں۔ تاکہ ہم دنیا کے سامنے انہیں حجت کے طور پر پیش کر سکیں اور اسے بتا سکیں کہ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے[2]

دو ممتاز صحافیوں کے سفارشی خطوط اور حضرت مصلح موعود

پاکستان کے ممتاز صحافیوں میں سے جناب میاں محمد شفیع صاحب مدیر "اقدام" اور مولانا عبدالمجید سالک صاحب سابق ایڈیٹر "انقلاب" نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں سفارشی خطوط لکھے کہ میاں عبدالوہاب صاحب عمر کو معاف کر دیا جائے۔ ان حضرات کے حضرت مصلح موعود کیساتھ دیرینہ ذاتی تعلقات تھے۔ مگر معاملہ چونکہ جماعتی نظام کا تھا۔ اس لیے حضور نے اپنے ذاتی روابط و مراسم پر خدا کے سلسلہ کو مقدم رکھا اور حضور کی ہدایت پر مندرجہ ذیل مکتوبات پرائیویٹ سیکرٹری عبدالرحمٰن صاحب انور کی طرف سے بھجوائے گئے۔

میاں محمد شفیع صاحب۔ مالک رسالہ "اقدام" لاہور۔

---

[1] یہ مجموعہ "المبشرات" کے نام سے شائع ہو چکا ہے (ناقل)

[2] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ / نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴

آپ کی چھٹی جو آپ نے مولوی عبدالوہاب صاحب کے متعلق لکھی تھی بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پیش کر دی گئی ۔

محاورہ ہے کہ "اھلُ البَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِی البَیْتِ"۔ یعنی گھر والے لوگ، دوسروں سے اپنے گھر کا حال زیادہ جانتے ہیں اس لیے آپ کی ناپسندیدگی ۔ اور ان کی پسندیدگی کو ہم زیادہ جانتے ہیں ۔ بہر حال آپ کے خط کا شکریہ مگر آپ کا خط ہمارے خیالات کو بدل نہیں سکتا کیونکہ جس طرح آپ جماعت سے متعلق نہیں اور آپ کو جماعت کی باتوں سے دلچسپی نہیں اسی طرح ہم کو آپ کے مذہبی خیالات سے اتفاق نہیں ۔ اس وجہ سے ہمیں بھی آپ کے تاثرات سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں ۔ خاکسار عبدالرحمن انور ۹/۸/۵۶

محترم عبدالمجید صاحب سالک

آپ کی چھٹی محررہ یکم اکتوبر ۵۶ء حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے ملاحظہ میں آئی ۔ حضور نے فرمایا ۔ عبدالوہاب کو پتہ ہے آپ تیسرے آدمی ہیں عبدالوہاب کے متعلق ثابت شدہ ہے کہ وہ احراریوں سے ملتے رہے ہیں ۔ ابھی تازہ رپورٹ بھی کوئٹہ سے آئی ہے کہ وہ احراریوں سے بھی ملتے رہے ہیں ۔ احراریوں سے ملنے والی خبر اخبار میں بھی شائع ہو چکی ہے ۔ اور یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس وقت پردہ پڑ جائے اور پھر فساد اٹھائیں میرے پاس باقاعدہ اطلاعیں آرہی ہیں کہ عبدالوہاب کے پاس غیر مبائع / غلام رسول نمبر ۳۵ اور بہت سے مخالف لوگ آتے ہیں مشکل یہ ہے کہ میں بیمار رہوں اور کام بھی بہت ہے اس لیے ہر رپورٹ کی نقل آپ کو نہیں بھجوا سکتا ۔ آپ کو صرف اتنا ہی پتہ لگتا ہے جو الفضل میں چھپتا ہے اور اپنی کم فرصتی کی وجہ سے آپ الفضل بھی سارا نہیں پڑھتے ۔ اگر پڑھتے تو آپ کو بہت ساری باتیں پتہ لگ جاتیں ۔ ابھی کوئی بیس خط میں نے دبا کر رکھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک خط کویت کے ڈائریکٹر آف امپورٹ ایکسپورٹ کا ہے ۔ جو اپنی تائید میں ڈاکٹر ریاض قدیر اور پروفیسر اقبال صاحب کا نام بھی لکھتا ہے ۔ اسی طرح ایک شہادت مسلم کانفرنس کشمیر کی ورکنگ کمیٹی کے ایک ممبر کی بھی ہے ۔ پھر آپ تو اخبار نویس بھی ہیں ۔ کبھی کبھی پیغام صلح بھی پڑھتے ہو نگے ۔ کیا اس میں نہیں آپ دیکھتے کہ کس طرح متواتر جھوٹ عبدالوہاب صاحب کے والد مرحوم مغفور

کے متعلق بولا جاتا ہے۔ گر دہاب صاحب کو اس کی تردید کی توفیق نہیں ملی۔ جو شخص اپنے باپ پر افتراء کی تردید نہیں کر سکتا۔ اس پر اور کوئی شخص کس طرح اعتبار کر سکتا ہے۔ پھر سفینہ میں چھپا ہے ہمارے پاس امۃ الحی مرحومہ کے خط ہیں جو اپنے خاوند کے خلاف ہیں امۃ الحی مرحومہ وہاب کی بہن تھی جس شخص نے اپنی وفات یافتہ بہن کی ذلت کو اس لیے برداشت کیا ہے تاکہ میں بدنام ہو جاؤں۔ آپ کہتے ہیں میں اس پر اعتبار کروں یہ کیسی عجیب بات ہے۔ یقیناً "سفینہ" کا وہ بیان وہاب یا وہاب کے دوستوں کی طرف سے ہے ورنہ ایک بتیس سالہ وفات یافتہ عورت کے متعلق بہتان طرازی کی جرأت کوئی اخبار کرہی کس طرح سکتا ہے؟ ۔ اگر رشتہ دار ساتھ ملے ہوئے ہوں اور وعدہ کرتے ہوں کہ وہ خط شناخت کے متعلق تائید کریں گے تب اور صرف تب کسی اخبار کو جرأت ہو سکتی ہے۔

والسلام

فصل چہارم

مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا افسوسناک رویّہ

فتنہ منافقین سے متعلق حضرت مصلح موعود کے ابتدائی پیغامات پر مشتمل اخبار الفضل کے پرچے بذریعہ ڈاک امریکہ پہنچے تو چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج احمدیہ مسلم مشن امریکہ نے مبلغ نیویارک مکرم مولوی نورالحق صاحب انور کو ہدایت کی وہ فوراً بوسٹن پہنچیں جہاں مولوی عبدالمنان صاحب عمر ۲۱ راگست ۱۹۵۶ء تک ٹھہرے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نیویارک سے ۰ راگست ۱۹۵۶ء کی شام کو بوسٹن پہنچے اور انہیں اخبار الفضل کے تازہ پرچے پڑھنے کے لیے دیئے۔ مولوی نورالحق صاحب انور کا بیان ہے کہ:-

"پڑھ کر انہوں نے بجائے اظہارِ ندامت کے کچھ اظہارِ ناراضگی سا کیا اُن کی باتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ بات دراصل کچھ بھی نہیں چوہدری اسد اللہ خانصاحب کی مولوی عبدالوہاب صاحب عمر سے ناراضگی ہے جس کا بدلہ چوہدری صاحب نے اس صورت میں لیا ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہاں تو چوہدری صاحب کا سوال نہیں اصل گواہی تو حاجی نصیرالحق صاحب کی ہے۔ کہنے لگے ہوسکتا ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے بات بے احتیاطی سے کی ہو بہرحال وہ میرے بھائی ہیں۔ میں انہیں جانتا ہوں وہ بے احتیاطی سے بات تو کرسکتے ہیں لیکن پیغامیوں یا منافقوں کے آلۂ کار نہیں ہوسکتے۔ ان کی کسی چھوٹی سی بات

لہ مولوی نورالحق صاحب انور نے ۲۵ راگست ۱۹۵۶ء کے مراسلہ میں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں جولائی ۱۹۵۶ء کے اس واقعہ کی اطلاع دی کہ بالٹی میں باتوں باتوں میں مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ پیغامی اکابرین ان کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں ایسا تعلق جماعت کے لوگ بھی نہیں رکھتے اور یہ کہ ربوہ میں بھی پیغامیوں نے یہ تعلق نہیں توڑا اور بعض اوقات پشاور سے ربوہ تک کا سفر پیغامی محض میری ملاقات کی خاطر کرتے تھے (ریکارڈ خلافت لائبریری)

کو لے کر ننکرڈ بنالیا گیا ہے ۔

ان کی باتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رکھا کے تعلقات ان سے اور مولوی عبدالوہاب سے دیرینہ ہیں چنانچہ قادیان سے آکر ربوہ میں اللہ رکھا مولوی عبدالمنان صاحب کو ملا اور انہیں کہا کہ وہ اسے کوئی نوکری تلاش کر دیں ۔

نیز ان کی باتوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب عمرؔ ان کے ساتھ بھی اس قسم کی گفتگو کرتے رہے ہیں لیکن مولوی عبدالمنان صاحب کہنے لگے کہ میرے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ حضور بیمار ہیں اور حضور پر کام کا بوجھ بہت زیادہ ہے اس لیے حضور کسی کو اپنا قائم مقام بنا دیں جو کام سنبھالے اسی طرح تفسیر کبیر کے درس کے متعلق کہنے لگے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب عمرؔ کہا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ اسے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ یہ بہت گہری علمی باتوں پر مشتمل ہے اس کی بجائے عام درس ہونا چاہیئے بہر حال مولوی عبدالمنان صاحب عمر کی گفتگو سے ظاہر تھا کہ وہ بجائے اپنے بھائی کے فعل پر اظہار ندامت کرنے کے ان کی طرف لے رہے ہیں"[1]

مولوی عبدالمنان صاحب امریکہ سے ستمبر ۱۹۵۶ء کے پہلے ہفتہ میں ربوہ پہنچے ۔ حضرت مصلح موعود نے ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں نہایت واضح لفظوں میں ان کی راہ نمائی فرمائی کہ فتنہ میں ملوث افراد کے لیے معافی اور توبہ کا رستہ کھلا تھا وہ کھلم کھلا لکھتے کہ میں ایک خلیفہ کی موجودگی میں خلافت کے امیدوار پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے بالکل خلاف سمجھتا ہوں اسی طرح اور باتیں جو سلسلہ کے خلاف لکھی ہیں ان کی تردید کرتے اور اگر دوسرے اخبار نہ چھاپتے تو اخبار الفضل میں بھجواتے اور اگر الفضل نہ چھاپتا تو میرے پاس شکایت کرتے کہ اب ہمارے لیے کون سا رستہ کھلا ہے "[2]

یہ خطبہ الفضل میں چھپا تو چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ہیگ سے حضور کی خدمت میں لکھا کہ :-

---

[1] مکتوب مولوی نور الحق صاحب انور ۔ از نیویارک ۱۰ اگست ۱۹۵۶ء (ریکارڈ خلافت لائبریری) [2] الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵، ۶

"مولوی عبدالمنان صاحب کا دوسرا خط خاکسار کے نام آیا ہے اس خط میں انہوں نے اس عریضہ کی نقل بھیجی ہے جو انہوں نے حضور کی خدمت اقدس میں ربوہ پہنچنے کے بعد گزارش کیا۔ حضور کے اعلان سے جو الفضل میں چھپا تھا خاکسار نے اخذ کیا کہ اس میں ان کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مولوی عبدالمنان صاحب کو خاکسار نے لکھا ہے کہ حضور کے اعلان نے ایک بہت صاف اور سیدھی راہ دکھا دی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ انہوں نے فوراً اس اعلان کے مطابق اُن سب امور کی تردید شائع کرا دی ہوگی جو ان کے یا ان کے عزیزوں کے متعلق کہے گئے ہیں یا جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ خاکسار نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے خلافت کے بنیادی مسائل مثلاً خلیفہ خدا بناتا ہے۔ انجمن یا افراد نہیں بناتے۔ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ ایک خلیفہ کی زندگی میں اُسی کے جانشین کے متعلق بحث یا تذکرہ موجب فساد اور بغاوت کی راہ ہے وغیرہ اس قدر وضاحت سے بیان فرما دیئے تھے کہ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے انہیں پھر زیر بحث لانا موجب حیرت اور افسوس ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر انہوں نے امریکہ میں کہا کہ مولوی عبدالوہاب صاحب کی مراد فقط یہ تھی کہ حضور کو دو معاون دیدیئے جائیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہنا پڑتا ہے جماعت کے تمام مخلصین حضور کے خادم ہیں۔ پھر انجمن۔ تحریک۔ مختلف ادارات نظارتیں۔ وکالتیں۔ مفتی قاضی۔ امیر۔ کارکن سب حضور نے کام لینے کے لیے جاری فرمائی ہوئی ہیں تو "معاون دیدیئے جائیں" لغو اور بے معنی ہے پھر کون معاون دیدے؟ اور کیا دیدے؟۔ جب سب ہی حضور کے فرمان کے تابع ہیں تو دینے والا کون اور جو چیز پہلے ہی حضور کے تابع فرمان ہے اُسے دینا کیا معنی؟۔ خاکسار نے ان کے دونوں خطوں کا جواب پہلے تو نہیں دیا تھا لیکن حضور کا اعلان پڑھنے کے بعد اور پھر حضور کا والا نامہ پہنچنے پر خیال ہوا کہ ممکن ہے انہیں فائدہ پہنچ سکے اس لیے خاکسار نے انہیں لکھ دیا۔ اطلاعاً گزارش خدمتِ اقدس ہے۔ والسلام

حضور کا غلام

طالب دعا خاکسار ظفر اللہ خان"

جناب میاں عبدالمنان صاحب عمر نے پاکستان پہنچنے کے بعد اولین قدم یہ اٹھایا کہ بجائے منافقین اور غیر مبائعین سے اظہار بیزاری کے اخبار "پیغام صلح" ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ایک مضمون شائع

گرا دیا جو خالصۃً انگیزی کا شاہکار تھا ۔ جس میں حضرت مصلح موعود کی خلافتِ حقّہ سے واضح طور پر اظہارِ وفاداری کرنے کی بجائے اپنا عقیدہ ایسے پُرپیچ الفاظ میں لکھا جس پر ہر غیر مبائع اور ہر غیر احمدی بآسانی دستخط کر سکتا ہے چنانچہ لکھا :-

" میرا یہ عقیدہ ہے کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اس کی وفات کے بعد کے لیے ہی کیوں نہ ہو حتماً ناجائز ہے ۔ خلافت حقہ اپنے ساتھ بے انتہا برکتیں رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس کے اوپر ہوتا ہے وہ جماعتی اتحاد وائتلاف کے قیام اور الٰہی نور کے اظہار کا ذریعہ ہے ۔ لیکن جو خلافت منصوبوں، سازشوں، چالبازیوں اور ظاہر یا مخفی تدبیروں سے قائم کی جائے وہ اپنی ساری برکتیں کھو دیتی ہے ۔ اسے اقتدار اور حکومت کا نام تو دیا جا سکتا ہے ۔ اسے یزیدی خلافت تو کہا جا سکتا ہے لیکن وہ خلافتِ راشدہ نہیں ہو سکتی نہ اس کی برکات سے اسے حصہ ملتا ہے ۔" (پیغام صلح ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳)

اس مضمون کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے :-

ربوہ ۔ مؤرخہ ۲۱ صفر ۱۳۷۶ھ

مطابق ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہربانی فرما کر منسلکہ بیان اپنے اخبار کی قریبی اشاعت میں درج کر کے ممنون فرمائیں ۔ والسلام

خاکسار عبدالمنان عمر

انٹرنیشنل سیمینار ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ، میں شرکت کے بعد یہ عاجز ابھی حال ہی میں واپس آیا ہے ۔ اخبار الفضل کے کچھ پرچے کیمبرج میں ملے تھے ۔ بقیہ میں نے یہاں آکر دیکھے اسی طرح مجھے یہاں آکر ہی "ٹائمز آف کراچی"، "پاکستان ٹائمز"، "پیغام صلح"، "نوائے پاکستان"، اور "چٹان" وغیرہ اخبارات دیکھنے کا موقع ملا ۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت ہی دکھ ہوا کہ جماعت احمدیہ میں مسئلہ خلافت کے متعلق کچھ فتنہ اور خلفشار پیدا ہوا ہے ۔ یہ امر بھی میرے رنج والم کا موجب ہوا کہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا میرا بھی اس فتنہ میں کچھ ہاتھ ہے ۔ بعض لوگوں کی بدظنیوں ۔ قیاس آرائیوں مفروضات اور غلط بیانیوں

کے علاوہ اس سراسر افتراء اور جھوٹ کو ہوا دینے کا موجب یہ امر بھی ہوا ہے کہ کہا گیا ہے کہ آئندہ خلافت کے لیے ایک اُمیدوار اور مستحق میں بھی ہوں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے میرا نام لیا۔ وہ ہرگز میرے حقیقی واقف اور دوست نہیں۔ اگر وہ مجھ سے پُورے طور پہ آگاہ ہوتے اور میری کمزوریوں، کوتاہیوں، غلطیوں، بےعملیوں، بے خبریوں، غفلتوں اور جہالتوں پہ ان کی نظر ہوتی تو وہ ہرگز میرا نام نہ لیتے۔ مَیں تو ایک حقیر اور کمزور انسان ہوں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اس کی وفات کے بعد کے لیے ہی کیوں نہ ہو حتمًا ناجائز ہے۔ خلافتِ حقّہ اپنے ساتھ بے انتہا برکتیں رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُس کے اُوپر ہوتا ہے وہ جماعتی اتحاد و ائتلاف کے قیام اور الٰہی نور کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ لیکن جو خلافت منصوبوں، سازشوں، چالبازیوں اور ظاہر یا مخفی تدبیروں سے قائم کی جائے وہ اپنی ساری برکتیں کھو دیتی ہے۔ اسے اقتدار اور حکومت کا نام تو دیا جاسکتا ہے اسے یزیدی خلافت تو کہا جاسکتا ہے لیکن وہ خلافتِ راشدہ نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کی برکات سے اسے حصّہ ملتا ہے۔

پس مَیں صاف صاف اور واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی کسی سازش اور منصوبہ بندی سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ نہ مَیں خلافت کا متمنّی ہوں اور نہ اس کے لیے مَیں نے کسی فرد، پارٹی یا جماعت کے ساتھ کوئی سازش اور منصوبہ بنایا۔ نہ اس غرض کے لیے کسی پارٹی کو تشکیل دی اور نہ ایسی باتوں کو جائز سمجھتا ہوں۔

مجھے اُمید ہے کہ اس صاف اور واضح بیان کے بعد اب کسی خدا ترس انسان کے دل میں جس کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں جس کا دل انصاف کر سکتا اور جس کی عقل سوچ سکتی ہے یہ غلط فہمی نہیں رہے گی کہ موجودہ جھگڑے کیساتھ میرا بھی کوئی تعلق ہے۔

مَیں اپنے اس یقین کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا اور آپ کی دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ اور یہ کہ آپ اپنے تمام دعاوی میں سچے تھے۔

آخر میں مَیں اپنے مولیٰ ہی کو پکارتا ہوں کہ وہ ہم پہ اپنا رحم نازل کرے۔ ہمارے گناہوں کو

بخش دے۔ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے، آلودگیوں اور آلائشوں کے ہر دھبہ کو ہم سے دُور کر دے۔ اپنے قرب کی راہیں عطا کرے ہر طرح ہمارا حافظ و ناصر ہو، اور ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے بُرے انجام سے بچائے۔ وہ ہم سے اور ہم اُس سے راضی ہوں۔ وہ اپنی رحمت کا ہاتھ بڑھا کر ہماری جان میں اپنی گہری طلب پیدا کر دے۔ علم و عمل کی طاقتیں بخشے اور ایسا پانی نازل کرے جو دلوں کی کدورتوں کو دھو دے۔ اور اسلام۔ قرآن مجید اور پاک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم (جو اپنی قوتِ قدسیہ اور تکمیل خُلق میں اکمل واتم ہیں ہمارا جان ومال اس وجودِ اقدس پر قربان) کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اسی راہ کی خاک ہیں۔

خاکسار عبدالمنان عمرؔ

مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ستمبر ۱۹۵۶ء"[۱]

اس پہلو دار اور مبہم بیان نے جماعت کے تمام حلقوں کی آنکھیں کھول دیں۔ اور ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت خلیفہ اوّل کے اس صاحبزادے کی تمام تر ہمدردیاں بھی غیر مبائع اصحاب سے ہیں جو ساری عمر اُن کے مقدس والد اور اُن کی خلافت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہوا۔ کہ جو لوگ عداوتِ محمود میں یہاں تک بڑھ چکے ہیں کہ حضرت مصلح موعود کی ذات والاصفات کے بارے میں کوئی کلمۂ خیر لکھنا برداشت نہیں کر سکتے تھے، مولوی عبدالمنّان صاحب کے بیان کو نہایت طمطراق کے ساتھ جلی حروف میں شائع کرنے پر آمادہ کیسے ہو گئے جبکہ مولوی صاحب کا عقیدہ اُن کے ذاتی نظریات سے ہم آہنگ نہیں تھا۔

حضرت مصلح موعود نے مولوی صاحب کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"عبدالمنان کو ہی دیکھ لو جب وہ امریکہ سے واپس آیا تو مَیں نے مری میں خطبہ پڑھا اور اس میں مَیں نے وضاحت کر دی کہ اتنے امور ہیں وہ ان کی صفائی کر دے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ یہاں تین ہفتے بیٹھا رہا لیکن اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کی توفیق نہ ملی صرف اتنا لکھ دیا کہ مَیں تو آپ کا وفادار ہوں۔ ہم نے کہا ہم نے تجھ سے وفاداری کا عہد

---

[۱] پیغام صلح ۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء صٓ

کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ پیغامی تمہارے باپ کو غاصب کا خطاب دیتے تھے وہ انہیں جماعت کا مال کھانے والا اور حرام خور قرار دیتے تھے تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں ان پیغامیوں کو جانتا ہوں یہ میرے باپ کو گالیاں دیتے تھے یہ آپ کو غاصب اور منافق کہتے تھے میں ان کو قطعی اور یقینی طور پر باطل پر سمجھتا ہوں۔ مگر اس بات کا اعلان کرنے کی اسے توفیق نہ ملی پھر اُس نے لکھا کہ میں خلافتِ حقہ" کا قائل ہوں اسے یہ جواب دیا گیا کہ اس کے تو پیغامی بھی قائل ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم خلافت حقہ کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک خلافت حقہ اس نبی کے بعد ہوتی ہے جو بادشاہ ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ بادشاہ بھی تھے اسلیے ان کے نزدیک آپ کے بعد خلافتِ حقہ جاری ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے لیکن مرزا صاحب چونکہ بادشاہ نہیں تھے اس لیے آپ کے بعد وہ خلافت تسلیم نہیں کرتے۔ پس یہ بات تو پیغامی بھی کہتے ہیں کہ وہ خلافتِ حقہ" کے قائل ہیں تم اگر واقعی جماعت احمدیہ میں خلافتِ حقہ" کے قائل ہو تو پھر یہ کیوں نہیں لکھتے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بعد خلافت کو تسلیم کرتا ہوں اور جو آپ کے بعد خلافت کے قائل نہیں انہیں لعنتی سمجھتا ہوں، پھر تم یہ کیوں نہیں لکھتے کہ خلافتِ حقہ" صرف اُسی نبی کے بعد نہیں ہے جسے نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی مل جائے بلکہ اگر کوئی نبی غیر بادشاہ بھی ہو تب بھی اس کے بعد خلافتِ حقہ" قائم ہوتی ہے تمہارا صرف یہ لکھنا کہ میں خلافت حقہ" کا قائل ہوں ہمارے مطالبہ کو پورا نہیں کرتا۔ ممکن ہے تمہاری مراد خلافتِ حقہ" سے یہ ہو کہ جب میں خلیفہ بنوں گا تو میری خلافت خلافتِ حقہ" ہو گی یا خلافتِ حقہ" سے تمہاری یہ مراد ہو کہ میں تو اپنے باپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خلافت کا قائل ہوں، یا تمہاری یہ مُراد ہو کہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا قائل ہوں۔

بہر حال عبد المنان کو امریکہ سے واپس آنے کے بعد ان امور کی صفائی پیش کرنے کی توفیق نہ ملی اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ لکھ دیتا کہ پیغامی لوگ میرے باپ کو غاصب، منافق اور جماعت کا مال کھانے والے کہتے ہیں میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں تو پیغامی اس سے ناراض ہو جاتے اور اس نے یہ امیدیں لگائی ہوئی تھیں کہ وہ اُن کی مدد سے خلیفہ بن جائے گا اور اگر وہ لکھ دیتا کہ جن لوگوں نے خلافتِ ثانیہ کا انکار کیا ہے میں انہیں لعنتی سمجھتا ہوں تو اس کے وہ

دوست جو اس کی خلافت کا پراپیگنڈا کرتے رہے ہیں اس سے قطعِ تعلق کرتے اور وہ ان سے قطع تعلقی پسند نہیں کرتا تھا اس لیے اُس نے ایسا جواب دیا جسے پیغام صلح نے بڑے شوق سے شائع کر دیا اگر وہ بیان خلافت ثانیہ کی تائید میں ہوتا تو پیغام صلح اسے کیوں شائع کرتا؟ اُس نے بھلا گزشتہ ۴۲ سال میں کبھی میری تائید کی ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ اُس نے جو مضمون لکھا ہے وہ ہمارے ہی خیالات کا آئینہ دار ہے اس لیے اسے شائع کرنے میں کیا حرج ہے؟ چنانچہ جماعت کے بڑے لوگ جو سمجھدار ہیں وہ تو الگ رہے مجھے کالج کے ایک سٹوڈنٹ نے لکھا کہ پہلے تو ہم سمجھتے تھے کہ شاید کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ لیکن ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے پتہ لگا کہ پیغام صلح میں میاں عبدالمنان کا کوئی پیغام چھپا ہے تو میں نے ایک دوست سے کہا میاں ذرا ایک پرچہ لانا وہ ایک پرچہ لے آیا میں نے وہ بیان پڑھا اور اسے پڑھتے ہی کہا کہ کوئی پیغامی ایسا نہیں جو یہ بات نہ کہہ دے یہ تردید تو نہیں اور نہ ہی میاں عبدالمنان نے یہ بیان شائع کرکے اپنی بریت کی ہے اس پر ہر ایک پیغامی دستخط کر سکتا ہے کیونکہ اس کا ہر فقرہ پیچیدہ طور پر لکھا ہوا ہے اور اسے پڑھ کر ہر پیغامی اور خلافت کا مخالف یہ کہے گا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔"[1]

اتمامِ حجّت

حضرت مصلح موعودؓ چونکہ دل سے چاہتے تھے کہ مولوی عبدالمنان صاحب کسی طرح اس فتنہ سے بچ جائیں اس لیے آپ نے اتمامِ حُجّت کی کوئی کسر نہیں چھوڑی حضور نے نظارت امور عامہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ذریعہ ان کو بار بار اُن امور کی طرف متوجہ کیا جن کی واضح تردید ہونی ضروری ہے ایک صورت حضور نے یہ اختیار فرمائی کہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کو اجازت دی کہ ان سے ملاقات کرکے اصلاحِ احوال کی کوشش کریں اس سلسلہ میں حضور کا ایک اہم مکتوب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

---

[1] الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

مکرمی شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کو میرا خط مل گیا ہو گا کہ آپ کو منان سے ملنے کی اجازت ہے۔ اب میں ایک غلط فہمی دور کر دینا چاہتا ہوں۔ چونکہ منان صاحب ایک مہینہ سے زائد ہوا کہ امریکہ سے واپس آچکے ہیں اور اس عرصہ میں میاں بشیر احمد صاحب کیونکہ ان کو لکھ چکے ہیں کہ کون کونسے امور کی صفائی انکے ذمہ ہے مگر باوجود اس کے انہوں نے صفائی نہیں کی اور انجمن کے رجسٹرات اس پر گواہ ہیں کہ وہ سلسلہ کے جس جس کام پر مقرر ہوئے ہیں اس کی بہت سی رقوم ابھی تک قابلِ تشریح ہیں اور بہت سی رقوم پر میاں عبدالمنان کے دستخط اب تک موجود ہیں اور میاں غلام غوث صاحب جمونی اور چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ کی معیّن گواہیاں موجود ہیں کہ انہوں نے خلافت کی امیدواری کا اظہار کر دیا اور یہ کہا کہ خلیفہ ثانی ناصر احمد کو اپنا ولی عہد بنا رہے ہیں۔ ان حالات کے بعد وہ توبہ بھی کریں اور ہمیں ان کی توبہ کے الفاظ سے اتفاق بھی ہو تو بھی انہیں اس طرح ہرگز نہیں معاف کیا جاسکتا کہ آئندہ وہ کسی جماعت کے ممبر ہو سکیں یا جماعت کے کسی عہدہ پر فائز ہو سکیں اس وقت کہ عشاء کے بعد کا وقت ہے میجر عارف الزمان لاہور سے آئے ہیں اور وہ بتاتے ہیں کہ میاں منان باقاعدہ مولوی صدر دین سے مل رہے ہیں اور ایک دن تو ملاقات رات کے دو بجے تک رہی اور لاہور کے کسی وکیل فضل علی غنی اور امیر احمد قدوائی سے قانونی مشورے لے رہے ہیں غالباً یہ امیر احمد قدوائی وہی ہے جس کی آپ نے ایک دفعہ میرے سامنے دعوت کی تھی کیونکہ وہ بھی وکیل اور قدوائی کہلاتا تھا۔ یہ حالات میری اوپر کی رائے کو اور بھی پکا کرتے ہیں۔ رجسٹرات اور میاں عبدالمنان کے دستخط ہمارے پاس موجود ہیں۔ شیخ محمد احمد صاحب گو آپ کے پائے کے وکیل تو نہیں مگر بڑے پائے کے وکیل ہیں انہوں نے سب کاغذات دیکھے ہیں اور یہ قطعی رائے دی ہے کہ گو بعض معاملات میں انجمن کے بعض افسروں کی سہل انگاری کی وجہ سے وہ فوجداری مقدمہ سے تو بچ گئے ہیں مگر رجسٹرات میں ان کے اپنے دستخطوں سے اتنا مواد موجود ہے کہ دنیا کے سامنے ان کی امانت کو مخدوش کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہے بعض واقعات میں کل کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ بہر حال میں نے آپ کو اس لیے

ذوقت پر اطلاع دے دی ہے تاکہ آپ غلطی سے کوئی PROPOSAL بنا کر نہ بھجوا دیں اور پھر اس کے رد کرنے کی وجہ سے آپ کی دل شکنی نہ ہو بہر حال سلسلہ کے مفاد اور امانت اور دیانت کو حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد پر مقدم رکھا جائے گا اور صرف اتنی رعایت ان کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ وہ دلیری کے ساتھ پیغامِ صلح کے افتراء کو ظاہر کریں اور اسی طرح اپنے دوستوں اور غیر احمدی اخباروں کے افترا کو۔ تو جماعت سے اخراج میں نرمی کر دی جائے۔ منان میں تو اتنا بھی ایمان نہیں پایا جاتا کہ وہ اجمیری کے اس جھوٹ کی تردید کرتا کہ میں نے کبھی وکلاء کے کمیشن مقرر کرنے کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ غلام رسول ۳۵ جو میری خلافت کا پروپیگنڈا کر رہا ہے اس کو میں نے ۵۰-۵۱ء میں سلسلہ کے روپے میں سے پچاس روپے دیئے تھے اور اس طرح کچھ رقم اجمیری کو دی تھی اور اس کے لیے ناصر احمد کی دشمنی کی یہ وجہ ہے کہ ناصر احمد نے یہ ساری بے ضابطگیاں انجمن کے سامنے رکھی تھیں۔

مرزا محمود احمد ۵۶/۱۰/ ۱۹ء

دنیا بھر کی احمدی جماعتوں اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قرار دادیں

دنیائے احمدیت کی بہت سی جماعتوں مثلاً جماعتِ ربوہ، لاہور، راولپنڈی، منٹگمری (ساہیوال) کراچی۔ لائلپور (فیصل آباد) سرگودہا قادیان، حیدر آباد دکن، مصر، وغیرہ نے فتنہ منافقین میں ملوث افراد کے متعلق قرار دادیں پاس کیں کہ انہیں جماعت احمدیہ کا فرد تسلیم نہ کیا جائے۔ یہ قرار دادیں جب بغرض منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ارسال کی گئیں تو حضور نے ان کو منظور فرما لیا۔ جس پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے بھی اپنے خصوصی اجلاس مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں یہ قرار داد پاس کی کہ فتنہ میں ملوث [1] افراد کو تسلیم نہ کیا جائے اور اگر کوئی جماعت اس کو اپنا ممبر سمجھے تو اس انجمن کا الحاق صدر انجمن احمدیہ ربوہ سے ٹوٹا ہوا سمجھا جائے اور اگر کوئی شخص نئی جماعت ایسی بنائے جو ان افراد کو اپنا ممبر تسلیم کرے

---

[1] ۔ فہرست : (۱) میاں عبد المنان صاحب عمر (۲) میاں عبد الوہاب صاحب عمر (۳) چوہدری غلام رسول صاحب ۳۵ (۴) ملک فیض الرحمن صاحب فیضی (۵) ملک عزیز الرحمن صاحب (۶) ملک عطاء الرحمن صاحب راحت (۷) چوہدری عبد الحمید صاحب ڈوہڈا (۸) راجہ بشیر احمد صاحب رازی (۹) اللہ رکھا صاحب (باقی ص ۱۲۱)

یا جو افراد ایسے نکل آئیں جن کا تعلق مذکورہ بالا لوگوں میں سے کسی کے ساتھ ثابت ہو۔ اور وہ بھی فتنہ میں ملوث پائے جائیں تو صدر انجمن احمدیہ کے اس فیصلہ کے مطابق ایسی انجمن بھی صدر انجمن احمدیہ کی شاخ نہیں بن سکے گی۔ اور جو حقوق صدر انجمن نے اپنی شاخوں کو دیئے ہیں۔ وہ ان سے محروم رہے گی۔ اور ایسے افراد بھی کسی ایسی جماعت کے ممبر نہیں سمجھے جائیں گے۔ جس کا الحاق صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ہو۔

نیز فیصلہ ہوا کہ صیغہ نظارت علیا اس معاملے کی سختی سے نگرانی کرے کہ صدر انجمن احمدیہ کی کوئی شاخ یا مقامی جماعت کا کوئی فرد فیصلہ ہذا کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اور اس فیصلہ میں رخنہ اندازی کا موجب نہ بنے۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ مندرجہ بالا فیصلہ جات آخری منظوری کے لیے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیے جاویں۔ اور حضور کی منظوری حاصل کرنے کے بعد مجلس شوریٰ میں بھی پیش کیا جائے۔ تاکہ ساری جماعت کی رائے براہ راست معلوم ہو سکے۔"

خاکساران

مرزا عزیز احمد (ناظر اعلیٰ) غلام محمد اختر (ناظر اعلیٰ ثانی) عبدالحق رامہ (ناظر بیت المال) فتح محمد سیال (ناظر اصلاح وارشاد) محمد الدین (ناظر تعلیم) خادم حسین (ناظر امور عامہ وخارجہ) مرزا داؤد احمد (ناظر حفاظت) جلال الدین شمس (ممبر) اسد اللہ خان (بیرسٹرایٹ لاء ممبر) مرزا منور احمد (ناظر ضیافت) سیف الرحمٰن (ممبر) عبدالسلام (وکیل الاعلیٰ تحریک جدید ممبر)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا قرار داد ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا:۔ "منظور ہے"[1]

میاں عبدالمنان صاحب عمر کا مکتوب "کوہستان" میں

"پیغام صلح" کے بعد اخبار کوہستان (راولپنڈی) کی ۴ اور ۱۲ نومبر کی اشاعتوں میں بھی مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا ایک خط چھپا جس کا عنوان تھا "قادیانی خلافت سے دستبرداری"

(بقیہ حاشیہ) (۱۰) محمد یونس صاحب مولوی فاضل (۱۱) چوہدری عبداللطیف صاحب بیگم پوری (۱۲) مولوی محمد حیات صاحب تاثیر (۱۳) مولوی علی محمد صاحب اجمیری

[1] روزنامہ الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

اس خط میں بھی انہوں نے اگرچہ بظاہر حضرت مصلح موعود سے عقیدت واخلاص کا اظہار کیا مگر نہ اپنے پر عائد شدہ الزامات کی وضاحت تھی نہ غیر مبائعین کے اعتراضات کا جواب تھا اور نہ ان منافقوں سے بیزاری کا اظہار تھا جو ان کو ساتھی قرار دیکر اُن کی "خلافت" کے حق میں پراپیگنڈا کر رہے تھے

امیر صوبائی پنجاب کے قلم سے اجمالی تفصیلات

اس مکتوب کا مقصد چونکہ محض اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور احمدیوں کو مغالطہ دے کر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا تھا اس لیے مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا امیر صوبائی پنجاب کی طرف "مولوی عبدالمنان صاحب کے کیس کی اجمالی تفصیلات" کے عنوان سے حسب ذیل مضمون بصورت ٹریکٹ شائع کیا گیا تا احباب جماعت پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے کہ مولوی عبدالمنان صاحب عمر اب تک معافی کے اس صحیح اور مومنانہ طریق معافی سے گریزاں ہیں جن کی نشاندہی حضرت مصلح موعود اپنے خطبہ جمعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء میں فرما چکے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولوی عبدالمنان صاحب نے آجتک اپنی صفائی کیلئے صحیح راہ اختیار نہیں کی

(احباب جماعت کی آگاہی کیلئے)

مولوی عبدالمنان صاحب کے کیس کی اجمالی تفصیلات

مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا ایک خط بعنوان "قادیانی خلافت سے دستبرداری" حال ہی میں ایک مخالف اخبار "کوہستان راولپنڈی" اور "کوہستان لاہور" میں شائع ہوا ہے۔ اس خط میں مولوی صاحب نے بظاہر اپنے پہلے رویہ کے برعکس سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز سے عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ میں حضور کو مصلح موعود اور خلیفہ برحق یقین کرتا ہوں۔ چونکہ یہ خط محض ایک مخالف اخبار میں ہی شائع ہوا ہے اور حضور کی خدمت میں یا کم از کم نظارت امور عامہ میں انہوں نے نہیں لکھا۔ اس لیے مرکز کی طرف سے ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ

احباب جماعت پر اس خط کی حقیقت واضح کر دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ پھر بھی جماعت کا کوئی ایسا فرد جسے حالات کی پوری واقفیت نہ ہو مولوی عبدالمنان صاحب کے اس خط سے کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے اس لیے میں نے بحیثیت صوبائی امیر خالصتاً اس نقطۂ نگاہ سے مولوی عبدالمنان صاحب کے کیس کو پڑھا ہے کہ تا میں اجمالی رنگ میں تمام واقعات احباب جماعت کی خدمت میں پیش کر سکوں اور انہیں صحیح صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ سو ذیل میں چند امور بالترتیب لکھ رہا ہوں:۔

۱۔ فتنہ منافقین کا انکشاف جولائی کے آخری ہفتہ میں ہوا۔ ان دنوں مولوی عبدالمنان صاحب پاکستان سے باہر تھے۔

۲۔ ان کی عدم موجودگی میں کئی ایسی شہادتیں مل چکی تھیں اور بعض اخبار میں بھی شائع ہو چکی تھیں کہ

ا۔ اُن کے بھائی عبدالوہاب صاحب کہتے ہیں کہ اب خلیفہ بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہے۔ اس لیے انہیں معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ مقرر کرنا چاہیئے۔

ب۔ بعض منافقین نے علی الاعلان کہا کہ وہ مولوی عبدالمنان صاحب کے سوا آئندہ کسی اور کو خلیفہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔

ج۔ بعض منافقین نے کہا کہ نعوذ باللہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خلافت کے لیے رستہ صاف کر رہے ہیں۔ اور اس غرض سے مولوی عبدالمنان صاحب کو جو خلافت کے مستحق اور امیدوار ہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے اور جماعت میں اُن کو آگے آنے نہیں دیا جاتا۔ وغیرہ وغیرہ

یہ امور ایسے ہیں جو صرف شہادتوں کے ذریعہ "الفضل" میں ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد خود منافقین کی طرف سے بھی مخالف اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

۳۔ مولوی عبدالمنان صاحب ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ربوہ میں واپس آ گئے۔ انہوں نے آ کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں معافی کی درخواست کی اور کہا کہ اُن کا کسی سازش یا پارٹی سے تعلق نہیں ہے۔

۴۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا کہ چونکہ وہ اتنا عرصہ

باہر رہے ہیں۔ انہیں یہاں کے حالات کا پورا علم نہیں ہے آئندہ پہلے وہ تمام اخبارات دیکھ لیں جن میں انکا بھی نام لیا گیا ہے۔ اور منافقین نے ان کو اپنا ساتھی ظاہر کر کے سلسلہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا ہے۔ پہلے ان امور کی تردید کریں اور پھر معافی کی درخواست کریں۔ اب اگر انہیں معافی دے دی گئی تو منافقین جو اُن کو اپنا ساتھی ظاہر کر رہے ہیں حسب سابق کذب بیانی اور بہتان طرازی کرتے رہیں گے۔

۵۔ اسی دوران میں ۱۴ ستمبر کو سیدنا حضرت ...... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مری میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اور زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ایسے لوگوں کو جو فتنہ میں ملوث تھے معافی اور صفائی کا طریق بتایا۔ اور فرمایا کہ اگر وہ دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ اخبارات میں ان کے متعلق جھوٹ لکھا گیا ہے تو اُن کا فرض ہے کہ وہ ان اخباروں کی تردید کریں۔ نیز جو لوگ ان کو اپنا ساتھی ظاہر کر رہے ہیں اُن سے بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان کریں۔ یہ خطبہ "الفضل" مورخہ ۲۲ ستمبر میں شائع ہو چکا ہے۔

۶۔ اس عرصہ میں مولوی عبدالمنان صاحب قریباً تین ہفتہ تک بالکل خاموش رہے۔ انہوں نے نہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کوئی خط لکھا اور نہ ہی نظارت امور عامہ سے کسی قسم کی مراسلت کی۔

۷۔ آخر انہوں نے ۲۴ ستمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ میرا کسی سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے

اخبارات کے متعلق انہوں نے لکھا کہ گویا انہوں نے کوشش بھی کی تھی۔ لیکن انہیں یہاں سے اخبارات نہیں ملے۔ باہر سے بھی منگوائے گئے لیکن ابھی تک نہیں پہنچے۔ وہ دوبارہ کوشش کریں گے۔

۸۔ مولوی عبدالمنان صاحب نے ۲۷ ستمبر کو ایک اور مضمون لکھا جو بعد میں "پیغام صلح" مورخہ ۳ اکتوبر میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کی ایک نقل انہوں نے "الفضل" کو بھی بھجوائی۔ لیکن چونکہ یہ مضمون ان کی بریت کے متعلق تھا۔ اس لیے "الفضل" والوں نے کہا کہ یہ مضمون نظارت امور عامہ کی معرفت آنا چاہیئے۔ چنانچہ بعد میں یہ مضمون مولوی عبدالمنان صاحب نے نظارت امور عامہ کو

بھجوا دیا۔

۹۔ اس مضمون میں مولوی عبد المنان صاحب نے خلافت ثانیہ کے ساتھ کہیں عقیدت اور وابستگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ نہ ہی ان الزامات کا جواب دیا تھا جو اخبار میں اُن کے خلاف آ چکے تھے بلکہ اس مضمون سے جیسا کہ کئی دوستوں نے محسوس کیا، مولوی صاحب کی پوزیشن اور زیادہ مشتبہ ہو گئی۔

۱۰۔ نظارت امور عامہ نے ۲۹ ستمبر کو مولوی عبد المنان صاحب کو خط لکھا۔ جس کے بعض اقتباسات ذیل میں درج ہیں۔

" آپ کا خط محررہ ۲۴/۹/۵۶ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے جواب میں لکھتا ہوں کہ افسوس ہے کہ آپ نے اس اہم اور سنگین نوعیت کے معاملہ میں اس ایمانی غیرت اور اخلاص کا اظہار نہیں کیا جو ایک سچے اور بے لوث مومن سے متوقع ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اٹھارہ (۱۸) دنوں سے امریکہ وغیرہ کے سفر سے واپس آ چکے ہیں۔ اور آپ کو واپس آنے کے دوسرے دن ہی کہہ دیا گیا تھا کہ آپ کو وہ اخبارات پڑھنے چاہئیں جن میں منافقین اور غیر مبائعین اور دیگر غیر احمدیوں نے موجودہ فتنہ میں آپ کو آڑ بنا کر مختلف قسم کی شرانگیز باتیں کی ہیں۔ مگر آپ کا اپنا اقرار ہے کہ آپ نے اس وقت تک ان اخبارات کا مطالعہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ایک سچے مومن کے لیے گویا زندگی اور موت کا سوال تھا۔

آپ کا یہ عذر کہ آپ کو ابھی تک اخبارات نہیں مل سکے ایک بالکل بہانہ جوئی کا عذر ہے۔ کیا اگر آپ کے گھر کو آگ لگی ہوئی ہو تو آپ اس قسم کے عذراتِ لنگ اختیار کر کے اس آگ کے بجھانے سے غفلت برتیں گے؟ اگر آپ میں اپنی بریت کی سچی تڑپ ہوتی تو آپ ایک دفعہ نہیں دس دفعہ لاہور کا سفر اختیار کر کے یا اپنے کسی آدمی کو لاہور بھجوا کر یہ اخبارات حاصل کر سکتے تھے۔ یا اتنے دنوں کی بجائے اس وقت خاکسار کو لکھ دیتے۔ مگر آپ اس طرح سوئے رہے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ آپ کو اخبارات کے حوالہ جات کی فہرست بھی بنا کر دے دی گئی تھی۔

کیاآپ کا دل اس بات پر تسلی پاتا ہے کہ آپ کا یہ رویہ کہ سترہ دن سے اخبارات کی تلاش کر رہا ہوں سچے ایمان کی علامت ہے ۔

آپ کا ایک نوٹ مؤرخہ ۲۷ 9/56 ایڈیٹر صاحب "الفضل" کے نام لکھا ہوا خاکسار کو بذریعہ رجسٹری ملا ۔ اس خط میں آپ نے عام اصول کے رنگ میں تو لکھا کہ میں خلافت حقہ کو مانتا ہوں ۔ مگر اس بات کی صراحت نہیں کی کہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت پر ایمان لاتا اور اُسے خلافت حقہ یقین کرتا ہوں ۔ معلوم نہیں کہ آپ نے جہاں خلافت حقہ لکھا ہے ۔ اس سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت مُراد لی ہے یا کہ اپنی متوقع خلافت کے متعلق اشارہ کر دیا ہے ۔"

۱۱ ۔ یکم اکتوبر کو مولوی عبدالمنان صاحب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک اور خط لکھا کہ حضور کے ارشاد کے مطابق اب تک باہر کے مندرجہ ذیل اخبارات دیکھ چکا ہوں ۔ اس کے بعد انہوں نے مختلف اخبارات کی فہرست دیدی ہے اور بس ۔

میرے نزدیک یہ خط محض ایک مذاق نظر آتا ہے ۔ کیونکہ ان اخبارات میں بھی جو کچھ تھا ۔ اس کی تردید نہ بذریعہ اخبارات اور نہ بذریعہ خط انہوں نے کی ۔

۱۲ ۔ ۲ ر اکتوبر کو مولوی صاحب نے ناظر صاحب امور عامہ کے خط محررہ ۲۹ ر ستمبر کا جواب لکھا ۔ لیکن اس میں بھی معین اور واضح رنگ میں کسی اہم پہلو کا جواب انہوں نے نہیں دیا بلکہ الزامی اور منطقیانہ رنگ میں بات کو ٹالنے کی کوشش کی ہے ۔ اور اصل مقصد یعنی الزامات کی تردید وغیرہ کی طرف نہیں آئے ۔

چنانچہ اس کے جواب میں ۳ ر اکتوبر کو ناظر صاحب امور عامہ نے مولوی صاحب کے نام ایک اور خط لکھا ۔ جس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں :۔

" میرے رجسٹرڈ خط محررہ 9/56 ۲۹ کے جواب میں آپ کا خط محررہ 10/56 ۲ دستی موصول ہوا ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے صاف اور سیدھے مؤمنانہ طریق کو چھوڑ کر ایسا دفع الوقتی کا رنگ اختیار کیا ہے جو معاملہ کو سلجھانے اور آپ

کے ایمان و اخلاص کی پوزیشن کو صاف کرنے کی بجائے مزید پیچیدگی پیدا کرتا ہے اور بدگمانی کا راستہ کھولتا ہے۔ میں نے اپنے خط محررہ ۲۹/۹/۵۶ میں آپ کی جملہ سابقہ تحریرات کو سامنے رکھ کر چند معین باتیں پیش کی تھیں۔ اور آپ کو بتایا تھا کہ آپ پر ان امور میں واضح تردیدی اعلان کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر آپ نے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی بجائے دفع الوقتی کے رنگ میں مجمل باتیں لکھ دی ہیں۔ اور نہ تو کسی بات کا معین صورت میں جواب دیا ہے۔ اور نہ حسب تحریر کوئی تردیدی اعلان شائع کیا ہے۔"

علاوہ ازیں اس خط میں پھر ان تمام امور کو دوہرایا گیا کہ اب بھی اگر مولوی صاحب ان کی تردید کر دیں تو کافی ہو جائے۔ چنانچہ خط کے آخری الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"میں اس بات کے لکھنے سے بھی رُک نہیں سکتا۔ کیونکہ جماعتی مفاد اس کا متقاضی ہے کہ ہم آپ کے معاملہ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے فوری طور پر صحیح جواب نہ دیا۔ اور ایمان اور اخلاص کے طریق پر مطلوبہ تردیدی اعلانات نہ کیے تو ہمیں مجبوراً یہ تحریر "الفضل" میں شائع کرنی پڑے گی۔ اور جو مشورے جماعت کی طرف سے آ رہے ہیں اُن کو قبول کر کے آپ کے متعلق کوئی اعلان کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کے موجودہ رویہ کو دیکھتے ہوئے جماعت کو تسلی دلانے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس باقی نہیں رہا۔"

۱۳۔ اس دوران میں پھر مولوی صاحب اور نظارت امور عامہ کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی۔ جس سے مولوی صاحب کے حق میں کوئی مفید بات نہیں نکلتی۔ اس ساری خط و کتابت سے یہ اثر ہے کہ مولوی صاحب نے بحث کے رنگ میں خطوط کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور معین اور واضح رنگ میں عائد شدہ الزامات کی تردید کی طرف توجہ بھی نہیں دی۔

۱۴۔ "کوہستان" راولپنڈی مؤرخہ ۹ نومبر اور "کوہستان" لاہور مؤرخہ ۱۲ نومبر میں "قادیانی خلافت سے دستبرداری" کے عنوان سے مولوی عبدالمنان صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے۔ جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اور جس پر مرکز کی طرف سے ایک سرکلر لیٹر بھی جماعتوں کو بھیجا گیا ہے۔

اس خط میں مولوی عبد المنان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عقیدت اور اخلاص کا اظہار کیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حیرانگی کی بات ہے کہ یہ خط انہوں نے نہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیجا ہے اور نہ ہی نظارت امور عامہ میں۔ بلکہ سلسلہ کے ایک شدید معاند اخبار میں انہوں نے اسے شائع کروایا ہے۔ "الفضل" جو سلسلہ کا اخبار ہے اور اس غرض کے لیے باقی تمام اخبارات سے زیادہ موزوں اور اہم تھا "کوہستان" سے بھی میں شائع ہونے کے دو ہفتے بعد ۱۹؍ نومبر کو یہ مضمون بھجوایا گیا۔

۱۵۔ "الفضل" کے نام مولوی صاحب کا جو خط وصول ہوا وہ "الفضل" نے نظارت امور عامہ کو بھجوایا۔ نظارت امور عامہ نے اس کے جواب میں مولوی صاحب کو جو خط لکھا اُس کے چند اقتباسات یہ ہیں:۔

"آپ اس امر کو بخوبی سمجھتے ہوں گے۔ کہ اگر آپ اپنی عقیدت اور اخلاص کے اظہار کے لیے ایسے خطوط لکھ رہے ہیں تو اس کے اولین مخاطب خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ذات ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ امر میرے لیے حیرانگی کا موجب ہے کہ آپ نے تادم تحریر یہ خط یا اس کی کوئی نقل حضور کی خدمت میں نہیں بھجوائی۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر اس خط کے نتیجے میں آپ نظام سلسلہ کی طرف سے کسی کارروائی کی توقع رکھتے ہیں تو تب بھی ایسا کرنا ضروری تھا کہ حضور کو سب سے پہلے یہ خط لکھا جاتا یا کم از کم نظارت امور عامہ کو لکھا جاتا۔ لیکن اس کے برعکس آپ نے سلسلہ کے ایک شدید دشمن اخبار میں یہ خط شائع کروایا۔ اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نیت اپنی برأت کرنا نہیں۔ بلکہ خلیفۃ المسیح کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ہے۔

اب بھی آپ نے جو خط لکھا ہے وہ "الفضل" کو لکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کے ایسے .... مظاہرہ کے بعد "الفضل" آپ کا خط شائع نہیں کر سکتا جب تک آپ یہ نہ بتائیں۔ کہ آپ نے کیوں حضرت خلیفۃ المسیح کو خط نہیں لکھا۔ اور کیوں سلسلہ کے شدید دشمن اخبار میں دو دفعہ اس خط کو شائع

کرایا۔جب تک آپ کا مضمون آپ کے دستخط سے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں۔ یا امور عامہ میں نہیں آتا سلسلہ کی طرف توجہ دینے کے لیے تیار نہیں اور نہ ہی "الفضل" اُسے چھاپے گا۔"

۱۶۔ آج کی تاریخ (۲۵/۱۱/۵۶) تک مولوی عبدالمنان صاحب کے کیس کی یہ پروگریس رہی ہے جس کا اجمالی نقشہ میں نے احباب کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مولوی عبدالمنان صاحب کا آخری خط جو بظاہر عقیدت کا خط ہے اُن کے پہلے خط کی طرح اُن کی پوزیشن کو صاف نہیں کرتا۔ اس میں بھی انہوں نے نہ اپنے اوپر عائد شدہ الزامات کی کوئی وضاحت کی ہے۔ نہ پیغامیوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ نہ اُن لوگوں سے واضح رنگ میں بیزاری کا اظہار کیا ہے جنہوں نے ان کو اپنا ساتھی ظاہر کر کے حضور اور جماعت کے خلاف اسقدر پروپیگنڈا کیا ہے۔ بلکہ جہاں تک مرکز کی اطلاعات کا تعلق ہے وہ اب بھی ان لوگوں سے باقاعدہ رابطہ رکھ رہے ہیں اور تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں۔

ان حالات میں جماعت کے دوست سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی عبدالمنان صاحب کا یہ خط بھی کوئی معنے نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر کوئی شخص یہ قیاس کرے کہ انہوں نے یہ بھی ایک چال چلی ہے اور اسطرح حالات سے ناواقف افراد کے دلوں میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ تو معافی مانگ رہے ہیں لیکن خلیفۃ المسیح ان کو معاف نہیں کرتے۔ اور اس طرح سے حضور کے خلاف بھی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ تو اُسے بھی غلط نہیں کیا جا سکتا۔

جماعت کے دوستوں کو اِن کوائف کی روشنی میں سمجھ لینا چاہیئے کہ مولوی عبدالمنان صاحب نے آج تک اپنی صفائی اور بریت کے لیے صحیح راہ اختیار نہیں کی اور خصوصاً اس طریق کے مطابق ایک دفعہ بھی حضور سے معافی کی درخواست نہیں کی جس کا ذکر آج سے بہت پہلے حضور اپنے خطبہ میں فرما چکے ہیں۔ والسلام

خاکسار

عبدالحق صوبائی امیر

۲۵/۱۱/۵۶

اخراج از جماعت کا مفصل اعلان

حضرت مصلح موعود کی دلی تمنا تھی کہ کسی طرح میاں عبدالمنان صاحب صحیح رنگ میں معافی نامہ بھیجیں تو اس پہ غور کیا جائے مگر ڈھائی تین ماہ کی مہلت کے باوجود جب اُن کی روش میں ذرہ برابر کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو حضور نے احمدی جماعتوں اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی اُن قرار دادوں کو منظور فرما لیا جو فتنہ میں ملوث افراد کو جماعت میں شامل تصور نہ کرنے سے متعلق تھیں بعد ازاں ۲۹ نومبر ۱۹۵۶ء کے الفضل میں مندرجہ ذیل مفصل اعلان جاری فرمایا :-

مولوی عبدالمنان کے متعلق اخراج از جماعت احمدیہ کا اعلان

"مولوی عبدالمنان جب امریکہ میں تھے تو اُن کے بعض ساتھیوں نے یہ کہا تھا خلیفہ ثانی کی وفات کے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔ اور پھر "پیغام صلح" نے ان کی اور ان کے ساتھیوں کی تائید شروع کر دی تھی۔ جس سے پتہ لگتا تھا کہ پیغامیوں کے ساتھ ان کی پارٹی کا جوڑ ہے۔ اور "پیغام صلح" نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ مَیں نے نعوذ باللہ حضرت خلیفہ اوّل ...... کی ہتک کی ہے مَیں نے مولوی عبدالمنان کے متعلق کوئی قدم اس لیے نہ اٹھایا کہ وہ باہر ہیں جب واپس آئیں اور ان کو ان باتوں کی تردید کا موقعہ ملے۔ تو پھر ان کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جب وہ واپس آئے۔ تو انہوں نے ایک مبہم سا معافی نامہ لکھ کر بھجوا دیا۔ مَیں نے وہ میاں بشیر احمد صاحب کو دیا کہ وہ اس پہ جرح کریں کریں مگر میاں بشیر احمد صاحب کے خطوں کے جواب سے انہوں نے گریز کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد ایک مضمون جو ظاہراً معافی نامہ تھا لیکن اس میں "پیغام صلح" کے اس الزام کی کوئی تردید نہیں تھی کہ خلیفہ ثانی یا جماعت احمدیہ نے حضرت خلیفہ اوّل ... کی گستاخی کی ہے۔ انہوں نے "پیغام صلح" میں شائع کرایا۔ یہ بیان ایسا تھا کہ جماعت کے بہت سے آدمیوں نے لکھا کہ اس بیان کا ہر فقرہ وہ ہے جس کے نیچے ہر پیغامی دستخط کر سکتا ہے۔ اس لیے اس بیان کو جماعت نے قبول نہ کیا۔

اس دوران میں چوہدری محمد حسین چیمہ ایڈووکیٹ نے ایک مضمون "پیغام صلح" میں لکھا جس میں یہ بھی لکھا گیا۔ کہ مرزا محمود کی خلافت کی مخالفت کرنے والوں کو دلیری اور استقلال سے

ان کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور ڈرنا نہیں چاہیئے۔ ہمارا روپیہ اور ہماری تنظیم اور ہماری سٹیج ان کی تائید میں ہے۔ مولوی عبدالمنان اور مولوی عبدالوہاب نے اس مضمون کی بھی جو جماعت احمدیہ کی سخت ہتک کرنے والا تھا کوئی تردید نہ کی اس کے بعد مولوی عبدالمنان نے بجائے اس کے کہ تمام ضروری تردیدوں کے ساتھ معافی نامہ میرے پاس بھیجتے ایک بظاہر معافی نامہ لیکن درحقیقت اقرارِ جرم سلسلہ احمدیہ کے شدید مخالف روزنامہ "کوہستان" میں چھپوا دیا جس کا ہیڈنگ یہ تھا کہ "قادیانی خلافت سے دستبرداری" یہ دوسرے لفظوں میں اقرار تھا اس بات کا کہ عبدالمنان صاحب "قادیانی خلافت" کے امیدوار ہیں کیونکہ جو شخص امیدوار نہیں وہ دستبردار کس طرح ہو سکتا ہے مگر بہر حال یہ مضمون جیسا بھی تھا میرے پاس نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ "کوہستان" میں چھپوایا گیا۔ اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کے لیے ایک تدبیر نکالی جا رہی ہے۔ پس میں مولوی عبدالمنان کو اس وجہ سے کہ وجہِ شکوہ مجھے پیدا ہوئی تھی لیکن انہوں نے اس کے جواب میں ایک ملمع سازی کا مضمون "کوہستان" میں چھپوا دیا۔ جو احمدیت کا دشمن ہے اور میرے پاس صحیح طور پر کوئی معافی نامہ نہیں بھجوایا۔ پس میں مولوی عبدالمنان کو جو یا تو اپنا مضمون "پیغامِ صلح" میں چھپواتے ہیں۔ جو جماعتِ مبائعین کا سخت دشمن اخبار ہے یا "کوہستان" میں چھپواتے ہیں جو سلسلہ احمدیہ کا شدید دشمن ہے۔ اور پھر چوہدری محمد حسین چیمہ کے شدید دلآزار مضمون کی تردید نہیں کرتے اور اپنی خاموشی سے اس کی اس دعوت کو منظور کرتے ہیں کہ شاباش خلافتِ ثانیہ کی مخالفت کرتے رہو اور ہمارا روپیہ اور ہمارا پلیٹ فارم اور ہماری تنظیم تمہارے ساتھ ہے تم خلافتِ محمودیہ کی مخالفت کرتے رہو اور اس کے پرخچے چاک کر دو۔ جماعتِ احمدیہ سے خارج کرتا ہوں اسی طرح مذکورہ بالا الزامات کی بناء پر میاں عبدالوہاب کو بھی۔ پس آج سے وہ جماعتِ احمدیہ کا حصہ نہیں ہیں اور اس سے خارج ہیں۔ مجھے کچھ عرصہ سے برابر جماعت کے خطوط موصول ہو رہے تھے کہ یہ لوگ جب جماعت سے عملاً خارج ہو رہے ہیں۔ تو ان کو جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کیوں نہیں کیا جاتا۔ مگر میں پہلے اس لیے رکا رہا کہ شاید وہ صحیح طور پر معافی مانگ لیں اور الزاموں کا ازالہ کر دیں۔ مگر ان لوگوں نے نہ مجھ سے معافی مانگی نہ ان الزامات کا ازالہ کیا جو ان پر لگائے گئے تھے پس اب میں زیادہ

انتظار کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور مولوی عبدالمنان اور میاں عبدالوہاب دونوں کو جماعت احمدیہ سے خارج کرتا ہوں ۔ تمام جماعتیں اس بات کو نوٹ کرلیں ۔ اگر وہ صحیح طور پر براہ راست مجھ سے رجسٹری باخذ رسید معافی طلب کریں گے نہ کہ کسی پیغامی یا غیر احمدی اخبار میں مضمون چھپوا کر تو اس پر غور کیا جائے گا ۔ سر دست ان کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے ۔ بعض اور لوگ بھی انکے ہمنوا ہیں مگر ان کے متعلق مجھے اعلان کرنے کی ضرورت نہیں ۔ امور عامہ ان کے متعلق ساری باتوں پر غور کر رہا ہے ۔ وہ جب کسی نتیجہ پر پہنچے گا خود اعلان کر دے گا ۔

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۲۷/۱۱/۵۶

ناظر صاحب امور عامہ کا مکتوب مفتوح

میاں عبدالمنان صاحب حضرت مصلح موعود کے اس مفصل بیان کی اشاعت کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا ہے اور صحیح راہ سے کھلم کھلا گریز کر کے ناظر صاحب امور عامہ کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا جس کے جواب میں ناظر صاحب کی طرف سے حسب ذیل مکتوب مفتوح الفضل ۴ر دسمبر ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

میاں عبدالمنان صاحب ! السلام علیکم

آپ کا ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور پہنچا جس میں آپ نے کوہستان میں چھپنے والے خط کی نقل بھجوائی ہے اور یہ شکایت کی ہے کہ الفضل کو بھی میں نے یہ مضمون بھجوایا تھا ۔ مگر الفضل نے شائع نہیں کیا ۔ آپ کا یہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمارے دفتر میں جواب کے لیے بھجوایا ہے سو آپ کو جواباً تحریر ہے ۔ کہ اس خط میں بھی بہت ـــــ دجل سے کام لیا گیا ہے ۔ جیسا کہ پہلے خطوں میں لیا گیا تھا ۔ مثلاً اس خط کے اوپر تاریخ ۲۷/۱۱/۵۶ لکھی ہے ۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کے اخراج از جماعت کا جو اعلان الفضل میں چھپا تھا اس میں حضرت خلیفۃ

المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مضمون کی تحریر کی تاریخ ۲۷/۱۱/۵۶ لکھی تھی۔ لیکن مضمون چھپا ۲۹/۱۱/۵۶ کے الفضل میں تھا۔ اور لاہور بھی ۲۹/۱۱/۵۶ کو پہنچ گیا تھا۔ آپ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ گویا معافی نامہ اس مضمون کے چھپنے سے پہلے کا ہے۔ اپنے خط پر بھی ۲۷/۱۱/۵۶ کی تاریخ ڈال دی اور یہ بھول گئے کہ جس وقت آپ اس خط کو ڈاک خانہ میں رجسٹری کروائیں گے تو ڈاکخانہ بھی کوئی تاریخ ڈالے گا۔ چنانچہ آپ کے رجسٹری خط کا لفافہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اور اس پر ڈاکخانہ نے لکھا ہے کہ ۳۰ نومبر کو یہ خط ربوہ سے ڈالا گیا۔ ہمارے آدمیوں کی رپورٹ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ۲۹ نومبر کو لاہور سے ربوہ آگئے تھے۔ اور ۳۰ کی صبح کو لاری کے ذریعہ کہیں باہر گئے تھے پس آپ نے یہ خط ۳۰ تاریخ کو ربوہ سے روانہ کیا۔ اور ۲۷ تاریخ اس پر محض اس لیے ڈالی ہے۔ تاکہ جماعت احمدیہ یہ دھوکہ کھائے۔ کہ اخراج از جماعت سے پہلے ہی آپ نے معافی مانگ لی تھی۔ مگر پھر بھی آپ کو معاف نہیں کیا گیا۔ تعجب ہے کہ ایک راستباز انسان کا بیٹا ہوتے ہوئے آپ عبداللہ بن سبا کے طریق پر چل رہے ہیں۔"

یہ شکایت بھی کہ الفضل نے آپ کا مضمون نہیں چھاپا تھا۔ حالانکہ کوہستان نے چھاپ دیا اپنی ذات میں ایک دجل ہے۔ آپ کا یہ مضمون پہلے چار نومبر کے کوہستان میں چھپا تھا پھر ۱۲ نومبر کے کوہستان میں۔ اور الفضل کو آپ کا مضمون ۱۹ نومبر کو پہنچا تھا۔ الفضل کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ وہ مضمون جو پہلی دفعہ پندرہ دن پہلے اور دوسری دفعہ سات دن پہلے آپ سلسلہ کے ایک شدید دشمن اخبار میں چھپوا چکے تھے اس کو چھاپتا جبکہ الفضل کا اس معاملہ سے تعلق بھی کوئی نہیں۔ یہ معاملہ یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے تعلق رکھتا تھا یا ہمارے دفتر سے۔ مگر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو یہ مضمون نہیں بھجوایا بلکہ کوہستان کو بھجوایا اور تیسری دفعہ الفضل کو بھجوایا پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو نہیں بھجوایا۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ کی نیت صرف پروپیگنڈا تھی۔ خلافت کے حصول کی خواہش نے آپ کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ آپ نے موجودہ خط میں لکھا ہے کہ کوہستان میں جو ہیڈنگ چھپا ہے وہ میرا نہیں اور آپ ایسی حرکات کر رہے ہیں۔ جو کوئی بے وقوف سے بے وقوف انسان بھی نہیں کر سکتا تھا وہ ہیڈنگ یہ تھا "قادیانی خلافت سے دستبرداری" اس ہیڈنگ کو کوہستان کے ایڈیٹر

کے سر تھوپنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ جماعت ربوہ نے آج سے قریباً پندرہ دن پہلے آپ کا یہ بھانڈا پھوڑ دیا تھا کہ خلافت سے دستبرداری کے یہ معنے ہیں کہ پہلے کبھی خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔ پس یہ ہیڈنگ خود آپ کے گزشتہ اعلانات کی تردید کرتا ہے۔ آپ نے سمجھا کہ چلو لگے ہاتھوں اس ہیڈنگ کی بھی صفائی کر دو۔ حالانکہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے۔ کہ یہ ہیڈنگ کوہستان کے ایڈیٹر نے بد دیانتی سے خود دیا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ کوہستان کو یہ مضمون بھیجنے کیلئے مشورہ آپ کو کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دیا تھا۔ یا جماعت احمدیہ نے۔ آپ نے یہ مضمون براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یا امور عامہ کو کیوں نہ بھیجا۔ تاکہ اسی وقت اس کی حقیقت کھل جاتی۔ پھر جب ۴ نومبر کے پرچہ میں آپ کے قول کے مطابق کوہستان نے آپ پر جھوٹ بولتے ہوئے ایک غلط ہیڈنگ اس مضمون پر لگا دیا تھا۔ تو آپ نے بارہ نومبر کو یہی مضمون اس کو دوبارہ چھاپنے کے لیے کیوں بھیجا۔ اور کیوں ۴ نومبر کے پرچے کے فوراً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یا امور عامہ کو نہ لکھا کہ یہ ہیڈنگ میں نے نہیں دیا سلسلہ کے دشمن ایڈیٹر نے اپنے پاس سے لکھدیا ہے۔ اور کیوں اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ پہلے ربوہ کا ریزولیوشن الفضل میں چھپ جائے۔ تو پھر اس کی تردید کریں۔ یہ بات بھی آپ کی دیانت کے خلاف دلیل ہے۔ کہ آپ نے یہ مضمون چار تاریخ کے کوہستان میں چھپوایا۔ پھر بارہ تاریخ کے کوہستان میں چھپوایا۔ پھر تیرہ تاریخ کو یہ مضمون پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کو کراچی بھجوایا۔ اور ان پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی کہ مجھ پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور لکھا کہ آپ کو غلط واقعات سے مسموم کیا جا رہا ہے۔ آپ کے بھائی قاضی عطاء اللہ صاحب ایم اے نے واقعات کی چھان بین کی اور وہ اصل بات سمجھ گئے۔ چنانچہ مجھ سے ملاقات کے وقت انہوں نے نفرت کا اظہار نہیں کیا قاضی صاحب نے اپنا بیان اور آپ کا خط ہمیں بھجوا دیا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کوشش کر رہے ہیں کہ جماعت پر ظاہر کریں کہ آپ پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ یہ کوشش خود اپنی ذات میں آپ کی سلسلہ سے دوری کا ثبوت ہے اور ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے وقت پر آپ کو جماعت سے خارج کر دیا۔ گو آپ کے طریق عمل کے مطابق یہ کافی تھا کہ ہم یہ جواب الفضل میں چھپوا دیتے۔ لیکن ہم براہ راست

آپ کے نام بھی یہ جواب رجسٹری کر رہے ہیں ۔ تاکہ پہلے واقعات کی طرح آپ کو یہ بہانہ نہ ملے کہ آپ نے اخبار نہیں پڑھا تھا ۔

(ناظر امور عامہ ۵۶/۱۲/۳)

اصلاح احوال کی آخری کوشش

جناب مولوی عبدالمنان صاحب کو نظام خلافت سے وابستہ کرنے کی ایک آخری مگر ذاتی کوشش گوجرانوالہ کے ایک مخلص بزرگ حضرت شیخ صاحب دین صاحب کی جانب سے ہوئی مگر افسوس صد افسوس اُن کی مخلصانہ مساعی صدا بصحرا ثابت ہوئیں ۔ اور اُن کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ حضرت مصلح موعود نے اُن کے ذریعہ بھی مولوی صاحب کو واضح رہنمائی فرمائی کہ امام وقت سے معافی حاصل کرنے کا صحیح طریق کیا ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ صاحب موصوف کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے حسب ذیل دو خطوط لکھے گئے ۔

۱ ۔ " بخدمت مکرم شیخ صاحب دین صاحب گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رجسٹری خط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا حضور نے بعد ملاحظہ فرمایا کہ مولوی عبدالمنان صاحب کی معافی کا سوال تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ وہ صحیح طریق پر فتنہ پردازوں منافقین اور غیر مبائعین سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں ۔ مگر ابھی تک انہوں نے باوجود مطالبہ کے ایسا نہیں کیا ۔ اس لیے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ اگر وہ حقیقی رنگ میں ایسا کر دیں تو ان کی معافی کے بارے میں غور کیا جا سکتا ہے مولوی عبدالمنان سے صاف طور پر کہا گیا تھا کہ بعض فتنہ پردازوں نے آئندہ خلافت کے امیدواروں میں آپ کا نام لیا ہے ۔ بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ ہم مولوی عبدالمنان عمر کے سوا کسی کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے ۔ ان فتنہ پردازوں کا یہ طریق اسلامی شریعت کے صریح خلاف اور جماعت میں سخت فتنہ پیدا کرنے والا تھا۔ مولوی عبدالمنان سے کہا گیا کہ وہ واضح اور معین طور پر ان فتنہ پردازوں سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں اور ان کے اس فتنہ پردازانہ طریق پر لعنت بھیجیں مگر انہوں نے اب تک ایسا نہیں کیا ۔

پھر مولوی عبدالمنان صاحب سے کہا گیا کہ آپ کے بھائی مولوی عبدالوہاب کے متعلق بار بار شائع ہو چکا ہے کہ وہ منافقین اور مخالفینِ سلسلہ سے ملتا ہے اور ان کی طرفداری کرتا ہے۔ آپ مولوی عبدالوہاب سے بیزاری کا اعلان کریں اور لکھیں کہ میں ان سے تعلق نہیں رکھوں گا مگر انہیں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر غیر مبایعین کے متعلق مولوی عبدالمنان سے کہا گیا تھا کہ یہ لوگ حضرت خلیفہ اوّل ...... کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے باغی اور مخالف تھے اور آپ کے عزل کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن اب اس فتنہ کے موقعہ پر وہ منافقانہ رنگ میں اپنی مطلب برآری کے لیے اور حضرت خلیفہ اوّل کے خاندان کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے حضرت خلیفہ اوّل کی تعریفیں کر رہے ہیں۔ مولوی عبدالمنان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اعلان کریں کہ غیر مبائعین کا یہ رویہ منافقانہ ہے۔ اور ان کی یہ تعریفیں جھوٹی ہیں یہ لوگ حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں برابر ان کے خلاف لکھتے رہے ہیں۔ اور حضرت خلیفہ اوّل ان لوگوں کے خلاف اعلان فرماتے رہے ہیں۔

اس مطالبہ کے باوجود آج تک مولوی عبدالمنان نے غیر مبائعین کے اس طریق سے بھی بیزاری کا اعلان نہیں کیا۔ ان امور کے متعلق جب تک واضح اعلان نہ کریں۔ ان کا محض لفظی طور پر معافی مانگنا فضول ہے۔ اگر وہ صاف طور پر ایسے اعلانات کر دیں تو پھر اس کے بعد ان کی معافی کے بارہ میں غور کیا جا سکتا ہے۔

خاکسار خادم حسین

۱۹/۸/۵۷ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

۲۔ "شیخ صاحب دین صاحب گوجرانوالہ

آپ کا خط مورخہ ۵/۸/۱۲ مولوی عبدالمنان صاحب کی معافی کے متعلق حضور کے ملاحظہ میں آیا۔ فرمایا۔" آپ کا خط ملا آپ نے لکھا ہے کہ منان کی معافی کی اشاعت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ اصل غرض اصلاح سے ہے۔ اور رسول اللہ ؐ نے بھی لا تثریب علیکم الیوم کہا تھا تو کوئی اعلان نہیں کروایا تھا۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اعلان بھی اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی واقعہ میں توبہ کرتا ہے تو پھر اس کو اعلان سے کیا ڈر۔ جب پیغامیوں نے حضرت

خلیفہ اوّل پر بدظنیاں کی تھیں تو انہوں نے بیت مبارک میں سب کو جمع کر کے تقریر کی تھی اور مولوی محمد علی سے دوبارہ بیعت لی تھی۔ کیا یہ اعلان ہے یا نہیں۔ سو جس چیز کو منان کے باپ نے جائز سمجھا تھا۔ جو اس سے ہزاروں گنا بڑا تھا اس پر منان کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

والسلام

۵/۲/۵۸ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

فصل پنجم

مسئلہ خلافت پر اہم خطاب، یوم خلافت منانے کا ارشاد انتخاب خلافت کے نظام عمل کا اعلان، فتنہ پردازوں کی عبرتناک ناکامی

حضرت مصلح موعود نے فتنۂ منافقین کی کچلیاں توڑنے کے لیے خدام و انصار کے مرکزی اجتماعات (منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۶ء) میں بھی مسئلہ خلافت ہی کو اپنے خطاب کا نقطۂ مرکزیہ بنایا۔ اور منافقین کی ایسی قلعی کھولی کہ سننے والے حیران و ششدر رہ گئے۔

حضور نے اس موقع پر جو بصیرت افروز تقاریر فرمائی۔ ان کے بعض ایمان پرور اقتباسات درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ "یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ تبلیغ اسلام کا وہ کام جو اس وقت دنیا میں اور کوئی جماعت نہیں کر رہی صرف جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ مصر کا ایک اخبار "الفتح"[۱] ہے وہ ہماری جماعت کا سخت مخالف ہے۔ مگر اس نے ایک دفعہ لکھا کہ جماعت احمدیہ کو بے شک ہم اسلام کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت وہ تبلیغ اسلام کا جو کام کر رہی ہے گزشتہ تیرہ سو سال میں وہ کام بڑے بڑے اسلامی بادشاہوں کو بھی کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ جماعت کا یہ کارنامہ محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اور تمہارے ایمانوں کی وجہ سے ہے۔ آپ کی پیشگوئیاں تھیں اور تمہارا ایمان تھا۔ جب یہ دونوں مل گئے تو خدا تعالےٰ کی برکتیں نازل ہونی شروع ہوئیں۔ اور

---

[۱] "الفتح" قاہرہ ۲۰ رجمادی الآخر مطابق ۲۲ راکتوبر ۱۹۳۲ء (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۲)

جماعت نے وہ کام کیا جس کی توفیق مخالف ترین اخبار الفتح کے قول کے مطابق کسی بڑے سے بڑے اسلامی بادشاہ کو بھی آجتک نہیں مل سکی۔ اب تم روزانہ پڑھتے ہو۔ کہ جماعت خداتعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم اور بھی ترقی کروگے۔ اور اس وقت تمہار چندہ ۲۰، ۲۵ لاکھ سالانہ نہیں ہوگا۔ بلکہ کروڑ دو کروڑ پانچ کروڑ دس کروڑ۔ بیس کروڑ پچاس کروڑ۔ ارب۔ کھرب۔ پدم بلکہ اس سے بھی بڑھ جائے گا۔ اور پھر تم دنیا کے چپہ چپہ میں اپنے مبلغ رکھ سکوگے۔ انفرادی لحاظ سے تم اس وقت بھی غریب ہوگے لیکن اپنے فرض ادا کرنے کی وجہ سے ایک قوم ہونے کے لحاظ سے تم امریکہ سے بھی زیادہ مالدار ہوگے۔ دنیا میں ہر جگہ تمہارے مبلغ ہوں گے۔ اور جتنے تمہارے مبلغ ہوں گے۔ اتنے افسر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی قوم کے بھی نہیں ہوں گے۔ امریکہ کی فوج کے بھی اتنے افسر نہیں ہوں گے۔ جتنے تمہارے مبلغ ہوں گے۔ اور یہ محض تمہارے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے ہوگا۔ اگر تم اپنے ایمان کو قائم رکھوگے تو تم اس دن کو دیکھ لوگے"[ل]

۲- "پچھلے مہینہ میں ہی میں نے ایک رؤیا دیکھا تھا کہ کوئی غیر مرئی وجود مجھے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو وقفہ وقفہ کے بعد جماعت میں فتنہ پیدا ہونے دیتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ وہ ظاہر کرے کہ جماعت کس طرح آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہے یا جب آپ کسی خاص طرف مڑیں تو کس سرعت کے ساتھ آپ کے ساتھ مڑتی ہے یا جب آپ اپنی منزلِ مقصود کی طرف جائیں تو وہ کس طرح اسی منزلِ مقصود کو اختیار کر لیتی ہے۔"

(الفضل ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء صل)

اب دیکھو یہ فتنہ بھی جماعت کے لیے ایک آزمائش تھی لیکن بعض لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ اس میں حصہ لینے والے حضرت خلیفہ اوّل کے لڑکے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی آپ کا انکار کیا تھا اور اس انکار کی وجہ سے وہ عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اولاد کے اس فتنہ میں ملوث ہونے

[ل] الفضل ۲۴ر اپریل ۱۹۵۷ء صہ کالم ۱، ۲ (اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

کی وجہ سے ہمیں کس بات کا خوف ہے۔ اگر وہ فتنہ میں ملوث ہیں تو خدا تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کریگا۔ شروع شروع میں جب فتنہ اٹھا تو چند دنوں تک بعض دوستوں کے گھبراہٹ کے خطوط آئے اور انہوں نے لکھا کہ ایک چھوٹی سی بات کو بڑا بنا دیا گیا ہے۔ اللہ رکھا کی بھلا حیثیت ہی کیا ہے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ساری جماعت اپنے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے ان لوگوں سے نفرت کرنے لگ گئی۔ اور مجھے خطوط آنے شروع ہوئے کہ آپ کے اور بھی بہت سے کارنامے ہیں۔ مگر اس بڑھاپے کی عمر میں اور ضعف کی حالت میں جو یہ کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے۔ یہ اپنی شان میں دوسرے کارناموں سے بڑھ گیا ہے۔ آپ نے بڑی جرأت اور ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو ننگا کر دیا ہے جو بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور سلسلہ کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے اس طرح آپ نے جماعت کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا ہے۔ مری میں مجھے ایک غیر احمدی کرنیل ملے۔ انہوں نے کہا کہ جو واقعات ۱۹۵۳ء میں احمدیوں پر گزرے تھے وہ اب پھر ان پر گزرنے والے ہیں اس لیے آپ ابھی سے تیاری کر لیں اور میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ۱۹۵۳ء میں تو پولیس اور ملٹری نے آپ کی حفاظت کی تھی لیکن اب وہ آپ کی حفاظت نہیں کرے گی کیونکہ اس وقت جو واقعات پیش آئے تھے ان کی وجہ سے وہ ڈر گئی ہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا۔ کرنل صاحب پچھلی دفعہ میں نے کونسا تیر مارا تھا جو اب ماروں گا۔ پچھلی دفعہ بھی خدا تعالیٰ نے ہی جماعت کی حفاظت کے سامان کیے تھے اور اب بھی وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ جب میرا خدا زندہ ہے تو مجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میری اس بات کا کرنل صاحب پر گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ جب میں ان کے پاس سے اُٹھا اور دہلیز سے باہر نکلنے لگا تو وہ کہنے لگے فیتھ از بلائنڈ (FAITH IS BLIND) یعنی یقین اور ایمان اندھا ہوتا ہے وہ خطرات کی پرواہ نہیں کرتا جب کسی شخص میں ایمان پایا جاتا ہو تو اُسے آڑے آنے والے مصائب کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ جب منافقین کا فتنہ اٹھا تو انہی کرنل صاحب نے ایک احمدی افسر کو جو ان کے قریب ہی رہتے تھے بلایا اور کہا کہ میری طرف سے مرزا صاحب کو کہہ دینا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے۔ اللہ رکھا کی بھلا حیثیت ہی کیا تھی۔ اس مضمون سے اُسے بلا ضرورت شہرت مل جائے

گی ۔ میں نے اس احمدی دوست کو خط لکھا کہ میری طرف سے کرنل صاحب کو کہہ دینا کہ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ جماعت پر ۱۹۵۳ء والے واقعات دوبارہ آنے والے ہیں۔ آپ ابھی سے تیاری کرلیں اب جبکہ میں نے اس بارہ میں کارروائی کی ہے تو آپ نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ آپ خواہ مخواہ فتنہ کو ہوا دے رہے ہیں ۔ جب میں دوبارہ مری گیا تو میں نے اس احمدی دوست سے پوچھا کہ کیا میرا خط آپ کو مل گیا تھا اور آپ نے کرنل صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں میں نے پیغام دے دیا تھا اور انہوں نے بتایا تھا کہ اب میری تسلی ہو گئی ہے شروع میں میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ معمولی بات ہے ۔ لیکن اب جبکہ پیغامی اور غیر احمدی دونوں فتنہ پردازوں کے ساتھ مل گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ عقلمندی کا اور کوئی نہیں تھی کہ آپ نے وقت پر اس فتنہ کو بھانپ لیا اور شرارت کو بے نقاب کر دیا ۔

غرض خدا تعالیٰ ہر فتنہ اور مصیبت کے وقت جماعت کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ فتنہ تو اب کھڑا کیا گیا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ۱۹۵۰ء میں ہی کوئٹہ کے مقام پر مجھے بتا دیا تھا کہ بعض ایسے لوگوں کی طرف سے فتنہ اُٹھایا جانے والا ہے جنکی رشتہ داری میری بیویوں کی طرف سے ہے چنانچہ دیکھ لو عبدالوہاب میری ایک بیوی کی طرف سے رشتہ دار ہے ۔ میری اس سے جدّی رشتہ داری نہیں ۔ پھر میری ایک خواب جنوری ۱۹۳۵ء میں الفضل میں شائع ہو چکی ہے ۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ میں کسی پہاڑ پر ہوں کہ خلافت کے خلاف جماعت میں ایک فتنہ ظاہر ہوا۔ اس وقت میں مری میں ہی تھا پھر اس خواب میں میں نے سیالکوٹ کے لوگوں کو دیکھا جو موقع کی نزاکت سمجھ کر جمع ہو گئے تھے ۔ اور ان کے ساتھ کچھ ان لوگوں کو بھی دیکھا جو باغی تھے ۔ یہ خواب بھی بڑے شاندار طور پر پوری ہوئی۔ چنانچہ اللہ رکھا سیالکوٹ کا ہی رہنے والا ہے ۔ جب میں نے اس کے متعلق الفضل میں مضمون لکھا تو خود اس کے حقیقی بھائیوں نے مجھے لکھا کہ پہلے تو ہمارا یہ خیال تھا کہ شاید اس پر ظلم ہو رہا ہے لیکن اب ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ وہ پیغامی ہے ۔ اس نے ہمیں جو خطوط لکھے ہیں وہ پیغامیوں کے پتہ سے لکھے ہیں پس ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہم خلافت سے وفاداری کا عہد کرتے ہیں۔ اب دیکھو ۱۹۳۴ء میں مجھے اس فتنہ کا خیال کیسے آ سکتا تھا۔ پھر ۱۹۵۰ء والی خواب بھی مجھے یاد نہیں تھی بلکہ ۱۹۵۰ء میں جب

سندھ سے کوئٹہ گیا تو اپنی ایک لڑکی کو جو بیمار تھی ساتھ لے گیا۔ اس نے اب مجھے یاد کرایا کہ ۱۹۵۰ء میں آپ نے ایک خواب دیکھی تھی جس میں یہ ذکر تھا کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے کسی نے خلافت کے خلاف فتنہ اٹھایا ہے میں نے مولوی محمد یعقوب[1] صاحب کو وہ خواب تلاش کرنے پر مقرر کیا۔ چنانچہ وہ الفضل سے خواب تلاش کر کے لے آئے۔ اب دیکھو خدا تعالیٰ نے کتنی دیر پہلے مجھے اس فتنہ سے آگاہ کر دیا تھا اور پھر کس طرح یہ خواب حیرت انگیز رنگ میں پورا ہوا۔

ہماری جماعت کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ منافقت کی جڑ کو کاٹنا نہایت ضروری ہوتا ہے اگر اس کی جڑ کو نہ کاٹا جائے تو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[2] میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کے پورا ہونے میں شیطان کئی قسم کی روکاوٹیں حائل کر سکتا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کا یہ کتنا شاندار وعدہ تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پورا ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت صرف اڑھائی سال کی تھی لیکن اس عرصہ میں خدا تعالیٰ نے جو تائید و نصرت کے نظارے دکھائے وہ کتنے ایمان افزا تھے حضرت ابوبکرؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ غلام تھے لیکن انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں رومی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ آخر اڑھائی سال کے عرصہ میں لاکھوں مسلمان تو نہیں ہو گئے تھے۔ اس وقت قریباً وہی مسلمان تھے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے لیکن خلافت کی برکات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں وہ شان اور امنگ اور جرأت پیدا کی کہ انہوں نے اپنے مقابل پر بعض اوقات دو دو ہزار گنا تعداد کے لشکر کو بُری طرح شکست کھانے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے ایک طرف رومی سلطنت کو شکست دی تو دوسری طرف ایران کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا۔ اس دور میں اسلامی فوج نے آذر بائیجان تک کا

---

[1] مراد مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم انچارج شعبہ زود نویسی۔

[2] سورۃ النور: ۵۶

علاقہ فتح کرلیا ۔ اور پھر بعض مسلمان افغانستان اور ہندوستان آئے ۔ اور بعض افریقہ چلے گئے اور ان ممالک میں انہوں نے اسلام کی اشاعت کی یہ سب خلافت کی ہی برکات تھیں۔ ؎

۳۔ "حضرت مسیح ناصریؑ کے انصار کی وہ شان نہیں تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار کی تھی لیکن پھر بھی وہ اس وقت تک آپ کی خلافت کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور ان کی ایک وقت تک آپ کی خلافت کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور یہ ان کی ایک بہت بڑی خوبی ہے مگر تم پیغامیوں کی مدد کے لالچ میں آگئے اور انہوں نے خلافت کو مٹانے کی کوششیں شروع کر دیں اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ ان لوگوں میں اس عظیم الشان باپ کی اولاد بھی شامل ہے جس کو ہم بڑی بڑی قدر اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات پر ۴۲ سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر مَیں ہر قربانی کے موقع پر آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ تحریک جدید ۱۹۳۴ء سے شروع ہے اور اب ۱۹۵۶ء ہے گویا اس پر ۲۲ سال کا عرصہ گزر گیا ہے ۔ شاید حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اولاد خود بھی اس میں حصّہ نہ لیتی ہو۔ لیکن میں ہر سال آپ کی طرف سے اس میں چندہ دیتا ہوں تاکہ آپ کی روح کو بھی ثواب پہنچے ۔ پھر جب مَیں حج پر گیا تو اس وقت بھی مَیں نے آپ کی طرف سے قربانی کی تھی ۔ اور اب تک ہر عید کے موقع پر آپ کی طرف سے قربانی کرتا چلا آیا ہوں ۔ غرض ہمارے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی بڑی قدر اور عظمت ہے لیکن آپ کی اولاد نے جو نمونہ دکھایا وہ تمہارے سامنے ہے اس کے مقابلہ میں تم حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں کو دیکھو کہ وہ آج تک آپ کی خلافت کو سنبھالتے چلے آتے ہیں ہم تو اس مسیح کے صحابہ اور انصار ہیں جس کو مسیح ناصری پر فضیلت دی گئی ہے ۔ مگر ہم جو افضل باپ کے روحانی بیٹے ہیں ہم میں بعض لوگ چندروپوں کے لالچ میں آگئے شاید اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ مماثلت بھی پوری ہونی تھی کہ جیسے آپ کے ایک حواری یہودا اسکریوطی نے رومیوں سے تیس روپے لے کر آپ کو بیچ دیا تھا اور اس طرح اس

؎ الفضل ۲۸ اپریل ۱۹۵۰ء صہ کالم ۲ تا ۴ ۔ صہ کالم ۱ الفضل یکم مئی ۱۹۵۷ء صہ کالم ۱، ۲ (اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مسیح کی جماعت میں بھی بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے تھے جنہوں نے پیغامیوں سے مدد لے کر جماعت میں فتنہ کھڑا کرنا تھا۔ لیکن ہمیں عیسائیوں کے صرف عیب ہی نہیں دیکھنی چاہئیں جہاں ان میں ہمیں یہ عیب نظر آتا ہے کہ ان میں سے ایک نے تیس روپے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کو بیچ دیا وہاں اُن میں یہ خوبی بھی پائی جاتی ہے کہ آجتک جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر دو ہزار سال کے قریب عرصہ گزر چکا ہے وہ آپ کی خلافت کو قائم رکھے ہوئے ہیں چنانچہ آج جب مَیں نے اس بات پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس چیز کا وعدہ بھی حواریوں نے کیا تھا چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جب کہا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں میری کون مدد کرے گا تو حواریوں نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ہم خدا تعالیٰ کے رستہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ پس اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم وہ انصار ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت دی گئی ہے اس لیے جب تک خدا تعالیٰ زندہ ہے اس وقت تک ہم بھی اس کی مدد کرتے رہیں گے چنانچہ دیکھ لو حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر قریباً دو ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن عیسائی لوگ برابر عیسائیت کی تبلیغ کرتے چلے جا رہے ہیں اور اب تک ان میں خلافت قائم چلی آتی ہے اب بھی ہماری زیادہ تر ٹکر عیسائیوں سے ہو رہی ہے جو مسیح علیہ السلام کے متبع اور ان کے ماننے والے ہیں اور جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال رکھتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سارے نبی اس فتنہ کی خبر دیتے چلے آئے ہیں غرض وہ مسیح ناصری جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ان پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ان کے انصار نے اتنا جذبۂ اخلاص دکھایا کہ انہوں نے دو ہزار سال تک آپ کی خلافت کو مٹنے نہیں دیا کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اگر مسیح علیہ السلام کی خلافت مٹی تو مسیح علیہ السلام کا خود اپنا نام بھی دنیا سے مٹ جائے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شروع عیسائیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک حواری نے آپ کو تیس روپے کے بدلہ میں دشمنوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ لیکن اب عیسائیت میں وہ لوگ پائے جاتے ہیں جو مسیحیت کی اشاعت اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا منوانے کے لیے کروڑوں کروڑ روپیہ دیتے ہیں اس طرح اس بات میں بھی

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے اپنے زمانے میں بڑی قربانی کی ہے لیکن آپ کی وفات پر ابھی صرف ۴۸ سال ہی ہوئے کہ جماعت میں سے بعض ڈانوا ڈول ہونے لگے ہیں اور پیغامیوں سے چند روپے لے کر ایمان کو بیچنے لگے ہیں حالانکہ ان میں سے بعض پر سلسلہ نے ہزار ہا روپے خرچ کئے ہیں میں پچھلے حسابات نکلوا رہا ہوں اور میں نے دفتر والوں سے کہا ہے کہ وہ بتائیں کہ صدر انجمن احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی کتنی خدمت کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فوت ہوئے ۴۸ سال ہو چکے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات پر ۴۲ سال کا عرصہ گزر چکا ہے گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فاصلہ زیادہ ہے اور پھر آپ کی اولاد بھی زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود میں نے حسابات نکلوائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے خاندان کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان پر کم خرچ کیا ہے لیکن پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اولاد میں یہ لالچ پیدا ہوئی کہ خلافت کو سنبھالو یہ ہمارے باپ کا حق تھا جو ہمیں ملنا چاہیئے تھا چنانچہ سندھ سے ایک آدمی نے مجھے لکھا کہ میاں عبدالمنان کے بھانجے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کا ایک پروردہ شخص بشیر احمد آیا اور اس نے کہا کہ خلافت تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا مال تھا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کو ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد نے اسے غصب کر لیا اب ہم سب نے مل کر یہ کوشش کرنی ہے کہ اس حق کو دوبارہ حاصل کریں پھر میں نے میاں عبدالسلام صاحب کی پہلی بیوی کے سوتیلے بھائی کا ایک خط پڑھا جس میں اس نے اپنے سوتیلے ماموں کو لکھا کہ مجھے افسوس ہے کہ مشرقی بنگال کی جماعت نے ایک ریزولیوشن پاس کر کے اس فتنہ سے نفرت کا اظہار کیا ہے ہمیں تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا۔ ہمارے لیے تو موقعہ تھا کہ ہم کوشش کر کے اپنے خاندان کی وجاہت کو دوبارہ قائم کرتے یہ ویسی ہی نامعقول حرکت ہے جیسی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر لاہور کے بعض مخالفین نے کی تھی۔ انہوں نے آپ کے نقلی جنازے نکالے اور آپ کی وفات پر خوشی کے شادیانے بجائے وہ تو دشمن تھے لیکن یہ لوگ احمدی کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس موقع

سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اپنے خاندان کی وجاہت کو قائم کرنا چاہیئے حالانکہ حضرت خلیفہ اوّل کو جو عزّت اور درجہ ملا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے طفیل ملا ہے اب جو چیز آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل مل تھی وہ ان لوگوں کے نزدیک ان کے خاندان کی جائیداد بن گئی" [1]

۴۔ "اب آپ لوگوں کا کام ہے۔ کہ اپنی ساری زندگی آپ کے لائے ہوئے پیغام کی خدمت میں لگا دیں۔ اور کوشش کریں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد پھر اس کی اولاد اور پھر اس کی اولاد بلکہ آپ کی آئندہ ہزاروں سال کی نسلیں اس کی خدمت میں لگی رہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کو قائم رکھیں۔ مجھ پر یہ بہتان لگایا گیا ہے کہ۔

گویا میں اپنے بعد اپنے کسی بیٹے کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ **اگر میرا کوئی بیٹا ایسا خیال بھی دل میں لائے گا تو وہ اسی وقت احمدیت سے نکل جائے گا۔** بلکہ میں جماعت سے کہتا ہوں۔ کہ وہ دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ میری اولاد کو اس قسم کے وسوسوں سے پاک رکھے ایسا نہ ہو کہ اس پروپیگنڈا کی وجہ سے میرے کسی کمزور بچے کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلام تھے۔ میں **سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آقا تھے اگر ان کی اولاد میں بھی کسی وقت یہ خیال پیدا ہو۔ کہ وہ خلافت کو حاصل کریں۔ تو وہ بھی تباہ ہو جائے گی۔** کیونکہ یہ چیز خدا تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں رکھی ہوئی ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کے مال کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتا ہے۔ وہ چاہے کسی نبی کی اولاد ہو یا کسی خلیفہ کی۔ وہ تباہ و برباد ہو جائیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے گھر میں چوری نہیں ہو سکتی۔ چوری ادنیٰ لوگوں کے گھروں میں ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم کہتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ النور آیت: ۵۶)

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۴ تا ۵ (اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

کہ مومنوں سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔کہ وہ انہیں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جیسے اس نے اس سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ گویا خلافت خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور اس نے خود دینی ہے۔ جو اسے لینا چاہتا ہے۔ چاہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہو یا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا وہ یقیناً سزا پائے گا۔ پس یہ مت سمجھو کہ یہ فتنہ جماعت کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی تمہارا یہ فرض ہے کہ تم اس کا مقابلہ کرو اور سلسلہ احمدیہ کو اس سے بچاؤ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ سے وعدہ کیا تھا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[1]۔ وہ آپ کو لوگوں کے حملوں سے بچائے گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے زیادہ سچا اور کس کا وعدہ ہو سکتا ہے۔ مگر کیا صحابہ نے کبھی آپ کی حفاظت کا خیال چھوڑا۔ بلکہ صحابہؓ نے ہر موقعہ پر آپ کی حفاظت کی۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر ہتھیاروں کی آواز سُنی تو آپ باہر نکلے۔ اور دریافت کیا کہ یہ کیسی آواز ہے صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم انصار ہیں۔ چونکہ اردگرد دشمن جمع ہے اس لیے ہم ہتھیار لگا کر آپ کا پہرہ دینے آئے ہیں۔ اس طرح جنگِ احزاب میں جب دشمن حملہ کرتا تھا۔ تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف جاتا تھا۔ آپ کے ساتھ اس وقت صرف سات سو صحابہؓ تھے۔ کیونکہ پانچ سو صحابہؓ کو آپؐ نے عورتوں کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اور دشمن کی تعداد اس وقت سولہ ہزار سے زیادہ تھی۔ لیکن اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور دشمن ناکام و نامراد رہا۔ میور جیسا دشمنِ اسلام لکھتا ہے، کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور کفار کے شکست کھانے کی یہ وجہ تھی کہ کفار نے مسلمانوں کی اس محبت کا جو انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھی۔ غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ خندق سے گزر کر سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا رُخ کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مسلمان مرد عورتیں اور بچے سب مل کر ان پر حملہ کرتے اور ایسا دیوانہ وار مقابلہ کرتے کہ کفار کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیتے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر کفار یہ غلطی نہ کرتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی بجائے کسی اور جہت میں حملہ کرتے تو وہ کامیاب ہوتے۔ لیکن وہ سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا رُخ کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت

---

[1] المائدہ : ۶۸

محبت تھی۔ وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کہ دشمن آپ کی ذات پر حملہ آور ہو۔ اس لیے وہ بے جگری سے حملہ کرتے۔ اور کفار کا منہ توڑ دیتے۔ ان کے اندر شیر کی سی طاقت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ یہ وہ سچی محبت تھی۔ جو صحابہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی آپ لوگ بھی ان جیسی محبت اپنے اندر پیدا کریں۔ جب آپ نے انصار کا نام قبول کیا ہے، تو ان جیسی محبت بھی پیدا کریں۔ آپ کے نام کی نسبت خدا تعالیٰ سے ہم اور خدا تعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لیے تمہیں بھی چاہیئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ انصار کے نام کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھو۔ اور ہمیشہ دین کی خدمت میں لگے رہو۔ کیونکہ اگر خلافت قائم رہیئے گی، تو اس کو انصار کی بھی ضرورت ہوگی۔ خدام کی بھی ضرورت ہوگی۔ اور اطفال کی بھی ضرورت ہو گی۔ ورنہ اکیلا آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حواری دیئے ہوئے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی جماعت دی۔ اسی طرح اگر خلافت قائم رہے گی۔ تو ضروری ہے کہ اطفال الاحمدیہ۔ خدام الاحمدیہ۔ انصار اللہ بھی قائم رہیں۔ اور جب یہ ساری تنظیمیں جاری اور قائم رہیں گی۔ تو خلافت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی۔ کیونکہ جب دنیا دیکھے گی کہ جماعت کے لاکھوں لاکھ آدمی خلافت کے لیے جان دینے پر تیار ہیں تو جیسا کہ میور کے قول کے مطابق جنگِ احزاب کے موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ پر حملہ کرنے کی وجہ سے حملہ آور بھاگ جانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اسی طرح دشمن اُدھر رُخ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا وہ سمجھے گا کہ اس کے لیے لاکھوں اطفال الاحمدیہ۔ خدام الاحمدیہ اور انصار جانیں دینے کے تیار ہیں اس لیے اگر اس نے حملہ کیا۔ تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

غرض دشمن کسی رنگ میں بھی آئے جماعت اس سے دھوکا نہیں کھائے گی۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ۔ من انداز قدت را مے شناسم

تُو کسی رنگ کا کپڑا پہن کر آ جائے۔ تُو کوئی بھیس بدل لے۔ میں تیرے دھوکہ میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ میں تیرا قد پہچانتا ہوں۔ اسی طرح چاہے خلافت کا دشمن حضرت خلیفۃ اوّل کی اولاد کی شکل میں آئے۔ اور چاہے وہ کسی بڑے اور مقرب صحابی کی اولاد کی شکل میں آئے ایک مخلص آدمی

اسے دیکھ کر یہی کہے گا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من انداز قدت را مے شناسم

تو کسی رنگ میں بھی آ اور کسی بھیس میں بھی آ۔ میں تیرے دھوکہ میں نہیں آسکتا کیونکہ میں تیری چال اور قد کو پہچانتا ہوں۔ تو چاہے مولوی محمد علی کا جبہ پہن لے چاہے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کا جبہ پہن لے یا حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد کا جبہ پہن لے میں تمہیں پہچان لونگا اور تیرے دھوکہ میں نہیں آؤں گا۔ مجھے راولپنڈی کے ایک خادم نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ شروع شروع میں اللہ رکھا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مری کے امیر کے نام مجھے ایک تعارفی خط لکھدو میں نے کہا کہ میں کیا لکھوں مری جاکر پوچھ لو کہ وہاں کی جماعت کا کون امیر ہے۔ مجھے اس وقت فوراً خیال آیا کہ یہ کوئی منافق ہے۔ چنانچہ میں لاحول پڑھنا شروع کر دیا۔ اور آدھ گھنٹہ تک پڑھتا رہا۔ اور سمجھا کہ شاید مجھ میں بھی کوئی نقص ہے۔ جس کی وجہ سے یہ منافق میرے پاس آیا ہے۔ تو احمدی عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ منافقوں کے فریب میں نہیں آتے۔ کوئی کمزور احمدی ان کے فریب میں آجائے تو اور بات ہے۔ ورنہ اکثر احمدی انہیں خوب جانتے ہیں۔ اب انہوں نے لاہور میں اشتہارات چھاپنے شروع کیے ہیں جب مجھے بعض لوگوں نے یہ اطلاع دی۔ تو میں نے کہا گھبراؤ نہیں۔ پیسے ختم ہو جائیں گے تو خود بخود اشتہارات بند ہو جائیں گے۔ مجھے لاہور سے ایک دوست نے لکھا۔ کہ اب ان لوگوں نے یہ سکیم بنائی ہے کہ وہ اخباروں میں شور مچائیں۔ اور اشتہارات شائع کریں۔ وہ دوست نہایت مخلص ہیں۔ اور منافقوں کا بڑے جوش سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ مگر منافق اسے کذّاب کا خطاب دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ شخص یونہی ہمارے متعلق خبریں اڑاتا رہتا ہے۔ لیکن ہم اسے جھوٹا کیونکر کہیں۔ اوپر ہمارے پاس یہ خبریں پہنچی کہ ان لوگوں نے یہ سکیم بنائی ہے کہ اشتہارات شائع کیے جائیں۔ اور اوپر لاہور کی جماعت نے ہمیں ایک اشتہار بھیج دیا۔ جو ان منافقین نے شائع کیا تھا۔ اور جب بات پوری ہو گئی۔ تو ہم نے سمجھ لیا۔ کہ اس دوست نے جو خبر بھیجی تھی وہ سچی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو حقیقی انصار بنائے۔ چونکہ تمہاری نسبت اس کے نام سے ہے۔ اس لیے جس طرح وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس طرح وہ آپ لوگوں کی تنظیم کو بھی تا قیامت زندہ رکھے۔ اور جماعت میں خلافت بھی قائم رہے۔ اور

کی سپاہ بھی قائم رہے۔ لیکن ہماری فوج تلواروں والی نہیں۔ ان انصار میں تو بعض ایسے ضعیف ہیں کہ ان سے ایک ڈنڈا بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ لیکن پھر بھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج ہیں اور ان کی وجہ سے احمدیت پھیلی ہے۔"[1]

۵ "آج ہی مجھے میرے نائی نے ایک لطیفہ سنایا کہ اس نے بتایا کہ میں میاں عبد المنان صاحب کی حجامت بنانے گیا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم ڈر گئے تھے کہ حجامت بنانے نہ آئے یا تمہیں کسی نے روکا تھا میں نے کہا مجھے تو کوئی ڈر نہیں اور نہ کسی نے مجھے روکا ہے حجامت بنانا تو انسانی حق ہے اس سے مجھے کوئی نہیں روکتا اس لیے میں آگیا ہوں پھر میں نے کہا میاں صاحب میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں۔ کہ پشاور سے ایک احمدی قادیان آیا اور وہ میاں شریف احمد صاحب سے ملنے کے لیے اُن کے مکان پر گیا۔ اتفاقاً میں بھی اس وقت حجامت بنانے کے لیے ان کے دروازہ پر کھڑا تھا ہمیں معلوم ہوا کہ میاں صاحب اس وقت سو رہے ہیں اس پر میں نے کہا میں تو حجامت بنانے کے لیے آیا ہوں انہیں اطلاع دے دی جائے لیکن وہ دوست مجھے بڑے اصرار سے کہنے لگے کہ ان کی نیند خراب نہ کریں لیکن میں نے نہ مانا اور میاں صاحب کو بھجوا دی۔ جس پر انہوں نے مجھے بھی اور اس دوست کو بھی اندر بلا لیا۔ وہاں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ اس پر بیٹھ جائیے۔ کہنے لگے۔ میں نہیں بیٹھتا میں نے سمجھا شاید یہ چارپائی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے اس لیے میں ان کے لیے کرسی اٹھا لایا۔ لیکن وہ کرسی پر بھی نہ بیٹھے اور دروازہ کے سامنے جہاں جوتیاں رکھی جاتی ہیں وہاں پائیدان پر جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے کیا کیا میں نے چارپائی دی لیکن آپ نہ بیٹھے پھر کرسی دی تب بھی آپ نہ بیٹھے اور ایک ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں بوٹ وغیرہ رکھے جاتے ہیں کہنے لگے میں تمہیں ایک قصہ سناؤں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفیق ہوں میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کے لیے آیا آپ مسجد مبارک میں بیٹھے تھے۔ اور دروازہ کے پاس جوتیاں پڑی تھیں ایک آدمی سید تھے۔ سادھے کپڑوں والا آگیا۔ اور آکر جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ میں نے سمجھا یہ کوئی

---

[1] الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۵۷ء ص ۵ ۔ ۶ (اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

جوتی چور ہے چنانچہ میں نے اپنی جوتیوں کی نگرانی شروع کر دی کہ کہیں وہ لے کر بھاگ نہ جائے کہنے لگے اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے اور میں نے سُنا کہ آپ کی جگہ کوئی اور شخص خلیفہ بن گیا ہے اس پر میں بیعت کرنے کے لیے آیا۔ جب میں نے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی شخص صاحب کو میں نے اپنی بے وقوفی سے جوتی چور سمجھا تھا یعنی حضرت خلیفۂ اوّل۔ اور میں اپنے دل میں سخت شرمندہ ہوا آپ کی عادت تھی کہ آپ جوتیوں میں آکر بیٹھ جاتے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آواز دیتے تو آپ ذرا آگے آجاتے۔ پھر جب کہتے مولوی نور الدین صاحب نہیں آئے تو پھر کچھ اور آگے آجاتے۔ اس طرح بار بار کہنے کے بعد کہیں وہ آگے آتے تھے۔ یہ قصہ سُنا کر میں نے انہیں کہا میاں آپ کے باپ نے جوتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر خلافت لی تھی۔ لیکن تم زور سے لینا چاہتے ہو۔ اس طرح کام نہیں بنے گا۔ تم اپنے باپ کی طرح جوتیوں میں بیٹھو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اس پر وہ چپ کر گیا۔ اور میری اس بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم نے خود حضرت خلیفہ اوّل کو دیکھا ہے آپ ...... بڑی مسکنت سے بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجلس میں شادیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ڈپٹی محمد شریف صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیق ہیں سناتے ہیں کہ حضرت خلیفۂ اوّل اُکڑوں بیٹھے ہوئے تھے یعنی آپ نے اپنے گھٹنے اٹھائے ہوئے تھے اور سر جھکا کر گھٹنوں میں رکھا ہوا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مولوی صاحب جماعت کے بڑھنے کا ایک ذریعہ کثرتِ اولاد بھی ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ اگر جماعت کے دوست ایک سے زیادہ شادیاں کریں تو اس سے بھی جماعت بڑھ سکتی ہے۔ حضرت خلیفۂ اوّل نے گھٹنوں پر سے سر اٹھایا۔ اور فرمایا حضور میں تو آپ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن اس عمر میں مجھے کوئی شخص اپنی لڑکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے تو دیکھو یہ انکسار اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا اب باوجود اس کے کہ آپ کی جماعت میں فتنہ پیدا کیا ہے لیکن اب بھی جماعت آپ کا احترام کرنے پر مجبور ہے اور آپ کے لیے دعائیں کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس انکسار اور محبت

کی جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وہ عظمت ڈالی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے بیٹوں نے مخالفت کی ہے پھر بھی ان کے باپ کی محبت ہمارے دلوں سے نہیں جاتی۔ پھر بھی ہم انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے کیونکہ انہوں نے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا جب ساری دنیا آپ کی مخالف تھی۔ اسی طرح آجکل ضلع جھنگ کے بعض نئے احمدی ہوئے ہیں اُن میں ایک مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ہیں جو عربی کے بڑے عالم ہیں اور ان کا ایک عربی قصیدہ الفضل میں بھی چھپ چکا ہے۔ ان کے والد جو اپنے بیٹے کیطرح عالم نہیں وہ یہاں آئے وہ کہیں جارہے تھے تو کسی نے میاں عبدالمنان کو آتا دیکھ کر انہیں بتایا کہ وہ میاں عبدالمنان ہیں۔ اس پر وہ دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے میاں تیرے باپ کو اس در سے خلافت ملی تھی اب تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو بھاگ رہا ہے پھر پنجابی میں کہا کہ جا اور جاکر معافی مانگ۔ عبدالمنان نے کہا باباجی! میں نے تو معافی مانگی تھی وہ کہنے لگے اس طرح نہیں تو جاکر ان کی دہلیز پر بیٹھ جا اور وہاں سے ہل نہیں تجھے دھکے مار کر بھی وہاں سے نکالنا چاہیں تو اس وقت تک نہ اٹھ جب تک کہ تجھے معافی نہ مل جائے۔ مگر عبدالمنان نے اس نو احمدی کی بات بھی نہ مانی پھر میں نے بھی مری میں خطبہ دیا اور معافی کا طریق بتایا لیکن اس نے نہ تو اس طریق پر عمل کیا جو میں نے خطبہ میں بیان کیا تھا نہ اس طریق پر عمل کیا جو اس نئے احمدی نے اسے بتایا تھا اور اخباروں میں شور مچایا جارہا ہے بے شک وہ اور اس کے ساتھی اخباروں میں جتنا چاہیں شور مچالیں وہ اتنا شور تو نہیں مچا سکتے جتنا ۱۹۵۳ء میں جماعت کے خلاف مچایا گیا تھا مگر جو خدا ۱۹۵۳ء میں میری مدد کے لیے دوڑا ہوا آیا تھا وہ خدا اب بڈھا نہیں ہوگیا کہ وہ ۱۹۵۳ء میں دوڑ سکتا تھا اور اب نہیں دوڑ سکتا۔ بلکہ وہ اُس وقت بھی دوڑ سکتا تھا اور اب بھی دوڑ سکتا ہے۔ اور قیامت تک دوڑ سکے گا۔ جب بھی کوئی شخص احمدیت کو کچلنے کے لیے آگے آئے گا میرا خدا دوڑتا ہوا آجائے گا اور جو شخص احمدیت کو مٹانے کے لیے نیزہ مارنے کی کوشش کرے گا۔ میرا خدا اپنی چھاتی اس کے سامنے کردے گا۔ اور تم یہ جانتے ہی ہو کہ میرے خدا کو نیزہ نہیں لگتا۔ جو شخص میرے خدا کے سینہ میں نیزہ مارنے

کی کوشش کرے گا وہ نیزہ اُلٹ کر خود اس کے اپنے سینہ میں جا لگے گا۔ اور جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ رہتی چلی جائے گی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ آپ لوگ اپنے ایمان کو قائم رکھیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سنایا کرتے تھے جب میں بھوپال میں پڑھا کرتا تھا تو وہاں ایک بزرگ تھے جنہیں میں اکثر ملنے جایا کرتا تھا۔ نیک آدمی تھے اور مجھ پر انہیں اعتماد تھا ایک دن کچھ وقفہ کے بعد میں انہیں ملنے کے لیے گیا تو کہنے لگے میاں تم سے ہم محبت کرتے ہیں جانتے ہو کیوں محبت کرتے ہیں ہم اس لیے تم سے محبت کرتے ہیں کہ کبھی کبھی تم آ جاتے ہو تو خدا تعالیٰ کی باتیں کر لیتے ہیں اس کے بعد پھر دنیا کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن تم بھی کچھ عرصہ سے میرے پاس نہیں آئے تم نے کبھی قصاب کی دکان دیکھی ہے؟ میں نے کہا ہاں دیکھی ہے اس بزرگ نے کہا تم نے دیکھا نہیں کہ قصاب کچھ دیر گوشت کاٹنے کے بعد دو چھریوں کو آپس میں رگڑ لیتا ہے پتہ ہے وہ کیوں اس طرح کرتا ہے وہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ گوشت کاٹتے کاٹتے چھری پر چربی جم جاتی ہے اور وہ کند ہو جاتی ہے جب وہ اسے دوسری چھری سے رگڑتا ہے تو چربی صاف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب تم بھی مجھ سے خدا تعالیٰ کی باتیں کرتے ہو اس طرح وہ چربی جو دنیوی باتوں کی وجہ سے جم جاتی ہے دور ہو جاتی ہے اس لیے ناغہ نہ کیا کرو یہاں آتے رہا کرو آپ لوگ بھی اپنے بیوی بچوں کو خدا تعالیٰ کی باتیں سناتے رہا کریں اور اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے رہا کریں تاکہ خدا تعالیٰ ہمارے دلوں میں ہمیشہ ہمیش رہے۔ اور اس کی محبت ہمارے دل میں اتنی تیز ہو جائے کہ نہ صرف ہم اس کے عاشق ہوں بلکہ وہ بھی ہمارا عاشق ہو۔ اور یاد رکھو کہ کوئی شخص اپنے محبوب کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا اگر تم خدا تعالیٰ کے محبوب ہو جاؤ گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ ابھی دشمن اپنے گھر سے نہیں نکلا ہو گا کہ تم دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ عرش سے بھی نیچے اتر آیا ہے اور وہ خود تمہارے گھروں کا پہرہ دے گا"۔ [1]

یوم خلافت منانے کا ارشاد

۲۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو حضرت مصلح موعود نے ہدایت فرمائی کہ جماعت احمدیہ نظام خلافت کی اہمیت اور برکات کو

---

[1] الفضل ۲ مارچ ۱۹۵۷ء ص ۴۔ ۶ (اجتماع انصار اللہ مرکزیہ)

تازہ رکھنے کے لیے ہمیشہ "یوم خلافت" منایا جائے ۔ چنانچہ حضور نے اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے موقع پر ارشاد فرمایا :-

" خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لیے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اس کے لیے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں ۔ مثلاً شیعوں کو دیکھ لو وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں تا قوم کو شہادت حسینؑ کا واقعہ یاد رہے ۔ اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن خلافت ڈے کے طور پر منایا کریں ۔ اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالےٰ کا شکر ادا کریں اور پرانی تاریخ کو دہرایا کریں ۔ پرانے اخبارات کا ملنا تو مشکل ہے ۔ لیکن الفضل نے پچھلے دنوں ساری تاریخ کو از سر نو بیان کر دیا ہے ۔ اس میں وہ گالیاں بھی آگئی ہیں ۔ جو پیغامی لوگ حضرت خلیفہ اوّل کو دیا کرتے تھے ۔ اور خلافت کی تائید میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے جو دعوے کیے ہیں وہ بھی نقل کر دیئے گئے ہیں ۔ تم اس موقعہ پر اخبارات سے یہ حوالے پڑھ کر سناؤ اگر سال میں ایک دفعہ خلافت ڈے منا لیا جایا کرے تو ہر سال چھوٹی عمر کے بچوں کو پرانے واقعات یاد ہو جایا کریں گے ۔ پھر تم یہ جلسے قیامت تک کرتے چلے جاؤ تا جماعت میں خلافت کا ادب اور اس کی اہمیت قائم رہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی خلافت ۱۹۰۰ سال سے برابر قائم ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو درجہ میں ان سے بڑے ہیں ۔ خدا کرے ان کی خلافت دس ہزار سال تک قائم رہے ۔ مگر یہ اسی طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ تم سال میں ایک دن اس غرض کے لیے خاص طور پر منانے کی کوشش کرو ۔ میں مرکز کو بھی ہدایت کرتا ہوں ۔ کہ وہ بھی ہر سال سیرت النبیؐ کے جلسوں کی طرح خلافت ڈے منایا کرے اور ہر سال یہ بتایا کرے ۔ کہ جلسہ میں ان مضامین پر تقاریر کی جائیں الفضل سے مضامین پڑھ کر نوجوانوں کو بتایا جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے خلافت احمدیہ کی تائید میں کیا کچھ فرمایا ہے اور پیغامیوں نے اس کے رد میں کیا کچھ لکھا ہے ۔ اسی طرح وہ رؤیا و کشوف بیان کیے جایا کریں جو وقت سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے دکھائے اور جن کو پورا کر کے خدا تعالیٰ نے

ثابت کر دیا کہ اس کی برکات اب بھی خلافت سے وابستہ ہیں[1]

حضور کے اس ارشاد پر نظارت اصلاح و ارشاد نے احباب جماعت کے مشورہ سے الفضل ۹ر نومبر ۱۹۵۶ء میں یہ اعلان کیا کہ ۲۷ر مئی کو "یوم خلافت" مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء سے دنیا بھر کی احمدی جماعتیں اس تاریخ کو نہایت جوش و خروش اور باقاعدگی سے یوم خلافت منا رہی ہیں۔

ایک احمدی نوجوان کے تاثرات

ان اجتماعات نے احمدیوں کے قلبی خیالات و جذبات کی کایا پلٹ دی۔ خصوصاً وہ نوجوان جو ہنوز اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ معمولی بات کو خواہ مخواہ طول دے دیا گیا ہے کھلے بندوں اپنی کم فکری اور حضرت مصلح موعود کی اولوالعزمی کا اقرار کرنے لگے۔ مثلاً ان دنوں چوہدری صلاح الدین صاحب کے ساتھ لاء کالج لاہور میں چک ۹، ضلع سرگودہا کے ایک احمدی نوجوان پڑھا کرتے تھے۔ یہ نوجوان جذباتی قسم کے تھے اور ان اجتماعات سے قبل اسی نہج پر چوہدری صاحب سے بحث کیا کرتے تھے[2] مگر اجتماع خدام الاحمدیہ نے ان کے دل و دماغ پر ایک انقلابی اثر ڈالا چنانچہ انہوں نے چوہدری صلاح الدین صاحب کو بذریعہ مکتوب لکھا کہ:-

"جہاں تک جلسہ (اجتماع خدام الاحمدیہ۔ ناقل) سے استفادہ کا تعلق ہے میرے ذہن میں موجودہ فتنہ کے متعلق مکمل تبدیلی ہو چکی ہے۔ پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ اگر حضور کو غلط فہمی (نعوذ باللہ) بھی لاحق ہو گئی ہے تو بھی قیام و استحکام نظام کے لیے خواہ آدھی جماعت بھی کٹ جائے تو بہرحال شجر تو قائم رہیگا اس لیے نئی کونپلیں پھوٹ پڑیں گی اور بالآخر فائدہ ہی ہوگا کیونکہ اصل اور جڑھ تو نظام ہے جن سے جماعت کی زندگی اور ترقی وابستہ ہے۔ لیکن اب مَیں نے حضور کی تقریر سنی علمائے سلسلہ کے خیالات سنے۔ ان سے ملا۔ ایک ماہ سابقہ کی اخبارات پڑھیں خالد پڑھا اور غور کیا تو خود کو تاریکی میں پایا۔ اور کامل یقین ہو گیا کہ یہ احمدیت میں "وہابیت" "احراریت" کا مضبوط اور مؤثر حملہ تھا جس کو اس فضل عمر نے .... بلکہ جماعت کو آئندہ کے لیے ایک مستحکم بنیاد

---

[1] الفضل یکم مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۔ [2] یہ نوجوان انتقال کر چکے ہیں۔

پر کھڑا کر دیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں سابقہ جملہ کام سے یہ کارنامہ اعلیٰ شان رکھتا ہے۔ .... مَیں سمجھتا ہوں اگر یہ کام نہ ہوتا تو اس شخص کی زندگی میں تو شاید عیاں طور پر فتنہ نہ اٹھتا۔ لیکن بعد ازاں عثمانی دور اور علوی دور بیک وقت آکر بربریت کی فضاء میں تحریک کو ختم کر دیتے۔ اندھے اور احمق ہیں وہ جو اس شخص کی پیروی نہیں کرتے۔ اس کی اندھی تقلید یقیناً دور اندیشی اور عقل کی انتہا ہے آپ لوگ ہی خوش قسمت ہیں۔[۱]

قلمی جہاد اور علمی لٹریچر کی اشاعت

جماعتِ احمدیہ کا مرکزی پریس ان دنوں فتنہ منافقین کے اثرات کو زائل کرنے اور ان کے ہمنواؤں کے زہریلے پراپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے وقف رہا۔ جماعت کے جن ممتاز اہلِ قلم اصحاب نے اس قلمی جہاد میں بھرپور حصہ لیا ان میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال (ناظر اصلاح و ارشاد) ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ امیر جماعت احمدیہ گجرات۔ مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کی سعی وجدوجہد سے مندرجہ ذیل رسائل یا کتابیں چھپ کر سلسلہ کے لٹریچر میں مفید اضافہ کا موجب بنیں:-

۱۔ "میاں محمد صاحب مل اونر لائلپور کی کھلی چٹھی[۲] بنام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ کا جواب" (از حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اصلاح وارشاد

۲۔ میاں محمد صاحب کی کھلی چٹھی کے جواب کا تتمہ (ایضاً)

۳۔ چوہدری محمد حسن چیمہ کی افتراء پردازیوں کا جواب (از قلم جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات)

۴۔ امیر منکرین خلافت کی مغالطہ انگیزیوں کا جواب (از قلم حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ)

خلافت کی تائید اور فتنہ منافقین کی تردید میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔ ڈاکٹر حضرت حشمت اللہ خاں صاحب۔ مولانا ابوالعطاء صاحب، شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل، شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی، مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی

---

[۱] ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ :: [۲] مطبوعہ "پیغام صلح" ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء ص ۷ - ۹

سلسلہ۔ سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ۔ مولوی عبد المالک خاں صاحب مربی سلسلہ، ڈاکٹر شاہنواز خاں صاحب چوہدری عبد اللہ خاں صاحب امیر جماعت کراچی، مولوی محمد احمد صاحب ثاقب پروفیسر جامعۃ المبشرین اور دوسرے مخلصینِ سلسلہ کے معلومات افروز مضامین الفضل میں سپردِ اشاعت ہوئے۔

فتنۂ منافقین کے انسداد و استیصال کے لیے حضرت مصلح موعود کا مندرجہ ذیل لٹریچر بھی دوبارہ شائع کیا گیا جس کے مطالعہ سے احمدیوں کو علم و معرفت کی نئی روشنی حاصل ہوئی۔

۱۔ لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز"

۲۔ "اختلافاتِ سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات" (کتاب آئینہ صداقت کا ابتدائی حصہ)

۳۔ خلافتِ احمدیہ کے مخالفین کی تحریک (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء)

انتخابِ خلافت کے نظامِ عمل کا اعلان

امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر ۲۷ دسمبر کو اپنی معرکہ آراء[1] تقریر میں متعدد مستند اور وقیع شہادتوں کی رُو سے ابنائے حضرت خلیفہ اوّل کے دیرینہ اور مخفی منصوبوں اور خلافتِ احمدیت سرگرمیوں پر ایسے بلیغ رنگ میں روشنی ڈالی۔ کہ سلسلہ احمدیہ کی بیالیس ۴۲ سالہ تاریخ کے بہت سے مخفی گوشے بے نقاب ہو گئے نیز اگلے روز (۲۸ دسمبر) کو آئندہ کے لیے انتخابِ خلافت کے نظامِ عمل کا درج ذیل الفاظ میں اعلان فرمایا:-

"چونکہ اس وقت حضرت خلیفہ اوّل .... کے خاندان میں سے بعض نے اور ان کے دوستوں نے خلافت احمدیہ کا سوال پھر اٹھایا ہے اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس مضمون کے متعلق پھر کچھ روشنی ڈالوں اور جماعت کے سامنے ایسی تجاویز پیش کروں جن سے خلافت احمدیہ شرارتوں سے محفوظ ہو جائے۔

میں نے اس سے پہلے جماعت کے دوستوں کے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ خلیفہ وقت

---

[1] یہ تقریر ۱۹۵۷ء میں "نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" کے نام سے شائع کر دی گئی۔

کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ دوسرا خلیفہ چنے مگر موجودہ فتنہ نے بتا دیا ہے کہ یہ طریق درست نہیں کیونکہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ہم خلیفہ ثانی کے مرنے کے بعد بیعت میاں عبدالمنان کی کریں گے اور کسی کی نہیں کریں گے اس سے پتہ لگا کہ ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ صرف دو تین آدمی ہی اگر کسی کی بیعت کرلیں تو وہ خلیفہ ہو جاتا ہے اور پھر اس سے یہ بھی پتہ لگا کہ جماعت میں خلفشار پیدا ہو سکتا ہے چاہے وہ خلفشار پیدا کرنے والا غلام رسول نمبر ۳۵ جیسا آدمی ہی ہو اور خواہ وہ ڈاہڈا جیسا گمنام آدمی ہی ہو وہ دعویٰ تو یہی کریں گے کہ خلیفہ چنا گیا ہے سو جماعت احمدیہ میں پریشانی پیدا ہو گی اس لیے وہ پرانا طریق جو طول عمل والا ہے میں اس کو منسوخ کرتا ہوں اور اس کی بجائے اس سے زیادہ قریبی طریقہ پیش کرتا ہوں بیشک ہمارا دعویٰ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے مگر اس کے باوجود تاریخ کی اس شہادت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خلیفے شہید بھی ہو سکتے ہیں جس طرح حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ شہید ہوئے اور خلافت ختم بھی کی جا سکتی ہے۔ جس طرح حضرت حسنؓ کے بعد خلافت ختم ہو گئی جو آیت میں نے اس وقت پڑھی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں خلافت قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ مشروط ہے کیونکہ مندرجہ بالا آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلافت پر ایمان لانے والوں اور اس کے قیام کے لیے مناسب حال عمل کرنے والے لوگوں سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان میں خلافت کو قائم رکھے گا پس خلافت کا ہونا ایک انعام ہے پیشگوئی نہیں اگر پیشگوئی ہوتا تو حضرت امام حسنؓ کے بعد خلافت کا ختم ہونا نعوذ باللہ قرآن کریم کو جھوٹا قرار دیتا لیکن چونکہ قرآن کریم نے اس کو ایک مشروط انعام قرار دیا ہے اس لیے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امام حسنؓ کے زمانہ میں عام مسلمان کامل مومن نہیں رہے تھے اور خلافت کے قائم رکھنے کے لیے صحیح کوشش انہوں نے چھوڑ دی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو واپس لے لیا اور باوجود خلافت کے ختم ہو جانے کے قرآن سچا رہا جھوٹا نہیں ہوا وہی صورت اب بھی ہو گی۔
اگر جماعت احمدیہ خلافت کے ایمان پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لیے صحیح جدوجہد کرتی رہی تو اس میں بھی خلافت قیامت تک قائم رہے گی جس طرح عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں اب تک قائم ہے گو وہ بگڑ گئی ہے میں نے بتا دیا ہے کہ اس کے بگڑنے کا احمدیت پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا مگر بہر حال اس فساد سے اتنا پتہ لگ جاتا ہے کہ شیطان ابھی مایوس نہیں ہوا پہلے تو شیطان کے پیغامیوں

کی جماعت بنائی لیکن بیالیس ۴۲ سال کے انتظار کے بعد اسی باسی کڑھی میں پھر اُبال آیا اور وہ بھی لگے مولوی عبدالمنان اور عبدالوہاب کی تائید میں مضمون لکھنے اور ان میں سے ایک شخص محمد حسن چیمہ نے بھی ایک مضمون شائع کیا کہ ہمارا نظام اور ہمارا سٹیج اور ہماری جماعت تمہاری مدد کے لیے تیار ہے شاباش ہمت کر کے کھڑے رہو مرزا محمود سے دبنا نہیں اس کی خلافت کے پردے چاک کر کے رکھ دو ہماری مدد تمہارے سامنے ہے کوئی اس سے پوچھے کہ تم نے مولوی محمد علی صاحب کو کیا مدد دے لی تھی آخر مولوی محمد علی صاحب بھی تو تمہارے لیڈر تھے خواجہ کمال الدین صاحب بھی لیڈر تھے ان کی تم نے کیا مدد کر لی تھی جو آج عبدالمنان اور عبدالوہاب کی کرو گے پس یہ باتیں محض ڈھکوسلے ہیں ان سے صرف ہم کو ہوشیار کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مطمئن نہ ہو جانا اور یہ نہ سمجھنا خدا تعالیٰ چونکہ خلافت قائم کیا کرتا ہے اس لیے کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔ تمہارے زمانہ میں بھی فتنے کھڑے ہو رہے ہیں اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی فتنے کھڑے ہوئے تھے اس لیے خلافت کو ایسی طرز پہ چلاؤ جو زیادہ آسان ہو اور کوئی ایک دو لفنگے اٹھ کر اور کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ نہ کہدیں کہ چلو خلیفہ مقرر ہو گیا ہے پس اسلامی طریق پر جو کہ میں آگے بیان کروں گا آئندہ خلافت کے لیے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ جب بھی خلافت کے انتخاب کا وقت آئے تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور ممبر اور تحریک جدید کے وکلاء اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے زندہ افراد اور اب نظر ثانی کرتے وقت میں یہ بات بھی بعض دوستوں کے مشورہ سے زائد کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفقاء بھی جن کو فوراً بعد تحقیقات صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ صحابیت کا سرٹیفکیٹ دیدے اور جامعۃ المبشرین کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ اور تمام جماعتہائے پنجاب اور سندھ کے ضلعوں کے امیر اور مغربی پاکستان اور کراچی کا امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر مل کر اس کا انتخاب کریں۔

اسی طرح نظر ثانی کرتے وقت میں یہ امر بھی بڑھاتا ہوں کہ ایسے سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہے ہوں گو انتخاب کے وقت بوجہ معذوری امیر نہ رہے ہوں وہ بھی لسٹ میں شامل کیے جائیں اسی طرح ایسے تمام مبلغ جو ایک سال تک غیر ملک میں کام کر آئے ہیں اور

بعد میں سلسلہ کی طرف سے اُن پر کوئی الزام نہ آیا ہو ایسے مبلغوں کی لسٹ شائع کرنا مجلس تحریک کا کام ہوگا اسی طرح ایسے مبلغ جنہوں نے پاکستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں رئیس التبلیغ کے طور پر کم از کم ایک سال کام کیا ہو ان کی فہرست بنا ناصدر انجمن احمدیہ کے ذمہ ہو گا۔

مگر شرط یہ ہوگی کہ اگر وہ موقعہ پر پہنچ جائیں۔ سیکرٹری شوریٰ تمام ملک میں اطلاع دیدے کہ فوراً پہنچ جاؤ۔ اس کے بعد جو نہ پہنچے اس کا اپنا قصور ہوگا اور اس کی غیر حاضری خلافت کے انتخاب پہ اثر انداز نہیں ہوگی نہ یہ عذر سُنا جائے گا کہ وقت پر اطلاع شائع نہیں ہوئی یہ ان کا اپنا کام ہے کہ وہ پہنچیں سیکرٹری شوریٰ کا کام ان کو لانا نہیں اس کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ ایک اعلان کر دے اور اگر سیکرٹری شوریٰ کہے کہ مَیں نے اعلان کر دیا تھا تو وہ انتخاب جائز سمجھا جائے گا ان لوگوں کا یہ کہہ دینا یا ان میں سے کسی کا یہ کہہ دینا کہ مجھے اطلاع نہیں پہنچ سکی اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی نہ قانوناً نہ شرعاً۔ یہ سب لوگ مل کر جو فیصلہ کریں گے وہ تمام جماعت کے لیے قابلِ قبول ہوگا۔ اور جماعت میں سے جو شخص اس کی مخالفت کرے گا وہ باغی ہوگا۔ اور جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چُنا جائے مَیں اس کو ابھی سے یہ بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا۔ اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لیے کھڑا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو پورا کرے کہ خلافتِ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے پس چونکہ وہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کو پورا کرنے کے لیے کھڑا ہوگا اس لیے اُسے ڈرنا نہیں چاہیئے۔

جب مجھے خلیفہ چنا گیا تھا تو سلسلہ کے بڑے بڑے لیڈر سارے مخالف ہو گئے تھے اور خزانہ میں کُل اٹھارہ آنے تھے اب تم بتاؤ اٹھارہ آنے میں ہم تم کو ایک ناشتہ بھی دے سکتے ہیں؟ پھر خدا تعالیٰ نے تم کو کھینچ کرلے آیا اور یا تو یہ حالت تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر صرف بارہ سو آدمی جمع ہوئے تھے اور یا آج کی رپورٹ یہ ہے کہ ربوہ کے آدمیوں کو ملا کر اس وقت جلسہ مردانہ اور زنانہ میں پچپن ہزار تعداد ہے۔ آج رات ۳۴ ہزار مہمانوں کو

کھانا کھلایا گیا ہے بارہ ہزار ربوہ والے ملائے جائیں تو پچپن ہزار ہو جاتا ہے۔ پس عورتوں اور مردوں کو ملا کر اس وقت ہماری تعداد ۵۵ ہزار ہے اس وقت بارہ سو بھی یہ پچپن ہزار کہاں سے آئے؟ خدا ہی لایا۔ پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفۂ ثالث بنائے ابھی بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو منان وہاب اور پیغامی کیا چیز ہیں اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

جماعت احمدیہ کو حضرت خلیفۂ اوّل کی اولاد سے ہرگز کوئی تعلق نہیں جماعت احمدیہ کو خدا کی خلافت سے تعلق ہے اور وہ خدا کی خلافت کے آگے اور پیچھے لڑے گی اور دنیا میں کسی شریر کو جو کہ خلافت کے خلاف ہے خلافت کے قریب بھی نہیں آنے دے گی۔[لہ]

انتخاب خلافت سے متعلق تاریخی ریزولیوشن

حضرت مصلح موعود نے اپنی خداداد بصیرت و فراست سے جس نظام عمل کا اعلان جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر فرمایا تھا۔ اس کو حضور ہی کی اجازت سے مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء کو مجلس مشاورت کے پہلے اجلاس میں ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا۔ جسے مُلک کے گوشے گوشے سے آنے والے تین سو اکتالیس (۳۴۱) نمائندگانِ جماعت نے دل کی گہرائیوں سے قبول کیا اور اس کے منظور کیے جانے کی سفارش کی۔ اور حضور نے بھی اسی نشست میں اس سفارش کی منظوری کا اعلان فرمایا۔ اس طرح یہ نیا فتنہ جو قریباً آٹھ ماہ قبل ایک مہیب اور خوفناک طوفان بن کر ظاہر ہوا تھا۔ خدا کے موعود خلیفہ کے بروقت اور فیصلہ کُن اقدام کی برکت سے خلافت کے روحانی مینار کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور بلند کرنے کا موجب ہوا۔ ذیل میں مجلسِ مشاورت ۱۹۵۷ء کے اس پہلے اجلاس کی مکمل کارروائی درج کی جاتی ہے :-

---

لہ "خلافت حقہ اسلامیہ" تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ناشر الشرکۃ الاسلامیہ۔ طبع اوّل ۱۹۵۷ء

حضرت مصلح موعود نے سب سے پہلے حاضرین سمیت لمبی دعا کرائی۔ اور پھر ارشاد فرمایا:۔

"اب میں باقی ایجنڈا شروع کرنے سے پہلے مولوی ابوالعطاء صاحب کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ ریزولیوشن جو میری ہدایت کے مطابق بنایا گیا ہے اور جلسہ سالانہ پر انتخاب خلافت کے سلسلہ میں میں نے اس کا ذکر کیا تھا پڑھ کر سنائیں۔ اس پر مولوی ابوالعطاء صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور آپ نے مندرجہ ذیل تقریر کی:۔

مسئلہ خلافت اسلام کا ایک اہم مسئلہ ہے اور جماعت احمدیہ نصف صدی سے پوری وضاحت اور یقین کے ساتھ اس پر قائم ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول کا انتخاب ہوا تو جماعت نے بالاتفاق اس بات کا اظہار کیا کہ یہ مسئلہ جماعت کے لیے نیز اسلام کی حفاظت اور ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول...... کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ کا دور شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر یہ امر ثابت کر دیا کہ جماعت کے انتظام اس کی ترقی اور اشاعت کے لیے خلافت کا وجود نہایت ضروری ہے پچھلے ۴۵ سال کا دور ہماری نظر کے سامنے سے گزرا ہے اور ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ کس طرح خلافت کے افضال اور برکات جماعت پر نازل ہوئی ہیں۔

حی و قیوم صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر انسان جو اس دنیا میں پیدا ہوا ہے اُس نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کو لمبی اور صحت والی زندگی عطا فرمائے۔ لیکن یہ مسئلہ جماعت کے لیے انتہائی قابل توجہ ہے تا آئندہ جماعت میں تشتت اور تفرقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔

جماعت کے احباب کو علم ہے کہ بعض فتنہ پردازوں نے ایک گروہ بنا کر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ۱۹۵۶ء میں حضرت .... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر منکشف فرمایا کہ بعض لوگ جاہ طلبی کی وجہ سے جماعت کے انتظام کو توڑنے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضور نے بیماری کے باوجود نہایت ہمت اور محنت سے اس فتنہ کی سرکوبی فرمائی۔ اور آپ سب لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کس قدر آپ کی مدد اور نصرت فرمائی۔ حضور نے واضح فرمایا ہے کہ خلیفہ خدا

ہی مقرر فرماتا ہے ۔اس کے لیے کوشش کرنا ناجائز ہے ۔ خلافت ایک مقدس امانت ہے اور جماعت کا فرض ہے کہ وقت آنے پر نئے خلیفہ کا انتخاب کرے ۔ لیکن ان جاہ طلب اور فتنہ پرداز لوگوں کو مایوس کرنے اور جماعت میں اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ابھی سے خلافت کے انتخاب کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کرے ۔

مکرم مولوی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا :۔

تازہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفینِ خلافتِ احمدیہ ابھی تک اپنی کوششوں میں سرگرم ہیں اور ہر رنگ میں جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ اس لیے جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت بیدار رہے ۔ تاکہ دشمن اپنے منصوبہ اور سازش میں کامیاب نہ ہوں۔ اب میں اس بات کے ثبوت میں کہ خلافت کے مخالف ابھی تک اپنی کوششوں میں سرگرم عمل ہیں بعض شہادتیں پیش کرتا ہوں ۔

مکرم جناب چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی شہادت

مکرم چوہدری عبداللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی فرماتے ہیں :۔

" غالباً فروری یا مارچ ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی مجھ سے کراچی میں دو تین دفعہ ملنے کے لیے آئے ۔ اتفاق ایسا ہوا کہ میں انہیں مل نہ سکا ۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں ۔ مجھے کچھ وقت دیا جائے ۔ میں نے یہ محسوس کرکے کہ وہ دو تین دفعہ مجھ سے پہلے بھی ملنے کی کوشش کر چکے ہیں مگر میں انہیں ملا نہیں حسنِ اخلاق کے ماتحت مناسب سمجھا کہ انہیں خود جا کر مل لوں کیونکہ وہ میری بیوی کے رشتہ دار ہیں۔ چنانچہ میں نے پیغامبر سے کہا کہ میں آج شام خود اس جگہ حاضر ہو جاؤں گا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ ان کا قیام اس وقت احمد غزنوی صاحب سپیشل جج کے ہاں تھا ۔ شام کو میں حسب وعدہ اُن کے ہاں گیا ۔ دوران گفتگو میں انہوں نے حضرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ذکر شروع کر دیا ۔ اور مجھے کہا کہ میں نے حضور کی بیعت کر لی ہے ۔۔۔۔ اور کہا میں صحیح کہہ رہا ہوں کہ میں نے بیعت کر لی ہے ۔ اور اس کے بیان کرنے میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ۔ دوسرے

دن میں اور ملک اُن کے پاس گئے۔ مَیں منصور ملک کو اُن کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔ بعد میں منصور ملک صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ نے تو مجھے بتایا نہیں۔ یہ بزرگ تو احمدی ہیں۔ مَیں نے کہا۔ یہ مجھ سے بھی یہی بات کہتے تھے۔ لیکن اس بزرگ کا اعتبار نہیں۔ یونہی منافقت کر رہے ہیں۔ احمدی نہیں ہیں۔"

۲۔ "دسمبر ۱۹۵۶ء کے تیسرے ہفتہ کا واقعہ ہے کہ عبدالرحمٰن غزنوی جو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کا بھانجا ہے ایک شادی کے سلسلہ میں مجھے میٹروپول ہوٹل میں ملا اور اُس نے کوئی گفتگو چھیڑ کر مجھے کہا کہ آپ لوگوں نے ہمارے ماموؤں کو جماعت سے نکال دیا ہے لیکن ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارے نانا کی خلافت ہمارے ماموؤں کو مل جائے۔ آپ بھی ہمارے ماموؤں کے ساتھ مل جائیں۔ مَیں نے کہا۔ مجھ سے تو مار کھائے گا۔ کہنے لگا۔ اگر آپ نہیں تو آپ کی اولاد ہمارے قابو آجائے گی۔ مَیں نے کہا اس اولاد کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں شروع کر دی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھے۔ اس لیے میری اولاد آپ لوگوں کے قابو نہیں آسکتی۔ دوسرے خلافت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے دے۔ آپ کو ہماری خلافت کی اتنی فکر کیوں ہے۔ پھر اپنے ماموؤں کے متعلق تو آپ کو اتنی گھبراہٹ ہے کم سے کم آپ نے اپنے نانا کی بیعت تو کر لی ہوتی کہنے لگا آپ لوگوں نے ہمارے ماموؤں کو جماعت سے نکال دیا ہے وہ خلیفہ ہوں یا نہ ہوں آپ لوگوں میں ہم نے اختلاف ضرور پیدا کر دیا ہے۔ مَیں نے کہا۔ شیطان کی جانشینی بھی تو کسی نے کرنی تھی۔ دورانِ گفتگو میں اُس نے یہ بھی کہا کہ مَیں اللہ رکھا کو پچاس روپے ماہوار دیتا رہا ہوں۔ یا یہ کہا کہ اب بھی دے رہا ہوں۔ بہر حال اس کا مفہوم یہی تھا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ میرے گھر آکر ذرا اپنی بہن کو بھی مل لو۔ کہنے لگا۔ مَیں گیا تو اُس نے بات تو سُنی نہیں جوتیاں مارنی شروع کر دینی ہیں۔ مَیں نے کہا۔ تمہارا علاج یہی ہے۔

خاکسار عبداللہ خان امیر جماعت احمدیہ کراچی"

اس شہادت سے جو دسمبر ۱۹۵۶ء کے واقعات پر مشتمل ہے ثابت ہے کہ معترضین کا خاص مقصد خلافت کا حصول یا کم از کم جماعت احمدیہ میں تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ جس کا میاں

عبدالمنان صاحب کے رشتہ دار برملا اظہار کرتے ہیں۔ اس ناپاک سکیم کے لیے یہ لوگ اللہ رکھا جیسے انسان کو رقمیں دے کر بھی کام لے رہے ہیں۔

پس احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ محرجین کے فتنہ سے ہوشیار رہیں اور انہیں جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کے منصوبہ میں کامیاب نہ ہونے دیں۔

مکرم مولوی صاحب نے مزید فرمایا کہ:۔

"۷ مارچ ۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ عزیزم عطاءالرحیم حامد کو گولبازار میں سے گزرتے ہوئے ایک خط کا ایک ورق ملا۔ جو وہ اٹھا کر گھرلے آیا۔ وہ ورق میں آپ کو سناتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے ماموں صاحب: خدا تعالےٰ آپ کو عمر دراز دے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

صبح کا ایک بجنے کو ہے۔ میں ابھی ابھی منہ لپیٹ کر رضائی اوڑھے پڑا تھا۔ خیال آیا کہ ماموں جان نے کوئی خبر اپنے ہاتھ سے نہیں بھیجی۔ دل یا دماغ دونوں میں سے کسی ایک نے کچھ گلا شکوہ بھی تجویز کیا۔ پھر معاً خیال آیا کہ آپ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ بھلے مانس تم نے کیا ہماری خبر لی جو ہم پر دوش دیتے ہو۔ ماموں جان! جس بات نے مجھے اس وقت چراغ جلا کر لکھنے کو مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ جناب کو جو صدمہ جماعت کی ناراضگی سے پہنچا ہے وہ غم وغصہ میں تبدیل ہو کر اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ آپ کے ایمان کو ضائع کر دے۔ پیارے ماموں! اگرچہ ظاہر میں آپ کی ربوہ سے ہجرت بُری نظر آتی ہے مگر اس سے خوبی جنم لیتی ہے۔ یہ موقعہ آپ کے ایمان کو اجاگر کرنے کے لیے بڑا ہی مبارک ہو سکتا ہے۔ اگر آپ زیادہ تبلیغ اسلام کی اپنے قلم سے کر سکیں۔ پیارے ماموں! خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ لاہور کے ہر اخبار میں آپ کے ہدایت سے بھرپور مضمون نظر آنے لگیں اور احباب مجبور ہو کر یہ کہہ اٹھیں کہ یہ صاحب احمدی ہیں۔ آپ صرف کمربستہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ پیارے ماموں یہی ایک طریقہ ہے جو آپ کو پریشانیوں سے نجات دلا سکتا ہے"

یہ خط ظاہر کرتا ہے کہ یہ میاں عبدالمنان صاحب کے نام لکھا گیا ہے۔ اور ان کی جیب سے

گرا ہے۔ وہ ان دنوں ربوہ آئے ہوئے تھے۔ اس خط میں انہیں یہ مشورہ دیا جا رہا ہے۔ کہ وہ اخبارات میں مضامین شائع کر کے یہ اثر قائم کریں کہ وہ احمدی ہیں تا کہ اپنی سکیم کو بروئے کار لا سکیں۔ ان منصوبوں کے ہوتے ہوئے جماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ انتخاب خلافت کے لیے کوئی مبین طریق تجویز کرے۔

جماعت پر یہ امر واضح ہے کہ انتخاب کے وقت جماعت کے ہر فرد کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ ارباب حل وعقد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے میں سے ایک نہایت موزوں اور متقی شخص کو خلیفہ منتخب کرلیں اور باقی جماعتوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کی وفاداری کا حلف اٹھائیں۔
علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) "جب یہ طے ہو گیا کہ امام کا مقرر کرنا اجتماعی طور پر واجب ہے تو یہ امر فرض کفایہ قرار پایا۔ اب ارباب حل وعقد کے ذمہ ہو گا کہ وہ خلیفہ کا تقرر کریں اور باقی جماعت پر واجب ہو گا کہ سب کے سب خلیفہ کی اطاعت کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔"

(مقدمہ ابن خلدون ص۱۶۱ مطبوعہ مصر)

شیخ رشید رضا صاحب ایڈیٹر "المنار" مصر نے اپنی کتاب "الخلافۃ" میں اس بات پر بحث کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) "اہل سنت کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا فرض کفایہ ہے اور امت کے ارباب حل وعقد اس تقرر کے ذمہ وار ہیں۔ معتزلہ اور خوارج بھی اس پر متفق ہیں کہ ارباب حل و عقد کی بیعت کے ساتھ خلافت قائم ہو جاتی ہے۔ ہاں بعض علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ ارباب حل وعقد کون ہیں؟ آیا ان سب کی بیعت ضروری ہے یا معین تعداد کی بیعت سے خلافت قائم ہو جاتی ہے یا یہ کہ اس بارے میں تعداد کی کوئی شرط نہیں۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ اُن کا ارباب حل وعقد قرار دیا جانا ہر قسم کے اختلاف سے خالی ہو۔ کیونکہ اس لفظ کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ وہ امت کے لیڈر ہیں اور امت کی اکثریت ان پر اعتماد رکھتی ہے اور ان کے مقام کو ایسے طور پر مانتی ہے کہ جس کو وہ خلیفہ مقرر کریں گے امت اس کی

اطاعت کرنے میں اُن کی پیروی کرے گی تاکہ امت کا نظام قائم رہے اور مقرر ہونے والے خلیفہ کی نافرمانی اور بغاوت کا سوال پیدا ہی نہ ہو۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح المقاصد میں دوسرے متکلمین اور فقہاء کے ہم نوا ہو کر لکھتے ہیں کہ ارباب حل و عقد سے مراد علماء اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ ہیں۔ امام نوویؒ المنہاج میں فرماتے ہیں کہ اُن میں سے جن کا حاضر ہونا وقت پر ممکن ہو وہ منتخب کریں گے۔" (صلا)

امام ابوالحسن الماوردی جنہیں سب سے بڑا قاضی سمجھا جاتا تھا اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) "امامت دو طرح سے منعقد ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ جماعت مسلمین کے ارباب بسط وکشاد کسی شخص کو منتخب کریں۔ دوئم اس طرح کہ سابق خلیفہ کسی کو نامزد کرے۔ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہوا ہے کہ ارباب بسط وکشاد کی کتنی تعداد انتخاب کرنے والی ہونی چاہیئے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ ہر ملک کے عمومی ارباب حل وعقد کا اجتماع ہونا چاہیئے تاکہ سب کی رضامندی ہو۔ اور سب منتخب ہونے والے خلیفہ کی خلافت کو اجتماعی طور پر تسلیم کرلیں۔ مگر یہ رائے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے مسئلہ سے نادرست قرار پاتی ہے کیونکہ وہاں پر جو لوگ اس موقعہ پر حاضر تھے ان کے انتخاب سے خلیفہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اور غیر حاضر لوگوں کے آنے کے انتظار میں بیعت کو ملتوی نہیں کیا گیا تھا علماء کی ایک دوسری جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب ارباب حل و عقد میں سے کم از کم پانچ افراد کے انتخاب سے صحیح ہو جاتا ہے خواہ وہ پانچوں ہی اس خلافت کے بارے میں اجتماعی طور پر انتخاب کرنے والے ہوں۔ یا ان میں سے ایک مقرر کرے اور باقی چار رضامندی کا اظہار کرنے والے ہوں۔ علماء کی اس جماعت کا استدلال دو باتوں پر ہے۔ (۱) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پانچ اصحاب کے اجتماع سے ہوئی تھی۔ باقی لوگوں نے ان پانچ کی اس بارے میں اتباع کی تھی۔ وہ پانچ حضرات عمرؓ ابن الخطاب۔ ابوعبیدہ بن الجراح۔ اسیدؓ بن حضیر۔ بشیرؓ بن سعد اور سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم تھے

(۲) حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کے انتخاب کے لیے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ پانچ کی رضامندی سے ان میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ خلافت

کے انتخاب کے لیے ارب حل وعقد کی مقدار پانچ ہونے کے متعلق ہی اہلِ بصرہ کے اکثر فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے "
(الاحکام السلطانیہ ص۴)

جناب ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب پی۔ایچ۔ڈی لیکچرار عربی علی گڑھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

الف "تاریخ میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس بنا پر کافی تشویش رہتی تھی کہ امتِ مسلمہ کے باقی ماندہ اعیانِ ملت میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو جانشینی کے لیے تجویز کیا جاسکے .... حضرت عمرؓ نے انتخاب (اور یہ حقیقی معنوں میں انتخاب تھا) کا معاملہ چھ اشخاص کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا۔ فیصلہ کثرتِ رائے سے ہونا تھا۔ اور آراء کی مساوات کی حالت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم بنایا جانا تھا بشرطیکہ مجلس کے اراکین اس پر متفق ہوں۔ بصورتِ دیگر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اختیار دیا گیا۔ کہ اپنی فیصلہ کن رائے (CASTING VOTE) سے کسی اور امیدوار کے حق میں فیصلہ کر دیں۔ اس میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ اعیان ملت کا فیصلہ ہمیشہ قطعی سمجھا جائے گا اور عامۃ المسلمین اس فیصلہ کی تصدیق حلف وفاداری سے کریں گے ...... الماوردی کا بیان اس بارے میں نہایت واضح ہے کہ اعیانِ ملت کا انتخاب عامۃ الناس کے لیے قبول کرنا لازمی ہے "

(رسالہ "اسلام میں خلیفہ کا انتخاب" ص۲۳ و ص۲۴)

مولوی ابو العطاء صاحب نے اس تقریر کے بعد فرمایا۔ اب میں وہ قرارداد پڑھتا ہوں جو شریعت اسلامیہ اور پرانے علماء کی تحقیقات کی روشنی میں مجلس علماء سلسلۂ احمدیہ نے مرتب کی ہے۔ قرارداد کا متن یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم

انتخاب خلافت کے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن

تمہید

سیدنا حضرت .... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ

۱۹۵۶ء کے موقعہ پر آئندہ خلافت کے انتخاب کے متعلق یہ بیان فرمایا تھا کہ پہلے یہ قانون تھا کہ مجلس شوریٰ کے ممبران جمع ہو کر خلافت کا انتخاب کریں۔ لیکن آجکل کے فتنہ کے حالات نے اِدھر توجہ دلائی ہے کہ تمام ممبران شوریٰ کا جمع ہونا بڑا لمبا کام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر منافق کوئی فتنہ کھڑا کر دیں۔ اس لیے اب میں یہ تجویز کرتا ہوں جو اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے کہ آئندہ خلافت کے انتخاب میں مجلس شوریٰ کے جملہ ممبران کی بجائے صرف ناظران صدر انجمن احمدیہ ممبران صدر انجمن احمدیہ۔ وکلاء تحریک جدید۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زندہ افراد (جن کی تعداد اس غرض کے لیے اس وقت تین ہے۔ یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب میاں عبداللہ خان صاحب) جامعۃ المبشرین کا پرنسپل۔ جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ مل کر فیصلہ کیا کریں۔

مجلس انتخاب خلافت کے اراکین میں اضافہ

جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علماء سلسلہ اور دیگر بعض صاحبان کے مشورہ کے مطابق مجلسِ انتخاب خلافت میں مندرجہ ذیل اراکین کا اضافہ فرمایا۔

۱۔ مغربی پاکستان کا امیر۔ اور اگر مغربی پاکستان کا ایک امیر مقرر نہ ہو تو علاقہ جات مغربی پاکستان کے امراء جو اس وقت چار ہیں۔

۲۔ مشرقی پاکستان کا امیر۔ ۳۔ کراچی کا امیر۔ ۴۔ تمام اضلاع کے امراء۔ ۵۔ تمام سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہ چکے ہوں۔ گو انتخاب خلافت کے وقت امیر نہ ہوں۔ (ان کے اسماء کا اعلان صدر انجمن احمدیہ کرے گی)

۶۔ امیر جماعت احمدیہ قادیان۔ ۷۔ ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ ۸۔ تمام زندہ رفقاء کرام کو بھی انتخاب خلافت میں رائے دینے کا حق ہوگا۔ (اس غرض کے لیے رفیق وہ ہوگا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہو اور حضورؑ کی باتیں سنی ہوں اور ۱۹۰۸ء میں حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت اس کی عمر کم از کم بارہ سال کی ہو۔ صدر

انجمن احمدیہ تحقیقات کے بعد رفقاء کرام کے لیے سرٹیفکیٹ جاری کرے گی اور ان کے ناموں کا اعلان کرے گی)۔

۹۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین رفقاء میں سے ہر ایک کا بڑا لڑکا انتخاب میں رائے دینے کا حقدار ہوگا بشرطیکہ وہ مبایعین میں شامل ہو۔ اس جگہ رفقاء اوّلین سے مُراد وہ احمدی ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب میں فرمایا ہے (ان کے ناموں کا اعلان بھی صدر انجمن احمدیہ کرے گی)۔

۱۰۔ ایسے تمام مبلغین سلسلہ احمدیہ جنہوں نے کم از کم ایک سال بیرونی ممالک میں تبلیغ کا کام کیا ہو اور بعد میں تحریک جدید نے کسی الزام کے ماتحت انہیں فارغ نہ کر دیا ہو۔ (ان کو تحریک جدید سرٹیفکیٹ دے گی اور اُن کے ناموں کا اعلان کرے گی)۔

۱۱۔ ایسے تمام مبلغین سلسلہ احمدیہ جنہوں نے پاکستان کے کسی صوبہ یا ضلع میں رئیس التبلیغ کے طور پر کم از کم ایک سال کام کیا ہو اور بعد میں ان کو صدر انجمن احمدیہ نے کسی الزام کے ماتحت فارغ نہ کر دیا ہو۔ (انہیں صدر انجمن احمدیہ سرٹیفکیٹ دے گی اور اُن کے ناموں کا اعلان کرے گی)۔

مجلسِ انتخابِ خلافت کا دستور العمل

سیّدنا حضرت .... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ بالا جملہ اراکین مجلسِ انتخابِ خلافت کے کام کے لیے حسبِ ذیل دستور العمل منظور فرمایا ہے :۔

ا۔ مجلس انتخاب خلافت کے جو اراکین مقرر کیے گئے ہیں۔ اُن میں سے بوقت انتخاب حاضر افراد انتخاب کرنے کے مجاز ہوں گے۔ غیر حاضر افراد کی غیر حاضری اثر انداز نہ ہو گی اور انتخاب جائز ہوگا۔

ب:۔ انتخاب خلافت کے وقت اور مقام کا اعلان کرنا مجلس شوریٰ کے سیکرٹری اور ناظر اعلیٰ کے ذمہ ہوگا۔ اُن کا فرض ہوگا کہ موقع پیش آنے پر فوراً مقامی اراکین مجلس انتخاب کو اطلاع دیں بیرونی جماعتوں کو تاروں کے ذریعہ اطلاع دی جائے۔ اخبار الفضل میں بھی اعلان

کر دیا جائے۔

ج۔ نئے خلیفہ کا انتخاب مناسب انتظار کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ہونا چاہیئے مجبوری کی صورت میں زیادہ سے زیادہ تین دن کے اندر انتخاب ہونا لازمی ہے۔ اس درمیانی عرصہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان جماعت کے جملہ کاموں کو سرانجام دینے کی ذمہ دار ہوگی۔

د۔ اگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں نئے خلیفہ کے انتخاب کا سوال اٹھے تو مجلس انتخابِ خلافت کے اجلاس کے وہ پریذیڈنٹ ہوں گے۔ ورنہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے اس وقت کے سینیئر ناظر یا وکیل اجلاس کے پریذیڈنٹ ہوں گے۔ (ضروری ہے کہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید فوری طور پر مشترکہ اجلاس کر کے ناظروں اور وکلاء کی سینیارٹی فہرست مرتب کرلے)۔

ھ۔ مجلس انتخاب خلافت کا ہر رُکن انتخاب سے پہلے یہ حلف اٹھائے گا کہ:۔

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اعلان کرتا ہوں کہ میں خلافتِ احمدیہ کا قائل ہوں اور کسی ایسے شخص کو ووٹ نہیں دونگا جو جماعت مبائعین میں سے خارج کیا گیا ہو یا اس کا تعلق احمدیت یا خلافت احمدیہ کے مخالفین سے ثابت ہو"

جب خلافت کا انتخاب عمل میں آجائے تو منتخب شدہ خلیفہ کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ لوگوں سے بیعت لینے سے پہلے کھڑے ہو کر قسم کھائے کہ:۔

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ پر ایمان رکھتا ہوں اور میں ان لوگوں کو جو خلافت احمدیہ کے خلاف ہیں باطل پر سمجھتا ہوں اور میں خلافت احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کے لیے پوری کوشش کرونگا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا۔ اور میں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا اور قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کے لیے جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کوشاں رہوں گا"

ز۔ اوپر کے قواعد کے مطابق رفقاء اور نمائندگان جماعت جن میں امراء اضلاع سابق و حال

بھی شامل ہیں کی تعداد ڈیڑھ صد سے زیادہ ہو جائے گی۔ اِن میں خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کی تعداد اتنی قلیل رہ جاتی ہے کہ منتخب شدہ ممبروں کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔ ہاں خلیفۂ وقت کا انتخاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد اور جماعت کے ایسے مخلصین میں سے ہو سکے گا جو مبایعین ہوں اور جن کا کوئی تعلق غیر مبایعین یا احرار وغیرہ دشمنانِ سلسلہ احمدیہ سے نہ ہو (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس وقت تک ایسے مخلصین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے)

بنیادی قانون

ضروری نوٹ:۔ سیدنا حضرت...... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آئندہ کے لیے انتخاب خلافت کے لیے مذکورہ بالا اراکین اور قواعد کی منظوری کے ساتھ بطور بنیادی قانون کے فیصلہ فرمایا کہ:۔

"آئندہ خلافت کے انتخاب کے لیے یہی قانون جاری رہے گا سوائے اس کے کہ خلیفۂ وقت کی منظوری سے شوریٰ میں یہ مسئلہ پیش کیا جائے اور شوریٰ کے مشورہ کے بعد خلیفۂ وقت کوئی اور تجویز منظور کرے۔"

مجلس علماء کی یہ تجویز درست ہے

(دستخط) مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی — مجلس علماء سلسلہ احمدیہ

۵۷ / ۳ / ۲۰ — ۵۷ / ۳ / ۱۸

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے نمائندگانِ مجلس شوریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

شاید مولوی صاحب کو یہ بات یاد نہیں رہی یا پھر انہیں بتائی نہیں گئی کہ یہ خط جو انہوں نے پڑھا ہے اور اُس میں عبدالمنان سے کہا گیا ہے کہ بعض ایسے مضامین لکھو جو اسلام کی تائید میں ہوں تا اس سے جماعت احمدیہ کو جو تم سے نفرت ہے دُور ہو جائے۔ اس کے اوپر لکھا ہے "ماموں جان" اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ "ماموں جان" کے الفاظ سے کیسے پتہ لگا کہ یہ

خط عبدالمنان کو لکھا گیا ہے ۔ سو اس کا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ جس دن یہ خط ملا اور مولوی صاحب نے مجھے بھیجا اور کہا کہ یہ میرے بیٹے کو بازار سے ملا ہے تو اُس دن نائی میری حجامت بنانے آیا ہوا تھا۔ پہلے جب بھی وہ آیا کرتا تھا مجھے بتایا کرتا تھا کہ آج میاں عبدالمنان نے مجھے حجامت بنوانے کے لیے بلوایا۔ اور وہاں مجھ سے یہ یہ باتیں کیں لیکن اُس دن اُس نے کوئی بات نہ کی ۔ مَیں نے اس سے دریافت کیا کہ آج تُو نے میاں عبدالمنان کی کوئی بات نہیں بتائی ۔ اس پر اس نے کہا کہ میاں عبدالمنان تو بڑی مدت سے میری دکان پر نہیں آئے اور نہ ہی انہوں نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے ۔ آج اتفاقاً گول بازار میں (جہاں سے یہ خط ملا ہے) وہ خود اور اُن کے بیٹے پھر رہے تھے ۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک دکاندار جو ان کا کرایہ دار تھا آگے آیا اور کہنے لگا ۔ میاں صاحب مَیں بڑی دیر سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں ۔ دفتروں میں مَیں کہاں کہاں جاتا ۔ مَیں نے آپ کو کرایہ دینا تھا آپ ملتے ہی نہیں ۔ مَیں نے اس دکاندار کو کہا کہ تم کیوں تکلیف کرتے ہو ۔ میاں صاحب کو ضرورت ہوگی تو وہ آکر کرایہ مانگ لیں گے ۔ تو یہ واقعہ اور اس خط کا وہاں سے ملنا بتاتا ہے ۔ کہ ممکن ہے جیب سے رومال نکالتے ہوئے یہ خط میاں عبدالمنان سے نیچے گر گیا ہو ۔ پھر مَیں نے گھر میں بات کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ شائد آپ کو معلوم نہیں ۔ حضرت خلیفہ اوّل .... کے خاندان کے ساتھ جو تعلق رکھنے والے لوگ ہیں وہ سارے کے سارے میاں عبدالمنان کو "ماموں جان" ہی کہتے ہیں ۔ اس لیے انہوں نے کہا ۔ "ماموں جان" کے الفاظ کی وجہ سے آپ ان کے کسی بھانجے یا بھانجی کو تلاش نہ کریں کیونکہ بیسیوں ایسے آدمی ہیں جن کے ساتھ اُن کے تعلقات ہیں اور وہ سب اُن کو عادتاً ماموں کہتے ہیں ۔ بہر حال میاں عبداللہ صاحب حجام کی گواہی سے پتہ لگ گیا کہ یہ خط فی الواقعہ عبدالمنان کا ہے کیونکہ اُس نے اُسی جگہ جہاں سے یہ خط ملا ہے اور اسی دن جس دن خط ملا ربوہ میں انہیں دیکھا تھا ۔

اس کے بعد ریزولیوشن کے متعلق ووٹ لینے سے پہلے مَیں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ اس ریزولیوشن کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے ۔ بعض جماعتوں نے اپنے نمائندوں سے قسمیں لی ہیں کہ وہ شوریٰ میں اس ریزولیوشن کی تائید کریں ۔ اور اس کے خلاف ووٹ نہ دیں ۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ ہم نے تو اپنے ایمان کی بنا پر اور یہ بتانے کے لیے کہ ہمیں

خلافت کے ساتھ وابستگی ہے اور ہم خلافت احمدیہ کو کسی صورت میں بھی تباہ نہیں ہونے دیں گے کہ ہم ضرور اس ریزولیوشن کی تائید کرنی تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ جماعتوں نے ہم سے اس بات کے متعلق حلف لی ہے کہ ہم ضرور اس ریزولیوشن کی تائید کریں۔ اس طرح جو بات ہم نے اپنے ایمان کے ثابت کرنے کے لیے کرنی تھی وہ حلف کے ذریعہ سے کروائی جائے گی۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس شخص میں ایمان تو کوئی نہیں صرف جماعت سے وعدہ کی بناء پر یہ ایسا کر رہا ہے۔ اس طرح گویا ہمارے ثواب کا راستہ بند ہوتا ہے اور ہم اپنے اخلاص کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ان کی یہ بات چونکہ معقول ہے اس لیے جو دوست باہر سے جماعت کے نمائندہ بن کے آئے ہیں اور ان سے جماعتوں نے اس بات کے لیے حلف لیا ہے کہ وہ ضرور اس ریزولیوشن کی تائید کریں۔ میں انہیں اس حلف سے آزاد کرتا ہوں۔ خلافت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے قائم کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ایمان میں کمزور ہے اور وہ کوئی ایسا راستہ کھولتا ہے جس کی وجہ سے خلافت احمدیہ خطرہ میں پڑ جاتی ہے یا دشمنوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے تو اس کے ووٹ کی نہ خلافتِ احمدیہ کو ضرورت ہے اور نہ خدا کو ضرورت ہے۔ یہاں جماعتیں کچھ نہیں کر سکتیں۔ اگلے جہان میں خدا تعالیٰ خود اس کو سیدھا کر سکتا ہے۔ اس لیے مجھے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسے نمائندگان کو تائید کا پابند کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ وہ ووٹ دیں تو اپنے ایمان کی بناء پر دیں۔ یہ سمجھ کر نہ دیں کہ وہ کسی جماعت کے حلف کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں بلکہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ریزولیوشن جماعت احمدیہ کی خلافت کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سے آئندہ فتنوں کا سدِّباب ہوتا ہے تو وہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے ووٹ دیں نہ کہ اپنی جماعت کو خوش کرنے کے لیے۔ اور اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ اس ریزولیوشن سے شرارت بڑھتی ہے اور فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے تو وہ ووٹ نہ دے۔ ہمیں اس کے ووٹ کی ضرورت نہیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ کو اس کے ووٹ کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب مجھے خلیفہ بنایا تھا اس وقت اس قسم کا کوئی قانون نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فتنہ پردازوں کی کوششوں کو ناکام کر دیا۔ پس ہم خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے ہیں۔ جو شخص ووٹ دے وہ اس بات کو سمجھ کر دے کہ اس ریزولیوشن کی وجہ سے جماعت میں شرارت کا سدِّباب ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس ریزولیوشن سے شرارت کا سدِّباب نہیں ہوتا بلکہ اس سے

شرارت کا دروازہ کھلتا ہے تو وہ ووٹ نہ دے۔ آگے اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے خدا تعالیٰ جس طرح چاہے گا اُس کے ساتھ برتاؤ کرے گا۔ وہ اپنی جماعت سے نہ ڈرے کراچی کا نمائندہ کراچی کی جماعت سے نہ ڈرے۔ لاہور کا نمائندہ لاہور کی جماعت سے نہ ڈرے۔ سرگودہا کا نمائندہ سرگودہا کی جماعت سے نہ ڈرے۔ وہ ووٹ دے تو خدا تعالیٰ سے ڈر کر دے اور پھر اس کے بعد ہمارا اور اس کا جو معاملہ ہے وہ خدا تعالیٰ خود طے کرے گا۔ ہمیں اس کے ووٹ کی ضرورت نہیں۔ ہمیں صرف اس شخص کے ووٹ کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ سے محبت رکھنے والا ہے۔ اسلام سے محبت رکھنے والا ہے اور خلافت سے محبت رکھنے والا ہے۔ پس اگر وہ خدا تعالیٰ اسلام اور خلافت کی خاطر ووٹ دیتا ہے تو دے اور اگر وہ اپنی جماعت کی خاطر ووٹ دیتا ہے تو ہمیں اس کے ووٹ کی ضرورت نہیں۔

یہ تحریک کرنے کے بعد میں جماعت کے دوستوں کی رائے اس بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ریزولیوشن کے بعض حصے ایسے ہیں جن پر آئندہ زمانوں میں دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہوگی۔ لیکن بہرحال جب تک کوئی دوسرا ریزولیوشن پاس نہ ہوگا اس وقت تک یہ ریزولیوشن قائم رہے گا جیسا کہ خود اس ریزولیوشن میں بھی یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ آئندہ خلافت کے انتخاب کیلئے یہی قانون جاری رہیگا سوائے اس کے کہ خلیفۂ وقت کی منظوری سے شوریٰ میں یہ مسئلہ پیش کیا جائے۔ اور شوریٰ کے مشورہ کے بعد خلیفۂ وقت کوئی اور تجویز منظور کرے۔ پس یہ ریزولیوشن دوبارہ بھی مزید غور کے لیے پیش ہو سکتا ہے اور آئندہ پیدا ہونے والی مشکلات کو دُور کیا جا سکتا ہے۔

مجھے خود اس میں بعض ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن میں بعد میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوگی مثلاً کچھ عرصہ کے بعد رفقاء نہیں رہیں گے۔ پھر ہمیں یہ کرنا پڑے گا کہ انتخاب کی مجلس میں تابعی لیے جائیں یا وہ لوگ لیے جائیں جنہوں نے ۱۹۱۴ء سے پہلے بیعت کی ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ قانون بنانا پڑے گا کہ وہ لوگ لیے جائیں جنہوں نے ۱۹۴۰ء سے پہلے بیعت کی ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ قانون بنانا پڑے گا کہ وہ لوگ لیے جائیں جنہوں نے ۱۹۵۶ء سے پہلے

بیعت کی ہوئی ہے۔ بہرحال یہ درستیاں حالات کے بدلنے کے ساتھ ہوتی رہیں گی اور ریزولیوشن بار بار مجلس شوریٰ کے سامنے آتا رہے گا۔ سردست یہ ریزولیوشن شرارت کے فوری سدباب کے لیے ہے۔ ورنہ آئندہ زمانہ کے لحاظ سے دوبارہ ریزولیوشن ہوتے رہیں گے اور پھر دوبارہ غور کرنے کا لوگوں کو موقع ملتا رہے گا۔

اس کے بعد میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی رائے دیں۔ جو دوست اس بات کی تائید میں ہوں اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور اسلام سے محبت رکھتے ہوئے یہ رائے رکھتے ہوں کہ اس ریزولیوشن کو پاس کیا جائے وہ کھڑے ہو جائیں۔ جماعتوں کی طرف سے جو پابندی عائد کی گئی تھی اور نمائندگان سے وعدے لیے گئے تھے اُن کو میں نے ختم کر دیا ہے۔ اب صرف اس وعدہ کو پورا کرو جو تمہارا خدا کے ساتھ تھا۔

(حضور کے اس ارشاد پر تمام نمائندگان کھڑے ہو گئے)

رائے شماری کے بعد حضور نے فرمایا۔ ۱۴۳ؔ[1] دوستوں کی رائے ہے کہ اس ریزولیوشن کو منظور کر لیا جائے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی نمائندہ اس تجویز کے مخالف ہو اور اس کی رائے یہ ہو کہ اس ریزولیوشن کو منظور نہ کیا جائے تو وہ بھی کھڑا ہو جائے لیکن یہ یاد رہے کہ جن دوستوں نے اس ریزولیوشن کے موافق رائے دی ہے ان کو دوبارہ کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہاں اگر کوئی نمائندہ ایسا ہو جو اس کے مخالف رائے رکھتا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے۔

(اس پر کوئی دوست کھڑے نہ ہوئے)

فیصلہ

گنتی میں سہولت کے لیے اس وقت آٹھ حلقے بنائے گئے ہیں۔ ان آٹھ حلقوں میں کوئی نمائندہ بھی اس ریزولیوشن کے خلاف کھڑا نہیں ہوا اور اس کے بالمقابل ۱۴۳ ووٹ اس ریزولیوشن

---

[1] سیکرٹری مجلس مشاورت کی طرف سے ۱۴۴ ٹکٹ تقسیم کیے گئے تھے مگر رائے شماری کے موقعہ پر تین نمائندے ہال میں موجود نہیں تھے۔

کی تائید میں ہے۔ اس طرح دوستوں نے واضح کر دیا ہے کہ انہوں نے اس وقت اپنی مرضی سے ریزولیوشن کے حق میں رائے دی ہے۔ جماعتوں کے دباؤ کی وجہ سے انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ سو میں اس ریزولیوشن کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں۔ اور اسے منظور کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اس کو مبارک کرے۔

میں جانتا ہوں کہ اس ریزولیوشن کے بعض حصے ایسے ہیں جن پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہو گی جیسا کہ مولوی ابوالعطاء صاحب نے کہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو رسالہ الوصیّۃ میں اٹھایا ہے کہ جو بھی اس دنیا میں پیدا ہوا ہے اس نے ضرور مرنا ہے چاہے وہ آج مریں یا کل مریں اس لیے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی خلیفہ قیامت تک زندہ رہے یا اس کا کوئی ماننے والا قیامت تک زندگی پائے۔ پس ہم نے جو کچھ کرنا ہے اس دنیا کی زندگی کے متعلق کرتا ہے۔ اگلی دنیا کا خدا خود ذمہ وار ہے۔ اس جہان میں خدا تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار دیا ہے۔ اگلے جہان کا کام وہ خود کرے گا۔ پس چونکہ صرف اس دنیا کا کام چلانا انسان کے اختیار میں ہے اس لیے ہماری کوشش اس حد تک ہونی چاہیئے کہ ہم اس دنیا کے نظام کو اچھا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اگلے جہان کا نظام خدا تعالیٰ نے خود اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اور وہ اسے آپ ہی ٹھیک کر دے گا۔

ہماری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ نظامِ خلافت حقّہ کو احمدیت میں ہمیشہ کے لیے قائم رکھے اور اس نظام کے ذریعہ سے جماعت ہمیشہ ہمیش منظّم صورت میں اپنے مال وجان کی قربانی اسلام اور احمدیت کے لیے کرتی رہے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ ان کی مدد اور نصرت کرتا رہے کہ آہستہ آہستہ دنیا کے چپہ چپہ پر مسجدیں بن جائیں اور دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ ہو جائیں اور وہ دن آجائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب اسلام اور احمدیت کے مقابلہ میں ایسے رہ جائیں جیسے ادنیٰ اقوام کے لوگ ہیں۔ دنیا میں ہر کہیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے پڑھنے والے نظر آئیں اور روس امریکہ برطانیہ اور فرانس کے لوگ جو آج اسلام پر ہنسی اڑا رہے ہیں وہ سب کے سب احمدی ہو جائیں۔ وہ اسلام کو قبول کر لیں اور انہیں اپنی ترقی کے لیے اسلام اور مسلمانوں کا دست نگر

ہونا پڑے ۔ ہم ان ممالک کے دشمن نہیں ۔ ہماری دُعا ہے کہ یہ ملک ترقی کریں اسلام اور مسلمانوں کی مدد سے ۔ آج تو دمشق اور مصر بھی روس کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہا ہے کہ کسی طرح اس سے کچھ مدد مل جائے ۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دمشق اور مصر کے مسلمانوں کو پکا مسلمان بھی بنائے اور پھر دنیوی طاقت بھی اتنی دے کہ دمشق اور مصر روس سے مدد نہ مانگے بلکہ روس دمشق اور مصر کو تاریں دے کہ ہمیں سامانِ جنگ بھیجو ۔ اسی طرح امریکہ ان سے یہ نہ کہے کہ ہم تمہیں مدد دیں گے ۔ بلکہ امریکہ شام مصر عراق ایران پاکستان اور دوسری اسلامی سلطنتوں سے کہے کہ ہمیں اتنے ڈالر بھیجو ہمیں ضرورت ہے ورنہ ہم تو خالص دین کے بندے ہیں اور دُنیا سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی جو چیز ہے وہی ہمیں پیاری ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ اسلام کے غلبہ کی کوئی صورت پیدا کرے ۔ اور خلافت کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ مسلمان نیک رہیں ۔ اور اسلام کی اشاعت میں لگے رہیں یہاں تک کہ اسلام کی اشاعت دنیا کے چپہ چپہ پر ہو جائے ۔ اور کوئی غیر مسلم باقی نہ رہے ۔ اگر یہ ہو جائے تو ہماری غرض پوری ہو گئی ۔ اور اگر یہ نہ ہو تو محض نام کی خلافت نہ ہمارے کسی کام کی ہے اور نہ اس خلافت کے ماننے والے ہمارے کسی کام کے ہیں ۔ ہمارا دوست وہی ہے جو اللہ کے نام کو دُنیا کے کناروں تک پھیلائے ۔ وہ خلیفہ ہمارے سر آنکھوں پر جو خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلاتا ہے وہ مبلغ ہمارے سر آنکھوں پر جو خدائے واحد کے نام کو دنیا میں پھیلاتے ہیں ۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کرتے ہیں ۔ ہمارے دل اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں ۔ چاہے وہ ہزار سال بعد آئیں ۔ اور ہمارے دماغ بھی اُن کے لیے دُعا کرتے ہیں چاہے وہ سینکڑوں نہیں ہزاروں سال ہم سے بعد آئیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو ۔ اور ان کی مدد کرے اور ہمیشہ ان کو راہِ راست پر قائم رکھے ۔ اور اسلام کی ترقی کے سامان پیدا کرتا رہے ۔"[1]

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت " ۱۹۵۷ء ص ۳ - ۱۸

فہرست اراکین مجلس انتخاب خلافت کی اشاعت

حضرت مصلح موعود کے فیصلہ کی تعمیل حضرت مرزا صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے جلد ہی اراکین مجلسِ انتخابِ خلافت کی مفصّل فہرست مرتب کرا کے جاری کر دی۔ اس اہم دستاویز کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

فہرست اراکین مجلس انتخابِ خلافت جماعت احمدیہ

مجلس شوریٰ کے متفقہ مشورہ کے ماتحت جس کی منظوری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی فرما دی تھی۔ اراکین مجلس انتخاب خلافت کے متعلق فیصلے ہوئے تھے بعض شقوں کے ماتحت جو اراکین آتے تھے اُن کے متعلق حضور کا فیصلہ تھا کہ اسماء کا اعلان صدر انجمن احمدیہ کرے۔ سو یہ مکمل فہرست شائع کی جاتی ہے۔ ضلع وار نظام کے امراء کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے ضلع میں رہنے والے اراکین کے نام ریکارڈ میں درج فرمالیں یہ فہرست آپ کے پاس ہر وقت محفوظ رہے گی۔

شق نمبر ا یہ تھی ”ناظران صدر انجمن احمدیہ۔ ممبران صدر انجمن احمدیہ، وکلاء تحریک جدید .....

.....اور جامعۃ المبشرین کا پرنسپل۔ جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ مل کر فیصلہ کیا کریں“

نمبر شمار فہرست	نمبر شمار شق	ناظران صدر انجمن احمدیہ
۱	۱	صدر، صدر انجمن احمدیہ و ناظر خدمت درویشاں
۲	۲	ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ
۳	۳	ناظر تعلیم

۴	۴	ناظر دیوان و تجارت و صنعت
۵	۵	ناظر بیت المال (آمد)
۶	۶	ناظر امور خارجہ
۷	۷	ناظر زراعت
۸	۸	ناظر اصلاح و ارشاد
۹	۹	ناظر امور عامہ
۱۰	۱۰	ناظر بیت المال خرچ
۱۱	۱۱	ناظر شبان
		ممبران صدر انجمن احمدیہ ۔ ربوہ
۱۲	۱	وکیل اعلیٰ ۔ تحریک جدید
۱۳	۲	مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا
۱۴	۳	چوہدری اسداللہ خاں صاحب بار ۔ ایٹ ۔ لاء ۔ لاہور
۱۵	۴	شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ
۱۶	۵	ملک سیف الرحمٰن صاحب ربوہ
		وکلاء تحریک جدید
۱۷	۱	وکیل اعلیٰ
۱۸	۲	وکیل الدیوان
۱۹	۳	وکیل التبشیر
۲۰	۴	وکیل الزراعت
۲۱	۵	وکیل القانون
۲۲	۶	وکیل الصنعت

۲۳	۷	وکیل التعلیم
۲۴	۸	وکیل المال اوّل
۲۵	۹	وکیل المال ثانی
۲۶،۲۷	۱-۲	جامعۃ المبشرین کا پرنسپل - جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ عالیہ

نوٹ : - جامعۃ المبشرین جامعہ احمدیہ میں مدغم ہوچکا ہے

شق ۲ الف یہ تھی - "مغربی پاکستان کا امیر اور اگر مغربی پاکستان کا ایک امیر مقرر نہ ہو تو علاقہ جات مغربی پاکستان کے امراء جو اس وقت چار ہیں"۔ موجودہ صورت میں یہ تعداد چھ ہے -

۲۸	۱	مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودہا - امیر علاقائی سابق پنجاب و بہاولپور
۲۹	۲	صوفی محمد رفیع صاحب سکھر امیر علاقائی خیرپور ڈویژن
۳۰	۳	ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی میرپور امیر علاقائی حیدرآباد ڈویژن
۳۱	۴	خان شمس الدین خان صاحب پشاور امیر علاقائی پشاور ڈویژن
۳۲	۵	شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ امیر علاقائی کوئٹہ و قلات ڈویژن
۳۳	۶	حاجی امیر عالم صاحب کوٹلی امیر علاقائی آزاد کشمیر

شق ۲ب یہ تھی "مشرقی پاکستان کا امیر"

۳۴	۱	مولوی محمد صاحب ڈھاکہ امیر صوبائی مشرقی پاکستان

شق ۲ج یہ تھی "کراچی کا امیر"

۳۵	۱	چوہدری احمد مختار صاحب کراچی ۲

شق ۲د یہ تھی "تمام اضلاع کے امراء"

۳۶	۱	چوہدری بشیر احمد صاحب گجرات امیر ضلع گجرات
۳۷	۲	چوہدری اسداللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء لاہور امیر ضلع لاہور

۳۸	۳	شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور امیر ضلع لائلپور
۳۹	۴	چوہدری فضل احمد صاحب رحیم یارخاں امیر ضلع رحیم یار خاں
۴۰	۵	حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمٰن آباد امیر ضلع نواب شاہ
۴۱	۶	میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ امیر ضلع گوجرانوالہ
۴۲	۷	چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری امیر ضلع منٹگمری
۴۳	۸	چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ شیخوپورہ امیر ضلع شیخوپورہ
۴۴	۹	چوہدری عطاء اللہ صاحب چک T.D.A ۳۷۵/ ضلع مظفرگڑھ امیر ضلع مظفرگڑھ
۴۵	۱۰	الحاج محمد بشیر احمد صاحب جھنگ صدر امیر ضلع جھنگ
۴۶	۱۱	ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کیمبل پور۔ امیر ضلع کیمبل پور
۴۷	۱۲	مولوی عبدالمغنی خاں صاحب جہلم۔ امیر ضلع جہلم
۴۸	۱۳	ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ملتان شہر امیر ضلع ملتان
۴۹	۱۴	منشی آدم خاں صاحب مردان۔ امیر ضلع مردان
۵۰	۱۵	بابو قاسم الدین صاحب سیالکوٹ امیر ضلع سیالکوٹ
۵۱	۱۶	رانا محمد خاں صاحب ایڈووکیٹ بہاولنگر امیر ضلع بہاولنگر
۵۲	۱۷	مولوی محمد عرفان صاحب مانسہرہ ضلع ہزارہ امیر ضلع ہزارہ
۵۳	۱۸	قریشی عبدالرحمٰن صاحب میانوالی امیر ضلع میانوالی
۵۴	۱۹	چوہدری عزیز احمد صاحب ظفر آباد دلدینی امیر ضلع حیدرآباد
۵۵	۲۰	مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودہا امیر ضلع سرگودہا
۵۵/A	۲۱	چوہدری احمد جان صاحب امیر ضلع راولپنڈی

شق ۵ یہ تھی "تمام سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہ چکے ہوں گو انتخاب کے وقت امیر نہ ہوں" صدر انجمن احمدیہ کے ریکارڈ کے مطابق یہ فہرست درج ذیل ہے:۔

۵۶		میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر ضلع راولپنڈی) حال کینیڈا
۵۷	۲	شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ سابق ضلع امیر لاہور ۔ لاہور
۵۸	۳	چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (سابق امیر ضلع ملتان) ملتان
۵۹	۴	کیپٹن ڈاکٹر اقبال احمد خاں صاحب (سابق امیر ضلع مظفر گڑھ) مظفر گڑھ
۶۰	۵	مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر (سابق امیر ضلع ڈیرہ غازیخاں) ڈیرہ غازیخاں
۶۱	۶	شیخ اقبال الدین صاحب (سابق امیر ضلع بہاولنگر) بہاولنگر
۶۲	۷	چوہدری خورشید احمد صاحب (سابق امیر ضلع بہاولنگر) گوجرانوالہ
۶۳	۸	مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر ضلع سرگودہا) سرگودہا

شق نمبر ۶ یہ تھی " امیر جماعت احمدیہ ۔ قادیان "

۶۴	۱	مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ۔ قادیان

شق نمبر ۷ یہ تھی " ممبران صدر انجمن احمدیہ ۔ قادیان "

۶۵	۱	ناظر اعلیٰ ۔ قادیان
۶۶	۲	ناظر دعوت و تبلیغ و ناظر تعلیم
۶۷	۳	ناظر بیت المال
۶۸	۴	ایڈیشنل ناظر امور عامہ
۶۹	۵	ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان ۔ ممبر
۷۰	۶	مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان ۔ ممبر
۷۱	۷	سید وزارت حسین صاحب ادرین ضلع مونگھیر ۔ ممبر
۷۲	۸	سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ رانچی ۔ ممبر
۷۳	۹	سیٹھ محمد معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر ۔ ممبر
۷۴	۱۰	قریشی عطاء الرحمٰن صاحب فاضل قادیان ۔ ممبر

۷۵	۱۱	مولوی بی۔عبداللہ صاحب فاضل پنگاڈی ضلع کنانور۔ ممبر
۷۶	۱۲	سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ ۱۲ ممبر
۷۷	۱۳	سیٹھ محمد عمر صاحب سہگل۔ کلکتہ ۱۳ ممبر

شق نمبر ۸ یہ بھی "تمام زندہ رفقاء کرام کو بھی انتخاب خلافت میں رائے دینے کا حق ہوگا اس غرض کے لیے رفیق وہ ہوگا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہو اور حضور کی باتیں سنی ہوں اور ۱۹۰۸ء میں حضور کی وفات کے اس کی عمر کم از کم بارہ سال کی ہو۔ صدر انجمن احمدیہ تحقیقات کے بعد رفقاء کرام کے لیے سرٹیفکیٹ جاری کرے گی اور ان ناموں کا اعلان کرے گی" یہ فہرست ذیل میں درج ہے

۷۸	۱	ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کپور تھلوی۔ ربوہ
۷۹	۲	حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری۔ ربوہ
۸۰	۳	پیر مظہر الحق صاحب۔ ربوہ
۸۱	۴	حافظ ملک محمد صاحب۔ ربوہ
۸۲	۵	مہر قطب الدین صاحب۔ ربوہ
۸۳	۶	محمد بخش صاحب۔ ربوہ
۸۴	۷	میاں محمد شریف صاحب۔ ربوہ
۸۵	۸	حافظ عبدالسمیع صاحب امروہی۔ ربوہ
۸۶	۹	قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ ربوہ
۸۷	۱۰	مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری۔ ربوہ
۸۸	۱۱	شیخ محب الرحمٰن صاحب ربوہ
۸۹	۱۲	منشی عبدالحق صاحب خوشنویس ربوہ
۹۰	۱۳	ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ربوہ

۹۱	۱۴	ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی ۔ ربوہ
۹۲	۱۵	قاضی عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی ۔ ربوہ
۹۳	۱۶	مرزا برکت علی صاحب ۔ ربوہ
۹۴	۱۷	میاں حبیب الدین صاحب ۔ ربوہ
۹۵	۱۸	مولوی فضل دین صاحب ۔ ربوہ
۹۶	۱۹	خدا بخش صاحب عرف مومن جی ۔ ربوہ
۹۷	۲۰	چوہدری محمد شفیع صاحب انجینئر ۔ ربوہ
۹۸	۲۱	مرزا محمد حسین صاحب ۔ ربوہ
۹۹	۲۲	محمد الہ داد صاحب ۔ ربوہ
۱۰۰	۲۳	مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم ۔ ربوہ
۱۰۱	۲۴	ٹھیکیدار علی احمد صاحب ۔ ربوہ
۱۰۲	۲۵	ماسٹر عطاء محمد صاحب ۔ ربوہ
۱۰۳	۲۶	مولوی محمد جی صاحب ۔ ربوہ
۱۰۴	۲۷	محمد عبداللہ صاحب جلد ساز ۔ ربوہ
۱۰۵	۲۸	مولوی محمد حسین صاحب مبلغ ۔ ربوہ
۱۰۶	۲۹	حاجی محمد فاضل صاحب فیروزپوری ۔ ربوہ
۱۰۷	۳۰	ڈاکٹر حکیم دین محمد صاحب ۔ ربوہ
۱۰۸	۳۱	سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ۔ ربوہ
۱۰۹	۳۲	بابو عبدالحمید ریٹائرڈ ریلوے آڈیٹر ۔ ربوہ
۱۱۰	۳۳	دین محمد صاحب مالی ۔ ربوہ
۱۱۱	۳۴	شیخ کظیم الرحمٰن صاحب ۔ ربوہ

۱۱۲	۳۵	خواجہ عبیداللہ صاحب۔ ربوہ
۱۱۳	۳۶	شیخ فضل احمد صاحب۔ ربوہ
۱۱۴	۳۷	خواجہ عبدالقیوم صاحب۔ بی۔اے۔ ربوہ
۱۱۵	۳۸	چوہدری اسمٰعیل صاحب کاٹھگڑھی۔ ربوہ
۱۱۶	۳۹	علی گوہر صاحب۔ ربوہ
۱۱۷	۴۰	سید محمود عالم صاحب۔ ربوہ
۱۱۸	۴۱	محمد فقیر اللہ صاحب۔ ربوہ
۱۱۹	۴۲	ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی ربوہ
۱۲۰	۴۳	حکیم عبیداللہ صاحب رانجھا۔ ربوہ
۱۲۱	۴۴	صاحبزادہ مرزا عزیز احمد ربوہ
۱۲۲	۴۵	مستری عبدالعزیز صاحب ربوہ
۱۲۳	۴۶	حکیم رحمت اللہ صاحب۔ ربوہ
۱۲۴	۴۷	مستری علم دین صاحب ٹال والے ربوہ
۱۲۵	۴۸	محمد بوٹے خاں صاحب سابق مؤذن بیت الاقصیٰ ربوہ
۱۲۶	۴۹	حکیم قریشی عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی۔ ربوہ
۱۲۷	۵۰	مرزا اسلام اللہ صاحب ربوہ
۱۲۸	۵۱	شیخ محمد حسین صاحب چنیوٹ
۱۲۹	۵۲	محمد ظہور خاں صاحب پٹیالوی۔ احمد نگر
۱۳۰	۵۳	شیخ مہر دین صاحب۔ سیالکوٹ
۱۳۱	۵۴	غلام محمد صاحب زرگر۔ سیالکوٹ
۱۳۲	۵۵	چوہدری رحیم بخش صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ

۱۳۳	۵۶	خیر دین صاحب زرگر سیالکوٹ
۱۳۴	۵۷	میاں کریم بخش صاحب چونڈہ سیالکوٹ
۱۳۵	۵۸	سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ
۱۳۶	۵۹	منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ
۱۳۷	۶۰	مولوی عبدالحق صاحب قلعہ صوبہ سنگھ سیالکوٹ
۱۳۸	۶۱	ڈاکٹر فضل کریم صاحب بڈھن شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ
۱۳۹	۶۲	چوہدری محمد علی صاحب چونڈہ سیالکوٹ
۱۴۰	۶۳	چوہدری فتح علی صاحب چونڈہ سیالکوٹ
۱۴۱	۶۴	لال دین صاحب چونڈہ سیالکوٹ
۱۴۲	۶۵	بابو قاسم الدین صاحب سیالکوٹ
۱۴۳	۶۶	ملک شادی خاں صاحب سیالکوٹ
۱۴۴	۶۷	میاں اللہ دتا صاحب نقیب سیالکوٹ
۱۴۵	۶۸	قریشی نور الحسن صاحب کوٹلی ہرنرائن سیالکوٹ
۱۴۶	۶۹	حکیم سیّد پیر احمد شاہ صاحب سیالکوٹ
۱۴۷	۷۰	محمد دین صاحب ارھر کرم سنگھ سیالکوٹ
۱۴۸	۷۱	ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب قلعہ صوبہ سنگھ ۔ سیالکوٹ
۱۴۹	۷۲	چوہدری عنایت اللہ صاحب بہلولپور سیالکوٹ
۱۵۰	۷۳	چوہدری محمد منیر صاحب گھٹیالیاں ۔ سیالکوٹ
۱۵۱	۷۴	میاں محمد حسین صاحب کوٹ ڈسکہ سیالکوٹ
۱۵۲	۷۵	میر مسعود احمد صاحب سیالکوٹ
۱۵۳	۷۶	مولوی برکت علی صاحب سیالکوٹ

۱۵۴	۷۷	چوہدری ولی داد صاحب مراڑہ سیالکوٹ
۱۵۵	۷۸	دولت خاں صاحب کالا کے ناگرے سیالکوٹ
۱۵۶	۷۹	مستری رحمت علی صاحب داتا زید کا سیالکوٹ
۱۵۷	۸۰	مستری محمد عبداللہ صاحب داتا زید کا سیالکوٹ
۱۵۸	۸۱	میاں محمد حسین صاحب مالیہ کے بھگت سیالکوٹ
۱۵۹	۸۲	مرزا نذیر حسین صاحب لاہور
۱۶۰	۸۳	ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور
۱۶۱	۸۴	شیخ عبدالکریم صاحب گنج مغلپورہ لاہور
۱۶۲	۸۵	میاں عبدالرشید صاحب لاہور
۱۶۳	۸۶	خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب لاہور
۱۶۴	۸۷	چوہدری سربلند خاں صاحب لاہور
۱۶۵	۸۸	ڈاکٹر عبدالحمید چغتائی لاہور
۱۶۶	۸۹	منشی محمد ابراہیم صاحب لاہور
۱۶۷	۹۰	چوہدری مختار احمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور
۱۶۸	۹۱	لیفٹیننٹ ملک مظفر خاں صاحب لاہور
۱۶۹	۹۲	شیخ محمد حسین صاحب سمن آباد لاہور
۱۷۰	۹۳	شیخ محمد حسین صاحب عزیز روڈ لاہور
۱۷۱	۹۴	شیخ نصیر الحق صاحب سمن آباد لاہور
۱۷۲	۹۵	میاں احمد دین صاحب لاہور
۱۷۳	۹۶	حافظ ڈاکٹر عبدالجلیل صاحب لاہور
۱۷۴	۹۷	عزیز الدین صاحب زرگر لاہور

۱۷۵	۹۸	محمد صادق صاحب فاروقی قصور لاہور
۱۷۶	۹۹	نور محمد مستری صاحب گنج مغلپورہ لاہور
۱۷۷	۱۰۰	محمد افضل صاحب ادبلوی دھرمپورہ لاہور
۱۷۸	۱۰۱	میاں دین محمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور
۱۷۹	۱۰۲	شیخ غلام حسین صاحب لاہور
۱۸۰	۱۰۳	شیخ محمد حسین صاحب لاہور
۱۸۱	۱۰۴	چوہدری عمرالدین صاحب لاہور
۱۸۲	۱۰۵	بابو عبدالحمید صاحب شملوی۔ لاہور
۱۸۳	۱۰۶	مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور
۱۸۴	۱۰۷	ملک محمد شفیع صاحب محمد نگر لاہور
۱۸۵	۱۰۸	چوہدری بشیرالدین حقانی صاحب لاہور
۱۸۶	۱۰۹	غلام قادر صاحب لاہور
۱۸۷	۱۱۰	مولوی عبدالواحد خاں صاحب میرٹھی کراچی
۱۸۸	۱۱۱	حکیم شیخ رحمت اللہ صاحب کاٹھگڑھی کراچی
۱۸۹	۱۱۲	شیخ جلال الدین صاحب کراچی نمبر ۳
۱۹۰	۱۱۳	مولوی عبدالمغنی صاحب جہلم
۱۹۱	۱۱۴	منشی احمد علی صاحب دوالمیال جہلم
۱۹۲	۱۱۵	ملک علی حیدر صاحب دوالمیال جہلم
۱۹۳	۱۱۶	چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار اوکاڑہ
۱۹۴	۱۱۷	مرزا احمد بیگ صاحب منٹگمری
۱۹۵	۱۱۸	ملک نیاز محمد صاحب چک نمبر ۱۱۹/۷BR منٹگمری

۱۹۶	۱۱۹	غلام محمد صاحب کاٹھگڑھی ہڑپہ منٹگمری
۱۹۷	۱۲۰	چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری
۱۹۸	۱۲۱	فقیر اللہ صاحب منٹگمری
۱۹۹	۱۲۲	چوہدری عبد القادر صاحب پنشنر ملتان
۲۰۰	۱۲۳	چوہدری ولی محمد صاحب خانیوال ضلع ملتان
۲۰۱	۱۲۴	حکیم محمد اسماعیل صاحب پیرکوٹ گوجرانوالہ
۲۰۲	۱۲۵	پیر محمد صاحب پیرکوٹ ثانی گوجرانوالہ
۲۰۳	۱۲۶	چوہدری اللہ دتہ صاحب زگڑی گوجرانوالہ
۲۰۴	۱۲۷	خواجہ محمد شریف صاحب گوجرانوالہ
۲۰۵	۱۲۸	محمد یعقوب خاں صاحب قندھاری گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
۲۰۶	۱۲۹	حکیم نور محمد صاحب ٹنڈو غلام علی حیدرآباد
۲۰۷	۱۳۰	محمد ابراہیم صاحب بشیر آباد اسٹیٹ حیدرآباد
۲۰۸	۱۳۱	حکیم نور محمد صاحب ٹنڈو غلام علی حیدآباد
۲۰۹	۱۳۲	محمد ابراہیم صاحب بشیر آباد اسٹیٹ حیدرآباد
۲۱۰	۱۳۳	قریشی غلام محی الدین صاحب آدم شاہ کالونی
۲۱۱	۱۳۴	صوفی محمد رفیع صاحب سکھر
۲۱۲	۱۳۵	بابو عبد الرزاق صاحب لائلپور
۲۱۳	۱۳۶	نبی بخش صاحب چک ۸۹ ج ب لائلپور
۲۱۴	۱۳۷	سردار علیخاں صاحب چک ۶۸ ج ب لائلپور
۲۱۵	۱۳۸	عمر علی صاحب چک ۶۸ ج ب لائلپور
۲۱۶	۱۳۹	رحمت خاں صاحب چک ۶۸ ج ب لائلپور

۲۱۷	۱۴۰	غلام محمد صاحب چک نمبر ۱۹۵ ج ب لائلپور
۲۱۸	۱۴۱	سید فخر الاسلام صاحب پنشنر اورسیر تاندلیانوالہ
۲۱۹	۱۴۲	میاں احمد دین صاحب چک نمبر ۸۹ ج ب لائلپور
۲۲۰	۱۴۳	عبدالعزیز صاحب آڑھتی منڈی گوجرہ لائلپور
۲۲۱	۱۴۴	عطاء محمد صاحب بنگوی جڑانوالہ ضلع لائلپور
۲۲۲	۱۴۵	ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش قادیان
۲۲۳	۱۴۶	مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل قادیان
۲۲۴	۱۴۷	بھائی شیر محمد صاحب قادیان
۲۲۵	۱۴۸	بابا غلام محمد صاحب قادیان
۲۲۶	۱۴۹	الہ دین صاحب قادیان
۲۲۷	۱۵۰	ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب قلات
۲۲۸	۱۵۱	سید سردار علیشاہ صاحب شاہ مسکین شیخوپورہ
۲۲۹	۱۵۲	حکیم مولوی نظام الدین صاحب بیگم کوٹ ضلع شیخوپورہ
۲۳۰	۱۵۳	سید علی ہاشمی صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر چک نمبر ۱۱۷ چھور ضلع شیخوپورہ
۲۳۱	۱۵۴	مولوی کرم الٰہی صاحب شاہدرہ شیخوپورہ
۲۳۲	۱۵۵	حکیم عبدالعزیز صاحب شرق پور ضلع شیخوپورہ
۲۳۳	۱۵۶	شیخ مسعود الرحمٰن صاحب نارنگ منڈی شیخوپورہ
۲۳۴	۱۵۷	پیر فیض احمد صاحب کیمبل پور
۲۳۵	۱۵۸	ڈاکٹر مرزا عبدالکریم صاحب کیمبل پور
۲۳۶	۱۵۹	بھائی محمود احمد صاحب سرگودہا
۲۳۷	۱۶۰	چوہدری علی محمد صاحب گوندل چک ۹۹ .... سرگودہا

۲۳۸	۱۶۱	ڈاکٹر محمد دین صاحب کریم منڈی بھلوال سرگودہا
۲۳۹	۱۶۲	حکیم حشمت اللہ خاں صاحب میانی ضلع سرگودہا
۲۴۰	۱۶۳	چوہدری غلام حسین صاحب چک ۹۸ ضلع سرگودہا
۲۴۱	۱۶۴	میاں خدا بخش صاحب ...... بھیرہ ضلع سرگودہا
۲۴۲	۱۶۵	چوہدری عبدالحق صاحب چک ۲/ T.D.A ضلع سرگودہا
۲۴۳	۱۶۶	غلام محمد صاحب راجپوت چک ۳۹/D.B ضلع سرگودہا
۲۴۴	۱۶۷	ملک غلام نبی صاحب گھو گھیاٹ " "
۲۴۵	۱۶۸	حکیم محمد صدیق صاحب " "
۲۴۶	۱۶۹	چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھگڑھی چک ۲/T.D.A ضلع سرگودہا
۲۴۷	۱۷۰	چوہدری فتح دین صاحب پکٹ ضلع خیرپور
۲۴۸	۱۷۱	منشی احمد دین چوکناوالی ضلع گجرات
۲۴۹	۱۷۲	چوہدری محمد افضل پٹیالوی علی پور ضلع مظفرگڑھ
۲۵۰	۱۷۳	حافظ مراد بخش صاحب واہ کینٹ
۲۵۱	۱۷۴	چوہدری عبدالمنان صاحب کاٹھگڑھی چک ،۹۴ ضلع جھنگ
۲۵۲	۱۷۵	سید حسن شاہ صاحب مگھیانہ ضلع جھنگ
۲۵۳	۱۷۶	ملک رسول بخش صاحب ریٹائرڈ اورسیئر ڈیرہ غازی خاں
۲۵۴	۱۷۷	محمد مسعود خاں صاحب بستی مندرانی ضلع ڈیرہ غازی خاں
۲۵۵	۱۷۸	مولوی عطاء محمد صاحب جمال پور نواب شاہ سندھ
۲۵۶	۱۷۹	محمد پریل صاحب کنڈیارو ضلع نواب شاہ سندھ
۲۵۷	۱۷۹	مولوی عطا محمد صاحب راولپنڈی
۲۵۸	۱۸۰	اکبر علی صاحب محمود آباد اسٹیٹ ضلع تھرپارکر

۲۵۹	۱۸۱	احمد دین صاحب کنری ضلع تھرپارکر
۲۶۰	۱۸۲	رسالدار ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب بگٹ گنج مرداں
۲۶۱	۱۸۳	مولوی عبدالحق صاحب اپیل نویس ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
۲۶۲	۱۸۴	چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت ہیگ ہالینڈ
۲۶۳	۱۸۵	سید محمد علی شاہ صاحب ۹/۲۵۸ ضلع میانوالی
۲۶۴	۱۸۶	مستری مہر دین صاحب جڑانوالہ ضلع لائلپور
۲۶۵	۱۸۷	مہر عطاء اللہ صاحب قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ
۲۶۶	۱۸۸	چوہدری عبداللہ خاں صاحب قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ

شق نمبر ۹ یہ تھی "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین رفقاء میں سے ہر ایک کا بڑا لڑکا شامل ہو (اس جگہ رفقاء اوّلین سے مراد وہ احمدی ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب میں فرمایا ہے)" ان کے ناموں کی فہرست یہ ہے:۔

۲۶۷	۱	صوفی غلام محمد صاحب بی ایس سی ربوہ پسر منشی محمد دین صاحب
۲۶۸	۲	مولوی قمرالدین صاحب سیکھوانی پسر میاں خیر دین صاحب سیکھوانی
۲۶۹	۳	قریشی عطاء الرحمٰن صاحب قادیان پسر محمد امین بزاز چکوال ضلع راولپنڈی
۲۷۰	۴	مخدوم محمد ایوب صاحب گھوگھیاٹ سرگودہا پسر مخدوم محمد صدیق صاحب
۲۷۱	۵	حکیم محمد اسماعیل صاحب سرگودہا پسر میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی
۲۷۲	۶	چوہدری نثار احمد صاحب سرگودہا پسر منشی امام الدین صاحب
۲۷۳	۷	چوہدری مبارک احمد صاحب چک نمبر ۳۸ جنوبی ضلع سرگودہا پسر چوہدری عطاء الٰہی صاحب غوث گڑھی
۲۷۴	۸	قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی راولپنڈی پسر قاضی عبدالرحیم صاحب
۲۷۵	۹	شیخ اعجاز احمد صاحب کراچی نمبر ۴ پسر شیخ عطاء محمد صاحب

۲۷۶	۱۰	حافظ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل پسر مولوی عبد الرحمٰن صاحب کھیوال
۲۷۷	۱۱	چوہدری ہارون رشید صاحب حافظ آباد پسر چوہدری محمد حیات صاحب حکیم
۲۷۸	۱۲	چوہدری عزیز الدین صاحب گجرات پسر چوہدری کریم الدین صاحب
۲۷۹	۱۳	بابو محمد عبد اللہ صاحب سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ پسر شیخ برکت علی صاحب
۲۸۰	۱۴	میاں محمد لطیف صاحب نمبردار چک ۱۴۱/۹L ضلع منٹگمری پسر میاں فضل الٰہی صاحب
۲۸۱	۱۵	چوہدری عبد المالک صاحب لاہور پسر حافظ عبد العلی صاحب فیض اللہ چک
۲۸۲	۱۶	سردار بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ پسر شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی
۲۸۳	۱۷	ڈاکٹر شریف احمد صاحب پسر میاں عبد العزیز صاحب لاہور
۲۸۴	۱۸	ڈاکٹر سید نذیر حسین صاحب پسر قاضی سید احمد حسین صاحب ہنگریہ ضلع ضلع حیدر آباد سندھ
۲۸۵	۱۹	مولوی عبد الکریم صاحب جہلمی پسر علی محمد صاحب جہلم
۲۸۶	۲۰	عبد الحیٔ صاحب پسر مولوی عبد المغنی صاحب جہلم
۲۸۷	۲۱	سیٹھی خلیل الرحمٰن صاحب پسر میاں محمد ابراہیم صاحب جہلم
۲۸۸	۲۲	ملک محمد سلیم صاحب جہلم پسر حافظ محمد امین صاحب
۲۸۹	۲۳	مرزا صالح محمد پسر مرزا صفدر علی صاحب
۲۹۰	۲۴	سید محمد احمد صاحب پسر حضرت میر محمد اسماعیل صاحب
۲۹۱	۲۵	ماسٹر محمد مبارک اسماعیل لائلپور پسر شیخ مولا بخش صاحب
۲۹۲	۲۶	نعمت اللہ صاحب پسر ماسٹر فقیر اللہ صاحب کراچی

شق نمبر ۱۰ یہ تھی " ایسے تمام مبلغین سلسلہ احمدیہ جنہوں نے کم از کم ایک سال بیرونی ممالک میں کام کیا ہو اور بعد میں تحریک جدید نے کسی الزام کے ماتحت انہیں فارغ نہ کر دیا ہو ان کو تحریک جدید سرٹیفکیٹ دے گی اور ان کے ناموں کا اعلان کرے گی۔"

۲۹۳	۱	ملک احسان اللہ صاحب
۲۹۴	۲	مولوی امام الدین صاحب
۲۹۵	۳	سید احمد شاہ صاحب
۲۹۶	۴	اقبال احمد شاہد صاحب
۲۹۷	۵	بشارت احمد صاحب بشیر
۲۹۸	۶	حافظ بشیر الدین صاحب
۲۹۹	۷	بشارت احمد صاحب نسیم
۳۰۰	۸	بشیر احمد خاں صاحب
۳۰۱	۹	بشیر احمد صاحب شمس
۳۰۲	۱۰	جلال الدین صاحب قمر
۳۰۳	۱۱	سید جواد علی صاحب
۳۰۴	۱۲	جمیل الرحمن صاحب رفیق
۳۰۵	۱۳	سید داؤد احمد انور صاحب
۳۰۶	۱۴	روشن الدین صاحب
۳۰۷	۱۵	صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب
۳۰۸	۱۶	چوہدری رشید الدین صاحب
۳۰۹	۱۷	رشید احمد صاحب سرور
۳۱۰	۱۸	صلاح الدین خاں صاحب
۳۱۱	۱۹	چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ
۳۱۲	۲۰	چوہدری عبد اللطیف صاحب
۳۱۳	۲۰	عنایت اللہ صاحب خلیل

۳۱۴	۲۱	عبد الخالق صاحب
۳۱۵	۲۲	عطاء اللہ صاحب کلیمؔ
۳۱۶	۲۳	چوہدری عنایت اللہ صاحب
۳۱۷	۲۴	عبد الرشید رازی صاحب
۳۱۸	۲۵	عبد الحکیم صاحب اکملؔ
۳۱۹	۲۶	میاں عبد الحیٔ صاحب
۳۲۰	۲۷	عبد الکریم صاحب شرما
۳۲۱	۲۸	چوہدری غلام یاسین صاحب
۳۲۲	۲۹	ملک غلام نبی صاحب
۳۲۳	۳۰	غلام احمد صاحب نسیمؔ
۳۲۴	۳۱	فضل الٰہی صاحب بشیرؔ
۳۲۵	۳۲	قریشی فیروز محی الدین صاحب
۳۲۶	۳۳	فضل الٰہی صاحب انوریؔ
۳۲۷	۳۴	حافظ قدرت اللہ صاحب
۳۲۸	۳۵	کرم الٰہی صاحب ظفرؔ
۳۲۹	۳۶	کمال یوسف صاحب
۳۳۰	۳۷	مرزا لطف الرحمٰن صاحب
۳۳۱	۳۸	محمد صدیق صاحب امرتسری
۳۳۲	۳۹	صوفی محمد اسحاق صاحب
۳۳۳	۴۰	قریشی محمد افضل صاحب
۳۳۴	۴۱	مولوی محمد منورؔ صاحب

۳۳۵	۴۲	حکیم محمد ابراہیم صاحب
۳۳۶	۴۳	قریشی مقبول احمد صاحب
۳۳۷	۴۴	چوہدری محمد شریف صاحب
۳۳۸	۴۵	محمد سعید صاحب انصاری
۳۳۹	۴۶	محمد اسماعیل صاحب منیرؔ
۳۴۰	۴۷	محمد صدیق صاحب شاہدؔ
۳۴۱	۴۸	مبارک احمد صاحب ساقیؔ
۳۴۲	۴۹	مرزا محمد ادریس صاحب
۳۴۳	۵۰	محمود احمد صاحب سرگودھی چیمہ
۳۴۴	۵۱	مبارک احمد صاحب قاضی
۳۴۵	۵۲	چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ
۳۴۶	۵۳	منیر احمد صاحب عارفؔ
۳۴۷	۵۴	محمد بشیر صاحب شادؔ
۳۴۸	۵۵	حافظ محمد سلیمان صاحب
۳۴۹	۵۶	منیر الدین صاحب
۳۵۰	۵۷	مسعود احمد صاحب جہلمی
۳۵۱	۵۸	سید مسعود احمد صاحب
۳۵۲	۵۹	مقبول احمد صاحب ذبیحؔ
۳۵۳	۶۰	نور محمد صاحب سیفیؔ
۳۵۴	۶۱	شیخ نور احمد صاحب منیرؔ
۳۵۵	۶۲	نور الحق انور صاحب

٣٥٦	٦٣	مولوی نذیر احمد صاحب مبشر
٣٥٧	٦۴	نور الدین صاحب منیر
٣٥٨	٦٥	شیخ نصیر الدین صاحب
٣٥٩	٦٦	نصیر احمد خاں صاحب
٣٦٠	٦٧	قاضی منعیم الدین صاحب
٣٦١	٦٨	چوہدری رحمت خاں صاحب
٣٦٢	٦٩	راجہ عبد الحمید صاحب
٣٦٣	٧٠	مولوی عبد المجید صاحب کراچی
٣٦۴	٧١	مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی
٣٦٥	٧٢	صوفی عبد الغفور صاحب
٣٦٦	٧٣	خاں عبد الرحمٰن خاں صاحب
٣٦٧	٧۴	مولوی عبد المالک خاں صاحب
٣٦٨	٧٥	سید محمود احمد صاحب
٣٦٩	٧٦	مولوی احمد خاں صاحب نسیم
٣٧٠	٧٧	مولوی جلال الدین صاحب شمس
٣٧١	٧٨	مولوی ابو العطاء صاحب
٣٧٢	٧٩	محمد ابراہیم صاحب ناصر
٣٧٣	٨٠	سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب
٣٧۴	٨١	ملک غلام فرید صاحب
٣٧٥	٨٢	حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب
٣٧٦	٨٣	محمد یار صاحب عارف

۳۷۷	۸۴	شیخ مبارک احمد صاحب
۳۷۸	۸۵	مولوی محمد صادق صاحب مونگاپوری
		دستخط (حضرت مرزا عزیز احمد صاحب)
		(مہر) ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ۔ پاکستان ربوہ
		نقل درست ہے ۲۳/۶

نفوس واموال میں برکت کا چمکتا ہوا نشان

خدائے ذوالعرش نے سورۂ نور میں تمکنتِ دین کو خلافت کے مبارک نظام سے وابستہ فرمایا ہے۔ یہ الٰہی وعدہ فتنۂ منافقین کے دوران بھی نہایت شان و شوکت سے پورا ہوا۔ اور جماعتِ احمدیہ کے نفوس واموال میں برکت بخشی گئی۔ مرکزی اجتماعات اور سالانہ جلسہ پر شمعِ خلافت کے پروانے کثیر تعداد میں اپنے آقا کے حضور جمع ہوئے۔ نیز پاکستان اور بیرونی ممالک میں کئی سعید رُوحیں داخلِ احمدیت ہوئیں۔

جس وقت اس فتنہ نے سر اٹھایا اس وقت صدر انجمن احمدیہ کا سال ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ منظور ہو چکا تھا۔ چونکہ آمد کا بجٹ ہمیشہ بڑھا چڑھا کر بنایا جاتا ہے۔ تا جماعت کو قربانی کی طرف زیادہ رغبت ہو اس لیے بے شک آمد میں زیادتی تو ہر سال ہوتی ہے لیکن بعض دفعہ وہ زیادتی متوقع آمد یعنی منظور شدہ بجٹ کو نہیں پہنچتی۔ لیکن اس سال جب یہ فتنہ زوروں پر تھا۔ حضور نے جماعت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"چاہے سال کے آخر میں چندے کی مقدار میں ایک پیسہ کی بھی کمی ہو۔ دشمن کو شور مچانے کا موقعہ ملے گا اور وہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے گا کہ اس نے جو کہا تھا کہ جماعت میں بغاوت پیدا ہو رہی ہے وہ ٹھیک ثابت ہوا ہے لیکن بات وہی ٹھیک نکلے گی جو مَیں نے قرآن کریم سے بیان کی تھی کہ جب واقعی طور پر سچی جماعتوں میں سے کوئی شخص نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اور بہت سے آدمی دیتا ہے"۔ (خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء) مطبوعہ الفضل یکم دسمبر ۱۹۵۶ء صلہ

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خلیفہ کے مبارک مُنہ سے نکلی ہوئی باتوں کو غیر معمولی طور پر سچ کر دکھلایا۔ اور نہ صرف اس سال کا بجٹ پورا ہوگیا۔ بلکہ مجوزہ بجٹ سے بھی بہتر ہزار پانچ سو بتیس روپے زیادہ وصول ہوئے۔ حالانکہ یہ مجوزہ بجٹ بھی پچھلے سال کی بجٹ آمد سے بقدر ایک لاکھ چودہ ہزار چھ سو تیس روپے زیادہ تھا[1]

خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے اس چمکتے ہوئے نشان کی عظمت و اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مصلح موعود نے فتنۂ منافقین کے خروج سے بھی پہلے ایک خطبہ جمعہ میں یہ پیشگوئی فرما دی تھی کہ:۔

"اب مَیں بیمار ہوگیا ہوں تو چوہے اپنے بلوں سے باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ بیماری کی وجہ سے مَیں ان کا مقابلہ نہیں کرسکوں گا اور وہ میری ٹانگیں آسانی سے کھینچ سکیں گے لیکن وہ بے وقوف یہ نہیں جانتے کہ مَیں آج سے نہیں ۱۹۰۸ء سے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں۔ اور خدا تعالیٰ نے اس وقت سے لے کر اب تک ہر جگہ میری مدد کی ہے۔

تم جانتے ہو کہ مَیں جب خلیفہ ہوا تو مولوی محمد علی صاحب کا جماعت میں بہت زیادہ اثر تھا اور مالدار طبقہ ان کے ساتھ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جب فوت ہوئے اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی لاہور چلے گئے تو جماعت کے خزانہ میں صرف ۱۸ روپے تھے۔ اور اب خدا کے فضل سے ہمارا سالانہ بجٹ اٹھارہ لاکھ کے قریب ہے اگر مَیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ ہوتا تو تم مجھے ۱۹۰۸ء میں مار دیتے اور اگر اس وقت مَیں کسی وجہ سے بچ گیا تھا تو تم مجھے ۱۹۱۴ء میں مار دیتے جب جماعت کا بااثر اور مالدار طبقہ اِک طرف تھا اور مَیں دوسری طرف تھا خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ اس نے اس وقت بھی میری مدد کی جب میں جوان تھا اور طاقتور اور تندرست تھا اور اب بھی میری مدد کرے گا جبکہ مَیں بوڑھا اور بیمار ہوں"[2]

نظامِ خلافت کے باغیوں کا انجام

خدا تعالیٰ کی جماعت تو اپنے مقدس آقا اور موعود امام کی بابرکت قیادت میں نئے ولولے، نئے

---

[1] الفضل ۱۲ رمئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ :: [2] الفضل ۲۷ رجولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۲

قوت اور نئے جوش کے ساتھ جلد جلد فتوحات و ترقیات کی منازل طے کرنے لگی۔ مگر نظامِ خلافت کے باغی جو مخالفینِ احمدیت کی آغوش میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ اور اپنی کامیابی کے خواب دیکھ رہے تھے بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئے

چنانچہ لاہور کے احراری اخبار "نوائے پاکستان" (۱۷ جنوری ۱۹۵۷ء) نے لکھا:-

ا۔ "حزبِ مخالف نے اگرچہ حقیقت پسند پارٹی کے نام سے اپنی جماعت الگ بنانے کا اعلان کر دیا ہے مگر ہیں وہ بڑے پریشان کیونکہ قادیانی خلافت نے تو منافق غدار۔ ملحد۔ اور دونوں جہان میں خائب و خاسر کا الزام دے کر اپنے سے ان کو عضوِ فاسد کی طرح کاٹ دیا ہے۔"

ب:۔ "لاہوری حضرات ان کو دوسرے قادیانیوں ہی کی طرح سمجھتے ہیں ان میں باہمی عقیدہ و خیال کا کوئی فرق نہیں ہے صرف تھوڑا سا خلافتی اختلاف ہے اس بنا پر وہ ان کو اپنے قریب تک نہیں پھٹکنے دیتے۔"

ج:۔ "مرزائیت کی حالت میں مسلمانوں کا ان سے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ اسلام کے ایک بنیادی و اساسی عقیدہ کے منکر ہیں اور اسلام کے نزدیک یہ مرتد ہیں۔ مسلمان کافر کی ذمی ہونے کی حیثیت سے حفاظت و صیانت تو کر سکتا ہے مگر مرتد کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے بلکہ مرتد کی سزا اسلام میں نہایت ہی سنگین ہے اس اعتبار سے یہ معاشرہ سے بالکل کٹ چکے ہیں۔"

د:۔ "ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کا سا ان کا حال ہے سرزمین پاکستان، باوجود اپنے وسعت و فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ کیا وہ ملک بدر ہو جائیں آخر جائیں تو کہاں جائیں فرض کر لیجیے کہ ان میں سے ایک آدمی کسی مکان پر صرف اکیلا ہی رہتا ہے زندگی میں ہزاروں حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں اگر وہ بھی کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو ان سے کون انس و مروت کرے گا۔ کیا وہ سسک سسک کر نہیں مر جائے گا بالفرض وہ فوت بھی ہو جاتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کون کرے گا۔ اس کا جنازہ کون پڑھائے گا۔ اور کس کے قبرستان میں وہ دفن کیا جائے

گا ۔ یا اس کی لاش کو چیلوں اور درندوں کے سپرد کر دیا جائے گا ۔ حقیقت پسند پارٹی کو ان بھیانک اور خوفناک نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے اس پارٹی کے ایک رکن نے کچھ اس قسم کا اپنا دکھڑا گزشتہ دنوں مدیر الاعتصام مولانا محمد اسحٰق صاحب کو سنایا اور یہی واقعہ ان سطور کے لکھنے کا محرک اور باعث بنا ان خوفناک اور مہلک نتائج سے محفوظ ہونے کی خاطر ہم اس پارٹی کے تمام حضرات کو مخلصانہ مشورہ دیں گے ۔ کہ یوں اپنے کو ذلیل و خوار نہ کرو ۔ اور نہ ہی اپنے جنازوں کو خراب کرو ۔ بلکہ حقیقی حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اسلام کی آغوش میں آ جاؤ ۔ اسلام کے دروازے آپ کے لیے ہر وقت کھلے ہیں ۔ ہم آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کریں گے ۔ نیز مجلس "تحفظ ختم نبوت" کے پلیٹ فارم سے آپ اپنے مخالفین کو بھی شکست دے سکتے ہیں [1]"

پیغامی ایجنٹ کا حشر غیر مبائعین اور ابنائے حضرت خلیفہ اوّل کے ایجنٹ کی بے آبروئی اور رسوائی کا سامان کس طرح خدا تعالیٰ نے غیر مبائعین ہی کے ہاتھوں کیا ؟ اُس کی تفصیل اللہ رکھا کے مندرجہ ذیل مکتوب سے ملتی ہے جو اُس نے ایڈیٹر اخبار " امروز" کے نام لکھا ۔

"اظہارِ حقیقت

مکرمی تسلیم ! میں ۱۹۵۰ء سے امیر مرحوم کے ارشاد کے مطابق احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم ہوا اور لٹریچر تقسیم کرنے کا کام شروع کیا ۔ کھانا اور رہائش کا انتظام لنگر خانہ سے تھا ان کی وفات کے بعد کام جاری رکھا ۔

۱۴ ؍ اپریل ۱۹۵۷ء کو مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ مجھے ۳۵ روپے مہنگائی الاؤنس دیا جائے لیکن ساتھ ہی رہائش ، کھانا اور دیگر سہولتوں سے محروم کر دیا جائے ۔ یہ فیصلہ ایک سازش اور

---

[1] نوائے پاکستان لاہور ، ۱۰ ؍ جنوری ۱۹۵۸ء بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ، ۲۲ ؍ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

منصوبہ کے مطابق کیا گیا۔ جو قرآن و سنت کے بھی منافی ہے۔ اگر احمدیہ انجمن، احمدیہ بلڈنگس رفاہی ادارے ہیں تو یہ فیصلہ ایک مظلوم احمدی کے لیے بالکل ناروا، کھلم کھلا بربریت اور ظلم کے برابر ہے میں نے ۴۲ سال احمدیہ بلڈنگس میں مقیم ہو کر اشاعت اسلام اور اسلام[۱] کی غرض سے زندگی وقف کر دی جوانی گزار دی۔ اس عرصہ میں مجھ پر طرح طرح کے ظلم کیے گئے حقوق انسانیت سلب کیے گئے مجھے خواہ مخواہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ سوائے زخموں، آہوں کے مجھے احمدیت کی خدمت کر کے اور کیا ملا ہے۔ احمدیہ بلڈنگس میری پناہ گاہ ہے۔ اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ فریق ثانی نے مجھ پر صرف اس لیے ظلم و ستم کیے کیونکہ میں احمدیہ بلڈنگس میں مقیم تھا اور احمدیہ انجمن لاہور کا لٹریچر تقسیم کرتا تھا۔ انہوں نے عام اخباروں، الفضل میں میرے خلاف پراپیگنڈا کر کے مجھے ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کی اور جان سے مار دینے کی دھمکی دی گئی غریب اور امیر کے چندہ سے بیت المال جاری کیا گیا۔ اس بیت المال سے امیر، جنرل سیکرٹری، کارکنان، ایڈیٹران سب ڈبل تنخواہیں لیتے ہیں۔ مگر میں نے ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۱ء تک محض اعزازی کام کیا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں حج بیت اللہ کی واپسی کے بعد معمولی وظیفہ لینا شروع کیا کھانا تو ڈاکٹر مرحوم صاحب سابقہ صدر کے زمانہ سے ملتا تھا اور اب تک جاری ہے اور وظیفہ بھی۔ ایک سال سے حکومت نے مہنگائی الاؤنس کا عام اعلان کیا ہے میں نے بھی اپنی چند مجبوریوں کی بناء پر مطالبہ کیا کہ مجھے بھی ۳۵ روپے ملنے چاہئیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جن لوگوں کو آپ نے مہنگائی الاؤنس دیا، کیا ان لوگوں کو گھروں سے نکال دیا گیا۔ پھر میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں ؟ یہ انسانیت کے خلاف فیصلہ ہے اگر آپ نے اس فیصلہ پر نظر ثانی نہ کی تو میں راست اقدام کروں گا۔ ظالموں کو بے نقاب کروں گا اور انصاف کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی"۔[۲]

---

[۱] اس اصطلاح سے یہاں مراد عملاً عداوت محمود ہے۔ (ناقل)

[۲] روزنامہ امروز لاہور ۱۲ مئی ۱۹۷۴ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴

غیر مبایعین کی عبرت ناک ناکامی

جہاں تک غیر مبایعین کا تعلق ہے فتنہ منافقین کی پشت پناہی کے بعد نہ صرف یہ کہ ان کی سب سازشیں دھری کی دھری رہ گئیں بلکہ وہ ہر محاذ پر بڑی طرح ناکام رہے حتیٰ کہ انہیں یقین ہوگیا کہ ان کی حیثیت لاشہ بے جان سے زیادہ نہیں چنانچہ اخبار "پیغام صلح" (۹رمئی ۱۹۷۳ء) نے اپنے اداریہ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کیا :۔

"ہماری اس جماعت احمدیہ لاہور کا وجود پاکستان میں نہ ہونے کے برابر ہے"

اسی اخبار نے دوبارہ ۲۵رمئی ۱۹۷۷ء کے ادارتی نوٹ میں انجمن اشاعت اسلام لاہور کی حالت زار کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچا :۔

"ہمیں اپنے ہر شعبۂ زندگی میں یہی نظر آتا ہے کہ ہم نے دین کو دنیا پر نہیں دنیا کو دین پر مقدم رکھا ہے .... مامورِ وقت نے اپنے نورِ بصیرت سے انجمن کے اراکین کی نسبت اسی لیے فرمایا تھا کہ جب انجمن کے اراکین یہ دیکھیں کہ اسکے کسی رکن کے دل میں دُنیا کی ملونی ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ اُسے نکال دے کیونکہ ایسا شخص دُنیا کا ذلیل ترین کیڑا ہوتا ہے جو اندر ہی اندر سے جماعت کو کھوکھلا کر دیتا ہے .... ہمارے سارے مسائل اور الجھنوں کی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے اس راستہ سے بھٹک گئے ہیں جس پر حضرت مسیح موعودؑ ہمیں ڈال گئے ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو پس پُشت ڈال کر اپنے لیے نئے راستے تلاش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ بیرونی سیاست گری نے ہمارے معاملات میں مداخلت شروع کر دی ہے۔ ہم سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ کر بھی اسے روکنے کی جرأت سے محروم ہیں۔ جو مصلحتیں پہلے بگاڑ پیدا کر چکی ہیں وہ اب بھی ہمارے مدِنظر ہیں۔ ہم شرافت کے پردے میں بزدلی کا شکار ہیں۔ قولِ سدید سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں حضرت مسیح موعودؑ سے کیے گئے اس عہد کی طرف کہ "مَیں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" واپس لوٹنا ہوگا اور آپ کی وصیت کو سینے سے لگا کر دنیا کی ملونی کو باہر نکال پھینکنا ہوگا"[1]

---

[1] پیغام صلح لاہور ۲۵ مئی ۱۹۷۷ء صفحہ ۴ (اداریہ)

۱۹۸۳ء میں ایک غیر مبائع خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب ممبر مجلس معتمدین سیکرٹری جماعت راولپنڈی نے ایک ٹریکٹ میں اپنے موجودہ امیر کی خفیہ پالیسی پر زبردست تنقید کرتے ہوئے لکھا :-

"ہم حیران و ششدر رہیں کہ خداوندا یہ جماعت کب سے فرقہ باطنیہ بن گئی ہے جس کی عقیدہ سے لے کر سیادت و سیاست تک ہر چیز پُراسرار ہوتی تھی"۔ نیز لکھا

"ہم علمی سطح پر دوسری جماعتوں سے مار کھا چکے ہیں۔ ہمارے ہاں علمائے دین کا فقدان ہے۔ اہلِ قلم ناپید ہیں۔ فصاحت و بلاغت اور حسنِ خطاب کی رمق تک باقی نہیں رہی زمانہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور نئے سے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اُن پر کوئی بولنے والا اور لکھنے والا ہمارے ہاں کوئی دکھائی نہیں دیتا وہی آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے کی باتیں بے ڈھنگے پن سے بار بار بیان کی جاتی ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ ہم نے قلعے سر کر لیے ہیں پھر انفرادی اور اجتماعی صورت میں جماعت کی عملی حالت ہمارے تنزل اور انحطاط کی دُھائی دے رہی ہے"[1]

---

[1] "مجلس معتمدین سے جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے خطاب پر ایک نظر" صفحہ ۱۰ و صفحہ ۱۳

دوسرا باب

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے سفر ایبٹ آباد و بالاکوٹ سے لیکر تفسیر صغیر کی اشاعت تک۔

فصلِ اوّل

۱۹۵۵ء کے فتنۂ منافقین، اس کی عبرتناک ناکامی اور کارنامۂ استحکامِ خلافت کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد اب ۱۹۵۶ء کے بقیہ واقعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

سفر ایبٹ آباد و بالاکوٹ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ وسط ۱۹۵۶ء میں مری میں تشریف فرما تھے کہ ڈاکٹر چوہدری غلام اللہ صاحب پی ایچ۔ ڈی۔ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کی طرف سے حضور کی خدمتِ اقدس میں یہ درخواست پہنچی کہ ہمیں عرصہ سے شوق ہے کہ حضور ایبٹ آباد تشریف لا دیں تا کہ اس خطہ اور اس کے باشندوں کے لیے خیر و برکت کا موجب ہو۔ یہ درخواست حویلیاں کے دو مخلص احمدیوں صوبیدار غلام رسول صاحب اور چوہدری غلام حسین صاحب نے پیش کی۔ حضور نے از راہِ کرم اسے شرفِ قبولیت بخشا اور ۱۰ستمبر ۱۹۵۶ء کو مع بیگمات و خدام کے مری سے ایبٹ آباد تشریف لے گئے اور اس علاقہ کو اپنے انفاسِ قدسیہ، ایمان افروز خطابات اور پُرسوز دعاؤں سے برکت عطا کرنے کے بعد ۲۲ستمبر ۱۹۵۶ء کی صبح کو ایبٹ آباد سے روانہ ہو کر جابہ آ گئے [1]

اس علاقہ میں حضور نے قریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا اور اس کے دوران تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ کے مزارِ مقدس (واقع بالاکوٹ) پر دعا کے لیے بھی تشریف لے گئے۔

ایبٹ آباد میں مختصر سی جماعت تھی۔ جس نے مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حضور کی رہائش چوہدری عبدالجلیل خاں صاحب ایگزیکٹو انجینئر کی وسیع، باموقعہ اور خوشنما کوٹھی میں تھی ماحول ہر طرح پُرامن رہا اور کئی سعید اور نیک فطرت غیر از جماعت معززین حضور کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور انہیں حضور کی زبانِ مبارک سے مبارک کلمات سننے اور زیادہ سے زیادہ

---

[1] الفضل ۲۳ستمبر ۱۹۵۶ء صا۔ الفضل ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء ص۵

فیض حاصل کرنے کا قیمتی موقع میسر آیا۔ ۱۹ ستمبر کو حضور سیر کے لیے مانسہرہ تشریف لے گئے۔ جہاں پیر زمان شاہ صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوت کا انتظام کیا جس میں گرد و نواح کی جماعتوں کے دوست بھی مدعو تھے۔ بھگلہ کے ایک احمدی بزرگ سید عبدالرحیم شاہ صاحب[1] بھی اس تقریب میں چند غیر احمدی معززین کے ساتھ حاضر تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت مصلح موعود کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ حضور بالاکوٹ تشریف لے جاتے ہوئے ہمارے گاؤں بھگلہ[2] کو بھی برکت بخشیں اور ہماری طرف سے چائے قبول فرمائیں۔ حضور نے ازراہِ شفقت یہ دعوت منظور فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بالاکوٹ سے واپسی پر بھگلہ بھی آئیں گے اس پر انہوں نے واپس آتے ہی مع اپنے صاحبزادوں کے حضور کے استقبال کی زور شور سے تیاری شروع کر دی۔ پکی سڑک سے گاؤں تک دو تین فرلانگ کی کچی سڑک کو مرمت کرایا۔ جگہ جگہ چونے کا چھڑکاؤ کیا۔ اور مختلف مقامات پر اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا کے قطعات آویزاں کیے اور مختلف جگہوں کو عمدہ طریق پر آراستہ کر کے ایک ہی دن میں تمام تیاری مکمل کر لی۔

اگلے روز ۲۰ ستمبر بروز جمعرات حضور معہ قافلہ کے بالاکوٹ تشریف لے گئے حضور کے ساتھ کار میں ڈاکٹر چوہدری غلام اللہ صاحب سے اور مرزا عبداللہ جان صاحب کو بھی رفاقت کا شرف حاصل ہوا حضور کے اہل و عیال دوسری گاڑی میں سوار تھے۔ راستے میں ایک اور کار بھی شامل ہو گئی جس میں حضرت

---

[1] ولادت ۱۹۰۱ء۔ آپ اور حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری دونوں حضرت پیر بابا صاحب بنیر سوات کی اولاد میں سے تھے ۲۴-۱۹۲۳ء میں احمدیت قبول کی اور اس علاقہ تک پیغام حق پہنچانے میں آخری دم تک سرگرم عمل رہے۔ ۱۲ جولائی ۱۹۷۷ء کو انتقال کیا۔ اولاد۔ سید محمد بشیر شاہ صاحب۔ سید محمد صادق صاحب۔ سید عبدالرزاق شاہ صاحب۔ سید لقمان شاہ صاحب۔ سید اقبال شاہ صاحب۔ سید نذیر شاہ صاحب۔ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ سخاوت شاہ صاحب کراچی (برہانِ ہدایت جلد دوم صفحہ ۱۲۴ مؤلفہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر طبع اول دسمبر ۱۹۷۹ء)

[2] یہ گاؤں اس علاقہ میں احمدیت کا ایک مرکز سمجھا جاتا رہا ہے اور مانسہرہ سے کشمیر کاغان روڈ پر قریباً گیارہ میل کے فاصلہ پر بڑا سی جنگل کے دامن میں واقع ہے اور ایبٹ آباد سے قریباً ۲۵ میل دور ہے۔

قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی امیر صوبہ سرحد تھے ، جن کو دیکھ کر حضور بہت خوش ہوئے ۔حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی ؒ کے مزار پر حضور نے ایک لمبی اور سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی دعا کرائی۔ دعا کے موقع پر ڈاکٹر غلام اللہ صاحب نے چند ایک فوٹو کھینچے ۔ دعا کے بعد حضور نے اپنا دستِ مبارک کتبہ پر رکھا ڈاکٹر صاحب نے اس موقع کا فوٹو بھی لے لیا ۔ یہ کتبہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی نے کئی سال قبل تیار کرا کے نصب کرایا تھا[1]

اس تاریخی سفر کے مفصل حالات مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویسی کے قلم سے درج ذیل کیے جاتے ہیں ۔ آپ نے " سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت سید احمد صاحب بریلوی ؒ کے مزار مقدس پر" کے عنوان سے الفضل میں لکھا :-

"ستمبر ۱۹۵۶ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے مری سے ایبٹ آباد تشریف لے گئے ۔ تو حضور نے ایک روز حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مزار اقدس پر دعا کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا ۔ اور اس غرض کے لیے ہمسفر اصحاب کو تیاری کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ انتظامات کی تکمیل کے بعد حضور ۲۰ ستمبر بروز جمعرات بالا کوٹ تشریف لے گئے ۔ جو ایبٹ آباد سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے حضور ۷ بجے صبح ایبٹ آباد سے روانہ ہوئے اور سیدھے بالاکوٹ پہنچے ۔ چونکہ حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا مزار بھی قریب ہی ہے اس لیے حضور نے پہلے ان کے مزار پر دعا کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن ابھی تھوڑا فاصلہ ہی حضور نے طے فرمایا تھا کہ بعض دوستوں نے عرض کیا کہ اگلا راستہ پہاڑی اور کٹھن ہے اور حضور کے لیے وہاں تک چل کر جانا مشکل ہوگا ۔ اس لیے مناسب ہے کہ ان کے مزار پر کسی اور وقت تشریف لے جائیں حضور نے اس مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے وہاں جانے کا ارادہ ترک فرما دیا ۔ اور راستہ بدل کر حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مزار پر تشریف لے گئے ۔ وہاں پہنچنے پر خادم قبرستان نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چونکہ حضرت سید صاحب کی قبر کے گرد قرآن خوانی کے لیے جگہ صاف کی گئی ہے اس لیے احباب جوتے اتار کر اندر تشریف لائیں ۔ چنانچہ قبر کے قریب پہنچکر تمام احباب نے جوتے

---

[1] الفضل ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

اتار دیئے اور پھر حضور نے ان کے مزار پر کھڑے ہو کر لمبی دعا فرمائی۔ یہ دعا دس بجکر ۵۴ منٹ سے لے کر گیارہ بجکر بیس منٹ تک جاری رہی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد ایک دوست کی خواہش پر حضور نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے کتبہ کے پاس کھڑے ہو کر فوٹو کھچوایا۔ یہ قبر بعض دوسری قبروں کے ساتھ درختوں کے ایک جھنڈ میں واقع ہے اس موقع پر حضور کی طرف سے مجاور کو کچھ ہدیہ بھی دیا گیا۔ واپسی پر بالاکوٹ کے دوستوں نے حضور کی خدمت میں چائے پیش کی۔ اور حضور چند منٹ وہاں تشریف فرما رہے۔ راستہ میں پھگلہ میں مقامی جماعت نے بشیر احمد صاحب کے مکان پر حضور کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ نصف گھنٹہ کے قریب حضور وہاں پر تشریف فرما رہے اس کے بعد حضور موٹر کے ذریعہ پانچ بجے ایبٹ آباد تشریف لے آئے۔

اس سفر میں حضور کے ساتھ جانے کی مندرجہ ذیل احباب کو سعادت حاصل ہوئی۔

(۱) حضرت سیدہ اُمّ ناصر احمد صاحبہ ...... (۲) حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ
(۳) حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ (۴) امۃ المتین صاحبہ بیگم مکرم میر محمود احمد صاحب
(۵) مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب (۶) مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی
(۷) مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور (۸) مکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب
(۹) خاکسار محمد یعقوب انچارج شعبہ زود نویسی (۱۰) مکرم کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ
(۱۱) مکرم کیپٹن شیر ولی خان صاحب (۱۲) مکرم عبداللطیف خاں صاحب۔
(۱۳) مکرم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب (۱۴) مکرم قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد
(۱۵) مکرم مرزا عبداللہ جان صاحب سینئر سب جج

ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب راستہ میں شامل ہو گئے تھے۔

(۱) مکرم غلام سرور خان صاحب دُرّانی ساکن مردان (۲) مکرم مولوی محمد عرفان صاحب مانسہرہ
(۳) مکرم سید بشیر[۱] احمد صاحب پھگلہ (۴) مکرم مرزا عبدالمجید صاحب پشاور ریٹائرڈ ڈی ایس پی
(۵) مکرم صوبیدار غلام رسول صاحب (۶) مکرم صوبیدار عبدالقیوم صاحب
(۷) مکرم محمد زمان خان صاحب بالاکوٹ (۸) مکرم غلام سرور خان صاحب بالاکوٹ
(۹) مکرم بدر سلطان صاحب اختر انسپکٹر خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔

---

[۱] صحیح نام سید محمد بشیر شاہ ہے (ناقل)

اس سفر میں حضور کے ڈرائیوروں میں سے مکرم نذیر احمد صاحب ۔ مکرم مرزا انور بیگ صاحب مکرم شیخ عبدالحق صاحب اور باڈی گارڈوں میں سے مکرم غلام محمد صاحب اور مکرم حسن محمد صاحب اور نوکروں میں سے واڈدا احمد صاحب حضور کے ہمرکاب تھے اسی طرح خادمات میں سے ساجدہ صاحبہ اس قافلہ میں شامل تھیں ۔

الحمد للہ کہ اس سفر میں حضور کی طبیعت بہت اچھی رہی ۔ اور پختہ سڑک کی وجہ سے راستہ بہت آسانی سے کٹا صرف گڑھی حبیب اللہ سے دریائے کنہار کے ساتھ ساتھ کچی سڑک تھی یہ بہت اونچی نیچی اور گرد و غبار سے اَٹی ہوئی تھی ۔

چونکہ حضور کے اس تاریخی سفر کا سلسلہ کے کسی اخبار میں اس سے پہلے ذکر نہیں ہوا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ احباب کے ازدیادِ معلومات اور سلسلہ کی تاریخ میں محفوظ رکھنے کی غرض سے اسے شائع کر دیا جائے ۔[1]

جماعت احمدیہ بالاکوٹ نے اپنے آقا کے آرام اور چائے وغیرہ کا نہایت عمدہ بندوبست کر رکھا تھا ۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود مزار پر دعا کے بعد محمد زمان خاں صاحب آف پوڑمی (شہید ۱۹۴۷ء) کی درخواست پر اُن کے گھر بھی تشریف لے گئے اُن کا مکان بالاکوٹ سے ایک میل پیچھے پکی سڑک سے ذرا بلندی پر واقع تھا ۔ حضور کار سے اُتر کر مکان کی طرف روانہ ہوئے ۔ تو میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر ثانی نے آواز دی کہ کوئی پہاڑی دوست آگے آئیں ۔ جس پر سید محمد بشیر شاہ صاحب[2] فوراً آگے بڑھے حضور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اور سہارا لیے ہوئے ، محمد زمان خاں کے مکان تک پہنچے اور چند منٹ کے لیے تشریف فرما رہے ۔ انہوں نے حضور کی خدمت بابرکت میں شہد ، اخروٹ اور پنیر پیش کیے ۔ اس کے بعد حضور بھگہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ اور گیارہ بجے مع قافلہ اس

---

[1] الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۱

[2] فرزند اکبر سید عبدالرحیم شاہ صاحب موڑے کر مانسہرہ گئے اور وہاں سے حضور کے ساتھ بطور خادم سارے سفر میں ساتھ رہے ۔

خوش قسمت گاؤں میں پہنچے۔ یہاں ایک وسیع وعریض بیٹھک میں دعوت کا انتظام تھا اور بہت سے معززین علاقہ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے پُر تپاک طریق پر استقبال کیا۔ یہاں حضور ایک گھنٹہ رونق افروز رہے اور مختلف موضوعات پر انتہائی دلچسپ اور روح پرور گفتگو فرمائی۔ حضور نے مکئی کی روٹی بہت پسند فرمائی اور بھگلہ کے محلِ وقوع اور خوبصورتی سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ یہ جگہ تو کلّو وادی کی طرح ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر حضور قافلہ سمیت واپس ایبٹ آباد تشریف لائے۔ اور شام کو ایک ٹی پارٹی میں شرکت فرمائی۔ جو جماعت ایبٹ آباد کی طرف سے حضور کی قیام گاہ پر دی گئی تھی اور جس میں علاقہ کے احمدی احباب اور مقامی منتظمین کے علاوہ ایبٹ آباد کے غیر از جماعت معززین بھی شامل تھے۔ اس موقع پر حضور نے لاؤڈ اسپیکر پر ایک مختصر خطاب بھی فرمایا جو بہت مؤثر تھا۔

۱۲ر ستمبر کو جمعہ تھا۔ صبح کے وقت چند صحابی حضور کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ جمعہ کے لیے مضافات اور پشاور سے کئی مخلصین جماعت تشریف لائے۔ نماز کے بعد ڈاکٹر غلام اللہ صاحب نے حضور کی خدمت میں معذرت کی کہ ہماری مقامی جماعت چھوٹی سی ہے۔ سب نے مہمان نوازی کے لیے حتی المقدر کوشش کی ہے مگر اس میں بہت ہی کمی اور کوتاہی رہ گئی ہوگی۔ اگر حضور کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف فرمادیں۔ حضور نے نہایت پیار بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ مومن کی نگاہ ہمیشہ اچھی باتوں پر ہوتی ہے۔ میں اپنے اس سفر سے بہت خوش ہوں۔

۲۲ر ستمبر ۱۹۵۲ء کو حضور کی روانگی کا دن تھا۔ حضور نے علی الصبح اجتماعی دعا کرائی اور سب موجود احباب کو شرفِ مصافحہ بخشا اور پھر ایبٹ آباد سے جابہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ رستہ میں تھوڑی دیر کے لیے حضور چوہدری غلام حسین صاحب کے اصرار پر حویلیاں میں بھی ٹھہرے[1]۔

---

[1] الفضل ۲۲ر اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۵ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب "سوانح حیات حضرت چوہدری غلام محمد خاں صاحب" ص ۸۹ - ۹۱ مؤلفہ ڈاکٹر غلام اللہ صاحب تمغہ قائداعظم تاریخ اشاعت مارچ ۱۹۸۶ء ۷ - ای - ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

کتاب "مذہبی راہنماؤں کی سوانح عمریاں" کی اشاعت اور حضرت مصلح موعودؓ کی بر وقت رہنمائی

نیویارک کی ایک فرم نے "مذہبی راہنماؤں کی سوانح عمریاں" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ ہندوستان میں اس کا اردو ترجمہ بھارت کے ایک صوبہ کے گورنر مسٹر منشی بمبئی نے کیا۔ ترجمہ کی اشاعت پر معلوم ہوا۔ کہ اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے۔ جس پر بھارت میں زبردست شورش ہوئی۔ اور سخت فساد برپا ہوا۔ سینکڑوں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ اور ہزاروں کو جیل خانوں میں ڈال دیا گیا۔ جن کے خلاف عرصہ تک مقدمے چلتے رہے اور ان کو گرفتاریوں کی سزا بھگتنا پڑی۔ یہ شورش دیکھ کر پہلے پاکستانی گورنمنٹ نے اور بعد ازاں ہندوستانی گورنمنٹ نے بھی یہ کتاب ضبط کر لی۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے ۵ ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک پُر جلال خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ضبط کرنے والا طریقہ ٹھیک نہیں۔ تب تو ان لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوگا۔ کہ ہماری باتوں کا جواب کوئی نہیں۔ واقعہ میں معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہوں گے۔ تبھی تو کتاب ضبط کرتے ہیں۔ اس کا جواب نہیں دیتے، اصل طریق یہ تھا کہ اس کا جواب امریکہ میں اور اس کا ترجمہ ہندوستان میں شائع کیا جاتا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے احتجاج کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب تو ۲۹ سال ہوئے امریکہ میں چھپی تھی۔ گویا اس کتاب کا لکھنے والا کوئی عیسائی ہے۔ ہندو نہیں۔ اگر یہ درست ہے۔ تو اس صورت میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کتاب کا جواب امریکہ میں شائع کیا جائے اور اس کا ترجمہ ہندوستان میں پھیلایا جائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم کوئی ایسی بات دیکھو جو ناپسندیدہ ہو تو اگر تمہارے ہاتھ میں طاقت ہو تو تم اسے ہاتھ سے مٹا دو اور اگر تمہارے ہاتھ میں طاقت نہ ہو لیکن تم زبان سے اس کی بُرائی کا اظہار کر سکتے ہو تو زبان سے اس کی بُرائی ظاہر کرو اور اگر تم میں زبان سے اظہار کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو تم دل ہی میں اسے بُرا سمجھو۔ یہ نکتہ بہت لطیف ہے اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان گورنمنٹ چونکہ پروٹسٹ کر سکتی ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کی حکومت پر سے پروٹسٹ کرے کہ اس نے ہمارے آقا کی ہتک کروائی ہے اور ہندوستانی مسلمان جو مظلوم ہیں۔ اور وہ اس کے متعلق کوئی آزادانہ

کارروائی نہیں کر سکتے اُن کے متعلق یہ حکم ہے کہ وہ دل میں ہی اس پر بُرا منائیں اور چونکہ پاکستانی گورنمنٹ نے اس کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔ اس لیے پاکستان سے باہر کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کا جواب لکھیں اور اسے امریکہ اور ہندوستان میں شائع کروائیں اگر یہ جواب امریکہ میں شائع کیا جائے تو وہاں کے رہنے والے لوگوں کے سامنے بھی کتاب کے مصنف کا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا پھر اس کا ترجمہ ہندوستان میں شائع کیا جائے تو ہندو بھی ڈر جائیں گے اور وہ آئندہ مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کی طرف کنکر پھینکا تو اس کے جواب میں پتھر پڑے گا اس سے نہ صرف ہندوستانی مسلمان خوش ہو جائیں گے بلکہ قرآنی آیت " وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ[1] " کی صداقت بھی واضح ہو جائے گی۔ اخبارات سے پتہ لگتا ہے کہ جب سعودی عرب کے بادشاہ سے پنڈت نہرو ملنے گئے اور اس کتاب کے متعلق باتیں ہوئیں تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا اقدام کریں گے کہ اس قسم کی کوئی دل آزار کتاب شائع نہ ہو لیکن مجھے یقین نہیں کہ پنڈت نہرو اپنے وعدہ پر عمل کریں وہ صرف سعودی عرب کے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے یہ باتیں کہہ آئے ہیں کیونکہ خواہ پنڈت نہرو کے دل میں نیکی ہو ان کے اِردگرد جو لوگ ہیں وہ کٹر ہندو ہیں انہوں نے اپنے وعدے کے مطابق کوئی عمل کیا تو ان کے ساتھیوں نے شور مچا دینا ہے کہ تم کون ہو جو ہمیں اس بات سے روکتے ہو پس میرے نزدیک اصل طریق یہ ہے کہ چونکہ اس کتاب کا مصنف عیسائی ہے اور امریکہ کا رہنے والا ہے اس لیے اس کے جواب میں جو کتاب لکھی جائے اس کا ایک ایڈیشن انگریزی میں ہو جو امریکہ میں شائع کیا جائے اس میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہو۔ یعنی ان اعتراضات کا جواب ہو جو اس کتاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے گئے ہیں اور دوسری طرف عیسائیوں کو الزامی جواب دیا جائے اور پھر اس کا دوسرا ایڈیشن ہندوستان میں شائع کیا جائے اس میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہو یعنی ان اعتراضات کا جواب ہو جو آپ کی ذات پر اس کتاب میں کیے گئے ہیں اور دوسری طرف ہندو مذہب کو مدنظر رکھتے ہوئے الزامی

---

[1] المآئدہ : ۶۸

جواب ہوتا ہندوؤں کو بھی ہوش آجائے اور آئندہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے میں احتیاط سے کام لیں پھر اگر اس کتاب کا مصنف زندہ ہو (ممکن ہے وہ مرگیا ہو کیونکہ اس کتاب کو شائع ہوئے ۲۹سال کا عرصہ گزر چکا ہے) تو ہمارے مبلغ اسے مباہلہ کا چیلنج دیں اور کہیں کہ اگر وہ سچا ہے اور عیسائی اس کے ساتھ ہیں تو وہ پچاس عیسائی اپنے ساتھ لے آئے ہم بھی اپنے ساتھ پچاس نو مسلم لے آتے ہیں اور پھر وہ ہم سے مباہلہ کرے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں بچالیں گے اور اگر ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں تباہ کر دے گا۔ اس مباہلہ کے بعد جب عیسائیوں پر خدائی عذاب نازل ہوا تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی خدائی طاقت نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجنے والا خدا اب بھی زندہ ہے گو آپ کی وفات پر ۱۳۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر وہ اب بھی آپ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ مباہلہ کیلئے نہ آئیں تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈوئی کے متعلق پروپیگنڈا کیا تھا۔ اس کے متعلق بھی ملک بھر میں پروپیگنڈا کیا جائے اسلام کی عظمت ظاہر ہوگی اور لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے والے جھوٹے ہیں مباہلہ کا ہتھیار عیسائیت میں موجود نہیں لیکن اسلام میں موجود ہے اور اس موقعہ پر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ڈوئی کے اعلان کیوجہ سے امریکہ بھر میں شور پڑ گیا تھا اور بیسیوں اخباروں اور رسالوں نے ان خبروں کو شائع کیا تھا اب بھی اس طرح اس کتاب کے مصنف کو مباہلہ کا چیلنج دیا جائے تو ملک میں پھر زندگی پیدا ہو جائے گی اور وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی صداقت کا ایک اور ثبوت مل جائے گا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لیے عیسائیوں سے کہو کہ ہم قرآن کریم کا یہ دعویٰ تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں تم پہلے ہم سے مباحثہ کر لو اور اپنے اعتراضات پیش کرو ہم ان باتوں کا رد کریں گے اور بتائیں گے کہ ان سے بھی بدتر باتیں تمہارے ہاں موجود ہیں پھر تم ان کا جواب دے لینا اور اگر مباحثہ کے بعد بھی تم اپنے دعویٰ پر قائم رہو تو ہم سے مباہلہ کر لو خدا تعالیٰ خود جھوٹے کو تباہ کر دے گا اور دوسرے فریق کی

سچائی کو ظاہر کر دے گا یہ طریق ایسا ہے کہ اس سے امریکہ اور ہندوؤں دونوں پر اسلام کا رعب قائم ہو جائے گا ہندوؤں کو اس الزامی جواب دینے کے لیے مَیں نے اس لیے کہا ہے کہ انہوں نے اس امریکن کی کتاب کو شائع کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو تیر مارے اور وہ تیر اسے زخمی نہ کرے لیکن ایک دوسرا آدمی جو تیر اٹھا لائے اور اسے دوسرے کے سینہ میں پیوست کر دے تو زیادہ ظالم وہ ہے جس نے گرا ہوا تیر اٹھایا اور دوسرے کے سینہ میں چبھو دیا۔ یہ کتاب بھی امریکہ کے کسی عیسائی نے شائع کی تھی مگر امریکہ کی کتاب تو امریکہ میں رہ گئی ہندوؤں نے اس کا ترجمہ کر کے مسلمانوں تک پہنچایا اور اس طرح اُن کی تکلیف کا موجب ہوئے پس یہ گالیاں ہندوؤں نے مسلمانوں تک پہنچا کر اپنے ذمہ لے لی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کتاب کے ایک ایڈیشن میں جو ہندوستان میں شائع ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے ساتھ ساتھ ہندو مذہب کے پول بھی کھولے جائیں اور دوسرے ایڈیشن میں دفاع کے ساتھ ساتھ عیسائیت کے پول کھولے جائیں کیونکہ اس کتاب کا اصل مصنف عیسائی ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کے لکھنے والوں اور شائع کرنے والوں کو چیلنج کیا جائے کہ وہ ہمارے ساتھ بحث کر لیں اور اس کے بعد اگر ان میں طاقت ہو تو ہم سے مباہلہ کر لیں تا کہ خدا تعالیٰ کی طاقت انہیں نظر آ جائے اگر یہ طریق اختیار کیا جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یورپ، امریکہ اور ہندوستان تینوں کے لیے یہ طریق ہدایت کا موجب ہو گا۔ ہندوستان بے شک آزاد ہو گیا ہے مگر اب بھی وہ یورپ کی طرف میلان رکھتا ہے اگر یورپ اور امریکہ میں شور مچ گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو احمدیوں نے خوب لتاڑا ہے اور انہیں مباحثہ اور مباہلہ کا چیلنج دیا ہے تو ہندوستان کے اخبارات بھی شور مچانے لگ جائیں گے اور وہ بھی وہی باتیں شائع کرنے لگ جائیں گے جو یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں شائع ہو رہی ہوں گی۔ اور اس سے ہندوؤں کے کان کھڑے ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ احمدی پیچھا نہیں چھوڑا کرتے اگر ان کے رسول پر حملہ کیا گیا تو اس وقت تک حملہ کرنے والوں کو نہیں چھوڑتے جب تک انہیں گھر نہ پہنچا لیں۔ اس طرح آئندہ کے لیے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے میں احتیاط سے کام لیں گے"[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۶ صفحہ ۵، ۶

امریکی فرم کی طرف سے معذرت نامہ

اس خطبہ جمعہ کے بعد حضور کی ہدایت کیمطابق ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر مغرب کے اس نئے حملے کا علمی جواب لکھا گیا۔ دوسرے امریکی فرم کو بھی اس کی اطلاع دی گئی۔ اس بروقت اور دانش مندانہ اقدام کا فوری ردّعمل یہ ہوا کہ امریکی فرم نے اپنی غلطی پر تحریری معافی مانگ لی بسلسلہ احمدیہ کی تاریخ کے اس اہم واقعہ کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں درج کی جاتی ہے۔

حضور نے اس کتاب کے بارے میں اپنے خطبہ جمعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ
"میرے اس خطبہ کے بعد ہندوستان سے خصوصاً بمبئی سے رپورٹ آئی کہ ترجمہ کرانے کی ضرورت نہیں یہاں زیادہ تر انگریزی پڑھے ہوئے لوگوں میں اس کا چرچا ہے اس لیے جو انگریزی کتاب امریکہ کے لیے چھپے وہی ہندوستان میں بھیج دی جائے۔ اور وہ انگریزی داں طبقہ میں تقسیم کی جائے۔ اگر ضرورت سمجھی جائے تو بعد میں اس کا اردو ترجمہ بھی ہو جائے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اب امریکہ سے آئے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے کتاب پڑھی ہے اس کے متعلق کئی غلط فہمیاں ہیں وہ کتاب درحقیقت ایک تحقیقی رنگ میں لکھی ہوئی کتاب ہے وہ شخص اسلام کا دشمن نہیں ہے اس لیے جو میری تجویز تھی کہ اس کا تحقیقی جواب بھی دیا جائے۔ اور پھر الزامی جواب بھی دیا جائے۔ عیسائیوں کو بھی اور ہندوؤں کو بھی۔ ان کی رائے یہ ہے کہ نرمی کے ساتھ تحقیقی جواب دیا جائے لیکن الزامی جواب نہ دیا جائے۔ کیونکہ لکھنے والے کے دل میں بدنیتی کوئی نہ تھی اور چونکہ ہندوستان میں بھی دوستوں نے کہا ہے کہ اردو کی ضرورت نہیں انگریزی کی ہے اس لیے ایک ہی کتاب کافی ہو جائے گی۔ جس میں تحقیقی جواب ہوں گے تحقیقی جواب جیسے عیسائیوں کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے لئے۔ اسی طرح زرتشتیوں کے لئے اور اسی طرح یہودیوں کے لئے بھی کافی ہوتے ہیں۔ پس تحقیقی جواب کے ساتھ وہ کتاب شائع ہو گی اور مجھے اطلاع آچکی ہے کہ وہ لکھی جا چکی ہے مگر خدا تعالیٰ کا ہمارے ساتھ وہی معاملہ ہے جو ایک بڈھے ایرانی کا ہوا تھا۔ ایک بڈھا ایرانی ایک دفعہ ایک درخت لگا رہا تھا۔ ساٹھ سال میں کہیں وہ پھل دیتا تھا۔ بادشاہ وہاں سے گزرا۔ بادشاہ نے اس درخت کو لگاتے جو دیکھا تو کہا اس

بڈھے کو بلاؤ جب وہ بڈھا پاس آیا تو کہا میاں بڈھے تم یہ درخت لگا رہے ہو یہ تو ساٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے ۔ تم تو اس وقت تک مر جاؤ گے تمہیں اس درخت کے لگانے کی کیا ضرورت ہے ۔ بڈھے نے کہا بادشاہ سلامت آپ بھی عجیب ہیں ۔ میرے باپ دادا بھی اگر یہی سوچتے تو میں کہاں سے پھل کھاتا ۔ میرے باپ داداؤں نے درخت لگایا تو میں نے پھل کھایا میں لگاؤں گا تو میرے پوتے پڑپوتے کھائیں گے بادشاہ کو بات پسند آگئی اس نے کہا زِہٖ ۔ بادشاہ نے وزیر خزانہ کو حکم دیا ہوا تھا کہ جب میں کسی بات پر زِہٖ کہوں تو فوراً تین ہزار اشرفی کی تھیلی اس کے آگے رکھ دیا کرو بادشاہ نے کہا زِہٖ ۔ وزیر نے فوراً تین ہزار کی تھیلی اس کے آگے رکھ دی جب اس کے آگے تین ہزار اشرفی کی تھیلی رکھی گئی تو اس نے کہا بادشاہ سلامت اب بتایئے آپ تو کہتے تھے کہ تو ساٹھ سال کے بعد کہاں پھل کھائے گا ۔ چھوٹے چھوٹے درخت ہوں تو وہ بھی اگر جلدی پھل دینے والے ہوں تو کم سے کم چار پانچ سال بعد پھل دیتے ہیں مگر مجھے تو دیکھئے ایک منٹ کے اندر پھل مل گیا ۔ بادشاہ کو یہ بات اور بھی پسند آئی اور اس نے پھر کہا زِہٖ ۔ اور وزیر خزانہ نے پھر تین ہزار کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دی جب وہ دوسری تھیلی رکھی گئی تو کہنے لگا بادشاہ سلامت دیکھئے آپ کی کتنی غلطی تھی آپ کہہ رہے تھے کہ ساٹھ سال کے بعد اس نے پھل دینا ہے اور اس وقت تک تو بچے گا کہاں ۔ مگر دیکھئے لوگوں کو تو سال میں ایک دفعہ پھل ملتا ہے اور میرے درخت نے ایک منٹ میں دو دفعہ پھل دے دیئے ۔ بادشاہ نے کہا زِہٖ ۔ وزیر نے پھر تیسری تھیلی رکھ دی ۔ بادشاہ کہنے لگا کہ چلو ورنہ یہ بڈھا خزانہ لوٹ لے گا ۔ تو اللہ تعالےٰ کا بھی ہمارے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے ہندوستانی گورنمنٹ نے وہ کتاب ضبط کی اور ہندوستان میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید محمد رسول اللہؐ کی ذات کمزور ہے ۔ ان پر ایک امریکن نے حملہ کیا اور مسلمان جواب نہیں دے سکے آخر شور مچایا اور گورنمنٹ کو کتاب ضبط کرنی پڑی اور پاکستان گورنمنٹ نے کتاب ضبط کی ۔ پاکستان کے عیسائی خوش ہوئے کہ دیکھو محمد رسول اللہؐ کی ذات کمزور ہے ۔ ان پر ایک امریکن نے حملہ کیا اور مسلمان جواب نہیں دے سکے آخر شور مچایا اور گورنمنٹ کو کتاب ضبط کرنی پڑی اور پاکستان گورنمنٹ نے کتاب ضبط کی پاکستان کے عیسائی بڑے خوش ہوئے پاکستان کے ہندو خوش ہوئے کہ دیکھو محمد رسول اللہؐ کی ذات کمزور

ہے ان کے حملوں کا جواب کوئی نہیں کتاب ضبط کرکے جواب دے رہے ہیں لیکن جو میں نے تدبیر کی تھی وہ ایسی کارگر نکلی کہ ہماری کتاب ابھی چھپی نہیں اور کتاب کو چھاپنے والی فرم کا معافی نامہ پہلے آگیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

Henry and Danna Thomas C/O Hanover House Publishers, 575 Madison Avenue New York, N.Y.
December 6, 1956.

We have just received your letter from our publishers. With regard to the statements made about the Prophet Mohammed in the living Biographies of Religious leaders, We were terribly Shocked and saddened that there have been misunderstanding of our attitude and feeling about Mohammed. We have always believed that the teachings of the Prophet are one of the world's basic manifestation of democracy and that the tenets of the Muslim Faith are a direct Progenitor of the philosophy of Abraham Lincoln.

Despite the fact that the book was written fifteen years ago under the direction of a book editor who conceived of the project as a humanized, romanticized approach to biography for a westernized audiance we have not had the slightest intention of decracting from the philosophical stature of Mohammad and that is why we have been so distressed over any misunderstanding that might have arisen.

We wish you God speed on your new work on the Prophet Mohammad and if you mention our book would you please convey to your readers how saddened we have been over any adverse reaction and would you convey that we are the last people in the world who are critical of the very great contributions of the Muslim Faith.

Sincerely
(Signed)
Henry and Danna Thomas

اس کا ترجمہ یہ ہے

منجانب (مسٹر) ہنری تھامس و (مسز) ڈانا تھامس ۔ معرفت ہینوور ہاؤس پبلشرز ۵۷۵ میڈلسن ایونیو نیویارک ۔ ۶ ر دسمبر ۱۹۵۶ء

ہمیں اپنی کتاب کے ناشرین کی معرفت آپ کا خط ملا (یعنی ہمارے مبلغ کا) نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتاب "مذہبی راہنماؤں کی سوانح عمریاں" میں ہمارے مضمون کے متعلق عرض ہے کہ یہ معلوم کر کے کہ نبی اکرم کے متعلق ہمارے انداز تحریر و احساسات کے متعلق بعض غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں ہمیں بہت رنج اور افسوس ہوا۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ اعتقاد رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دنیا میں جمہوریت کی بنیادی مظہر ہے اور کہ مذہب اسلام کے اصول امریکی سابق پریذیڈنٹ (جس کو وہ قریباً نبیوں کی طرح سمجھتے ہیں) ابراہیم لنکن کی فلاسفی کا براہ راست منبع و مأخذ ہیں (یعنی ہم ابراہیم لنکن کو اپنا لیڈر سمجھتے ہیں اور بڑا بزرگ سمجھتے ہیں مگر ہمارا یقین ہے کہ ابراہیم لنکن نے جو امن کی تعلیم پھیلائی تھی وہ براہ راست اس نے محمد رسول اللہ سے حاصل کی تھی خود نہیں بنائی تھی) اس امر کے باوجود کہ ہمارے مضمون کو جسے ہم نے کتاب کے ایڈیٹر کی زیر ہدایت تحریر کیا تھا لکھے پندرہ سال ہو گئے اور کتاب لکھوانے میں مرتب کا منشاء و مقصد سوانح عمری کی تحریر میں مغربی تہذیب میں رنگین ہو کر قارئین و ناظرین کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانیت کی نہج پر افسانوی رنگ دینا تھا (یعنی ہم نے قصے کے رنگ میں لکھی تھی جس سے یورپ کے لوگ زیادہ فائدہ اٹھا سکیں) یہ امر کبھی ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہم کسی صورت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ عالمانہ مقام کی بے قدری یا تخفیف کریں اس وجہ سے ان غلط فہمیوں پر جن کا واقعہ ہونا ہمیں بتایا جا رہا ہے ہمیں نہایت درجہ غم اور افسردگی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کتاب آپ تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس میں ہم آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔ اگر آپ ہماری کتاب کا ذکر فرما دیں تو ہم ممنون ہوں گے آپ اپنے ناظرین تک ہمارا یہ پیغام بھی پہنچا دیں کہ ہماری کتاب کے متعلق ناواقف اور مخالف ردعمل پر ہمیں کتنا افسوس ہوا ہے اور کیا آپ یہ بھی انہیں پہنچا دیں گے کہ مذہب اسلام سے دنیا کو جو بڑی نعمت عطا ہوئی ہے اس کی عیب جوئی یا تنقید میں آپ ہمیں تمام دنیا کے لوگوں سے آخری فرد پائیں

گے۔

آپ کے بہی خواہ

ہنری اینڈ ڈاناتھامس

پس دیکھو ان کی ضبطی کا نتیجہ تو خبر نہیں کب نکلے گا ہمارے جواب کا نتیجہ خدا نے فوراً نکال دیا اور کتاب کے چھاپنے والی فرم کی طرف سے معذرت آگئی۔ اور نہ صرف معذرت آئی بلکہ یہ بھی آئی کہ اپنی کتاب میں بھی ہماری معذرت چھاپ دیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ہم سب سے آخر میں وہ لوگ ہوں گے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی بات سن سکیں یا برداشت کر سکیں پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میری ایک حقیر کوشش کو اتنی جلدی کامیابی بخشی۔ سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور پاکستان کے مسلمانوں کے شور سے ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگی لیکن میرے اس خطبہ کے نتیجے میں جب ان کو پتہ لگا کہ کتاب لکھی جا رہی ہے تو انہوں نے فوراً معذرت کر دی اور لکھوایا کہ ہماری معذرت کتابوں میں بھی چھاپ دی جائے۔ اور اپنی جماعت کو بتایا جائے کہ ہمارے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔ بلکہ ابراہیم لنکن جس کو ہم نبیوں کا مقام دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے کہ وہ بھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شاگرد تھا۔ اور اس نے جو کچھ سیکھا ہے محمد رسول اللہؐ سے سیکھا ہے"[1]

مسئلہ ارتداد پر ایک لطیف خطبہ

فیج اعوج کے عہد مظلمہ میں جن بھیانک مسائل نے جنم لیا۔ اُن میں قتلِ مرتد کا مسئلہ سرِفہرست ہے۔ جس پر صدیوں تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ اور بہت سے عارف اور اہل اللہ اور مقربان درگاہ الٰہی کا مقدس خون بہایا گیا۔ حضرت منصور حلاجؒ[2]۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ[3]۔ حضرت شمس تبریزؒ[4] حضرت شیخ علائیؒ[5] اور حضرت سرمدؒ[6] جیسے مقربانِ الٰہی اسی تیغِ بے نیام کے شہید ہیں۔

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲ر مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ ر ۵ ؛ [2] ۸۵۸ء - ۹۲۲ء
[3] ۱۱۵۴ء - ۱۱۹۱ء ؛ [4] شہادت ۶۴۵ھ / ۱۲۴۸ء
[5] شہادت ۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء ؛ [6] ۱۶۱۸ء - ۱۶۵۸ء

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو قرآنی زاویہ نگاہ سے اس نازک مسئلے کا ایک فیصلہ کن حل پیش فرمایا۔ جو دنیائے تفسیر میں ایک شاندار اضافہ ہے۔ حضور نے یہ حل خطبہ جمعہ کے دوران بیان فرمایا۔ جس کے دو اقتباسات درج ذیل کیے جاتے ہیں۔ فرمایا:۔

(۱) "ہر نظام اپنے ساتھ اپنے ممبروں کے لیے کچھ سہولتیں رکھتا ہے۔ اگر وہ نظام دینی ہو تو اس نظام کو چھوڑنے والا ان تمام سہولتوں سے جو اس نظام میں دینی ترقی اور اس کی اشاعت کے لیے رکھی گئی ہوں۔ محروم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نظام دینی پر چلنے والے سچے ہوں تو اللہ تعالیٰ باہر سے اور آدمی لے آتا ہے۔ جو پہلوں کے قائمقام ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ؗ (المائدہ: ۵۵)

یعنی اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی ایک شخص بھی تمہارے نظام دینی سے الگ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں تمہیں ایک قوم دے گا۔ جو مومنوں کے ساتھ نہایت انکسار کا تعلق رکھنے والی اور کفار کی شرارتوں کا نہایت دلیری سے مقابلہ کرنے والی ہوگی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ نظام دینی سے الگ ہونے والوں کے مقابلہ میں ہمارا کیا سلوک ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل بعض مسلمان علماء نے لفظ ارتداد کو ایسا بھیانک بنا دیا ہے کہ وہ بالکل ایک نئی چیز بن گیا ہے۔ حالانکہ ارتداد کے صرف یہ معنے ہیں کہ انسان ایک نظام کو چھوڑ کر کسی اور نظام میں شامل ہو جائے۔

خدا تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ایسے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ بعض مسلمان علماء غلطی سے ایسا سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر واقعہ میں تم مومن ہو تو جو تمہارے نظام کو چھوڑے گا۔ اس کے متعلق تم کو کچھ کرنے کا حکم نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق ہم ایک ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک ایک شخص جو تمہارے نظام کو چھوڑے گا۔ اس کے بدلہ میں ہم ایک ایک قوم کفار میں سے لاکر تمہارے اندر داخل کر دیں گے۔ جن سے خدا محبت کرے گا اور جو خدا سے محبت کریں گے۔ لیکن مسلمان علماء یہ سمجھتے ہیں کہ نظام دینی سے الگ ہونے والے کی گردن کاٹ دینی چاہیئے۔ حالانکہ

اس کی گردن کاٹ دینے سے اسلام کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسلام کو تو اس وقت فائدہ ہو گا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ کے ماتحت اس کی جگہ ایک قوم لے آئے اور مسلمانوں کو زیادہ کر دے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بیان فرمائی ہے۔ کہ ہم ایک کام اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم نظام سے بھاگنے والے ایک شخص کی جگہ ایک قوم لے آئیں گے۔

اب دیکھو قرآن کریم کے بیان اور اس زمانہ کے علماء کی تفسیر میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ آجکل کے علماء کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص نظام دینی سے نکل جائے۔ تو اس کے متعلق خدا تعالیٰ پر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ ہم پر یہ فرض عائد ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ حالانکہ قرآن کریم یہ کہتا ہے۔ کہ اگر نظام دینی کی طرف منسوب ہونے والے لوگ سچے مومن ہیں اور کوئی شخص اُن میں سے واقعی طور پر مرتد ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک نئی قوم مسلمانوں میں داخل کر دیتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ احمدی مرتد ہیں اس لیے واجب القتل ہیں۔ لیکن سوچنے والی بات یہ ہے۔ کہ اگر وہ واقعہ میں مرتد ہیں اور غیر احمدی واقعہ میں سچے مومن ہیں تو اس قرآنی وعدہ کے مطابق ضروری تھا کہ اگر مسلمانوں میں پانچ لاکھ احمدی مرتد ہوئے ہیں۔ تو کم سے کم پچاس لاکھ عیسائی یا ہندو مسلمان ہو کر ان غیر احمدیوں میں مل جاتا اگر ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا۔ کہ احمدی مرتد نہیں اور غیر احمدی سچے مومن نہیں اور یا پھر خدا تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا نہیں کر سکا۔ اگر دس افراد کی بھی ایک قوم سمجھ لی جائے۔ اور پانچ لاکھ احمدی ان کے خیال میں مرتد ہو گئے تھے۔ تو پچاس لاکھ غیر مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہو جانے چاہیئے تھے۔ اور اگر پانچ لاکھ احمدیوں کی بجائے پچاس لاکھ غیر مذاہب والے اسلام میں داخل ہو جاتے تو مسلمانوں کو کتنا فائدہ ہوتا۔ اس صورت میں تو انہیں پانچ لاکھ افراد کے احمدی ہو جانے سے ذرہ بھر نقصان نہ ہوتا بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہوتا۔ اور یہی وہ بشارت ہے جو اس آیت میں مسلمانوں کو دی گئی ہے۔ اور اُن کے حوصلوں کو بلند کیا گیا ہے۔ پھر قوم کا لفظ وسیع ہے ممکن ہے اس سے سو سو افراد کا گروہ مراد ہو اگر سو سو مراد لیا جائے تو چاہیئے تھا پانچ لاکھ احمدیوں کے بدلہ میں قرآنی وعدہ کے مطابق پانچ کروڑ ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جاتے اور اُن پانچ کروڑ کا آنا یقیناً مسلمانوں میں سے پانچ لاکھ غریب زمینداروں کے نکل جانے سے بہتر ہوتا۔ بہر حال

خدا تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ اگر ایک شخص نظامِ دینی سے الگ ہو جائے تو وہ اس کے بدلہ میں ایک قوم لایا کرتا ہے ۔اب یہ قوم یا تو ہندوؤں میں سے آتی یا عیسائیوں میں سے آتی دونوں صورتوں میں موجودہ احمدیوں سے بہتر ہوتی ۔کیونکہ یہ دونوں قومیں احمدیوں سے زیادہ مالدار اور طاقتور ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ایک ایک احمدی کے بدلہ میں دس دس ہندو بھی اسلام میں لاتا تو پچاس لاکھ ہندو اسلام میں داخل ہو جاتے ۔تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس سے مسلمانوں میں کتنی طاقت بڑھ جاتی ۔ یا اگر امریکہ اور یورپ سے پچاس لاکھ افراد اسلام میں داخل ہو جاتے تو مسلمانوں کو پانچ لاکھ احمدیوں کا نکلنا جو ان کے خیال میں مرتد ہو گئے ہیں ، اتنا بھی بُرا معلوم نہ ہوتا جتنا ایک مچھر کا مرجانا بُرا معلوم ہوتا ہے ۔اور جس طرح لوگ فلٹ سے مچھر مارنے پر خوش ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے مسلمان احمدیوں کے نکل جانے پر خوش ہوتے ۔کیونکہ اِدھر ایک احمدی ٹوٹتا ۔اور اُدھر انہیں ایک تار آجاتی کہ امریکہ یا یورپ میں دس عیسائی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب یا تو علماء کا احمدیوں کو مرتد کہنا جھوٹ ہے اور یا نعوذ باللہ قرآنی وعدہ پورا نہیں ہو رہا "۔

(۲) "غرض اس قرآنی آیت نے مسئلہ ارتداد کو بالکل حل کر دیا ہے کہ مرتد کس کو کہتے ہیں اور اور سچا مومن کس کو کہتے ہیں کیونکہ اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے کہ اگر جماعتِ مسلمہ سچے مومنوں پہ مشتمل ہو اور کوئی شخص واقعی ان میں سے مرتد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک نئی قوم مسلمانوں میں داخل کر دے گا اگر کسی جماعت میں سے کوئی شخص سخطۃ لدینہ نکل جائے اور جماعت میں پھر بھی تبلیغ کا جوش پیدا نہ ہو تو درحقیقت وہ قوم یا جماعت سچی مومن نہیں کہلائے گی ۔کہ ایک مرتد کو دیکھنے کے بعد بھی اس کے اندر دینی غیرت پیدا نہ ہوئی۔ مگر چونکہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ علیحدہ ہونے والے سخطۃ لدینہ نہیں نکلے اس لیے ان میں تبلیغ کا جوش بھی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ دیکھ لو ۔مولوی تو کہتے ہیں احمدی مرتد ہیں مگر عوام الناس کو احمدیوں میں تبلیغ کرنے کا جوش پیدا نہیں ہوتا ۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہم سے زیادہ اچھے مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر عوام الناس کو واقعہ میں یہ یقین ہوتا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں رہے تو وہ سارے کے سارے تبلیغ میں لگ جاتے اور احمدیوں سے زیادہ عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کھینچ کر لے آتے ۔لیکن ان کا جوش میں نہ آنا صاف بتاتا ہے ۔کہ وہ ہم کو مرتد نہیں سمجھتے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو اسلام پر زیادہ

پکے ہو گئے ہیں جیسے پچھلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں جب مار مار کر بعض احمدیوں سے کہلایا گیا کہ احمدیت جھوٹی ہے تو ایک بوڑھے احمدی سے بھی ڈرا دھمکا کر یہ کہلوا دیا گیا کہ میں توبہ کرتا ہوں وہ لوگ اپنے مولوی کے پاس گئے اور کہنے لگے مبارک ہو ایک احمدی کو پھر سے ہم نے مسلمان کر لیا ہے وہ کہنے لگا تم بڑے بے وقوف ہو تم نے کچھ نہیں کیا۔ وہ اسی طرح احمدی ہے۔ جیسے پہلے تھا کہنے لگے نہیں ہم نے اس سے کہا توبہ کر تو اس نے فوراً توبہ کر لی کہنے لگا کیا احمدی توبہ نہیں کرتے وہ تو روزانہ توبہ کرتے ہیں اس لیے اگر اس نے توبہ کی تو اپنے مذہب کے مطابق کی اگر تم سچے ہو تو اسکو جا کر کہو کہ میرے پیچھے آکر نماز پڑھے تب سمجھا جائے گا کہ اس نے احمدیت سے توبہ کی ہے وہ لوگ پھر اس کے پاس گئے تھا تو وہ کمزور اور بوڑھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایمانی عقل اسے دی ہوئی تھی جب دوبارہ لوگ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا توبہ تو میں نے کر لی تھی پھر اب تم کیوں آئے ہو کہنے لگے ہمارے مولوی نے کہا ہے کہ تم میرے پیچھے آکر نماز پڑھو تب ہم مانیں گے کہ تم نے توبہ کی ہے۔ کہنے لگا یہ غلط بات ہے دیکھو نماز پڑھنے کے متعلق تو مرزا صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو۔ حج کرو۔ زکوٰۃ دو۔ شراب نہ پیو۔ چوری نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ میں نے سمجھا تھا اب تمہارے کہنے سے میں نے توبہ کر لی ہے تو اب سب ممنوع کام جائز ہو گئے ہیں۔ اب آئندہ شراب بھی پئیں گے۔ کنجریوں کا ناچ بھی کرائیں گے۔ جھوٹ بھی بولیں گے۔ چوریاں بھی کریں گے۔ لوگوں کا مال بھی کھائیں گے۔ زکوٰۃ بالکل نہیں دیں گے۔ نماز کے قریب نہیں جائیں گے لیکن تم پھر آ گئے ہو نماز پڑھوانے اس کا کیا مطلب ہے پھر توبہ کس بات سے تھی — یہ بات جو اب تم مجھ سے کروانا چاہتے ہو یہ تو مرزا صاحب بھی کرواتے تھے وہ لوگ مایوس ہو کر اپنے مولوی کے پاس گئے اور اسے سارا قصہ سنایا۔ اس نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے تو بات یہی ہے کہ اگر واقع میں احمدی ہونے سے ارتداد ہوتا ہو تو خدا تعالیٰ ایک ایک شخص کے بدلہ میں ایک ایک قوم لے آئے لیکن لوگ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص احمدی ہو جاتا ہے تو وہ اور بھی پکا مسلمان ہو جاتا ہے میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ اس علاقہ کا ایک غریب سا احمدی ہے اس کا سارا خاندان کٹر غیر احمدی تھا جب وہ احمدی ہوا تو انہوں نے اُسے خوب مارا اور کہا تم کافر ہو گئے ہو۔ لیکن احمدی ہو جانے کے بعد اس میں سچ بولنے کی عادت پیدا ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کے

متعلق سارے علاقہ میں مشہور ہو گیا کہ یہ شخص سچ بولتا ہے اس علاقہ میں چوریاں بہت ہوتی ہیں اس کے بھائی بند جانور چرا لایا کرتے تھے جس شخص کی چوری ہوتی وہ وہاں آکر کہتا کہ اگر یہ شخص کہہ دے کہ تم نے چوری نہیں کی تو ہم مان لیں گے ۔ ورنہ ہم نہیں مانیں گے۔ ایک دفعہ اس کے بھائی ایک بھینس چرا کر لائے سارے لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کھرا تمہارے ہاں نکلتا ہے۔ بھینس تم چرا کر لائے ہو۔ اس لیے بھینس دے دو۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم نے بھینس چوری نہیں کی۔ کہنے لگے تمہاری کون مانتا ہے تم جھوٹے اور دھوکے باز ہو فلاں شخص کو لاؤ وہ کہہ دے کہ تم نے چوری نہیں کی تو ہم مان لیں گے ۔ انہوں نے کہا اس کو ہم کیسے لائیں وہ تو ہمارے ساتھ ہی نہیں ۔ انہوں نے کہا کہ جب تک تم اسے نہیں لاؤ گے بات نہیں بنے گی۔ چنانچہ وہ گئے اور اس احمدی کو خوب مارا۔ اور کہنے لگے چل اور گواہی دے ۔ جب وہ باہر آیا تو کہنے لگے بتاؤ کیا ہم نے بھینس چرائی ہے وہ کہنے لگے چرائی تو ہے انہوں نے اُسے پہلے تو گھورا پھر واپس آکر خوب مارا اور کہنے لگے تم نے سچی گواہی کیوں دی وہ کہنے لگا جب بھینس مجھے نظر آرہی تھی تو میں کیسے کہتا کہ تم نے چوری نہیں کی آخر تنگ آکر وہ باہر آئے اور کہنے لگے یہ تو مرزائی کافر ہے اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے تم ہماری بات سنو ہم قسم کھا جاتے ہیں انہوں نے کہا تم ہزار قسمیں کھاؤ ہمیں اعتبار نہیں یہ ہے تو کافر لیکن بولتا سچ ہے تو ساری دنیا مانتی ہے کہ یہ کافر بڑے سچے ہیں۔ یہ کافر بڑے نیک ہیں۔ یہ جو بات کہیں گے صحیح کہیں گے ۔پس حقیقت یہی ہے کہ عام مسلمان تو ہمیں پکّے مسلمان سمجھتے ہیں صرف کچھ مولوی ہیں جو ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے اور ان مولویوں کی عوام کے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے نسبت ہی کیا ہے۔ مولویوں کی تعداد پاکستان میں پانچ چھ سو ہوگی جو احمدیوں سے بھی کئی حصے تھوڑے ہیں اگر عام مسلمان ہمیں مرتد سمجھتے تو ان میں تبلیغ کا جوش پیدا ہو جاتا اور وہ ہم میں سے کئی افراد کو واپس لے جاتے ۔ اور پھر دوسری اقوام سے بھی ایک بڑی تعداد کو اسلام میں داخل کر لیتے ۔ لیکن ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کا وہ جوش ہی پیدا نہیں ہوا جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ہمیں پکّے مسلمان خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے انہیں احمدیت سے مرتد کروالیا تو یہ خراب ہو جائیں گے اور احمدیت کے قبول کرنے کی وجہ سے جو خوبیاں ان میں پیدا ہو چکی ہیں وہ بھی جاتی رہیں گی۔ لاہور میں میرے پاس ایک دفعہ ایک غیر احمدی مولوی

رات کے دس بجے آیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ نے یہ درست نہیں کیا کہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے اگر آپ انہیں ہمارے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں تو مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور ان کی طاقت بڑھ جائے گی۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب یہ فرمایئے کہ آپ رات کے دس بجے میرے پاس آئے ہیں اس لیے کہ میں اگر احمدیوں کو آپ لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے کی اجازت دے دونگا تو ان کی طاقت بڑھ جائے گی ہم تو تھوڑے سے ہیں پھر ہمارے شامل ہونے سے آپ کی طاقت کیسے بڑھے گی بتایئے ہم تھوڑے ہیں یا نہیں۔ کہنے لگا ہیں تو تھوڑے لیکن آپ تبلیغ بہت کرتے ہیں آپ اگر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں تو ان کی طاقت بڑھ جائے گی مَیں نے کہا اگر ہم تبلیغ کرتے رہے اور وہ مسلمان ویسے کے ویسے رہے تو اس سے مسلمانوں کو کیا ترقی مل جائے گی۔ اور اگر ہم تھوڑے سے لوگوں نے ان کے اثر کو قبول کر لیا اور تبلیغ ترک کر دی تو جو فائدہ اس وقت اسلام کو پہنچ رہا ہے وہ بھی جاتا رہے گا آپ یہ دیکھیں کہ ہم بھی انہی میں شامل تھے حضرت مرزا صاحب کے ماننے سے ہمارے اندر جوش پیدا ہوا اور ہم نے تبلیغ شروع کر دی ان کے اندر مل گئے تو ہمارا بھی جوش جاتا رہے گا۔ اور اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس پر وہ بے ساختہ کہنے لگا مَیں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔ آپ اپنے لوگوں کو ہمارے پیچھے بالکل نماز نہ پڑھنے دیں کیونکہ اگر انہوں نے عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ واقعہ میں خراب ہو جائیں گے اور ان کا اثر قبول کر لیں گے غرض قرآن کریم بتاتا ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی نظام دینی سے الگ ہو جائے تو ہم اس کے بدلہ میں مسلمانوں کو ایک قوم دیا کرتے ہیں اس آیت کے مطابق اگر واقعہ میں احمدی مرتد ہیں تو پانچ لاکھ احمدیوں کے مقابلہ میں ایک ارب غیر مسلم مسلمانوں میں شامل ہونا چاہیئے تھا۔ یا کم از کم پچاس لاکھ غیر مسلم ان میں شامل ہونا چاہیئے تھا مگر پچاس لاکھ تو جانے دو ان میں پانچ ہزار بھی نہیں آیا۔ اور جو آیا ہے وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے آیا ہے یعنی عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ بھی ہم مرتدوں کے ذریعے ہی ہوئے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ ہم ان کے بدلہ میں لائیں گے یہ نہیں کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے لائیں گے لیکن واقعہ یہ ہوا کہ ان مرتدوں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ دوسری قوموں سے لوگوں کو اسلام کی طرف لا رہا ہے اور اگر جماعت احمدیہ کے افراد اپنے ایمانوں پر مضبوطی سے قائم رہے

اور خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ان کے شاملِ حال رہی تو برابر آتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ وہ دن آجائے گا کہ دنیا میں ایک ہی خدا ہوگا اور ایک ہی رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی رسالت نہیں ہوگی۔ اور خدائے واحد کے سوا کسی کو خدا کے نام سے یاد نہیں کیا جائے گا۔ اور غیر مذاہب والے بالکل ادنیٰ قوموں کی سی حیثیت اختیار کر لیں گے [۱]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام جنوبی ہند کے احمدیوں کے نام

جنوبی ہند کے خوش نصیب خطہ میں حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی جیسے مخلص اور ایثار پیشہ بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر کے اخلاص، قربانی اور اشاعتِ حق میں ایسا قابلِ رشک نمونہ دکھایا کہ اس کی تعریف حضرت امام الزمان نے نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرمائی۔[۲]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس سال جنوبی ہند کے احمدیوں کو اپنی اس امتیازی خصوصیت سے باخبر رکھنے اور اپنی قدیم روایات کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لیے ایک خصوصی پیغام دیا جو مدراس کے اخبار "آزاد نوجوان" جلسہ سالانہ نمبر میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس پیغام کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے

برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے عزیز دوست، محمد کریم اللہ نوجوان نے خواہش کی ہے کہ "نوجوان" کے جنوبی ہند نمبر کے لیے میں کوئی پیغام لکھ کر بھجواؤں ان کی اس خواہش کے احترام میں یہ چند سطور لکھ کر بھجواتا ہوں۔ احباب کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جماعتِ احمدیہ کی جب بنیاد رکھی گئی تو پہلے اس کا شاندار جواب جنوبی ہند سے ہی ملا تھا۔ مدراس کے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اللہ رکھا ان ابتدائی مخلصین میں سے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر بڑی سرگرمی سے احمدیت اور اسلام کی خدمت میں لگ گئے۔ اسی طرح مولوی محمد سعید صاحب

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۴، ۵

[۲] مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۱۵۸

حیدرآبادی بھی نہایت ہی ابتدائی مخلص احمدیوں میں سے تھے جن کی تربیت سے حیدرآباد اور تیماپور میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کے ایک دوست سیٹھ لال جی دال جی تھے وہ باقاعدہ احمدی تو نہیں ہوئے تھے لیکن سلسلہ کی بہت مدد کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اللہ رکھا کے بعض رشتہ دار بنگلور میں احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے۔ جس کی وجہ ان علاقوں میں کچھ جماعت پھیلی۔ پس جنوبی ہند احمدیت میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اب جبکہ موجودہ تغیرات میں شمالی ہند میں جماعت کمزور ہو گئی ہے جنوبی ہند اپنے کھوئے ہوئے مقام کو پھر حاصل کرے گا۔ اور پھر آسمانی فوج میں اس کے رہنے والے جوق در جوق شامل ہوں گے اور لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں اسلام کا جھنڈا اونچا رکھنے کے لیے آگے آئیں گے اور نہ صرف جنوبی ہند میں اسلام کی جڑیں مضبوط کریں گے بلکہ شمالی ہند کا کھویا ہوا وقار بھی واپس لائیں گے۔ اور قادیان کی مضبوطی کی فکر سے ہم کو آزاد کر دیں گے۔ کیونکہ اس وقت ہمارے اور قادیان کے درمیان سیاست کا ایک بڑا دریا حائل ہے اور ہم آزادی سے قادیان کی مدد نہیں کر سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ وہ دن لائے جس کا کھلا کھلا وعدہ اس کی وحی میں موجود ہے۔ لیکن جب تک وہ دن نہ آئے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جنوبی ہند کو اسلام کا جھنڈا اُونچا رکھنے کا فخر عطا کرے۔

کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مبعوث ہوئے اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ آپ مکّہ میں پیدا ہوئے لیکن پھر آپ کو شمال کی طرف ہجرت کر کے جانا پڑا۔ اس کے بعد آپؐ کے آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ نے جنوب میں یمن کے ملک کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ اور جب آپؐ کی وفات کے بعد ارتداد کا سلسلہ شروع ہوا تو یمن میں بھی کچھ گڑبڑ ہوئی مگر جنوبی عرب کے مسلمانوں نے جلد ہی اسلامی جھنڈے کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اور سارا عرب پھر خلافتِ اُولیٰ کے خدام میں شامل ہو گیا اور اسلام کے لیے قربانیاں کرنے لگ گیا۔ انڈونیشیا جانے والے لوگ جانتے ہیں کہ انڈونیشیا میں زیادہ تر اسلام حضرموت کے لوگوں کے ذریعہ پھیلا ہے جو کہ جنوبی عرب کے لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں وہاں پائے جاتے ہیں اور اسلام کی طرف لوگوں کو مائل کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس جو لوگ

انڈونیشیا سے علم کے لیے آتے ہیں ان میں بھی حضرموت عرب شامل ہیں۔ برما میں احمدیت کی تعلیم پھیلانے والے بھی جنوبی ہند کے لوگ ہیں۔ پس جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اسی طرح اب بھی ہو رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت عرب کا ملک تھا اب ہندوستان ہے اس وقت اسلام سمٹ کر جنوبی عرب میں آگیا تھا۔ اب اسلام اور احمدیت سمٹ کر جنوبی ہند میں آگئے ہیں۔ پرانے زمانہ میں عرب کے لوگوں نے مشرقی افریقہ میں اسلام پھیلا دیا تھا اب اُمید ہے کہ جنوبی ہند کے لوگ برما۔ ملایا اور انڈونیشیا میں اور اگر چاہے تو جنوبی افریقہ میں احمدیت کو مضبوط کریں گے کیونکہ جنوبی افریقہ میں اس وقت زیادہ آبادی "ملائی" لوگوں کی ہے۔ جس کی جڑ جنوبی ہند سے گئی ہے۔ پس اگر جنوبی ہند کے احمدی اپنی ذمہ داری کو سمجھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ زمانے کی تاریخ میں ان کے لیے بڑی جگہ محفوظ رکھی گئی ہے۔ وہ نہ صرف اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے بلکہ اپنے ملک کے لیے بھی عزتوں کا بے انتہا ذخیرہ جمع کریں گے اور تاریخ میں ان کا نام ایسی گہری سیاہی سے لکھا جائے گا جس کو کوئی مٹا نہ سکے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اور میری یہ نیک ظنی جو جنوبی ہند کے لوگوں پر مجھے ہے۔ اور جسے میں الٰہی تدبیر کا ایک حصہ سمجھتا ہوں پوری ہو جائے اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ اسلام کے جھنڈے کو جنوبی ہند کے مسلمانوں نے اسی طرح کھڑا کر دیا ہے جس طرح اسلام کے جھنڈے کو پرانے زمانہ میں جنوبی عرب کے لوگوں نے کھڑا کیا تھا۔ اور جس طرح عرب حملہ آوروں کے زمانہ میں شمالی میں ہندو مذہب کے جھنڈے کے سرنگوں ہونے کے بعد جنوبی ہند کے لوگوں نے کھڑا رکھا تھا۔

پس اے دوستو! اُٹھو اخلاص، ایمان، عمل اور علم میں ترقی کرو۔ اپنا حصہ جو خدا کی طرف سے آپ کے لیے مقدر ہے حاصل کرنے کوششیں کرو کام بہت ہے اور ثواب بھی بہت ہے لیکن کام کرنے والے تھوڑے ہیں۔ مگر دل کو اس بات سے تسلی ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ [1]

---

[1] البقرہ : آیت نمبر ۲۵۰

بہت سی چھوٹی جماعتیں ایسی گذری ہیں جو بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آتی ہیں۔ پس اپنی تعداد کو نہ دیکھو اپنے ایمان اور خدا کے ارادے کو دیکھو مومن کا ایمان اور خدا کا ارادہ لاکھوں گنی تعداد پر غالب آجاتا ہے۔ فتح آپ کے لیے مقدر ہے۔ عزت آپ کے گھر کی لونڈی بننے والی ہے لڑائی جھگڑے اور بزدلیوں کو چھوڑ دو۔ دلیری سے آگے بڑھو اور خدا کے مامور کو قبول کرو۔ اور پھر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو جاؤ۔ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اسلام کی خدمت کرتے ہوئے دنیا پر چھا جاؤ۔ یا شہادت کا جام پی کر خدا تعالیٰ کی گود میں جا بیٹھو کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی صرف کرنے سے بہتر کوئی عزت کی چیز نہیں۔

خدا تعالیٰ آپکے ساتھ ہو اور میری آرزوؤں سے بڑھ کر آپ کو کام کرنے کا موقع عطا فرمائے آمین۔[1]

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۶ء

فتنۂ منافقین کے باوجود اس سال کا جلسہ سالانہ منعقدہ (۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ اکتوبر) نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اس جلسہ کے لیے بھی حضرت مصلح موعودؓ نے حسب ذیل روح پرور پیغام دیا جو مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ نے جلسہ کے افتتاح کے موقعہ پر پڑھ کر سنایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران جماعت احمدیہ ہندوستان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صدر انجمن احمدیہ قادیان کی اور ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس دفعہ جلسہ میں بہت گڑبڑ ہو گئی ورنہ امید تھی۔ کہ پانچ ساڑھے پانچ سو آدمی اس دفعہ جلسہ پر ضرور پہنچ جاتا مگر اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے دو سو سے کچھ اوپر پہنچ جائیں گے۔ اگلے سالوں میں انشاء اللہ اگر صدر انجمن احمدیہ اور ناظر دعوت و تبلیغ نے اس تجربہ سے فائدہ اٹھایا تو یہ تعداد بڑھتی چلی جائے گی اس جلسہ پر ایک منافق بھی آرہا ہے آپ ہوشیار رہیں مومن کو منافق گمراہ نہیں کرسکتا مگر اس کی ایمانی

---

[1] اخبار بدر ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صلا

غیرت کو ضائع کر سکتا ہے۔ پس آپ لوگوں کو ایمانی غیرت دکھانی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ہندوستان میں ہی فوت ہوئے اور وہیں آپ مدفون بھی ہیں۔ اور حضرت خلیفہ اوّل .... بھی۔ آجکل حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد نے پاکستان میں ایک بڑا فتنہ اٹھایا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو خود دور کر دے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ میری اور سلسلہ کی مدد کرتا رہا ہے۔ لیکن چونکہ فتنے انسان اٹھاتے ہیں۔ انسانوں کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی تدبیروں سے فتنوں کو دور کریں اور سب سے زیادہ یہ فرض قادیان کے لوگوں پر ہے۔ میری خلافت کے لیے جب جماعت نے رائے دی تو اس وقت سب سے زیادہ افراد قادیان کے تھے اور اسی وقت خدا تعالیٰ نے مجھے الہام کیا کہ "اے قادیان کی جماعت مبارک ہو سب سے پہلے برکات خلافت تم پر ہی اترتی ہیں[1]" اب گو میں دور ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ اب برکات خلافت سب سے پہلے قادیان ہی کی جماعت پر اترتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے سارے ہندوستان کی جماعتوں پر۔ آج سے پہلے بھی جماعت میں فتنے اُٹھے اور بعض قادیان کے آدمی بھی ملوث ہوئے مگر ایک بہت بڑی اکثریت ہمیشہ فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔

قادیان کے محلوں کو آباد کرنے کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی دیا اور ربوہ کے تو ایک ایک انچ کے آباد کرنے کا ثواب مجھے دیا۔ گو ربوہ کی اکثریت ایمان پر قائم ہے مگر باوجود اس کے کہ ربوہ والوں پر میرا زیادہ احسان تھا میں نے تین سال کے اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس شہر کو آباد کیا جب کہ گورنمنٹ آف انڈیا دس سال میں چندی گڑھ آباد نہیں کر سکی۔ اور اس وقت ربوہ میں تین کالج اور تین سکول ہیں مگر پھر بھی ربوہ کے مومن اُس نسبت سے نہیں ہیں جس نسبت میں قادیان کے مومن ہوا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن مصری کے فتنہ کے وقت تین سال میں ایک یا دو آدمی کے متعلق شکایت تھی کہ اس کو ملنے گئے ہیں۔ مگر اس وقت تک تین یا چار کے متعلق شکایت آچکی ہے کہ عبدالمنان سے ملے ہیں۔ تین چار کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ مگر قادیان کے کمزوروں کی نسبت زیادہ ہے۔ اب میں آپ لوگوں سے اور تمام ہندوستان کے احمدی

---

[1] الفضل ۲۰ رجون ۱۹۱۴ء صدا

افراد سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے دائرہ تبلیغ کو وسیع کریں اور ہندوستان کے کونے کونے میں احمدیت کو پھیلا دیں۔ اور اس سال میں کم از کم پندرہ مولوی طیار کرکے اطلاع دیں۔ اور آئندہ ہر سال میں یہ تعداد بڑھتی چلی جائے یہاں تک کہ سینکڑوں تک جا پہنچے۔ یہ تعداد گو مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ صرف ضرورت ہے نیک نمونہ کی۔ اور متواتر عزم کی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کیساتھ ہو۔ اور مجھے جلد اطلاع ملے کہ شمالی وسطی اور جنوبی ہند میں لاکھوں لاکھ احمدی ہو چکا ہے۔ آمین۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ ربوہ۔ ۱۹۵۶ء/۱۰/۱ [ل]

اس جلسہ کے کوائف کی تفصیل صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔

"خدا تعالیٰ کے فضل سے مرکز قادیان کا ۶۵واں سالانہ جلسہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوگیا ہے۔ جلسہ کا پہلا دن بادلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور موسم کی خرابی کی وجہ سے جلسہ مسجد اقصیٰ میں کرنا پڑا۔ موسم کی خرابی اور کچھ شارع عام پر جلسہ کا انعقاد نہ ہوسکنے کی وجہ سے پہلے دن غیر مسلم تھوڑی تعداد میں تشریف لائے لیکن دوسرے اور تیسرے دن خدا کے فضل سے چار پانچ سو کی تعداد میں غیر مسلم جلسہ سُنتے رہے بوجہ دسہرا کے تہوار کے اس دفعہ ہندو نسبتاً کم تعداد میں شامل ہو سکے لیکن سکھوں نے کافی دلچسپی لی۔ شہر کے معززین سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ باوا بلونت سنگھ صاحب صوبیدار ٹھاکر سنگھ صاحب۔ سردار چنن سنگھ صاحب۔ سردار پورن سنگھ اور پنڈت ملک راج وغیرہم شاملِ جلسہ ہوئے اور توجہ کے ساتھ اسلام کی تبلیغ سُنتے رہے ہمارے نو احمدی سردار ورنہ سنگھ ڈیریوالہ سے نو۹ آدمی ساتھ لائے۔ اور جلسہ سُنتے رہے۔ اسی طرح موضع بھٹیاں سے چھ دوست آئے ملحقہ دیہات سے اور بھی متفرق اصحاب آئے۔ لدھیانہ سے مسٹر کانشی رام صاحب چاولہ جو مشہور مصنف ہیں اور ۲۷ مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے مصنف ہیں تشریف لائے اپنی کتابوں کے نمونہ بھی ساتھ لائے۔ سرکاری افسران میں سے سردار جھنڈا سنگھ صاحب S.D.M بٹالہ۔ تحصیلدار صاحب بٹالہ اور پولیس افسران بٹالہ و قادیان تشریف لاتے رہے۔ اور سب نے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو

ل بدر۔ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۹

سکون اور توجہ سے سُنا چوک اور جلسہ گاہ کے اِردگرد پولیس کے پہرہ کا انتظام بہت تسلی بخش تھا۔

جلسہ کی تقاریر شائع شدہ پروگرام کے مطابق نہ ہو سکیں کیونکہ مکرم مولوی محمد سلیم صاحب۔ مکرم گیانی واحد حسین صاحب۔ گیانی عباد اللہ صاحب اور مکرم پروفیسر اختر احمد صاحب تشریف نہ لا سکے گیانی واحد حسین صاحب کی غیر حاضری غیر مسلم دوستوں نے خاص طور پر محسوس کی۔ ان کی پنجابی تقریر بہت مقبول ہوتی ہے۔

جلسہ کی تقاریر خدا کے فضل سے مجموعی طور پر اچھی رہیں۔ اور ان کا اچھا اثر پڑا۔ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب اور مکرم مولوی امینی صاحب کی تقاریر خاص طور پر مؤثر اور مفید ثابت ہوئیں۔

مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کی رات کے تربیتی اجلاس میں بہت اچھی تقریر ہوئی۔ مکرم سلیم الجابی صاحب (جو ملک شام سے تشریف لائے ہیں) نے جلسہ کے اختتام کے موقع پر اردو میں بہت مؤثر تقریر کی۔ جس میں دعاؤں کی قبولیت کا ذکر بہت عمدہ پیرایہ میں کیا۔ ان کے مخصوص جوشیلے انداز کا غیر مسلموں پر بھی بہت اثر ہوا فالحمد للہ۔

حضرت اقدس ایدہ اللہ کا پیغام مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اور اس کی نقول سائیکلوسٹائل کر کے احباب میں تقسیم کی گئیں۔ مستورات کے جلسہ کا پہلے دن بیت المبارک اور ملحقہ مکان حضرت .... (اماں جان۔ ناقل) میں اور دوسرے دو دنوں میں جلسہ گاہ کے پاس مولوی عبدالمغنی صاحب مرحوم کے مکان کے لان میں انتظام کیا گیا۔ مردانہ جلسہ کی تقاریر بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنی جاتی رہیں گو افسوس ہے کہ ایک دفعہ لاؤڈ سپیکر کی خرابی کی وجہ سے مستورات کو تکلیف ہوئی۔

اختتامی تقریر مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے فرمائی۔ جس میں دعاؤں وغیرہ کے اعلانات اور حکام اور غیر مسلم حضرات کا شکریہ ادا کیا گیا اس سے پہلے میں نے بھی چند فقرات میں دوستوں کو برکاتِ خلافت سے متمتع ہونے اور دیگر ضروری امور کی طرف توجہ دلائی۔

اکثر نظمیں ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم اور ان کے لڑکے یونس احمد صاحب اسلم درویش نے خوش الحانی سے پڑھیں نظموں میں حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ کی نظم

میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نظم درویشانِ قادیان سے متعلق خاص طور پر مؤثر ثابت ہوئی۔ غیر مسلموں نے بھی اس نظموں کو پسند کیا ایک اجلاس کی صدارت محترمی صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے فرمائی اور خدا کے فضل سے اس فریضہ کو باحسن ادا کیا۔ محترم خانصاحب محمد یوسف صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری نے بھی ایک اجلاس کی صدارت فرمائی۔ رات کے تربیتی اجلاس کی صدارت مکرم سید محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر صوبہ بہار نے کی۔

جلسہ کے پہلے دن بارشوں کی وجہ سے بٹالہ قادیان کی گاڑی بند ہو گئی لیکن آخری دن جب کہ مہمانوں نے واپس جانا تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے گاڑی کا راستہ درست ہو گیا اور سفر کی سہولت پیدا ہو گئی۔ جلسہ کے دوران میں بارش کے رکنے اور پھر جلسہ کے بعد گاڑی کے جاری ہو جانے کا غیر مسلموں پر بھی خاص اثر ہوا اور وہ خود ہی نشانِ رحمت کا ذکر کرنے لگے۔ آخری دعا خدا کے فضل سے بہت بہت سوز و گداز اور گریہ و بکا سے ہوئی۔ جلسہ کے آغاز میں مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب امیر مقامی نے لوائے احمدیت لہرایا اور ہندوستانی اور پاکستانی جماعتوں کے احباب نے انتظام کے ماتحت اس کا پہرہ دیا۔

جلسہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور خلافت حقّہ کے ساتھ عقیدت اور اطاعت کا حسبِ ذیل یہ ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس کیا گیا۔

"ہم افراد جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان و پاکستان جو جلسہ سالانہ قادیان کے مقدس اجتماع میں جمع ہوئے ہیں اپنے مقدس اولوالعزم اور برحق امام سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دلی خلوص اور عقیدت کا ایک مرتبہ پھر اظہار کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم آپ کو آیت استخلاف کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ یقین کرتے ہیں حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد اور بعض دوسرے منافقین نے خلافتِ حقّہ ثانیہ کے خلاف جو شرارت انگیز فتنہ اٹھایا ہوا ہے۔ اس کے خلاف انتہائی نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ خلافتِ ثانیہ برحق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کر سکتا جو لوگ خلافت حقّہ کے خلاف فتنہ انگیزی کر رہے ہیں وہ اپنے پیش رو منافقین کی طرح خائب و خاسر اور نامراد ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کے نور کو اپنے وعدہ کے مطابق پھیلاتا چلا جائے گا اور سلسلہ حقّہ کو خلافت کی برکت سے دنیا پر غالب

کرے گا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں قادیان کی آبادی ترقی۔ وسعت اور برکت کا جو تعلق اپنے پاک وجود سے بتایا ہے ہم سب عملی طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان برکات و فیوض کا قادیان کے متعلق مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ملکی تقسیم کے وقت اور بعد میں بھی ان خاص آسمانی برکات و تائیدات کو جو خلافتِ حقہ ثانیہ کے طفیل ہم پر نازل ہو رہی ہیں ہم روز و شب دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور وہی بناتا رہے گا۔ خلیفہ بننے کے لیے سازشیں اور منصوبے کرنا اسلام کی رو سے لعنتی کام ہے اور ایسے لوگ ضرور ناکام و نامراد رہیں گے۔"[1]

اس موقعہ پر اردو انگریزی ہندی اور گورمکھی لٹریچر تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں غیر مسلموں میں تقسیم کیا گیا۔ احباب جماعت ہائے ہندوستان کے لیے بھی پہلے سے لٹریچر تیار کر رکھا تھا جو تمام جماعتوں کے نمائندوں کو دستی طور پر دے دیا گیا۔

ہندوستان سے ۳۵ ا احباب اور پاکستان سے ۳۴۴ زائرین شریک جلسہ ہوئے ...... کشمیر سے اس دفعہ دو تین سو کی تعداد میں احباب جلسہ پر آنے کے لیے تیار تھے۔ لیکن عین وقت پر سخت طوفان باراں کی وجہ سے رستے مسدود ہو گئے اور آٹھ دس افراد جو یہاں پہنچے وہ بھی معجزانہ طور پر بچکر آئے۔"[2]

احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی ایک اہم تقریب

مرکز میں احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کے نام سے احمدی صحافیوں کی ایک تنظیم قائم تھی۔ جس کے صدر مولانا ابوالعطا صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الفرقان تھے۔ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو اس ایسوسی ایشن کی طرف سے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اور مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر "آزاد نوجوان" مدراس کے اعزاز میں ایک اہم تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء صا و ص۸

[2] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص۳ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار "بدر" قادیان ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء

ازراہِ شفقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے بھی شرکت فرمائی۔ اس تقریب میں ممبران ایسوسی ایشن کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ مکرم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل اعلیٰ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اصلاح و ارشاد مکرم صاحبزادہ میاں داؤد احمد صاحب ناظر حفاظت مکرم سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب مکرم سیٹھ یوسف الہ دین صاحب اور بعض دیگر احباب بھی شریک ہوئے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو جامعۃ المبشرین کے انڈونیشی طالبعلم راڈن احمد انور صاحب نے کی بعدہٗ مولانا ابوالعطاء صاحب ایڈیٹر ماہنامہ "الفرقان" نے تقریب کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اس امر پر انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار کیا کہ سیدنا حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس تقریب میں شمولیت فرما کر احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کو سرفراز فرمایا ہے اور ازراہ نوازش ممبران ایسوسی ایشن کو یہ موقعہ عطا فرمایا ہے کہ وہ حضور کی زریں ہدایات اور روح پرور ارشادات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

بعدہٗ مکرم محمد کریم اللہ صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں سیدنا حضرت مصلح موعود سے ملاقات اور ربوہ کی زیارت کا شرف عطا فرمایا اس کے بعد آپ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ صحافت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جنون کی ضرورت ہے آپ نے کہا ضروری ہے کہ یہ جنون ایک خاص نظریہ پر مبنی ہو اور وہ نظریہ صحافی کے لیے مقصد حیات کا درجہ رکھتا ہو جب تک کسی صحافی میں یہ جنونی کیفیت اور تڑپ پیدا نہ ہوگی وہ ان مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ جو ایک اخبار کو کامیابی سے چلانے میں ابتداً پیش آتی ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے ان مشکلات پر روشنی ڈالی جن سے ابتدائی مراحل میں ہفت روزہ "آزاد نوجوان" کو دوچار ہونا پڑا۔

آخر میں حضرت امام ہمام المصلح الموعود نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے محمد کریم اللہ صاحب کے اس نظریہ کی تائید فرمائی کہ صحافت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایک جنون کی ضرورت ہے حضور نے فرمایا میں اس بات کی تائید محض عقلی دلیل کی بناء پر نہیں بلکہ عملی تجربہ کی بناء پر کرتا ہوں کیونکہ میری زندگی بھی صحافت سے ہی شروع ہوئی ہے۔ میں ابھی چودہ پندرہ سال کا تھا کہ میں نے

"تشحیذ الاذہان" نکالا۔ اور پھر چوبیس پچیس سال کی عمر میں "الفضل" جاری کیا۔ حضور نے ان ہر دو اخبارول کو نکالنے میں ابتدائی مشکلات اور محنت و مشقت پر روشنی ڈالنے کے بعد ان ہر دو کی افادیت بلند معیار اور غیروں تک میں بھی ان کی مقبولیت کے متعدد واقعات بیان فرمائے۔ اور نوجوانوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے نوجوان بھی اس قسم کے شغف اور عزم و استقلال کی بدولت آج صحافت کے میدان میں ترقی کر کے دین کی خدمت کا فریضہ ادا نہ کر سکیں۔

دورانِ تقریر میں حضور نے ٹھوس مضامین اور ہلکے پھلکے شذرات کی علیحدہ علیحدہ اہمیت بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ دونوں قسم کے مضامین موقع اور محل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ حضور نے نہایت لطیف مثالیں دے دے کر ان کے بعض فنی پہلوؤں کی بھی وضاحت فرمائی "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے موجودہ زمانہ میں صحافت کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس امر پر خاص زور دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے "سلطان القلم" قرار دیا ہے اس ضمن میں کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان ذمہ داریوں کو "کماحقہ" کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی"۔[1]

انصار اللہ کو حضرت مصلح موعود کی قیمتی نصائح

اس سال ربوہ میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا دوسرا سالانہ اجتماع ۲۶، ۲۷، ۲۸ اکتوبر کو منعقد ہوا۔ جس میں حضور نے انصار کو بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ اور خاص طور پر نظام خلافت کی عظیم برکات پر روشنی ڈالی۔ جیسا کہ پہلے باب میں ذکر آچکا ہے۔ اس کے علاوہ حضور نے جن ضروری امور کی طرف احباب جماعت کو متوجہ فرمایا۔ اُن کا خلاصہ حضور ہی کے مبارک الفاظ میں سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔ حضور نے لفظ انصار اللہ کی تاریخی عظمت و اہمیت واضح

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ و ۸

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

ا۔ "آپ لوگوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا ہے یہ نام قرآنی تاریخ میں بھی دو دفعہ آیا ہے قرآنی تاریخ میں ایک دفعہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں چنانچہ جب آپ نے فرمایا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ تو آپ کے حواریوں نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے متعلق فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ مہاجرین کا تھا اور ایک گروہ انصار کا تھا گویا یہ نام قرآنی تاریخ میں دو دفعہ آیا ہے ایک جگہ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق آیا ہے اور ایک جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے ایک حصہ کو انصار کہا گیا ہے جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی انصار کا دو جگہ ذکر آیا ہے۔ ایک دفعہ جب حضرت خلیفہ اوّل رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کی پیغامیوں نے مخالفت کی تو میں نے انصار اللہ کی ایک جماعت قائم کی اور دوسری دفعہ جب جماعت کے بچوں نوجوانوں بوڑھوں اور عورتوں کی تنظیم کی گئی تو چالیس سال سے اوپر کے مردوں کی جماعت کا نام انصار اللہ رکھا گیا گویا جس طرح قرآن کریم میں دو گروہوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا اس طرح جماعت احمدیہ میں بھی دو جماعتوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا۔ پہلے جن لوگوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا اُن میں سے اکثر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفقاء تھے۔ کیونکہ یہ جماعت ۱۴-۱۹۱۳ء میں بنائی گئی تھی۔ اور اس وقت اکثر رفقاء زندہ تھے۔ اور اس جماعت میں بھی اکثر وہی شامل تھے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی جن انصار کا ذکر آتا ہے اُن میں زیادہ تر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ شامل تھے۔ دوسری دفعہ جماعت احمدیہ میں آپ لوگوں کا نام اسی طرح انصار رکھا گیا۔ جس طرح قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ادنیٰ نبی حضرت مسیح ناصری کے ساتھیوں کو انصار اللہ کہا گیا ہے آپ لوگوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کم ہیں اور زیادہ حصہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے میری بیعت کی ہے۔ اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام والی بات بھی پوری ہو گئی یعنی جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھیوں کو انصار اللہ کہا گیا تھا اسی طرح مثیل مسیح موعودؑ کے ساتھیوں کو بھی انصار اللہ کہا گیا ہے۔ گویا قرآنی تاریخ میں بھی دو زمانوں میں دو گروہوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا۔ اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی

دو گروہوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء اب بھی زندہ ہیں مگر اب ان کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی ہے صحابی اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو نبی کی زندگی میں اس کے سامنے آگیا ہو گو یا زیادہ تر یہ لفظ انہی لوگوں پر اطلاق پاتا ہے جنہوں نے کی صحبت سے فائدہ اٹھایا ہو۔ اور اس کی باتیں سُنی ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ شخص بھی آپ کا صحابی کہلا سکتا ہے جس نے خواہ آپ کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھایا ہو لیکن آپ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہو اور اس کا باپ اسے اٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لے گیا ہو لیکن یہ ادنیٰ درجہ کا رفیق ہوگا۔ اعلیٰ درجہ کا رفیق وہی ہے جس نے آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور آپ کی باتیں سُنیں اور جن لوگوں نے آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور آپ کی باتیں سُنیں ان کی تعداد اب بہت کم رہ گئی ہے اب صرف تین چار آدمی ہی ایسے رہ گئے ہیں جن کے متعلق مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور آپ کی باتیں سُنی ہیں ممکن ہے اگر زیادہ تلاش کیا جائے تو ان کی تعداد تیس چالیس تک پہنچ جائے اب ہماری جماعت لاکھوں کی ہے اور لاکھوں کی جماعت میں اگر ایسے تیس چالیس رفقاء بھی ہوں تب بھی یہ تعداد بہت کم ہے۔ اس وقت جماعت میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے ایسے شخص کی بیعت کی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا متبع تھا۔ اور ان کا نام اسی طرح انصار اللہ رکھا گیا جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کا نام انصار اللہ رکھا گیا تھا حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ[1]۔ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام میرے زمانہ میں زندہ ہوتے تو وہ میرے متبع ہوتے۔ غرض اس وقت جماعت کے انصار اللہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک متبع اور مثیل کے ذریعہ اسلام کی خدمت کا موقع ملا اور وہ آپ لوگ ہیں۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال

---

[1] تفسیر ابن کثیر از حافظ عماد الدین ابی الفداء اسمٰعیل بن عمر وابن کثیر القرشی برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ المطبع الکبریٰ المیریۃ بولاق مصر المحمیۃ سنہ ۱۳۰۰ھ الطبعۃ الاولیٰ

آپ لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ جس طرح ان کے حواریوں کو انصار اللہ کہا گیا تھا۔ اسی طرح مثیل مسیح موعودؑ کے ساتھیوں کو انصار اللہ کہا گیا ہے۔ پھر آپ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے انصار کی بات بھی پائی جاتی ہے۔ یعنے جس طرح انصار اللہ میں وہی لوگ شامل تھے جو آپ کے صحابہ تھے۔ اسی طرح آپ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیق شامل ہیں۔ گویا آپ لوگوں میں دونوں مثالیں پائی جاتی ہیں۔ آپ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیق بھی ہیں جنہیں انصار اللہ کہا جاتا ہے۔ جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کو انصار کہا گیا۔ پھر جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اپنا متبع قرار دیا ہے اور ان کے صحابہ کو بھی انصار اللہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک متبع کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو بھی انصار اللہ کہا گیا ہے۔ شاید بعض لوگ یہ سمجھیں کہ یہ درجہ کم ہے لیکن اگر چالیس سال اور گزر گئے تو اس زمانہ کے لوگ تمہارے زمانہ کے لوگوں کو بھی تلاش کریں گے اسلامی تاریخ میں صحابہ سے ملنے والوں کو تابعی کہا گیا ہے کیونکہ وہ صحابہؓ کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئے تھے۔ اور ایک تبع تابعی کا درجہ ہے یعنی وہ لوگ جو تابعین کے ذریعے صحابہؓ کے ذریعہ ہوئے اور آگے صحابہؓ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئے اس طرح تین درجے بن گئے ایک صحابی دوسرے تابعی اور تیسرے تبع تابعی۔ صحابی وہ جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ اور آپؐ کی باتیں سنیں۔ تابعی وہ جنہوں نے آپؐ سے باتیں سننے والوں کو دیکھا اور تبع تابعی وہ جنہوں نے آپؐ سے باتیں سننے والوں کے دیکھنے والوں کو دیکھا دنیوی عاشق تو بہت کم حوصلہ ہوتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
مرا دل پھیر دے مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

مگر مسلمانوں کی محبتِ رسولؐ دیکھو جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ فوت ہوئے تو انہوں نے آپؐ سے قریب ہونے کے لیے تابعی کا درجہ نکال لیا اور جب تابعی ختم ہو گئے تو انہوں نے تبع تابعین کا درجہ نکال لیا۔ اس شاعر نے تو کہا تھا۔

نہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں ۔ مرا دل پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

مگر یہاں یہ صورت ہوگئی ہے کہ تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں اور پھر ان کے چاہنے والوں کو بھی چاہوں اور پھر تیرہ سو سال تک برابر چاہتا چلا جاؤں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ

مرا دل پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

بلکہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے چاہنے والوں کو چاہتے ہیں چاہے وہ صحابی ہوں تابعی ہوں۔ تبع تابعی ہوں یا تبع تبع تابعی ہوں اور ان کے بعد یہ سلسلہ خواہ کہاں تک چلا جائے ہم کو وہ سب لوگ پیارے لگتے ہیں کہ ان کے ذریعہ ہم کسی نہ کسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوجاتے ہیں۔ محدثین کو اس بات پر بڑا فخر ہوتا تھا کہ وہ تھوڑی سی سندات سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں گیارہ بارہ راویوں کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا پہنچتا ہوں۔ آپ کو بعض ایسے اساتذہ مل گئے تھے جو آپ کو گیارہ بارہ راویوں کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے تھے اور آپ اس بات پر بڑا فخر کیا کرتے تھے۔ اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع نے آپ کی صحابیت کو بارہ تیرہ درجوں تک پہنچا دیا ہے اور اس پر فخر کیا ہے۔ تو آپ لوگ یا رفیق ہیں یا تابعی ہیں ابھی تبع تابعین کا وقت نہیں آیا۔ ان دونوں درجوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو عزت بخشی ہے اس عزت کا میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انصار کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کی قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں چنانچہ جب ہم انصارؓ کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں کہ اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں ان کے نقشِ قدم پہ چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دور دور تک پھیل جائے۔ اور اتنی طاقت پکڑ لے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابلہ پہ نہ ٹھہر سکے"۔ [1]

۲۔ "یاد رکھو تمہارا نام انصار اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لیے تم کو بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لیے قائم رکھتے چلے جاؤ۔

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۲، ۳

اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جاوے۔ اور اس کے دو ذریعے ہو سکتے ہیں ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور اس میں خلافت کی محبت قائم کی جائے۔ اس لیے میں اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی تھی۔ اور خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ یہ اطفال اور خدام آپ لوگوں کے ہی بچے ہیں۔ اگر اطفال الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی تو خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی اور اگر خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی تو اگلی نسل انصار اللہ کی اعلیٰ ہو گی۔ میں نے سیڑھیاں بنا دی ہیں آگے کام کرنا تمہارا کام ہے۔ پہلی سیڑھی اطفال الاحمدیہ ہے۔ دوسری سیڑھی خدام الاحمدیہ ہے۔ تیسری سیڑھی انصار اللہ ہے۔ اور چوتھی سیڑھی خدا تعالیٰ ہے۔ تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو تو چاروں سیڑھیاں مکمل ہو جائیں گی اگر تمہارے اطفال اور خدام ٹھیک ہو جائیں اور پھر تم بھی دعائیں کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ تو پھر تمہارے لیے عرش سے نیچے کوئی جگہ نہیں اور جو عرش پر چلا جائے وہ بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ دنیا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو زیادہ سے زیادہ سو دو سو فٹ پر حملہ کر سکتی ہے۔ وہ عرش پر حملہ نہیں کر سکتی۔ پس اگر تم اپنی اصلاح کر لو گے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو گے تو تمہارا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا اور اگر تم حقیقی انصار اللہ بن جاؤ تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی۔ اور وہ عیسائیت کی خلافت سے بھی لمبی چلے گی۔

عیسائیوں کی تعداد تو تمام کوششوں کے بعد مسلمانوں سے قریباً دُگنی ہوئی ہے مگر تمہارے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد کو اتنا بڑھائے گا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دوسرے تمام مذاہب ہندو ازم۔ بدھ مت۔ عیسائیت اور شنٹو ازم وغیرہ کے پیرو تمہارے مقابلہ میں بالکل ادنیٰ اقوام کی طرح رہ جائیں گے۔ یعنی ان کی تعداد تمہارے مقابلہ میں ویسی ہی بے حقیقت ہو گی جیسے آجکل ادنیٰ اقوام کی دوسرے مقابلہ میں ہے وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ یقیناً آئے گا لیکن جب آئے گا تو اس ذریعہ سے آئے گا کہ خلافت کو قائم رکھا جائے تبلیغ اسلام کو قائم رکھا جائے تحریک جدید کو مضبوط کیا جائے۔ اشاعت اسلام کے لیے جماعت میں شغف زیادہ ہو اور دنیا کے کسی کونہ کو بھی بغیر مبلغ کے نہ چھوڑا جائے۔"[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء صہ ۳

نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی ایمان افروز تقریر

انصار اللہ کے اس دوسرے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے جو تقریر فرمائی وہ جماعتی تربیت کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی تھی۔ جس میں آپ نے نہایت پُر شوکت الفاظ میں تین بنیادی نکات پر روشنی ڈالی۔

اوّل :۔ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت :۔

دوم :۔ زندہ خدا پر ایمان :۔

سوم :۔ شیطانی غلبہ سے بچنے کا طریق :۔

اِن بنیادی نکات کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہیں :۔

پہلا نکتہ

۱۔ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں جو کچھ ہے قرآن کریم کی تفسیر ہی ہے ان کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو قرآن کریم کی تفسیر نہ ہو۔ اور قرآن کریم وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک انسانی روحانی پیاس بجھانے کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب دورِ حاضر کے مطابق قرآن کریم کی صحیح تفسیر ہیں۔ اگر ہم ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے اور انہیں بند رکھتے ہیں۔ تو گویا ہم قرآن کریم کو مہجور کے طور پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بے شک گزشتہ زمانہ میں قرآن کریم کی متعدد تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ اور بعض اپنے زمانہ کے لحاظ سے بہت اچھی تھیں۔ لیکن اب ان تفاسیر کا زمانہ گزر گیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اس لمبے زمانے کے لیے اس وقت تفسیر کا ایک نیا دروازہ کھولا گیا ہے اور اس دروازہ کو کھولنے والا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک وجود ہے۔ اگر اس کیطرف سے غفلت برتیں گے تو نہ صرف ہم خود ایک بڑے گناہ کے مرتکب ہوں گے بلکہ اپنی اولادوں پر بھی سخت ظلم کریں گے۔ ہمارے ایک نہایت مخلص دوست ہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ دین کے لیے بڑی قربانی کرنے والے ہیں ان کا ایک بچہ ہمارے کالج میں پڑھتا ہے۔ ایک دن مجھے اس کے

متعلق معلوم ہوا کہ اس کے منہ سے بعض ایسے فقرے نکلے ہیں جو ایک احمدی کے منہ سے نہیں نکلنے چاہئیں ایک سیکنڈ کے لیے میری طبیعت میں سخت غصہ پیدا ہوا کہ اس نے یہ بیہودگی کیوں کی ہے۔ لیکن فوراً ہی میرا خیال اس طرف گیا کہ شاید اس میں اس کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ کسی اور جگہ کمزوری ہو۔ جو ان فقرات کا موجب ہوئی ہو۔ اس خیال کے آتے پر مَیں نے اسے اپنے پاس بلایا اور بڑے پیار سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں سے کون کونسی کتب پڑھی ہیں وہ بڑے آرام سے کہنے لگا۔ کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ حالانکہ وہ سیکنڈ یا تھرڈ ایئر کا سٹوڈنٹ تھا۔ اس پر مَیں نے سمجھا کہ جو فقرے اس کے منہ سے نکلے ہیں وہ اس بات کا نتیجہ تھے کہ وہ اس تعلیم سے ناواقف ہے جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ہیں۔ پس اگر ہم اپنی اولاد میں صحیح روحانیت پیدا کرنے کی طرف بے توجہ ہو جائیں تو ہم بڑے ظالم ہیں خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ ان حالات میں ہماری اولاد سے کیا سلوک کرے گا لیکن اگر وہ اس صحیح روحانیت سے کورے ہیں تو ہمارا ظلم ثابت ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کے مواخذہ سے بچ نہیں سکتے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں وہ خزانہ ملا ہے جس کو ہم اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے اور دوسری طرف ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت نہیں یا تو وہ خزانہ خزانہ نہیں یا ہمارا یہ خیال غلط ہے کہ ہمیں اس خزانہ کی ضرورت نہیں۔ اگر ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت نہیں تو ہمیں بھی اس کی ضرورت نہیں۔ اور ہم اس دعویٰ میں منافق ہیں کہ ہمیں اس خزانہ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر اس خزانہ کی ہمیں ضرورت ہے تو ہماری اولاد کو بھی اس کی ضرورت ہے۔ اور اگر ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ اس خزانہ سے فائدہ اٹھاتی ہے یا نہیں۔ یعنی وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کرتی ہے یا نہیں۔ اگر جماعت کے دوست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں تو لازمی بات ہے کہ ان میں ہر ایک شخص اپنی عقل سمجھ اور علم کے مطابق ان کتب سے ضرور کچھ نہ کچھ اخذ کرے گا۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی کتب بار بار پڑھی ہیں اور ہمارا تجربہ ہے جب بھی کوئی کتاب دوبارہ پڑھی اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی نیا مسئلہ حل ہوا یا کوئی نہ کوئی نیا عقدہ کھلا یا کوئی نہ کوئی نئی دلیل سامنے آگئی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتب معارف کا ایک خزانہ اپنے اندر رکھتی ہیں اس کا ایک حصہ تو ایسا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر بڑے اہم اور قیمتی مضامین کو لیے ہوئے ہے اور جب بھی حالات آپ کی توجہ اس طرف پھیر دیں یا اللہ تعالیٰ کا منشاء ہو کہ آپ کی توجہ اس طرف پھر جائے تو آپ کو نئے نئے مضامین سوجھیں گے۔"

دوسرا نکتہ

۲۔ "قرآن کریم میں شیطان کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ[1] میرے جو بندے ہوں گے اُن پر تو غلبہ نہیں پا سکتا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف شیطان کو یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ ان پر کبھی غلبہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس چیلنج کو دیکھ کر انسان جو ضعیف اور کمزور ہے یہ خیال کرتا ہے کہ یہ چیلنج کیسے پورا ہو گا۔ اس کو پورا کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی ہدایت کا ملنا بھی ضروری ہے۔ اور وہ ہدایت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہے۔ یہ ایک دیوار ہے جو شیطان اور خدا تعالیٰ کے بندوں کے درمیان کھڑی کر دی گئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہو تو شیطان انسان کے مقابلہ میں بہت طاقتور ہستی ہے جو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میں تیرے بندوں میں دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے گھسوں گا اور انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر اگر انسان غلبہ حاصل کر سکتا ہے تو محض خدا تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں ہی کر سکتا ہے اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وہ ہتھیار ہے جو شیطان کے مقابلہ کے لیے خدا تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کوئی منتر یا ٹونہ نہیں کہ صرف منہ سے یہ فقرہ دہرا کر شیطان کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اگر ایک کروڑ دفعہ بھی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا جائے تو قطعاً یہ نہیں ہو سکتا کہ شیطان بھاگ جائے اور نہ ہی یہ کوئی تعویذ ہے جس سے ہاتھ پر باندھ لیا۔ یا کاغذ پر لکھ کر اسے گھوٹ کر پی لیا

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ۶۶

جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ بلکہ شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک خاص ذہنیت کی ضرورت ہے جس کو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بندے کے اندر پیدا کر دیتا ہے اور جب یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو شیطان انسان کے قریب نہیں آ سکتا اور وہ ذہنیت یہ ہے کہ بے شک انسان بڑا کمزور اور ناتواں ہے لیکن خدا تعالیٰ بڑی طاقتوں والا ہے اس کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ ہم سے نیکیاں کرائے اور اس کے اندر یہ طاقت بھی ہے کہ وہ ہمیں بدیوں سے محفوظ رکھے ۔ جب یہ ذہنیت انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اسے اپنی گود میں اٹھا لیتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھا ہو شیطان کا اس پر حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس طرح وہ اس ذہنیت کے پیدا ہونے کے نتیجہ میں شیطان کے حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ایک بڑی اہم اور قیمتی دعا ہے جو آپ کے کام آئے گی ۔

جب فرقان بٹالین کشمیر کے محاذ پر کام کر رہی تھی اس وقت مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں محاذ پر جانا پڑا ۔ جب میرا قیام ختم ہو گیا تو میں نے واپس آنے کا ارادہ کیا ۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی ۔ مگر ان دنوں چونکہ لڑائی کا کام تھا اور لڑائی کے دنوں میں انسان کی ذہنیت تیز ہو جاتی ہے فوراً یہ خیال آیا کہ سڑک ٹوٹی ہوئی ہے تو کیا ہوا نہر کی پٹڑی تو ہے سرکاری نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہر کی پٹڑی سڑک کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پرے جا کر سڑک سے مل جاتی ہے چنانچہ ہم سڑک کی بجائے نہر کے راستے واپس ہوئے رسول ہیڈ کے قریب گیٹ بند تھا لہٰذا ہمیں موٹر کھڑا کرنا پڑا ۔ جب گیٹ کھلا تو موٹر فیل ہو گئی وہ سٹارٹ نہیں ہوتی تھی ۔ ہمارے پاس نہ اوزار تھے اور نہ پٹڑی پر ٹریفک تھی کہ کسی آنے جانے والے کی مدد لی جا سکے ۔ کاربوریٹر میں میل جم گئی تھی جس کی وجہ سے وہ کام نہیں کر رہا تھا ۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ دعا آئی بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ اور میں نے خیال کیا کہ بے شک اس وقت موٹر فیل ہو گئی ہے اور ہم میں طاقت نہیں کہ اسے سفر کے قابل بنا سکیں مگر اللہ تعالیٰ میں تو طاقت ہے کہ اس سے کام لے سو ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیئے ۔ کہ وہ ہمیں مصیبت سے نکالے چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

مجھ سے کوئی بات نہ کریں اور مَیں نے پوری توجہ کے ساتھ اس دعا کو پڑھنا شروع کیا اس کے بعد موٹر کو دھکا دیا گیا تو وہ سٹارٹ ہو گئی۔ مَیں تمام راستہ یہی دعا پڑھتا رہا اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ اور موٹر سارا راستہ چلتی رہی۔ کہیں نہ رُکی۔ یہاں تک کہ ہم رتن باغ لاہور پہنچ گئے اور موٹر کو گیراج میں کھڑا کر دیا بعد میں وہ موٹر اس وقت تک گیراج سے نہ نکلی جب تک کہ ایک ماہر مستری نے اسے چلنے کے قابل نہ بنا دیا۔ اب دیکھو اس دعا کی برکت تھی کہ ہم باوجود بظاہر بے کس و بے بس ہونے کے رسول ہیڈ سے لاہور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ورنہ موٹر کام کرنے کے قابل نہ تھی۔ سو یہ دعا بڑی برکت والی ہے۔ مجھے خیال آیا کہ مَیں دعا آپ کو بتا دوں تا آپ بھی روزانہ زندگی میں اس سے فائدہ حاصل کریں۔"

تیسرا نکتہ

۳۔ "خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل جہاں ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ تعلق پیدا کر سکیں وہاں ہمیں یہ سبق بھی دیا ہے کہ بنی نوع انسان کی اتنی مدد کرو کہ اور کسی انسان نے نہ کی ہو۔ آنحضرت صلعم کی سیرت کا ایک واقعہ اس پر وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے۔ بدر کی جنگ کو خدا تعالیٰ نے فرقان سے تعبیر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ کفر اور ایمان میں فرق کرنے والا دن ہے اور یہ نام اسے قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے دیا ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے کفر کی طاقت کو توڑ دیا اور اسلام کے نام کو امتیاز کے ساتھ قائم کیا۔ ایک طرف کفار اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اور اپنے لاؤ و لشکر کی مدد سے مسلمانوں کو جو قلیل تعداد میں تھے اپنے زعم میں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لیے آئے تھے۔ اور دوسری طرف وہ صحابہؓ تھے جو کمزور ناتواں تھے۔ تعداد میں کم تھے۔ اور ان کے پاس کفار کے مقابلہ میں جنگی سامان بھی نہیں تھا۔ ان میں سے اکثر کو کفار نے طرح طرح کی تکلیفیں دی تھیں غرض بدر کے روز صحابہ کی حالت کفار کے مقابلہ میں بہت زیادہ کمزور تھی اور بظاہر حالات ان میں مقابلہ کی سکت نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اِن کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتوں کے لشکر نازل کیے اور انہیں کہا کہ اس قوم کی مدد کرو۔ اور مقابل لشکر پر اسے فتح اور کامرانی حاصل کرنے میں مدد دو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی مدد سے اس دن مسلمانوں

نے باوجود قلیل التعداد اور ظاہری اسباب سے محروم ہونے کے کفار پر فتح حاصل کی۔ اور خوشی سے مسلمان پھولے نہ سمائے۔ لیکن اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کونہ میں دعا میں مصروف تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک صحابی نے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ دن تو خوشی کا ہے رونے کا نہیں اور آپؐ رو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے آج اپنے وعدوں کو پورا کر دیا ہے اور رؤساء مکہ کے سروں کو آپؐ کے قدموں میں لا رکھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا بے شک خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے اور ہمیں کفار کے مقابلہ میں عظیم الشان فتح نصیب کی ہے۔ لیکن کاش یہ لوگ اس دن سے پہلے ایمان لے آتے اور ان کا یہ حشر نہ ہوتا یہ کیفیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی آپؐ کو فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[1] کہ شاید تو اس وجہ سے کہ کفار ایمان نہیں لائے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے یہی محبت اور جذبہ بنی انسان کے لیے ہر مسلمان اور ہر احمدی میں پیدا ہونا چاہیئے۔ اس کے بغیر احمدیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ جہاں کہیں بھی ہم ہوں ہمارا دل اس وجہ سے کڑھتا رہنا چاہیئے کہ یہ لوگ سچائی پر ایمان کیوں نہیں لائے۔ کیوں اس سے دور چلے گئے وہ کیوں اس ہستی کو نہیں دیکھ رہے جس کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت کے نتیجہ میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو دنیا ہماری باتیں سننے پر مجبور ہو جائے گی۔ اور اس کے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں ہوگا سو آپ بنی نوع انسان کی مدد کا سچا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں اور اس جذبہ کے ماتحت انہیں احمدیت کے قریب لانے کی کوشش کریں اگر آپ اس جذبہ کے ماتحت تبلیغ کریں گے اور جب تک وہ ایمان نہ لائیں آپ کا دل کڑھتا رہے گا تو خدا تعالیٰ آپ کی کوشش میں برکت دے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ دوسرے لوگ آپ کی باتوں کو سنیں گے اور احمدیت کے نور سے منور ہونے کے لیے اپنے آپ کو اس جماعت سے وابستہ کر لیں گے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کی ہے اور اسی میں شامل ہونے میں نجات ہے۔"[2]

---

[1] الشعراء: ۴ [2] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۴ و ۶

مصر پر حملہ اور جماعت احمدیہ کا جمال عبدالناصر کے نام برقی پیغام

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو عالم اسلام ایک دردناک صورتحال سے دوچار ہوگیا جبکہ برطانیہ اور فرانس نے مصر پر متحدہ بحری اور فضائی حملہ کر دیا۔ اور قاہرہ۔ اسماعیلیہ۔ پورٹ سعید اور دوسرے بڑے بڑے شہروں پر بمباری کی جس سے کئی شہری ہلاک ہوئے۔ اور جائیدادوں کو بھاری نقصان پہنچا۔ اس نازک موقع پر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور خارجہ نے مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے نام حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا :۔

(ترجمہ) موجودہ نازک وقت میں جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ برطانیہ اور فرانس نے مصر پر حملہ کر کے ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے چہروں کو داغدار کر لیا ہے خدا تعالیٰ ضرور ان کو اس کی سزا دے گا یہ امر ہمارے لیے حیرت کا باعث ہے کہ جبکہ موجودہ اسرائیلی حملہ اس بنا پر ظہور میں آیا ہے کہ آپ عربوں اور خصوصیت سے اردن کے مفادات کی علمبرداری کا فرض ادا کر رہے ہیں یہ ممالک کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور صرف زبانی ہمدردی پر اکتفا کر رہے ہیں خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے ہماری دعا ہے کہ موجودہ جنگ میں اللہ تعالیٰ اہل مصر کی مدد فرمائے۔ آمین۔

ناظر امور خارجہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

۳ ر نومبر ۱۹۵۶ء

اس پیغام کے جواب میں صدر جمال عبدالناصر نے حسب ذیل جوابی تار ارسال فرمایا :۔

I have received with sincere appreciation the gracious message expressing the good wishes and fervent prayers of Ahmadiyya Community and its head for the victory of Egypt in its struggle against the aggressors. We thank you all for these kind feelings and noble sentiments. May God help and grant us prosperity.

Jamal Abdul Nasir

(ترجمہ) میں نے آپ کا مقتدر پیغام قدردانی کے پُر خلوص جذبات کے ساتھ وصول کیا ہے جس میں حملہ آوروں کے خلاف اہلِ مصر کی جدوجہد میں مصر کی کامیابی اور فتح کے لیے جماعت احمدیہ اور امام جماعت احمدیہ کی طرف سے نیک خواہشات اور دلی دعاؤں کا اظہار کیا گیا ہے ہم ایسے اعلیٰ خیالات اور نیک جذبات پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں خدا تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں خوشحالی عطا کرے۔

جمال عبدالناصر[1]　　　مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۵۶ء

اس برقیہ کے موصول ہونے پر حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے جو عربی مکتوب لکھا اس کا متن یہ ہے

"ربوہ
۲۶/۱۱/۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

فخامة السيد جمال عبد الناصر رئيس الجمهورية المصرية

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد فقد تلقيت برقية فخامتكم المورخة فی ۱۹/۱۱/۱۹۵۶ء المعبرة عن عواطف الشكر والامتنان فكان لها الصدى الحسن لدى الامام الجماعة الاحمدية الذی ثلجت صدره اخبار وقف العدوان الانكليزی الافرنسی و الاسرائيلی وفشل المؤامرة التی حاكها الاستعمار ضد مصر العزيزة وهو يدعوه تعالىٰ ان يكلاكم يدعوه تعالىٰ ان يكلاكم والشعب المصری بعنايته لتكونوا الدرع القوی الغربی للكعبة الاسلام ضدّا عدائه۔

ألا ان حضرة امام الجماعة الاحمدية لا زال مهتما اهتماما عظيما بقضية الخطر الصيهونی " الذی يهدد البيت الحرام مباشرة حتى

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

رأيناه يقترح منذ ثمانی سنوات على الشعب الباكستانى بغرض ضريبة تساوى الواحد بالمائة من املاك كل باكستانى تخصص لمساعدة عرب فلسطين ضدّ اسرائيل وسواها من اعداء الاسلام والعروبة يومئذٍ ان نتقدم اوّل الناس الضريبة المشار ايها فى سبيل الغاية المذكورة ۔ وهنالك خطب عديدة القاها حضرته فى هذا الموضوع مقترحا فيها الخطوات العمليةُ الممكنة ۔

فالمهم أن حضرته لا زال مهتما اهتما ما عظيما بقضية الخطر الصيهونى وما فتئ وافراد جماعة داعيا الله عزوجل ان يحفظ البيت الحرام ويجمع المسلمين على حبل الله وتقواه ويلهمهم سبيل الرشاد

صان الله مصر وحفظكم آمين

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاتهٗ

ناظر الامور الخارجيه للجماعة الأحمديه

سيد زين العابدين ولى الله شاه

خط کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت گرامی ہز ایکسی لنسی جمال عبد الناصر رئیس جمہوریہ مصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا شکر و امتنان کا تار مورخہ ۱۹/۱۱/۱۹۵۶ء کو مجھے ملا جس کا حضرت امام جماعت احمدیہ پر گہرا اثر ہوا اور اطمینان قلب ہوا کہ انگریزوں فرانسیسیوں اور اسرائیلیوں کا جور وظلم رک گیا اور امپیریلزم نے جو منصوبہ مصر کے متعلق باندھا تھا وہ ناکام رہا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اور مصری قوم کو اپنے خاص فضل سے مدد کرے تاکہ آپ دشمنوں کے مقابلے میں کعبہ اسلام کے رکن حصین بنیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کو صیہونی خطرہ کے متعلق ہمیشہ فکر رہا ہے کیونکہ اس کا زبردست اثر بیت اللہ پر پڑتا ہے یہ فکر اس حد تک ہے کہ آٹھ سال ہوئے آپ نے یہ تجویز کی تھی کہ ہر پاکستانی اپنے املاک پر ایک فیصدی چندہ دے تاکہ فلسطین عربوں کو اسرائیلی اور دیگر دشمنان اسلام عرب کے خلاف اپنی جدوجہد میں اس روپے سے مدد حاصل ہو اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہماری جماعت کی طرف سے اتفاق کا اظہار کیا گیا۔

مزید برآں حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس موضوع پر کئی تقاریر بھی فرمائیں تاکہ عملی قدم اٹھانے کے لیے تحریک ہو۔

الغرض حضرت امام جماعت احمدیہ کو یہودی خطرہ کا پورا احساس و فکر ہے اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ بیت اللہ کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو تقویٰ پر اکٹھا کرے اور انہیں نیکی کے راستہ پر چلنے کی تحریک فرمائے اللہ تعالےٰ مصر کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور اس کا حامی و ناصر ہو۔

صدر جمہوریہ مصر جمال عبدالناصر کی طرف سے اس خط کا حسبِ ذیل جواب موصول ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ریاسۃ الجمہوریہ
مکتب الرئیس

سیادۃ زین العابدین
ولی اللہ شاہ باکستان

تحیۃ طیبۃ

وبعد فاشکرلک رسالتک الکریمۃ التی اعربت فیھا عن الشعور الطیب لسیادۃ امام الجماعۃ الاحمدیۃ نحو مصر فی کفاحھا ضد الاستعمار متحالفا مع الصیھونیۃ

کما اشکر لسیادتہ اھتمامہ بالقضیۃ الفلسطینیۃ والعمل علی درء الخطر الصیھونی الجاثم فی اسرائیل والمسائدین لھا۔

واللہ یوفقنا۔ ویسدد خطایا ویثبت اقدامنا ویجمعنا علی کلمۃ سواء۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

القاهرة ۱۹۵۶/۱۲/۱۷ء

رئیس الجمهوریة جمال عبد الناصر

رئیس جمہوریہ مصر کا جواب بخدمت ناظر امور خارجہ

آپ کے نیک پیغام کا شکر گزار ہوں جس میں امام جماعت احمدیہ کی طرف سے مصر کی اس جدّوجُہد کے بارے میں پاکیزہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو اس نے مغربی استعمار اور یہودی خطرہ کے خلاف جاری کر رکھی ہے۔ مَیں حضرت امام جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مسئلہ فلسطین اور یہودی خطرہ کے بارے میں جو اسرائیل اور اس کے مددگاروں کی طرف سے رونما ہوا ہے اتنا فکر فرمایا ہے اور دعائیں کیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور ہمارے پائے ثبات کو تقویت بخشے اور مومنوں کو صحیح راستہ پر چلائے اور کلمۃ الحق پر سب کو جمع کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

رئیس جمہوریہ مصر۔ جمال عبدالناصر[۱]

احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی قرار دادِ مذمت

اسرائیل برطانیہ اور فرانس کی اس شرمناک جارحیت پر احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن نے حسبِ ذیل قرار دادِ مذمت پاس کی۔

"احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کا یہ خصوصی اجلاس۔ اسرائیل۔ برطانیہ اور فرانس کے مصر پر جارحانہ حملے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اور اسے یو۔ این۔ او۔ کے چارٹر کی صریح خلاف ورزی سمجھتا ہے۔ اس قسم کے تشدّد آمیز رویّہ سے دنیا بھر میں امن قائم ہونے کی بجائے جنگ اور فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ برطانیہ اور فرانس جو کل تک امن اور صلح کے علمبردار ہونیکے مدعی تھے۔ ان کا یہ فعل یقیناً نہایت ظالمانہ بلکہ وحشیانہ ہے۔ اور مصر اس معاملہ میں صریح طور پر مظلوم ہے اور ہماری ساری ہمدردیاں مظلوم کے ساتھ ہیں۔ ہم پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ برطانیہ فرانس اور اسرائیل اپنی فوجوں کو مصر کی حدود سے نکال لیں اور جنرل اسمبلی کے حالیہ ریزولیشن متعلقہ امتناع جنگ کی

۱؎ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

کی فوری اور غیر مشروط تعمیل کرتے ہوئے تمام معاملات کو باہمی مفاہمت کے بین الاقوامی اصولوں کے مطابق طے کریں اور آئندہ کے لیے اپنے جارحانہ عزائم سے بالکل دستکش ہو جائیں۔ موجودہ حالات میں تمام امن پسند ممالک بالخصوص پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ مظلوم مصر کی ہر ممکن امداد کریں۔[1]

تعلیم الاسلام کالج یونین کے وائس پریذیڈنٹ مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد[2] نے مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے جارحانہ حملہ کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے یونین کے جملہ اراکین کی طرف سے ۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو سفیر مصر مقیم کراچی کے نام ایک خط لکھا۔ خط میں اہلِ مصر کی پُرزور تائید و حمایت کا یقین دلایا گیا اس خط کے جواب میں سفیر مصر نے لکھا۔

"مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے جارحانہ حملہ کی مذمت میں آپکا خط محررہ ۸ نومبر ۱۹۵۶ء موصول ہوا۔

آپ کے جملہ اراکین نے موجودہ نازک وقت میں مصر کے ساتھ جن ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اور پُرزور طور پر تائید و حمایت کا یقین دلایا ہے اس پر ہماری طرف سے انتہائی پُرخلوص شکریہ قبول فرمائیں اور ہمارے جذباتِ تشکر کو تمام اراکین تک پہنچائیں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ خیرسگالی کے جذبات ظاہر کرنے پر مصر کی حکومت اور عوام اپنے پاکستانی بھائیوں کے ممنون ہیں اور جواباً نہایت پرخلوص طور پر وہ بھی خیرسگالی کے ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔"

آپ کا مخلص وزیر مختار۔ عبدالحسیب فرسٹ سیکرٹری سفارت خانہ مصر کراچی[3]

جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کا پیغام ہمدردی اور صدر جمال عبدالناصر کی طرف سے پُرخلوص شکریہ

مصر پر استعماری طاقتوں کے وحشیانہ حملہ کے معاً بعد راڈین ہدایت صاحب جاکرتا صدر جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا نے بھی انڈونیشین احمدیوں کی طرف سے جمال عبدالناصر کے نام ہمدردی اور دعا کا ایک خصوصی پیغام ارسال کیا جس میں ان طاقتوں کے جارحانہ حملہ کے

---

[1] روزنامہ الفضل ۶ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ [2] سابق انچارج لائبریری شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ۔ حال رکن شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ۔ [3] روزنامہ الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

خلاف نفرت کا اظہار کرنے کے علاوہ اہلِ مصر کے ساتھ گہری ہمدردی ظاہر کی گئی اور دعا کی گئی کہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے میں اہلِ مصر جو سرتوڑ جدوجہد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں انہیں کامیاب فرمائے اور اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازے۔ نیز انڈونیشیا کے تمام مسلمان بھائیوں سے استدعا کی وہ بھی مصر کی کامیابی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں تار میں مزید لکھا گیا کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر روئے زمین کے مسلمان پورے خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان حملہ آور اقوام یعنے انگریزوں۔ یہودیوں اور فرانسیسیوں پر عذاب نازل کرے گا۔ نیز انڈونیشیا کی حکومت سے پر زور درخواست کی گئی تھی کہ وہ اہلِ مصر کی امداد کرنیکے لئے بروقت اور فوری قدم اٹھائے۔ بالخصوص اسلیئے بھی ہم پر اس اسلامی ملک کی امداد کرنا ضروری اور لازمی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جمہوریہ انڈونیشیا کے قیام پر سب سے پہلے مصر نے ہی ہماری مملکت کو تسلیم کیا تھا اور انڈونیشیا کی جدوجہدِ آزادی میں مصر نے ہمیں ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد بہم پہنچائی تھی۔ تار کے آخر میں مزید لکھا گیا کہ بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کی خود ہی حفاظت فرمائے۔ اور اہلِ مصر کے دلوں کو مضبوط اور طاقتور کرے۔ آمین

ہمدردی اور دعا کے ساتھ اس مخلصانہ پیغام کے جواب میں جمہوریہ مصر کے صدر جناب جمال عبدالناصر کی طرف سے حسبِ ذیل برقی پیغام موصول ہوا "جناب راڈین ہدایت صدر جماعت احمدیہ انڈونیشیا! آپ کے مشفقانہ پیغام نے مجھ پر گہرا اثر کیا ہے میری طرف سے دلی اور پُر خلوص شکریہ قبول فرمائیں۔ جمال عبدالناصر"[1]

حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ترکی کے ایک فاضل و محقق کا مکتوبِ عقیدت اور قبولِ احمدیت

اس سال کا اہم واقعہ یہ ہے کہ جمہوریہ ترکی کے ایک فاضل و محقق جناب شناسی حسن بسی یر صاحب کو حضرت مصلح موعود کی معرکہ آراء تالیف "دیباچہ تفسیر القرآن" (انگریزی) کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ جناب شناسی صاحب نے اس کتاب سے متاثر ہو کر حضور کی خدمت میں انقرہ سے ایک مفصل مکتوب لکھا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۵۶ء صہ۱

انقرہ ۔ ۲ نومبر ۱۹۵۶ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ یہاں حال ہی میں میری ملاقات ہندوستان کے ایک لائق مسلمان عالم سے ہوئی ہے۔ جس نے مجھے احمدیت اور آپ کی اسلامی خدمات سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ آپ کی عمر میں برکت ڈالے۔ اور آپ عرصہ دراز تک اس کے دین کی خدمت کا فریضہ ادا کرتے چلے جائیں۔

مَیں ندامت کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ اس ہندوستانی دوست کے ساتھ ملنے سے قبل تک احمدیت کے متعلق مجھے کچھ زیادہ علم نہ تھا۔ مَیں یقین رکھتا ہوں۔ کہ احمدیت ہی وہ حقیقی اسلام ہے جو ترقی کا علمبردار ہوتے ہوئے بیسویں صدی کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ آپ دنیا کے سامنے جو پیغام پیش کر رہے ہیں۔ وہ آپ کی تصنیف "دیباچہ انگریزی ترجمۃ القرآن" کے ذریعہ مجھ تک پہنچا ہے۔ یہ دیباچہ ایک نہایت عالمانہ کتاب ہے جو خاص خدائی تائید کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ بہت سے امور کے متعلق شبہات دور کرنے کا موجب ہوا۔

آپ کی اجازت سے میں ترکی کی مذہبی حالت جیسا کہ ماضی اور حال کے آئینہ میں اُسے میں دیکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اب ترک عوام میں مذہبی بیداری کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے ہیں تاہم اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ابھی تک مذہب میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ کیونکہ وہ اسلام کو بہت سی ایسی برائیوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ کہ جو اُن کے ملک کی ترقی میں روک ثابت ہوتی رہی ہیں۔ حالانکہ اس کا سارا الزام ان ملّاؤں پر عائد ہوتا ہے۔ کہ جو تا وقتیکہ اتاترک کے ہاتھوں رونما ہوتے والے انقلاب نے اُن کے اثر کو زائل نہ کر دیا۔ رجعت پسندانہ ذہنیت کے آلۂ کار بنے رہے۔ اسلام کے متعلق تعلیم یافتہ طبقہ کی معلومات لاطینی رسم الخط رائج ہونے کے بعد سے دن بدن کم ہوتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ اب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طبقہ کی نگاہ میں اسلام اور ملّاں ہم معنے الفاظ ہیں۔

ملّاؤں سے انتہائی طور پر نفرت کرنے میں ترکی کی تعلیم یافتہ طبقہ کو معذور سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ ملّاں ہی تھے۔ جنہوں نے گزشتہ صدی کے نصف آخر میں مغربی علوم کی ترویج کے لیے استنبول یونیورسٹی کے

دروازوں کو تیس سال تک بند کیے رکھا۔ ان کے بڑے اثر کی وجہ سے ملک میں چالیس سال تک ریلوں کا نظام محض اس لغو عذر کی بناء پر قائم نہ ہو سکا کہ یہ "کافروں کی ایجاد ہے"، مختصر یہ کہ ہر مفید اور کار آمد چیز کو کافروں کی ایجاد کہہ کر رد کیا جاتا رہا۔ حالانکہ یہ لوگ خود بہت سے مواقع پر روس اور مغرب کی دوسری شہنشاہیت پسند طاقتوں کے آلۂ کار بنے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام تعلیم یافتہ ترک کے ذہن میں ملّاں کے خلاف عدم اعتماد کا جو جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔

ایک عام تعلیم یافتہ ترک کیمونزم سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن دوسرے مسلم ممالک کے تعلیم یافتہ طبقہ کے برخلاف وہ مغربی طرزِ زندگی کا عموماً اور امریکی طرزِ زندگی کا خصوصاً پرجوش مداح اور نقال ہے۔

مَیں ترک عوام میں مذہبی بیداری کا اُوپر ذکر کر چکا ہوں۔ ملّاؤں کے سابقہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے باقی ماندہ چند جاہل لوگ موجودہ مذہبی بیداری کی قابلِ قدر تحریک کے لیڈر بننے کی کوشش میں ہیں۔

اسی طرح ترک عوام کے دلوں میں اسلام خواہ کتنا ہی راسخ کیوں نہ ہو۔ وہ گر کر اس سطح پر آچکا ہے۔ کہ بعض کلمات طوطے کی طرح رٹ کر دہرا دیئے جاتے ہیں۔ اور عبادت کے طور پر مشینوں کی طرح بعض بے روح حرکات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم اور اس کے پیش کردہ مطمعِ نظر کا صحیح علم حاصل کیے بغیر حقیقی اسلام ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے مَیں بڑی شدت سے اس بات کا قائل ہوں کہ عجم کے تمام اسلامی ممالک میں قرآنِ مجید اور احادیث کی کتب وہاں کی اپنی زبانوں میں سستے داموں دستیاب ہونی چاہئیں۔ انتیس ۲۹ سال کے عرصہ میں ترکی زبان میں قرآنِ مجید کے تین تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور اب مذہبی امور کے ڈائرکٹر جنرل قرآنِ مجید کا ایک معیاری ایڈیشن مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔

ادھر مشکل یہ ہے کہ ترک امام اور مؤذّن مجموعی لحاظ سے اتنے تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ کہ وہ اپنے فرائض کو کماحقہٗ ادا کر سکیں۔ ان میں سے ایسے افراد جو قرآنِ مجید کے عربی متن کے معنے سمجھ سکیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ امر اور بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ادارے مفقود ہیں۔ ملک بھر میں دینیات کی تعلیم کا جو واحد شعبہ ہے وہ اس کام کے لیے یکسر ناکافی ہے۔

اے عظیم استاد! ان امور کو بیان کرنے میں مَیں نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا ہے۔ اس

پر مَیں معافی کا خواستگار ہوں۔ لیکن ایسا کرنے میں میرے مدنظر یہ امر تھا کہ ماضی اور حال کی روشنی میں شاید ایک نامور اسلامی ملک کی روحانی حالت کا تذکرہ آپ کے لیے دلچسپی اور توجہ کا موجب ہو سکے۔

یہ میری دلی خواہش ہے کہ احمدیت نے جو قابلِ تعریف مثال قائم کی ہے۔ مَیں دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے دیکھوں۔ ہاں اسی احمدیت کی جو صحیح معنوں میں اسلام کی ایک روشن اور درخشندہ صورت ہے۔ اور موجودہ ترقی یافتہ دنیا کی ضروریات کو بخوبی پورا کر سکتی ہے۔ آخر میں مَیں آپ کے مقدس ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آپ کا ادنیٰ خادم

شناسی سیبر انقرہ۔ ترکی [1]

اس مکتوب کے چند سال بعد ۱۹۶۰ء میں محترم شناسی سیبر صاحب بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہو گئے۔ آپ جمہوریہ ترکی کے پہلے احمدی ہیں۔

شناسی حسن سی بر صاحب کے مختصر حالات اور خدمات ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب انچارج ٹرکش ڈیسک اسلام آباد (لندن) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ہمارے تُرک احمدی بزرگ مکرم شناسی حسن سی بر صاحب

ترکی میں اس وقت جماعت احمدیہ کے معمر ترین بزرگ کا نام مکرم و محترم شناسی حسن سی بر صاحب (SINASI HASAN SiBER) ہے آپ قبرصی ترکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں قبرص کے شہر ماغوسہ (FAMAGUSTA) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تعلیم ماغوسہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ تعلیم کی غرض سے استنبول چلے گئے اور قاباطاش (KABATEIS) سیکنڈری سکول سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ یونیورسٹی کی تعلیم آپ

---

[1] الفضل یکم دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۸ (ترجمہ) بشیر حال مبلغ ہمبرگ (رشین اور پولش اقوام میں تبلیغ کے انچارج)

نے انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات والسنہ شرقیہ میں حاصل کی۔ یونیورسٹی میں مسٹر عبدالرب بلغار نامی ایک ہندوستانی آپ کے زبان فارسی کے استاد تھے۔ ۱۹۴۱ء میں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے وزارتِ خارجہ حکومت ترکی میں ترجمان کے طور پر کام کیا۔ بعدازاں وزارت تعلیم میں بھی خدمات سرانجام دینے کا موقع میسّر آیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ملٹری سکول میں انگلش ٹیچر کے طور پر بھی فرائض سرانجام دیئے۔ اسی طرح بنک آف انوسٹمنٹس (BANK OF INVESTMENT) میں بھی مصروفِ کار رہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ ایک اعلیٰ سطحی سرکاری وفد کے ساتھ بطور ترجمان امریکہ گئے اور سان فرانسسکو میں قیام فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ کو مختلف فرائض کی انجام دہی کی خاطر دو مرتبہ انگلستان جانے اور لمبا عرصہ وہاں قیام کرنے کا موقع بھی ملا۔ اسی طرح آپ سوئٹزرلینڈ بھی تشریف لے گئے اور کافی عرصہ تک وہاں مقیم رہے۔ آپ کی عمر کا زیادہ حصّہ وزارتِ خارجہ کے شعبۂ مطبوعات و ترجمہ میں بسر ہوا۔ چنانچہ آپ ۱۹۳۳ء سے لے کر ۱۹۵۶ء تک مسلسل وزارتِ خارجہ میں سرکاری ترجمان کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ایک موقع پر آپ نے ڈاکٹر ذکی ولیدی طوگان (DRZEKİ VELİDİ TOGAN) کی ایک کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ صاحب استنبول یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے آپ کو یونیورسٹی میں لیکچرر شپ کی پیشکش کی لیکن آپ نے خرابیٔ صحت نیز بعض اور وجوہات کی بناء پر معذرت کر دی۔

مکرم شناسی صاحب کے چار بہن بھائیوں میں سے ایک بھائی مکرم حمدی صاحب وفات پا چکے ہیں۔ حمدی صاحب ڈاکٹر تھے۔ ۱۹۶۹ء میں ان کی وفات ہوئی۔ دوسرے بھائی مکرم محمود صاحب انقرہ میں مقیم ہیں اور اس وقت دیوان محاسبات (Audit Department) میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ تیسرے بھائی مکرم کمال صاحب I.M.F. (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ) سے ریٹائر ہونے کے بعد اس وقت ورلڈ بنک (World Bank) میں کام کر رہے ہیں اور فلپائن میں مقیم ہیں۔ مکرم شناسی حسن صاحب کی ہمشیرہ محترمہ سویم خانم (SEVIM HANIM) صاحبہ انقرہ میں ہیں۔ مکرم شناسی حسن صاحب کو قبول احمدیت کی توفیق مکرم سیّد برکات احمد صاحب کے ذریعہ نصیب ہوئی۔ جو ۴۹ - ۱۹۴۸ء میں انقرہ میں ہندوستان کے پریس اتاشی تھے

بعد میں آپ نے سوئٹزرلینڈ، ٹرینیڈاڈ، پورٹ آف سپین اور دیگر کئی ملکوں میں انڈین ہائی کمشنر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ مکرم شناسی صاحب کو شروع سے مطالعہ اور تحقیق کا شوق تھا۔ اسی غرض سے آپ برٹش قونصل بھی جایا کرتے تھے اور ان کے کتب خانہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں کے ساتھ دینی مسائل پر گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔

مکرم شناسی صاحب کہتے ہیں کہ ایک طرف تو میں اپنے علماء کی کم علمی اور کھوکھلی باتوں سے نالاں تھا اور دوسری طرف عیسائی اقوام کی حیرت انگیز ترقی اور علمی برتری مجھے اثر انداز کر رہی تھی اور ممکن تھا کہ میں عیسائیت کو قبول کر کے پروٹستان (PROTESTENT) ہو جاتا۔ عیسائی اسلام پر سخت حملے کر رہے تھے۔ وہ مجھے کہتے کہ نعوذ باللہ تمہارا دین حقیقت سے خالی ہے۔ وہ ہمارے مقدس دین پر ایسے اعتراضات کرتے تھے کہ جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ ہمارے علماءِ دین - - - - - - - - -

اپنے سطحی علم کی بناء پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دینے سے عاری تھے۔ اس پریشانی کی حالت میں میری ملاقات مکرم برکات احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپ انگریزی کے علاوہ عربی اور فارسی کے بھی ماہر تھے۔ آپ نے بالکل نئے انداز میں عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات مجھے سمجھائے۔ آپ روائتی طور پر کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل تو نہ تھے پھر بھی آپ کا دینی علم اتنا وسیع تھا کہ آپ عام مُلّاؤں کو سبق پڑھا سکتے تھے۔ میرے نزدیک مکرم برکات احمد صاحب کا علم سُنّی علماء سے زیادہ تھا۔ آپ نے حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی تفسیر کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ مجھے دیا۔ یہ کتاب پڑھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ میں حیران تھا کہ کیا یہ تفسیر کسی ایک ہی شخص کی لکھی ہوئی ہے۔ مجھے یوں لگتا تھا کہ تمام علوم کے چوٹی کے ماہرین کے ایک بورڈ نے علماء دین کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر یہ تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر میں اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے اور دنیا کے چوٹی کے سائنس دانوں اور فلسفیوں کے نظریات پر بحث کر کے ان کی غلطیوں کی نشاندھی کی گئی ہے اور تاریخ، جغرافیہ، منطق، فلسفہ، سائنس غرضیکہ ہر نکتۂ نظر سے قرآن کریم کی

ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جو کہ ہر اہلِ علم کے دل و دماغ کو متأثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اس تفسیر کو پڑھنے سے میرے وہ شکوک زائل ہوگئے جو کہ عیسائی محققین کی گفتگو سے میرے ذہن میں پیدا ہوگئے تھے۔ مَیں نے تحقیق اور مطالعہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ جماعت احمدیہ فی الواقع الٰہی جماعت ہے۔ اس جماعت میں صحابہ کرام کا سا رنگ ہے اور یہ جماعت حقیقی معنوں میں تقویٰ شعار جماعت ہے اس جماعت کے افراد بلند ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں اسلام کی خاطر طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہیں لیکن پھر بھی صبر و رضا اور توکل علی اللہ سے کام لیتے ہیں۔ یہ جماعت بظاہر چھوٹی سی ہے لیکن فولاد کی طرح مضبوط ہے۔ اسلام کی راہ میں مال جان عزت وقت ہر چیز قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس جماعت نے اشاعتِ اسلام کی خاطر دنیا کے بیشتر ملکوں میں مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ اور یہ جماعت مبلغین بھیج کر دنیا میں اسلام کو سربلند کرنے میں مصروف ہے۔ تکلیف اور اذیت کے مقابلہ میں صبر سے کام لینا اس جماعت کی خصوصیت ہے۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام نے فی الواقع ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے۔ آپ نے اسلام کی جو تصویر پیش کی ہے اور روح، جنت، جہنم، ملائکہ، حیات بعد الموت وغیرہ کی جو حکمت بیان فرمائی ہے وہ موجودہ زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہے اور ہر ماڈرن اہلِ علم کو اپیل کرتی ہے۔ آپ اتنے غیر معمولی علم کے مالک ہیں کہ ایک عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر مَیں متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بالخصوص مسلمان فرقہ احمدیہ کے تقویٰ اور صحابہ کرام جیسے عزم صمیم نے مجھے سب سے زیادہ متأثر کیا۔ ۱۹۵۹-۶۰ء میں مجھے فری میسن ہونے کی پیشکش کی گئی جو کہ عام طور پر بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مَیں نے انکار کر دیا اور مسلمان فرقہ احمدیہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ مَیں نے بیعت کر لی۔

مَیں نے مختلف انگریزی تراجم قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک محمد مارماڈیوک پکتھال (Mohammad Marmaduke Pickthall) کا انگریزی ترجمہ قرآن بھی اچھا ہے۔

لیکن حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کا ترجمہ اس سے بہتر ہے اور بہت عمدہ ہے۔ لیکن حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر پر مشتمل ترجمہ قرآن سب سے نرالا ہے۔ میرے نزدیک حضرت خلیفہ ثانیؓ بغیر

کی طرح انسان ہیں"۔ آپ صرف علوم دینیہ میں ہی نہیں دنیوی علوم میں بھی ماہر ہیں۔ آپ کی تفسیر پڑھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ نے بڑے بڑے مغربی مفکرین کے نظریات پر بحث کی ہے۔ اور فرائڈ جیسے مشہور مفکر کے نظریہ کو علمی طریق سے غلط ثابت کیا ہے۔ میں ان کی تفسیر پڑھ کر اور عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات کا مطالعہ کرکے حیران ہوں کہ اتنا علم ایک شخص کے ذہن میں سما کیسے گیا؟

میں نے قبولِ احمدیت سے قبل ہی سیدنا حضرت مصلح موعود...... کی بعض کتابوں کا انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کیا تھا۔ سب سے پہلی کتاب جس کا میں نے ترجمہ کیا وہ" انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن (Introduction to the Study of The Holy Quran) ہے

مسٹر توفیق ارسن (MR TEVFIK ERSEN) ڈائرکٹر پبلیکیشنز محکمہ اوقاف اور امور دینیہ حکومتِ ترکی نے مجھ سے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کو کہا تھا۔ میں نے اٹھارہ دن ترجمہ کا کام مکمل کر لیا تھا یہ ترجمہ وزارت اوقاف اور امور دینیہ حکومت ترکی کی طرف سے دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا تھا لیکن جلد ہی نایاب ہوگیا۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو چوٹی کے علماء نے ایک میٹنگ کی اور مجھے بھی میٹنگ میں شمولیت کی دعوت دی۔ اور مجھ سے سوال کیا کہ یہ کتاب کس کی ہے؟ میں نے کہا کہ یہ کتاب ایک ہندوستانی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے۔ اس پر سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ یہ شخص بہت بڑا عالم دین معلوم ہوتا ہے۔ ایسی علمی اور مدلّل کتاب ہم نے آج تک کہیں اور نہیں دیکھی۔ اس کتاب کے ذریعہ اس شخص نے دینِ اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد میں نے "نظامِ نو" کا بھی انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی محکمہ امور دینیہ حکومت ترکی کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ اب یہ بھی نایاب ہے۔ ۱۹۵۲ء میں مسجد محمود سوئٹزرلینڈ کے امام صاحب کا مجھے خط آیا تھا کہ اس کتاب کے کچھ نسخے بھجوائے جائیں۔ چنانچہ میں نے ان کو تیس کتب ارسال کی تھیں۔

خاکسار راقم عرض کرتا ہے کہ مکرم شناسی حسن صاحب کے ساتھ متعدد مرتبہ ازمیر میں ان کے مکان پر ان سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ ریٹائر ہونے کے بعد ازمیر میں آباد ہوگئے تھے۔ آپ کا اپنا ذاتی مکان نہیں اس لیے کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کی اولاد بھی کوئی نہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ صبیحہ خانم (SABIHA KHANIM) کی وفات ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔ آپ نہایت ہی نیک دل اور مہمان نواز خاتون

تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی دفعہ مکرم شناسی حسن صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو ان کی اہلیہ صاحبہ نے ایک ماں کی طرح عاجز کے ساتھ شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا۔ آخری عمر میں علالت طبع کے باعث چل پھر نہ سکتی تھیں۔ تاہم مجھے یاد ہے کہ ایک بار جب میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو مکرم شناسی صاحب کو آواز دے کر کہنے لگیں کہ شمس کو دودھ والا قہوہ تیار کر کے دیں۔ ان کی اس مہمان نوازی کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ علالت طبع کے باعث مہمان کا اس قدر خیال رکھنا یہ بتاتا ہے کہ مرحومہ کن اوصافِ حمیدہ کی مالک تھیں۔ آپ نے بھی بیعت کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

خاکسار جب بھی ازمیر مکرم شناسی حسن کے مکان پر حاضر ہوا ان کو قرآن مجید کے مطالعہ میں مصروف پایا۔ ایک بڑے میز پر چھ سات تراجم رکھے ہوتے ہیں اور درمیان میں حضرت مصلح موعود ...... کی تفسیر کے انگریزی ترجمہ پر مشتمل ترجمہ قرآن رکھا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت تقابلی مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔ بہت اعلیٰ درجہ کی انگریزی جانتے ہیں۔ اور مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان مرحومؓ کی انگریزی میں مہارت کے معترف ہیں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مکرم چوہدری صاحب کی انگریزی اتنی اعلیٰ ہے کہ انگریزوں کو سبق دے سکیں۔ مکرم شناسی صاحب کا علم بہت وسیع ہے۔ تبلیغ کا بے حد شوق ہے۔ ایک بار خاکسار ماریشس کے ایک غیر از جماعت طالب علم کو ساتھ لے کر مکرم شناسی صاحب کے ہاں گیا۔ آپ نے ماریشس کا نام سنتے ہی بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ایک خوشنما جزیرہ ہے اور براعظم افریقہ میں شامل ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی تبلیغ شروع کر دی اور بتایا کہ اسلام کی صحیح جوش اور جذبہ کے ساتھ کوئی جماعت خدمت کر رہی ہے تو وہ جماعتِ احمدیہ ہے۔ اس طالب علم دوست نے بعد میں حیرت کے ساتھ مجھے بتایا کہ ماریشس کا اکثر لوگ نام تک نہیں جانتے لیکن مکرم شناسی صاحب کی معلومات اس چھوٹے سے ملک کے بارہ میں بے حد وسیع ہیں۔

مکرم شناسی صاحب انگریزی کے علاوہ فارسی بھی بہت عمدہ جانتے ہیں اور کسی حد تک عربی زبان سے بھی آشنا ہیں۔ آپ کو فارسی اور ترکی (عثمانی) زبان کے سینکڑوں اشعار آج بھی زبانی یاد ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے تبحّر علمی پر انگشت بدنداں ہیں اور خلافت احمدیہ کے فدائی اور عاشق ہیں ..... آپ نے

متعدد بار خیال ظاہر کیا ہے کہ ترک وہ قوم ہے جس نے ماضی میں اسلام کی زبردست خدمات سرانجام دی ہیں اور اس قوم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ترک من حیث القوم دنیا کے اموال سے پیار نہیں کرتے اور بہادر ہیں۔ اس لیے انشاء اللہ العزیز ترک قوم ایک دن یقیناً حضرت امام مہدی علیہ السلام کو شناخت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ مکرم شناسی صاحب اب تک سلسلہ کی متعدد کتب کا انگریزی سے ترکی میں ترجمہ کر چکے ہیں اور یہ تراجم جماعت کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے خاکسار کو ایک قرآن مجید دیا تھا کہ اُسے خلافت لائبریری میں رکھوا دوں۔ یہ قرآن کریم آپ کی والدہ مرحومہ نے اپنی تمام اولاد کو اس وصیت کے ساتھ دیا تھا کہ وہ اس پر عمل کریں۔

مکرم و محترم مرزا مبارک احمد صاحب نے ایک بار ذکر فرمایا کہ آپ ایک موقع پر ترکی گئے ہوئے تھے۔ مکرم جنرل اختر حسین ملک صاحب نے آپ کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام فرمایا جس میں سول اور فوجی افسروں نے شرکت کی۔ ایک بہت بڑے افسر نے باتوں باتوں میں مکرم میاں صاحب سے ذکر کیا کہ شناسی حسن صاحب اتنے قابل آدمی ہیں کہ اگر آپ سیاست میں حصہ لیتے اور کوشش کرتے تو آج جمہوریہ ترکی کے صدر ہوتے۔ لیکن انہوں نے گوشۂ گمنامی میں رہنا پسند کیا اور خدمتِ دین کو سیاسی اقتدار پر ترجیح دی۔"

ڈاکٹر محمد جلال شمس۔ انچارج ٹرکش ڈیسک - ۱۹۸۶/۱/۱۵ بروز بدھ

احمدی نوجوانوں کے لیے اشاعتِ حق کی خصوصی تحریک

۲۲ نومبر ۱۹۵۶ء کو جامعۃ المبشرین ربوہ کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولوی عبد القدیر صاحب شاہد مبلغ افریقہ[۱] کے اعزاز میں ایک تقریب دریائے چناب کے کنارے منعقد کی گئی۔ حضرت شاہ صاحب دمشق میں اور شاہد صاحب غانا میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ کامیابی سے بجالانے کے بعد واپس ربوہ تشریف لائے تھے۔ حضرت مصلح موعود نے بھی اس تقریب میں شمولیت فرمائی اور نوجوانانِ احمدیت کو تلقین فرمائی کہ آج دنیا دینِ حق کا پیغام سننے کے لیے بیتاب ہے اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"اس میں شک نہیں مبلغین کا کئی کئی سال تک ممالک غیر میں تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے بعد واپس آنا بھی ہمارے لیے خوشی کا موجب ہے لیکن ہمارے لیے اور زیادہ خوشی کا موجب یہ امر ہے کہ مبلغ باہر جائیں کیونکہ آج دنیا اسلام کا پیغام سننے کے لیے بے تاب ہے وہ روحانیت کی پیاسی ہے اور اس امر کی محتاج ہے کہ کوئی آئے اور اس کی پیاس بجھائے خود غیر ممالک کے لوگوں کی طرف سے بکثرت خطوط موصول ہو رہے ہیں کہ ہمارے ہاں بھی مبلغ بھیجو تا کہ وہ ہم تک اسلام کا پیغام پہنچائے اور ہم اپنی روحانی تشنگی بجھا سکیں اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے اور ہمیں اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ ہم اپنے گھروں سے نکلیں اور دنیا کی اربوں ارب آبادی تک اسلام کا پیغام پہنچائیں اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کریں۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا یہ عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوم کے سپرد کیا ہے جو تعداد میں بہت تھوڑی ہے وہ دنیا کی ہر جماعت اور ہر قوم کے مقابلہ میں چھوٹی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس چھوٹی سی جماعت سے ہی یہ خدمت لینا چاہتا ہے اور تمام دنیا کے لوگوں کو اس میں داخل کر کے اسے ساری دنیا پر محیط

---

[۱] حال کینیڈا

کرنا چاہتا ہے پس ہمیں یہ فکر نہیں کہ دنیا میں اسلام کیسے پھیلے گا اسلام تو جلد یا بدیر بہر حال پھیل کر رہے گا ہمیں فکر ہے تو اس بات کا ہے کہ اسلام کو پھیلانے والے کہاں سے آئیں گے آج دنیا کا اربوں ارب انسان اسلام کا محتاج ہے اور ان کی اس احتیاج کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منتخب کیا ہے ہم اس فرض سے اسی صورت میں عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کہ ہمارے نوجوانوں میں خدمتِ دین اور تبلیغ اسلام کا جوش پیدا ہو وہ صوفیائے کرام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ اسلام کے لیے باہر نکلیں اور دور دراز علاقوں میں پھیل جائیں یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہے جہاں اسلام کی تبلیغ نہ ہو رہی ہو اگر یہ جذبہ ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو جائے تو پھر اربوں لوگ احمدیت میں داخل ہوں گے اور دنیا میں اسلام پورے طور پر غالب آجائے گا۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا دنیا کی عزت کوئی عزت نہیں اصلی اور حقیقی عزت دین کی خدمت میں مضمر ہے جو شخص بھی خدمتِ دین کو اپنا مطمح نظر بناتے ہوئے دنیا کے دور دراز علاقوں تک اسلام کا پیغام پہنچائے گا اور اپنی زندگی اس فریضے کی ادائیگی کے لیے وقف کیے رکھے گا اس کا نام قیامت تک زندہ رہے گا اس عزت کے آگے دنیوی شہرت یا عزت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

حضور نے مزید فرمایا دین ایک بادشاہت ہے جو زور سے حاصل نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کا ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا ہے اسے یہ بادشاہت مل گئی ہے۔"[1]

ایک الہامی دعا پڑھنے کی تحریک

حضرت مصلح موعود کو نومبر ۱۹۵۶ء کے آغاز میں بذریعہ خواب مندرجہ ذیل دو فقرے القاء ہوئے "ہم قدم قدم پہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں"۔ حضور نے ۱۶ر نومبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو تحریک فرمائی کہ دوست اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کثرت سے پڑھیں اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔

چنانچہ فرمایا:-

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵ر نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر یہ فقرے ہماری جماعت کے دوست پڑھیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہونگی
مَیں نے بعد میں ان پر غور کیا اور سمجھ لیا کہ اس میں واقعہ میں دعائیں قبول کرنے کا ایک گُر بتایا گیا ہے۔

"ہم قدم قدم پر خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں"

کے معنے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر فعل کے وقت خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ فعل مبارک ہو جائے اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو شخص اپنے ہر فعل کے وقت خدا تعالےٰ سے دعائیں کرتا چلا جائے گا لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ کیونکہ قدم قدم سے مراد چلنا تو نہیں ہو سکتا اس سے یہی مراد ہے کہ ہماری زندگی میں جو بھی نیا کام آتا ہے اس میں ہم خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ اے خدا تو ہم پر اپنی رحمت اور فضل نازل کر اور جو شخص اپنی زندگی کے ہر نئے کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کرے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہو تو کپڑا پہننے لگو تو بسم اللہ کہو کھانا کھا لو تو الحمدللہ کہو۔ نیا کپڑا پہن لو تو الحمدللہ کہو کہ خدا تعالےٰ نے یہ کپڑا مجھے پہنایا ہے۔ گویا آپ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا تعالےٰ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہے اور ہر نئی نعمت کے ملنے پر الحمدللہ کہنا بھی خدا تعالیٰ کو متوجہ کرنے کے مترادف ہے گویا ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جب ہم اپنے ہر کام میں خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کریں گے تو لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ میرا یہ بندہ تو کوئی کام میری مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہتا اور وہ لازماً اس کی مدد کرے گا پھر دوسرا فقرہ ہے " اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں اس کو پہلے فقرے کے ساتھ ملائیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم ہر کام میں دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور اگر ہر کام کے کرتے وقت انسان خدا تعالیٰ سے دعا کرے اور ہر کام کے متعلق سوچے کہ اس میں خدا تعالےٰ ہے یا نہیں تو سیدھی بات ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی کام کرے گا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے وہ تو خدا تعالےٰ کا کام ہو گیا بندے کا کام ہو تو خدا تعالیٰ کہہ بھی سکتا ہے کہ یہ تیرا کام ہے۔ تُو آپ کر۔ مگر جب وہ کام خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرنا چاہتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ یہ نہیں کہے گا کہ یہ تیرا کام ہے تُو آپ کر بلکہ وہ کہے گا کہ یہ تو میرا کام ہے اسے مَیں ہی کروں گا۔

باقی رہا یہ کہ یہ تو دو فقرے ہیں ان کا دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس کا

جواب یہ ہے کہ ان فقروں سے پہلے دعا کے بعد "کیونکہ" کا لفظ محذوف سمجھا جائے گا اور مطلب یہ ہو گا کہ اے خدا فلاں کام کر دے۔ کیونکہ میں تو ہر کام تیری مدد مانگ کر کیا کرتا ہوں اور ہر کام میں تیری رضا کو مدنظر رکھتا ہوں اور پھر جو شخص دعا کے وقت کہے گا کہ "ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں" وہ عملاً بھی یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ہر کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کرے اور جو شخص دعا کے وقت یہ کہے گا " اور ہم اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں" اور عملاً بھی جب کوئی کام کرے گا تو دیکھے گا کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور جب یہ دو باتیں کوئی انسان کرے گا تو یقینی بات ہے کہ اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ پس یہ صرف دعا نہیں ہے بلکہ اس میں انسان کو ایک راستہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم اپنے چال چلن کو اس رنگ میں ڈھالو کہ ایک تو اپنے ہر کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرو۔ دوسرے ہر کام کے کرنے سے پہلے سوچا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو گا یا نہیں۔ اگر تم ہر کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کرو گے اور اگر تم ہر کام کے وقت یہ سوچو گے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں تو لازماً جو کچھ خدا تعالیٰ سے مانگو گے وہ تم کو مل جائے گا پس یہ صرف دعا ہی نہیں بلکہ اس میں دعا کی قبولیت کا گر بھی بتایا گیا ہے اور مجھے خدا تعالیٰ نے یہ فقرے اس لیے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک الہامی نسخہ ہے۔ یعنی ایسا نسخہ جو بندہ نے ایجاد نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ظاہر کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو نسخہ خدا تعالیٰ خود بتائے وہ بندہ کے ایجاد کردہ نسخہ سے بہت زیادہ قیمتی ہوتا ہے"[1]

حضرت مصلح موعودؓ کا رقم فرمودہ پیش لفظ

۱۹۵۶ء میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشرؔ (امیرو زعیم اعلیٰ جماعت ہائے احمدیہ ڈیرہ غازی خاں) نے اپنی کتاب "بشارتِ رحمانیہ" کی دوسری جلد شائع کی جس پر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل پیش لفظ تحریر فرمایا:۔

" اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو لوگ اس کی خاص خدمت کے لیے مامور ہوتے ہیں

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ر نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳-۴

اُن کے لئے پہلے بزرگوں سے بشارات دلواتا ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء نے ان کے متعلق بشارات دیں جن کا ذکر متعدد جگہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے بعد آنے والے مہدی اور مسیح کی بشارت دی جس طرح مسیح ناصری نے دی اور صالحین مجددین سابق نے آنے والے مہدی کی علامات بتائیں اور اس کے زمانہ میں ظاہر ہونے والے نشانات کا ذکر کیا پس ایسی بشارات کو یاد کرنا ایمان کو تازہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت پر یقین بڑھاتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اور وقت کا مامور سچا ہے اور اس کے مخالف محض معاند ہیں۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح - ۱۰/۵/۲۸ ہ[1]

جلسہ سالانہ ربوہ اور حضرت مصلح موعود کے روح پرور خطابات

سیدنا حضرت مصلح موعود کے عہدِ مبارک کا یہ جلسہ اس اعتبار سے ایک خاص یادگار شان کا حامل تھا کیونکہ یہ جلسہ ایسے حالات میں ہوا کہ دشمنانِ احمدیت نے خوب خوشیاں منائیں اور بغلیں بجائیں کہ اب احمدیت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور پریس نے منظم پراپیگنڈا کیا کہ جماعت نے اپنے خلیفہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا ہے۔ مگر عملاً یہ ہوا کہ جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ میں پہلے سے بڑھ کر اخلاص اور قربانی کی روح پیدا ہوگئی اور اس جلسہ سالانہ پر احمدی عورتوں بچوں اور احمدی مردوں نے نہایت جوش اور ولولہ کے ساتھ اس بات کا عملی مظاہرہ کیا کہ خلافت زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ اور وہ ہمیشہ ہی اس کی خاطر پروانوں کی طرح قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔ اور مخالفت کی آندھیوں میں بھی احمدیت اور اسلام کا جھنڈا اونچا رکھیں گے۔

یہ جلسہ حضرت مصلح موعود کی ایک بے مثال جلالی شان کا بھی مظہر تھا جس میں حضور نے متعدد بصیرت افروز اور علمی تقاریر فرمائیں۔

(۱) افتتاحی تقریر بہت پرجوش تھی۔ حضور نے اس تقریر میں پیشگوئی فرمائی۔ "تم خدا کا لگایا ہوا

---

[1] بشارات جلد دوم صہ۳ مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور

پودا ہو تم بڑھتے چلے جاؤ گے اور پھیلتے چلے جاؤ گے اور جیسا کہ وہ قرآن کریم میں فرماتا ہے تمہاری جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی جائیں گی اور تمہاری شاخیں آسمان پر پھیلتی چلی جائیں گی۔ یہاں تک کہ تم میں لگنے والوں پھلوں کو جبرئیل آسمان پر بیٹھا ہوا کھائے گا۔ اور اس کے ماتحت فرشتے بھی آسمان پر سے کھائیں گے اور خدا تعالیٰ عرش پر تعریف کرے گا۔ کہ میرا لگایا ہوا پودا کتنا شاندار نکلا ہے ادھر زمین میں اس کی جڑیں پھیل گئی ہیں اور اُدھر آسمان میں میرے عرش کے پاس اس کی شاخیں ہل رہی ہیں۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ[1] اس کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ تو ادھر تو تم خدا تعالیٰ کے فضل سے زمین میں اس طرح پھیلو گے کہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ایک دن وہ آئے گا کہ دنیا میں میرے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی اور دوسرے لوگ جس طرح چھوٹی قومیں تھوڑی تھوڑی ہوتی ہیں اسی طرح وہ بھی چھوٹی قومیں بن کر رہ جائیں گی۔ اور فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کے معنے یہ ہیں کہ تم صرف زمین میں پھیلو گے ہی نہیں بلکہ ذکرِ الٰہی اتنا بلند کرو گے کہ آسمان کے فرشتے اس کو سن کر ناچنے لگ جائیں گے اور خوش ہوں گے کہ ہمارے خدا کا ذکر زمین پر اس طرح ہونے لگ گیا ہے جس طرح کہ ہم آسمان پر کرتے ہیں۔ تب آسمان پر بھی فرشتے ہوں گے آسمان کے فرشتوں کا نام جبرئیل اور اسرافیل وغیرہ ہو گا اور زمین کے فرشتوں کا نام احمدی ہو گا کیونکہ وہ زمین کو بھی خدا کے ذکر سے بھر دیں گے اور جس طرح آسمان کو فرشتوں نے خدا کے ذکر سے بھرا ہوا ہے پس یہ تو ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ایمانوں کو سلامت رکھیں اور اپنی اولادوں کے دلوں میں ایمان پختہ کرتے چلے جائیں اگر اس تربیت کے کام کو ہم جاری رکھیں تو یقیناً دنیا میں اسلام اور احمدیت کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ یہ عیسائی حکومتیں جو آج ناز اور نخرے کیساتھ اپنے سر اٹھا اٹھا کر چل رہی ہیں اور چھاتیاں نکال نکال کر چل رہی ہیں۔ یہ اسلام کے آگے سر جھکائیں گی۔ یہی لنگوٹی پوش احمدی اور دھوتی پوش احمدی جو یہاں بیٹھے ہیں اُن کے آگے امریکہ کے کروڑ پتی آ کر سر جھکائیں گے اور کہیں گے کہ ہم ادب سے

---

[1] سورۃ ابراہیم : ۲۵

تم کو سلام کرتے ہیں کہ تم ہمارے روحانی باپ ہو (نعرۂ تکبیر) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نہ صرف ہمارا باپ تھا بلکہ ہمارے خدا کے بیٹے مسیحؑ کا بھی باپ تھا تم اس کے فرزند ہو۔ اور ہم تمہارے بیٹے ہیں۔ پس تم نے ہمیں اپنے باپ سے روشناس کرایا ہے۔ اس لیے تم ہم کو خاندان الوہیت میں واپس لانے والے ہو۔ تم ہم آوارہ گردوں کو پھر گھر پہنچانے والے ہو اس لیے ہم تمہارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے ذریعے سے اسلام ہم تک پہنچا ہے۔ سو یہ دن آنے والے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ[1]

۲۔ تقریر زیر عنوان نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر۔ (اس کا ذکر پچھلے باب میں گزر چکا ہے)۔

۳۔ مندرجہ بالا عنوان پر تقریر کرنے کے علاوہ حضور نے بعض متفرق مگر اہم جماعتی امور پر روشنی ڈالی بیرونی ممالک کے احمدی مبلغین اور ان کی شبانہ روز مساعی کے شاندار ثمرات بیان فرمائے اور جماعت کو ایسی ایسی خوشخبریاں سنائیں کہ حاضرین کے دل خوشی سے بھر گئے اور زبانیں حمد و تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گئیں۔ چنانچہ فرمایا :۔

"اس سال سلسلہ نے ملبورکا میں جو میلبورن میں ایک جگہ ہے ایک شاندار بیت تعمیر کی ہے جس پر پانچ سو پونڈ خرچ ہو چکا ہے یعنی سات ہزار روپیہ اور ابھی تین سو پونڈ اور خرچ ہوگا۔ اور اس طرح دس ہزار روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ مشرقی افریقہ میں دارالسلام میں ایک عالی شان بیت تعمیر ہو رہی ہے اور دار التبلیغ تعمیر ہو رہا ہے۔ انڈونیسیا میں۔ پاڈانگ میں ایک بیت تیار ہو رہی ہے۔ جس میں ڈھائی تین لاکھ روپیہ خرچ کا اندازہ ہے۔ اسی طرح جاوا۔ سماٹرا۔ سولاویسی (سیلیبس) میں چار نئی بیوت قائم کی گئی ہیں۔ جرمنی میں ہمبرگ کے مقام میں بیت کے لیے زمین خریدی جا چکی ہے۔ پلان کی منظوری آجائے۔ تو کام شروع ہو جائے گا۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی گورنمنٹ ہم کو ایکسچینج دے۔ ابھی تک انہوں نے منظور نہیں کیا جب وہ منظور ہو جائے گا۔ تو وہ کام بھی شروع ہو جائے گا اس مسجد پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے قریب خرچ ہوگا۔ جس میں ۲۴ ہزار

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

جمع ہو چکا ہے) سوا لاکھ کے قریب ابھی اور روپیہ چاہیئے عورتوں نے ہالینڈ کی بیت کا چندہ اپنے ذمہ لیا تھا۔ مگر اس پر بجائے ایک لاکھ کے جو میرا اندازہ تھا ایک لاکھ چوہتر ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ ۷۸ ہزار اُن کی طرف سے چندہ آیا تھا۔ گویا ابھی ۹۶ ہزار باقی ہے۔ پس عورتوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ وہ ۹۶ ہزار روپیہ جلد جمع کریں۔ تاکہ بیت ہالینڈ اِن کی ہو جائے۔

بیت ہالینڈ کا نقشہ بن کر آگیا ہے جس میں بجلی بھی لگی ہوئی ہے اور بیت خوب نظر آجاتی ہے۔ لجنہ اماءاللہ نے اس کا بھی چندہ رکھا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ دو آنے کا ٹکٹ ضرور لیں۔ زیادہ کی توفیق ہو تو زیادہ کا ٹکٹ لے کر بیت دیکھ لیں۔ جس کا نقشہ بن کر آیا ہے۔ اور انہوں نے اس کے اندر بجلی کا بھی انتظام کیا ہوا ہے بجلی سے اندر روشنی ہو جاتی ہے اور پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ کیسی شاندار بیت ہے۔ مگر ہمارے پروفیسر ٹلٹاک جو جرمنی کے ایک پروفیسر ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمبرگ کی بیت کا جو ہمارے ذہن میں نقشہ ہے وہ ہالینڈ کی بیت سے زیادہ شاندار ہوگا۔

نئے مشن بھی ہم خدا کے فضل سے کھول رہے ہیں اور ان کے ساتھ مبلغ بھی بڑھیں گے مثلاً مشرقی افریقہ سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ جنوبی روڈیشیا ربہ افریقہ کے ساحل پر بہت بڑا علاقہ ہے) اور نیاسالینڈ اور بلجین کانگو میں ہمارے سواحیلی اخبار اور سواحیلی ترجمہ قرآن مجید بھجوائے گئے تھے وہاں لوگ بکثرت احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور بلجین کانگو کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ وہاں سینکڑوں احمدی ہو چکے ہیں۔ اور ان ملکوں کے لوگوں نے مبلغین کا مطالبہ کیا ہے۔ فلپائن جو امریکہ کے ماتحت ایک علاقہ ہے اور نہایت اہم ہے پہلے یہاں مسلمان آبادی تھی سارا علاقہ مسلمان تھا۔ اور ترکوں اور عربوں کے ماتحت تھا (اب آزاد ہو چکا ہے) سپین نے اس کو فتح کیا اور جس طرح سپین نے اپنے ملک سے مسلمانوں کو نکال دیا تھا۔ اسی طرح فلپائن پر حملہ کر کے اس نے اسکو فتح کیا اور تلوار کے نیچے گردنیں رکھ کر سب سے اقرار کروایا کہ ہم مسلمان نہیں عیسائی ہیں تمہاری غیرت کا تقاضا تھا کہ تم وہاں جاؤ سپین کے متعلق بھی تمہاری غیرت کا تقاضا تھا ہم نے وہاں مبلغ بھجوایا لیکن پاکستانی گورنمنٹ زور دے رہی ہے کہ اس مبلغ کو واپس بلا لو۔ کیونکہ سپینش (SPANISH) گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم یہاں تبلیغ کی اجازت نہیں دے سکتے۔ حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ وہ سپین گورنمنٹ کو کہتے کہ تم کو یہ کوئی حق نہیں کہ تم ہمارے مبلغ کو نکالو ہمارے ملک میں بیسیوں عیسائی مبلغ ہیں اگر تم اسے نکالو گے تو ہم بھی تمہارے مبلغ کو

نکال دیں گے لیکن بجائے اس کے انہوں نے مغربی پاکستان کی گورنمنٹ کو لکھا اور مغربی پاکستان کی گورنمنٹ نے مجھے لکھا۔ کہ اس مبلغ کو واپس بلالو۔ سپینش (SPANISH) گورنمنٹ پسند نہیں کرتی۔ ادھر فلپائن کے جو لوگ ہیں وہ بھی چونکہ نئے عیسائی ہیں۔ پہلے مسلمان تھے ان میں بھی تعصب زیادہ ہے۔ ان کے ہاں بڑی کوشش کی گئی کہ کسی طرح وہاں مبلغ جائے لیکن وہاں سے اجازت نہیں مل سکی۔ جب کبھی ویزا کے لیے کوشش کی جاتی ہے وہ انکار کر دیتے ہیں۔ مگر ہمارا خدا حکومتوں سے بڑا خدا ہے۔ فلپائن گورنمنٹ یا امریکن گورنمنٹ اگر وہاں جانے سے روکے گی۔ تو بنتا کیا ہے۔ اللہ نے ایسا سامان کر دیا کہ پچھلے سال جاپان میں ایک مذہبی انجمن بنی۔ اس نے مجھے چٹھی لکھی کہ اپنا کوئی مبلغ بھجوائیں میں نے خلیل ناصر صاحب جو واشنگٹن کے مبلغ ہیں ان کو وہاں بھجوایا وہ وہاں گئے تو وہاں سے ان کو موقع لگا کہ واپسی میں کچھ دیر فلپائن ٹھہر جائیں۔ جب وہ فلپائن ٹھہرے تو فلپائن کے کئی لوگ اُن سے آکر ملے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں بھی بعض جگہوں پہ اسلام کا نام باقی ہے اور مسلمان جنگلوں میں رہتے ہیں۔ آپ ہمارے ہاں مبلغ بھیجیں تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ اور اسلام پھیلائیں گے۔ انہوں نے مجھے لکھا ہم نے کوشش شروع کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا گورنمنٹ ویزا دینے سے انکار کرتی رہی مگر اللہ تعالیٰ نے سامان کیا وہ لوگ جو خلیل ناصر صاحب سے ملے تھے۔ ان میں سے ایک پُر اثر بہت زیادہ ہو گیا تھا اس نے خط لکھا کہ میں زندگی وقف کر کے اسلام پھیلانا چاہتا ہوں۔ اور ربوہ آنا چاہتا ہوں۔ ہم نے اسے فوراً لکھ دیا کہ بڑی خوشی سے آؤ یہ تو ہماری دلی خواہش ہے چنانچہ جس ملک میں سے تلوار کے زور سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو نکالا گیا تھا۔ ہم اس ملک کو دلائل کے ذریعہ سے پھر محمد رسول اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی گود میں لا کر دم لیں گے۔ (نعرۂ ہائے تکبیر) وہ جس نے ہمیں لکھا تھا اس کو کوئی مشکل پیش آئی اس لیے وہ تو نہ آسکا مگر اس کے ذریعے ایک اور احمدی ہوا وہ احمدی کسی فرم میں ملازم تھا۔ وہ وہاں سے بورنیو آگیا وہاں ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب جو خان صاحب فرزند علی صاحب کے بیٹے ہیں اور مفت تبلیغ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹری بھی کرتے ہیں اور تبلیغ بھی کرتے ہیں ان سے ملا اور وہاں اس نے اسلام سیکھنا شروع کیا۔ اب اس کا خط آیا کہ میں بڑی کوشش کر رہا ہوں کہ فرم مجھے چھوڑ دے تو میں آ جاؤں پھر اس کے کہنے پہ کچھ اور لٹریچر فلپائن بھیجا گیا پہلے وہاں سے سولہ بیعتیں آئی تھیں۔ اس ضمن میں ایک کالج کا ایک اسٹوڈنٹ نے وہاں کے مسلمانوں کی جو انجمن تھی اسے تبلیغ شروع کر دی۔ ان میں

سے کسی کو لٹریچر پسند آگیا۔ اور اس نے آگے تبلیغ شروع کر دی۔ پہلے سولہ۱۶ بیعتوں کی اطلاع آئی تھی اس کے بعد ستائیس۲۷ بیعتیں آئیں گویا ۴۳ ہوگئیں۔ اس کے بعد پھر اٹھارہ۱۸ بیعتیں آئیں۔ یہ سارے مل کر ۶۱ ہوگئے۔ اور اب اطلاع آئی ہے کہ اور لوگ بھی تیار ہیں۔ بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ جتنے کالج کے لڑکے ہیں یہ سارے مسلمان ہو جائیں گے اور احمدی بن جائیں گے۔ تو فلپائن گورنمنٹ نے ہمارا رستہ روکا تھا۔ لیکن خدا نے کھول دیا ہے اور جہاں ایک مسلمان کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں ۶۱ آدمی بیعت کر چکا ہے اور کالج کے باقی سٹوڈنٹ کہتے ہیں کہ ہمیں جلدی بیعت فارم بھیجو۔ ابھی انہوں نے نئے بیعت فارم کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جلدی بھیجو سب لڑکے تیار ہو چکے ہیں اب جس ملک کے کالج کے لڑکے مسلمان ہو جائیں گے سیدھی بات ہے کہ وہ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہوں گے۔ اور جہاں جائیں گے اسلام کی تبلیغ کریں گے کیونکہ اسلام چیز ہی ایسی ہے کہ جو ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیتا ہے پھر وہ چپ نہیں رہ سکتا میرے دوست پروفیسر ٹلٹاک اس وقت یہاں بیٹھے ہیں جب میں بیماری میں علاج کرانے گیا تھا۔ تو ہمبرگ بھی گیا۔ مولوی عبداللطیف صاحب جو ہمارے مبلغ ہیں وہ ان کو لائے اور کہنے لگے یہ پروفیسر ٹلٹاک ہیں ان کو اسلام کا بڑا شغف ہے یہ کیل میں یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ آپ کا ذکر سنکر کیل سے آئے ہیں۔ مگر کہتے ہیں مَیں نے الگ بات کرنی ہے مَیں نے کہا بڑی خوشی سے بلالو اور لوگ چلے جائیں۔ چنانچہ وہ آگئے انہوں نے تھوڑی دیر بات کی اور پھر کہنے لگے مَیں نے بیعت کرنی ہے مَیں نے کہا بہت اچھا کر لیجیے۔ مَیں نے پوچھا اسلام سمجھ لیا ہے کہنے لگے ہاں مَیں نے سمجھ لیا ہے۔ مگر کسی کو پتہ نہ لگے مَیں بڑا مشہور آدمی ہوں مَیں نے کہا بہت اچھی بات ہے ہمیں آپ کو مشہور کرنے کا کیا شوق ہے۔ آپ کی خدا سے صلح ہوگئی۔ کافی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد پاس کے کمرہ میں کچھ جرمن دوست نماز پڑھنے کے لیے آئے تھے۔ مَیں نماز پڑھانے کے لیے اس کمرہ میں گیا جب نماز پڑھ کے مَیں نے سلام پھیرا۔ تو دیکھا۔ کہ صف کے آخر میں وہ پروفیسر ٹلٹاک بیٹھے ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ میرا کسی کو پتہ نہ لگے۔ مَیں نے مولوی عبداللطیف صاحب سے کہا کہ پروفیسر صاحب سے ذرا پوچھو کہ آپ تو کہتے تھے کہ میرے اسلام کا کسی کو پتہ نہ لگے اور آپ تو سارے جرمنوں کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں تو اب تو پتہ لگ گیا۔ کہنے لگے مَیں نے پوچھا تھا یہ کہنے لگے مَیں نے سمجھا کہ یہاں ان کے آنے کا کیا واسطہ تھا خدا انہیں میری خاطر لایا ہے۔ تو اب خلیفہ کے پیچھے

نماز پڑھنے کا موقع جو خدا نے مجھے میسر کیا ہے یہ ضائع نہیں ہونے دینا چاہتے ۔ چنانچہ نماز پڑھ لی اب یا تو وہ وہاں کہتے تھے کہ میرا اسلام ظاہر نہ ہو یا یہاں آ کے بیٹھے ہوئے ہیں ۔ (اس موقعہ پر دوستوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ پروفیسر ٹلٹاک صاحب انہیں دکھا دیئے جائیں چنانچہ پروفیسر صاحب سٹیج پر تشریف لے آئے ۔ اور حضور نے فرمایا یہ پروفیسر ٹلٹاک صاحب ہیں جو جرمنی سے آپ لوگوں کو دیکھنے آئے ہیں اور آپ ان کو دیکھنے آئے ہیں ۔ اس پر دوستوں نے خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے ۔

دوسری خوشخبری یہ ہے کہ پروفیسر ٹلٹاک صاحب یہ خبر لائے ہیں کہ جرمنی میں چار شہروں میں جماعتیں قائم ہو گئی ہیں ۔ ایک بیعت پیچھے الفضل میں شائع ہوئی ہے ۔ تازہ اطلاع یہ آئی ہے کہ اس نومسلم کی بیوی نے بھی بیعت کر لی ہے سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ پیغامیوں نے منافقین کو کہا تھا کہ ہمارا سٹیج تمہارے لیے ہے ہماری تنظیم تمہارے لیے ہے ۔ آج ہی جس وقت میں چلنے لگا ہوں تو مولوی عبداللطیف صاحب کی چٹھی پہنچی کہ ایک جرمن جو پیغامیوں کے ذریعہ سے مسلمان ہوا تھا وہ میرے پاس آیا اور میں نے اس کو تبلیغ کی اور وہ بیعت کا خط آپ کو بھجوا رہا ہے ۔ تو ان کی وہ تنظیم خدا نے ہمیں دے دی ۔ جس طرح ابو جہل کا بیٹا عکرمہؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گیا تھا ۔ اسی طرح پیغامیوں کا کیا ہوا نومسلم ہمیں مل چکا ہے ۔ آج ہی اس کی بیعت کا خط آگیا ہے"[1]

حضور نے مسئلہ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"ایک بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاکستان میں لوگوں کو ایک بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے اور وہ کشمیر کا مسئلہ ہے ۔ کشمیر کے مسئلہ میں آج تک پاکستان حیران بیٹھا ہے اور پاکستانی گورنمنٹ سے بھی زیادہ حیران بیٹھے ہیں ۔ یہ سب کو نظر آ رہا ہے کہ جب تک کشمیر نہ ملا پاکستان محفوظ نہیں رہ سکتا اور یہ بھی سب کو نظر آ رہا ہے کہ کرنا کرانا کسی نے کچھ نہیں ۔ سب حیران ہیں پاکستان کی نظر امریکہ پر ہے اور امریکہ کی نظر روس پر ہے ۔ اور اگر کسی وقت پاکستان نے ادھر ہلچل کی تو روس اپنی فوجیں افغانستان

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۹ مارچ ۱۹۵۷ء ص ۳ - ۴ - ۵

میں داخل کر دے گا یا گلگت میں داخل کر دے گا اس حیرت میں پاکستان گورنمنٹ کچھ نہیں کرتی۔ میں اپنی جماعت کو ایک تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج جب دعائیں ہوں گی تو کشمیر کے متعلق بھی دعائیں کریں۔ دوسرے میں ان کو تسلی بھی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامان نرالے ہوتے ہیں میں جب پارٹیشن کے بعد آیا تھا تو اس وقت بھی میں نے تقریروں میں اس کی طرف اشارہ کیا تھا مگر گورنمنٹ نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اب نظر آ رہا ہے کہ وہی باتیں جن کو میں نے ظاہر کیا تھا وہ پوری ہو رہی ہیں۔ یعنی پاکستان کو جنوب اور مشرق کی طرف سے خطرہ ہے۔ لیکن ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ ہندوستان کو شمال اور مشرق کی طرف سے شدید خطرہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ خطرہ ایسا ہوگا کہ باوجود طاقت اور قوت کے ہندوستان اس کا مقابلہ نہیں کریگا اور روس کی ہمدردی بھی اس سے جاتی رہے گی سو دعائیں کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہماری گورنمنٹ کمزور ہے یا ہم کمزور ہیں خدا کی انگلی اشارے کر رہی ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں (نعرہ ہائے تکبیر) اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ روس اور اس کے دوست ہندوستان سے الگ ہو جائینگے (اس تقریر کے بعد جو حالت یو۔ این۔ او کو پیش آئے ان سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بہت سے دوست پاکستان کو دے دیئے ہیں۔ مرتب) اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ امریکہ یہ محسوس کرے گا کہ اگر میں نے جلدی قدم نہ اٹھایا تو میرے قدم نہ اٹھانے کی وجہ سے روس اور اس کے دوست بیچ میں گھس آئیں گے۔ (نعرۂ تکبیر) پس مایوس نہ ہو اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھو اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے اندر ایسے سامان پیدا کر دے گا۔ آخر دیکھو یہودیوں نے تیرہ سو سال انتظار کیا اور پھر فلسطین میں آ گئے مگر آپ لوگوں کو تیرہ سو سال انتظار نہیں کرنا پڑے گا ممکن ہے تیرہ بھی نہ کرنا پڑے ممکن ہے دس بھی نہ کرنا پڑے اور اللہ تعالیٰ اپنے برکتوں کے نمونے تمہیں دکھائے گا۔ (نعرۂ ہائے تکبیر)[1]

۴۔ تقریر زیر عنوان خلافت حقّہ اسلامیہ[2] مؤرخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء اس کا ذکر پچھلے باب میں آ چکا ہے۔

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء ص ۳-۴ [2] اس کا پہلا ایڈیشن الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ نے اور دوسرا نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ نے شائع کیا۔

۵ - تقریر سیر روحانی (قرآنی باغات) حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس پر معارف تقریر کا آغاز اس نکتۂ معرفت سے کیا کہ اِسلام کی بنیاد توحیدِ خالص ہے اور سورہ اخلاص اِس توحید کا معیار ہے۔ اس کے بعد حضور نے قرآن کریم کے اس بے مثال انکشاف کی تفصیلات بیان فرمائی کہ صرف خدا ہی احد ہے باقی ہر چیز خواہ پھل ہوں یا زمین و آسمان یا باغات سبھی کا جوڑا ہے۔ مادّی اعتبار سے بھی اور روحانی اعتبار سے اس مضمون کو بیان کرنے کے بعد حضور نے محمدی باغات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"محمدی باغوں میں سے ایک پودا حسن بصریؒ کا لگا۔ ایک جنید بغدادیؒ کا لگا۔ ایک سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک محی الدین ابن عربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک بہاؤالدین صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک معین الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک قطب الدین صاحب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک فریدالدین صاحب گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک نظام الدین صاحب اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک مجدّد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک خواجہ میر ناصر رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ اور سب سے آخر میں باغِ محمدی کی حفاظت کرنے والے درخت حضرت مسیح موعودؑ کا پودا لگا جسکو خود مسلمانوں نے بدقسمتی سے کاٹ کر چاہا کہ محمدی باغ میں لوگ گھس جائیں، بکریاں اور بھیڑیں گھس جائیں۔ اور محمدی باغ کو تباہ کر دیں مگر وہ پودہ اس شان کا تھا کہ اس نے کہا ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم[1]

اے شخص جو کہ کلہاڑے لے کر میرے کاٹنے کے لیے دوڑا آرہا ہے۔ میرے باغبان خدا سے یا محمدؐ رسول اللہ سے ڈر کہ مَیں وہ شاخ ہوں جس کو پھل لگے ہوئے ہیں اگر تو مجھے کاٹے گا تو محمدؐ رسول اللہ کا پھل کٹ جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ محمد رسول اللہؐ کا باغ بے ثمر رہ جائیگا۔ پس تو مجھے

---

[1] ازالہ اوہام حصہ اوّل طبع اوّل صفحہ ۱۶۲

نہیں کاٹ رہا تو محمد رسول اللہؐ کے باغ کو اُجاڑ رہا ہے اور خدا کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ محمد رسول اللہؐ کا باغ اُجڑے وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا۔“ [1]

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے خالد کا خطاب

اس معرکہ آرا تقریر سے قبل حضور نے بعض اہم اور متفرق امور پر روشنی ڈالتے ہوئے مندرجہ ذیل ممتاز علماء سلسلہ کو خالد کے خطاب سے نوازا۔

۱۔ مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ سابق مجاہد بلاد اسلامیہ وانگلستان۔

۲۔ مولانا ابوالعطاء صاحب سابق مجاہد بلاد عربیہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ۔

۳۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ امیر جماعت احمدیہ گجرات۔

اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا کہ:-

”حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت کے خلاف جب جتھے ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا تھا کہ مغرور مت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو تمہارا سر توڑ دیں گے مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہیں تھا صرف میں ایک شخص تھا جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ چنانچہ پرانی تاریخ نکال کر دیکھ لو صرف میں ہی ایک شخص تھا جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا اور ان سے چالیس سال گالیاں سُنیں لیکن باوجود اس کے کہ ایک شخص اُن کی طرف سے دفاع کرنے والا تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں برکت دی اور ہزاروں ہزار آدمی مبایعین میں آکر شامل ہو گئے جیسا کہ آج کا جلسہ ظاہر کر رہا ہے مگر یہ نہ سمجھو کہ اب وہ خالد نہیں ہیں۔ اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ شمسؔ صاحب ہیں مولوی ابوالعطاء ہیں۔ عبدالرحمٰن صاحب خادم ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دیگا۔ یہاں تک کہ یہ اس بُت خانہ کو جو پیغامیوں نے تیار کیا ہے

---

[1] سیر روحانی جلد سوم ص۱۰۲ و ص۱۰۳

چکنا چور کر کے رکھ دیں گے۔[1]

بھارتی احمدیوں کی دینی سرگرمیاں

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر جو پیغام دیا۔ اس میں بھارت کے طول و عرض میں اشاعتِ دین کے لیے سرگرمِ عمل ہونے کی پُرزور تحریک فرمائی تھی۔[2] اس پیغام نے بھارتی احمدیوں میں غیر معمولی بیداری پیدا کر دی۔ اس اعتبار سے یہ سال ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُن دنوں بھارت میں مندرجہ ذیل مبلغینِ سلسلہ تبلیغی خدمات بجا لا رہے تھے:۔

۱۔ مولوی سمیع اللہ صاحب (انچارج دارالتبلیغ بمبئی) ۲۔ مولوی مبارک علی صاحب (انچارج دارالتبلیغ ہبلی و دھارواڑ کرناٹک) ۳۔ مولوی محمد صادق صاحب ناقد (انچارج دارالتبلیغ بنگلور) ۴۔ حکیم محمد الدین صاحب (انچارج مبلغ حیدر آباد دکن) ۵۔ مولوی سراج الحق صاحب (مبلغ نندگڑھ بعد ازاں تیماپور) ۶۔ مولوی فیض احمد صاحب (مبلغ تیماپور) ۷۔ مولانا عبداللہ صاحب فاضل (انچارج مبلغ مالابار) ۸۔ مولوی محمد ابوالوفاء صاحب (مبلغ کالی کٹ) ۹۔ مولوی احمد رشید صاحب (مبلغ کرناگاپلی) ۱۰۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی (انچارج دارالتبلیغ بمبئی بعد ازاں انچارج دارالتبلیغ مدراس[3]) ۱۱۔ مولانا محمد سلیم صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ (انچارج دارالتبلیغ کلکتہ بنگال و اڑیسہ) ۱۲۔ مولوی سید صمصام الدین احمد صاحب (مبلغ کیندرہ پاڑہ اڑیسہ بعد ازاں رانچی) ۱۳۔ مولوی سید غلام مہدی صاحب ناصر (مبلغ چودوار کٹک) ۱۴۔ مولوی سید فضل عمر صاحب (مبلغ کوٹ پلہ۔ اڑیسہ) ۱۵۔ مولوی سید محمد موسیٰ صاحب (مبلغ سونگڑہ) ۱۶۔ مولوی محسن خاں صاحب (کیرنگ اڑیسہ) ۱۷۔ مولوی فضل دین صاحب (موسیٰ بن مائینگ بہار) ۱۸۔ مولوی سید نصیر الدین احمد صاحب (پٹنہ)۔ ۱۹۔ مولوی بشیر احمد صاحب فاضل (مبلغ دہلی و یوپی) ۲۰۔ مولوی سید منظور احمد صاحب عالیؔ (سانڈھن یوپی) ۲۱۔ مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر (شاہجہانپور) ۲۲۔ مولوی غلام نبی صاحب (امینیڈ)۔ ۲۳۔ مولوی عبید الرحمٰن صاحب فانیؔ (بھرت پور) ۲۴۔ مولوی منظور احمد صاحب (مسکرا یوپی) ۲۵۔ مولوی فتح محمد صاحب اسلم (کشن گڑھ۔ راجستان) ۲۶۔ حکیم محمد سعید صاحب (مبلغ انچارج سرینگر) ۲۷۔ مولوی غلام احمد شاہ صاحب

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ [2] اخبار "بدر" ۷ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ (پیغام کا متن) [3] یہ نیا مشن ۸ اگست ۱۹۵۶ء کو قائم ہوا اور اس کے پہلے انچارج مولوی صاحب موصوف مقرر ہوئے (بدر ۱۲ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱) [4] اسی سال ریٹائرڈ ہوئے۔

(ماندوجن کشمیر) ۲۸۔ مولوی عبد اللطیف صاحب (کنندہ براڑی) ۲۹۔ مولوی محمد ایوب صاحب (بھدر واہ۔ کشمیر) ۳۰۔ شیخ حمید اللہ صاحب (کنہ پور بعد ازاں پونچھ) ۳۱۔ مولوی بشیر احمد صاحب خادم (مالیر کوٹلہ) ۳۲۔ مولوی عبد الحق صاحب (جمبہ)[1]

مبلغین سلسلہ نے احمدی جماعتوں کے تعاون سے اس سال کئی اہم شخصیات تک خصوصاً اور عوامی حلقوں تک عموماً وسیع پیمانہ پر پیغام احمدیت پہنچایا، ملکی کانفرنسوں کے پلیٹ فارم پر اسلام اور احمدیت کی آواز بلند کی، سالانہ جلسوں اور پیشوایان مذاہب کے جلسوں کا اہتمام کیا۔ ایک مرکزی وفد نے آٹھ ہزار میل سے زائد سفر کر کے جنوبی ہند کے گوشہ گوشہ تک پیغام حق پہنچایا۔ جنوبی ہند کی تمام مخلص اور فعّال جماعتوں نے نہ صرف جلسے منعقد کیے بلکہ بڑے پیمانے پر دعوتوں کا انتظام بھی کیا۔ اس طویل تبلیغی دورہ کے اکثر و بیشتر اخراجات جنوبی ہند کی جماعتوں اور مخیّر اور مخلص احمدیوں نے خود برداشت کیے اور اس میں سیٹھ محمد معین الدین صاحب (چنتہ کنٹہ) اور ان کے بھائی سیٹھ محمد اسماعیل صاحب نیز سیٹھ محمد عبد الحی صاحب یادگیر کا نمایاں حصہ تھا۔

۱۹۵۶ء کی تبلیغی مساعی کی یہ اجمالی جھلک ہے جس کے بعض پہلوؤں کا ذکر بطورِ خاص کرنا بھی ضروری ہے۔

ملکی کانفرنسوں میں تقاریر

اس سال کے آغاز میں بمبئی میں ایک مذہبی کانفرنس "ویدانت سنگھ" کے نام سے (۲۸ جنوری تا ۲ فروری) منعقد ہوئی اسی طرح (۳۰ جنوری تا یکم فروری) بمبئی کی ایک سوسائٹی "SOCIETY OF SERVENTS OF GOD" کا سالانہ اجلاس پونا میں ہوا۔ ان کانفرنسوں میں مولوی شریف احمد صاحب فاضل امینی نے "اسلام اور امن" کے موضوع پر فاضلانہ لیکچر دیئے[2]

کانگرس کا اجلاسِ امرتسر

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاسِ امرتسر ۱۲ فروری ۱۹۵۶ء تک جاری رہا اس موقع پر نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے اردو، ہندی

---

[1] بدر ۶۔ ۱۳ اکتوبر۔ ۲۴ نومبر۔ ۱۵۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء۔
[2] بدر ۱۴ فروری ۱۹۵۷ء صہ

گورمکھی اور انگریزی ٹریکٹ اور کتابچے ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں شائع اور تقسیم کیے گئے ۔ شریمتی اندرا گاندھی شری ڈھیبر، گیانی گورمکھ سنگھ مسافر (صدر پنجاب پردیش کانگریس) پنجاب، دہلی اور مدھیہ بھارت کے وزراء اور بہت سے ایم ایل اے ممبران پارلیمنٹ پولیس افسران، پروفیسران اور وکلاء کو خاص طور پر یہ لٹریچر دیا گیا قریباً ایک درجن درویش ہر روز صبح سے قریباً نصف شب تک لٹریچر تقسیم کرتے رہے ۔ نمائش میں اسلام سے متعلق واحد سٹال نظارت دعوت و تبلیغ کا تھا جسے لاکھوں نے دیکھا اور ہزاروں نے اسلام و احمدیت سے متعلق معلومات حاصل کیں بعض غیر مسلم معززین نے قرآن مجید کے انگریزی اور گورمکھی تراجم اور دوسری اسلامی کتب بھی خریدیں کثیر تعداد ایسے غیر مسلموں کی تھی جو سلسلہ کے لٹریچر کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھتے تھے اور درویشانِ قادیان کے جذبہ فداکاری اور ولولۂ تبلیغ سے بہت متاثر تھے ۔

لٹریچر کی طباعت و اشاعت کا کام ناظر دعوت و تبلیغ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی زیر نگرانی ہوا ، اس سلسلہ میں مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ایڈیشنل ناظر دعوت و تبلیغ اور ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مدیر "بدر" کی معیت میں آٹھ روز تک امرتسر میں قیام فرما رہے مولوی حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال اور مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے بھی چند دن اجلاس کانگرس کے موقعہ پر تقسیم لٹریچر کی خدمت انجام دی[1]

احمدی مبلغین کا دورۂ جنوبی ہند

اس سال مرکزی مبلغین کے وفد نے جنوبی ہند کا نہایت وسیع پیمانہ پر کامیاب دورہ کیا وفد میں شامل مرکزی اور مقامی مبلغین اور مخلصین کے نام یہ ہیں ۔ مولانا محمد سلیم صاحب ، مولوی بشیر احمد صاحب مولوی شریف احمد صاحب امینی ۔ مولانا عبداللہ صاحب مالاباری ۔ حکیم مولوی محمد الدین صاحب ۔ مولوی مبارک علی صاحب مولوی فضل الدین صاحب ، مولوی سراج الحق صاحب جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر "آزاد نوجوان" وفد سے احمدی جماعتوں نے خوب فائدہ اٹھایا ۔

۱ ۔ یادگیر (۳ ۔ ۴ مارچ) یہ مخلص جماعت گزشتہ ستادن سال سے باقاعدہ سالانہ جلسے کرتی

---

[1] بدر ۲۱ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

آ رہی تھی اس سال بھی اس نے اپنی روایات کے شایانِ شان جلسہ کیا جس کے پہلے روز ایک صاحب شیخ لاڈے صاحب آف شولاپور (علاقہ بمبئی) حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

۲۔ تیماپور دکن (۶ مارچ) ایک صاحب محمد پیران نے بیعت کی جو جلسہ کا ایک شیریں پھل تھا۔

۳۔ شوراپور دکن (۸ مارچ) جلسہ کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں سے مفید تبلیغی گفتگو ہوئی۔

۴۔ اڈگور دکن (۱۰ مارچ) مسلمان اور ہندو معززین یکساں دلچسپی سے شریک جلسہ ہوئے۔

۵۔ ویلوورگ (۱۲ مارچ) جلسہ میں غیر مسلم اصحاب، وکلاء اور کانگرس ورکروں نے خاصی دلچسپی لی۔

۶۔ حیدرآباد دکن (۱۷، ۱۸ مارچ) جلسہ احمدیہ جوبلی ہال واقع افضل گنج میں ہوا۔ مقامی اخبارات نے جلسہ کی کارروائی بھی شائع کی شہر کے ہر طبقہ نے جلسہ میں شمولیت کی۔ علماء سلسلہ (۱۳ تا ۲۲ مارچ) حیدرآباد میں رہے اور شہر کے مختلف حلقوں سے رابطہ کر کے ان تک پیغامِ حق پہنچایا۔[1]

۷۔ ہبلی (۳۰، ۳۱ مارچ) جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔[2]

۸۔ کوسگی ضلع گلبرگہ شریف (۲۲ مارچ) جلسہ کے بعد ایک غیر از جماعت عالم دین سے تین گھنٹے تک اختلافی مسائل پر تبادلہ خیالات ہوا۔ جس سے سامعین نے گہرا اثر لیا۔

۹۔ چنتہ کنٹہ (۲۴، ۲۵ مارچ) حاضرین کی تعداد پانچسو کے قریب تھی۔

۱۰۔ آتماکور دکن (۲۸ مارچ) جلسہ کا انتظام و اہتمام چنتہ کنٹہ کے خدام و انصار نے کیا تھا۔ عوام جماعت کے نظم وضبط سے بہت متاثر ہوئے۔

۱۱۔ پینگاڈی شمالی مالا بار (۷، ۸ اپریل) یہاں آل کیرلہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور اس میں کیرلہ بھر کے احمدی انتہائی ذوق وشوق سے شامل ہوئے۔ کانفرنس کی مجلس انتظامیہ کے صدر مولوی ابوالوفاء صاحب اور سیکرٹری عبدالرحیم صاحب (ابن مولانا مولوی عبداللہ صاحب فاضل) کی مساعی خاص طور پہ قابلِ ذکر تھیں۔[3]

کانفرنس کے بعد علماء سلسلہ کا وفد مدراس پہنچا۔ جہاں ۱۲ اپریل ۱۹۵۶ء کو ایک سُنّی عالم دین سے

---

[1] بدر ۳ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۲ ؛ بدر ۱۴ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ؛ [2] بدر ۲۱، ۲۸ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۳
[3] بدر ۱۴ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱، ۶

کامیاب مباحثہ ہوا ۔ جس کے نتیجہ میں سیّد امیر الدین صاحب ریٹائرڈ ڈی ۔ ڈی ۔ سی دھارواڑ (علاقہ بمبئی) بیعت کر کے آغوش احمدیت میں آ گئے موصوف ایک عرصہ سے زیر تبلیغ تھے ۔ قادیان کی زیارت بھی کر چکے تھے ۔ اور یہ مباحثہ انہی کی تحریک پر عمل میں آیا تھا [1]

کالی کٹ اور قادیان کا جلسہ پیشوایان مذاہب

بھارت کی احمدی جماعتوں میں اس سال پیشوایان مذاہب کے خاص اہتمام سے جلسے منعقد ہوئے ۔ جن میں کالی کٹ اور قادیان ۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کالی کٹ کا جلسہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب مالاباری کی صدارت میں ہوا ۔ مقررین میں مسٹر ریبورنڈ کے ایم ماتھن صاحب بی اے ، مسٹر کے وی کرشن ، صاحب بی اے ایل ایل بی ، مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ ، اور مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر تھے [2]

جلسہ قادیان میں مندرجہ ذیل اصحاب نے تقاریر فرمائیں ۔

لالہ پشاوری مل صاحب ایڈووکیٹ گورداسپور (سوانح راجندر جی) مکرم گیانی عباد اللہ صاحب ریسرچ سکالر سکھ مذہب (گورو نانک صاحب کے جیون) مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل بقاپوری اسسٹنٹ ایڈیٹر بدر (سوانح حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام) خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب (سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (سیرت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) سردار زائن سنگھ صاحب (سیرت النبیؐ) مولوی بشیر احمد صاحب (خادمؔ) (سری کرشن جی مہاراج) حضرت مولوی خلیل احمد صاحب مونگھیری (مہاتما بدھ کی زندگی) ۔ سردار گوردیال سنگھ نے اپنی صدارتی تقریر میں اعتراف کیا کہ مذاہب عالم کے پیشواؤں کی عزت و احترام کے بغیر دنیا کی ترقی اور نجات ممکن نہیں ۔ جلسہ کے لیے گورنر صاحب پنجاب شری سی پی این سنگھ ، شری بھیم سین سچر صاحب سابق چیف منسٹر پنجاب ، سردار نرنجن سنگھ صاحب پرنسپل گورو تیغ بہادر خالصہ کالج دہلی اور مسٹر ڈی سی ورما ڈائریکٹر تعلقات عامہ پنجاب کی طرف سے پیغامات بھی موصول ہوئے ۔ سامعین کی تعداد ۲ ہزار کے قریب تھی [3]

---

[1] الفضل ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ٭ [2] الفضل ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ (اس جلسہ میں اردو تقاریر کا ملیالم میں ترجمہ کے فرائض مولوی محمد ابوالوفا صاحب نے انجام دیئے)

[3] الفضل ۲ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

کیرنگ تبلیغی کانفرنس

جنوبی ہند کے بعد مشرقی ہند میں بھی احمدیت کی پُرشوکت آواز سنائی دینے لگی جہاں کیرنگ (اڑیسہ) میں ۲۰ ر ۲۱ رمئی ۱۹۵۶ء کو اڑیسہ کی اٹھارہ جماعتوں کی عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جناب محمد کریم اللہ صاحب آزاد نوجوان، مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر، مولانا محمد سلیم صاحب اور مولوی بشیر احمد صاحب جیسے فاضل مقرروں نے خطاب فرمایا۔ اس موقعہ پر پانچ ہزار کی تعداد میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ ۲۲ رمئی کو مولوی محمد سلیم صاحب نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کٹکی سے مناظرہ کیا۔ جناب کٹکی صاحب بالکل لاجواب ہو گئے۔ احمدیت کے علم کلام کی برتری کا یہ نظارہ قابلِ دید تھا جس سے احمدیوں کے ایمان میں بہت اضافہ ہوا۔[1]

اشاعت لٹریچر کی مہم

اس سال تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کی طرف صیغہ نشر و اشاعت قادیان[2] اور بھارت کی احمدی جماعتوں مثلاً بنگلور، کانپور اور دہلی نے خصوصی توجہ دی۔ حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے پوری جماعت میں تنہا اشاعت لٹریچر کا جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ وہ تاریخِ احمدیت کا ایک کھلا ورق ہے۔ آپ نے اس سال بھی سینکڑوں روپے کا لٹریچر طبع کرا کے ہندوستان اور بیرونی ممالک میں مفت تقسیم فرمایا۔[3] آپ کے نیک نمونہ کے اثرات یادگیر اور چنتہ کنٹہ پر بھی ہوئے اور ان جماعتوں میں حضرت سیٹھ معین الدین صاحب اور سیٹھ محمد عبد الحی صاحب یادگیر ہزاروں کا لٹریچر سالانہ شائع کرنے لگے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی ایک رپورٹ (۱۹۵۶ء) میں لکھا ہے کہ:۔

”مالابار کی تمام جماعتیں جو خدا کے فضل سے بہت اخلاص اور قربانی کا جذبہ رکھتی ہیں۔ ہمارے مبلّغین کے ساتھ بہت تعاون کرتی ہیں۔ اس تعاون کا نتیجہ ہے کہ مالابار میں علاقائی زبان میں بہت سا لٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کا سارا خرچ مقامی جماعتیں خود برداشت کرتی ہیں۔ اشاعتِ لٹریچر کے سلسلہ میں اوّل نمبر حیدر آباد دکن کی جماعتوں بالخصوص سکندر آباد اور چنتہ کنٹہ کا ہے۔ لیکن اگر مالی پوزیشن کو ملحوظ رکھا جائے تو مالابار کی جماعتیں بھی اشاعتِ لٹریچر میں پہلا درجہ رکھتی ہیں ..... چنانچہ مالابار کی جماعتوں نے گزشتہ تھوڑے سے عرصہ میں مختلف قسم کے مفید ٹریکٹ اور ترجمے ۳۲

---

[1] بدر ۷ رجون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ؛ [2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار ”بدر“ ۱۳ اکتوبر، ۲۷ اکتوبر، ۱۵ ردسمبر ۱۹۵۶ء بدر ۱۲ رجنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ (فہرست) ؛ [3] بدر ۷ رجون ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

ہزار کی تعداد میں شائع کیے ہیں اسی طرح بنگلور کی جماعت نے بھی قریباً دس ہزار کی تعداد میں مختلف ٹریکٹ شائع کیے ہیں۔[1]

اہم شخصیات کو لٹریچر کا تحفہ

اس سال کلکتہ، بمبئی، دہلی اور مدراس کے مبلغین اور احمدی جماعتوں کی طرف سے جن اہم شخصیات کو مذہبی لٹریچر پیش کیا گیا۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ڈاکٹر ایس۔ این۔ سین۔ یکوائس چانسلر دہلی یونیورسٹی۔
۲۔ شری گلزاری لال نندا وزیر حکومتِ ہند۔
۳۔ شری گیڈگل ممبر پارلیمنٹ وہاراشٹر لیڈر۔
۴۔ صدر مہاراشٹر کانگرس کمیٹی۔
۵۔ ڈاکٹر شاہ مہتہ صدر سوسائیٹی آف گاڈ بمبئی "SOCIETY OF GOD"
۶۔ سردار رگھبیر سنگھ جی بیرا ایڈیٹر ہفت روزہ "آتم سائنس" و منیجر روزنامہ "دیش درپن" برائے سکھ کلچرل سنٹر چورنگی کلکتہ۔
۷۔ ڈاکٹر سنتی کمار چیٹرجی صدر لیجسلیٹو کونسل مغربی بنگال۔
۸۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن وائس پریذیڈنٹ جمہوریہ ہند۔
۹۔ آنریبل چیف جسٹس ہند شری ایس آر داس۔
۱۰۔ وزیر اعظم چین مسٹر چو این لائی۔
۱۱۔ مسٹر اے۔ جے۔ جان گورنر مدراس[2]

○

---

[1] الفضل ۱۸ر مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ (مالا بار اور بنگلور کے شائع کردہ لٹریچر کی فہرست اخبار بدر ۱۴ر مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ پر شائع ہوئی)۔ [2] بدر ۲۸ر جنوری، ۱۴، ۲۳ر فروری، ۲۸ر اپریل ۲۱ر مئی، ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء، الفضل ۳ر جنوری ۱۹۵۷ء

فصل دوم

حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر رفقاء کا انتقال

اس سال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کئی ممتاز اصحاب اور بزرگانِ سلسلہ خدائے حقیقی کو جا ملے جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حضرت حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالوی

ولادت قریباً ۱۸۶۱ء - بیعت
وفات ۲۹ جنوری ۱۹۵۶ء[1]

نہایت عابد و زاہد اور صاحب الرؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ باجماعت نماز اور تہجد کا خاص التزام فرماتے اور ہر آن ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ سلسلہ احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے محبت عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ ۸۰ سال کی عمر میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۴۷ء تک بسلسلہ ملازمت دہلی میں مقیم رہے[2]۔

آپ کی خود نوشت روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت شہید مرحوم صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب کی قادیان سے واپسی کے وقت قادیان میں موجود تھے۔ اور منارۃ المسیح قادیان کی بنیاد کے وقت بھی

اولاد:
۱۔ شیخ حفیظ الٰہی صاحب ۔ ۲۔ شیخ عبدالرحمان صاحب
۳۔ شیخ محمد رمضان صاحب ۔ ۴۔ شیخ احمد دین صاحب

بیٹیوں کے نام: ۵۔ ؟ ۶۔ ؟
۷۔ ؟ ۔

[1] الفضل ۲ ؍ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ [2]

چوہدری اللہ بخش صاحب (والد مولانا کرم الٰہی ظفر مبلغ سپین)

(ولادت ۱۸۵۷ء قریباً - بیعت ۱۹۰۶ء - وفات ۱۵/۱۶ مارچ ۱۹۵۷ء)

آپ کے بیٹے مکرم ایم اے ناصر نے آپ کی وفات پر لکھا :-

"میرے والد محترم چوہدری اللہ بخش صاحب مرحوم ۱۸۵۷ء میں ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے آپ کے آباؤ اجداد اہل سُنّت و الجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کی ملاقات مولوی کریم بخش صاحب مرحوم بنگوی سے ہوئی جو کہ وہاں امام تھے انہوں نے والد صاحب کو بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے تحقیق شروع کر دی بالآخرہ سال تک حضور کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اطمینان ہونے پر آپ نے ۱۹۰۶ء میں بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں بہت سے لوگ بے چینی سے گھر کے سامنے کھڑے ہیں کہ حضور کی تقریر سنیں - والد صاحب نے انہیں کہا کہ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تقریر سب کو سنائی دے گی۔ چنانچہ سب لوگ آرام سے بیٹھ گئے۔ حضور نے ایک چھوٹے لڑکے کو اشارہ کیا تقریر کرو اور وہ چھوٹا لڑکا ایک اونچی جگہ کھڑا ہو کر تقریر کرنے لگا جو تمام لوگوں نے دلچسپی سے سُنی - اسی رؤیا کی بناء پر آپ نے اپنے بیٹے عزیز کرم الٰہی ظفر کو خدمت دین کے لیے وقف کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ کرم انہیں سپین کے لیے منتخب فرمایا۔ چنانچہ وہ ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو والد صاحب کے سامنے رخصت ہوئے اور ماشاء اللہ ۱۲ سال سے حضور انور کی زریں ہدایت کے مطابق سپین جیسے اہم ملک میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں -

خود سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختلف اداروں - مثلاً سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان میں کلرک اور احمدیہ گرلز سکول دھرمکوٹ بگا میں ہیڈ ماسٹر کے فرائض ادا کرتے رہے - نیز احمدیہ سکول بنگہ میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا - اپنے مخاطب کو نرم اور محبت بھرے لہجہ میں احمدیت کا پیغام پہنچاتے تھے۔ اپنے بچوں سے بہت محبت تھی۔ سب کی تربیت احمدیت کے زریں اصولوں کے مطابق کی۔ اور سارے خاندان کو ہر وقت نمازیں مداومت - قرآن مجید سے پیار اور صحیح اسلام پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔ تقسیم ملک کے موقع پر تمام مسلمانوں نے گاؤں خالی کر دیا۔ مگر والد صاحب کو احمدیت نے ایسا

توکّل عطا کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سہارے پر اپنا مکان خالی نہ کیا۔ اور والدہ کے ساتھ وہیں ۲ دو ماہ مقیم رہے۔ سکھوں کے جتھے آتے تھے مگر گاؤں والوں کو آپ کی ہر دلعزیزی اور نیکی کی وجہ سے اتنی محبت تھی کہ کسی نے ہمارے گھر کا رُخ نہ کیا۔ بالآخر ایک دن کشف میں آپ نے دیکھا کہ ان کا لڑکا باہر آواز دے کر کہتا ہے تیار ہو جاؤ چنانچہ دوسرے دن ہی ہمارے چھوٹے بھائی فضل کریم صاحب اور ایک بھتیجے ملٹری کے قافلہ میں اُن کو بخیریت لاہور لے آئے۔

۱۹۴۹ء میں والد صاحب کی درخواست پر حضرت........ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ والد صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کا آپ اکثر ذکر فرما کر حضور کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کیا کرتے تھے۔

والد صاحب جلسہ سالانہ پر جانے کے لیے کئی ماہ قبل تیاری شروع کر دیتے تھے آخری ایام میں نمازوں کا یہ عالم تھا کہ رات دو بجے ہی نماز تہجد شروع کر دیتے تھے۔ بالآخر ۱۵؍۱۶ مارچ ۱۹۵۶ء کی درمیانی رات اپنے بڑے لڑکے ماسٹر غلام محمد صاحب کے ہاں ننکانہ صاحب میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اور قریباً سو سال کی عمر پائی[1]

حضرت ڈاکٹر پیر بخش صاحب متوطن ڈیرہ دین پناہ ضلع مظفر گڑھ

(ولادت ۱۸۸۴ء۔ بیعت ۱۹۰۸ء۔ وفات ۱۳؍ مارچ ۱۹۵۶ء)[2]

بچپن میں ہی آپ کے والدین انتقال کر گئے تھے آپ نے ذاتی کوشش اور جدّوجُہد سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لینے میں کامیاب ہو گئے اور کلاس میں اوّل پوزیشن حاصل کرتے رہے انہی دنوں آپ نے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان ایک مباحثہ سُنا جس سے متاثر ہو کر آپ لاہور سے قادیان تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

آپ نے ریاست بہاولپور میں ۲۷ سال تک مختلف مقامات میں سرکاری نوکری کی اور ریاست

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳؍ اپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ :: [2] الفضل یکم جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

بہاولپور میں تشخیص بیماری اور علاج کے سلسلے میں بہت مشہور تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی لکھی ہوئی تفسیر القرآن اکثر زیر مطالعہ رکھتے۔ اخبار الفضل کے پرانے خریدار تھے۔

آپ کے گاؤں میں شہنشاہ اکبر کے زمانہ کی تعمیر شدہ ایک خانقاہ ہے جو ایک ولی اللہ کی ہے جن کا نام حضرت دین پناہ صاحب تھا۔ یہ گاؤں انہیں کے نام سے آباد ہے آپ کے آباؤ اجداد پیری مریدی کرتے تھے مگر آپ کو اس کام سے بہت نفرت تھی۔ جسے چھوڑ کر احمدیت میں داخل ہو گئے۔[۱]

اولاد: ۱۔ ڈاکٹر کیپٹن پیرزادہ گل حسن صاحب ایم بی بی ایس۔ ۲۔ پیرزادہ مظفر حسن صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار بہاولپور

۳۔ پیرزادہ منظور الحسن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر خانپور۔

۴۔ پیرزادہ ڈاکٹر اظہار الحسن صاحب ایم بی بی ایس حال لیبیا۔

۵۔ مہر النساء صاحبہ۔ ۶۔ زیب النساء صاحبہ

حضرت مولوی غلام نبی صاحب (مصری)

(ولادت ۱۸۷۴ء۔ بیعت ۱۸۹۸ء۔ وفات ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء)

حضرت مولانا غلام نبی صاحب بہت خاموش طبیعت۔ بے نفس۔ اور یکرنگ بزرگ تھے۔ جن کی ساری زندگی سلسلہ کی تعلیمی خدمات بجالانے میں وقف رہی۔ آپ کی ولادت چھاڈڑیاں کلاں (تحصیل سرہند ضلع بسی ریاست پٹیالہ) میں ہوئی۔ والدہ بچپن میں فوت ہو گئی تھیں۔ اپنے والد ماجد محکم دین صاحب کا ذکر کرتے وقت خاص طور پر فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے مجھ پر ایک بڑا احسان یہ کیا کہ ایک مولوی صاحب رکھ کر مجھے قرآن پڑھا دیا۔ ان مولوی صاحب کو زمین کا ایک ٹکڑا اس خدمت پر ہدیۃً پیش کیا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد آپ بغرض تعلیم لدھیانہ آ گئے۔

کچھ عرصہ دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ جہاں سے آپ کو انعامی تمغہ بھی ملا۔ بعد ازاں آپ امرتسر پہنچے اور پھر ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے۔

---

[۱] الفضل یکم جون ۱۹۵۶ء صہ ۵

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اول کو کتابیں جمع کرنے کا ایک عشق تھا۔ اِس سلسلہ میں آپ کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑی اور آپ نے انہیں نایاب اور قدیم کتابوں اور قلمی نسخوں کی نقل کرنے کے لیے بھوپال بھجوا دیا۔ قیام بھوپال کے دوران آپ نے کمال محنت و عرق ریزی سے کام لیا۔ مگر کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ بھوپال میں اُن دنوں مسجد میں بخاری شریف کا درس ہوتا تھا۔ آپ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اس درس سے جو لوگ استفادہ کرتے تھے، ان کو وظیفہ ملا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ کا وظیفہ بھی جاری ہو گیا۔ مگر یہ رقم بہت معمولی تھی۔ خدا تعالیٰ نے کھانے کا یہ انتظام فرمایا۔ کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے کسی شاگرد کے ایک عزیز سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس نے کہا کہ کھانا آپ ہمارے ہاں کھایا کریں۔ اس زمانہ میں آپ نے مولوی فضل الدین صاحب (وکیل) کو احمدیت سے روشناس کرایا وہ اپنے استاد کے پاس بھوپال اُٹھ آئے تھے۔ ان کا آپس میں میل جول بڑھا۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب جو کُتب نقل کرتے تھے ہفتہ کے بعد مولوی فضل الدین صاحب ساتھ بیٹھ کر مقابلہ کرا دیا کرتے تھے۔

آپ کو بھوپال کے کُتب خانہ سے بھی بعض کتب نہ مل سکیں۔ اور معلوم ہوا کہ مصر سے دستیاب ہو سکیں گی۔ اس پر آپ بھوپال سے مصر کے لیے روانہ ہو گئے۔ اُس وقت آپ کے پاس چند ایک روپے اور ایک کمبل تھا کراچی آ کر اسے فروخت کیا اور کرایہ بنا کر بصرہ جا پہنچے۔ بصرہ سے آگے مصر تک کا سفر پیدل کیا۔ اگر کوئی قافلہ مل جاتا تو اس کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ اور اگر کوئی ساتھی نہ ہوتا تو اکیلے روانہ ہو جاتے۔ آخر مصر پہنچے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھوپال سے چلتے وقت بھی حضرت مولوی نورالدین صاحب کو کوئی اطلاع نہ دی تھی۔ اب مصر پہنچ کر لکھا کہ میں مصر پہنچ گیا ہوں اور کتابیں نقل کر رہا ہوں۔ وہاں کی لائبریری میں وہ کتب موجود تھیں۔ لائبریری میں چونکہ سیاہی ساتھ لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے پنسل لے جاتے اور نقل کرتے۔ گھر پہنچ کر اس کو سیاہی سے لکھتے۔ اس کے علاوہ ازہر کے درس میں بھی شریک ہوتے اور باقی وقت گذر اوقات کے لیے پھیری کا کام کرتے۔ اس بے بضاعتی کے باوجود آپ نے مصر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی کتابوں کی اشاعت کی چنانچہ اخبار "البدر" ۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۱ سے پتہ چلتا ہے کہ ۳ر نومبر ۱۹۰۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھی آپ کی تبلیغی خدمات کا ذکر آیا تھا چنانچہ لکھا ہے :-

"مولوی غلام نبی صاحب احمدی کا خط مصر سے حکیم الاُمت مولوی نورالدین صاحب کے نام آیا تھا۔

وہ حضرت اقدس کی کتابوں کی خوب اشاعت کر رہے ہیں۔"

حضرت مولوی صاحب مصر میں تین سال تک قیام کرنے کے بعد اپریل ۱۹۰۵ء میں واپس اپنے وطن پہنچے۔ اخبار بدر ۲۷ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۳ پر ان کی آمد کی خبر ان الفاظ میں شائع ہوئی کہ

"ملکِ مصر سے مولوی غلام نبی صاحب احمدی واپس ہندوستان کو تشریف لائے ہیں۔ قریباً تین سال تک انہوں نے اس ملک میں قیام کیا اور نیز سلسلہ احمدیہ کی اشاعت میں مصروف رہے ہیں۔"

اس جگہ مولوی صاحب نے چند مخالفوں کے ساتھ مباحثات بھی کیے۔ چنانچہ ایک مباحثہ دربارہ حیات و وفاتِ مسیح ناصری (معہ چند دیگر مفید رسائل کے) ملک مصر میں اپنے خرچ پر طبع کروایا تھا جس کی بہت سی وہ کاپیاں اس جگہ لائے ہیں اس کا نام ہدیہ سعدیہ رکھا ہے۔" مصر سے واپسی کے بعد آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے استاد مقرر ہوئے اور ساتھ ہی آپ کو حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کے مطب میں کام کرنے اور آپ کی شاگردی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ اخبار بدر ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۰۵ء میں جن خوش نصیب اصحاب نے آپ سے دینیات کی تعلیم حاصل کی ان میں حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب، سید عبدالحی صاحب عرب، ابو سعید صاحب عرب۔ اور حضرت مولوی محمد جی صاحب داتوی کے علاوہ آپ بھی شامل تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول آپ سے بہت الفت رکھتے تھے۔ مطب میں ہوتے تو آپ بھی ساتھ ہوتے لائبریری میں ہوتے تو یہ ہونہار شاگرد وہاں بھی ساتھ رہتا۔ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ایک بار حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری اور مولوی غلام محمد صاحب کے متعلق فرمایا۔ "ہم ان کی محبت اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے"۔ ۲۵ جنوری ۱۹۱۰ء سے آپ کا تقرر مدرسہ احمدیہ کے استاذ کی حیثیت سے ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر تھے حضرت مولوی صاحب قریباً پینتیس ۳۵ سال تک اس مرکزی درسگاہ میں پڑھاتے رہے اور ۱۹۴۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے[2]

آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ سلسلہ کے اکثر قدیم مبلغوں اور ممتاز علماء کو آپ کی

---

[1] روزنامہ الفضل ۹ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ۔ [2] روزنامہ الفضل ۹ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

آپ نے مدرسہ احمدیہ کی تدریس کے دوران میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے براہین احمدیہ (چاروں حصے) فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام کا ترجمہ کیا۔

حضرت مولوی صاحب کی پہلی شادی حضرت منشی حبیب احمد صاحب کی صاحبزادی سکینہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اس شادی کا واقعہ عجیب ہے۔ چنانچہ شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی روایت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کے پاس ہماری موجودگی میں منشی حبیب احمد صاحب تشریف لائے۔ اور عرض کی حضور میری دو بیٹیاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی ایسی جگہ شادی ہو کہ دو بھائی ایک گھر میں ہوں۔ تاکہ دونوں بیٹیاں اکٹھی رہ سکیں۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری اور مولوی غلام محمد صاحب امرتسری کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ "یہ دونوں میرے بیٹے ہیں ان سے شادی کر دیں" چنانچہ استانی میمونہ بیگم صاحبہ کی مولوی غلام احمد صاحب سے شادی ہوئی اور محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ کی مولانا سے۔ اس پہلی بی بی کی وفات کے بعد مولانا احمد خان صاحب نسیم کی ہمشیرہ محترمہ بیگم جی صاحبہ آپ کے عقد میں آئیں۔ مگر اولاد کسی بی بی سے نہیں ہوئی[1] تقسیم ملک کے بعد آپ ربوہ میں مولانا احمد خان صاحب نسیم کے ہاں رہائش پذیر رہے[2]

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے الحکم ۲۱ ستمبر ۱۹۲۳ء میں آپ کی سیرت و شمائل پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم کیا۔

"مولوی غلام نبی صاحب قادیان میں بالکل جوانی کے ایام میں آئے۔ اس زمانے میں آپ طالب علم تھے۔ قادیان میں ہی ساری تعلیم مکمل کی اور باہر کچھ عرصہ مصر میں رہے۔ قادیان میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پھر قادیان میں ہی مدرسہ احمدیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سے پہلے مدرسہ سے باہر بھی طالب علموں کو درس دیتے رہے۔ مولوی صاحب کی زندگی توکّل الٰہی کا ایک زندہ نمونہ ہے اور اگر کسی شخص نے غور سے ان کی زندگی کا مطالعہ کیا ہو تو اس کو معلوم ہو جائے گا یہ شخص توکّل کے کس مقام پر بیٹھا ہے۔ باوجود اس کے کہ انکو ابتداء میں بہت تھوڑی تنخواہ ملتی تھی مگر کبھی انہوں نے اس کی شکایت نہ کی اور اس پر بعض اوقات تنخواہ کئی ماہ بعد ملتی تو بھی ان کو گھبراتے ہوئے کبھی نہ دیکھا گیا۔

---

[1] الفضل ۹ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ؛ [2] الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

ان کے الہٰی توکل کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ایک دفعہ وہ بیمار تھے۔ اور ان کے لیے طبیب کی رائے تھی۔ کہ وہ کسی پہاڑ پر چلے جاویں۔ روپیہ ان کے پاس نہ تھا ادھر وہ عزم کر چکے تھے کہ کل میں چلا جاؤں گا۔ میں چونکہ ان کا شاگرد تھا اور پھر وہ مجھ سے ہمیشہ سے اس طرح محبت کرتے چلے آئے جیسے شفیق باپ یا مہربان اُستاد انہوں نے مجھ سے ان لفظوں میں ذکر کیا۔ شیخ صاحب کوئی روپیہ تو نہیں ہوگا؟ میں کل علاج کے لیے پہاڑ پر جانا چاہتا ہوں اور اس وقت روپیہ میرے پاس نہیں۔ تنخواہ صرف ایک ماہ کی ملی تھی وہ دکانداروں کو دیدی ہے۔ میں اس وقت الحکم کو چلاتا تھا۔ مگر افسوس اس وقت روپیہ میرے پاس نہ تھا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے قرآن کریم لے کر اور غالباً مجربات نورالدین اور انجیل، اور ایک کمبل لے کر ٹھیک اس وقت سفر اختیار کیا جس کا عزم تھا۔ اس سے جہاں مولانا کے توکل کا پتہ لگتا ہے وہاں عزم کا بھی پتہ چلتا ہے۔ روپیہ یا پیسہ مولانا کے عزم کے راستے میں کبھی روک نہ ہوا۔ اس سے ممکن ہے کسی کی طبیعت اس طرف چلی جائے۔ کہ مولانا نے پھر سفر میں کس طرح گذارہ کیا؟۔ جبکہ پیسہ نہیں تھا۔ کیا انہوں نے مانگ کر گذارہ کیا یہ فکر بالکل باطل ہے۔ میں نے خوب باریک نگاہ سے دیکھا ہے کہ مولانا سوال سے اسقدر گھبراتے ہیں جس کی حد نہیں۔ قادیان میں رہتے ہوئے جہاں ہر طرف ان کے دوستوں کی ایک جماعت ہے وہ سوال نہیں کرتے۔ دکانداروں سے ان کے کھلے حساب نہیں ہیں۔ جہاں تک میرا علم ہے مولوی محمد عارف صاحب (جو کہ مولوی صاحب کی طرح درویشانہ زندگی گذارنے کے لیے خلیفہ اوّل کے شاگردوں کی صف میں شمار ہیں) سے کبھی کوئی چیز لے لیتے۔ یا مولوی غلام رسول صاحب افغان سے کیونکہ وہ بھی حضرت خلیفہ اوّل کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح مولانا کے کلاس فیلو یا دوست ہیں وہ بھی، مولانا کا اُدھار اس احتیاط سے ہوتا کہ جس کو تنخواہ پر فوراً ادا کر دیں وہ تقاضا کرنے والے شخص سے نہ حساب رکھتے اور نہ اتنا حساب بھی لمبا رکھتے کہ تقاضا ہو۔

ہمیشہ وہ اپنی آمد کے حساب سے چلتے اور اسی کے موافق خرچ کرتے۔ میں نے دیکھا کہ مولانا نے بارہا میرے سامنے ایک روپیہ کا بکری کا دودھ خریدا۔ اس لیے کہ وہ بیمار تھے اور دودھ ان کے لیے لازمی تھا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ میں قلیل تنخواہ پاتا ہوں۔ اگر میں دودھ پیوں تو پھر کھانے وغیرہ کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ تو مولانا نے ایسا کرنا کہ دودھ میں ایک پیسے کے میٹھے چنے جن پر کھانڈ لگی ہوئی ہوتی ہے لیکر ڈال لیتے اس طرح سے دودھ بھی میٹھا ہو جاتا اور دودھ کے

ساتھ چنے چبا لیتے اور تھوڑی دیر بعد پانی پی لینا۔ اس طرح سے مَیں نے ان کو مدّتوں کرتے ہوئے دیکھا اور کبھی ان کو قلّتِ آمد کا شاکی نہ پایا۔

مولانا فرائضِ منصبی کی ادائیگی کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں آندھی ہو بارش ہو سردی ہو گرمی ہو، مولانا مدرسہ میں موجود رہتے بلکہ آدھ گھنٹہ سکول کے وقت سے پہلے ہی موجود ہو جاتے مولوی صاحب پر بعض سخت ترین بیماریاں حملہ کرتی رہیں اور ان بیماریوں میں بھی کبھی مولانا کو رخصتیں لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ گھٹنے پر پھوڑا نکل آیا اور مولانا چل نہیں سکتے تھے۔ مدرسہ کے ایک کمرے میں بیٹھے رہتے، وہاں جماعتیں آجاتیں۔ یہ کمرہ احمدیہ بازار میں صدر انجمن کے دفتر کی سیڑھیوں کے نیچے ہے جس میں حافظ حامد علی صاحب دکان کرتے تھے۔ کرسی پر بیٹھے رہتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے درس دیتے اور کرسی پر ہی نماز پڑھتے۔ مَیں نے ان کو سخت تکلیف میں بھی وضو سے نماز پڑھتے پایا۔

اسی طرح ایک دفعہ مولانا، حضرت خلیفہ اوّل .... کے مکتب کے پاس ایک چھوٹا سا مکان ہے اس میں بیمار تھے۔ جگر کی بیماری تھی سخت بدبودار دوائی جس کے تعفن سے میرا دماغ جل جاتا تھا چھاتی پر لگائے ہوئے نہایت صبر سے پڑے رہتے اور باقاعدہ طالب علموں کو درس دیتے۔

ان بیماریوں میں مَیں نے کبھی خدا کا شاکی نہ پایا بلکہ ہمیشہ تین لفظ ان کے منہ سے سُنے۔ رحم۔ کرم۔ فضل۔ ان کی اس قدر تکرار کرتے کہ پڑھانے پڑھاتے ان کے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل جاتے۔ اسی طرح پھر ایک دفعہ بیمار ہوئے تو مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں لیٹ کر پڑھاتے۔ مگر مَیں نے نہیں دیکھا۔ کہ کبھی انہوں نے رخصتوں کے لیے درخواست دی ہو۔ اور اسی طرح پر بھی نہیں دیکھا کہ ان کو تکلیف ہے تو انہوں نے درس میں کوتاہی کی ہو۔ بلکہ صحت اور بیماری میں یکساں درس دیتے۔ طالب علموں سے کام کرانے کی عادت قطعاً ان میں نہیں تھی بوجہ غربت کے ابتداء میں مولانا کے پاس برتن نہ تھے ایک چائے بنانے والی کیتلی تھی۔ اس میں دال یا چاول الگ اُبال لیتے یا کھچڑی پکا لیتے۔ اور کبھی کسی طالب علموں کو نہ کہا کہ تم پکا دو۔ یا یہ کر دا در وہ کرد۔ اپنے کپڑے اکثر اوقات خود دھو لیتے۔ اب جبکہ مولانا نے دارالفضل میں ایک مکان بنایا تو آٹا وغیرہ خرید کر اور خود ہی اُٹھا کر لے جاتے اور کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہا کہ تم اٹھا کر لے چلو۔

طالب علموں کو مارنے کی مولانا کو بہت کم عادت ہے۔ اور اگر کبھی کسی کو مارا بھی تو منہ پر طمانچے

نہیں مارتے ۔ کیونکہ حدیث نبوی میں اس کے خلاف ہے ۔ اور اگر کسی طالب علم کو ناراض ہوتے تو فوراً استغفار اور لاحول پڑھتے ۔ کبھی طالب علموں کو گالی نہیں دی اور اگر دیتے تو صرف اتنا کہتے اُلّو آدمی ہے یا کیا ہے؟ ۔ یا بہت ناراض ہوتے تو کہدیتے او گدھے ۔ اس پر بھی فوراً استغفار کرتے ۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسے اساتذہ سے طالب علم ڈرتے نہیں ۔ مگر میں نے خوب دیکھا کہ مولانا کا ضبط جماعت پر ہمیشہ اعلیٰ درجے کا رہا ۔ اور طالب علم ڈرتے رہتے ۔ مولانا کو قرآن کریم سے از حد محبت ہے ۔ بلکہ ایک عشق ہے ۔ خالی وقت میں قرآن کریم پر تدبر کرتے ہیں ۔ مولانا نے بعض قرآنوں پر ہزاروں مرتبہ پڑھا ہوگا ۔ اکثر حصہ قرآن کریم کا حفظ ہے ۔ بیماریوں کی وجہ سے سارا قرآن حفظ نہ کر سکے ۔ تاہم بہت حد تک حافظ ہیں ۔

مولانا اکثر طالبعلموں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی کوشش کرتے اور بلکہ بارہا فرماتے کہ قرآن کریم حفظ کرنا مشکل ہی نہیں ۔ ہر روز دو تین آیت حفظ کر لیں اور ان کو سُنن اور نوافل میں اور وتروں میں پڑھتے رہیے ۔ جب خوب حفظ ہو گئیں پھر آگے کی آیتیں حفظ کر لیں اور حقیقت میں یہ طریق نہایت ہی عمدہ ہے ۔ اس سے مولانا کی محبتِ قرآنی کا پتہ چلتا ہے ۔ مولانا نے جب پہلی شادی کی تو حضرت خلیفہ اوّل ..... کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے ۔ میں اس وقت ان سے سلسلۂ "القراۃ العربیہ" کا پہلا حصہ پڑھتا تھا ۔ مولانا کے گھر میں چلا جایا کرتا تھا کیونکہ میں اس وقت بچہ تھا ۔ میں نے دیکھا کہ مولانا کی شادی کو ابھی دو تین دن ہی ہوئے تھے ۔ مگر مولانا اپنی بیوی کو روزانہ باقاعدہ قرآن کریم ترجمے سے پڑھاتے تھے ۔ میں ان کی اندرون خانہ زندگی پر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت مجھکو زیادہ شعور نہ تھا ۔ تاہم مجھ کو خوب یاد ہے کہ مولانا نے شادی کے بعد معاً ہی اپنی مرحومہ بیوی کو قرآن کریم پڑھانے لگ گئے تھے اور اگر ان کے گھر میں کوئی بات ہوتی تو قرآن کی ۔ ان کا گھر نہایت ہی مختصر اشیاء کا مجموعہ تھا ۔ چند مٹی کے برتن اور ایک دو لکڑی کے صندوق تھے مگر اس میں میں نے دیکھا کہ میاں بیوی میں از حد اخلاص تھا ۔ میں مختلف وقتوں میں مولانا کے ہاں گیا ۔ میں نے کبھی نہ دیکھا مگر دونوں کو علمی اور دینی شغل میں ۔

نئی شادی عجیب امنگوں کو لے کر آتی ہے مگر قادیان کی زندگی جو کہ ملکوتی زندگی ہے اگر ایک نوجوان دولہا اور دلہن کو کوئی بات سکھلاتی ہے تو وہ قرآن کریم ہے ۔

مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ قادیان میں مکان بنایا ۔ اس کا اکثر حصہ مولوی صاحب نے خود ہی بنایا ۔ مکان کیا ہے ایک جھونپڑا ہے ۔ سامنے اس کے نہایت بے ترتیب ایک درختوں کی

بانچی ہے مولوی صاحب نے مکان بنایا اور مکان کے لیے کھڑکیاں اور دروازے ہوا کے اسلوب پر نہیں بلکہ اذان کی آواز کی سمت پر رکھے۔ ہر وقت اللہ کی یاد ہے بے غرض بے لوث زندگی گزارنی یہ مولانا کی زندگی کا فوٹو ہے۔

میرے نزدیک دنیا پر کوئی شخص نہ ہوگا جس کو مولانا کے ہاتھوں تکلیف پہنچی ہو۔ مولانا کا گھر محض دنیا کی فانی زندگی بسر کرنے کے لیے ایک سرائے ہے۔ ایک دفعہ مولانا ایک سخت بیماری کے حملے کے نیچے تھے میں نے سوال کیا کہ کیسی طبیعت ہے فرمایا کہ میں تو کبھی اللہ تعالیٰ سے مایوس نہیں ہوا پہلے بھی اس نے میرے پر فضل کیا اور اب بھی کرے گا۔ میں اس کی رضا پر راضی ہوں

مولانا کو دعاؤں کی ازحد عادت ہے لوگوں کو ہمیشہ وعظ کرتے رہنا اور نماز کی تاکید کرتے رہنا۔ اکثر مولانا صبح کو یا شام کو سیر کے لیے جاتے ہیں۔ مگر اس سیر میں تنہائی کو پسند کرتے ہیں۔ الغرض مولانا نہایت سادی اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں نے کبھی ان کی پیشانی پر شکن اور غصہ کے آثار نہیں دیکھے۔ میں نے جب مولانا سے پڑھنا چھوڑا تھا مولانا کو ہمیشہ دیکھا کہ جب کبھی مجھ کو دیکھتے تو دور سے دیکھ کر مسکرانے لگ جانا اور پہلے سلام علیکم فرمانا۔

بہت زیادہ باتوں کو مولانا پسند نہیں کرتے اور اپنے آپ کو مجلسوں میں ظاہر کرنے کی عادت نہیں۔ سلسلہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کو بھی فخر جانتے ہیں۔ چنانچہ بارہا سالانہ جلسہ میں میں نے دیکھا ہے کہ سالن کا پیپا یا بالٹی اُٹھائی ہوئی بڑی سرعت سے مہمانوں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ الغرض مولوی غلام نبی صاحب اسلام کی ایک خوبصورت تصویر کا نام ہے۔"[1]

آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ نے مرتی سے حسب ذیل تعزیتی پیغام ارسال فرمایا:۔

"مولوی غلام نبی صاحب مصری کی وفات کی خبر پر بہت صدمہ ہوا۔ میری طرف سے ان کے رشتہ داروں سے دلی ہمدردی کا اظہار کریں۔ اللہ تعالے مرحوم کی روح کو رفعت اور بلندی عطا کرے۔

خلیفۃ المسیح"[2]

---

[1] الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ ر ۶ :: [2] الفضل یکم مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

حضرت منشی میر محمد اکرم صاحب داتوی

(ولادت ۱۸۸۱ء ، بیعت قبل از ۱۹۰۰ء ، وفات ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء[1])

آپ کا اصل وطن داتہ ضلع ہزارہ تھا۔ اس گاؤں کے بارہ بزرگوں نے حضرت مسیح موعود و مہدی موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ جن میں آپ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اس بستی کے ان بزرگوں کا ذکر اپنے سفرنامہ[1] میں بھی فرمایا ہے۔

حضرت مولوی محمد جی صاحب ہزاروی[2] نے آپ کی وفات پر ایک مختصر نوٹ میں لکھا:۔

"مغفور عین عنفوانِ شباب میں ۱۹۰۰ء سے کچھ قبل حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کا شرف اکثر حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۰۴ء کے ماہ جولائی میں کئی روز حضرت اقدس کی مجلس میں گذارے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایت کی روشنی میں اسلام کے احکام کی ثابت قدمی سے پیروی کرتے رہے۔ پانچوں اوقات نماز باجماعت پڑھتے تھے اور نصف شب کے بعد نہایت خوش الحانی سے شوق انگیز لہجہ میں قرأت تہجد کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ سنجیدہ خصلت کے تھے۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ جو بات سمجھانی چاہتے تھے نرمی اور محبت سے سمجھاتے تھے۔ دیانت و امانت میں آپ مشہور تھے۔ ہزاروں کی نقدی لوگ آپ کی تحویل میں رکھتے تھے۔ آپ کی عمدہ شمائل اور اچھے تعامل کے باعث لوگ آپ پر بھروسہ رکھتے تھے۔ احمدیت کی تعلیم کا نمونہ تھے۔ موضع داتہ میں بارہ زمیندار ایسے تھے۔ جو ہفتوں، مہینوں قادیان میں رہ کر فیوض حاصل کرتے اور پھر وطن واپس ہو کر تبلیغ میں لگ جاتے تھے۔ انہی کے اثر سے شمال مغربی کشمیر کا خان۔ بگل تناول، یاغستان ہزارہ میں احمدیت کا آفتاب چمکا مفتی سلسلہ احمدیہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب جامع مسجد ایبٹ آباد کی امامت چھوڑ کر احمدی ہوئے۔ اور شاہزادہ بخارہ عبدالمالک صاحب نے اپنا فرزند قادیان بھیجا۔ جو اب باپ کے پہلو میں سویا ہوا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں باغ بں سجادہ نشین عبدالرحمن صاحب ساکن چھوہر نے حاضر ہو کر بیعت کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ان بارہ رفقاء میں سے ایک جرگہ کے ممبر بھی تھے

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵۔ [2] آبائی وطن کوکھنگ ضلع ایبٹ آباد

حکام وقت ان کی ہی بات درست مانا کرتے تھے ۔مجرموں کے اقرباء نے اہلِ جرگہ کو ایک موقع پر نقدی دینی چاہی۔ مگر جب پتہ لگا کہ ان میں سے واتا کا ایک احمدی بھی ہے تو دوسرے ممبروں کو بھی نقدی نہ دی کہ احمدی نے کسی کی رُو رعایت نہیں کرنی اور نہ اس نے نقدی لینی ہے اور فیصلہ بھی اس کی تحریر پہ ہوگا اس لیے دوسروں کو رشوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ۔"[1]

بابا بھاگ صاحب امرتسری درویش قادیان

(ولادت : غالباً ۱۸۵۶ء بیعت دستی : ۱۹۰۴ء : وفات : ۱۸ جون ۱۹۵۶ء)

مرحوم راجپوت جنڈیال قوم سے تعلق رکھتے تھے اصل وطن موضع جھگڑوی ڈاکخانہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور تھا۔ ۱۹۲۱ء میں وصیت کی۔ اور ہجرت کر کے قادیان آ گئے[2] اور آخر دم تک نہایت خاموشی، تنہائی اور دعاؤں سے درویشانہ زندگی بسر کی[3]

خانبہادر حضرت مولوی غلام محمدؓ صاحب آف گلگت

(ولادت ۱۸۷۱ء[4] : بیعت : ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء[5] : وفات ۲۶ جون ۱۹۵۶ء[6])

آپ کا اصل وطن بھیرہ تھا۔ ملازمت کے دوران آپ گلگت۔ لداخ اور کشمیر میں اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ایک دن گلگت کے انچارج گورنر بھی رہے آپ کی شکل و شباہت حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب سے بہت ملتی تھی۔ نہایت سادہ مزاج۔ مخلص اور متوکل بزرگ تھے۔ ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر قادیان تشریف لے آئے۔ اور تقسیم ملک کے بعد بھیرہ میں ہی رہائش اختیار کر لی اور یہیں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک کئے گئے[7] کتاب[8] گلگت کے تہوار اور عوامی روایات

---

[1] الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ اور صفحہ ۶ ۔ [2] بدر قادیان ۲۱ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۲ ۔ [3] "وہ پھول جو مرجھا گئے" حصہ اوّل صفحہ ۲۵ از چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش۔ ناظر بیت المال آمد قادیان ۔ [4] الفضل ۲۹ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ [5] رجسٹر بیعت اولیٰ ۔ [6] "بھیرہ کی تاریخ احمدیت" صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۳۱ مؤلفہ فضل الرحمٰن صاحب بسمل ربوہ سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ ۔ شہادت حضرت سید احمد نور کابلی صاحبؓ رحضرت شہزادہ عبداللطیف شہیدؓ ص ۱۱۵ و ۱۳۵ مرتبہ دوست محمد شاہد۔ طبع دوم ۱۹۸۹ء) (باقی صفحہ ۳۰۰ حاشیہ پر)

(FESTIVALS AND FOLKLORE OF GILGIT) آپ کی علمی یادگار ہے۔
آپ تحریک جدید کی پانچہزاری فوج میں شامل تھے۔

حضرت منشی قاضی محبوب عالم صاحب راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد لاہور

(ولادت ۱۸۸۰ء قریباً، بیعت ۱۸۹۸ء، وفات ۱۹ رجولائی ۱۹۵۶ء[1])

آپ نے کن حالات میں قبولِ احمدیت کی؟ اس کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔

"میں جب طالب علم تھا۔ آٹھویں جماعت میں تو حنفی اور وہابی لوگوں کی یہاں لاہور میں بہت بحث ہوا کرتی تھی۔ میں حنفی المذہب تھا۔ مجھے شوق پیدا ہوا کہ وہابیوں کی مسجد میں بھی جاؤں۔ چنانچہ میں نے چینیانوالی مسجد میں جانا شروع کیا۔ جب میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ قال اللہ اور قال الرسول کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ میری طبیعت کا رجحان پھر اہلحدیث کی طرف ہوگیا۔ بعض وقت وہابیوں کی مجلس میں حضرت صاحب کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا۔ کہ وہ کافر ہیں۔ اور ان کا دعوےٰ مسیحیت اسلام کے خلاف ہے۔ طبعاً مجھے پھر اس طرف توجہ ہوئی۔ چنانچہ ایک شخص حضرت ولی اللہ صاحب ولد بابا ہدایت اللہ صاحب، کوچہ چابک سواراں احمدی تھے۔ میں ان کی خدمت میں جانے لگا اور ان سے حضرت صاحب کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے بھی استخارہ کرنے کے واسطے توجہ دلائی۔ چنانچہ ان سے میں نے طریق استخارہ سیکھ کر اور دعائے استخارہ یاد کر کے استخارہ کیا۔ رات کے دو بجے۔ دوسرے روز میں ابھی استخارہ کی دعا پڑھ کر سویا ہی تھا۔ کہ رؤیا میں مجھے کسی شخص نے کہا کہ آپ اٹھ کر دو زانو بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے

(بقیہ حاشیہ ۲۹۹ سے آگے) [2] اس کا دوسرا ایڈیشن حسب ذیل ادارہ نے شائع کیا ہے۔

"NATIONAL INSTITUTE OF FOLK HERITAGE ISLAMABAD (PAKISTAN)

[1] الفضل ۲۲ رجولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

ہیں۔ اور مجھے بھی زینے سے کسی آدمی کے چڑھنے کی آواز آئی۔ چنانچہ میں رڈیا ہی میں دوزانو بیٹھ گیا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک نہایت متبرک سفید لباس میں انسان آیا ہے۔ اور انہوں نے ایک بازو سے حضرت مرزا صاحب کو پکڑ کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور فرمایا "ھذا الرجل خلیفۃ اللہ واسمعوا و اطیعوا" پھر وہ واپس تشریف لے گئے۔ اور حضرت صاحب میرے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک انگلی اپنی چھاتی پر مار کر کہا۔

"ایہو رب خلیفہ کیتا ایہو مہدی جانو"

پھر ایک اور نظم کی رباعی بھی پڑھی۔ لیکن میں بھول گیا ہوں۔ اس کا مطلب بھی یہی تھا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ میں پھر بیدار ہو گیا۔ صبح میں بجائے سکول جانے کے قادیان روانہ ہو گیا گاڑی بٹالہ تک تھی۔ اور قریباً شام کے وقت وہاں پہنچی تھی۔ میں بٹالہ کی مسجد میں جو اڈے کے سامنے چھوٹی سی ہے۔ نماز پڑھنے کے لیے گیا۔ مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا لاہور سے آیا ہوں اور قادیان جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے حضرت صاحب کو بہت گالیاں دیں اور مجھے وہاں جانے سے روکا۔ جب میں نے اپنا مصمم ارادہ ہی ظاہر کیا تو انہوں نے مجھے مسجد سے نکال دیا۔ میں اڈے میں آگیا مگر کچھ لوگ اڈے پر بھی میرے پیچھے آئے۔ اور مجھے ہر چند قادیان جانے سے روکا۔ اور کہا کہ اگر تم طالب علم ہو تو ہم تمہیں یہاں بڑے میاں کے پاس بٹھا دیں گے۔ اور تمہاری رہائش اور لباس کا بھی انتظام کر دیں گے مگر میں نے عرض کیا میں پہلے ہی لاہور میں پڑھتا ہوں۔ اس لیے مجھے یہاں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں قادیان میں حضرت صاحب کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے زیادہ مخالفت شروع کی۔ مگر میں نے پرواہ نہ کی۔ اور قادیان کی طرف شام کے بعد ہی چل پڑا۔ اندھیرا بہت تھا۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ اور راستہ پہلے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ میں غلطی سے چراغ کی طرف دیکھ کر جو دور جل رہا تھا۔ مسانیاں چلا گیا۔ وہاں نماز عشاء ہو چکی ہوئی تھی۔ ایک آدمی مسجد میں بیٹھا ذکر الٰہی کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے۔ اور کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا لاہور سے آیا ہوں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواباً کہا کہ یہ مسانیاں ہے قادیان نہیں ہے۔ قادیان یہاں سے دور ہے اور تم یہاں سو جاؤ صبح کے وقت جانا۔ رستہ مخدوش ہے۔ چنانچہ میں وہاں مسجد میں لیٹ گیا۔ اور چار

بجے کے قریب جب چاند چڑھا تو مَیں نے اس شخص کو کہا کہ مجھے رستہ دکھا دو۔ وہ مجھے وڈالہ تک چھوڑ گیا۔ اور مجھے سڑک دکھا گیا۔ چنانچہ مَیں نے صبح کی نماز نہر پر پڑھی۔ اور سورج نکلنے پر قریبًا ایک گھنٹہ بعد قادیان پہنچ گیا۔ قادیان کے چوک میں جا کر مَیں نے ایک شخص سے پوچھا کہ بڑے مرزا صاحب کہاں ہیں۔ اُس نے مجھے کہا کہ وہاں نہا کر سامنے مکان کی حویلی میں تخت پوش پر بیٹھے حقّہ پی رہے ہیں۔ مَیں سُنتے ہی آگے بڑھا۔ تو مَیں نے دیکھا کہ ایک معمّر شخص نہا کر تخت پوش پر بیٹھا ہے۔ اور بدن بھی ابھی اس کا گیلا ہی ہے۔ اور حقّہ پی رہا ہے۔ مجھے بہت نفرت ہوئی۔ اور قادیان آنے کا افسوس ہوا۔ مَیں مایوس ہو کر واپس ہوا۔ موڑ پر مجھے ایک شخص شیخ حامد علی صاحب ملے انہوں نے مجھے پوچھا۔ کہ آپ کس جگہ سے تشریف لائے ہیں۔ اور کس کو ملنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے کہا مَیں نے جس کو ملنا تھا۔ اس کو مَیں نے دیکھ لیا ہے۔ اور اب مَیں واپس لاہور جا رہا ہوں۔ میرے اس کہنے پر انہوں نے مجھے فرمایا کہ کیا آپ مرزا صاحب کو ملنے کے لیے آئے ہیں۔ تو وہ یہ مرزا نہیں ہیں وہ اور ہیں۔ اور مَیں آپ کو ان سے ملا دیتا ہوں۔ تب میری جان میں جان آئی۔ اور مَیں کسی قدر تسکین پذیر ہوا۔ حامد علی صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ ایک رقعہ لکھ دیں۔ مَیں اندر پہنچا تا ہوں۔ چنانچہ مَیں نے ایک رقعہ پر پنسل کے ساتھ ایک خط لکھا۔ جس میں مَیں نے مختصراً یہ لکھا۔ کہ مَیں طالب علم ہوں۔ لاہور سے آیا ہوں۔ زیارت چاہتا ہوں۔ اور آج ہی واپس جانے کا ارادہ ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ مہمان خانہ میں ٹھہریں اور کھانا کھائیں۔ اور ظہر کی نماز کے وقت ملاقات ہوگی۔ اِس وقت مَیں ایک کتاب لکھ رہا ہوں اور اس کا مضمون میرے ذہن میں ہے۔ اگر مَیں اس وقت ملاقات کے لیے آیا۔ تو ممکن ہے کہ وہ مضمون میرے ذہن سے اُتر جائے اس واسطے آپ ظہر کی نماز تک انتظار کریں۔ مگر مجھے اس جواب سے کچھ تسلّی نہ ہوئی۔ مَیں نے دوبارہ حضرت کو لکھا۔ کہ مَیں تمام رات مصیبت سے یہاں پہنچا ہوں۔ اور زیارت کا خواہشمند ہوں۔ لِللہ مجھے کوئی وقت شرفِ زیارت سے سرفراز فرمائیں۔ تب حضور نے مائی دادی کو کہا کہ ان کو مبارک مسجد میں بٹھاؤ اور مَیں ان کی ملاقات کے لیے آتا ہوں۔ مجھے وہاں کوئی پندرہ منٹ بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد حضور نے مائی دادی کو بھیجا کہ ان کو اس طرف بلاؤ۔ حضرت صاحب اپنے مکان سے گلی میں آگئے۔ اور مَیں بھی اس گلی میں آگیا۔ دور سے میری نظر جو حضرت صاحب پر پڑی۔ تو وہی رؤیا میں جو شخص مجھے دکھایا گیا تھا۔ بعینہٖ وہی حلیہ تھا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں عصا بھی تھا پگڑی

بھی تھی گویا تمام وہی حلیہ تھا۔ اس سے قبل وادی کی معرفت معلوم ہوا تھا۔ حضرت کپڑے اُتار کر تشریف فرما ہیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھے رؤیا والا نظارہ دکھانا منظور تھا۔ اس لیے حضور نے جو لباس زیب تن فرمایا وہ بالکل وہی تھا۔ جو مَیں نے رؤیا میں دیکھا تھا۔ مَیں حضرت صاحب کی طرف چل رہا تھا۔ اور حضرت صاحب میری طرف آرہے تھے۔ گول کمرہ کے دروازہ سے ذرا آگے میری اور حضرت صاحب کی ملاقات ہوئی۔ مَیں نے حضرت صاحب کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہ یہ خواب والے ہی بزرگ ہیں۔ اور سچے ہیں۔ چنانچہ میں حضور سے بغل گیر ہوگیا۔ اور زار زار رونے لگا۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ وہ رونا مجھے کہاں سے آیا۔ اور کیوں آیا۔ مگر مَیں کئی منٹ روتا ہی رہا۔ حضور مجھے فرماتے تھے۔ صبر کریں صبر کریں۔ جب مجھے ذرا رونا تھم گیا۔ اور مجھے ہوش قائم ہوئی۔ تو حضور نے مجھ سے پُوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں مَیں نے عرض کیا لاہور سے۔ حضور نے فرمایا۔ کیوں آئے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ زیارت کے لیے" حضور نے فرمایا۔ کوئی خاص کام ہے۔ مَیں نے پھر عرض کیا۔ کہ صرف زیارت ہی مقصد ہے۔ حضور نے فرمایا بعض لوگ دعا کرانے کے لیے آتے ہیں۔ اپنے مقاصد کے لیے۔ کیا آپ کو بھی کوئی ایسی ضرورت درپیش ہے مَیں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی ضرورت درپیش نہیں۔ تب حضور نے فرمایا کہ مبارک ہو۔ اہل اللہ کے پاس بیغرض آنا بہت مفید ہوتا ہے (یہ غالباً حضرت صاحب نے مجھ سے اس لیے دریافت فرمایا تھا کہ ان ایام میں حضور نے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ بعض لوگ میرے پاس اس لیے آتے ہیں۔ کہ اپنے مقاصد کے لیے دعا کرائیں) اس کے بعد حضور نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ حامد علی کیساتھ مہمان خانہ میں جائیں۔ اور ظہر کے وقت پھر ملاقات کروں گا۔ مَیں مہمان خانہ میں چلا گیا۔ وہاں کھانا کھایا ذرا آرام کیا۔ ظہر کی اذان ہوئی مجھے پہلے ہی حامد علی صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ آپ پہلی صف میں جاکر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ مَیں اس ہدایت کے ماتحت پہلی صف میں ہی قبل از وقت جا بیٹھا۔ حضور تشریف لائے نماز پڑھی گئی۔ نماز کے بعد حضور میری طرف مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ آپ کب جانا چاہتے ہیں۔ مَیں نے کہا حضور ایک دو روز ٹھہروں گا۔ حضور نے فرمایا۔ کم از کم تین دن ٹھہرنا چاہیئے۔ دوسرے روز ظہر کے وقت مَیں نے بیعت کے لیے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی نہیں۔ کم از کم کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں۔ ہمارے حالات سے آپ واقف ہوں۔ اس کے بعد بیعت کریں۔ مگر مجھے پہلی رات ہی مہمانخانہ میں ایک رؤیا ہوئی۔ جو یہ تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک نور نازل ہوا اور وہ میرے ایک کان

سے داخل ہوا۔ اور دوسرے کان سے تمام جسم سے ہو کر نکلتا ہے۔ اور آسمان کی طرف جاتا ہے اور پھر ایک طرف آتا ہے۔ اور اس میں کئی قسم کے رنگ ہیں۔ سبز ہے سُرخ ہے۔ نیل گوں ہے۔ اتنے ہیں کہ گنے نہیں جاتے تھے۔ قوسِ قزح کی طرح تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تمام دنیا روشن ہے اور اس کے اندر اس قدر سُرور اور راحت تھی۔ کہ مَیں اس کو بیان نہیں سکتا تھا۔ مجھے صبح اٹھتے ہی یہ معلوم ہوا۔ کہ اس رؤیا کا مطلب یہ ہے کہ آسمانی برکات سے مجھے وافر حصّہ ملے گا۔ اور مجھے بیعت کر لینی چاہیئے۔ اس رؤیا کی بناء پر مَیں نے حضرت صاحب سے دوسرے روز ظہر کے وقت بیعت کے لیے عرض کیا۔ مگر حضور نے منظور نہ فرمایا۔ اور تین دن کی شرط کو برقرار رکھا۔ چنانچہ تیسرے روز ظہر کے وقت میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے انشراح صدر ہو گیا ہے اور بِللہ میری بیعت قبول کریں۔ چنانچہ حضور نے میری اپنے دستِ مبارک پر بیعت لی اور مَیں رخصت ہو کر لاہور آگیا۔ چوتھے روز میں سکول گیا۔ تو مجھے ایک شخص مرزا رحمت علی صاحب آف ڈسکہ جو انجمن حمایت اسلام میں ملازم تھے، نے اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا کہ تم چار دن کہاں تھے۔ مَیں نے صاف صاف اُن سے عرض کر دیا۔ کہ مَیں قادیان گیا تھا۔ انہوں نے کہا بیعت کر آئے ہو۔ مَیں نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہاں مت ذکر کرنا۔ مَیں بھی احمدی ہوں۔ اور مَیں نے بھی بیعت کی ہوئی ہے۔ مگر مَیں یہاں کسی کو نہیں بتاتا۔ تاکہ لوگ تنگ نہ کریں۔ مگر مَیں نے ان سے عرض کیا۔ کہ مَیں تو اس کو پوشیدہ نہیں رکھونگا۔ چاہے کچھ ہو۔ چنانچہ ہمارے استاد مولوی زین العابدین صاحب جو مولوی غلام رسول قلعہ والوں کے بھانجے تھے۔ اور ہمارے قرآن، حدیث کے استاد تھے۔ اُن سے مَیں نے ذکر کیا کہ مَیں احمدی ہو گیا ہوں۔ اس پر انہوں نے بہت بُرا منایا۔ اور دن بدن میرے ساتھ سختی کرنی شروع کر دی حتیٰ کہ وہ فرماتے تھے۔ کہ جو مرزا صاحب کو مانے۔ سب نبیوں کا منکر ہوتا ہے اور اکثر مجھے وہ کہتے تھے۔ کہ توبہ کرو۔ اور بیعت فسخ کرو۔ مگر مَیں اُن سے ہمیشہ قرآن شریف کے ذریعہ حیات وفاتِ مسیح پر گفتگو کرتا۔ جس کا وہ کچھ جواب نہ دیتے۔ اور مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے کہ جب ان کی گھنٹی آتی۔ تو وہ مجھے مخاطب کرتے تھے۔ او مرزائی۔ بنچ پر کھڑا ہو جا۔ مَیں اُن کے حکم کے مطابق بنچ پر کھڑا ہو جاتا۔ اور پوچھتا کہ میرا قصور کیا ہے۔ وہ کہتے۔ کہ یہی کافی قصور ہے کہ تم مرزائی ہو۔ اور کافر ہو۔ کچھ عرصہ مَیں نے اُن کی اس تکلیف دہی برداشت کیا۔ پھر مجھے خیال آیا۔ کہ مَیں پرنسپل کو، جو نو مسلم تھے اور ان کا نام حاکم علی تھا۔ کیوں نہ جا کر شکایت کروں کہ بعض استاد مجھے اس وجہ سے مارتے ہیں کہ مَیں احمدی

کیوں ہو گیا ہوں ۔ اس پر انہوں نے ایک سرکلر جاری کر دیا کہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کوئی مدرس کسی لڑکے کو کوئی سزا نہ دے ۔ چنانچہ اس آرڈر کے آنے کے بعد مولوی زین العابدین صاحب اور ان کے ہم خیال استاد ڈھیلے پڑ گئے ۔ اور مجھ پر جو سختی کرتے تھے ۔ اس میں کمی ہو گئی ۔ خدا کے فضل سے میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اپنی تکالیف کا ذکر کرتا ۔ حضور تسلی دیتے اور فرماتے کہ کوئی بات نہیں خدا تعالیٰ فضل کرے گا ۔" [1]

حضرت قاضی صاحب سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیتِ دعا کا نشان تھے ۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۰ رجولائی ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ کے آخر میں ارشاد فرمایا :۔

" نماز کے بعد میں ایک جنازہ پڑھاؤں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے رفیق قاضی محبوب عالم صاحب لاہور کا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں یہ ان کی عادت تھی کہ وہ آپ کو ہر روز دعا کے لیے خط لکھا کرتے تھے ۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک جگہ پر شادی کرنا چاہتے تھے ۔ لیکن فریقِ ثانی رضامند نہیں تھا ۔ اس لیے وہ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھتے کہ حضور دعا فرماویں یا تو لڑکی مجھے مل جائے یا اللہ تعالیٰ میرا دل اس سے پھیر دے اب مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا ان کا دل پھر گیا تھا ۔ یا ان کی اس لڑکی سے شادی ہو گئی تھی ۔ بہر حال دونوں میں سے ایک بات ضرور ہو گئی تھی ۔ پھر نہ صرف وہ خود اس نشان کے حامل تھے بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور شخص کو بھی اپنے نشان کا حامل بنایا ۔ ہمارے ایک دوست ماسٹر عبدالعزیز صاحب تھے ۔ جنہوں نے قادیان میں طبیہ عجائب گھر کھولا ہوا تھا ۔ اس وقت ان کا لڑکا مبارک[2] احمد دواخانہ چلا رہا ہے اور ان کی دوائیاں بہت مقبول ہیں ۔ انہوں نے قاضی محبوب عالم صاحب کے متعلق سُنا کہ وہ ہر روز حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قسم کا خط لکھا کرتے ہیں ۔ تو انہوں نے بھی روزانہ خط لکھنا شروع کر دیا ۔ انہیں بھی ایک ذیلدار کی لڑکی سے جو ان کے ماموں یا پھوپھا تھے محبت تھی ۔ وہ روزانہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھتے اور کہتے ۔ حضور دعا فرمائیں ۔ کہ قاضی محبوب عالم صاحب کی طرح یا تو میرا دل اس

---

[1] روایات جلد ۹ صفحہ ۱۲۰ تا صفحہ ۱۲۹ ؛ [2] ملک مبارک احمد خاں صاحب مرحوم ایمن آبادی (وفات ۱۸ دسمبر ۱۹۸۰ء) "مدبر تریاق" و "رفتار زمانہ" مراد ہیں جو سلسلہ احمدیہ کے ایک مخلص خادم تھے ۔

لڑکی سے پھر جائے ۔ اور یا پھر میری اس سے شادی ہو جائے ۔ چنانچہ ان کی وہاں شادی ہو گئی ۔ اور مبارک احمد اسی بیوی میں سے ہے ۔ گویا قاضی صاحب نہ صرف خود ایک نشان کے حامل تھے بلکہ ایک دوسرے نشان کے محرّک بھی تھے ۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا ۔ کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں ۔"[1]

حضرت قاضی محبوب عالم صاحب تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے ۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک کیے گئے ۔

اولاد: ۱ ۔ قاضی محمود احمد صاحب ۔ ۲ ۔ قاضی مسعود احمد صاحب مرحوم ۔

۳ ۔ قاضی رشید احمد صاحب ۴ ۔ قاضی ناصر احمد صاحب ۔

۵ ۔ امۃ العزیز بیگم صاحبہ (اہلیہ مولوی محب الرحمٰن صاحب)

۶ ۔ آمنہ صدیقہ صاحبہ ۔ (بیوہ مرزا مولا بخش صاحب مرحوم)

۷ ۔ صفیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ شیخ احمد حسن صاحب)

۸ ۔ رضیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ ملک محمد خان صاحب)

۹ ۔ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (اہلیہ ملک سعادت احمد صاحب)[2]

مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سیرالیون تحریر فرماتے ہیں : ۔

" میرے دادا قاضی محبوب عالم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت پرانے رفقاء میں سے تھے ۔ حضرت مستری محمد موسیٰ صاحب ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ۔ فرمایا حضور مجھے ایک نیک نوجوان کی ضرورت ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قاضی محبوب عالم صاحب مرحوم کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مستری صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا ۔ اور دادا صاحب مرحوم ایک مدت مدید تک بطور منشی کے حضرت مستری صاحب کے ہاں ملازم رہے ۔ بعد میں آپ نے اپنی دکان کھول لی ۔ آپ ایک قابل تاجر تھے شام کو جب آپ

---

[1] الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء صہ ۔ [2] "لاہور تاریخ احمدیت" مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ صہ ۲۴۰

دکان بند کرکے گھر آیا کرتے۔ تو راستے میں اندرون دہلی دروازے کے تاجروں کو تبلیغ کرنا شروع کردیتے تھے۔ بعض اوقات رات کے گیارہ بارہ بج جاتے۔ لیکن آپ ہمہ تن تبلیغ میں مشغول ہیں۔ اور ایک بہت بڑا مجمع لگ جایا کرتا تھا۔ اس مجمع میں لوگ آپ کو مارتے پیٹتے تھے۔ لیکن آپ نے ہرگز کبھی اس کی پرواہ نہیں کی تھی۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات جب سنایا کرتے تھے تو آپ پر ایک رقت کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی آپ کو عشق تھا۔ جلسہ سالانہ کے آخری دن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جب علمی تقریر فرمارہے ہوتے تھے۔ تو آپ کے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ اور منہ سے دعائیہ فقرات نکلتے تھے کہ اے خدا خلیفۂ وقت کی عمر لمبی فرما۔ اس کو صحت عطا فرما۔ تاکہ آپ کے مبارک وجود سے ہم مستفید ہوتے رہیں۔ آپ نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ بیٹھے بیٹھے سجدے میں گر جاتے تھے۔ اور اسقدر بلند آواز سے گریہ وزاری کرتے تھے۔ کہ اردگرد بیٹھنے والوں پر بھی رقت کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ نہایت ہی متقی پرہیزگار، عالم باعمل تھے۔ آپ کی زندگی سادہ تھی۔ اپنی باطنی پاکیزگی کے ساتھ آپ کی ظاہری شکل وصورت بھی نہایت رعب والی تھی۔ اور دیکھنے والوں پر ایک رعب طاری ہوجاتا تھا۔ آپ مستجاب الدعوات تھے ایک دفعہ گردے کی درد ہوئی۔ یہ درد اتنی شدید تھی کہ گھر والوں نے سمجھا کہ آپ چند گھنٹوں کے مہمان ہیں۔ اس درد والم کی شدید حالت میں آپ خدا تعالیٰ سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے میرے پیارے محسن میں تیرا نہایت ہی عاجز وضعیف بندہ ہوں۔ اس درد کی برداشت نہیں کر سکتا اے میرے محسن تو اس درد کے بغیر بھی مجھے موت دے سکتا ہے۔ اگر میرے لیے موت ہی مقدر ہے۔ تو اس درد کو کم کرکے مجھے موت دیدے۔ کیونکہ میں اس درد کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی حالت میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھا کہ دو فرشتے دائیں اور بائیں کھڑے ہیں۔ بائیں طرف والے فرشتے نے دائیں طرف والے فرشتے کو کہا کہ وقت تھوڑا ہے۔ اپنے کام کو جلد ختم کرلو۔ تب دائیں طرف والے فرشتے نے گردے والے مقام کو چیرا دیا۔ پھر گردے کو ہاتھ ڈال کر صاف کردیا۔ پھر اس زخم پر اپنا ہاتھ پھیر کر مقام کو متوازی کردیا۔ تب بائیں جانب والے فرشتے نے دائیں جانب والے فرشتے کو مخاطب ہوکر کہا مبارک کہ تم نے اپنے کام کو وقت پر ختم کرلیا۔ بعد ازاں آپ کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بائیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن فرشتے کے ہاتھ سے شفایافتہ گردے میں کبھی درد محسوس نہیں ہوئی۔

اسی طرح آپ فرمایا کرتے تھے ۔ کہ آپ ایک دفعہ گوجرانوالہ گئے وہاں ایک مسجد میں آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے ۔ دیکھا کہ ایک آدمی مسجد کی سیڑھیوں سے باہر خدا تعالیٰ کے متعلق نہایت ہی دل آزار کلمات کہہ رہا ہے ۔جو گالیوں سے بھرپور ہیں ۔ آپ نے اس سے وجہ پوچھی ۔ کہ تو کیوں خدا تعالیٰ کو گالیاں دے رہا ہے اِس نے جواب دیا کہ اگر کوئی خدا ہوتا ۔ تو مجھ سے ایسا سلوک نہ کرتا ۔ کہ میرے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی ۔ لڑکا طاعون سے مرگیا ہے ۔ اور اب لڑکی کو بھی پھوڑا نکل آیا ہے ۔ اور اس کی نزع کی حالت ہے ۔ میں لڑکی کی اس حالت کو برداشت نہ کرکے گھر سے بھاگ آیا ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ خدا کو گالیاں مت دو ۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور اس کو وضو کرنے کے لیے کہا ۔ اور آپ نے بھی وضو کیا ۔ وضو سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا ۔ کہ میں نے اس کو اپنے دائیں کھڑا کر لیا ۔ اور دو رکعت نماز کی نیت کی جب میں سجدہ میں گیا تو میری اور اس شخص کی چیخیں نکل گئیں ۔ میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ کہ میرے پیارے خدا دیکھ یہ تیرا ایک ضعیف بندہ ہے ۔ اور تو قادر مطلق خدا ہے ۔ ایک نہایت ہی معمولی سی بات کی وجہ سے یہ تیرا بندہ تیری راہ سے گمراہ ہو رہا ہے ۔ اے میرے پیارے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں ۔ تو اپنے فضل سے اپنے اس بندے کو گمراہی سے بچا ۔ آدھ گھنٹہ تک سجدے میں دعا کی ۔ فرمایا کہ سجدے میں ہی خدا تعالیٰ نے بتایا ۔ کہ لڑکی کو صحت ہوگئی ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ میں سجدے سے اٹھا ۔ اور اس آدمی کو کہا کہ گھر جاؤ ۔ تمہاری لڑکی کو صحت ہوگئی ہے ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت میں تو لڑکی کو نزع کی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں ۔ اور اس پر اتنا سخت بخار ہے ۔ جس کا اندازہ ہی نہیں ۔ میں کس طرح گھر جاؤں ۔ اگر میں گھر گیا تو یہی خبر سنوں گا ۔ کہ لڑکی مرچکی ہے ۔ اور یہ خبر میں سن نہیں سکتا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بہت مجبور کیا ۔ کہ گھر جاکر لڑکی کو دیکھو ۔ آخر چار و ناچار ڈرتے ڈرتے اس نے گھر کی طرف قدم اٹھائے ۔ جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ لڑکی چارپائی پر کھیل رہی ہے نہ بخار ہے اور نہ ہی پھوڑے کا کوئی اثر ۔ الغرض آپ کا وجود ہمارے لیے نیک بابرکت تھا۔[1]

---

[1] الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۵۷ء صہ ۵

حضرت مستری نظام الدین صاحب آف سیالکوٹ

(ولادت ۱۸۷۷ء ۔ بیعت آخر دسمبر ۱۸۹۶ء[1] : وفات ۱۸ راگست ۱۹۵۶ء)

حضرت مستری نظام الدین صاحب جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے قدیم بزرگوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اُن عشاق میں سے تھے جنہیں ایک لمبا عرصہ تک اہم جماعتی خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ آپ نے حضرت اقدس کی پہلی بار زیارت فروری ۱۸۹۲ء میں کی جبکہ حضور مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں رونق افروز تھے آپ ان دنوں پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے ۔ بعدازاں آپ کو سیالکوٹ میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے درس قرآن میں شمولیت کے مواقع ملے اور پھر اُن کی زبان سے لاہور میں لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کو سُن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی جیسا کہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

"خاکسار شہر سیالکوٹ کا رہنے والا ہے ۔ کام سپورٹس کا کرتا ہوں ۔ ۱۸۹۵ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کا درس قرآن سنا کرتا تھا ۔ ان کی صحبت سے متاثر ہو کر ۱۸۹۶ء کے ماہ دسمبر میں جلسہ دھرم مہوتسو میں بہمراہی مولوی صاحب مرحوم لاہور گیا ۔ اور وہ جلسہ تمام کا تمام بغور سنتا رہا ۔ دن کو جلسہ ہوتا تھا تو رات کو شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کوٹھی پر قیام رہتا تھا ۔ وہاں پر شیخ صاحب کی پرہیزگاری اور دین داری یعنی نماز کی پابندی اور تہجد گزاری بھی دیکھنے میں آتی تھی ۔ جلسہ مہوتسو میں میرے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک جج صاحب تھے ان کا رنگ سانولہ سا تھا ان کو غالباً ملک خدا بخش یا ملک اللہ بخش کہتے تھے وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر کے پڑھے جانے کے دوران میں زار زار روتے تھے ۔ وہیں سٹیج پر مفتی محمد صادق صاحب بھی تھے ۔ انہوں نے غالباً سبز چوغہ پہنا ہوا تھا ۔ اور فل بوٹ پاؤں میں رکھتے تھے ۔ ان کی شکل وہاں پہلے دیکھنے میں آئی تھی ۔ جلسہ کا اثر سب پر تھا ۔ اور سب پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا ۔ اور اللہ کی قدرت و جبروت کا ایک نظارہ تھا ۔ جلسہ کے اختتام کے بعد مولوی صاحب

---

[1] آپ کا نام سفر جہلم ۱۹۰۳ء کے مبائعین میں درج ہے (البدر ۲۳ ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵) معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر آپ نے دوبارہ بیعت کا شرف حاصل کیا ۔

کے ہمراہ قادیان پہنچ گئے وہاں حضرت اقدس کی زیارت کی۔ جو نہایت پُرنور شکل تھی۔ دیکھنے والے پر بغیر اثر کیے نہ رہتی تھی۔ اُن دنوں بیت مبارک کے مشرق میں جو چھوٹی کوٹھڑی ہے وہاں پانی کے گھڑے اور وضو کا سامان ہوتا تھا۔ ظہر کی نماز سے پہلے حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور کسی نے کہہ دیا کہ دو آدمی بیعت کریں گے۔ چنانچہ بندہ اس وقت وضو خانہ میں وضو کر رہا تھا۔ تو حضور نے آواز دی کہ آؤ میاں نظام الدین بیعت کر لو۔ بندہ آگے بڑھا اور حضور کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔[له]

۱۸۹۷ء میں آپ مستری حسن دین صاحب احمدی ساکن میانہ پور کے ہمراہ قادیان گئے اور اُن کے ساتھ حضرت اقدس کے پرانے گھر کی مرمت اور ریخت میں حصہ لیا اور مہمان خانہ کی پہلی کوٹھڑی کی چھت وغیرہ ڈالی اُن دنوں آپ کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہنے کا بہت موقعہ ملا۔ دو وقت کا کھانا حضور کے ہمراہ کھانے کی سعادت ملی۔ اور حضور کے ساتھ شانہ بشانہ نماز پڑھنے کی بھی۔ فرمایا کرتے تھے ان دنوں بیت المبارک بہت چھوٹی تھی اور بڑی تنگی سے نمازیں ادا ہوتی تھیں۔ نمازوں میں گریہ وزاری اور سوز و گداز کا ایک عجیب عالم تھا۔ آپ تین ماہ تک حضرت میر ناصر نواب صاحب کی نگرانی میں تعمیر کی خدمت بجالاتے رہے۔ قادیان سے روانگی کے وقت حضرت اقدس نے اُن کی درخواست پر اپنی بعض کتابیں اور اپنی پگڑی بطور تبرک عنایت فرمائی۔ قیام قادیان کے دوران مئی ۱۸۹۷ء میں حسین کامی سفیر ترکی قادیان آئے اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے حضور انہیں الوداع کہنے کے لیے جب ان کے یکے تک باہر میدان میں تشریف لے گئے تو اتفاق سے اس موقع پر آپ بھی موجود تھے۔

اسی طرح حضرت سیدنا محمود کی تقریب آمین (جون ۱۸۹۷ء) میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اگست ۱۸۹۷ء میں گورداسپور کے مقدمہ مارٹن کلارک کی ایک پیشی بھگت کر واپس قادیان تشریف لائے اس سفر میں بھی آپ خدمت بجالانے کے لیے ہمراہ تھے۔ اس کے بعد عبدالحمید مستغیث نے جب معافی مانگ لی اور صحیح بیان دے دیا۔ تو حضرت چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر گورداسپور نے یہ خوشخبری سنانے کے لیے آپ کو قادیان بھیجا۔ چنانچہ آپ حضور کی خدمت میں قادیان حاضر ہوئے۔ اور

له "روایات" جلد ۳ ص۹۸، ص۹۹

یہ خوش کن خبر پہنچائی ۔ ۱۸۹۷ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک آپ باقاعدہ جلسہ سالانہ میں شامل ہوتے رہے ۱۱؍اپریل ۱۹۰۰ء کے تاریخی خطبہ الہامیہ کے سُننے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا ۔ ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء کے دوران آپ ایک خطرناک مقدمہ میں ماخوذ ہوئے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائے خاص کی برکت سے باعزت طور پر بری کر دیئے گئے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اس نشان کا درج ذیل الفاظ میں خصوصی ذکر فرمایا ہے ۔

"**۱۳۹ نشان** ۔ ایک مرتبہ مستری نظام الدین نام ایک ہماری جماعت کے شخص نے سیالکوٹ اپنی جائے سکونت سے میری طرف خط لکھا کہ ایک خطرناک مقدمہ فوجداری کا میرے پر دائر ہوگیا ہے اور کوئی سبیل رہائی معلوم نہیں ہوتی ۔ سخت خوف دامنگیر ہے اور دشمن چاہتے ہیں کہ مَیں اس میں پھنس جاؤں اور بہت خوش ہو رہے ہیں اور مَیں نے اس وقت ظاہری اسباب سے نومید ہو کر یہ خط لکھا ہے اور مَیں نے اپنے دل میں نذر کی ہے کہ اگر مَیں اس مقدمہ سے نجات پا جاؤں تو مبلغ پچاس روپے خدا تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر آپ کی خدمت ارسال کروں گا ۔

تب وہ خط اس کا کئی لوگوں کو دکھلایا گیا اور بہت دعا کی گئی اور اس کو اطلاع دی گئی ۔ چند دن گزرنے کے بعد اس کا پھر خط مع پچاس روپے کے آیا اور لکھا کہ خدا نے مجھے اُس بلا سے نجات دی ۔ پھر چند ہفتہ کے بعد ایک اور خط آیا جس میں لکھا تھا کہ سرکاری وکیل نے پھر وہ مقدمہ اٹھایا ہے ۔ اس بنیاد پر کہ فیصلہ میں غلطی ہے ۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایڈووکیٹ کی بات قبول کر کے فیصلہ کو انگریزی میں ترجمہ کرا کر اپنی سفارش لکھ کر صاحب کمشنر بہادر کی خدمت میں بھیج دیا ہے ۔ اس لئے یہ حملہ پہلے سے زیادہ خطرناک اور بہت تشویش دہ ہے ۔ اور مَیں نے اس حالتِ بے قراری میں پھر اپنے ذمہ یہ نذر مقرر کی ہے ۔ کہ اگر اب کی دفعہ میں اس حملہ سے بچ جاؤں تو مبلغ پچاس روپے پھر بطور شکریہ ادا کروں گا ۔ میرے لیے بہت دعا کی جائے ۔ یہ خلاصہ دونوں خطوں کا ہے جن کے بعد دعا کی گئی ۔

بعد اس کے شاید ایک دو ہفتہ ہی گزرے تھے کہ پھر مستری نظام الدین کا خط آیا جو بجنسہ ذیل میں لکھا جاتا ہے :۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔

سیدنا و مہدینا حضرت حجۃ اللّٰہ علی الارض ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ نے حضور کی خاطر پھر دوبارہ خاکسار پر رحم فرمایا اور اپیل فریق مخالف کی کمشنر صاحب لاہور نے نامنظور کر کے کل واپس کر دی فالحمد اللہ و المنۃ خاکسار دو ہفتہ کے اندر حضور کی قدم بوسی کے لیے حضور کی خدمت میں پچاس روپے نذرانہ جو پہلے مانا ہوا ہے ۔ لے کر حاضر ہوگا ۔

حضور کا ناکارہ غلام

خاکسار نظام الدین مستری شہر سیالکوٹ متصل ڈاکخانہ "[1]

جنوری ۱۹۰۴ء کے سفر جہلم میں جن بزرگوں کو ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا ۔ اُن میں آپ بھی شامل تھے آپ کا بیان ہے :۔

"حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جہلم تشریف لے گئے تھے ۔ تو بندہ بھی حضور کی غلامی میں تھا ۔ حضرت اقدس کوٹھی کے ایک کمرہ میں فارسی تقریر فرما رہے تھے ۔ بندہ اس وقت حضرت مرحوم شہید حضرت سید عبد اللطیف صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ بندہ تو اتنی فارسی اس وقت جانتا ہی نہ تھا ۔ کہ حضرت اقدس کے کلماتِ طیبات کو سمجھ سکے ۔ مگر شہید مرحوم زار زار رو رہے تھے ۔ اور فرماتے تھے من نزدیک تو ذرّہ بے مقدارم تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام کو کوئی حاجت پیدا ہوئی تو حضور اندر تشریف لے گئے تو مرحوم سید صاحب بھی اٹھنے لگے جونہی آپ اُٹھنے کو تھے تو مفتی محمد صادق صاحب نے فارسی میں کہا صاحبزادہ صاحب آپ تشریف رکھیں حضرت اقدس ابھی پھر واپس آنے والے ہیں ۔ تو انہوں نے فرمایا ہزار سال کی عبادت سے یہاں بیٹھنے کو بہتر جانتا ہوں ۔ یہ ان کی فارسی گفتگو کا مفہوم تھا جو اپنے کانوں سے سُنا تھا ۔ والسّلام "[2]

۱۲ مارچ ۱۹۰۸ء کو قادیان میں سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر تشریف لائے :۔ اس موقع پر حضرت اقدس نے اپنی جماعت کے سرکردہ اور متمول اور صاحب وجاہت اصحاب کو بُلا بھیجا تھا ۔ سیالکوٹ سے جو وفد آیا اس میں حضرت چوہدری نصر اللہ خانصاحب ، منشی عبد اللہ صاحب ریڈر سیشن جج اور آپ بھی شامل تھے ۔

فروری ۱۹۱۴ء میں وزیر آباد کی بیت کا افتتاح عمل میں آیا ۔ اور اس غرض کے لیے حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی طرف سے حضرت سیدنا محمود کو بطور نمائندہ وزیر آباد بھیجا اس سفر میں سیدنا محمود کے ساتھ گاڑی میں آپ

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴ ؛ [2] رجسٹر روایات جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۵۶

بھی ہم رکاب تھے ۔ اور افتتاح بیت کی تقریب میں بھی شرکت کی ۔ اپریل ۱۹۱۵ء میں حضرت چوہدری نصراللہ خانصاحب سے ہجرت کر کے قادیان تشریف لے گئے ۔ اور ۱۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی انتقال فرما گئے ۔ اور جماعت میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ۔ جس کو انتظامی اعتبار سے پُر کرنے کی توفیق جن بزرگوں کو ملی اُن میں آپ سر فہرست تھے ۔ آپ نے تقریباً پندرہ برس اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر کام کیا ۔ پریذیڈنٹ کے فرائض بھی انجام دیئے نیز ہر قسم کی خدمت کی یہاں تک کے چپڑاسی اور نقیب بھی بنے ۔ اور آٹا اکٹھا کرنے کی ڈیوٹی تک بجا لاتے رہے حالانکہ آپ خود سپورٹس کے سامان کے تین کارخانوں کے مالک تھے جن کی شاخیں پونا، کوہاٹ، بنوں، کراچی ایبٹ آباد میں قائم تھیں ۔ نیز آپ کے ماتحت قریباً چالیس کاریگر اور ملازم کام کرتے تھے ۔ جن میں ایک انگریز مسٹر ہنٹر بھی تھا ۔ اس سلسلہ میں آپ کے سپرد آخری خدمت سیکرٹری وصایا کی سپرد کی گئی ۔ ۱۹۲۲ء کی پہلی اور تاریخی مجلس مشاورت میں آپ سیالکوٹ سے بطور نمائندہ شامل ہوئے آپ کا نام مطبوعہ رپورٹ صفحہ ۲ پر موجود ہے ۔ علاوہ ازیں ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۶ء تک کے دوران اکثر سالوں میں بھی آپ کی شمولیت ثابت ہے ۔[1]

آپ اپنے بڑے لڑکے میجر آفتاب احمد صاحب نظام کے ہاں کرشن نگر لاہور میں مقیم تھے کہ آخری بلاوا آگیا ۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے مگر امانتاً لاہور میں سپرد خاک کیے گئے ۔[2]

اولاد: ۱۔ محترمہ احمد بی بی صاحبہ (اہلیہ بابو حاکم دین صاحب مرحوم) ڈرافٹسمین ایم ای ایس سیالکوٹ ۔

۲۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ (اہلیہ ڈاکٹر میاں محمد اشرف صاحب مرحوم گجرات)

۳۔ محترمہ صالح بیگم صاحبہ (اہلیہ محمد اسلم صاحب ریکھی ۔ کوہاٹ)

۴۔ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ (اہلیہ میاں عبدالکریم صاحب ٹمبر مرچنٹ جہلم)

۵۔ مکرم میجر آفتاب احمد صاحب نظام (ریٹائرڈ) لاہور چھاؤنی

۶۔ مکرم بشیر احمد صاحب نظام ربوہ ۔ ۷۔ مکرم محمد احمد صاحب نظام مرحوم (ربوہ کے اولین فوٹو گرافر)

---

[1] مندرجہ بالا حالات آپ کی لکھی ہوئی قلمی یادداشتوں سے مرتب کیے گئے ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں اور شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں ۔ [2] الفضل ۲۴ اگست ۱۹۸۶ء ص۶

حضرت مہر غلام حسن صاحب محلہ اراضی یعقوب سیالکوٹ

(ولادت قریباً ۱۸۷۲ء - بیعت مئی ۱۹۰۱ء[1] : وفات ۱۱ دسمبر ۱۹۵۶ء[2])

آپ مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ غانا کے والد ماجد تھے۔ خواب کے ذریعے سے احمدیت قبول کی۔ فرماتے تھے۔ کہ ہم دو دو گھنٹے حضرت صاحب کو دبایا کرتے تھے[3]

آپ کی ایک بھتیجی کی آنکھیں بچپن سے ہی خراب رہتی تھیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب سے جاکر کہو کہ اس لڑکی کی آنکھوں میں کچھ ڈال دیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول نے کوئی چیز ڈال دی خدا کی قدرت اس کے بعد عمر بھر اس لڑکی کی نظر خراب نہیں ہوئی[4]

اولاد: ۱۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ غانا۔ ربوہ - ۲۔ ڈاکٹر رشید احمد صاحب سیالکوٹ

۳۔ خلیل احمد صاحب انعام ۔ ۴۔ مریم بی بی صاحبہ

۵۔ مبارکہ بیگم صاحبہ (اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ربوہ)

چوہدری نعمت خانصاحب آف کریام

(ولادت قریباً ۱۸۷۸ء : بیعت ۱۹۰۳ء ؛ وفات ۸ نومبر ۱۹۵۶ء)

آپ سلسلہ احمدیہ کے معروف بزرگ حضرت حاجی غلام احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کریام کے برادر نسبتی تھے۔ ارکان دین کے سختی سے پابند اور تہجد گذار۔ احادیث نبوی سے خاص شغف تھا اور اور حضرت مصلح موعود سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ دعوت الی اللہ میں عمر بھر کوشاں رہے علاقہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور میں آپ نے مسلسل ایک ماہ تک تبلیغ کی اور پاپیادہ سفر کرکے پیغام حق پہنچایا۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک جماعت احمدیہ کریام کے سیکرٹری تعلیم اور مربی اطفال رہے اور درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

---

[1] الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۱ء ص ۱۵ پر فہرست مبائعین میں آپ کا نام

بایں الفاظ درج ہے "غلام حسن ولد میاں نتھو صاحب نمبردار سیالکوٹ" [2] الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۵۶ء ص ۴

عمر کے آخری ایام ربوہ سے متصل گاؤں احمد نگر میں گذارے اور یہیں انتقال کیا۔[1] اپنے پیچھے آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی[2]

نوابزادہ میاں عبدالرحمٰن خانصاحب مالیر کوٹلہ

(ولادت ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۴ء[3] وفات ۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء[3])

آپ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی بیوی محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ کے بطن سے بڑے صاحبزادے تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے آپ کی المناک وفات پر ایک مختصر نوٹ میں تحریر فرمایا۔

"مجھے عزیز مرحوم کی وفات سے خاص صدمہ پہنچا ہے۔ ہم سب کا بچپن کا ساتھ تھا۔ بہن بھائی کی مانند اکٹھے رہے، اکٹھے پڑھے اور کھیلے۔ پھر جب حضرت نواب (محمد علی خان) صاحب..... سے میری شادی ہوگئی۔ تو اس خاندان سے عمر بھر کا ساتھ ہوگیا۔ میرے ساتھ عزیز مرحوم کو بہت محبت تھی۔ دلی تعلق اور احترام کا سلوک کرتے تھے۔ خصوصاً جب میرے شوہر محترم حضرت نواب صاحب مرحوم فوت ہوگئے تو وہ میرا بہت زیادہ خیال رکھنے لگے مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے۔ نماز تہجد باقاعدہ ادا کرتے تھے"[4]

حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب نے آپ کو مندرجہ ذیل شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا "بھائی صاحب مرحوم نہایت نیک سیرت انسان تھے۔ خلوت پسند تھے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق رکھتے تھے۔ جب صاحبزادگان کی آمین ہوئی۔ تو اس تقریب پر بھی حضرت والد صاحب کے ساتھ قادیان میں تھے۔ اکثر اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی حضرت

۔[1] الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ (مضمون چوہدری احمد الدین صاحب بی اے خلف الرشید حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ کریام) ؛ [2] اصحاب احمد، حصہ دوم، صفحہ ۱۹۸ (مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان) ؛ [3] الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

[4] الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بہت سے واقعات اُن کو یاد تھے۔ رات کو عام طور پہ نمازِ عشاء دیر سے ادا کرتے تھے۔ اکثر گیارہ ساڑھے گیارہ بج جاتے۔ لیکن کبھی یہ نہیں ہوا کہ تلاوت قرآن شریف کیے بغیر سوئے ہوں۔ نمازیں بہت لمبی اور خشوع خضوع سے ادا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فیضِ صحبت کا اثر تھا۔ افسوس ہے کہ ایسے ماحول میں جکڑ کر رہ گئے۔ کہ عملی خدمتِ دین نہیں کر سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اس امر کا ہے۔ کہ ان کی میّت کو تابوت میں دفن نہیں کیا گیا۔ اور جنازہ بھی احمدی نہ پڑھ سکے۔ وفات کے وقت صرف ایک احمدی پرانا ملازم تھا۔ وہ بھی پاکستان سے مالیرکوٹلہ گیا ہوا تھا۔ دریں حالات وہ احباب کی دعاؤں کے بہت زیادہ محتاج ہیں۔ تاکہ جو کمی جنازہ نہ ادا کرنے میں رہ گئی ہے۔ آپ کی پُرخلوص دعاؤں سے پوری ہو جائے۔ ان کا جسم ایک کورستی میں مدفون ہے۔ شاید کسی احمدی کو وہاں جا کر دعا کا موقع ملے۔ غیر احمدیوں کو قبور پہ جا کر دعا کرنے کی عادت نہیں۔ اس لیے جو احباب اُنسے محبت رکھتے ہیں۔ وہ اس قدر دعا کریں کہ یہ کسر پوری ہو جائے۔"[1]

حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے

(ولادت ۱۸۶۶ء : بیعت ۱۸۹۵ء (بمطابق روایت حضرت مصلح موعودؓ)[2] وفات ۲ نومبر ۱۹۵۶ء)[3]

آپ کا اصل وطن قادیان کے ماحول میں واقع ہرسیاں کا گاؤں ہے۔ جو سیکھواں سے قریب ہے۔

---

[1] الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ۔ [2] الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳، ۴ [3] آپ کا نام الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۶ کی فہرست مبائعین میں بھی شائع شدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی بیعت کی تقریب میں موجود تھے اور ڈائری نویس بزرگ نے آپ کا نام بھی شامل کر لیا۔ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۹۹ پہ آپ کے بیان (مندرجہ رجسٹر روایات جلد نمبر ۱۴ صفحہ ۲۷۵، صفحہ ۲۷۶) کی روشنی میں آپ کا سالِ بیعت ۱۸۹۶ء لکھا گیا ہے۔ مگر تحقیق سے یہ امر صحیح ثابت نہیں ہوا۔ وجہ یہ کہ حضرت میاں فضل محمد صاحب کے بیان میں جلسہ ۱۸۹۶ء پہ بیعت کا ذکر ہے حالانکہ اس سال جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے باعث قادیان میں کوئی جلسہ سالانہ نہیں ہوا تھا۔ اس بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے جلسہ ۱۸۹۶ء کے معاً بعد جب دوبارہ بیعت کی تو حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسی ایک

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپ کے گاؤں میں بعض اور بزرگ بھی مثلاً منشی نور محمد صاحب و میاں محمد غوث صاحب وغیرہ داخلِ احمدیت ہوئے۔ مگر اکثریت بیگانوں کی تھی۔ جو مخالف علماء کے زیرِ اثر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی دیکھیے کہ اس نے علماء کے عناد اور دشمنی کو کئی سعید روحوں کے لیے شناختِ حق کا موجب بنا دیا۔ چنانچہ حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی (والد ماجد مولوی قمر الدین صاحب) کی روایت ہے کہ:۔

"ایک دفعہ حضور علیہ السّلام نے مباحثات و مناظرات حکماً بند کر دیئے۔ اُن دنوں مولوی اللہ دتہ و علی محمد سوہلوی و عبدالسبحان ساکن مسانیاں وغیرہ یکا یک موضع ہرسیاں میں آ گئے۔ اُس وقت بھائی فضل محمد صاحب والد مولوی عبد الغفور صاحب مبلغ و منشی نور محمد صاحبؓ وغیرہ ہرسیاں والے احمدی برادران نے مولوی فتح الدین صاحب کو دھرمکوٹ سے بُلایا اور سیکھواں میں ہماری طرف بھی بلانے کیلئے آدمی آ گیا۔ چونکہ حضور نے مناظرات وغیرہ حکماً بند کر دیئے تھے۔ اس لیے مَیں اور میرے بھائی امام الدین صاحب ہرسیاں روانہ ہو گئے۔ اور اپنے بڑے بھائی جمال الدین صاحب مرحوم کو حضور کی خدمت مبارک میں روانہ کر دیا۔ برائے حصولِ اجازت مناظرہ اور وہاں پر ہم جا کر مع احمدی دوستوں کے حضور کی اجازت کا انتظار کرنے لگے اُدھر فریق مخالف نے آسمان سر پہ اٹھایا ہوا تھا۔ اور بہت سے پیغام بھیج رہے تھے۔ کہ جلدی ہمارے ساتھ مناظرہ کر لیں۔ لیکن ہم نے جواب دیا کہ جب تک قادیان سے اجازت نہ آ دے ہم قطعاً مناظرہ نہیں کریں گے۔ اس پر مخالفین نے خوشی کے ترانے گانے شروع کر دیئے اور وہاں کا نمبردار اُن (مخالفوں) کی طرف سے آیا اور مجھے الگ لیجا کر کہنے لگا کہ اگر آپ میں طاقت نہیں ہے مباحثہ کی تو آپ مجھے کہہ دیں۔ مَیں ان کو یہاں سے روانہ کر دیتا ہوں مَیں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم میں مباحثہ کرنیکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۶ سے آگے) دن قبل قادیان میں پہنچ چکے تھے۔ اور حضرت مولانا حسن علی صاحب کی کتاب "تائیدِ حق" صفحہ ۶۷ سے ثابت ہے کہ یہ واقعہ ۲ جنوری ۱۸۹۴ء کا ہے۔ اس اعتبار سے آپ کی بیعت کا دن ۳ جنوری ۱۸۹۴ء قرار پاتا ہے۔ مگر اس میں ایک اور الجھن پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ اس سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ نے ۱۸۹۳ء کے جلسہ سالانہ پہ پہلی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مگر یہ غلط ہے ۱۸۹۳ء کا جلسہ ہی نہیں ہوا[۲]۔ الفضل ۱ نومبر ۱۹۵۶ء ص ۸/۱

[۱] بیعت ۱۸۹۷ء وفات ۵ نومبر ۱۹۴۳ء (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۵۶ء ص ۵ و ص ۷)

طاقت ہے اور فریق مخالف ہماری طاقت کو جانتا ہے ۔ لیکن ہم اپنے پیشوا کے حکم کے تابع ہیں۔ قادیان ہمارا آدمی حصول اجازت مباحثہ کے لیے گیا ہوا ہے ۔ ہم منتظر ہیں اگر اجازت آگئی تو مناظرہ کرلیں گے ورنہ نہیں۔ پھر جو دل چاہے قیاس کر لینا تھوڑی دیر کے بعد میرے بھائی جمال الدین صاحب آگئے ۔ اور کہا کہ حضور نے اجازت نہیں دی ۔ جب مخالفین کو علم ہو گیا کہ مباحثہ نہیں ہوگا تب اُن میں طوفانِ بے تمیزی برپا ہوا۔ اور جو کچھ اُن سے ہو سکتا تھا ۔ بکواس کیا تمسخر اڑایا استہزا کی کوئی حد نہ رہی ۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی خوشی کے شادیانے گا تے تھے ۔ اور ہم خاموش تھے ۔ فریق مخالف بظاہر فتح و کامیابی کی حالت میں اور ہم ناکامی اور شکست کی حالت میں ہرسیاں سے نکلے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھیں کہ جمعہ کے روز ہرسیاں سے ایک جماعت قادیان پہنچ گئی کہ ہم بیعت کرنے کے لیے آئے ہیں ۔ ہم حیران ہوئے اور ہم نے پوچھا ۔ بظاہر تو ہماری شکست ہوئی تھی ۔ آپ کو کونسی دلیل مل گئی ۔ انہوں نے جواباً کہا کہ آپ لوگوں کے چہروں پر ہمیں صداقت نظر آ گئی اور اُن (مخالفوں) کے چہروں سے کذب اور بیہودہ پن نظر آیا ۔ یہی بات ہمکو قادیان کھینچ لائی ''۔[1]

حضرت میاں فضل محمد صاحب خلافتِ ثانیہ کے عہد میں قادیان ہجرت کر کے آ گئے تھے ۔ اور محلہ دار الفضل میں رہائش اختیار کر لی تھی ۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے اور ربوہ میں مقیم ہوئے ۔ آپ موصی تھے ۔ اور تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے[2]

آپ کا جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھایا اور پھر اگلے روز ۹ نومبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ :۔

"میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے فوت ہوئے ہیں ۔ انہوں نے ۱۸۹۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ جس پر اب ۶۱ سال گذر چکے ہیں ۔ گویا ۱۸۹۵ء کے بعد انہوں نے اکسٹھ جلسے دیکھے ۔ ان کے ایک لڑکے نے بتایا کہ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ میں نے جس وقت بیعت کی اس کے قریب زمانہ میں ہی میں نے ایک

---

[1] رجسٹر روایات نمبر ۱۴ صفحہ ۲۸ و صفحہ ۲۹ ایضاً الفضل ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء صفحہ ۳

[2] الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

خواب دیکھا جس میں مجھے اپنی عمر ۴۵ سال بتائی گئی۔ مَیں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو پڑا اور مَیں نے کہا حضور! بیعت کے بعد تو میرا خیال تھا کہ حضور کے الہاموں اور پیشگوئیوں کیمطابق احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا۔ مگر مجھے تو خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف ۴۵ سال ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں شاید وہ ۴۵ کو ۹۰ کر دے۔ چنانچہ کل جو وہ فوت ہوئے تو ان کی عمر پورے ۹۰ سال کی تھی۔ اس طرح احمدیت کی جو ترقیات ملیں وہ بھی انہوں نے دیکھیں اور ۶۱ جلسے بھی دیکھے۔ ان کے چار بچے ہیں۔ جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایک قادیان میں درویش ہو کر بیٹھا ہے۔ ایک افریقہ میں مبلغ ہے۔ ایک یہاں مبلغ کام کرتا ہے۔ اور چوتھا لڑکا مبلغ تو نہیں، مگر وہ اب ربوہ آگیا ہے۔ اور یہیں کام کرتا ہے۔ پہلے قادیان میں کام کرتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص مرکز میں رہے۔ اور اس کی ترقی کا موجب ہو تو وہ بھی ایک رنگ میں خدمتِ دین ہی کرتا ہے۔ پھر ان کی ایک بیٹی بھی ایک واقفِ زندگی سے بیاہی ہوئی ہے باقی بیٹیوں کا مجھے علم نہیں بہر حال انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کا نشان دیکھا۔ جب ۴۵ سال کے بعد ۴۶ واں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے۔ مَیں نے خدا تعالیٰ کا ایک نشان دیکھ لیا ہے۔ مَیں نے تو پنتالیس سال کی عمر میں مر جانا تھا۔ اب ایک سال جو بڑھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھا ہے۔ جب چھیالیسویں کے بعد سنتالیسواں سال گزرا ہوگا۔ تو وہ کہتے ہوں گے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ مَیں نے پنتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا۔ مگر اب دو سال جو بڑھے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں۔ جب سنتالیسویں سال کے بعد اڑتالیسواں سال گزرا ہوگا۔ تو وہ کہتے ہوں گے مَیں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ مَیں نے پنتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا۔ مگر اب تین سال جو بڑھے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں ... گویا وہ پنتالیس سال تک برابر ہر سال یہ کہتے ہوں گے کہ مَیں نے خدا تعالےٰ کا نشان دیکھ لیا اور ہر سال جلسہ سالانہ پر ہزاروں ہزار احمدیوں کو آتا دیکھ کر ان کا ایمان بڑھتا ہوگا۔"[1]

---

[1] الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳ تا صفحہ ۴

(پہلی بیوی محترمہ برکت بی بی صاحبہ کے بطن سے)

اولاد:۔ ۱۔ رحیم بی بی صاحبہ مرحومہ (اہلیہ حضرت ماسٹر عطا محمد صاحب۔ والدہ مولانا نسیم سیفی صاحب)
۲۔ کریم بی بی صاحبہ مرحومہ۔ ۳۔ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم۔ ۴۔ ابو البشارت مولانا عبدالغفور صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ ۵۔ احمدی بی بی صاحبہ مرحومہ۔ ۶۔ محترم عبدالرحیم صاحب مرحوم مالک دیانت سوڈا واٹر فیکٹری درویش قادیان۔ ۷۔ مولوی صالح محمد صاحب (واقفِ زندگی) سابق مبلغ مغربی افریقہ۔ ۸۔ صالحہ فاطمہ صاحبہ اہلیہ ماسٹر غلام محمد صاحب مرحوم۔ ۹۔ محمد عبداللہ صاحب
۱۰۔ حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ محمد حسن صاحب لنڈن

(دوسری بیوی محترمہ صوبہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے)

۱۱۔ صادقہ بیگم صاحبہ (اہلیہ الحاج مولوی محمد شریف صاحب واقف زندگی)
۱۲۔ عبدالحمید صاحب (نیویارک)

ے الفضل ۱۶ رجنوری ۱۹۵۷ء صہ۶ (مضمون چوہدری احمدالدین صاحب بی اے)

حضرت شیخ اللہ بخش صاحب

(ولادت   بیعت ۱۹۰۵ء   وفات ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

آپ بنوں میں پیدا ہوئے محکمہ آبکاری کے انسپکٹر رہے۔ ۱۹۳۶ء میں ریٹائرڈ ہو کر قادیان گئے کچھ عرصہ معاون ناظر امور عامہ رہے۔ محلہ دارالرحمت کے پریذیڈنٹ تھے تقسیم کے بعد پھر بنوں آ گئے۔ نماز جمعہ آپ کی بیٹھک میں ہوتی تھی اور مرکز سے آنے والے احباب آپ کے ہاں ٹھہرتے تھے آپ نے دو بیوائیں چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑیں [1]

سردار شیر بہادر صاحب قیصرانی

(ولادت قریباً ۱۸۷۶ء :- بیعت   وفات ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

احمدیت سے پہلے شیعہ خیالات سے تعلق رکھتے تھے۔

احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک عشق تھا۔

تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

بہت رقیق القلب بزرگ تھے۔ نماز اس قدر خشوع و خضوع سے پڑھتے کہ دیکھ کر حیرت آتی تھی۔ نماز میں آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو جاتا۔ اور سینہ اُبلتی ہنڈیا کی طرح جوش مارتا تھا۔ وفات سے چند روز پہلے بذریعہ رؤیا آپ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی گریہ وزاری بہت پسند آئی ہے اور اُس ذاتِ مقدس نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

آپ قیصرانی چیف فیملی کے رکن تھے۔ پہلے صوبیدار بنے۔ اور بالآخر رسالدار بی ایم پی کے عہدے پر ترقی کرکے پنشن پر ریٹائرڈ ہوئے [2]

---

[1] الفضل ۱۵ر جنوری ۱۹۵۷ء صـ۶ ؛ [2] الفضل ۶ر فروری ۱۹۵۷ء صـ۵

فصلِ سوم

دیگر مخلصین جماعت کی وفات

اس سال حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء خاص کے علاوہ مندرجہ ذیل مخلصینِ جماعت بھی داغِ مفارقت دے گئے۔

۱۔ بابو محمد عمر صاحب بریلوی (وفات ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء)

مرحوم نہایت پُرجوش اور مخلص احمدی تھے۔ تقسیم ملک سے قبل عرصہ دراز تک بسلسلہ کاروبار دہلی میں رہے اور وہاں بڑھ چڑھ کر جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔

(الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۵)

۲۔ بابو عبدالغنی صاحب انبالوی (وفات ۳ مارچ ۱۹۵۵ء)

آپ نے ۱۹۰۸ء میں حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ احمدیت کا چلتا پھرتا نمونہ اور متوکل انسان تھے۔ سالہا سال تک سیکرٹری تبلیغ رہے اور ہر سال ایک ماہ تبلیغ کے لیے وقف کرتے تھے۔ درجنوں افراد آپ کے ذریعہ داخل احمدیت ہوئے۔ ایک بار پادری عبدالحق صاحب کو مباحثہ میں لاجواب کر دیا۔ آپ جماعت انبالہ کے روح رواں تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت نہایت استغراق سے کیا کرتے تھے۔ بہت صدمے اٹھائے مگر ہمیشہ راضی برضا رہے۔ پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب ایم ایس سی مؤلف کتاب "اسلام کا وراثتی نظام" آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

(الفضل ۷ مارچ ۱۹۵۶ء۔ الفضل ۲ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۵۔ الفضل ۲۷ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵)

۳۔ صاحبزادہ میاں عبدالسّلام صاحب عمرؓ (فرزند اکبر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل)

(وفات ۲۵/۲۴ مارچ ۱۹۵۶ء)

آپ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدالسلام نام تجویز

فرمایا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی (غیر مطبوعہ) ڈائری میں تحریر فرمایا:۔

"۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء سعیدہ نے اطلاع دی۔ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جلسہ بڑی جامع مسجد میں تھا وہاں اطلاع ہوئی تو سب نے یکدم مبارکباد کی صدا بلند کی۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔

الحمدللہ رب العالمین۔ امام نے عبدالسلام نام رکھا والحمدللہ" ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور ایل ایل بی علی گڑھ یونیورسٹی سے کیا۔

(الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۵۶ء صا۔ الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۵۶ء ص۳)

مولوی صاحب کی طبیعت بچپن سے ہی نیکی کی طرف مائل تھی تین سال کے تھے کہ حضرت خلیفہ اوّل ؓ کو کہا۔ ابا میرے لیے دعا کرو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے دعا کی تو کہا ہاتھ اٹھا کر دعا کرو پھر دعا ہاتھ اٹھا کر کی تو کہا نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو روپیہ بھی دیا اور بہت کثرت سے دیا مگر آپ نے ہمیشہ درویشانہ زندگی بسر کی۔ ۱۹۵۵ء جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک شخص نے کہا مولوی صاحب آپ نے اتنا سستا لٹھا پہنا ہوا ہے۔ اتنی سادگی بھی اچھی نہیں کہنے لگے میاں جسم ہی ڈھانکنا ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک غریب احمدی ملے اُن سے پوچھا جلسہ سالانہ پر جا رہے ہو انہوں نے جواب دیا نہیں پوچھا کیوں۔ کہنے لگے۔ کرایہ نہیں ہے مولوی صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ان کو کچھ رقم دے دی انہوں نے بغیر گنے جیب میں ڈال لی بعد میں دیکھا تو پچیس روپے تھے۔

قادیان کے بعض قدیم احباب مولوی صاحب سے امداد لینے ان کے گاؤں نور پور متصل لاکھا روڈ ضلع نواب شاہ سندھ میں پہنچ جایا کرتے مولوی صاحب ان کی آمد سے بہت خوش ہوتے ان کو آمد و رفت کا کرایہ بھی دیتے اور امداد بھی کرتے اور کہا کرتے بھائی تم بہت باہمت ہو کہ اس دور افتادہ گاؤں میں پہنچ گئے۔

حضرت اماں جی نے بتایا کہ مولوی صاحب بچے تھے کہ نواب محمد علی خاں صاحب کی کوٹھی تشریف لے گئے اور نواب صاحب سے ایک پیسے کی بھینس مانگی۔ نواب صاحب نے فوراً وہ بھینس مولوی عبدالسلام صاحب کے ساتھ ان کے گھر بھجوادی۔

ایک دفعہ ٹرکی جانے کا ارادہ کیا۔ پاسپورٹ بنوایا سامان بندھا ہوا تھا تانگہ کھڑا تھا سیدنا حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اجازت لینے اور ملنے کے لئے گئے حضور نے فرمایا آپ طالب علمی کے زمانہ میں نہ جائیں ۔آپ نے اسی وقت ارادہ فسخ کر دیا ۔ زمانہ طالب علمی سے شیخ بشیر احمد صاحب سے دوستی تھی اس زمانہ میں ہر روز ایک خط شیخ صاحب لکھتے اور ایک خط مولوی صاحب ان خطوں میں بہت اعلیٰ درجہ کی علمی بحثیں ہوتیں کبھی بے ثباتی دنیا زیر بحث ہوتی کبھی غالب کے کسی شعر پر تنقید ۔ دونوں دوست ایک دوسرے کو بڑی پیاری نصیحتیں کرتے ۔

نہایت اعلیٰ درجہ کے مقرر تھے ایک دفعہ اسلامیہ کالج لاہور کی طرف سے آل انڈیا تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھیجے گئے ۔اوّل آئے ایک بہت بڑا کپ سونے اور چاندی کے تمغے انعام میں لے کر آئے ۔

مولوی صاحب نے بی اے ایل ایل بی کرنے کے بعد حیدر آباد دکن میں دو سال وکالت کی ایک دفعہ اعظم صاحب نے آپ سے ایک قانونی مشورہ کیا اس کے بعد اعظم صاحب نواب اکبر جنگ صاحب کے پاس پہنچے نواب صاحب نے فرمایا ہماری فیس پانچ سو روپیہ ہوگی اعظم صاحب نے مولوی صاحب کی رائے پیش کی نواب صاحب نے فرمایا رائے بالکل درست ہے ۔

عبدالخالق صاحب مہتہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے میٹرک پاس کیا میرے والد حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پریشان تھے کہ اب لڑکے کو کس لائن میں ڈالیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب مل گئے کہنے لگے بھائی جی عبدالخالق میرا بھائی ہے آپ بالکل پریشان نہ ہوں میں اس کو علی گڑھ لے جاؤں گا اور مسلم یونیورسٹی میں داخل کرا دوں گا ۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ایسا ہی کیا عبدالخالق صاحب مہتہ نے بیان کیا کہ مسلم یونیورسٹی کی تعلیم کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جانے کی توفیق بخشی اگر مولوی صاحب میری رہنمائی اور دستگیری نہ کرتے تو شاید میں کہیں چھوٹی موٹی کلرکی کر لیتا اور ان ترقیات سے محروم رہ جاتا جو خدا تعالیٰ نے مجھے بعد میں عطا کیں۔

سندھ کے ایک بڑے زمیندار اور حروں کے سردار میاں عبدالوہاب صاحب عمر کے پاس آئے کہنے لگے میں اپنے بیٹے کی بیعت کرانی چاہتا ہوں انہوں نے کہا آپ کو احمدیت کی طرف توجہ کیسے ہوئی؟ کہنے لگے مولوی عبدالسلام صاحب کو دیکھ کر میں نے کہا وہ کیسے کہنے لگے ان کو خدا تعالیٰ پر بڑا توکل ہے بعض دفعہ ان کو زمین کی قسطیں ادا کرنی ہوتیں ان کے پاس کوئی روپیہ نہ ہوتا مگر وہ کبھی نہیں گھبرائے میں نے کہا

مولوی صاحب ہیں روپیہ دے دیتا ہوں مگر وہ کبھی قبول نہ کرتے اور میں نے دیکھا آخری وقت اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی انتظام کر دیتا۔

چنانچہ میاں عبدالوہاب نے ان کے لڑکے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیعت کے لیے بھجوا دیا مولوی عبدالسلام کے ذریعہ سندھ کے کئی معزز زمیندار سلسلہ میں داخل ہوئے ان کی زندگیاں جو لہو ولعب میں گذر رہی تھیں اعلائے کلمۃ الاسلام میں خرچ ہونے لگ گئیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸ را پریل ۱۹۵۶ء ص۵ و ص۸ مضمون میاں عبدالوہاب صاحب عمر)

میاں عبدالسلام صاحب عمر کی شخصیت گوناگوں خصوصیات کے باعث بہت ہی قابلِ احترام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو تحریر و تقریر کا غیر معمولی ملکہ عطا کیا تھا نہ صرف یہ کہ آپ فصیح اللسان خطیب تھے بلکہ صاحب طرز انشا پرداز بھی تھے۔ اور دونوں میں آپ کو یکساں مہارت تھی نہایت برجستہ اور دلپذیر تقریر کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں کالجوں کے متعدد آل انڈیا مباحثوں میں شریک ہوئے اور اس دوران کئی طلائی کپ اور ٹرافیاں جیتیں۔

ان میں یہ وصف نمایاں تھا کہ وہ ہر ایک کو گرویدہ کر لیتے اُن کی ذات خدا پرستی غیرت دینی اور حمیت اسلامی کا نمونہ تھی۔ وہ ایک باوضع انسان اور بامروت دوست تھے۔ سادہ اور درویشانہ طبیعت رکھتے تھے۔ اور ساتھ نہایت شگفتہ مزاج بھی تھے۔

ملکی تقسیم کے بعد آپ اکثر نواب شاہ (سندھ) اپنی زمینوں کے انتظام و انصرام میں منہمک رہتے لیکن جب کبھی جلسہ سالانہ پر یا گھر میں کسی تقریب پر ربوہ تشریف لاتے تو اپنے دوستوں سے اس قدر خلوص سے بغلگیر ہوتے جیسے کوئی دلی غمگسار مدتوں بچھڑنے کے بعد ملا ہے۔ پھر نہایت پیار و محبت سے تمام حالات دریافت فرماتے۔ آپ میں یہ بھی خصوصیت تھی کہ کبھی کسی کی دلآزاری یا تکلیف دہی پسند نہ کرتے تھے بلکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا بے لوث جذبہ ہر وقت آپ کو بے قرار رکھتا تھا۔

قادیان جانے کی تڑپ ہمیشہ دامنگیر رہی۔ کمزوری و بیماری کے باوجود یہی شوق آپ کو دو دفعہ قادیان کی زیارت کے لیے کشاں کشاں لے گیا آخری مرتبہ اس سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تھے۔ اور اس موقعہ پر آپ کی ایک نہایت کامیاب تقریر ہوئی جو غیر مسلم طبقہ میں بھی بے حد پسند کی گئی۔

۱۹۵۶ء میں آپ کی عزیز ترین خواہش کہ وہ "دیارِ حبیب" میں حاضر ہو کر حج بیت اللہ شریف

سے مشرف ہوں لیکن افسوس اس جذبہ کی تکمیل میں موت حائل ہوکر رہ گئی ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۳؍مارچ ۱۹۵۶ء صہ ۵ مضمون ملک نذیر احمد صاحب ریاض)

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔جس میں ربوہ اور دوسرے شہروں کے ہزاروں افراد نے شرکت کی ۔ اور آپ کو حضرت اماں جی کے مزار کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔ غلاف کعبہ کا ٹکڑا آپ کے کفن میں بھی شامل تھا ۔

(الفضل ۲۰؍مارچ ۱۹۵۶ء صہ ۱)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا :۔

" اس دلی محبت اور قدر و منزلت کی وجہ سے جو میرے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ذات والا صفات کے ساتھ تھی اور ہے اس جگہ صرف ایک واقعہ جو مولوی عبد السلام صاحب کی بچپن کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس سے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اس بے پناہ محبت پر بھی روشنی پڑتی ہے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کیساتھ تھی ۔

ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں ۔کہ ابھی مولوی عبد السلام مرحوم غالباً چار سال کے تھے اور خود ہمشیرہ مبارکہ بیگم بھی ابھی چھوٹی تھیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت خلیفہ اوّل کے مکان پر قرآن و حدیث کا سبق پڑھنے کے لیے گئیں اس وقت اتفاق سے ہمشیرہ کے پاس بچپن کی عمر کے مطابق کچھ دانے اخروٹ کے تھے مولوی عبد السلام صاحب عمر نے خوردسالی کی بے تکلفی میں ہمشیرہ سے کچھ اخروٹ مانگے اور ساتھ ہی سادگی اور محبت کے رنگ میں کہا " میں تو آپ کا نوکر ہوں" ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ اس وقت اتفاق سے مولوی عبد السلام صاحب کے بڑے بھائی مولوی عبد الحیٔ صاحب مرحوم بھی قریب ہی کھڑے تھے انہوں نے مولوی عبد السلام صاحب کے یہ الفاظ (کہ میں آپ کا نوکر ہوں) سُننے تو خودداری کے رنگ میں مولوی عبد السلام صاحب کو ڈانٹا کہ یہ الفاظ مت کہو مولوی عبد الحی صاحب مرحوم کے یہ الفاظ کسی طرح حضرت خلیفہ اوّلؓ کے کانوں تک پہنچ گئے اور حضور نے اسی وقت مولوی عبد الحی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم عبد السلام کو ان الفاظ کے کہنے سے کیوں روکتے ہو؟ اور ساتھ ہی مولوی عبد السلام صاحب کو تاکیداً فرمایا "عبد السلام! ہم لوگ واقعی حضرت مسیح موعودؑ کے نوکر ہیں تم میرے سامنے اپنے منہ سے کہو کہ " میں آپ کا نوکر ہوں"، چنانچہ مولوی عبد السلام صاحب

کے منہ سے یہ الفاظ کہلائے کے بعد آپ وہاں سے گئے۔

بظاہر یہ معمولی سا واقعہ ہے۔ مگر اس سے محبت کے اس انتھاہ سمندر پر کتنی روشنی پڑتی ہے جو اس مرد خدا اور مرد مومن حضرت خلیفہ اوّلؓ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خاندان کے لیے موجزن تھا۔ اور ہمشیرہ مبارکہ بیگم کے لیے یا ہمارے لیے مولوی عبدالسلام صاحب عمر یا کسی اور مخلص کا اس قسم کے الفاظ کہنا ہرگز کسی فخر کی بات نہیں۔ (ممکن ہے بلکہ ذاتی لحاظ سے میں کہ سکتا ہوں کہ خدا کی نظر میں اِن کے اعمال ہم میں سے بعض کے اعمال سے بہتر ہوں) مگر یقیناً ہمارے لیے اور ساری جماعت کے لیے حضرت خلیفہ اوّل اور دیگر مخلصین کی وہ محبت موجب صد فخر ہے جو ان کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خاندان کے لیے تھی۔ اور ہے یہ محبت حضرت مسیح موعود کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کی قدر و قیمت دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (انفال آیت: ۶۴) میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور کر کے ہمیں اس مقدس محبت کا اہل بنائے اور ہمیں جماعت کے لیے ہر رنگ میں اچھا نمونہ بننے کی توفیق دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

دعا کی غرض سے اس جگہ اس بات کا ذکر نامناسب نہ ہوگا کہ جب جودھامل بلڈنگ لاہور میں یہ خاکسار مولوی عبدالسلام صاحب عمر کا جنازہ پڑھانے لگا تو ابھی میں نے پہلی تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ میری دائیں جانب سے حضرت خلیفہ اوّل تشریف لائے ہیں اس وقت آپ کا قد اپنے اصل قد سے کافی لمبا نظر آتا ہے مگر غالباً اپنے بڑے صاحبزادے کی بظاہر بے وقت وفات کی وجہ سے آپ کا جسم کچھ جھکا ہوا اور آپ کا چہرہ کچھ افسردہ تھا۔ اس نظارہ کے بعد یہ حالت جاتی رہی۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے حضرت خلیفہ اوّل کی روح کو جنت الفردوس میں تسکین عطا کرے اور عزیز مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے اہل و عیال اور حضرت خلیفہ اوّل کی دیگر اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۳-۴)

اولاد :۔ (پہلی بی بی محمودہ بیگم صاحبہ بنت خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب سے)

۱۔ میاں عبدالواسع عمر صاحب ایم ایس سی ۔

(دوسری بی بی) سعیدہ بیگم صاحبہ ۔ بنت حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے)

۲۔ میاں عثمان عمر صاحب ۔ ۳ ۔ فاروق عمر صاحب ۔ ۴

(تیسری بی بی مبشرہ بیگم صاحبہ ۔ بنت حضرت میر محمد سعید صاحب ممبر مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن سے) وفات کے وقت صرف تیسری بی بی ہی زندہ تھیں ۔

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۵۶ء صـ۵)

۴۔ ملک بہادر خانصاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر خوشاب (وفات ۶ اپریل ۱۹۵۶ء)

آپ نے بذریعہ خواب احمدیت قبول کی۔ موضع گروٹ ضلع سرگودہا کے گرد و نواح میں آپ کے ذریعہ احمدیت کا پیغام پہنچا اور رڑا علاقہ تھل میں ایک مخلص جماعت قائم ہوئی۔ شب بیدار بزرگ تھے ۔ خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سیکرٹری مال کا عہدہ ہمیشہ آپ نے سنبھالا۔ تین سال تک جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر پنجاب کے ماتحت کلرک (صوبائی نظام) کے فرائض سرانجام دیئے اپنے پیچھے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں ۔ (الفضل ۲۳ مئی ۱۹۵۴ء صـ۴)

۵۔ خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی سابق ایڈیٹر "الفضل"

(وفات ۱۸ اپریل ۱۹۵۶ء) (الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۵۶ء ص ۵)

آپ کے خود نوشت حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ دسمبر ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۱ء میں آپ نے ورنیکلر مڈل امتحان پاس کیا اور اسی سال ۱۱ جون کو قادیان تشریف لے گئے۔ احمدیت سے اُنس بچپن سے ہی تھا قادیان آکر آپ کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ مشکلات صرف اس لیے پیش آئیں کہ آپ عمر کے لحاظ سے بہت چھوٹے تھے تعلیم بھی کوئی خاص نہ تھی پھر آپ کا کوئی عزیز رشتہ دار بھی قادیان میں موجود نہ تھا جو پردیس میں آپ کی دلجوئی کرتا مگر آپ اِن مشکلات سے بالکل نہ گھبرائے اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے آپ کو تعلیم اور مضمون نویسی کا بچپن سے شوق تھا جن مقدس اور بزرگ ہستیوں کے زیر سایہ آپ نے تعلیم اور مضمون نویسی کا کام سیکھا ان میں حضرت خلیفہ اولؓ حضرت مصلح موعودؓ، حضرت میر محمد اسحٰقؓ صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

اور مرزا محمد اشرف صاحب مرحوم بھی شامل تھے ۔ سب سے پہلے آپ دفتر کا کام کرنے کا موقعہ دفتر تشحیذ میں ملا۔ آپ نے سب سے پہلا مضمون اس وقت لکھا جب کہ آپ نے مہابھارت کا اردو ترجمہ پڑھا اس کتاب کی بناء پر آپ نے لوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا " مہابھارت کا ایک ورق "۔ چونکہ مضمون نویسی کے لیے آپ کی یہ بالکل پہلی کوشش تھی اس لیے آپ نے اس خیال سے کہ مضمون کو نظر انداز نہ کیا جائے مضمون کے ساتھ اپنا نام نہ لکھا بلکہ صرف غ ۔ ف لکھا ۔ آپ کی یہ پہلی کوشش خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئی اور حضرت سردار محمد یوسف صاحب مرحوم نے اپنے اخبار نور میں شائع کر دیا۔

اس کے بعد آپ نے دو مضمون اور بھی لکھے جو اخبار نور میں چھپ گئے ان مضامین کے شائع ہونے پر آپ کا حوصلہ بڑھ گیا اور آپ نے اس طرف زیادہ توجہ دینی شروع کر دی ۔ آپ کا ایک مضمون کشمیری میگزین میں بھی چھپا اور دو مضامین افغان اخبار پشاور میں شائع ہوئے جن کے عنوان تھے "مسلمان کیونکر ترقی کر سکتے ہیں " دو تین مضامین اخبار پیغام صلح میں بھی چھپے ۔ ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد آپ کو دفتر الفضل میں چٹیں بنانے کے کام پر لگایا گیا اس کام کے چند روز بعد محترم حضرت قاضی اکمل صاحب نے آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کا درس قرآن کریم لکھنے کے کام پر لگا دیا سب سے پہلے جو درس قرآن کریم آپ نے لکھا اس کی پہلے حضرت قاضی صاحب نے تصحیح کی اور پھر حضور نے خود اس کی اصلاح فرمائی ایک دن حضور نے درس قرآن کریم کے نوٹوں والی کاپی ملاحظہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا آئندہ نوٹ نہیں بلکہ مفصل درس قرآن کریم لکھا کریں حضور کے اس ارشاد کے بعد آپ نے ۲۸ ۔ ۲۹ ۔ ۳۰ تین پاروں کا مفصل درس لکھا جو " الفضل " میں شائع ہوا ۔

آپ نے اپنی ذمہ داری پر سورۃ نور کے مکمل اور مفصل نوٹ حقائق القرآن کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیے اور خدا کے فضل اور رحم سے کسی خاص غلطی سے محفوظ رہے حضور کا خطبہ جمعہ لکھنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا الفضل کے دفتر میں آنے کے بعد جو پہلا جلسہ سالانہ ہوا اس موقعہ پر حضور کی کئی تقریریں آپ نے لکھیں جن میں بعض کافی لمبی تھیں۔ زود نویسی کے سلسلہ میں آپ نے اپنے لیے وقتاً فوقتاً کئی آسانیاں ایجاد کیں اور نئے نئے طریق وضع کیے جن کی وجہ سے آپ حضور اقدس کی تقریروں کو زیادہ عمدگی اور مکمل صورت میں نوٹ کرنے لگے پانچ چھ گھنٹے تک حضور

کی تقریر نہایت عمدگی کے ساتھ نوٹ کرتے چلے جاتے ہیں ۔جس کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بارہا پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تعریف کی ۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت حافظ روشن علی صاحب کی تقریر لکھی جو وفاتِ مسیح علیہ السلام پر تھی یہ تقریر جب آپ نے مرتب کر کے حضرت حافظ صاحب کو سنائی تو آپ نے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور آپ پر ان کی نوازشات پہلے سے بھی بڑھ گئیں اور ساری تقریر سن کر فرمایا یہ تقریر تو میری ہی ہے مگر مجھے یاد نہیں کہ میں نے اتنی مفصل اور ایسے تسلسل سے یہ تقریر کی تھی ۔

اسی موقع پر حضرت حافظ روشن علی صاحب نے بہت دعا آپ کے حق میں کی سب سے مبارک واقعہ جو آپ کی زندگی میں ہوا وہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت میر محمد اسحاق صاحب حسب معمول مسجد اقصٰی میں لڑکوں کی کلاس کو پڑھا رہے تھے اس کلاس میں آپ بھی شامل تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے حضرت میر صاحب کے ہاتھ میں ایک رقعہ دیا۔ آپ نے لے کر پڑھا اور آپ کی طرف بڑھا دیا اور بڑی ہی شفقت سے مسکراتے ہوئے ایک لفظ پہ انگلی رکھ کر فرمایا یہ پڑھو۔ آپ نے وہ لفظ پڑھا جس پر حضرت میر صاحبؓ کی انگلی تھی تو آپ کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ وہ لفظ یہ تھا۔ "عزیزم غلام نبی" یہ تحریر حضرت مصلح موعودؓ کی تھی جو درج ذیل کی جاتی ہے :۔

"عزیزم غلام نبی السلام علیکم

چونکہ خدا تعالیٰ نے میرے سپرد بہت بڑا کام کیا ہے اور میں اب الفضل کو ایڈٹ کرنے کے لیے وقت نہیں نکال سکتا اس لیے چاہتا ہوں کہ کچھ نوجوانوں کو اس کام کے لیے تیار کر دوں اور ان کے سپرد یہ کام کر دوں جو میں خود کیا کرتا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں کسی اور کو اس کے لیے منتخب کروں تم کو اور نیاز احمد کو موقع دیتا ہوں کہ اگر تم اپنے آپ کو اس قابل بنا سکو اور اپنی زندگی اس کام کے لیے وقف کر سکو۔ اس کے لیے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں

۱۔ کم از کم قرآن کریم کا ترجمہ آنا ضروری ہے اور صحاح ستہ پر عبور ہونا چاہیئے ۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پر عبور ہونا چاہیئے ۔

۳۔ غیر مذاہب کی مذہبی کتب کی واقفیت ہونی چاہیئے ۔

۴۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اور اس سے وابستگی لازمی چیز ہے ۔

۵۔ حکومتِ وقت کی اطاعت ضروری ہے۔

۶۔ احمدیت کے لیے اخلاص اور ہر قسم کی قربانی کرنے کا جذبہ ہونا چاہیئے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم میں اِن کے متعلق بہت کمی ہے اگر تم کچھ سیکھ سکو محنت اور کوشش کر سکو تو میں تم دونوں کو موقع دینا چاہتا ہوں تم سوچ کر مجھے اس کے متعلق جواب دو"

اس خط کی جو نقل آپ کی وفات کے بعد کاغذات میں سے ملی اس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

"نوٹ۔ الفاظ میں کچھ کمی بیشی ضرور ہوگی مگر مفہوم یقیناً یہی تھا۔ اس تحریر کا جواب جو آپ نے حضور اقدس کی خدمت میں ارسال کیا تھا وہ یہ ہے:۔

سیدی و آقائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی وساطت سے حضور کا جو رقعہ مجھے ملا ہے اس کے متعلق نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ میں تو اپنے آپ میں کوئی ایسی بات نہیں پاتا کہ میں اس کام کے قابل بن سکوں گا لیکن یقین رکھتا ہوں کہ اگر حضور ایک تنکے سے بھی کوئی کام لینا چاہیں تو خدا تعالیٰ اس میں بھی اس کام کی اہلیت پیدا کر دے گا۔ میں ایک تنکے کی حیثیت سے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو حضور کے قدموں میں پیش کرتا ہوں۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

طالب دعا۔ غلام نبی

اس کے بعد جلد ہی آپ ادارۂ الفضل کے ساتھ منسلک ہوگئے کم و بیش تیس برس تک نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ آپ نے الفضل ایسے اہم اخبار کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ بالآخر ۱۹۴۶ء میں ریٹائر ہوگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود آپ کو پڑھاتے رہے اور آپ روز بروز یہ محسوس کرنے لگے کہ حضور اقدس مجھ پر خاص شفقت اور ذرہ نوازی کی نظر فرماتے جا رہے ہیں اور آپ کے مضمونوں کی اصلاح بھی حضور اقدس خود بڑی نوازش سے فرماتے۔

جولائی ۱۹۱۶ء کو اخبار الفضل کی ایڈیٹری کی ذمہ داری پوری طرح آپ کو سونپ دی گئی۔ ۱۹۱۶ء

سے لیکر ۱۹۴۶ء تک یعنی صدی کے تہائی حصہ سے بھی زیادہ عرصہ آپ نے یہ ذمہ داری ادا کی۔ آپ اس لمبے عرصہ میں نہایت خوش اسلوبی سے الفضل کی ادارت کا نازک کام سرانجام دیتے رہے۔

(الفضل ۵ رمئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے ارشاد فرمایا:۔

"الفضل کے ابتدائی اسسٹنٹ ایڈیٹر درحقیقت وہی تھے۔ ایڈیٹر مَیں خود ہوا کرتا تھا۔ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر وہ تھے۔ ان کی تعلیم زیادہ نہیں تھی صرف مڈل پاس تھے مگر بہت ذہین اور ہوشیار تھے میری جس قدر پہلی تقریریں ہیں وہ ساری کی ساری انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں وہ بڑے اچھے زود نویس تھے اور ان کے لکھے ہوئے لیکچروں اور خطبات میں مجھے بہت کم اصلاح کرنی پڑتی تھی پھر وہ اخبار کے ایڈیٹر ہوئے اور ایسے زبردست ایڈیٹر ثابت ہوئے کہ درحقیقت پیغامیوں سے زیادہ ٹکر انہوں نے ہی لی ہے۔ "پیغام صلح" کے وہ اکثر جوابات لکھا کرتے تھے اسی طرح وہ میرے ابتدائی خطبات وغیرہ بھی لکھتے رہے جو انہی کی وجہ سے محفوظ ہوئے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کا جماعت پر ایک بہت بڑا احسان ہے اور جماعت ان کے لیے جتنی بھی دعائیں کرے اس کے وہ مستحق ہیں"۔

(الفضل ۱۵ رمئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۴)

تصانیف:۔ ۱۔ ایک کشف پر حلف (حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کا حلف سرخی کے چھینٹوں کے متعلق) ۲۔ پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل۔ ۳۔ ایک نئی تحقیقات۔ ۴۔ اُمتِ محمدیہ میں مجدد۔ ۵۔ چھتیس سال قادیان میں (سوانح حیات)

اولاد:۔ (پہلی بی بی سے) ۱۔ کنیز احمد صاحبہ۔ ۲۔ خواجہ حمید احمد صاحب۔ ۳۔ خواجہ مجید احمد صاحب ۴۔ خواجہ شبیر احمد صاحب۔ ۵۔ خواجہ منیر احمد صاحب۔ ۶۔ خواجہ تنویر احمد صاحب مرحوم

(دوسری بی بی سے) ۷۔ رشیدہ صاحبہ۔ ۸۔ نسیمہ صاحبہ۔ ۹۔ نسیم احمد صاحب مرحوم۔ ۱۰۔ نعیم احمد صاحب مرحوم۔ ۱۱۔ کلیم احمد صاحب۔ ۱۲۔ ریاض النبی صاحب۔ ۱۳۔ مبارکہ صاحبہ۔ ۱۴۔ نعیمہ صاحبہ ۱۵۔ بشریٰ صاحبہ۔

(چھتیس سال قادیان میں مؤلفہ منشی غلام نبی صاحب بلانوی سابق ایڈیٹر الفضل)

۶۔ میاں عبدالکریم صاحب سابق سیکرٹری مال لاہور۔ (وفات ۲۳؍ اگست ۱۹۵۶ء)

حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے نواسے اور ریلوے میں آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کے عہدہ پر فائز تھے۔ تقویٰ شعاری۔ اخلاص۔ ہمدردی اور خندہ پیشانی اور پختگی اصول آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ (الفضل ۱۱؍ ستمبر ۱۹۵۶ء صـ۷)

۷۔ سیٹھ محمد علی صاحب صدر جماعت احمدیہ اوٹکور (دکن) (وفات ۲، ۳ ستمبر ۱۹۵۶ء)

آپ سلسلہ احمدیہ کے پرانے خادم تھے اور حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب مرحوم امیر جماعت یادگیر و مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت چنتہ کنٹہ (دکن) کے اقارب میں سے تھے۔

بیڑی کے کارخانے کے مالک تھے۔ ٹرین کے حادثہ میں شہید ہوئے اور احمدیہ قبرستان حیدر آباد دکن میں تدفین عمل میں آئی۔ (الفضل ۱۵؍ ستمبر ۱۹۵۶ء صـ۷)

۸۔ شاہ جی محمد اکرم خانصاحب رئیس ترنگ زئی پشاور (وفات ۱۱؍ ستمبر ۱۹۵۶ء)

نہایت مخلص اور اعلیٰ اخلاص کے حامل تھے۔ اور اپنے علاقہ میں جماعتی تنظیم کے اعتبار سے ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور سلسلہ کے مالی جہاد میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

(الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۵۶ء صـ۱، الفضل ۹؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء صـ۶)

۹۔ محمد یسین خان صاحب آف فیروز پور چھاؤنی (وفات ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں قبول احمدیت کا شرف حاصل کیا۔ اور باوجود تمام رشتہ داروں کے سوشل بائیکاٹ کے تادم واپسیں احمدیت پر پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ قائم رہے۔

تبلیغ کا جنون تھا۔ صاحب کشف بزرگ تھے۔ اور تحریک جدید کے دورِ اوّل کے مجاہدین میں سے تھے۔ عمر بھر اپنی اولاد کو یہ نصیحت فرماتے رہے کہ شجرِ احمدیت سے ہمیشہ منسلک رہیں۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ سردار سلطانہ صاحبہ مولانا عبدالمالک خانصاحب کے عقد میں آئیں۔

(الفضل ۱۴؍ فروری ۱۹۵۷ء صـ۵)

۱۰۔ مولوی محمد علی صاحب مبلغ فیروزپوری۔ (وفات ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

۱۹۱۰ء میں احمدی ہوئے۔ جس پر انہیں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ان کے نیک نمونے کو دیکھ کر ان کے دوسرے بھائی بھی احمدیت میں شامل ہوگئے۔

پہلی بار آپ نے اخبار الفضل کو روزنامہ بنانے کی تحریک فرمائی۔ تبلیغ کرنے کا بہت شوق تھا۔ کئی بار غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے ٹریکٹ چھپوائے۔ یوم تبلیغ کے موقع پر میلوں میل پیدل دیہات میں جاتے اور پیغام حق پہنچاتے۔ ان خدمات کے پیش نظر آپ کو مبلغ صاحب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵)

۱۱۔ دوست محمد خانصاحب حجانہ۔ (وفات ۲ نومبر ۱۹۵۶ء)

ڈھورہ حجانہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ انگریزی مڈل اور نارمل پاس کر کے ۱۹۱۱ء تک ٹیچر رہے۔ پھر دس سال تک لغاری نواب کی اسٹیٹ پر مشیر مال رہ کر اپنی محنت۔ دیانت اور قابلیت سے اس وسیع رقبہ کو آباد کر کے اور نہریں بنوا کر اپنی یادگار کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ اپنے پسماندہ ضلع کے کے مسائل کے حل کے لیے ایک اخبار "ڈیرہ غازی خاں رپورٹر" نکالتے رہے۔ بعد میں عرائض نویسی کرتے رہے۔ اور اپنی قانونی قابلیت سے مظلوموں کی امداد کرتے رہے۔ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۱ء تک سیکرٹری ڈسٹرکٹ ایجوکیشن رہے۔ اور تعلیم کو فروغ دیا۔ نہایت ہی سادگی پسند پابند صوم وصلوٰۃ و تہجد تھے۔ اور احمدیت اور خلیفۂ وقت کے شیدائی تھے۔ اپنے دو لڑکوں کو قادیان دارالامان میں تعلیم دلوائی۔ غریب طلباء اور بیواؤں کی مالی امداد کرتے۔ لڑکوں کو نصیحت کرتے کہ رزقِ حلال کو مقدم رکھیں۔ حضرت امام الانبیاء کے ارشاد کی تعلیم کے مطابق آپ کے نیک نمونہ کی وجہ سے اپنی برادری اور باہر کئی گھرانے آغوشِ احمدیت میں آگئے۔

آپ ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے اور ۱۶ نومبر ۱۹۵۶ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے جنازہ غائب پڑھا اور خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک جنازہ تو دوست محمد خاں صاحب حجانہ کا ہے جو ۲ نومبر کو فوت ہو گئے ہیں انہوں نے ۱۹۰۹ء میں یعنی حضرت خلیفہ اوّل کے عہد خلافت میں احمدیت قبول کی تھی نہایت مخلص جوشیلے احمدی تھے انہیں تبلیغ کا جنون کی حد تک جوش تھا۔ ان کے بیٹے نے مجھے لکھا ہے کہ والد صاحب کی خواہش تھی کہ حضور ان کا جنازہ پڑھائیں اور اپنی زندگی میں بھی جب وہ مجھے ملتے تھے اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں جیسے احمدیت کے سلسلہ میں وہ

جوشیلے واقع ہوئے تھے ویسے ہی طبیعت کے لحاظ سے بھی بڑے جوشیلے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ شوریٰ ہو رہی تھی۔ ایجنڈا میں یہ تجویز تھی کہ سب احمدی ڈاڑھی رکھا کریں اور جو ڈاڑھی نہ رکھیں ان کی وصیت منسوخ کر دی جائے۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ تجویز پاس ہوئی تھی یا نہیں بہرحال جب یہ تجویز پیش ہوئی تو دوست محمد حجانہ بڑے جوش سے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں اپنی ڈاڑھی منڈوا دوں گا کیونکہ اس بارہ میں جبر برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے تو صرف اس لیے ڈاڑھی رکھی تھی کہ خدا اور اس کا رسول اس کی ہدایت دیتا ہے کسی کے جبر کی وجہ سے نہیں رکھی تھی۔ اب اگر کوئی شخص مجھے اس بات پر مجبور کرنا چاہتا ہے تو میں اسے برداشت نہیں کر سکتا میں نے کہا آپ ڈاڑھی چھوڑ کر سر بھی منڈوا دیں ہمیں اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ رو پڑے اور کہنے لگے مجھے معاف کر دیا جائے مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس طرح ان کی طبیعت اتنی جوشیلی تھی کہ اپنے بیٹے کی ذرا سی غلطی پر کہہ دیتے کہ میں اسے عاق کرتا ہوں کیونکہ یہ احمدیت کے کاموں میں پورے جوش سے حصہ نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور انہیں اگلے جہان میں بھی بڑی عزت بخشے۔ وہ خود ایک معمولی زمیندار تھے لیکن بڑے بڑے نوابوں اور رؤساء سے ان کے تعلقات تھے جب میں پچھلے سال یورپ کے سفر پر گیا نوان کے علاقہ کا ایک رئیس جو گورنمنٹ کا سیکرٹری تھا اس نے مجھے نوٹس دیا کہ آپ کی جماعت تبلیغ کر رہی ہے جس سے فساد کا ڈر ہے۔ انہیں دنوں اس سیکرٹری سے کوئی غلطی ہوئی تھی جس پر وزیر اعظم نے اسے معطل کر دیا تھا چونکہ اس افسر کا میرے ساتھ اور میرے بچوں کے ساتھ پرانا تعلق تھا۔ دوست محمد صاحب لاہور آئے ہوئے تھے مجھے ملے تو میں نے اُن سے کہا کہ اپنے دوست کے بیٹے کو کہہ دیں کہ اس نے اس نوٹس کے دینے میں غلطی کی ہے شاید یہ ٹھوکر جو اس کو لگی ہے اس وجہ سے لگی ہے اب وہ توبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے قصور کو معاف کرے۔ مجھے علم نہیں کہ انہوں نے میرا یہ پیغام اسے پہنچایا یا نہیں کیونکہ بعد میں وہ خود مجھے نہیں ملے لیکن وہ سیکرٹری خود مجھے یہاں ملنے کے لیے آئے پہلے لاہور میں وہ ہمارے خاندان کے ایک فرد کے پاس گئے اور کہنے لگے میں ربوہ جانا چاہتا ہوں اگر آپ اپنا کوئی آدمی میرے ساتھ بھیج دیں تو اچھا ہے چنانچہ وہ داؤد احمد کے ساتھ یہاں آئے۔ ملاقات کے دوران میں جس خلوص کا انہوں نے اظہار کیا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے دل کی صفائی ہو گئی ہے۔ ممکن ہے وہ خود ہی نادم ہوئے ہوں اور ندامت

کی وجہ سے یہاں آگئے ہوں لیکن دوست محمد خاں صاحب حجانہ نے اپنی زندگی میں مجھے کہا تھا کہ میں اس کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ تم پر جو یہ عتاب ہوا ہے وہ اس نوٹس کی وجہ سے ہوا ہے جو تم نے بلا وجہ امام جماعت احمدیہ کو دیا تھا اس لیے اس پر خدا تعالیٰ کے سامنے ندامت کا اظہار کرو۔ ممکن ہے انہوں نے اسے کہا ہو اور اس وجہ سے وہ ملاقات کے لیے آیا ہو۔ بہر حال وہ ملاقات کے لیے آیا اور اپنے نائب کو بھی ساتھ لایا۔ ملاقات کے وقت میں دوسری باتیں ہوتی رہیں۔ اس بات کے متعلق اس نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن ممکن ہے شرمندگی کی وجہ سے اس نے ذکر نہ کیا ہو۔

بہر حال دوست محمد خاں صاحب حجانہ باوجود اس کے کہ ایک معمولی زمیندار تھے ان کے تعلقات نوابوں رئیسوں سے تھے اور وہ انہیں بڑے دھڑلے سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ الیکشن کے موقع پر بڑے بڑے رؤسا انہیں بلاتے اور کہتے ہماری مدد کریں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ علاقہ میں اُن کا اثر ہے اور اُن کے ادنیٰ سے اشارہ پر لوگ اُن کی امداد کرنے کے لیے آجائیں گے ایک دفعہ اُن کے ضلع میں ایک ای اے سی نے تنظیم اہلِ سُنت والجماعت شروع کی اور اس کا ایک اخبار جاری کیا وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضور ان کا مقابلہ کیجیے۔ مَیں نے کہا خانصاحب گھبرائیے نہیں تنظیم خود بخود لوٹ جائے گی۔ آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۴-۵)

۱۲۔ راجہ غلام حیدر صاحب ہجکہ ضلع سرگودھا (وفات نومبر ۱۹۵۶ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۳ ر نومبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھانے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہجکہ کی جماعت بڑی پرانی جماعت ہے اور راجہ غلام حیدر صاحب بڑے مخلص احمدی تھے۔ مَیں انہیں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں۔ بڑے تبلیغ کرنے والے تھے۔ ان کا لڑکا[1] بھی بڑا ہوشیار ہے۔ مولوی فاضل ہے اور آج کل ملتان میں کام کرتا ہے۔ پہلے ہمارے اخبار المصلح کراچی کا نائب ایڈیٹر ہوتا تھا۔"

(الفضل یکم دسمبر ۱۹۵۶ء ص ۴)

---

[1] ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر (ناظم کیوریٹو میڈیسن کمپنی ربوہ) مراد ہیں۔

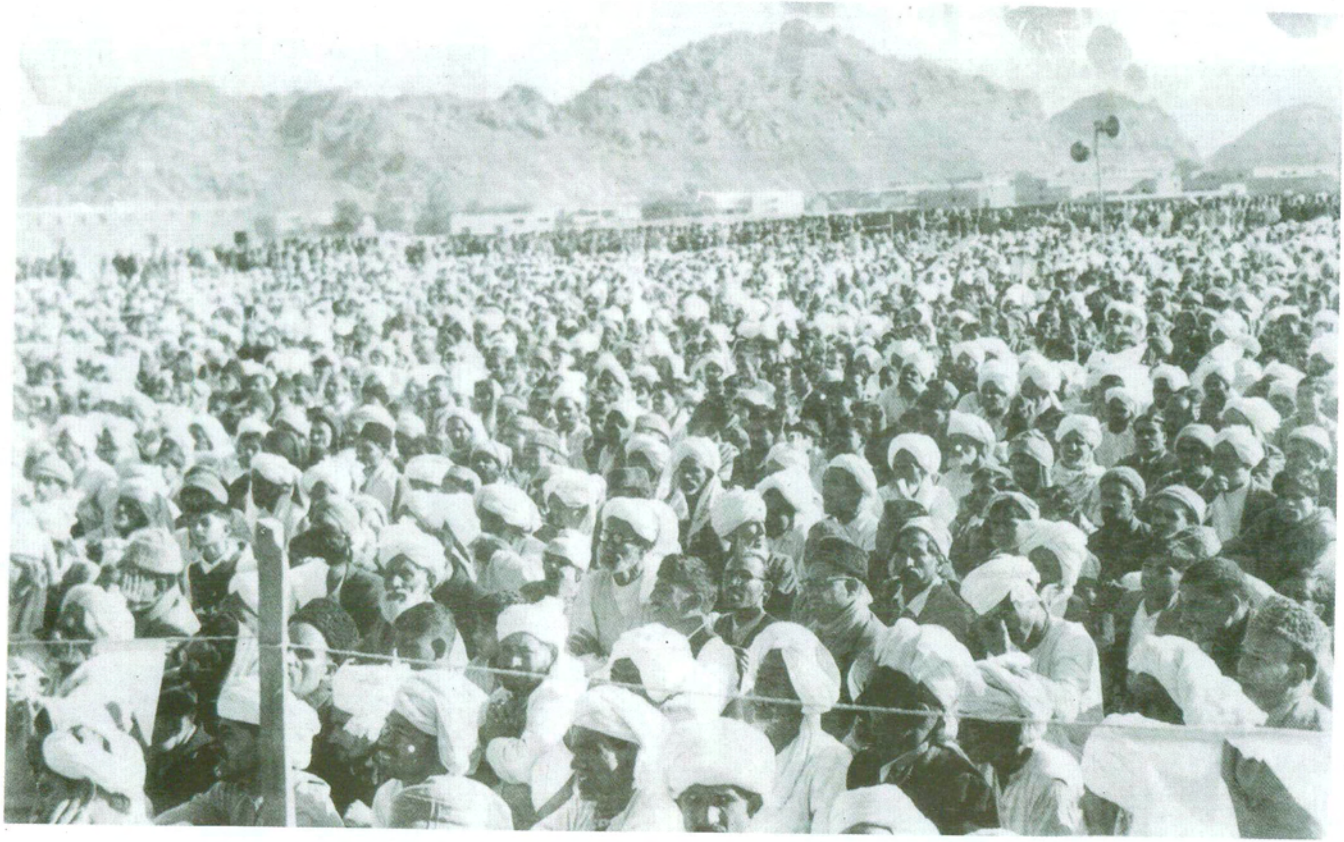

جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کا ایک منظر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی چوہدری عبدالجلیل خاں صاحب ایبٹ آباد کے مکان پر
۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء بعد از نماز جمعہ سنتیں ادا فرما رہے ہیں۔

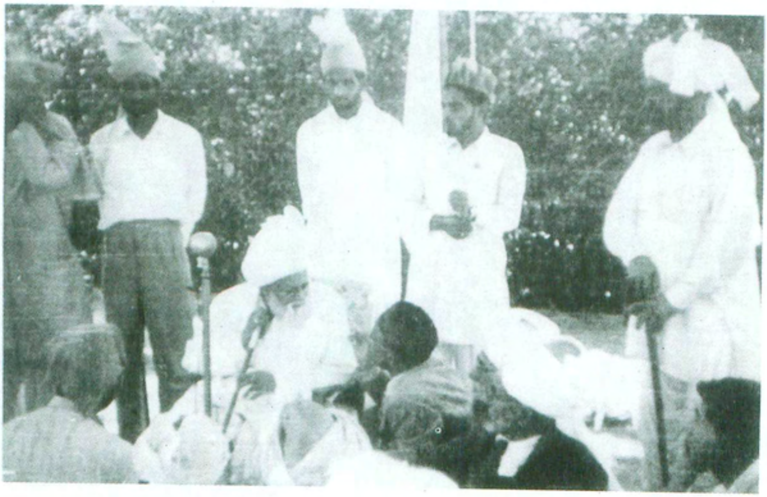

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ستمبر ۱۹۵۶ء ایبٹ آباد میں ڈاکٹر غلام اللہ صاحب
سے محو گفتگو۔

حضرت مصلح موعود ایبٹ آباد میں ایک مجلس سے محو گفتگو۔

سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۵۶ء۔

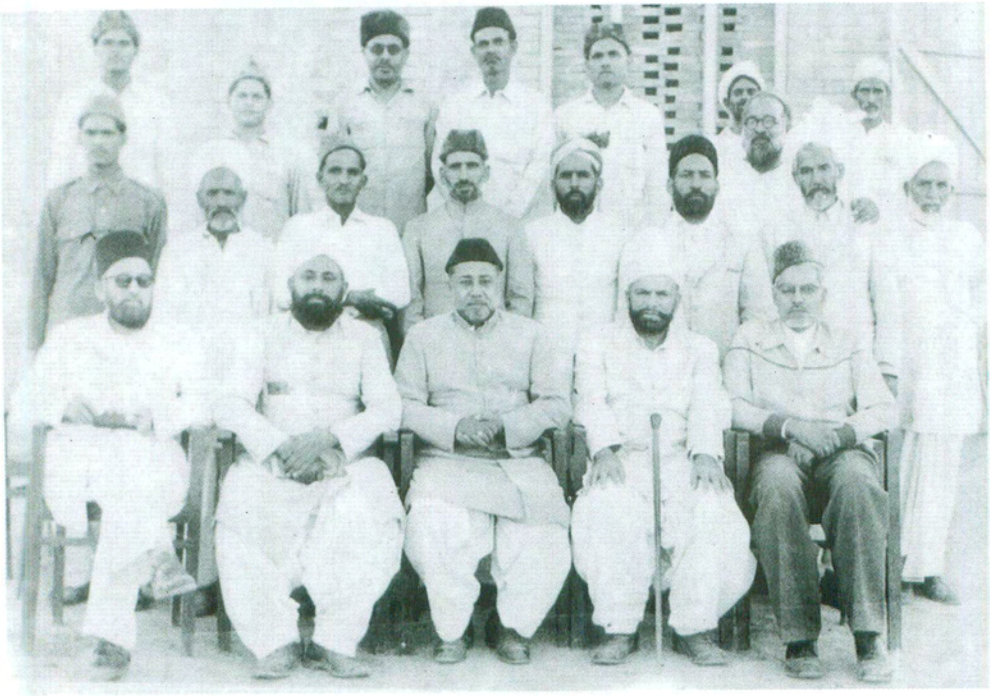

اراکین مجلس انصار اللہ ۱۹۵۶ء۔

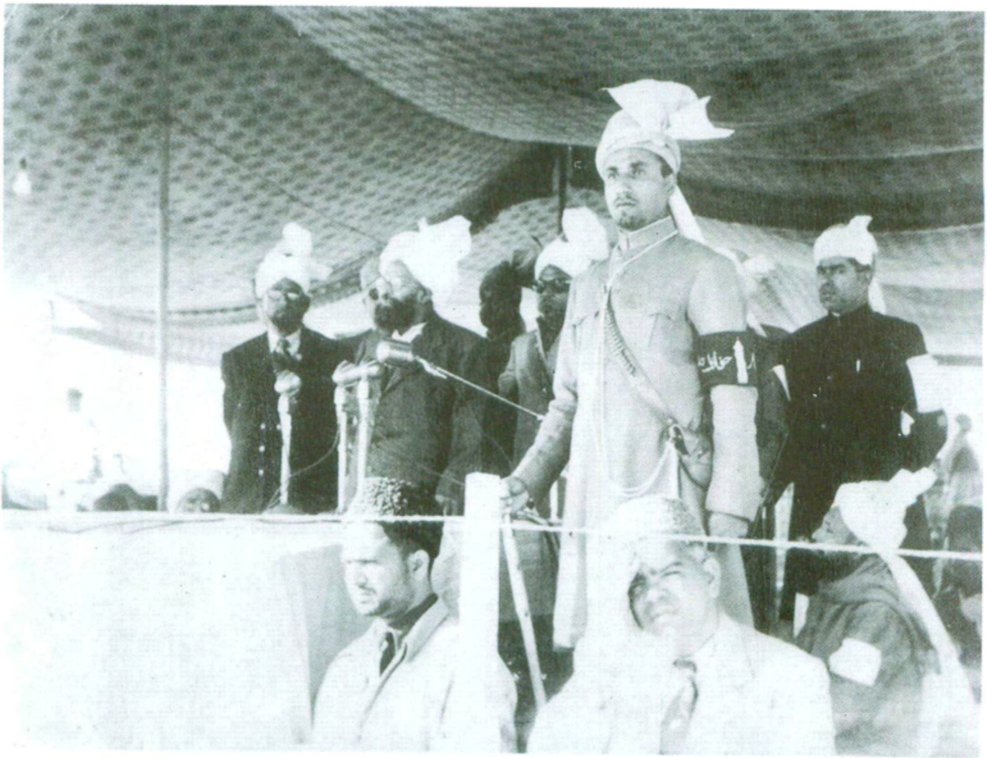

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود خطاب فرمارہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت مصلح موعود دعا کر رہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب خطاب فرمارہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خطاب فرمارہے ہیں۔

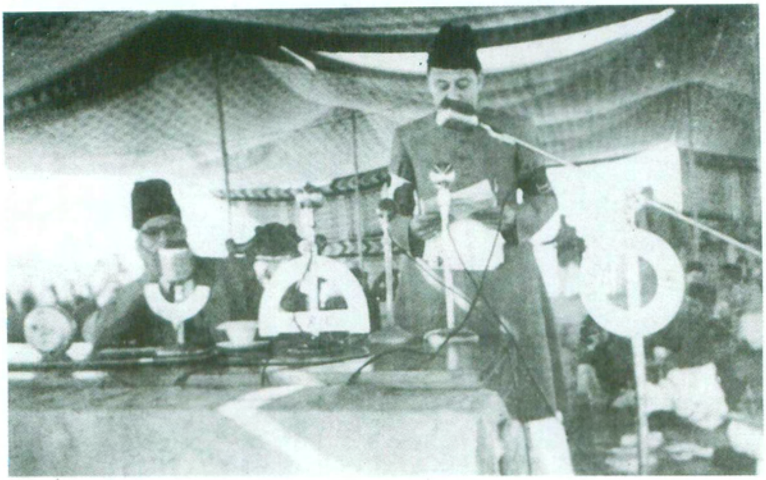

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب خطاب فرمارہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب خطاب فرمارہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس خطاب فرمارہے ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء۔ قاضی محمد اسلم صاحب خطاب فرمارہے ہیں۔

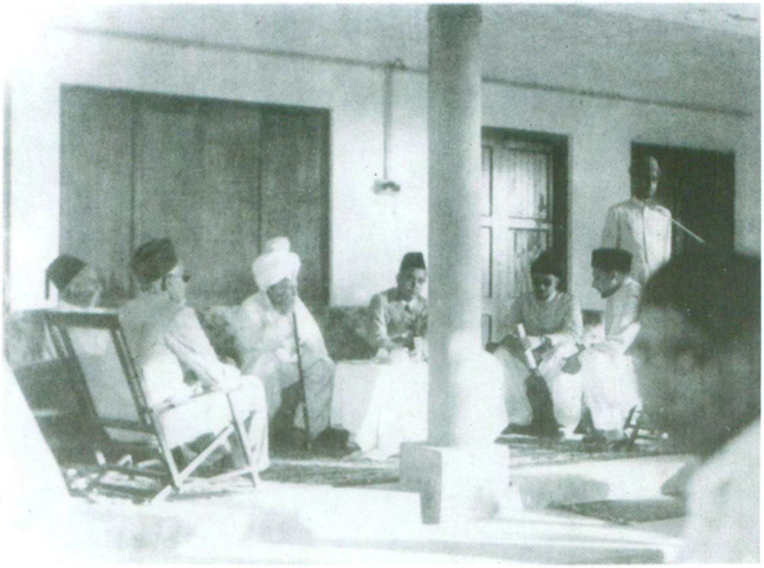

سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب کی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات

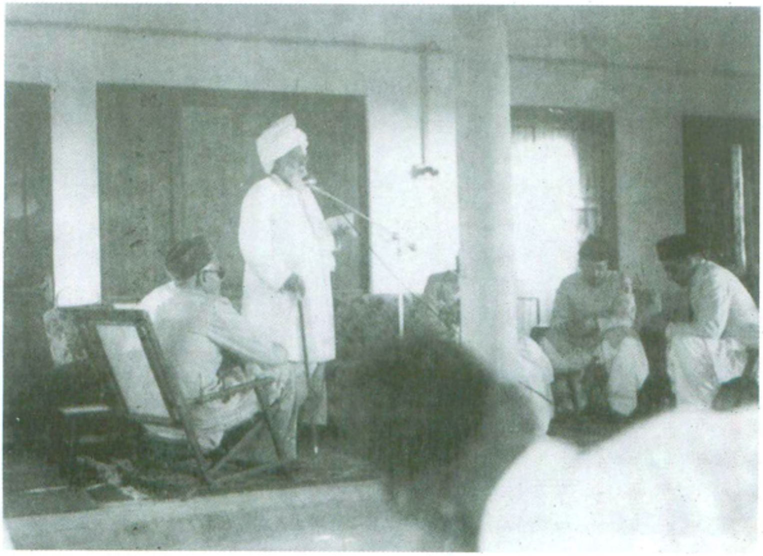

سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب کی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی سے
ملاقات۔

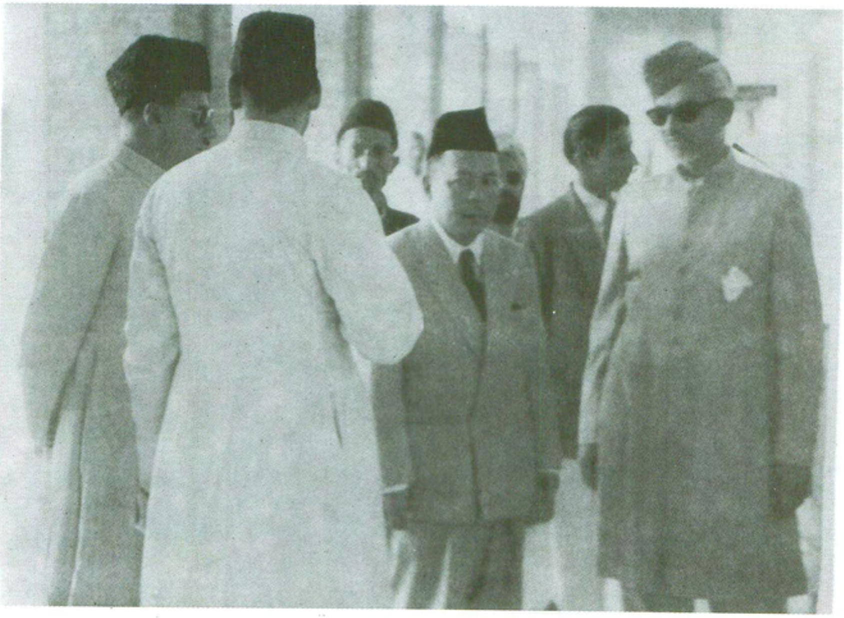

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید سفیر انڈونیشیا
الحاج محمد رشیدی صاحب سے محو گفتگو۔

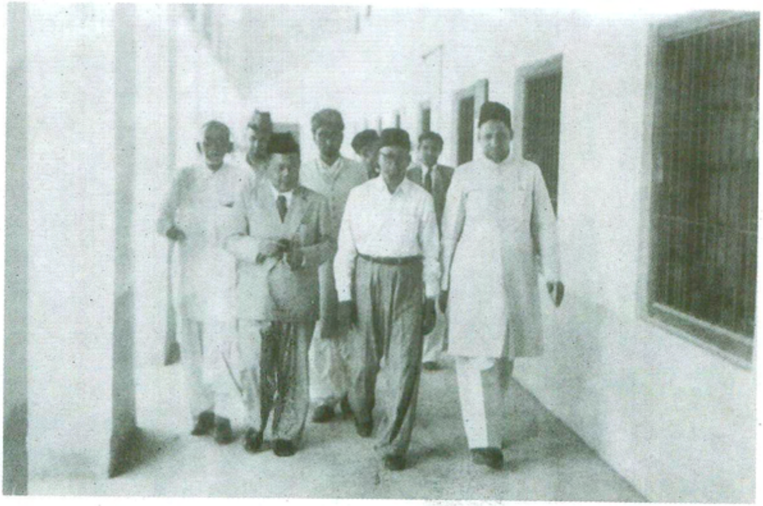

الحاج محمد رشیدی صاحب سفیر انڈونیشیا کا ورود ربوہ۔ مؤرخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء کو
دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا معائنہ۔

لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کی تقریب میں سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشیدی صاحب تقریر فرمار ہے ہیں۔

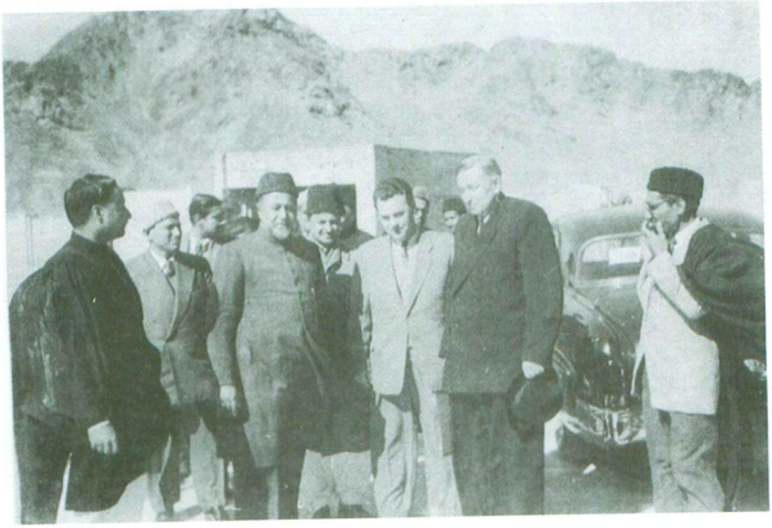

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب روسی سائنسدانوں کے ساتھ۔

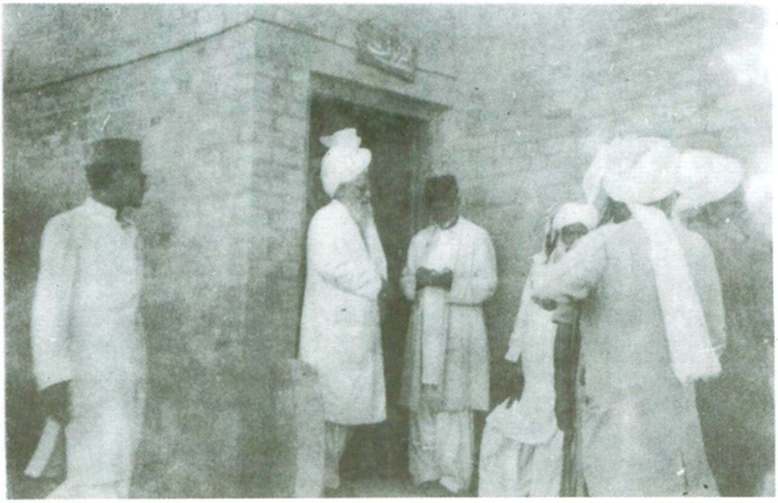

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی قصرِ خلافت کے دروازہ پر میاں غلام محمد اختر صاحب
سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

مکرم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب ایڈووکیٹ گجرات۔

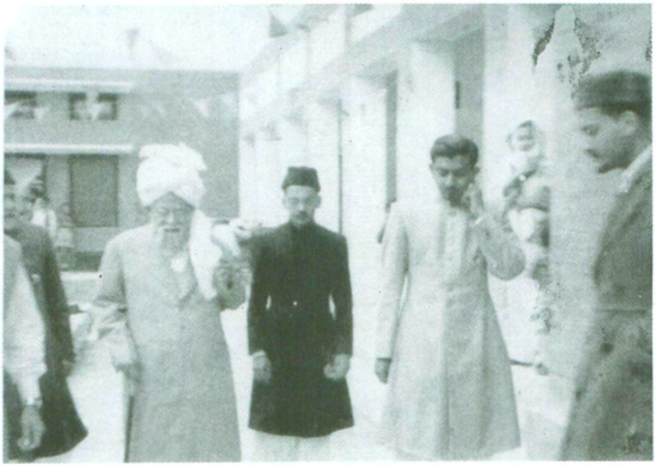

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کے ہمراہ بر موقع شادی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کے ہمراہ بر موقع شادی۔

حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری پرنسپل جامعہ احمدیہ ۱۹۵۷ء میں
طلباء جامعہ احمدیہ کے ساتھ۔

محترم راجہ نذیر احمد صاحب اپنے والد جناب راجہ غلام حیدر صاحب آف بھکہ ضلع سرگودہا کی سوانح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کی پیدائش اندازاً ۱۸۹۶ء میں اور وفات ۲۴ راکتوبر ۱۹۵۶ء میں بھکہ میں قریباً ۶۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب متوسط درجہ کے زمیندار تھے۔ آپ نے ہائی سکول کی تعلیم کے دوران میٹرک پاس کرنے سے پہلے ہی مطالعہ کر کے احمدیت قبول کر لی تھی۔

آپ کے والد صاحب اور منجھلے بھائی راجہ عبدالحمید صاحب نے شدید مخالفت کی لیکن آپ کی استقامت، دعاؤں اور کوشش اور تبلیغ سے بفضلہ تعالیٰ آپ کے والد صاحب، دونوں بھائی اور برادری کے متعدد افراد احمدیت میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ گکھڑ راجگان میں سے بوجہ روایت پسندی تا حال بہت کم لوگوں نے احمدیت قبول کی ہے۔

خود بڑے ذوق و شوق سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اور سلسلہ کے مبلغین اور مربیان کے ساتھ دینی مہمات میں بڑے جذبہ سے شامل ہوتے تھے۔

حضرت مصلح موعود کیساتھ بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ مرکز سلسلہ کے ساتھ بھی بڑی وابستگی تھی چنانچہ اپنے دونوں بڑے بیٹوں راجہ بشیر احمد صاحب منظر اور خاکسار (راجہ نذیر احمد ظفر) کو قادیان اور ربوہ میں تعلیم دلوائی۔ اسی طرح پورے خاندان کو خلافت اور مرکز سے قریب تر رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کے تیسرے بیٹے راجہ منیر احمد منیجر پاسکو سرگودہا، اور چوتھے بیٹے مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناصر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حال مقیم یوگنڈا مشرقی افریقہ ہیں۔

چار بیٹوں کے علاوہ آپ نے چار بیٹیاں بھی یادگار چھوڑیں۔ بفضلہ تعالیٰ سب اولاد اور اولاد در اولاد احمدی ہیں۔" فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگرچہ آپ محکمہ نہر سندھ میں ملازم تھے لیکن ۱۹۳۴ء کے قریب ہماری والدہ صاحبہ محترمہ کے علاج کے سلسلہ میں ہومیوپیتھی سے متعارف ہوئے۔ اس کے بعد ہومیوپیتھی کا مطالعہ اور پریکٹس جاری رکھی۔ آخری عمر میں سکھر اور پھر بھیرہ میں باقاعدہ ہومیوپیتھک کلینک چلاتے رہے۔

وفات سے پہلے آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ میری اولاد میں سے کوئی ہومیوپیتھک کلینک کو سنبھالے چنانچہ خاندان نے اس ذمہ داری کا اعزاز اس عاجز کو بخشا۔ اور اب کیور ٹیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ پاکستان (ہیڈ آفس ربوہ) کے نام سے جو ادارہ دنیا کی خدمت کر رہا ہے یہ دراصل آپ ہی کے لگائے ہوئے پودے

کانام ہے رلہ

فصل سوم

۱۹۵۶ء کے متفرق مگر اہم واقعات

خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ میں اضافہ اور تقریبِ نکاح

ولادت

طاہرہ بیگم صاحبہ بنت ملک عمر علی صاحب۔ (ولادت یکم فروری ۱۹۵۶ء)
سید قمر سلیمان احمد صاحب ابن سید داؤد احمد صاحب (ولادت ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء)
سید ہارون احمد صاحب ابن سید محمد احمد صاحب ونگ کمانڈر (ولادت ۱۶ اگست ۱۹۵۶ء)
سید معز احمد صاحب " (" " ")
تنبیم احمد خالد صاحب ابن مرزا مبارک احمد صاحب (ولادت ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء
کوکب امۃ الکریم صاحبہ بنت مرزا وسیم احمد صاحب (۲۳ دسمبر ۱۹۵۶ء)[۲]

نکاح حضرت مصلح موعودؓ نے ۸ مارچ ۱۹۵۶ء کو صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب کا نکاح کرنل اوصاف علی خاں صاحب کی پوتی اور خاں سعید احمد خاں صاحب کی بیٹی سے پڑھا[۳] اور اپنے پُر معارف خطبہ میں بتایا کہ کس طرح آپ کے وجود میں پیشگوئی "وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا"[۴] کا عملی ظہور ہوا اور آپ کو خدا کے فضل سے عمر بھر اپنی آمد کے اکثر حصہ کو اشاعتِ دین کے لیے خرچ کرنے کی توفیق عطا ہوتی رہی[۵]

---

[۱] مؤلف کتاب کے نام غیر مطبوعہ مکتوب مورخہ ۱۴ جون ۱۹۸۴ء [۲] الفضل ۱۷ اگست ۳۰ اکتوبر، ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء، شجرہ مبشرہ مرتبہ نسیم احمد خاں صاحب نسیم سٹیل فکسر ٹریننگ سنٹر اندرون موچی گیٹ لاہور [۳] الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ [۴] ضمیمہ اخبار "ریاض ہند" امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۴۷ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) [۵] الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳، ۴ خطباتِ محمود جلد سوم صفحہ ۶۲۶ تا صفحہ ۶۳۲ (ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ۔ اشاعت مارچ ۱۹۷۹ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام

۱۵ر جنوری ۱۹۵۶ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں امیر ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) کی خواہش پر حسب ذیل پیغام اُن کی ریکارڈنگ مشین میں محفوظ کرایا۔ اس اہم پیغام کا متن یہ تھا:۔

برادران کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

چوہدری انور احمد صاحب نے خواہش کی ہے کہ میں ان کی مشین پر اپنے چند الفاظ ریکارڈ کردوں انکی اس خواہش کے احترام میں مَیں نے مناسب خیال کیا ہے کہ گو آواز میری ہو مگر الفاظ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے ہوں تا سُننے والے اصحاب ان مبارک الفاظ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور ہیں اور میری نسلیں بھی ان الفاظ کی برکات سے متمتع ہوں سو اس جگہ میں اسلام اور احمدیت کی آئندہ ترقی اور غلبہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیاں سناتا ہوں تا دنیا کے لیے یہ ایک نشان ہو حضور فرماتے ہیں:۔

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حُجّت اور بُرہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزّت کے ساتھ دیکھا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک قیامت آجائے گی ...... مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے کو آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"[۲]

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین پر پھیلا دے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے

---

[۱] حال لنڈن (آپ سالہا سال تک امیر جماعت احمدیہ انگلستان کے فرائض بجا لاتے رہے)

[۲] تذکرۃ الشہادتین ص ۶۴ - ۶۵ (طبع اول)

فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھولے گا یہاں تک زمین پر محیط ہو جائے گا بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے۔ مگر خدا ان سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ" بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ .... سو اے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ جو ایک دن پورا ہوگا۔[1] پھر اس عالمگیر غلبہ کا نتیجہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

" میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بحر زخار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتا ہوا مغرب سے مشرق کو جا رہا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے سمت بدل کر مشرق سے مغرب کی طرف الٹا بہنے لگتا ہے"۔[2]

اس پیشگوئی میں یہ عظیم الشان خبر دی گئی کہ اب جو یورپ و امریکہ کی عیسائی قومیں اور یاجوج اور ماجوج کی عظیم الشان طاقتیں دنیا پہ غلبہ پا کر اسلام کو ہر جہت اور جانب سے دباتی چلی جا رہی ہیں گویا کہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف بہتا اور ہر چیز کو بہاتا چلا آ رہا ہے ایک دن آئے گا کہ اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے نتیجے میں موجودہ مغربی اقوام بالآخر اس طرح مغلوب ہو جائیں گی کہ یہ بحر مواج اپنا رخ بدل کر بڑے زور کے ساتھ مشرق سے مغرب کی طرف بہنے لگے گا اور اس کے تیز دھارے کو کوئی چیز روک نہیں سکے گی۔ یہ دن اسلام کے دائمی غلبہ اور حضور سرور کائنات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر سربلندی کا دن ہوگا اور اس وقت دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ وَذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ربوہ۔ ۱۵ رجنوری ۱۹۵۶ء[3]"

پروفیسر سید عبد القادر صاحب کی وفات

۲۳ رجنوری ۱۹۵۶ء کو برصغیر پاک و ہند کے مشہور مؤرخ و مصنف اور اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر

---

[1] تجلیات الٰہیہ ص ۱۷ :: [2] الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۷۔ تذکرہ ۴۷۴ طبع چہارم
[3] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ رجنوری ۱۹۵۶ء صہ ۳

سید عبدالقادر صاحب ایم اے ۶۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے [1] ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو حضرت مصلح موعود کا معرکۃ الآراء لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" آپ ہی کی صدارت میں ہوا تھا اور آپ نے شاندار الفاظ میں حضور کو خراج تحسین ادا کیا۔[2] پروفیسر صاحب موصوف حضرت مصلح موعود سے ذاتی مراسم رکھتے تھے۔ اور عمر بھر جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کے مداح رہے [3]

احمدی طلباء کی شاندار کامیابیاں

سپورٹس احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے نائب چیئرمین اور این ای ڈی انجینئرنگ کالج [4] کراچی کے طالب علم حمید اللہ خانصاحب نے اپنے کالج کی سالانہ کھیلوں میں ۔ ۱ فٹ پول والٹ کر کے کالج کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اسی طرح پانچ فٹ دس انچ ہائی جمپ کر کے سندھ اور کراچی کی یونیورسٹیوں میں نیا ریکارڈ قائم کیا [5]

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی کشتی رانی کی ٹیم نے گزشتہ پانچ سال کی طرح اس سال بھی یونیورسٹی ہمپنگ بوٹ چیمپئن شپ جیت کر اپنا اعزاز برقرار رکھا۔ کالج ویسٹ پاکستان روئنگ ٹورنامنٹ میں سیکنڈ رہا۔ اس کے ایک طالبعلم لطیف احمد صاحب غزنوی (ابن نیک محمد خانصاحب غزنوی) نے یونیورسٹی سپورٹس میں ۲۲۰ گز کی دوڑ میں دوسری پوزیشن حاصل کی [6]

تعلیم ۱۔ امۃ الحفیظ صاحبہ (بنت قریشی محمد مطیع اللہ صاحب آف قادیان) سٹوڈنٹ لیڈی اینڈرسن گورنمنٹ گرلز ہائی سکول سیالکوٹ وظیفہ کے امتحان میں ضلع بھر میں اول آئیں [7]

۲۔ مجیدہ طاہرہ صاحبہ (بنت ملک عنایت اللہ صاحب سلیم لاہور) ۵۰ ؍ ۶۲۳ نمبر لے کر مڈل سٹینڈرڈ کے امتحان میں لاہور کے تمام سکولوں میں اول آئیں [8]

---

[1] الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ۔ [2] "تاریخ احمدیت" جلد پنجم ص ۲۴۴ - ۲۴۵

[3] رجسٹر داعظم جلد ۳ صفحہ ۲۲۴ مؤلفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اشاعت جنوری ۱۹۴۴ء [4] ۱۹۷۷ء سے یہ کالج یونیورسٹی بن چکا ہے۔ (پاکستان کے ادارے ص ۱۶۱ ۵ زاہد حسن انجم ناشر نیو بک مجلس اردو بازار لاہور)

[5] الفضل ۸ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۶ ۔ [6] الفضل ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ۔ [7] الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ ۔ [8] الفضل ۱۷ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۲

۳۔ طاہرہ نسرین صاحبہ (بنت مرزا نثار احمد صاحب فاروقی) پشاور یونیورسٹی میں میٹرک کے امتحان میں اوّل آئیں۔ جس پر حضرت مصلح موعودؓ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پشاور یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں ایک احمدی بچی (طاہرہ نسرین بنت مرزا نثار احمد صاحب فاروقی) اوّل آئی ہے۔" [1]

۴۔ عبدالماجد خان صاحب (ابن عبدالمالک صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ لاہور) (L. M. E.) مکینیکل انجینئرنگ کے فائنل امتحان میں ۷۰۴ نمبر لے کر پنجاب بھر میں دوم رہے۔ [2]

۵۔ ریاض احمد صاحب (ابن چوہدری سلطان علی صاحب گگھڑ منڈی) میٹرک میں ۶۹۲ نمبر لے کر ضلع گوجرانوالہ میں اوّل آئے۔ [3]

۶۔ نصیرہ اختر صاحبہ (بنت ملک بشیر احمد صاحب ارشد آف لاہور) ایف اے کے امتحان میں ۴۴۴ نمبر لے کر یونیورسٹی میں سوم رہیں۔ [4]

۷۔ سیدہ امۃ الباری صاحبہ (بنت ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب ریٹائرڈ روک آفیسر اریگیشن ریسرچ لاہور) پنجاب یونیورسٹی کے بی۔ اے کے امتحان میں ۳۳۳ نمبر لے کر لڑکیوں میں اوّل اور یونیورسٹی بھر میں دوم آئیں۔ [5]

۸۔ جامعہ احمدیہ ربوہ کے طالب علم منیر الدین احمد صاحب نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ [6]

۹۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ناصر احمد صاحب پرویز پرواذی ایف اے کے امتحان میں یونیورسٹی میں اوّل رہے۔ [7]

۱۰۔ میاں عبدالحئی صاحب مبلغ انڈونیشیا ایف اے انگلش میں ۱۰۵ نمبر لے کر یونیورسٹی میں اوّل رہے۔ [8]

---

[1] الفضل ۲۰ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [2] الفضل ۶ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [3] الفضل ۶ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [4] الفضل ۱۴ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ :: [5] الفضل ۲۸ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [6]، [7] الفضل ۴ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [8] الفضل ۱۰ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

۱۱۔ شیخ محمد صادق صاحب (ابن مکرم شیخ محمد عبد اللہ صاحب سیالکوٹ) پوسٹ میٹرک کلیریکل اینڈ کمرشل امتحان میں صوبہ پنجاب میں اول آئے۔[1]

روسی اور امریکی سائنسدان ربوہ میں

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی یونین کی علمی سرگرمیاں اس دور میں عروج پر تھیں۔ جس کے نتیجہ میں اس کے آغاز میں کالج یونین کے صدر پروفیسر نصیر احمد خانصاحب کی دعوت پر امریکہ و روس کے مندرجہ ذیل تین ممتاز سائنسدان ربوہ تشریف لائے۔ وہ ڈھاکہ میں منعقد ہونے والی آٹھویں سائنس کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے پاکستان تشریف لائے تھے۔

۱۔ پروفیسر بروناف لینن گراڈ یونیورسٹی روس[2] (P.ROF. BARANAUV LENINGRAD UNIVERSITY)

۲۔ پروفیسر سٹیکمین زراعتی مشیر راک فیلر فاؤنڈیشن امریکہ (PROF-STAKMAN AGRICULTURE OF

---

[1] الفضل ۲۵ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳

[2] پروفیسر وی۔جی بروناف (V.G. BARANAUV) لینن گراڈ LENINGRAD کے قریب واقع گیٹکلینا (GATCLINA) نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں اکیڈمی آف میڈیسن اینڈ سائنس (ACADEMY OF MEDICINE AND SCIENCE) سے گریجوایشن کیا۔ اور کلینکل اینڈ ایکسپیریمنٹل اینڈوکرنیولوجی (CLINICAL AND EXPERIMENTAL ENDOCRINOLOGY) میں خدمات بجالاتے رہے۔ آپ سوویت یونین کے شہرۂ آفاق اینڈوکرینولوجسٹ (ENDOCRINOLOGIST) تھے۔ آپ روس کی اکیڈمی آف میڈیکل سائنسز (ACADEMY OF MEDICAL SCIENCES) کے کارسپانڈنٹ ممبر (CORRESPONDENT MEMBER) اور انسٹیٹیوٹ آف فزیالوجی (INSTITUTE OF PHYSIOLOGY) کے ڈائریکٹر تھے اسی طرح آپ لیبارٹری آف فزیالوجی اینڈ پیتھالوجی (LABORATORY OF PHYSIOLOGY AND PATHOLOGY) کے اینڈوکرینولوجی کلینک (باقی صفحہ ۳۴۴ پر)

ROCKFELLER FOUNDATION U.S.A.)

۳۔ پروفیسر ایمیرالٹس آف مینا سوٹا یونیورسٹی (PROF. EMERITUS OF MINNESOTA UNIVERSITY)

پروفیسر برولوت نے ۳۰ جنوری ۱۹۵۶ء کو کالج یونین سے خطاب کیا۔ جس میں پاکستانی طلبہ کے علمی ذوق و شوق کی بہت تعریف کی۔ یہ تقریر روسی زبان میں تھی جس کا ترجمہ اُن کے سیکرٹری مسٹر اے جی مارگنون نے انگریزی میں کیا۔ تقریر کے بعد خاصی دیر تک سوالات کا سلسلہ جاری رہا۔ جو زیادہ تر سائنسی امور سے متعلق تھے[1]

۳۱ جنوری ۱۹۵۶ء کو امریکی سائنسدان ای۔ سی سٹیکمین نے "زراعت اور سائنس" کے موضوع پر تقریر کی۔ اور بتایا کہ سائنس کی موجودہ ترقی کی وجہ سے اگرچہ بہت سی مہلک اشیاء معرضِ وجود میں آئیں تاہم سائنس کے بل پر ہی ہم اس قابل ہوئے ہیں۔ کہ ان پر پوری طرح قابو پا سکیں۔ نیز اس دور میں جبکہ انسانی آبادی ہر سال دس کروڑ کی تعداد میں بڑھ رہی ہے۔ ہمارے لیے غذائی صورتِ حال سے نپٹنا بہت مشکل امر تھا۔ لیکن سائنس نے اس مشکل کا حل بھی ہمیں بتا دیا ہے۔ اور ہم اس قابل ہو گئے ہیں۔ کہ سائنسی تحقیقات کے نتیجہ میں تھوڑی زمین سے زیادہ غلّہ حاصل کر سکیں۔

آپ کی تقریر کے بعد صدر مجلس پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب۔ ایم۔ ایس۔ سی نے فرمایا کہ اکثر لوگ موجودہ یا آئندہ رونما ہونے والی متوقع صورتِ حال کا حل یہ بتاتے ہیں کہ برتھ کنٹرول (BIRTH CONTROL) کیا جائے تاکہ آبادی میں ترقی کی روک تھام کی جا سکے۔ ہمیں خوشی ہے کہ پروفیسر صاحب نے اس منفی حل کی بجائے ایک صحیح اور قابلِ عمل حل پیش کیا ہے۔

اس تقریب کے بعد ان سائنسدانوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور دونوں کو قرآنِ پاک کا انگریزی ترجمہ پیش کیا گیا۔ جسے انہوں نے خوشی سے قبول کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسکا مطالعہ کرکے قرآنی علوم سے استفادہ کریں گے۔[2]

(بقیہ حاشیہ) ENDOCRINOLOGY CLINIC کے سربراہ بھی رہے

(THE REVIEW OF RELIGIONS, FEBRUARY, 1956 PAGE: 108)

[1] الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۸ ؛ [2] الفضل یکم فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک بار فرمایا :-

"ایک دفعہ ربوہ میں ایک بڑا کٹر دہریہ روسی سائنسدان آیا تھا۔ میں نے اپنے رنگ میں اس کے کانوں میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو ابھی لینن کے دماغ میں یہ سکیم نہیں آئی تھی کہ وہ روس میں ایک اشتراکی انقلاب بپا کر دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتا دیا تھا کہ زار روس کی حکومت بدل جائے گی۔ اور اس کی جگہ دوسری حکومت قائم ہو گی۔ چنانچہ لینن کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سر جوڑنے اور مشورہ کرنے سے چند ہفتے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی با حالِ زار[۱]

اس ضمن میں بعض اور باتیں بھی میں اس کے کان میں ڈالتا رہا اور اس پر بہت اثر ہوا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر بے احتیاطی سے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی بات اس کے منہ سے نکلی تو وہ تکلیف میں پڑ جائے گا۔ اور بعض قرائن بتاتے ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد اُس پر سختی کی گئی کیونکہ بعد میں اس کا ذکر سننے میں نہیں آیا۔"[۲]

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ روس اور امریکہ کے چوٹی کے سائنسدان ربوہ آئے۔ جو ایک غیر معمولی بات تھی جس پر ہفت روزہ "المنیر" (لائلپور) نے ۱۳ر فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا :-

"ان کے کام کا یہ حال ہے ...... کہ روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنیوالے سائنسدان ربوہ آتے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے۔"[۳]

---

۱ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۵۲ تصنیف ۱۹۰۵ء۔ ۲ المصابیح صفحہ ۲۵۵ مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔ ناشرہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ تاریخ طبع ستمبر ۱۹۷۹ء۔ ۳ المنیر لائلپور (فیصل آباد) ۱۳ر فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ زیر عنوان "ربوہ کی سیر"۔

مولانا عبدالمجید سالک کا لیکچر

فروری ۱۹۵۶ء کے دوسرے ہفتہ میں تعلیم الاسلام کالج کے زیرِ اہتمام کالج میں تقریری مقابلے ہوئے جن میں پنجاب کے مختلف کالجوں کی ٹیموں نے حصہ لیا۔ اس موقع پر ملک کے نامور ادیبوں اور صحافیوں میں سے جناب نازش رضوی صاحب، مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب تبسّم اور مولانا عبدالمجید صاحب سالک بھی ربوہ تشریف لائے اور منصفی کے فرائض سرانجام دیئے[1] مولانا سالک صاحب نے ۱۱ فروری کو تعلیم الاسلام کالج میں "میری شاعری کا ارتقاء" کے موضوع پر خطاب کیا جس میں نوجوان ادباء و شعراء کو اپنی تحریر اور کلام میں شگفتگی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا نے حاضرین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا[2]

ایک دعوتِ مباہلہ اور "المنیر" کا حیرت انگیز ردِّ عمل

دیوبندی تحریک کی شاخ مجلس احرار کے ایک سابق جنرل سیکرٹری سیفی کاشمیری نے ۱۹۳۶ء میں حلفی بیان دیا کہ:-

"خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے، قطعی اور یقینی طور پر کہتا ہوں کہ مجلسِ احرار کی مرزائیت یا قادیانیت کے خلاف تمام تر جدوجہد اور قادیان کے خلاف یہ سب پراپیگنڈا محض مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے اور کونسل کی ممبری کے لیے اُن سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے ہے .... مَیں نے خود احرار کے بڑے بڑے لیڈروں کو بارہا یہ کہتے سُنا کہ حصولِ مقصد کے لیے قادیانیوں کے خلاف پراپیگنڈا ایک ایسا ہتھیار ہمارے ہاتھ میں ہے جس سے ہم تمام مخالفتوں کو دُور کر سکتے ہیں۔ اور ہر قسم کی مالی یا انتخابی مشکل اس سے حل ہو سکتی ہے"[3]

ربوہ سے متصل شہر چنیوٹ کا ایک طالب علم منظور احمد ٹنڈو الہ یار (سندھ) کے دیوبندی مدرسہ دارالعلوم میں پڑھنے کے لیے گیا۔ ۱۹۵۰ء میں فارغ التحصیل ہوا۔ ۱۹۵۴ء میں اس نے جامعہ عربیہ کے نام سے چنیوٹ میں ایک مدرسہ کھولا۔ اور اِسی سال سے "حصولِ مقصد" کے لیے احرار کے قدیم حربے

---

[1] الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ۱ :: [2] الفضل ۱۴ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ۱ :: [3] زمیندار ۲۸ اگست ۱۹۳۶ء بحوالہ الفضل ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء، تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۲۶ و صفحہ ۴۲۵

کے استعمال کا فیصلہ کر کے ملک کے مختلف حصوں میں احمدیت کے خلاف تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور ۱۹۵۶ء کے شروع میں حضرت مصلح موعودؓ کو دعوتِ مباہلہ دی۔ اور اسے پبلسٹی دینے کے لیے لائلپور کے ہفت روزہ "المنبر" کو یہ دعوت بھجوا دی۔ اور ایڈیٹر سے اُسے شائع کرنے کی عاجزانہ درخواست کی۔

THE DOUBLE DEALER PAGE:19 BY MANZOOR AHMAD ئ

PUBLISHERS: ADARA MARKAZIA DAWAT-O-IRSHAD

CHINIOT-PAKISTAN 1881

ئ اگست ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے یعنی اس زمانے کا جبکہ منظور احمد چنیوٹی کی عمر چار سال تھی کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے احراری لیڈروں کو مباہلے کیلئے للکارا۔ چنانچہ جنرل سیکرٹری احرار مسٹر مظہر علی اظہر نے چنیوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا :۔

"میں نے قادیان جا کر کہا تھا کہ مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے اور مرزا صاحب کی صداقت پر ہونا چاہیے اور مرزا محمود نے تسلیم کر لیا ہے"۔ (اخبار مجاہد (لاہور) ۶ر نومبر ۱۹۳۵ء صٓ بحوالہ الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء صٓ)

اسی طرح سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار شریف صدر مجلس احرار پنجاب نے بھی اپنی تقریر چنیوٹ میں کہا کہ :۔

"مرزا محمود نے مجلس احرار کو چیلنج دیا ہے کہ آؤ مجھ سے مرزا کی نبوت پر قادیان آکر مباہلہ کر و۔ زعمائے احرار نے محمود کے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے"۔ (ایضاً)

لیکن احراری لیڈروں نے حیلوں بہانوں سے مباہلہ سے راہِ فرار اختیار کر لی۔ جس پر مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :۔

"احراری اب کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ قادیانی گروہ کے ساتھ مسائل کا فیصلہ علماء کی طرف سے ہو چکا۔ ہمارا مقابلہ اُن کے ساتھ سیاسی رنگ میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ احرار قادیان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مباہلے کی دعوت قبول نہ کرتے۔ خیر گذشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط"

(اہلحدیث ۲۹ر نومبر ۱۹۳۵ء صـ۱۳) اخبار "احسان" (یکم نومبر ۱۹۳۵ء) نے لکھا :۔

مباہلہ کا نام سنکر رہنمایانِ احرار کے بدن پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے"۔

اخبار مذکور نے ۱۷ر فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں مباہلہ سے متعلق خط تو چھاپ دیا۔ مگر اگلے پرچہ میں اپنی رائے یہ ظاہر کی کہ :-

جہانتک ہم نے ان دنوں اس مسئلہ پر غور کیا ہے کہ مباہلہ شرعی حیثیت کیا ہے ؟ ہمارے نزدیک حسب ذیل نکات حل طلب ہیں :-

۱۔ کیا مباہلہ کا چیلنج ہر اُمتی دے سکتا ہے ؟

۲۔ کیا مباہلہ شرعاً معیارِ حق و باطل ہے ؟

۳۔ کیا مباہلہ کے بعد ضروری ہے کہ خرقِ عادت کے طور پر کوئی ایسا نشان ظاہر ہو جس کے ذریعہ زیرِ بحث مسئلہ کے بارے میں عوام کو قطعی رائے قائم کرنے کی سہولت میسّر آئے"

المنیر نے یہ بنیادی اور اہم نکات اٹھانے کے بعد "چند تاریخی شہادتیں" جماعت احمدیہ کے استحکام اور روز افزوں ترقیات پر پیش کیں اور چنیوٹی صاحب اور ان کے ہم نوا علماء کو عبرت دلانے کیلئے یہ حیرت انگیز اعتراف کیا کہ :-

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سیّد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلہم کے بارے میں ہمارا حُسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو اُن کے ہم پایہ ہوں اگرچہ یہ الفاظ سُننے اور پڑھنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر نوراللہ مرقدہم و برضاعنہم کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے"۔ (حاشیہ صفحہ ۳۷۹ پر)

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ انہیں دنوں مباہلہ کا چیلنج مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب[1] کو بھی دیا گیا۔ جس پر انہوں نے جواب دیا کہ :-

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مباہلہ کا صرف .... ایک واقعہ ملتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے مباہلے کو نزاعی امور کے فیصلے کا مستقل طریقہ قرار نہیں دیا ہے۔ کہ جب کبھی کسی کافر یا مسلمان سے کسی قسم کا اختلاف ہو تو فوراً مباہلے کی دعوت دے ڈالی جائے۔ پیشہ ور مناظرین نے آجکل مباھلے کو کشتی کے داؤں میں باضابطہ طور پر شامل کر لیا ہے لیکن پوری تاریخِ اسلام میں مباھلے کی دعوت دینے اور اسے قبول کرنے کی مثالیں مشکل ہی سے مل سکیں گی"[2]

سیٹو کانفرنس کے مندوبین کو دعوتِ اسلام

سیٹو کانفرنس ۶ مارچ سے ۸ مارچ ۱۹۵۶ء تک کراچی میں جاری رہی۔ جماعت احمدیہ کراچی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۸ سے آگے) [1] المنبر ۲۳ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰

[1] منظور احمد چنیوٹی کا بیان ہے کہ: "سیدی و استاذی محدث العصر حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ ایک حج کے موقعہ پر مدرسہ صدیقیہ مکہ مکرمہ حضرت شیخ قدس سرہ کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ راقم آثم بطور خادم حضرت کے ساتھ تھا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ آپ سے تنہائی میں ایک اہم مسئلہ پر بات کرنی ہے۔ حضرت نے تمام حاضرین اور خدام کو اٹھا دیا۔ ایک حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب اور ان کا ایک خادم ایک حضرت شیخ الحدیث خود تھے۔ چوتھے حضرت مولانا بنوری اور پانچواں ان کا یہ خادم راقم آثم وہاں موجود رہ گئے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مودودی صاحب کی تحریرات کے فتنہ انگیز پہلوؤں پہ بات چیت شروع کی۔ آپ نے فرمایا۔ مودودی صاحب کے الحادی نظریات کا فتنہ اور اس کا خطرناک زہر ہر جگہ پھیلتا جا رہا ہے اور اب عرب ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آنے لگے ہیں۔ اور وہ مودودی کے خلاف کسی کی بات نہیں سنتے"
(دینی فکر صفحہ ۱۶ ناشر ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ پاکستان مطبوعہ جولائی ۱۹۸۳ء)

[2] ترجمان القرآن اگست ۱۹۵۶ء بحوالہ "رسائل و مسائل" حصہ چہارم صفحہ ۳۲ ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور

متعدد وفود نے فرانس، نیوزی لینڈ، فلپائن، تھائی لینڈ، انگلستان اور امریکہ کے چالیس سربرآوردہ مندوبین کو انگریزی ترجمۃ القرآن اور دیگر دینی کتب تحفۃً پیش کیں اور انہیں دین حق کا محبت بھرا پیغام پہنچایا۔ مندوبین نے یہ لٹریچر شکریہ کے ساتھ قبول کیا [1]

نصرت انڈسٹریل سکول ربوہ کا قیام

حضرت مصلح موعودؓ کی زیر ہدایت ربوہ میں نصرت انڈسٹریل سکول مئی ۱۹۵۶ء میں قائم ہوا اور محترمہ صابرہ بیگم صاحبہ بنت چودھری عبدالرحمن صاحب راولپنڈی اس سکول کی پہلی ہیڈ مسٹرس مقرر ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سکول کے اجراء پر ایک مشین خریدنے کے لیے ساڑھے چار صد روپے کا عطیہ دیا۔ علاوہ ازیں لجنہ مرکزیہ کراچی، ضلع گجرات، ضلع لاہور، راولپنڈی، سیالکوٹ، حیدرآباد، اوکاڑہ اور نیروبی کی لجنات نے مشینیں خرید کر دیں۔ اسی طرح شیخ محمد محسن صاحب لائلپور اور مظفر حسن صاحب کی اہلیہ نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔

۱۹۵۷ء کے اجتماع پر پہلی بار سکول کی طرف سے صنعتی نمائش لگائی گئی ۱۹۵۸ء میں سرکاری طور پر یہ سکول منظور ہوا اور پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں ۹ طالبات نے ڈپلوما کا امتحان دیا جو سب کامیاب رہیں۔ اس کے بعد اب تک خواتین اور بچیوں کی ایک بھاری تعداد اس سکول سے دستکاری کا ڈپلوما حاصل کر چکی ہے [2]

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا مکتوب لنڈن

۱۹۵۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بغرض تعلیم لنڈن میں مقیم تھے۔ آپ اپنی تعلیمی مصروفیات کے باوجود نہ صرف لنڈن مشن کی تقریبات میں پُرجوش حصہ لیتے تھے بلکہ انفرادی طور پر بھی دعوت الی اللہ میں سرگرم عمل رہتے تھے جس کا کسی قدر اندازہ درج ذیل مکتوب سے لگ سکتا ہے جو آپ نے ۱۶ رمئی ۱۹۵۶ء کو لنڈن سے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں تحریر فرمایا:۔

---

[1] الفضل ۸ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ۔ [2] تفصیل کے لیے دیکھیں "تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ ۴۱۴ تا صفحہ ۴۲۱ مؤلفہ محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ سیکرٹری شعبہ اشاعت لجنہ مرکزیہ ربوہ۔

اشاعت جنوری ۱۹۷۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

21 WELLWALK

HAMPS TENEL

LONDON-W.3 16-5-56

"میرے پیارے ابّا جان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اُمید ہے آپ خدا کے فضل سے صحت وعافیت کے ساتھ ہوں گے۔ کچھ دن ہوئے مہر آپا کے خط سے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ ربوہ کی نسبت آپ کی صحت بہت بہتر ہے الحمد للہ۔ رمضان کے مہینہ میں دو تین مرتبہ آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور ہمیشہ بہت اچھی صحت میں نظر آئے ہیں۔

اس دفعہ عید کے موقعہ پر آپ بہت یاد آئے آپ کی ہدایات کے مطابق مسجد اور ملحقہ عمارت اور باغ پر جو خرچ کیا گیا ہے اس کی وجہ سے یہ تمام جگہ بہت جاذب نظر ہوگئی ہے۔ عید کے موقع پر خصوصاً بہت اچھی لگ رہی تھی۔ کچھ اس وجہ سے اور کچھ اس لیے کہ اس دفعہ ہمارے سکول کے کئی پروفیسر اور میرے بہت سے طلباء دوست آئے ہوئے تھے آپ بہت زیادہ یاد آئے۔ اگر آپ یہاں ہوتے تو اُن پر کتنا گہرا اثر ہوتا۔ خدا کرے کہ آئندہ سال آپ یہاں تشریف لا سکیں اور میں ان لوگوں کا فخر کے ساتھ آپ سے تعارف کرواسکوں۔ سوڈان کے ایک عربی کے پروفیسر مسٹر مجذوب بھی آئے ہوئے تھے یہ اچھے سمجھدار آدمی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو ان کا احمدیت کی طرف کھنچنا کچھ بعید نہیں۔ ان کو میں تفسیر کبیر کا انگریزی[1] ترجمہ تحفتہً پیش کر رہا ہوں اسی طرح یہاں عراق کے ایک پروفیسر مسٹر دوری عارضی طور پر آئے ہوئے ہیں۔ لنڈن یونیورسٹی کے اسلامک ہسٹری کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹر لوئیس چونکہ امریکہ گئے ہوئے ہیں اس لیے یونیورسٹی نے انہیں ایک سال کے لیے یہ کرسی پیش کی ہے ان کی بیوی ہمارے ساتھ بی اے کر رہی ہیں جن کے واسطے سے ان سے بہت تعلقات ہوگئے ہیں۔ ان کے ہاں جائے پر بھی گیا تھا اور انہیں بابچی کے ہاں بلا رہا ہوں عزیز صاحب نے مجھے ایک تفسیر کبیر کسی دوست کو دینے

---

[1] یعنی انگریزی ترجمہ قرآن (ناقل)

کے لیے دی ہے جو میں ان کو دے رہا ہوں۔ حسب توفیق محمود[1] اور میں تبلیغی لٹریچر دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر بعض کتب کی کمی کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق طلباء سے گفتگو ہو رہی تھی۔ جمع و تدوین حدیث کے متعلق اگرچہ زبانی ان کی غلط فہمیاں بہت حد تک دُور کرنے کی توفیق مل گئی مگر تمام حوالہ جات تو آدمی زبانی یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس کے متعلق مسجد میں کوئی بھی انگریزی کتاب نہیں۔ اسی طرح فارسی کے پروفیسر کو دعوت الامیر فارسی دینے کا خیال تھا مگر وہ بھی نایاب ہے (حقانی کو تبلیغ کے دوران میں یہ کتاب سب سے زیادہ ممد ثابت ہوئی تھی) ہندوؤں کے لیے تبلیغی لٹریچر بھی یہاں نہیں ضرورت کے وقت سخت بے بسی کا احساس اور دکھ ہوتا ہے

آخر پر دعا کے بعد اجازت چاہتا ہوں۔ ایک مہینہ تک ہمارے انگریزی اور فارسی کے پہلے سال کے امتحان ہوں گے انگریزی کا کورس بہت زیادہ ہے اور دعاؤں کی سخت ضرورت ہے ہماری انگریزی کی کلاس میں صرف ہم دو ہی غیر ملکی ہیں اور باقی سب انگریز ہیں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نمایاں کامیابی عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد[2]

حضرت مصلح موعودؓ کے ایک قدیم دوست الشیخ عبدالقادر المغربی کی وفات

اس سال دنیائے عرب کے ایک مشہور عالم دین الشیخ عبدالقادر بن مصطفےٰ المغربی انتقال کر گئے[3] آپ طرابلس (شام) میں پیدا ہوئے مگر تحصیل علم کے بعد مستقل طور پر دمشق میں بود و باش اختیار کر لی۔

الشیخ المغربی نہایت بلند پایہ عالم "مجمع العلمی العربی" کے نائب رئیس اور جامعہ سوریہ میں ادب عربی کے اُستاذ تھے آپ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

"الاشتقاق والتعریب"، الاخلاق والواجبات، البینات فی الدین والاجتماع تفسیر جزء تبارک نزرات اللسان[4]

---

[1] سید میر محمود احمد صاحب ناصر مراد ہیں (سابق مبلغ امریکہ و سپین حال پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

[2] ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ [3] ولادت ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء وفات ۲۷ شوال ۱۳۷۵ھ ۷ رجون ۱۹۵۶ء (معجم المؤلفین از عمر رضا کحالہ جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مطبعہ الترقی بدمشق ۱۹۵۸ء)

۱۹۲۴ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ دمشق تشریف لے گئے تو آپ بڑے ادب اور احترام سے ملے۔ اس کے بعد حضور نے متعدد بار ان کی ملاقات کا ذکر فرمایا اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کو دمشق روانہ کرتے وقت ہدایت فرمائی کہ :

"مغربی میرا قابل قدر قدیم دوست ہے ان سے مجھے اپنے تعلقات کو استوار رکھنا ہوگا"

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سے بھی آپ کے گہرے تعلقات تھے۔ آپ کی پہلی ملاقات ان سے ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت شاہ صاحب کو سیر کے دوران فرمایا۔

"آیئے ہم دونوں تصویر کھچوائیں اور دوستی کا اقرار قرآن مجید پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کریں کہ ہم دونوں قرآن مجید کی خدمت کریں گے" چنانچہ دونوں نے یہ عہد کیا

۱۹۲۵ء میں حضرت شاہ صاحب اور مولانا جلال الدین شمسؓ ان سے ملے تو انہوں نے تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "المغربی اب تک اس عہد پہ قائم ہے"۔ اس عہد کو نبھاتے ہوئے موصوف نے اپنی آخری عمر میں قرآن کریم کے آخری پارہ کی تفسیر شائع کی ۱۹۲۵ء میں آپ نے ایک اخبار میں حضرت شاہ صاحب کا ذکر عمدہ رنگ میں کیا۔ آپ نے ایک رسالہ "الحقائق من الاحمدیة" کے عنوان سے شائع کیا تو الشیخ مغربی مرحوم نے اس کا جواب لکھنا چاہا مگر نہ لکھ سکے اور دل سے صداقت احمدیت کے قائل ہوگئے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے حضرت شاہ صاحب کو بتایا "تفسیریں اور حدیثیں اپنی لائبریری سے اس نیت سے میز پہ لاکر رکھیں کہ اس رسالہ کی تردید کل شائع کردوں گا۔ چنانچہ پڑھنے کے بعد ردّ لکھنے بیٹھا کبھی لکھتا اور یہ دیکھ کر کہ وہ درست نہیں اسے پھاڑ دیتا اسی طرح پھٹے ہوئے کاغذوں کا ایک انبار جمع ہوگیا پھر انہوں نے انگیٹھی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا وہ ڈھیر دیکھو! ساری رات کوشش کی کبھی حقائق احمدیہ کو دیکھتا کبھی حدیثوں کو اور کبھی تفسیروں کو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کیا پاگل ہوگئے ہو۔ آرام کرو لیکن مجھے نیند کہاں آتی آخر جب صبح کی اذان ہوئی اور اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ گونجے تو میرے دل نے کہا کہ **صداقت کا مقابلہ باطل سے کرنا درست نہیں میرے دوست زین العابدین نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے**۔ دل میں یہ کہہ کر نماز پڑھی اور اطمینان سے سوگیا۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے فرمایا "تبلیغ کا کام آزادی سے کریں"

اگرچہ اپنی زندگی میں آپ کھلے طور پہ احمدیت کے ساتھ وابستگی کا اعلان نہیں مگر یہ حقیقت ہے

کہ اُن کے دل میں احمدیت کی صداقت رچ گئی تھی ؎۱

ایک انڈونیشین وفد کا ربوہ میں ورود

حکومت انڈونیشیا کے افسران کا ایک وفد کولمبو پلان کے تحت زرعی منصوبوں کا مطالعہ کرنے پاکستان آیا ہوا تھا اس وفد کے بعض ارکان جماعت احمدیہ کے مرکزی ادارے دیکھنے کی غرض سے ۸ ؍جولائی ۱۹۵۶ء لائلپور سے ربوہ تشریف لائے وفد کا یہ گروپ جن اہم شخصیتوں پر مشتمل تھا اُن کے نام یہ ہیں۔ جناب محمد ہارون صاحب۔ ۲۔ جناب سوتن ہارون الرشید صاحب۔ ۳۔ جناب گومینوں یہ تینوں حضرات انڈونیشیا کے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے وفد کے اعزاز میں تحریک جدید کے کمیٹی روم میں چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ وکیل الزراعت کی زیرِ صدارت استقبالیہ منعقد ہوا۔ مولوی بشارت احمد بشیر صاحب نے انگریزی زبان میں ایڈریس پیش کرتے ہوئے مہمانوں کو جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات سے آگاہ کیا اس ضمن میں آپ نے دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور تبلیغ اسلام کے وسیع نظام پر بھی روشنی ڈالی۔ نیز انڈونیشین احمدی احباب کی اُن خدمات کا ذکر کیا جو وہ اپنے وطن اور قوم کے لیے کر رہے ہیں۔

ایڈریس کے بعد وفد کے رکن جناب محمد ہارون صاحب نے انڈونیشین زبان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر میرے لیے باعث مسرت ہے کہ جماعت احمدیہ مختلف زبانوں میں قرآنِ مجید کے تراجم کر رہی ہے انہوں نے جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ میری ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ جماعت احمدیہ کا مرکز دیکھوں جہاں سے تبلیغ اسلام کے ایک وسیع نظام کو کامیابی کے ساتھ چلایا جا رہا ہے۔ سو الحمد للہ میری یہ خواہش پوری ہوئی۔

وفد نے صدر انجمن اور تحریک جدید کے دفاتر دیکھے۔ ممبران کو قرآن مجید انگریزی اور ولندیزی تراجم کے نسخے بطور تحفہ پیش کیے گئے۔ وفد نے تعلیمی ادارے بھی دیکھے اور تعلیم الاسلام کالج کی عمارت اور انتظام سے بہت متاثر ہوئے ؎۲

؎۱ الفضل ۶ ؍جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ، ۴ (خلاصہ مضمون حضرت سید زین العابدین شاہ صاحبؓ)

؎۲ الفضل ۱۰ ؍جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

احمدیہ وفد کی الجزائری لیڈروں سے ملاقات

۲۳ رجولائی ۱۹۵۶ء کو احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کے ایک نمائندہ وفد نے الجزائر کے لیڈر علامہ بشیر الابراہیمی اور احمد بودہ صاحب سے لائلپور میں ملاقات کی اور الجزائر کے مجاہدین سے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔

یہ وفد مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (مدیر "الفرقان") عبدالوہاب صاحب (نمائندہ ٹروتھ) قریشی عبدالرحمٰن صاحب (نمائندہ ہیمیج) اور ملک سیف الرحمٰن صاحب (مفتی سلسلہ احمدیہ) پر مشتمل تھا[1]

رؤیا وکشوف کے ذریعہ صداقتِ احمدیت کا انکشاف

مارچ ۱۸۸۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا:۔

"یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡ اِلَیۡھِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ"[3]

یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔

خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا اس پاک وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے الہامات، کشوف اور رؤیا کے ذریعہ بہت سی سعید روحوں کو قبولِ احمدیت کی سعادت عطا فرمائی۔ جس کا ذکر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۳ رجولائی ۱۹۵۶ء کو حسبِ ذیل الفاظ میں فرمایا:۔

آج ہی ایک غیر احمدی کا خط آیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لیے پھانسی کی سزا تجویز ہوئی ہے اور ایک گڑھا کھودا گیا ہے جس میں مَیں کھڑا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہیں مجھے پھانسی دی جائے گی اور لوگ مجھ پر مٹی ڈال کر چلے جائیں گے۔ مَیں خواب میں سخت ڈر رہا ہوں کہ اب کیا کروں اتنے میں مجھے دو گروہ نظر آئے ایک غیر احمدیوں کا تھا اور ایک احمدیوں کا تھا۔ پہلے غیر احمدیوں کی طرف سے میرے پاس ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا ہم تمہارے لیے دعا کرتے ہیں بشرطیکہ تم اس بات پر راضی ہو جاؤ کہ احمدیت کی طرف

---

[1] فیصل آباد۔ [2] الفضل ۲۶ رجولائی ۱۹۵۶ء صا و صٹ

[3] براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۱ حاشیہ در حاشیہ ع۱

تو مجھ کرنا بھی چھوڑ دو گے اس پر میرے دل میں کمزوری پیدا ہوئی اور میں نے کہا اچھا تم دعا کرو چنانچہ انہوں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور میں نے بھی ہاتھ اٹھا لیے مگر لمبے عرصے تک دعا کرنے کے باوجود سمجھتا رہا کہ میری سزا اب تک قائم ہے اس کے بعد میں نے دیکھا کہ احمدی گروہ میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ہم تمہارے لیے دعا کریں کہ خدا تمہیں اس مصیبت سے بچائے میں نے کہا ضرور کریں۔ چنانچہ انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے وہ کہتے ہیں ابھی احمدیوں کو دعا کرتے ہوئے پانچ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ میں نے دیکھا ایک سائیکل سوار دوڑا چلا آرہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے جب وہ قریب پہنچا تو اس نے آکر کہا کہ تمہیں بری کر دیا گیا ہے۔ دیکھو خدا کا کیسا تصرف ہے کہ اس نے ایک غیر احمدی کو رؤیا کے ذریعہ بتا دیا کہ احمدیت سچی ہے اب خواہ وہ کمزوری دکھا کر احمدیت کو قبول کرنے سے ہچکچائے اللہ تعالیٰ نے اس پر حقیقت کھول دی ہے اس سے وہ انکار نہیں کر سکتا۔ یہاں ایک بڑا فوجی افسر ہے ایک دن اس کے ایک ماتحت افسر نے اس سے کہا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ احمدیت سچی ہے اس بڑے افسر نے یہ بات سُن کر کہا کہ تم تو خواب دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور میں نے تو کوئی خواب بھی نہیں دیکھی۔ پھر تم مجھے کس طرح کہتے ہو کہ میں احمدیت کو قبول کر لوں تو حقیقت یہی ہے کہ جب کوئی شخص احمدیت کی صداقت کے متعلق خواب دیکھ لیتا ہے اس کے بعد خواہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بیعت نہ کرے وہ احمدیت کی صداقت کا اپنی ذات میں ثبوت بن جاتا ہے۔ اور جب بھی وہ کسی کے سامنے اپنی خواب بیان کرتا ہے۔ دوسرا اسے شرمندہ کرتا ہے کہ تو بڑا بزدل ہے کہ اتنی واضح خواب دیکھنے کے بعد بھی تو ایمان نہیں لایا۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں اور انہی ذرائع سے وہ اپنے زندہ ہونے کا ثبوت مہیا کرتا رہتا ہے اور جب تک لوگ خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم رکھیں گے یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔ اور احمدیت دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی جائے گی۔ ابھی آپ لوگوں نے "الفضل" میں پڑھا ہوگا کہ افریقہ کے وہ حبشی جن کے متعلق عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید انہیں عبادت کرنی بھی نہیں آتی وہ تہجد تک

باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں چنانچہ اس میں ذکر آتا ہے کہ فلاں دوست نماز تہجد کے بعد کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے تو انہوں نے یہ نظارہ دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے وہ باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ پھر انہوں نے ایسی ایسی سچی خوابیں دیکھی ہیں کہ پڑھ کر حیرت آتی ہے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ ایک رات جب کہ میں نماز تہجد کے بعد کچھ دیر کے لیے لیٹ گیا میں نے رؤیا میں دیکھا کہ دو شخص جنہوں نے لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے ہیں آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مشرق سے آئے ہیں اور نہیں بشارت دیتے ہیں کہ جس مہدی کا دیر سے انتظار کیا جا رہا تھا وہ آ چکا ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ہمارے شہید مولوی نذیر احمد صاحب علی (جو اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں اس کی دین کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوئے ہیں یقیناً شہید ہیں) وہاں آئے انہوں نے اس وقت ویسا ہی لباس پہنا ہوا تھا جیسا خواب میں انہیں دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی تبلیغ پر اس دوست نے بیعت کر لی اس طرح ایک اور دوست لکھتے ہیں کہ ان کے پیر نے انہیں بتایا ہوا تھا کہ مہدی ظاہر ہو چکا ہے مگر یہاں نہیں کسی اور ملک میں ظاہر ہوا ہے عنقریب اس کے ظہور کی خبر اس ملک میں بھی پہنچنے والی ہے اس کے چند سال بعد مولوی نذیر احمد صاحب علی وہاں گئے جنہوں نے احمدیت کی تبلیغ کی اور وہ ایمان لے آیا۔ ایک اور دوست نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد کے ارد گرد سے گھاس اکھیڑ رہا ہوں پھر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے میں ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اتنے میں میں نے کیا دیکھا کہ ایک اجنبی شخص قرآن کریم اور بائبل ہاتھ میں پکڑے ہوئے میری طرف آیا اور اس نے مجھ سے باتیں شروع کر دیں اس خواب کے ایک ہفتہ بعد ٹھیک اس طرح میں کدال ہاتھ میں لے کر مسجد کی صفائی کر رہا تھا کہ میں نے تھکان محسوس کی اور ایک درخت کے نیچے چلا گیا ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ سامنے سے مولوی نذیر احمد صاحب علی آ گئے اور انہوں نے مجھ سے رہائش وغیرہ کے لیے جگہ دریافت کی میں نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ شخص تھے جو مجھے خواب میں دکھائی دیئے تھے چنانچہ میں نے انہیں اپنا گھر رہائش کے لیے پیش کر دیا اس کے بعد میں نے اور لوگوں کو بتایا کہ

مَیں نے جو خواب دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا ہے اور اب وہی دوست جنہیں مَیں نے رؤیا میں دیکھا تھا میرے گھر میں رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تبلیغ پر اکثر لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔

غرض وہ ممالک جہاں خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کھڑا کر رہا ہے جو سلسلہ کے لئے بڑی بڑی قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان خوابیں دیکھنے والوں میں سے بعض ایسے ہیں جو ہمارے سلسلہ کے مستقل مبلغ ہیں اسی طرح ایک اور افریقن نوجوان کا مَیں نے ذکر کیا تھا کہ اس نے یہ الفاظ کہے تھے کہ یہ تو ممکن ہے کہ دریا اپنا رستہ چھوڑ دے اور جس طرف بہہ رہا ہے اس طرف کی بجائے الٹا بہنا شروع ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ مَیں احمدی ہو سکوں۔ مگر پھر وہی شخص احمدی ہوا اور اس نے ایسا اخلاص دکھایا کہ جب ایک عیسائی اخبار نے اعلان کیا کہ ہم تمہارا اخبار اپنے پریس میں چھاپنے کے لیے تیار نہیں اگر تمہارے خدا میں ہمارے خدا سے بڑھ کر طاقت ہے تو اپنی طاقت کا کوئی کرشمہ دکھائے تو باوجود اس کے وہ پانچ سو پونڈ پہلے دے چکا تھا اس چیلنج پر اس کی غیرت بھڑک اٹھی اور اس نے ہمارے مبلغ سے کہا کہ آپ یہیں بیٹھیں مَیں ابھی واپس آتا ہوں چنانچہ وہ اپنے گاؤں میں گیا اور اسی وقت پانچ سو پونڈ لا کر دے دیا۔

اب ہمارے مبلغ کے تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زندہ ہونے کا ایک اور ثبوت بھی دے دیا اور وہ یہ کہ وہی پریس والا جس نے ہمارے مبلغ کو لکھا تھا کہ ہم تمہارا اخبار اپنے پریس میں چھاپنے کے لیے تیار نہیں اسی پریس والے کا ہمارے مبلغ کو خط آیا ہے کہ آپ ہمارے پہلے خط کو منسوخ سمجھیں اور اسی پریس میں اپنا اخبار چھپوا لیا کریں غرض اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہمیشہ مدد کرتا چلا آیا ہے اور مدد کرتا چلا جائے گا دوستوں کو چاہیئے کہ وہ دعائیں کرنے درود پڑھنے اور ذکر الٰہی کرنے کی عادت ڈالیں اور تقویٰ طہارت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں وہ خدا جو حبشیوں کو سچی خوابیں دکھا سکتا اور ان پر الہام نازل کر سکتا ہے جن کے متعلق انگریزی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ بعض حبشی ایسے کند ذہن ہوتے ہیں کہ پندرہ پندرہ بیس

بیس سال تک انہیں پڑھایا جاتا ہے مگر جب وہ پچیس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے۔ وہ نہیں کیوں سچی خوابیں نہیں دکھائے گا۔ اور تم پر اپنا الہام کیوں نازل نہیں کرے گا مگر یہ اسی طرح ہو سکتا ہے جب تم بھی تہجد پڑھو اور درود پر زور دو اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالو میں نے پچھلے دنوں جماعت کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی جس پر میں نے دیکھا کہ بیسیوں نوجوان کے مجھے خط آنے شروع ہو گئے کہ ہم نے فلاں خواب دیکھی۔ یا فلاں کشف دیکھا ہے یا فلاں الہام ہم پر نازل ہوا ہے۔ پس اگر آپ لوگ تقویٰ و طہارت اپنے اندر پیدا کریں اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی عادت ڈالیں اور تہجد اور درود پر التزام رکھیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً آپ لوگوں کو بھی رؤیائے صادقہ اور کشف سے حصہ دے گا اور اپنے الہام اور کلام سے مشرف کرے گا۔[۱]

ایک احمدی نوجوان کا مثالی کارنامۂ شجاعت

۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء کی صبح کو راولپنڈی میں تیز بارش ہوئی جھنگی محلہ کے ایک احمدی نوجوان حفیظ احمد صاحب پسر چوہدری ابراہیم صاحب جو C.O.D راولپنڈی میں ملازم تھے حسبِ معمول اپنے گھر سے تیار ہو کر اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے رات بھر بارش سے وہ ایک گھنٹہ دفتر سے لیٹ ہو گئے تھے مگر C.O.D کے گیٹ پر پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ لیٹ ہو گئے تھے اس لیے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ چنانچہ حفیظ صاحب واپس آگئے۔ واپسی پر انہوں نے نالہ لئی کے قریب پانی کے تماشائیوں کا ہجوم دیکھا آپ بھی وہاں ایک طرف چلے گئے اسی دوران میں ایک طرف سے شور و غل اٹھا کہ دیکھو یہ لڑکا پانی میں گر گیا اور ڈوب رہا ہے تماشائی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے مگر کسی نے جرأت نہ کی کہ وہ ڈوبتے کو بچا سکیں۔ حفیظ احمد صاحب نے انسانی ہمدردی کے جوش میں کہا کہ میں لڑکے کو بچاؤں گا۔ تب اس نے ایک رسہ کمر میں باندھا اور لوگوں سے کہا کہ وہ رسہ پکڑے رکھیں یہ کہہ کر حفیظ نے اس خوفناک پانی میں چھلانگ لگا دی وہ کافی دیر طوفانی

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۶ء صـ۴ و صـ۵۔ (ایضاً یکم نومبر ۱۹۵۶ء صـ۵)

لہروں کا مقابلہ کرتا رہا اور آخر کار اس لڑکے کو کنارے پر لگانے میں کامیاب ہوگیا اب اس کا اپنے آپ کو بچانا باقی تھا پانی کا چڑھاؤ یکدم تیز ہوگیا اور طوفانی لہریں شدت اختیار کرتی گئیں۔ رسہ پکڑنے والے پانی کے چڑھاؤ سے ڈر گئے اور رسہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے حفیظ ان طوفانی لہروں اور پانی کے تھپیڑوں کا کافی دیر مقابلہ کرتا رہا مگر شومئی قسمت نے رسہ ایک بجلی کے کھمبے سے لپٹ گیا اور حفیظ کی زندگی اور موت کے درمیان حائل ہوگیا۔ اس نے بڑے زور سے رسے کو جھٹکے مارے اور وہ اس میں کامیاب ہوگیا مگر متواتر دو گھنٹے اس خطرناک پانی کا مقابلہ کرتے کرتے اس کے ہاتھ پاؤں ہار گئے آخر ایک شدید طوفانی لہر اسے ساتھ بہا کرلے گئی اور اس طرح اس خونی ندی نے ایک باہمت احمدی نوجوان کی جان لے لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تماشائی دور کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مگر کسی نے ہمت نہ کی کہ وہ اس بہادر نوجوان کی کچھ مدد کر سکیں۔ جب یہ احمدی نوجوان اپنے آپ کو لہروں کے حوالے کر چکا تب چند خدا ترس لوگوں نے اس کی لاش کا تعاقب کیا اور تین گھنٹے کی مسلسل کوشش سے لاش کو پانی سے نکالا۔

حفیظ احمد صاحب کے ڈوبنے کی اطلاع ان کے گھر ۹ بجے صبح پہنچا دی گئی ان کے والد ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے۔ محلہ کے دو احمدی نوجوان موقعہ پر جلدی پہنچ گئے۔ جنہوں نے دو غیر احمدی احباب کی مدد سے لاش کو گھر پہنچایا۔

اس اچانک اندوہناک حادثہ سے گھر میں کہرام مچ گیا۔ شہر اور صدر کی مستورات حفیظ کے گھر ٹوٹ پڑیں۔ اور کوئی آنکھ نہ تھی جو پُرنم نہ ہو۔ اور کوئی دل نہ تھا جو اس جوانان موت کو دیکھ کر خون کے آنسو نہ بہا رہا ہو۔ حفیظ کی لاش دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ کوئی کارنمایاں انجام دے کر میٹھی نیند سو رہا ہے۔ اس نے بلا شبہ ایک بہت بڑا کام انجام دیا۔ اس نے اپنی عزیز جان کی قربانی دے کر ایک انسانی جان بچا لی۔

اس مثالی قربانی کی خبر راولپنڈی کے اخبارات میں شائع ہوئی[1]

---

[1] الفضل ۸ راگست ۱۹۵۶ء صہ ۶

ربوہ میں انڈونیشیا کے سول حکام کے وفد کی آمد

۵ راگست ۱۹۵۶ء کو انڈونیشین سول حکام کا ایک وفد جو چھ افراد پر مشتمل تھا انڈونیشین ڈپٹی گورنر مسٹر اے ایس بیلو کی زیر قیادت ربوہ آیا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے وفد کا استقبال کیا وفد نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر دیکھے۔ اس کے بعد ایک تقریب میں میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا نے ان کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی انڈونیشیا میں تبلیغی مساعی اور تراجم قرآن مجید کے سلسلہ میں جماعت کی کوششوں کا ذکر کیا۔ قائد وفد نے جواب میں کہا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ربوہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور یہ امر میرے لیے باعثِ مسرت ہے کہ آپ لوگ بھی دنیا میں امن و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ وفد کے سب ارکان کو ڈچ ترجمہ قرآن دیا گیا۔ ازاں بعد وفد نے جماعتی ادارہ جات دیکھے[1]

الامان پریس کی غیر مشروط معافی

روزنامہ "کوہستان" لاہور نے اپنی ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے آکسن پرنسپل تعلیم الاسلام کالج وصدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان (ربوہ) کی طرف منسوب کرکے ایک خط شائع کیا۔ اس پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے اس خط کو سراسر جعلی قرار دیتے ہوئے روزنامہ کوہستان لاہور کے پرنٹر پبلشر اور الامان پریس لاہور کو نوٹس دیا کہ وہ اس مبینہ جعلی خط کی اشاعت پر صاحبزادہ صاحب سے ایک ہفتہ کے اندر اندر غیر مشروط معافی مانگیں۔ چنانچہ الامان پریس لاہور نے جس میں کوہستان چھپتا تھا شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے نام درج ذیل خط میں مبینہ جعلی خط طبع کرنے پر غیر مشروط معذرت کی

P.P.A-۱۵۵ — لاہور یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء

بنام شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان۔ ۱۳ ٹمپل روڈ۔ لاہور

جناب عالی!

آپ نے اپنے رجسٹرڈ مکتوب مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۶ء میں روزنامہ "کوہستان" لاہور کے ۷ ستمبر

---

[1] الفضل ۹ راگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

کے پرچہ جلد ۱ نمبر ۱۶۶ کا ذکر کیا ہے جس میں ایک خط شائع ہوا ہے۔ آپ نے اس خط کو اپنے مؤکل مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا حامل قرار دیا ہے کہ جو مبینہ طور پر غیر ذمہ دارانہ اور بدنیتی پر مبنی ہوتے ہوئے ان کی شہرت اور عزت کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگرچہ ہم مذکورہ بالا اخبار اپنے پریس میں کچھ عرصہ چھاپتے رہے ہیں تاہم ہم نے ۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء سے اس اخبار کو محض اس وجہ سے چھاپنا ترک کر دیا ہے کہ یہ اخبار احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز۔ طنز۔ تمسخر۔ اور بہتان آمیز باتیں شائع کرتا تھا۔ لہٰذا التماس ہے کہ آپ اس بارے میں ہمیں درمیان میں لائے بغیر کوہستان والوں کو براہ راست مخاطب کریں۔ اس کے پرنٹر نہ ہونے کی حیثیت سے جہاں تک ہمارا تعلق تھا ہم شہرت کو نقصان پہنچانے والے مبینہ خط کی طباعت کے لیے غیر مشروط طور پر معذرت خواہ ہیں

آپ کا مخلص

برائے الامان پریس۔ دستخط محمد (اظہر الدین)۔ مالک [1]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے نام

۲۳ ستمبر ۱۹۵۶ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مندرجہ ذیل پیغام سنایا گیا:۔

"مکرمی محترمی ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۶ء بروز اتوار شام کے ۴½ بجے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے (OLD BOYS) کا اجلاس ہوگا۔ اور آپ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اس موقع پر میں بھی ایک مختصر سا پیغام ارسال کر کے اس اجلاس کی غائبانہ شرکت کی سعادت حاصل کروں۔

جیسا کہ میں پہلے بھی آپ کو لکھ چکا ہوں۔ درس گاہوں کے اولڈ بوائز کی ایسوسی ایشن درسگاہوں کی ترقی اور ان کے روایات کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مفید نظام ہے۔ اولڈ بوائز کے لفظی معنی تو عمر رسیدہ سابق طلباء کے ہیں مگر دراصل اس کے ایسے پختہ کار سابق طلباء مراد ہیں جو اپنی درس گاہ کے

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

ساتھ وفاداری کے جذبات کے ماتحت درس گاہ کی ترقی اور اس کی نیک روایات کو زندہ رکھنے کے لیے کوشاں رہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے ماتحت آج سے زاید از نصف صدی قبل قادیان میں رکھی گئی تھی۔ اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس کی غرض وغایت اسلام کی تعلیم کو پھیلانا اور جماعت احمدیہ کے نوجوانوں میں اس تعلیم کو راسخ کرنا تھی۔ جو احمدیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ظاہر اور قائم فرمائی ہے۔ مسلمان عملاً ایک مردہ قوم بن چکے تھے۔ اور اسلام بہت سی غلط روایات اور غلط تشریحات کی وجہ سے گویا ایک سویا ہوا مذہب بن گیا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے خدا سے الہام پاکر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشنی حاصل کرکے اسلام کو دوبارہ زندہ کیا۔ تاکہ اس کا کھویا ہوا وقار اور کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ عود کرآئے اور یہ قرآنی وعدہ اپنی شان کے ساتھ تکمیل کو پہنچے کہ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیُظھرہٗ علی الدّین کلہٖ۔

اس مقصد کے ماتحت تعلیم الاسلام ہائی سکول کی غرض یہ تھی کہ احمدی نوجوانوں کو سچا مسلمان بنائیں۔ اور ان کے اندر اسلامی زندگی کی روح پھونکیں۔ اور پھر ان کے ذریعہ سے دنیا بھر میں اس نور کی اشاعت کریں۔ اور جو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سابق طلبار کی قائم ہو۔ اس کا بھی اوّلین فرض یہ ہے کہ اپنی لائنوں پر اپنے سکول کی روایات کو زندہ کرکے دنیا میں ہدایت اور روشنی پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔

ہر درسگاہ کا ایک نمایاں کیرکٹر ہوتا ہے ہماری اس درسگاہ کا کیرکٹر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں مذکور ہے۔ جو آپ بیعت کے وقت لیا کرتے تھے۔ یعنی

"میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا"

اس مقدس عہد کے الفاظ نہایت درجہ پُر حکمت ہیں اور ان میں یہ نہیں بتایا گیا کہ میں دنیا کو چھوڑ کر راہب اور تارک الدنیا بن جاؤں گا۔ بلکہ یہ حکیمانہ فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ میں دنیا میں رہتے ہوئے اور دنیا کے کاموں میں حصہ لیتے ہوئے اور دنیا میں اپنے لیے اور اپنی جماعت کے لیے ترقیات کا راستہ کھولتے ہوئے ایسی زندگی اختیار کروں گا کہ جہاں بھی دین اور دنیا کے مفاد ٹکرائیں گے وہاں میں دین کو مقدم کروں گا۔ اور دین کی خدمت کو اپنا اوّلین فرض سمجھوں گا۔ پس اسکول کے اولڈ بوائز سے

جن میں سے ایک اولڈ بوائے ہونے کا مجھے بھی فخر حاصل ہے میری یہی نصیحت ہے اور یہی پیغام ہے کہ وہ ہر جہت سے دنیا میں ترقی کریں۔ اور دین میں بھی ترقی کریں۔ اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔ اور اپنی درسگاہوں کو مضبوط بنانے اور اسے ترقی دینے اور اسے ملک میں بلکہ دنیا بھر میں ایک مثالی درسگاہ بنا دینے کے لیے پوری جدوجہد سے کام لیں۔ میرا دل ہمیشہ اس خواہش سے معمور رہا ہے کہ ہماری یہ درسگاہ ایک آئیڈیل یعنی مثالی درسگاہ ہو جس کے نتائج دین و دنیا کے لحاظ سے چوٹی کے نتائج شمار کیے جائیں اور اس میں تعلیم پانے والے بچوں کے متعلق اپنے اور بیگانے دونوں گواہی دیں کہ یہ دین و دنیا میں غیر معمولی ترقی کرنے والے اور اسلام اور احمدیت کا سچا نمونہ پیش کرنے والے اور ملی کاموں کے ہر میدان کے بہادر سپوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کو اپنی رضا کے ماتحت کام کرنے کی توفیق دے۔ اور آپ کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۶/۹/۲[1]

مولانا ظفر علی خاں صاحب کی عبرتناک وفات

۲۷ر نومبر ۱۹۵۶ء کو برصغیر کے مشہور و نامور صحافی مولانا ظفر علی خاںصاحب ایڈیٹر "زمیندار" انتقال کر گئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سراج الدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حضور کے عہدِ شباب میں حاصل ہوا۔ اور آپ عمر بھر حضور کی پارسائی اور تقویٰ شعاری کے معترف رہے۔ اور حضور کی وفات پر نہایت عمدہ ریویو اپنے قلم سے لکھا[2]

"مولانا ظفر علی خاں صاحب بھی اوائل میں جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔ جس پر اخبار "زمیندار" کے پرانے فائل گواہ ہیں۔ مگر پھر آپ مخالفین سلسلہ کی صفِ اوّل میں شامل ہو گئے۔ بایں ہمہ ۱۹۴۵ء میں جب آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ نے ملک کے مرکزی انتخاب میں اپنا ٹکٹ دیا۔ تو احمدیوں نے تحریک پاکستان سے والہانہ تعلق کی بنا پر قیام پاکستان کے لیے انہی کو ووٹ دیا ۱۹۵۳ء کی ایجی ٹیشن میں سرگرم حصہ لینے کے بعد آپ فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اور نہایت

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ر ستمبر ۱۹۵۶ء :: [2] متن کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد سوم ص۵۶۴

کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گذارے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو علم ہوا۔ تو آپ برداشت نہ کر سکے اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کو بغرض علاج بھجوایا۔ اور ادویہ کے لیے اپنی جیبِ خاص سے رقم مرحمت فرمائی۔ اس سلسلہ میں جناب عبدالحکیم صاحب عامر کا بیان ہے کہ

"ایک سال پیشتر جب آغا صاحب (شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان۔ناقل) سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا[1] نے ایک پیغام کے ذریعے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی......... مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں، جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی گئی تھی"[2]

جناب محمد اشرف خاں عطآء صاحب نے مولانا ظفر علی خاں صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"یہ دنیا کتنی بے وفا ہے جس ملک کو حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنی زندگی کی تمام متاعِ عزیز داؤ پر لگا دی۔ جن مسلمانوں کی خاطر اس نے ہر قسم کے سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر قربانی دی جب وہ ملک بنا اور آزاد ہوا۔ جن لوگوں کی آزادی کی خاطر اس نے مسلسل اور لگاتار مصیبتوں، صعوبتوں اور مشکلوں کا سامنا کیا تھا۔ جب وہ مسلمان آزاد ہوئے۔ انہوں نے کبھی بھول کر بھی دریافت نہ کیا۔ آزادی کا بیباک سپاہی نڈر علم بردار ظفر علی خاں کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ظفر علی خاں جو زندگی میں طوفان تھا۔ سر سے پاؤں تک ہنگامہ تھا مسلسل حرکت تھا۔ ۱۹۴۸ء سے لیکر ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء تک لگاتار آٹھ سال زندگی اور موت کی کشمکش میں چارپائی پر پڑا رہا۔ اربابِ اقتدار کے نورڑ فراٹے بھرتے ہوا سے باتیں کرتے، خاک اُڑاتے اس کے مکان کے سامنے سے گزرتے رہتے لیکن جن لوگوں کو ظفر علی خاں اور اس کے ساتھیوں کی قربانیوں کی بدولت آزادی کے بعد مسندِ اقتدار ملی تھی انہوں نے کبھی جھوٹے منہ سے بھی اس مردِ بیمار سے اظہارِ ہمدردی نہ کیا۔ اُن کے ایوانوں میں رقص و سرور عیش و نشاط رباب و شراب کے ڈرامے کھیلے جاتے رہے لیکن ظفر علی خاں کا گھر آزاد ہونے کے بعد بھی ظلمت کدہ رہا۔

تُف اے فلکِ ناہنجار۔ تُف اے خود غرضوں اور ابن الوقتوں کی دنیا۔ تُف ہے تیری

---

[1] مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ [2] نوائے وقت ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء ص۳ کالم ۳

اس حالت پر ظفر علی خاں سات آٹھ سال مختلف امراض میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو صبح کے وقت اس احسان فراموش اور بے وفاؤں کی دنیا سے اپنے ابدی وطن کی طرف رخصت ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آہ ظفر علی خاں! جو وقت کا سب سے بڑا صحافی صاحب طرز ادیب آتش نوا مقرر۔ شعلہ بیان شاعر اور ہنگامہ پرور سیاست داں تھا۔ اپنے آبائی گاؤں کرم آباد میں نہایت خاموشی سے چند عزیزوں کے درمیان اپنی اہلیہ کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔

ظفر علی خاں جس کی گاڑی ہزاروں مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے کھینچی تھی۔ جس کے جلوسوں میں ہزاروں فرزندانِ اسلام اس کے استقبال کے لیے دیدۂ و دل فرش راہ بنا دیا کرتے تھے۔ جب اس کا جنازہ اٹھایا گیا تو اس میں گنتی کے چند آدمی تھے اور جب اُسے لحد میں اُتارا گیا تو اُس کے عزیزوں کے ماسوا اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ آہ! ہنگاموں اور تحریکوں کو جنم دینے والا ظفر علی خاں کس بے بسی اور بے کسی کے عالم میں رخصت ہوا۔ ظفر علی خاں زندہ باد کے نعرے لگانے والوں میں سے کوئی بھی اُسے آخری الوداع کہنے کے لیے اس کے جنازہ پر موجود نہیں تھا۔

اُس کی موت پر نہ کوئی ہنگامہ ہوا نہ ہڑتال نہ جلسہ منعقد کیا گیا نہ اُس کی جُدائی میں کسی کی آنکھ نمناک ہوئی۔ نہ سرکاری دفاتر بند ہوئے نہ سرکاری عمارت پر جھنڈے سرنگوں ہوئے۔ نہ اس کی یادگار کو قائم رکھنے کے لیے کسی ہسپتال، کسی لائبریری۔ کسی دانش گاہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور نہ اُسے زندہ و جاوید رکھنے کے لیے اس کی کتب کی اشاعت و طباعت کا کوئی سرکاری یا غیر سرکاری طور پر انتظام کیا گیا۔ زندہ قومیں اپنے بہادروں اور مجاہدوں کو کبھی فراموش نہیں کرتیں اور انہیں زندہ رکھنے کے لیے ایسی یادگاریں قائم کرتی ہیں کہ جو آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہوتی ہیں۔ لیکن ظفر علی خاں سے اُس کے ہم وطنوں نے جو سلوک کیا وہ احسان فراموشی کی ایسی گھناونی مثال ہے کہ جس پر آنے والی نسلیں ہمیشہ اظہار نفرین کرتی رہیں گی[1]

---

[1] مولانا ظفر علی خاں۔ مؤلفہ جناب محمد شرف خان عطاء مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور۔ جنوری ۱۹۶۲ء ص ۲۸ تا ص ۲۹۔ مطبع اردو پریس لاہور

ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے ۱۰ ر اپریل ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں ص۳ پر مولانا ظفر علی خان کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"ہماری یہ دیانتدارانہ رائے ہے کہ پاکستان میں آج کوئی ادیب، خطیب اور بدیہہ گو شاعر مولانا ظفر علی خان کا ہم پلہ موجود نہیں۔ مولانا ظفر علی خان کے اخبار "زمیندار" کا صرف ایک پہلو اور اس کی صرف ایک خدمت کا اعتراف بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے اور اس کے لیے آنکھیں جھک جاتی ہے۔ جو اس نے امتِ مرزائیہ کے تعاقب اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں انجام دی تھی۔ اس کے علاوہ مختلف شخصیات اور جماعتوں کے خلاف مولانا ظفر علی خان اور ان کے اخبار زمیندار کی جو محاذ آرائی اور لام بندی رہی ہے آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں اور نہ ہی زمیندار سمیت ڈھونڈے سے ان کا کہیں سراغ اور نشان ملتا ہے آخر یہ کیوں ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔"

شورش کاشمیری صاحب نے اپنے رسالہ چٹان ۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء ص۳ کالم ۲ پر مولانا ظفر علی خان کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"مولانا ظفر علی خان کی اندوہناک موت بھی ہم نے دیکھی ہے جنازہ میں ایک بیٹا، ۲ پوتے، تین نوکر اور چار نیاز مند تھے کل دس آدمی۔ اس وقت کی وزارتوں کے بیٹوں نے جو سلوک قلم و زبان کے اس دھنی سے کیا وہ کیسے بھول سکتا ہے۔"

اخبار "ریاست" دہلی کا ایک قابلِ قدر نوٹ درویشانِ قادیان کے متعلق

قادیان کے درویشوں کو پاسپورٹ کے سلسلہ میں اس سال بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جس پر سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون نے اپنے اخبار "ریاست" میں صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حسبِ ذیل نوٹ سپرد قلم کیا۔

"کیا قادیان کے احمدی غیر وفا شعار ہیں۔ مرحوم حضرت مرزا غلام احمد آف قادیان کے مقلد یعنی احمدی مذہبًا اور اصولاً ہر حکومتِ وقت کے وفا شعار ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ برسر اقتدار حکومت کے وفا شعار ہوں۔ چنانچہ اپنے اس مذہبی اصول کے مطابق ہی انہوں نے ہندوستان کی سیاسی تحریکوں میں کبھی حصہ نہ لیا اور یہ انگریزوں سے بھی ہمیشہ تعاون کرتے رہے اور انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد اب ان کی پاکستان میں

تو پوزیشن یہ ہے کہ پاکستان کے احمدی پاکستان گورنمنٹ کے وفادار ہیں اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کی قومی گورنمنٹ کے اخلاص کے ساتھ وفاشعار ہیں۔ مگر ان بیچاروں کی پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہ نازک پوزیشن ہے۔ پاکستان میں تو یہ وہاں کے مسلمانوں کے مظالم کا شکار ہوتے رہتے ہیں کیونکہ پاکستان کے مسلمان احمدیوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اور ابھی حال میں چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم پاکستان کی نئی سیاسی پارٹی سے بعض اصحاب نے صرف اس وجہ سے استعفیٰ دے دیا کہ یہ پارٹی احمدیوں کو بھی مسلمان سمجھتی ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ غیر احمدی مسلمانوں کا مذہبی مالیخولیا کب وہاں کے احمدیوں کے خلاف پہلے کی طرح پھر جہاد شروع کر دے اور ہندوستان میں احمدیوں کی پوزیشن یہ ہے کہ ان کا مسلمان ہونا اور مسلمان ہوتے ہوئے مشرقی پنجاب (جہاں گنتی کے صرف چند مسلمان اب باقی رہ گئے ہیں) میں رہنا ہی ہندوؤں اور سکھوں کی نگاہ میں اتنا بڑا جرم ہے جسے قابل معافی قرار نہیں دیا جاتا اور یہ واقعہ افسوسناک ہے کہ مشرقی پنجاب کا قریب قریب ہر سرکاری افسران کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھتا ہے اور اگر کبھی موقع ملے تو نیش زنی سے باز نہیں آتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان بیچاروں کے لیے ہر روز کوئی نہ کوئی نئی مصیبت پیدا ہوتی رہتی ہے چنانچہ اس سلسلے کے چند واقعات سُن لیجیے۔

قادیان کے احمدی حضرات کے کچھ عزیز تو قادیان اور ہندوستان کے دوسرے مقامات میں ہیں اور کچھ رشتہ دار پاکستان میں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مذہبی پیشوا یعنی موجودہ خلیفہ پاکستان کے مقام ربوہ (ضلع جھنگ) میں ہیں اور مذہبی اعتبار سے قادیان کے احمدیوں کا یہ فرض اور ایمان ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے پیشوا کے ساتھ روحانی تعلق قائم رکھیں اور وہ وہاں کے مذہبی جلسوں وغیرہ میں شامل ہوں مگر گورنمنٹ ہند ان کو پاسپورٹ دینے سے انکار کرتی رہی جس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے جب کبھی پاسپورٹ کے لیے درخواست دی اور یہ درخواست ضلع گورداسپور کے حکام کے پاس رپورٹ کے لیے بھیجی گئی تو مقامی پولیس کے چھوٹے افسروں نے ان کو پاسپورٹ دینے کے حق میں رائے نہ دی کیونکہ ان کے مسلمان ہونے کے باعث ان کو ہندو اور سکھ جرائم پیشہ قوم میں سے سمجھتے تھے اور ایسی رپورٹوں کی بنیادوں پر ہی ان کو پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا جاتا۔ چنانچہ چند برس ہوئے ان کے بعض لیڈر جب دہلی آئے اور انہوں نے حالات بتائے تو نہ صرف ان پر کیے جا رہے اس ظلم کے خلاف "ریاست" میں لکھا گیا بلکہ ایڈیٹر "ریاست" نے سردار پرتاپ سنگھ کیرون وزیر اعلیٰ پنجاب

سے زبانی بھی کہا جب کہ وہ دفتر "ریاست" میں تشریف لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو پاسپورٹ دیئے گئے اور یہ لوگ اپنے عزیزوں اور مذہبی رفیقوں سے ملنے کے لیے ربوہ (پاکستان) گئے۔ اس سلسلہ کی اب تازہ اطلاع ہے کہ قادیان کے ایک احمدی لیڈر ملک صلاح الدین ایم اے کے حقیقی چھوٹے بھائی پانچ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر ربوہ میں انتقال کر گئے اور ان کی والدہ بیمار ہیں اور ان کا فرض تھا کہ یہ اس موقع پر وہاں پہنچتے مگر آپ نے جب پاسپورٹ کی تجدید کے لیے درخواست کی تو ان کا پاسپورٹ منسوخ کر دیا گیا اور یہی سلوک دوسرے احمدی اصحاب کے ساتھ کیا جا رہا ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ پاسپورٹ کا غذی کارروائی اور مقامی ملازموں کی رپورٹ کے بعد دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ لوگ مسلمان ہیں کوئی سکھ یا ہندو ملازم نہیں چاہتا کہ ان کے لیے سہولت بہم پہنچائی جائے اور کانفی ڈنشل رپورٹیں ان کے خلاف کر دی جاتی ہیں۔

اگر کسی بھی احمدی کے خلاف کوئی سیاسی شکایت ہو تو اس کو پاسپورٹ نہ دیا جانا چاہیئے مگر جس صورت میں کہ یہ لوگ سیاسیات سے قطعی بے تعلق ہیں اور احمدی خالص مذہبی جماعت اور ہندوستان کی وفا شعار ہے اس جماعت کی اس پوزیشن میں احمدیوں کو پاسپورٹوں کا نہ دیا جانا انصاف قرار نہیں دیا جا سکتا اور ہماری خواہش ہے کہ پنجاب گورنمنٹ احمدی حضرات کی اس تکلیف پر ہمدردی کے ساتھ غور کرے اور اگر کسی بھی احمدی کے خلاف پولیس یا مقامی افسروں کو شکایت ہو تو یہ معاملہ کسی جوڈیشل افسر کے سپرد کر دیا جائے تاکہ یہ معصوم اور بے گناہ لوگ کانفی ڈنشل رپورٹوں کا شکار نہ ہوں"[۱]

مقدمہ کنج بہاری لال

۱۹۵۶ء میں کانگریس کے اجلاس امرتسر کے موقع پر جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے ایک ٹریکٹ "آسمانی تحفہ" کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کے جواب میں ایک معاندِ سلسلہ کنج بہاری لال نے ایک نہایت دلآزار ٹریکٹ "زمین کی پکار" شائع کیا۔ اس پر حکومت کی طرف سے اس کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۵ الف مقدمہ دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ اور ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے کی طویل شہادتیں استغاثہ کی طرف سے ہوئیں۔ اور یہ مقدمہ تقریباً اڑھائی سال تک جاری رہا۔ مقدمہ میں کنج بہاری لال نے سیدنا

---

[۱] ہفت روزہ ریاست دہلی ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ کالم ۲ تا ۴

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت کچھ زبان درازی اور تلخ کلامی کی۔ ایک دن جب عدالت برخواست ہوئی۔ تو اُس نے از راہِ شرارت بہت سی دلآزار باتیں عدالت کے عملہ کے سامنے جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس بانی علیہ السلام کے خلاف کہیں اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی کتاب "سلسلہ احمدیہ" کھول کر اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو لوگوں کو دکھایا۔ جونہی اس فوٹو پر حاضرین کی نظر پڑی تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ تم مرزا صاحب پر اعتراض کرتے ہو۔ لیکن فوٹو سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے مہا پُرش اور سنت آدمی تھے۔ یہ ریمارکس سُن کر کنج بہاری لال کو بہت شرمندگی ہوئی۔

اسی مقدمہ کے دوران اس نے "ذکرِ حبیب" (مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ) سے سیشن جج کو حضور اقدسؑ کا ایک فوٹو دکھایا۔ اس پر جج صاحب بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ فوٹو سے تو مرزا صاحب بہت نورانی معلوم ہوتے ہیں[1]

حضرت مصلح موعودؓ کی اہم نصائح

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۴؍ دسمبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

"دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر انسان کے قریب ہوں اور یہ کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ اور جس کے قریب خدا تعالیٰ ہو وہ اکیلا نہیں ہو سکتا۔ بے شک حضرت مسیح موعودؑ نے کشفی حالت میں اپنے بازو پر یہ تحریر فرمایا کہ "میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے" مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اکیلے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن حقیقۃً خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر خدا کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص اپنے آپ کو اکیلا کہتا ہے تو اس کی مثال اس بے وقوف کی سی ہوگی جو اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کہ رستہ میں ڈاکہ پڑا اور چور اُن کا مال لوٹ کر لے گئے۔ جب کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا تو اس نے کہا چور تے لاٹھی دو جنے میں تے باپو کلّے۔ پس جو خدا کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کہتا ہو کہ میں اکیلا ہوں تو یہ اس کی بیوقوفی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان

[1] الفرقان ربوہ درویشانِ قادیان نمبر ص ۵۶، ۵۷

الفاظ کے معنے ہیں کہ دنیا کی نظروں میں تو مَیں اکیلا ہوں لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

ابوبکرؓ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو دس بارہ لفنگوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچا سکیں۔ خدا تعالیٰ انہیں خود تباہ کر دے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں جو کہا گیا ہے کہ مَیں اکیلا ہوں اس کا یہی مطلب ہے کہ دنیا کو تو نظر نہیں آتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر وہ مجھ پر حملہ کریں گے تو وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے مَیں کامیاب و کامران ہوں گا۔ اور وہ ناکام و ذلیل ہوں گے۔ بہرحال قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہر شخص جو خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے اور اس سے مدد مانگے وہ اس کی مدد کے لیے تیار ہے اور اس کے بالکل قریب ہے صرف اتنا فرق ہے کہ درجہ کے لحاظ سے وہ کسی کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کی جلدی مدد کرتا ہے ورنہ وہ ہے سب کے قریب صرف وہ اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کوئی اسے پکارے اور جب کوئی اسے پکارتا ہے تو وہ کہتا ہے مَیں تیری مدد کے لیے تیار ہوں اب بتاؤ جس کے پاس اتنا بڑا نسخہ موجود ہو اسے بھلا دنیا کا کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری جماعت اکیلی ہے باقی سب لوگ ایک طرف ہیں اور ہم دوسری طرف لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لیے گو ہم دنیا کی نظر میں اکیلے ہیں مگر درحقیقت ہم اکیلے نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور اگر کوئی ہم پر حملہ کرے گا تو وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ ہمارے اور دشمن کے درمیان خدا تعالیٰ حائل ہو جائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی چوٹ خدا تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ چوٹ لگانے والے کا ہاتھ خود مفلوج ہو جائے گا اور اس کی چوٹ الٹ کر اسی پر پڑے گی۔ پس اس گُر کو یاد رکھو اور قیامت تک اسے یاد رکھتے چلے جاؤ کہ ہر مصیبت پر خدا تعالیٰ کو پکارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت ایسی نہیں آسکتی جس میں خدا تعالیٰ

تمہاری مدد نہ کرے اور دشمن کا خطرناک حملہ بھی خدا تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بشرطیکہ تم حرام خوری نہ کرو۔ بے ایمانی نہ کرو۔ بددیانتی نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تقویٰ کرو۔ ظلم نہ کرو۔ کسی پر تعدی نہ کرو۔ کسی کی ذلت اور بدنامی نہ کرو۔ منافقت نہ دکھاؤ۔ فساد نہ کرو۔ اگر تم ایسے ہو جاؤ گے تو ہر قدم پر اور ہر میدان میں خدا تعالیٰ تمہارا ساتھی ہوگا یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے جو اصدق الصادقین ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تم ہمیشہ کامیابی اور بامرادی دیکھو گے [1]

ایک دردناک حادثہ

انہی دنوں سیالکوٹ میں ایک دردناک حادثہ پیش آیا جس میں ایک مخلص اور قدیم احمدی خاندان کے بہت سے افراد زخمی ہوگئے اور بعض خواتین وفات پاگئیں جن میں سید ناصر شاہ صاحب کی اہلیہ بھی تھیں جن کا جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۷ ار دسمبر ۱۹۵۶ء کو نماز جمعہ کے بعد پڑھا اور خطبہ جمعہ میں بتلایا کہ :۔

"باہر ایک جنازہ پڑا ہے۔ یہ جنازہ سیالکوٹ سے آیا ہے۔ چند دن ہوئے وہاں ایک خطرناک حادثہ ہوا۔ اور جس خاندان میں یہ حادثہ ہوا۔ وہ احمدیت قبول کرنے کے لحاظ سے ضلع سیالکوٹ میں اوّل نمبر پر تھا۔ یعنی میر حامد شاہ صاحب مرحوم کا خاندان۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ تو اس وقت بھی اس خاندان میں ہی ٹھہرے تھے۔ سید ناصر شاہ صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیقوں میں سے تھے۔ ان کے ایک لڑکے کی وہاں شادی تھی۔ ہمارے ملک میں رواج ہے۔ کہ عورتیں دولہا کو اندر بلا لیتی ہیں۔ اور اسے تحفے وغیرہ دیتی ہیں۔ چنانچہ اسی دستور کے مطابق عورتوں نے دولہا کو مکان کی دوسری منزل پر بلایا۔ ابھی عورتیں دولہا کو تحائف ہی دے رہی تھیں کہ اوپر کی چھت نیچے آگری۔ اور پھر اس چھت کے بوجھ کی وجہ سے نیچے کی چھت بھی گر گئی۔ نیچے مرد تھے۔ ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد زخمی ہوئی۔ اور اوپر کی چھت پر جو عورتیں تھیں ان میں سے بھی کچھ زخمی ہوئیں۔ اور کچھ فوت ہوگئیں۔ چنانچہ دو جنازے پہلے آئے تھے۔

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ یکم مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

اور ایک نعش آج آئی ہے ۔ یہ نعش سید ناصر شاہ صاحب کی اہلیہ کی ہے ۔ ان کے لڑکے کی شادی تھی اور اسی سلسلہ میں یہ وہاں گئی تھیں ۔ چھت گرنے کی وجہ سے زخمی ہوئیں اور بعد میں فوت ہوگئیں نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا ۔"[۱]

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا نیا اعزاز

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ایم اے (ریاضی فزکس) پی ایچ ڈی (کنٹب) جو کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دے رہے تھے ۔ اس سال امپریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لنڈن میں پروفیسر مقرر ہوئے آپ کے اس نئے اعزاز میں سائنس کے مشہور رسالے NATURE میں NEWS AND VIEWS کے تحت جو نوٹ شائع ہوا ۔ اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے :۔

" ڈاکٹر عبدالسلام لیکچرار کیمبرج یونیورسٹی کو حال ہی میں امپریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لنڈن میں یونیورسٹی پروفیسر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر سلام ایک بیدار مغز عالم ریاضیات ہیں اور انہیں نظریاتی فزکس کے میدان میں بین الاقوامی شہرت حاصل ہے ۔ حال ہی میں جو نیا دی ذرات دریافت ہوئے ہیں ان کی ماہیت سے متعلق سائنسی نظریوں کی تشکیل میں انہوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے ان میدانوں میں سائنس کے ان خصوصی شعبوں میں ان کی سرگرمیوں کو وہاں اور بھی زیادہ شرف قبول حاصل ہوگا ۔ وہاں انہیں ایسے ساتھی سائنسدانوں کی رفاقت میسر آئے گی ۔ جو ایسی تحقیقات کے تجرباتی حصہ میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں ۔ ڈاکٹر سلام کی ابتدائی تعلیم پنجاب یونیورسٹی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ جہاں سے ۱۹۴۶ء میں آپ نے ایم اے کی ڈگری حاصل کی ۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے کیمبرج یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی اور وہیں سے ۱۹۵۱ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اسی سال وہ سینٹ جانز کالج کیمبرج میں سائنس کی ایک خصوصی تحقیقات کے لیے منتخب کیے گئے ۔ ڈاکٹر سلام ریاضی کے شعبوں میں اعلیٰ عہدوں پہ فائز رہے ہیں ۔ ۱۹۵۱ء میں وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں انہیں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ریاضیات کا صدر مقرر کیا گیا ۔ ۱۹۵۴ء سے وہ کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچرار کے طور پہ کام کر رہے تھے ۔ ۱۹۵۵ء میں جنیوا کے مقام پر ایٹمی طاقت کے پُرامن استعمال سے متعلق جو کانفرنس

---

[۱] الفضل یکم مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۶

منعقد ہوئی تھی۔ اس میں آپ نے سائنسی سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔

پروفیسر سلام کے تقرر کے بعد اب امپریل کالج میں پروفیسروں کی تعداد چار ہوگئی ہے۔

۱۔ پروفیسر ایچ جونز جو متعلقہ شعبہ کے صدر ہیں۔

۲۔ پروفیسر جی۔ اے برنارڈ جو اعداد و شمار کے پروفیسر ہیں۔

۳۔ پروفیسر ڈبلیو کے ہے مین جو PURE MATHEMATICS کے پروفیسر ہیں اور

۴۔ پروفیسر عبدالسلام آپ کا تعلق کلی طور پر APPLIED MATHEMATICS اور ریاضیاتی فزکس سے ہوگا۔[1]

ربوہ میں ٹیلیفون ایکسچینج کا قیام

۲۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو ربوہ ٹیلیفون ایکسچینج کا قیام عمل میں آیا دفاتر صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید اور رہائشی مکانات میں ٹیلیفون لگ گئے۔ اس طرح تمام دنیا سے مرکز احمدیت کا براہ راست رابطہ قائم ہوگیا۔[2]

وزیر اعظم چین کو قرآن مجید کا تحفہ

اس سال کے آخری ایام میں وزیر اعظم چین مسٹر چو این لائی ڈھاکہ تشریف لائے۔ آپ کو مولوی علی انور صاحب نے انگریزی ترجمہ قرآن کا تحفہ پیش کیا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب چو این لائی کو ایڈریس پیش کیا گیا جس میں بتایا گیا کہ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں عالمگیر امن اور انسانی اخوت کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ مشرق و مغرب کے اکثر ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہیں دنیا کی مختلف زبانوں میں جماعت کی طرف سے قرآن کے تراجم شائع کیے جا رہے ہیں۔

قرآن مجید کا تحفہ چینی عوام سے انتہائی محبت و خلوص کے اظہار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحفہ عالمگیر امن اور انسانی اخوت کے انتہائی ارفع و اعلیٰ اصولوں کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ پاک چین دوستی مستحکم رہے۔[3]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ر جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ ؛ [2] الفضل ۳۰ر دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۸

[3] الفضل ۳ر جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

۱۹۵۶ء میں بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں

جماعت احمدیہ کے بیرونی مشنوں نے اس سال اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کر دیں جیسا کہ آئندہ تفصیل سے عیاں ہوگا۔

لنڈن مشن

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر ستمبر ۱۹۵۵ء سے جماعت احمدیہ لنڈن نے ہر اتوار کو باقاعدہ اجلاس شروع کر دیئے تھے جن میں غیر مذاہب کے بعض نمائندوں کو تقریر کے لیے دعوت دی جاتی تھی۔ چنانچہ پادریوں۔ پارلیمنٹ کے ممبروں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کو لیکچر کے لیے مدعو کیا گیا۔ یہ مفید تبلیغی سلسلہ ۱۹۵۶ء میں بھی زور شور سے جاری رہا۔ چنانچہ لنڈن مشن نے متعدد تقاریب کا اہتمام کر کے کئی اہم شخصیتوں تک پیغام حق پہنچایا۔ بعض اجلاسوں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ ۲۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو MR. DRISKELL چائے پر مدعو تھے۔ ان کے ہمراہ پانچ افراد بھی تھے انہوں نے SONSHIP OF JESUS CHRIST OF GOD پر اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا۔ مودود احمد خاں صاحب امام بیت الفضل لنڈن نے قرآن کریم کی رو سے واضح کیا کہ یہ نقطہ نظر غلط ہے۔ میر عبدالسلام صاحب نے ثابت کیا کہ بائبل کی صحت مشکوک ہے اس لیے اس پر کسی دعویٰ کی دلیل ٹھہرانا غلط ہے

۲۔ ۱۲ فروری کو آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اور برطانیہ کے مشہور قانون دان MR. HART نے "سزائے موت" کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔

آپ کے لیکچر کے بعد امام بیت الفضل لنڈن نے اسلامی قانون میں سزائے موت اور اس کی پُر حکمت شرائط اور اسلامی قصاص کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

۳۔ ۲۶ فروری کو احمدیہ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک اجلاس میں مسٹر COMMONT JORDINE مدعو تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے ان کا تعارف کرایا جس کے بعد صاحب موصوف نے عیسائیت کے تین عظیم تہواروں پر اپنا مذہبی نقطہ نگاہ پیش

کیا جس کے جواب میں صدر مجلس محترم سید عبد السلام صاحب نے اسلامی تعلیم سے متعارف کرایا۔

۴۔ ۱۱ر مارچ کو مسٹر کرلنڈٹن (جنرل سیکرٹری انٹر یونیورسٹی فیلوشپ آف لندن) مختلف کالجوں کے طلباء سمیت مشن ہاؤس تشریف لائے اور "مسیح نجات دہندہ" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ مولود احمد خانصاحب نے اپنی جوابی تقریر میں جماعت احمدیہ کے مسلک کی ایسی عمدہ ترجمانی کی کہ فاضل مقرر نے کہا۔ اگر فی الواقعہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا تو پھر عیسائی مذہب کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے اور اس کی تمام عمارت کا منہدم ہونا یقینی ہے ؎

۵۔ ۴ر اپریل کو DR. FAIRBRAIN نے "سائنس اور عیسائیت" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ بعد ازاں علمی مذاکرہ ہوا۔ جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، سید محمود احمد صاحب ناصر، ملک عطاء الرحمٰن صاحب سابق مبلغ فرانس اور سید داؤد احمد صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔

۶۔ پروفیسر انڈرسن (ANDERSON) (لندن یونیورسٹی میں شعبہ قوانین شرق کے صدر) نے ایک کتاب "ISLAMIC LAW IN EAST AFRICA" لکھی جس میں قتل مرتد کے عقیدہ اسلام کی طرف منسوب کیا۔ ۸ر اپریل کو امام بیت الفضل لنڈن نے اس غلطی کے بارہ میں مفصل تبادلہ خیالات کیا جس پر پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ احمدیت اسلام کی نہایت معقول شکل ہے۔

۷۔ ۲ر جون کو مسٹر گنگ (یونیسکو کی تعلیمی کمیٹی کے صدر) مدعو تھے۔ آپ نے مشرقی اور مغربی اقدار کی نوعیت پر لیکچر دیا۔ اس موقعہ پر محترم مولود احمد خاں صاحب نے بین الاقوامی امن سے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا۔

۸۔ ۲۴ر جون کو برطانیہ کے ایک وزیر مسٹر اینک پاول کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا۔ آپ برطانوی پارلیمنٹ کے ممتاز رکن رہے تھے۔ جنگ عظیم کے دوران فوج میں بریگیڈیر تھے اردو خوب جانتے تھے۔ مولانا حالی سے متاثر بھی تھے اور ان کے مداح بھی اس تقریب کا آغاز مولود احمد خان صاحب کے خطاب سے ہوا جس میں آپ نے واضح کیا کہ دنیا میں اسلام پرامن جدوجہد اور تبلیغی مساعی کے ذریعہ پھیلا ہے

؎ الفضل ۱۵ر مارچ، ۲ر نومبر ۱۹۵۶ء

اور اپنے ارفع و اعلیٰ روحانی نظام کے بل بوتے پر ہی دنیا میں قائم و دائم چلا آ رہا ہے اور روحانی طاقتوں کی بدولت آئندہ بھی دنیا میں ایک مرتبہ پھر عروج پکڑے گا۔

اس کے بعد مسٹر اینک پادل نے ایک تقریر کی جس میں انہوں نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ مستقبل قریب میں اسلام کے دوبارہ ابھرنے اور عروج پکڑنے کے آثار ابھی سے نمایاں ہیں۔[1]

ہالینڈ مشن

۱۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو شام کے ۸ بجے ہیگ کی مشہور بلڈنگ "ڈیرن ٹاؤن" میں لائڈن کے ایک قابل مستشرق پروفیسر ڈاکٹر ڈریوس کی صدارت میں جلسہ سیرت النبیؐ کی اہم اور مبارک تقریب منعقد ہوئی جس سے حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ مقیم ہالینڈ، مولوی ابوبکر ایوب صاحب، ڈاکٹر ہڈنگ (لائڈن کے ایک مستشرق) اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے خطاب فرمایا۔ حضرت چوہدری صاحب کا فاضلانہ لیکچر سامعین نے بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنا۔[2]

۲۔ جماعت احمدیہ ہالینڈ کے ایک وفد نے، جو حافظ قدرت اللہ صاحب اور مولوی ابوبکر ایوب صاحب پر مشتمل تھا، ۲۳ اکتوبر کو انگریزی ترجمہ قرآن کا ایک تحفہ پریذیڈنٹ آف لائبیریا مسٹر ولیم ٹب مین WILLIAMS .TUBMAN کو پیش کیا۔ پریذیڈنٹ موصوف نے تحفہ کو قبول کرتے ہوئے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور جماعت احمدیہ کا ذکر بڑی قدردانی کے جذبات سے کیا۔ یہ خبر مقامی پریس میں بھی شائع ہوئی۔[3]

۳۔ ماہ نومبر ۱۹۵۶ء میں ہالینڈ کے ایک منظم کیتھولک گروپ کی طرف سے احمدیہ مشن ہالینڈ کو یہ دعوت موصول ہوئی کہ مؤرخہ ۱۰ دسمبر کو وہ اُن کے ہاں آ کر اس موضوع پر تبادلہ خیال کریں۔

"ہم مسیح کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟"

اس موقع کے لیے انہوں نے تجویز کیا کہ ۵ نمائندگان کیتھولک گروپ کی طرف سے اور پانچ ہی احمدیہ

---

[1] الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴ - الفضل ۲۸ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

[2] الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ [3] الفضل ۴ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

مسلم مشن کی طرف سے اس بحث میں حصہ لیں گے ۔ اور بحث کا طریق یہ ہوگا کہ پہلے احمدی اسلامی نقطہ نگاہ سے مقررہ موضوع پر ۱/۲ ۴ منٹ تقریر کریں گے ۔ اور پھر کیتھولک گروپ کا نمائندہ اس بارے میں اپنے خیالات حاضرین کے سامنے پیش کرے گا ۔ اس کے بعد یہ دونوں گروپ ایک دوسرے سے وضاحت طلب امور کے مطابق اگر کچھ پوچھنا ہو تو استفسار کریں گے ۔ اور پھر وقفہ کے بعد پبلک کو سوالات کا موقع دیا جائیگا۔

احمدیہ مشن کے لیے ایسی دعوت طبعی طور پر بڑی مسرت کا موجب تھی ۔ چنانچہ اسے قبول کر لیا گیا۔ اور اس کے لیے تیاری شروع کر دی گئی ۔ ھالینڈ کے مذہبی ماحول میں ایسے مباحثات اور تبادلہ خیالات کے مواقع ہمیشہ ہی بڑی دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں ۔ خصوصاً جب کہ ایک فریق اسلام کا حامی ہوا اور دوسرا عیسائیت کا اور کوئی مشہور مقرر ایسے مباحثات میں حصہ لے رہا ہو تو پبلک کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے ۔ جیسا کہ اس مباحثہ میں ہوا ۔ کیونکہ کیتھولک گروپ کے ایک مشہور اور قابل پادری یاستما اس میں حصہ لے رہے تھے ۔ جن کی قابلیت پورے ملک میں مسلّم تھی ۔ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جو ۵ افراد تجویز ہوئے ان کے نام یہ ہیں ۔ مولانا ابوبکر ایوب صاحب سماٹری ۔ حافظ قدرت اللہ صاحب ۔ مس ناصرہ زمان ۔ مسٹر عبداللہ خان اونک ۔ مسٹر عبداللطیف دی میدان ۔ ابتدائی تقریر کے لیے مصلحتہً مکرم عبداللطیف دی میدان کا نام تجویز کیا گیا ۔ جنہوں نے اس کام اور اس کی ذمہ داری کو خوشی سے قبول کیا ۔ اور نہایت احسن رنگ میں اسے سرانجام دیا ۔ مباحثہ کے لیے ۸ بجے شام کا وقت مقرر تھا ۔ مگر لوگ اس خیال سے کہ ہال کی جگہ کہیں پُر نہ ہو جائے ساڑھے سات بجے ہی آنا شروع ہو گئے ۔ اور وقت سے پہلے ہی ہال کھچا کھچ بھر گیا ۔ اور بعد میں آنے والوں کو کھڑا رہنے کے سوا چارہ نہ رہا ۔

آخر وہ وقت جسکا پبلک بڑی بے تابی سے انتظار کر رہی تھی آن پہنچا ۔ اور احمدی نمائندہ نے اپنی تقریر شروع کی ۔ انہوں نے یہ امر واضح کیا کہ مسیح کا وجود ہمارے لیے کوئی غیر موجود نہیں ۔ بلکہ مسیح پر ایمان لانا اور اس کا ویسے ہی احترام کرنا جیسے ہم دوسرے انبیاء کا احترام کرتے ہیں ہمارے عقاید اور ایمانیات کا جزو ہے ۔ اور ہم اسے قرآنی تعلیم کی رو سے اعلیٰ روحانی صفات سے متصف قرار دیتے ہیں اس کے بن باپ ولادت کے قائل ہیں ۔ اور آپ کی والدہ کو نہایت پاکباز اور اعلیٰ روحانی صفات سے متصف یقین کرتے ہیں ۔ مگر ان کی الوہیت کے بارے میں ہم آپ کی ہمنوائی کرنے سے قاصر ہیں ۔ کیونکہ یہ چیز نہ عقل سے ثابت ہے نہ نقل سے اس طرح ہم مسیح کی صلیبی موت کے بھی قائل نہیں ۔ جو بائبل کی رو سے اس کے لعنتی اور اس

کے جھوٹا ہونے کی دلیل بن جاتی ہے۔ بہر حال انہوں نے اپنے نظریہ کو اس درجہ معقولیت نرمی اور محبت کے جذبہ کے ساتھ پیش کیا کہ حاضرین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس تقریر کے بعد پادری پاسمانے اُٹھ کر پہلے بڑی لمبی چوڑی تمہید باندھی۔ اور پھر خالص فلسفیانہ انداز میں اِدھر اُدھر کے چکر دے کر کسی قدر مبہم سے پیرائے میں الوہیت مسیح اور تثلیت کے جواز میں بائبل کی چند ایک عبارات پیش کی۔ اور اس طرح اپنا وقت ختم کر دیا۔

پادری موصوف کی تقریر سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ الوہیت مسیح کے دعویٰ کو واضح طور پر پیش کرنے اور اس کا صاف صاف اقرار کرنے میں تامل کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس دعویٰ کو پیش کر کے اس کے دلائل کے میدان میں پیش آمدہ مشکل سے عہدہ برآ ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پادری صاحب موصوف کی اس تقریر سے حاضرین کو مایوسی ہوئی۔ مگر اصل بحث کا میدان آگے آیا۔ جبکہ احمدیہ وفد کیطرف سے پادری صاحب موصوف پر جرح شروع ہوئی جس میں مولانا ابوبکر ایوب صاحب اور مسٹر عبداللہ خالصاحب اونک نے خاص طور پر حصہ لیا۔

پادری صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں گو بڑی ہوشیاری سے براہ راست بحث کے موضوع پر بولنے سے گریز کی راہ اختیار کی۔ اور کوئی دعویٰ بھی معین طور پر پیش نہ کیا تھا مگر احمدی مقررین کی طرف سے ان کی ہر بات کا اور ہر اشارے کا ایسا مدلل جواب دیا گیا۔ کہ ان کا تمام بیان بے حقیقت ہو کر رہ گیا۔

نمائندگان کی باہمی بحث اگرچہ بہت دلچسپ تھی مگر اس نے خاصہ وقت لے لیا۔ حتیٰ کہ پبلک کے لیے سوالات کا موقعہ بہت کم رہ گیا۔ تاہم انہیں محروم رکھنا بھی مناسب نہ سمجھا گیا۔ اس لیے کوئی نصف گھنٹہ کے قریب وقت دیا جا سکا۔ اس مباحثہ کے موقع پر بھاری اکثریت عیسائیوں کی تھی جن میں صرف چند گنتی کے احمدی تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ سارا وقت احمدی ہی مباحثہ پر چھائے رہے۔ عیسائی نمائندے کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ مذہبی عقائد میں عقل کا دخل نہیں۔ اس پر احمدی وفد نے ان پر زبردست تنقید کی اور یہ کہہ کر انہیں بالکل خاموش کرا دیا کہ اگر آپ لوگ دلائل سے کسی حقیقت کو ثابت کرنے کے قائل نہیں تو تبادلۂ خیالات اور مشنریوں اور پادریوں کو باہر بھجوانے کے کیا معنے۔ آپ لوگ اپنے عقائد کو لے کر اپنے گھروں میں کیوں نہیں بیٹھ جاتے۔ یہ ایسی معقول بات تھی کہ کیتھولک نمائندہ کو مباحثہ کے آخر میں یہ اعتراف کرنا پڑا۔ کہ دراصل الوہیت اور تثلیث

جیسے باریک مسائل واضح کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ آپ ہمیں معذور سمجھیں یہ اعتراف عیسائیت کی کھلی شکست اور اسلام کی واضح کامیابی کا مُنہ بولتا ثبوت تھا۔ یہ کامیاب مباحثہ سوا گیارہ بجے شب بخیر و خوبی ختم ہوا۔[1]

۴۔ ایک جلسہ میں ایک عیسائی فاضل ڈاکٹر ڈی ینگ نے "صرف چار اناجیل کیوں" کے موضوع پر تقریر کی جس میں اناجیل کو دلائل کی رو سے غیر مستند قرار دیا گیا۔ ان دلائل کو سنکر مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک پادری صاحب نے سوالات کے ذریعہ تقریر کے اثر کو زائل کرنے کی ناکام کوشش کی پھر کہا کہ وہ ایک بڑے پادری کو احمدیہ مشن ہاؤس میں تقریر کرنے کے لیے آمادہ کرے گا۔ جماعت نے اس پیشکش کو خوشی سے قبول کیا مگر کوئی پادری صاحب سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔[2]

۵۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت انصاف ان دنوں ہیگ میں ہی قیام فرما تھے ہالینڈ مشن کو دینی سرگرمیوں میں آپ کا خصوصی اور مشفقانہ تعاون حاصل رہا۔ مثلاً ملک کے بلند پایہ مجلہ "انٹرنیشنل سپیکٹ" کی درخواست پر آپ نے "اسلام اور بین الاقوامی تعلقات" کے موضوع پر ایک فاضلانہ مضمون سپرد قلم فرمایا جسے ادارہ نے الگ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا۔

۶ راگست ۱۹۵۶ء کو جرمنی، فرانس، انگلینڈ، امریکہ، ایران، ڈنمارک، ترکی، پولینڈ اور ہالینڈ کے متعدد طلباء مشن ہاؤس میں آئے۔ آپ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے جماعت کا تعارف کرایا۔ اتحاد اور امن کے بارہ میں اسلامی نقطہ نگاہ واضح فرمایا اور ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔[3]

سپین مشن | مبلغ سپین مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کی تبلیغی مساعی سے اس سال دس ہسپانوی افراد نے قبول احمدیت کی توفیق پائی۔

عوام میں اسلام کے متعلق ایسی دلچسپی پیدا ہوگئی کہ روزانہ چار بجے شام کے بعد تیس چالیس افراد ملاقات کے لیے پہنچ جاتے تھے۔ آپ ان سے خطاب فرماتے سپین کے نومسلم احمدی بھائی ان کے سوالات کا

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴ [2] روزنامہ الفضل ۸ دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ (رپورٹ حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ) [3] الفضل ۹ دسمبر ۱۹۵۶ء

جواب دیتے اور یہ سلسلہ گفتگو رات گیارہ بجے تک جاری رہتا۔

مشن کے ذریعہ اس سال ڈومینکن ری پبلک، امریکہ، اگوائی اور فلپائن کے سفر اور عزناطہ کالج کے بعض طلباء اور خواتین تک بھی پیغام حق پہنچا۔[1]

امریکہ مشن اس سال ڈیٹرائٹ میں ایک نیا مشن کھولا گیا، وسیع پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت کی گئی اور تقریباً تیس افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے علاوہ ازیں انچارج مشن امریکہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نے فروری ۱۹۵۶ء میں ملک کا ایک کامیاب تبلیغی دورہ کیا جو دو ہزار میل پر مشتمل تھا۔ دوران سفر آپ کو کئی ایک اہم اداروں میں تقاریر کرنے اور ریڈیو اور پریس کے نمائندوں کو انٹرویو دینے کے مواقع میسر آئے۔ اس سفر کی ابتداء ہیو فورڈ ہنسولونیا سے ہوئی۔ جہاں آپ نے ایک عیسائی فرقہ کے مرکزی کالج میں "اسلام کی روحانی قوت اور قیام امن" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد گھنٹہ بھر سوالات کے جوابات دیئے۔ ایک اور کالج میں ۱۲سو طلباء کے سامنے آپ نے "امن عالم میں اسلامی تعلیم کی اہمیت" کے موضوع پر دو بار خطاب کیا۔ ایک تقریر ALBION RADIO سے نشر کی گئی جس کی وجہ سے کالج کے علاوہ مقامی ہائی سکول بلکہ جونیئر سکول کی طرف سے بھی طلبہ میں الگ لیکچرز دینے کی تاکیدی دعوت موصول ہوئی۔ اگرچہ آپ کو کالج میں روزانہ چھ چھ سات سات تقاریر کرنا پڑیں آپ نے ان کی خواہش کی بھی تعمیل کی۔ اور ان طلبہ کے سوالوں کے ایسے مؤثر رنگ میں جواب دیئے کہ کئی طلبہ نے اس اسلامی نقطہ نگاہ کے ساتھ پُرزور اتفاق کیا۔ تین دنوں میں آپ کی پندرہ تقاریر ہوئیں جن میں سے بعض کے عناوین یہ تھے:-

(۱) اسلام میں اسرائیلی انبیاء کا مقام (۲) قرآن کا بحیثیت روحانی صحیفہ بائبل سے مقابلہ۔
(۳) قرآن کا اسلوبِ بیان (۴) اسلامی فتوحات کی تاریخ اور ان کا پس منظر۔
(۵) اشاعت دین اور تعلیم اسلام (۶) اسلام میں شادی اور طلاق کے مسائل۔
(۷) مسلمانوں کی اہلی زندگی پر تعلیم اسلام کا اثر (۸) امریکہ میں اسلام۔ (۹) جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد اور کارنامے (۱۰) واقعہ صلیب۔ قرآن اور بائبل۔ الغرض یہ تبلیغی دورہ ہر اعتبار سے

---

[1] الفضل ۸ جولائی و ۱۶ اپریل ۱۹۵۶ء

کامیاب رہا۔

اس طویل سفر کے علاوہ آپ واشنگٹن سے تیس چالیس میل دور ہر ماہ تبلیغی دورہ پر تشریف لے جاتے رہے۔ اور پندرہ افراد نے احمدیت قبول کی آپ نے کلیولینڈ کی ایک تقریب شادی میں دو سو افراد کو پیغام حق پہنچایا۔ اخبارات نے اس تقریب کی خبر شائع کی۔

چوہدری صاحب نے نیویارک اور پٹس برگ کا بھی دورہ کیا۔ پٹس برگ میں بجٹ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں آپ کے علاوہ مولوی نورالحق صاحب انور اور مقامی ممبران بھی شامل ہوئے۔ آپ تین دفعہ نیویارک تشریف لے گئے۔

آپ نے ہارورڈ یونیورسٹی[1] (HARWARD UNIVERSITY) کے پروفیسروں سے ملاقات کی اور دینی لٹریچر پیش کیا۔ آپ کے ساتھ سید جواد علی صاحب سیکرٹری امریکہ مشن بھی تھے۔ افریقہ ہاؤس کے تحت ایک دلچسپ مناظرہ ہوا۔ جس میں آپ اور بشیر الدین اسامہ صاحب شامل ہوئے۔

امسال واشنگٹن کے مرکز سے ۴۰ ہزار کی تعداد میں چار نئے پمفلٹ شائع کیے گئے جس پر بیسیوں خطوط مشن کو مزید معلومات دینے کے لیے موصول ہوئے۔ ایک پمفلٹ "HOW JESUS SURVIVED CRUCIFIXION" پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ مشن کی طرف سے سید جواد علی صاحب نے جاپان، انڈونیشیا، فلپائن، سنگاپور، مشرق وسطیٰ، ممالک عربیہ اور افریقہ کو لٹریچر ارسال کیا۔ آپ نے ڈیٹرائٹ، کلیولینڈ، ٹیکس ٹاؤن، پٹس برگ اور ڈیٹن کا دورہ بھی کیا۔

---

[1] امریکہ کی مشہور یونیورسٹی۔ اسے اعلیٰ تعلیم کے لیے کیمبرج، میساچوسٹس میں ۱۶۳۶ء میں کالج کی حیثیت سے قائم کیا گیا۔ بعدازاں اس کے لیے جان ہارورڈ (JOHN HARWARD) نے عطیہ کے طور پر کتابیں اور کچھ رقم بھی دی۔ ۱۷۸۲ء میں اس میں ایک طبی مدرسہ بھی شامل تھا۔ بیسویں صدی عیسوی میں اس کا شمار امریکہ کی مشہور یونیورسٹی میں ہونے لگا۔
(اردو جامع انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ ہارورڈ یونیورسٹی مدیر اعلیٰ مولانا حامد علی خاں ناشر شیخ نیاز احمد لاہور مطبوعہ ۱۹۸۸ء)

مولوی نورالحق صاحب انور نے فلاڈلفیا اور باسٹن کے تبلیغی سفر کئے عبدالشکور صاحب کنزے سے ملاقات سینٹ لائیس اور انڈیا ناپولس تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے چار سو کے قریب غیر مسلم معززین کو آنحضرت کے متعلق اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا نیز انگلش اسپیکنگ یونین کے صدر اور فرنچ قونصلیٹ کے افسراعلی سے انفرادی ملاقاتیں کر کے پیغام حق پہنچایا۔

اس سال جماعت احمدیہ امریکہ کی نویں سالانہ کانفرنس یکم ستمبر ۱۹۵۶ء کو منعقد ہوئی جس میں دو سو مندوبین نے شرکت کی اور خلافت سے وابستگی اور اس کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا۔

کانفرنس میں جماعت کی توسیع و ترقی مالی و تعلیمی معاملات کے متعلق پروگرام کی تدوین کے لیے متعدد سب کمیٹیوں کی تشکیل کی گئی۔ لجنہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے اجلاس بھی ہوئے۔ عام اجلاس میں نہایت ایمان افروز تقاریر ہوئیں۔ مقامی اخبارات نے کانفرنس کی کارروائی شائع کی[1]

مشرقی افریقہ مشن

مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ کی زیر نگرانی مبلغین احمدیت فریضہ تبلیغ کی بجا آوری میں دن رات مصروف رہے۔

کینیا (۱) مولوی محمد منور صاحب نے نیروبی ریڈیو اسٹیشن سے رمضان، عید الفطر، اخلاق حسنہ اور عید الاضحیہ کے موضوع پر تقریریں کیں جو مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقوں میں پسند کی گئیں مشن کے شائع کردہ سواحیلی ترجمہ قرآن کی مقبولیت میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ کینیا کے ایک تاجر نے لکھا:۔

"جب سے میں نے ترجمۃ القرآن سواحیلی خریدا ہے اسے دن رات پڑھتا رہتا ہوں اور مجھے ہرگز تھکان محسوس نہیں ہوتی۔ اس قرآن مجید کے ذریعہ میں اسلام اور قرآن کی خوبیوں کو اچھی طرح سمجھنے لگا ہوں۔ جو شخص اس کا مطالعہ نہیں کرتا وہ اسلام کی بہت سی خوبیوں سے ناواقف رہتا ہے"۔

ناسالینڈ کے ایک شیخ نے یہ تبصرہ کیا کہ:۔

"اس صدی میں مسلمانوں کی ایک بیدار کرنے والی جماعت میدان میں آئی ہے جس نے قرآن مجید کی تعلیم اور اسلام کی خوبیاں پھیلانے کا بیڑا اٹھایا ہے انہوں نے جو قرآن مجید شائع کیا ہے اسے

---

[1] الفضل ۲۹ مارچ۔ ۴ ستمبر، ۶ ستمبر، ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء و الفضل ۳ مئی ۱۹۵۷ء۔

پڑھنے سے انسان کی جہالتیں دور ہو جاتی ہیں .... عیسائی ان کے حملوں سے خوفزدہ ہیں اور ان کے دھوکے اور فریب بھوسے کی طرح اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔"

مسلمانان مشرقی افریقہ تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے تھے جس کا اصل موجب شیوخ تھے جو مسلمان بچوں کو سکول میں پڑھنے سے روکتے تھے کیونکہ ان کے قریب ایسا کرنا ایمان کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف تھا اس کے برعکس احمدیہ مشن بڑی جواں مردی اور استقلال سے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھا چنانچہ اس سال جماعت احمدیہ کی کانفرنس میں خاص طور پر ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں ٹانگانیکا کی حکومت کو پُر زور الفاظ میں توجہ دلائی گئی کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرے یہ خبر انگریزی اور سواحیلی اخبارات میں چھپی اس کے بعد حکومت کا جواب بھی چھپا کہ وہ مسلمانوں کی امداد کے لیے تیار ہے اس سے مسلمانوں میں قدرے بیداری پیدا ہوئی۔ کینیا اور یوگنڈا کی حکومتوں پر بھی اس کا اچھا اثر ہوا اور انہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر بنانے کی سکیمیں بنائیں۔ جون ۱۹۵۶ء میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب اور مولوی محمد منور صاحب کسوموں کے علاقہ میں تشریف لے گئے اور احمدی احباب کے مشورہ سے احمدی بچوں کے لیے ایک سکول جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔

مولوی محمد منور صاحب نے اخبار احمدیہ کے ۱۴ صفحات سائیکلوسٹائل کر کے جماعتوں میں بھجوائے آپ نے خدام الاحمدیہ نیروبی کے زیر انتظام تبلیغی کلاس جاری کر کے نوجوانوں کو مسائل سے آگاہ کیا۔ نیز ترجمۃ القرآن اور دوسرے لٹریچر کے ۵۰۸ پیکٹ بھجوائے۔

ایسے سینیا میں ایک احمدی سے ظالمانہ سلوک کیا گیا۔ اس کے بارہ میں آپ نے انگریزی پریس کو خطوط لکھے۔ ٹانگانیکا پریس نے اس خبر کو نمایاں شائع کیا جس سے جماعت کا چرچا ہوا [1]

۲۔ مولوی عنایت اللہ صاحب خلیل نے دوران سال ۲۰۷۱ میل تبلیغی سفر کیا۔ ۲۰ دورے کیے۔ تین ہزار افراد کو زبانی تبلیغ کی۔ چار ہزار سے زائد اشتہارات تقسیم کیے اور ۱۵۷ افراد بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوئے۔

اس سال آپ کے حلقہ میں مخلص احمدیوں نے مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور

---

[1] الفضل ۲۹، ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء و الفضل ۲۳ جون ۱۹۵۷ء

پچھلے سال سے دگنا چندہ ادا کیا [1]

۳۔ مولوی نورالدین صاحب منیر نے بھی افریقن مسلمانوں کی علمی ترقی و بہبود کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ انہوں نے حکومت کو توجہ دلائی کہ وہ افریقن مسلمانوں کی تعلیم کے لیے مناسب کارروائی کرے اسی طرح آپ نے افریقن مسلمانوں کو منظم ہونے اور بچوں کو تعلیم دلانے کی طرف توجہ دلائی نیز پراونشل ایجوکیشن افسر ممباسہ کو افریقن مسلمانوں کے تعلیمی حالات پر مشتمل عرضداشت پیش کی گئی جسکے جواب میں انہوں نے یقین دلایا کہ حکومت عنقریب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن سکول جاری کرے گی۔ اس سلسلہ میں ممباسہ ٹائمز اور بعض دوسرے اخبارات میں آپ کے بیانات بھی شائع ہوئے۔ دورانِ سال آپ نے مولانا مبارک احمد صاحب اور مولوی محمد منور صاحب کے ساتھ بعض علاقوں کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔ "افریقن مسلم سوسائٹی" تک حق کی آواز پہنچائی [2]

ٹانگانیکا

۱۔ مقامی معلمین میں سے احمد سالنہ صاحب اور رشید صالح صاحب سرگرم عمل رہے۔

۲۔ احمدی چیف محمد کلوفیا صاحب کو ان کے رشتہ داروں نے رات کو رسیوں سے باندھا۔ ان کا سامان نقدی اور بندوق پولیس کے حوالہ کیا۔ انہیں پاگل ثابت کر کے چیف کے عہدے سے الگ کرنا چاہا لیکن خدا کی نصرت سے بداندیش اپنے ارادوں میں ناکام رہے [3]

۳۔ جماعت احمدیہ ٹبورا کا جلسہ سالانہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو منعقد ہوا باوجود شدید بارش کے بعض دوست گیارہ میل پیدل سفر کر کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ اس اجتماع کی رپورٹ انگریزی روزنامہ "ٹانگانیکا سٹینڈرڈ" میں شائع ہوئی۔ جلسہ کے بعد کئی روز تک شہر تبلیغ احمدیت کا خصوصی مرکز بنا رہا کیونکہ بیرونی احمدی چند دن کے لیے ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے پُرجوش رنگ میں حق و صداقت کا پیغام پہنچایا [4]

---

[1] الفضل ۱۶ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ ؛ [2] الفضل ۲۱ جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۳، ۴

[3] الفضل ۲۷ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴ (رپورٹ چوہدری عنایت اللہ صاحب)

[4] الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۵۷ء

یوگنڈا ۱۔ کمپالہ کے ذیلی مرکز نے یکم اپریل ۱۹۵۶ء سے فروری ۱۹۵۷ء تک جو تبلیغی خدمات سرانجام دیں اُن کی تفصیل مولوی محمد ابراہیم صاحب مبلغ کمپالہ کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے ۔

" اس سال تبلیغ کا کام خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہو گیا ۔ اور اہلِ یوگنڈا جہاں ہماری تبلیغ سے متأثر ہوئے وہاں مخالفین بھی پہلے سے زیادہ مخالفت پر اُتر آئے ۔ لیکن خدا تعالیٰ نے یوگنڈا کے احمدیوں کو استقامت اور جرأت سے مقابلہ کرنے کی توفیق دی ۔

اس سال لوگنڈی زبان میں احمدیہ مشن کی طرف سے قرآن کریم کے ایک پارہ کا ترجمہ شائع کیا گیا ۔ عام مسلمانوں نے اسے پسند کیا اور جماعت اور مشن کے کام کی تعریف کی ۔ البتہ شیوخ نے اپنے فتووں سے مخالفت کی چنگاری اور زیادہ لگانے کی کوشش کی ۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں اس غلط پروپیگنڈے کو دور کرنے اور تردید کرنے کی خوب توفیق دی اور ہماری تبلیغ پہلے سے بہت وسیع ہوئی ۔

دورانِ سال متعدد اشتہارات شائع ہوئے جن میں شیخ شعیب کے متعدد اشتہارات کا جواب دیا گیا ۔ وہ اشتہارات چار چار صفحے کے الگ چھپوائے گئے جن کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی جس سے شیخ شعیب عاجز آ گیا اور مباہلہ کا چیلنج دیا ۔ بغیر شرائط طے کرنے کے اس نے ۵۶/۱۲/۱۸ تاریخ مقرر کر دی اور اس کا خوب چرچا کیا ۔ مقامی جماعت کے نمائندوں نے اسے مناظرہ کے لیے بلایا اور شرائط طے کرنے کی طرف توجہ دلائی ۔ اس نے شرائط طے نہ کیں ۔ اور ایک اجتماع کا جماعت کے خلاف اعلان کر دیا ۔ ہم نے بھی بذریعہ ریڈیو اعلان کروا دیا کہ شیخ چونکہ شرائط طے نہیں کرتا ۔ اس لیے کوئی احمدی ان کے اجتماع میں شریک نہ ہو اچانک شیخ علی کلوسہا کا لڑکا جو کہ جوان تھا ہلاک ہو گیا ۔ جس سے انہیں مباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور ان پہ ایک رعب طاری ہو گیا ۔ اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مرزائیوں نے جادو کر دیا ہے ۔

۲ ۔ انہیں دنوں ایک احمدی کو ، جو بہت مخلص ہیں ، پیٹا گیا اس نے جیسا کہ اسے ہدایت تھی آرام سے اس تکلیف کو برداشت کیا جس کا تمام مسلمانوں پہ اچھا اثر پڑا ۔

۳ ۔ ایک احمدی دوست کی بیوی کو اس کا باپ اس وجہ سے اس کے گھر سے لے گیا کہ شیوخ نے

فتویٰ دے دیا کہ جو افریقن احمدی ہو گیا اس کی عورت کا نکاح باطل ہو گیا ہے اسے صبر کی تلقین کی گئی ایک ماہ بعد وہ خود ہی اس کے گھر پر چھوڑ گئے۔ اور معافی مانگی کہ یہ ہماری غلطی تھی آپ اپنے بچے کو سنبھالئے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے تیرہ کے قریب ہمارے معلمین ہیں جو رات دن تبلیغ میں مشغول رہتے ہیں اور تمام کے تمام آنریری کام کرتے ہیں یہ قربانی کی ایک عظیم مثال ہے یہ خود چندہ بھی دیتے ہیں اور تکالیف بھی برداشت کرتے ہیں فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس سال یوگنڈا کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور با اثر لوگوں کے درمیان انگریزی، سواحیلی اور لوگنڈی پارہ بطور تحفہ دیا اور فروخت کیا گیا۔ جنہیں تحفہ دیا گیا ان کی تعداد ۵۰ سے تجاوز کرتی ہے اس میں گورنر آف یوگنڈا اسرانڈریو کوہن (COHEN)۔ لیڈی کوہن، افریقن بادشاہ آف کونگو۔ افریقن بادشاہ آف یوگنڈا پرنس بدرو، پرنس معانڈا، مسٹر قاسم۔ مالے ہیلتھ منسٹر، مسٹر KAVANA فائنینس منسٹر آف کباکا۔ گورنمنٹ پرائم منسٹر آف BUNJORO .... اور یوگنڈا کے شیوخ کو بھی لوگنڈی پارہ بطور تحفہ دیا گیا جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ افریقن بادشاہ آف کونگو کا اخبارات اور ریڈیو نے بہت عمدہ پیرایہ میں ذکر کیا اور فوٹو بھی شائع کیے گورنر آف یوگنڈا اور لیڈی کوہن کا بھی اخبارات میں ذکر ہوا سب نے نہایت خوشی اور شکریہ کے ساتھ اِن تحائف کو قبول کیا۔ لوگنڈی پارہ اور انگریزی قرآن کی فروخت میں جماعت کمپالہ کے قریباً تمام احباب نے محنت اور شوق سے حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ۔

یوگنڈا کے انگریزی اخبار ارگس اور لوگنڈی کے متعدد اخبارات میں ذکر آتا رہا اور احمدیت کے متعلق کئی آرٹیکل شائع ہوئے لوگنڈا ریڈیو پر بھی احمدیت کا ذکر کئی مرتبہ آیا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی جماعت احمدیہ یوگنڈا کا سالانہ جلسہ ہوا جو SETA میں منعقد کیا گیا۔ اس میں معاکہ، جنجہ، کمپالہ۔ SETA ٹکساجہ BUJO مکوتو اور دیگر جگہوں سے احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی اور عیسائی بھی شامل ہوئے۔ مکریرے کالج کے ایک طالب علم نے جو کہ غیر مسلم ہیں، اسلامی فضائل پر لیکچر دیا۔ حاجی ابراہیم صاحب ڈاکٹر احمد صاحب غلام احمد صاحب حفیظ نے تقاریر کیں سوالات کا موقعہ دیا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جلسہ بہت کامیاب ہوا جلسہ میں کھانے کا انتظام جماعت SETO اور کمپالہ نے کیا۔ جو بہت عمدہ تھا۔

کبریرے کالج مسلم ولیفیئر سکول سردئی مسلم سکول، پکویو مسلم اسکول

BNGHHE - NABAGEREHA مسلم اسکول سینٹ سکول اور دیگر متعدد سکولوں میں لیکچررز نے اساتذہ اور طلباء کو تبلیغ کی اور لٹریچر تقسیم کیا۔

سنٹرل جیل اور کہاکا کی جیل میں متعدد مرتبہ گیا لیکچرز دیئے۔ تبلیغ کی اور لٹریچر دیا۔ محترم بھائی فضل الٰہی صاحب بھی خاکسار کے ساتھ جیلوں میں جاتے رہے۔

COMBI میں اسلام کے فضائل پر لیکچر دیا جس میں تمام اقوام کے لوگ شامل تھے۔ سنڈی میں جلسہ میلاد النبیؐ کے موقعہ پر ایک ہی دن میں دو دفعہ لیکچر دیا۔ وہاں کی جماعت کے امام نے ہر طرح سے تعاون کیا اور خود بھی افریقن میں لٹریچر تقسیم کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یوگنڈا میں باوجود ذرائع کی کمی کے ہماری تبلیغ بہت وسیع ہوگئی ہے سکولوں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ افریقن کا اعلیٰ اور تعلیم یافتہ طبقہ احمدیت کی طرف مائل ہے۔ جماعت کی ہر طرح سے امداد کرتا ہے۔ معلّم ذکریا صاحب معلم موسیٰ صاحب متعدد مرتبہ میرے ساتھ افریقن ریزرو میں دورہ پر جاتے رہے ڈاکٹر احمد صاحب، بھائی فضل الٰہی صاحب، ڈاکٹر احمد دین صاحب بھی افریقن ریزرو میں تبلیغ کرنے کے لیے گئے جس سے بہت اچھا اثر ہوا۔ علاقہ MUTANHURA اور مساکہ اور YOGUR کا متعدد مرتبہ خاکسار نے دورہ کیا۔

خلاصہ۔ ۲۰ شہروں اور دیہات کا دورہ کیا ۷۰۰۰ میل کے قریب سفر کیا۔ ۱۶ پبلک لیکچر دیئے جن کی مجموعی حاضری ۳۰۰۰ کے قریب تھی ۴۰۰ کے قریب معززین سے ملاقات کر کے تبلیغ کی۔ ۵۰۰ افراد کو انفرادی تبلیغ کی۔ یکصد کے قریب خطوط لکھے۔ ۱۲ مضامین لکھے۔ جو لوگنڈی اخبارات میں شائع ہوئے۔ ۳۰۰۰ پمفلٹ انگریزی۔ سواحیلی اور لوگنڈی میں تقسیم کئے ۱۴ افراد بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ جن میں سے بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور بااثر و رسوخ لوگ ہیں۔ جماعتی کاموں میں نہایت جانفشانی سے حصہ لیتے ہیں۔ یوگنڈا کے دوست ڈاکٹر احمد صاحب بھائی فضل الٰہی صاحب، معلم موسیٰ ذکریا، شعبان کرذنڈے، شیخ زید جنجہ مٹوکرکبیا کا ممنون ہوں۔ جو تبلیغی اور تربیتی کاموں میں کوشاں رہے۔"[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۹ رمئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ ر ۸

۲۔ یوگنڈا کے ذیلی مرکز جنجہ کے انچارج مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب تھے۔ آپ نے ساڑھے چار ہزار میل سے زیادہ تبلیغی سفر کیے۔ ایک ہزار سے زائد افراد سے براہِ راست رابطہ قائم کر کے پیغامِ حق پہنچایا۔ ۱۴۰۰ سے زیادہ افراد کو انگریزی، اردو، گجراتی، سواحیلی، اور یوگنڈی زبان میں لٹریچر دیا۔ نکی سانخہ (جنجہ) کے مقام پر بیت الذکر تعمیر ہوئی [1]

نائجیریا مشن

۱۔ مسلمانوں کی ایک مذہبی تنظیم "اسلامک کانگرس" ۱۹۵۳ء میں حج کے موقع پر پاکستان، سعودی عرب اور مصر کے حکومتی نمائندگان کے ذریعہ وجود میں آئی۔ اس تنظیم کا ایک وفد اس سال نائجیریا کے دورہ پر آیا جس سے مولانا نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نے بھی خطاب کیا جماعت احمدیہ نائجیریا کی طرف سے وفد کو قرآن مجید انگریزی کا نسخہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔

۲۔ نائجیریا کے کمشنر مسٹر ماتھیو MATTHEW مقیم لنڈن نے ایک تقریر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لہجہ اختیار کیا تھا۔ اس پر مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب نے گورنر جنرل کے نام ایک خط میں احتجاج کرتے ہوئے لکھا "مسٹر ماتھیو کو اجازت ہے کہ جو مذہب وہ چاہیں اختیار کریں لیکن یہ یقینی امر ہے کہ انہیں کبھی یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے مذہبی لیڈر کی شان میں اس قدر ہتک آمیز الفاظ استعمال کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس صورتِ حالات کی اہمیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے جلد از جلد اس بارہ میں کوئی کارروائی کریں گے۔"

اس خط کو نائجیریا کے اخبارات نے جلی سرخیوں سے شائع کیا۔ اور اس پر زوردار تبصرے لکھے۔ چنانچہ اخبار ایوننگ ٹائمز (EVENING TIMES) نے اپنی ۲۸ مارچ ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا:۔

Mbu's Talk on Mohammed's 'fanaticism' is not welcome

Mr. Matthew Mbu, Commissioner for Nigeria in the United Kingdom, has been accused of violating his office.

---

[1] الفضل ۱۷ مئی ۱۹۵۶ء ص ۳

This accusation was made in a letter addressed to the Governor- General of the Federation, Sir James Robertson, by the Chief Ahmadiyya missionary for West Africa, Maulvi Naseem Saifi.

Maulvi Saifi claimed in his letter that in a statement alleged to have been made in London by Mr. Mbu, he spoke of 'fanaticism' of Mohammed.

This reference to fanaticism, he said, has injured to the feelings of a vast majority of the Moslem population of Nigeria.

He also said in his letter that Moslems have always given due respect to freedom of speech and worship and added that Mr. Mbu should not be allowed to 'go to the length of using derisive and abusive language against the greatest of the religious leaders.'

The letter adds: 'Mr. Mbu is .... To indulge in wishful thinking about his religion' (Mr. Mbu had closed his speech under reference with these words: 'In the next fifty years Africa will become a Christian Continent')

(Evening Times- March 28, 1956)

ترجمہ:۔ مسٹر مابو پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے فرائض سے بطور کمشنر متعین دولتِ مشترکہ روگردانی کی ہے۔ یہ الزام مولوی نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے گورنر جنرل فیڈریشن کے نام اپنے ایک خط میں لگایا ہے۔ مولوی نسیم سیفی صاحب نے اپنے خط میں لندن میں مابو کی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں مابو نے مقدس نبی حضرت محمدؐ کی طرف ہٹ دھرمی کا حامل ہونا منسوب کیا ہے جس سے مسلمانان نائیجیریا کے دل سخت مجروح ہوئے ہیں

انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ دوسرے مذاہب کی آزادی تقریر و عبادت کا احترام کیا ہے لیکن وہ اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ مابو ہمارے عظیم مقدس راہنماؤں کے

EVENING TIMES MARCH 28, 1956 ؎

؎ روزنامہ الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۵۶ء

کے بارے میں گندہ ذہنی اور دشنام طرازی سے کام ہے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ مسٹر مابو اپنے مذہب کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہیں (مسٹر مابو نے کہا تھا کہ آئندہ پچاس برس میں سارا افریقہ عیسائی مملکت بن جائے گا)۔

اسی طرح اخبار ڈیلی سروس (DAILY SERVICE) میں ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں یہ نوٹ شائع ہوا۔

Another Trouble for Mbu

Mr. Matthew Mbu, the Federal Commissioner in the United Kingdom is in trouble again. Already, he or the Federal Government has yet to justifiy his further stay in the united Kingdom as Commissioner, since his enrolment as a law student.

The Chief Secretary to the Federation has promised the House of Representatives that government would investigate the allegation of a commissioner becoming a Law student. Maybe, before the next session of the house, the Government would able to 'confirm' what the commissioner himself had publicly admitted to a Lagos newspaper's representative in London! Then, of course, the world would know what appropriate measures the government would have to take.

Although the latest trouble, however, developed from an entirely different angle. Yet , it all ends to show that Mr. Mbu is not devoting full time to the job for which he is so well paid.

Apart from being a law student, Mr. Mbu is now very much engaged as a religious worker, a propagandist for Christian Catholicism. It would appear that it is in that latter role that Mr. Mbu, unguardedly of course, knocked his small head against Nigerian Muslims. He was alleged to have made a disparging refference to the Holy Prophet of Muslims in the course of a lecture he gave in London on the Catholic faith and the spread of Christianity in Nigeria.

Recall Demanded

The first to take the .... Against Mr. Mbu's indiscretion was Maulvi Saifi, the Nigeria's head of the Ahmadiyya Anjuman community who sent a strong petition to Sir James Robertson, the Governor- General. But the United Muslim Party has been rather blunt in its reactions.

Adapting the same form of protest , the two vocal leaders of the party in a six- paged petition forwarded to the Governor General as will, asked for the recall of Mr. Mbu back to Nigeria.

The appointment of Mr. Mbu as the Federal Commissioner was the act of the NCNC Parliamentary Party in spite of reasoned opposition from many responsible political quarters who believe that gentleman could not make that special grade.

The Muslim United Party which, is in some unholy alliance with the NCNC would not care to see the NCNC Parliamentary leader about Mbu's assault on their Prophet. They protested straight to the Governor- General. Apparently, they have no confidence in the leadership and are prepared to break away if need be.

The private activities of Mr. Mbu in London points to one fact. He knows little about his responsibility as Commissioner and in consequence, has too much time on his hand to pursue his private interest as best he could.

(Daily Service 13 April 1956)

مسٹر ماتھیو مابو (MATTHEW MBU) فیڈرل کمشنر متعین دولتِ مشترکہ دوبارہ مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ ابھی ان کا بطور کمشنر دولت مشترکہ میں مقیم رہنے کا جواز تصفیہ طلب ہے کیونکہ قانون کے طالب علم کی حیثیت سے داخلہ لیا ہے فیڈرل حکومت کے چیف سیکرٹری نے نمائندگان ہاؤس کو یقین دلایا ہے کہ حکومت یہ تحقیقات کرے گی کہ آیا ایک کمشنر بطور لا سٹوڈنٹ داخلہ لینے کا مجاز ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ حکومت اپنے آئندہ کے اجلاس میں اس بیان کی تصدیق کر دے جو کہ کمشنر مابو نے لنڈن میں لیگوس کے نمائندہ کو دیا ہے۔ اس وقت تمام دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حکومت اس بارے میں کیا قدم اٹھا رہی ہے۔ اگرچہ موجودہ گڑبڑ کا شاخسانہ کسی دوسری وجہ سے بنا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مابو MBU کو جس کام کی تنخواہ دی جا رہی ہے وہ اس کا حق ادا نہیں کر رہے۔ لا سٹوڈنٹ ہونے کے علاوہ مسٹر MBU بطور کیتھولک مبلغ کے عیسائیت کا پرچار بھی کر رہے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ MBU نے اپنی "تنگ نظری سے نائیجیرین مسلمانوں کے خلاف غیر محتاط رویہ اختیار کر رکھا ہے۔

ان پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ لنڈن میں "نائیجیریا میں عیسائیت" کے موضوع پر لیکچر دیتے وقت انہوں نے مسلمانوں کے مقدس نبیؐ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے۔

سب سے پہلا قدم اس بیان کے خلاف نائیجیریا کے احمدیہ جماعت کے چیف مشنری مولوی سیفی صاحب نے اٹھایا ہے۔ انہوں نے ایک پُرزور احتجاجی مراسلہ گورنر جنرل کو بھیجا ہے لیکن دیگر مسلمانوں کی "یونائیٹڈ مسلم پارٹی" نے اس بارے میں مکمل سکوت اختیار کر رکھا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تقلید میں دو لوکل لیڈروں نے بھی اس لائن پر گورنر جنرل سے درخواست کی ہے کہ MBU کو فوری طور پر واپس بلا لیا جائے۔

لنڈن میں مابو MBU کی ذاتی مصروفیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ بطور کمشنر اپنے فرائض کی ادائیگی کے بارے میں بہت کم علم رکھتے ہیں اس وجہ سے ان کے پاس بہت سا فارغ وقت ہے جس کو وہ ذاتی اغراض کے لیے صرف کرتے ہیں۔

مابو (MBU) کی تقرری بھی وجہ نزاع بنی تھی سب ہی پارٹیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ اس عہدے کے اہل نہیں لیکن NCNC پارلیمنٹری نے اپنی من مانی کی اور اس کی تقرری بطور کمشنر کرا دی "مسلم یونائیٹڈ پارٹی" جس کا ناپسندیدہ تعلق NCNC پارلیمنٹری پارٹی سے ہے اس نے مقدس

نبی کے خلاف مالو کے ریمارکس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگرچہ انہوں نے گورنر جنرل سے احتجاج کیا لیکن انہوں نے N C N C کے لیڈر سے کوئی بات نہیں کی (ترجمہ)

۳۔ یونیورسٹی کالج گولڈ کوسٹ کے لیکچرار J. H. PRICE نے "اسلام مغربی افریقہ میں" کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا جس میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی فتوحات کا خاص طور پر ذکر کیا۔ یہ مضمون "ڈیلی ٹائمز" (نائیجیریا) نے اپنی ۱۳ر جولائی ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں بھی دیا انہوں نے لکھا:۔

"مالکیوں کے علاوہ مسلمانوں کا ایک اور فرقہ جماعت احمدیہ بھی ہے جو اپنی تبلیغی مساعی کے لحاظ سے مشہور ہے اس کا مرکز پاکستان میں ہے جماعت احمدیہ کا نفوذ امریکہ میں ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ یہ جماعت تیزی کے ساتھ ترقی کے راستہ پر گامزن ہے۔ عیسائی اور مشرکین دونوں میں سے لوگ جوق در جوق اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس جماعت کی ترقی کی رفتار کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۳٫۱۱۰ تھی۔ جب کہ ۱۹۴۸ء میں یہ تعداد ۲۲٫۵۰۲ تک پہنچ چکی تھی۔ احمدیہ مشن کی نمایاں کامیابی میں اس کی تعلیمی سرگرمیوں کا بھی دخل ہے جس میں ثانوی تعلیم بھی شامل ہے۔ اس تعلیمی مساعی کو مغربی افریقہ کے تمام علاقوں میں محسوس کیا جا رہا ہے البتہ گیمبیا میں ان کا اثر نہیں پہنچا۔ کیونکہ گیمبیا نے احمدی مبلغ کے داخلہ کی درخواست باضابطہ سرکاری طور پر یہ کہہ کر ردّ کر دی ہے کہ گیمبیا میں پہلے ہی کافی مذاہب موجود ہیں۔

جماعت احمدیہ حیرت انگیز طور پر ترقی کر رہی ہے وہ تبلیغ کا جوش رکھتی ہے اس کے پاس اپنے ممبروں کی سماجی ترقی کے لیے ٹھوس پروگرام ہے۔ یہ جماعت ملکی سیاسیات میں دخل نہیں دیتی۔ بشرطیکہ مذہبی آزادی ہو۔ اور اس صورت میں حکومت وقت کی خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتی ہو۔ حمایت کرتی ہے افراد کے سیاسی عقاید کو اس کی ضمیر پر چھوڑتی ہے[1]

۴۔ شیخ نصیر الدین احمد صاحب نے ملک کے متعدد مقامات کے دورے کیے۔ اباداں کے سات روزہ قیام کے دوران پبلک تقاریر کیں، بعض سکولوں کا معائنہ کیا اور اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملاقات

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ر دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ر۴

کی۔ اخبارات نے صفحہ اوّل پر آپ کی شہر میں آمد کی خبر شائع کی[1]۔ الارو میں آپ نے سکول اور مشن ہاؤس کا معائنہ کیا۔ آپ ایک ماہ کے لیے TELU اور EPE کی طرف تشریف لے گئے اور پانچ مراکز میں باری باری قیام کیا اور جماعت کی تربیت کے علاوہ ہر جگہ پبلک تبلیغی جلسے کئے اور لٹریچر کی اشاعت کی۔ سفر الارو میں آپ کے ہمراہ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی بھی تھے۔

تبلیغ احمدیت کے ردِ عمل کے طور پر حبیبو ولج (HABEBU VILLAGE) میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور حق کے مخالف احمدیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ تمام احمدی ایک جگہ محصور ہو گئے جماعت کی طرف سے علاقہ کے کمشنر اور مقامی حاکم کو تار بھیجے گئے۔ چنانچہ حکام کی زیر ہدایت پولیس نے علماء سے اقرار کرایا کہ وہ آئندہ حملہ اور قتل کا ارادہ نہ کریں گے۔ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی اور مولوی نصیر الدین صاحب وہاں بھی تشریف لے گئے اور علاقہ کے کمشنر صاحب سے ملاقات کی کمشنر صاحب کی ہدایت پر فتنہ پردازوں کے لیڈر کو نوٹس جاری کر دیئے گئے جس پر یہ فتنہ دب گیا[2]۔

۵۔ اس سال مولوی مبارک احمد صاحب ساقی نے شمالی نائیجیریا کا تبلیغی دورہ کیا۔ آپ یہاں تین ماہ رہے زاریا (ZARIA) کانو (KANO) اور جوس (JOS) کی تنظیم و مضبوطی کے لیے کوشاں رہے آپ نے "احمدیہ بوائے کلب" جاری کیا۔ آپ کے ذریعہ خاصی تعداد میں لٹریچر فروخت ہوا۔ آپ نے ایک انگریزی پمفلٹ کا ترجمہ کرا کے مقامی زبان میں شائع کرایا آپ کے قلم سے علاقہ کے با اثر اخبار COMET میں تعارف احمدیت کے متعلق ایک اہم مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا۔ آپ ایپی (EPE) بھی تشریف لے گئے آپ کے دورہ کا جماعتوں پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ مشن کا چندہ چار گنا ہو گیا[3]۔

۶۔ مرکزی مبلغین کے علاوہ مقامی افراد نے بھی جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیا مثلاً۔ ۱۔ ایک نوجوان اسماعیل نے موسمی تعطیلات کے دوران ایک ماہ تبلیغ کے لیے وقف کیا۔

۲۔ جماعت کے سیکرٹری تبلیغ حاجی فلادیلو صاحب کی کوششوں سے ۴۵ لیکچر ہوئے۔

---

[1] الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۴ (رپورٹ مبارک احمد صاحب ساقی) [2] الفضل ۵ر مئی ۱۹۵۷ء
[3] الفضل ۵ر مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ خلاصہ رپورٹ مولوی نصیر الدین صاحب ایم۔ اے بی ٹی نائیجیریا

۴۔ ایک لوکل مبلغ الفا ڈنمالہ صاحب اباداں اور اس سے ملحقہ مشنوں کے دورہ کے لیے تشریف لے گئے۔

۴۔ اجیبوڈے AG BEDE کے احمدیوں کو عرصہ سے تنگ کیا جا رہا تھا اس سال یہاں کے احمدی سکول ٹیچر اور مشن کے چیئرمین مالوجیبو کی تبلیغی کوششوں سے تعلیم یافتہ طبقہ احمدیت میں شامل ہو گیا انہوں نے احمدیوں کے لیے ایک الگ گاؤں بھی آباد کیا جس کا نام HABEBU VILLAGE رکھا گیا۔ اس گاؤں کے لوگوں نے علماء سے مباحثے اور مذاکرے بھی کیے [۱]

۷۔ اس سال امریکہ کے ایک عیسائی مشنری جن کی تقریریں لائبیریا ریڈیو LIBERIA RADIO پر خاص اہتمام سے نشر ہوتی تھیں۔ دسمبر ۱۹۵۶ء کو لیگوس (LAGOS) میں آئے ان کی آمد کا پروگرام اشتہار کی صورت میں نائیجیریا کے مشہور اخبار ڈیلی ٹائمز (DAILYTIMES) میں شائع ہوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے اس موقع پر ایک پریس ریلیز تمام اخبارات کو بھیجا گیا کہ اب امریکہ والوں کو اس بات کا احساس زیادہ سے زیادہ ہوتا جا رہا ہے کہ عیسائیت مغربی افریقہ میں دم توڑ رہی ہے لہٰذا انہوں نے اسلام کی مقبولیت کو روکنے کے لیے اس خطہ میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں اور امریکہ کے رسالہ "لائف" (LIFE) کا حوالہ دیا جس میں یہ لکھا تھا کہ افریقہ میں ایک عیسائی کے مقابلہ میں دس آدمی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ "لائف" میں اس آرٹیکل کے چھپنے کے بعد سے ہی امریکہ کے عیسائی مشنوں کو مغربی افریقہ کی طرف زیادہ توجہ ہوئی ہے۔ اسی پریس ریلیز میں مشنری صاحب کو مباحثہ کی بھی دعوت دی گئی یہ خبر انا نیوز ایجنسی کے حوالے سے لیگوس کے ایک مشہور اخبار میں جلی حروف سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں احباب جماعت کی تجاویز کے مطابق فوری طور پر ایک پمفلٹ شائع کرنے کا فیصلہ ہوا اور اسی روز جماعت کے بعض نوجوانوں کو ایک پہلے سے شائع شدہ پمفلٹ "THE VIRGIN BIRTH" دے کر بھیجا گیا تاکہ شائع شدہ پروگرام کے مطابق جس چرچ میں مشنری صاحب نے تقریر کرنی تھی اس کے پاس پہنچ کر پمفلٹ لوگوں میں تقسیم کریں اس پمفلٹ میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ پیدائش بن باپ کوئی ایسا محال اور غیر متوقع امر نہیں جس کی بناء پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی

---

[۱] الفضل ۵ رمئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

طرف الوہیت منسوب کی جاسکے کیونکہ اس کی متعدد مثالیں خود بائبل میں آئے دن ملتی رہتی ہیں۔ جب یہ احمدی نوجوان چرچ کے باہر یہ پمفلٹ تقسیم کر رہے تھے تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ عیسائی مشن ہی کی طرف سے تقسیم کیا جا رہا ہے لیکن اسے پڑھتے پڑھتے جب وہ گرجا میں داخل ہوئے تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ تو احمدیہ مشن کی طرف سے شائع شدہ ہے یہ معلوم کرکے چرچ سے ایک شخص باہر چرچ کے گیٹ پر آیا اور ان نوجوانوں کو اس پمفلٹ کے تقسیم کرنے سے منع کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم چرچ سے باہر سڑک پر کھڑے ہیں آپ کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آخر اس نے لاجواب ہو کر لوگوں کو منع کرنا شروع کیا کہ وہ ان سے یہ پمفلٹ حاصل نہ کریں مگر انہوں نے کہا کہ مفت پمفلٹ لے کر پڑھنے میں کیا حرج ہے اور وہ بدستور یہ پمفلٹ حاصل کرتے رہے اور احمدی نوجوان تمام پمفلٹ تقسیم کرکے واپس آگئے۔ ازاں بعد جماعت احمدیہ کا دوسرا تازہ پمفلٹ بھی چھپ کر تیار ہوگیا جس کا عنوان یہ تھا (SECOND ADVENT OF JESUS CHRIST) "یعنی مسیح کی آمد ثانی" اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی تصویر دی گئی تھی یہ اشتہار مختلف جگہوں پر نمایاں طور پر چسپاں کرا دیا گیا اور بکثرت تقسیم ہوا جس کی وجہ سے عیسائی طبقہ میں ہلچل مچ گئی۔[1]

۸۔ جماعتِ احمدیہ نائیجیریا کی آٹھویں سالانہ کانفرنس ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو لیگوس میں منعقد ہوئی جس میں نائیجیریا کے بیس احمدی مشنوں کے پانچ سو نمائندوں نے شرکت کی۔ افتتاح مولانا نسیم سیفی صاحب نے ایک مختصر سی تقریر اور لمبی اجتماعی دعا سے کیا۔

پہلے اجلاس کی صدارت جناب اے آر باکارے صاحب مجسٹریٹ نے کی جس میں آنریبل ایم۔ اے سانی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے احمدیوں کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ دوسرے امور کے علاوہ انہوں نے اس امر پر خاص طور پر زور دیا کہ وہ آزاد نائیجیریا میں مثالی شہرت کا نمونہ قائم کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں تاکہ وہ اس بارے میں اہلِ نائیجیریا کی قیادت کا فرض ادا کر سکیں جناب اے آر باکارے نے عالمی صورتِ حال پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ جماعت احمدیہ کی کوششوں کے نتیجہ میں مسلمان اپنے فرائض کو سمجھنے اور ان کے شایانِ شان خدمات بجا لانے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔

---

[1] الفضل ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء صہ ۳

اس موقعہ پہ مشاورتی کونسل کے بھی اجلاس منعقد ہوئے۔ جس میں تعلیمی ترقی کی رفتار کا جائزہ لیا گیا اور اس میدان میں ترقی کی طرف مزید قدم اٹھانے کے لیے ضروری فیصلے کیے گئے[1]

گولڈ کوسٹ مشن

۱۔ جماعتِ احمدیہ گولڈ کوسٹ کا جلسہ سالانہ اس سال ۱۲، ۱۳، ۱۴ جنوری ۱۹۵۶ء کو منعقد ہوا۔ اس جلسہ سے درج ذیل مقررین نے خطاب فرمایا۔ مولوی نسیم سیفی صاحب قریشی محمد افضل صاحب، چیف رئیس جبرائیل اکومعنی سرکٹ۔ مولوی صالح محمد صاحب۔ مولوی خلیل احمد صاحب اختر۔ مولوی عبد اللطیف صاحب پریمی۔ مکرم احمد بن عبداللہ صاحب چیف رئیس سرکٹ مولوی عبد القدیر صاحب شاہد۔ مسٹر محمد صاحب چیف رئیس اڈانسی سرکٹ اشانٹی۔ مکرم بشیر الدین صاحب سیکرٹری تبلیغ۔ مسٹر جبرائیل آدم صاحب۔ مسٹر ابراہیم بن محمد صاحب مسٹر یعقوب بن علیی صاحب (افریقن مشنریز)

دورانِ اجلاس مالی قربانی کی تحریک کی گئی جس پر مخلصین جماعت نے پانچ صد پونڈ کی رقم پیش کی[2] اخبار گرافک میں اس جلسہ کے فوٹو شائع ہوئے[3]

۲۔ مولوی خلیل احمد صاحب اختر نے ۱۶ جنوری ۱۹۵۶ء کو اشانٹی کا چارج لیا اور پھر ۲۹ مقامات کا دورہ کیا۔ عیسائیوں کے ایک فرقہ سے کامیاب مناظرہ کیا اور احباب جماعت کے ہمراہ ۸۰ میل دور جاکر چار پبلک جلسے کیے۔ ۳۔ مولانا نذیر احمد صاحب مبشر انچارج مشن گولڈ کوسٹ نے اس سال کے ابتداء میں قریباً سوا دو ہزار میل کا سفر کرکے پیغامِ حق پہنچایا۔ ۱۹۰ افراد سے تبلیغی ملاقاتیں کیں سکولوں کا معائنہ کیا اور تمام وزراءِ حکومت اور افسران کو لٹریچر فراہم کیا

۴۔ احمدیہ سیکنڈری سکول کے وائس پرنسپل سعود احمد صاحب دہلوی نے کماسی کالج آف ٹکنالوجی کے آٹھ اساتذہ، اشانٹی کے چیف کمشنر کے سیکرٹری MP RARISO کے ڈپٹی کمشنر۔ دو ایجوکیشن آفیسرز، تین پیراماؤنٹ چیفس اور طلبا ریونیورسٹی کالج گولڈ کوسٹ کو بذریعہ ملاقات تبلیغ کی اور لٹریچر دیا۔ نیز میتھوڈسٹ کیتھولک یورپین اور افریقین مشنریوں سے تبادلہ خیالات کیا[4]

---

[1] الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ا [2] الفضل ۲۸ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴

[3] الفضل یکم جون ۱۹۵۶ء [4] الفضل یکم جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۳، ۴

۵۔ گولڈ کوسٹ مشن کے اہم واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ اس دفعہ لیجسلیٹو اسمبلی میں جماعت کے تین مقتدر احمدی بطور ممبر منتخب ہوئے۔[1]

۱۰۔ اشانٹی کے احمدی نوجوانوں کا ۲۳، ۲۴، ۲۵ نومبر کو کماسی میں پہلا اجتماع منعقد ہوا جس میں مقررین نے مختلف علمی تربیتی و دینی موضوعات پر تقاریر کیں۔ مقررین کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب۔ (۲) مسٹر محمود دپیناس۔ ۳۔ مولوی خلیل احمد صاحب اختر۔ ۴۔ سعود احمد خاں صاحب۔ ۵۔ ابراہیم بن محمد صاحب۔ ۶۔ مسٹر جمنا سیکرٹری احمدیہ مشن کماسی۔ ۷۔ چیف رئیس صالح صاحب۔ ۸۔ عبدالکریم صاحب معلّم۔ ۹۔ سکول ٹیچر حکیم مرادن صاحب۔ ۱۰۔ مسٹر اسماعیل طالب علم ٹکنالوجی۔ ۱۱۔ مسٹر اسماعیل آڈو

اجتماع کو مفید اور کامیاب بنانے میں محمود کاکری صاحب اور عائشہ صاحبہ کی مخلصانہ کوششیں قابلِ ذکر ہیں۔[2]

سیرالیون مشن

اس مشن کے ذریعہ عرصہ سے جس ذہنی اور اخلاقی انقلاب کی بنیادیں استوار کی جا رہی تھیں اُس کے اثرات اب دوسروں کے سامنے بھی نمایاں ہونے لگے چنانچہ فروری ۱۹۵۶ء کا ذکر ہے کہ:۔

فری ٹاؤن کے چیف مسٹر کانڈے بورے، مگبورؔ کا تشریف لائے اور بتایا:۔

"جب سے مَیں نے چیف کا عہدہ سنبھالا ہے آج تک کسی احمدی نوجوان کے خلاف مَیں نے کسی مقدمہ کی سماعت نہیں کی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ احمدی مبلغین کے زیرِ اثر رہنے والے نوجوان ہمیشہ اعلیٰ اخلاق اور اچھی عادات کے مالک ہوتے ہیں احمدیوں کا یہ نمونہ ثبوت ہے اس بات کا کہ احمدی حق پر ہیں۔[3]

اسی طرح اقوام متحدہ کے ڈائریکٹر برائے مغربی افریقہ ڈاکٹر لائٹ گبر (DR. LIGHT GIBER)

---

[1] الفضل ۲۹ر اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ :: [2] الفضل ۲ر جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ خلاصہ رپورٹ خلیل احمد اختر :: [3] الفضل ۱۸ و ۱۹ر مئی ۱۹۵۶ء (خلاصہ رپورٹ مولوی محمد صدیق صاحب شاہد)

سیرالیون تشریف لائے تو بو احمدیہ سکول کے نظم و ضبط سے بہت متأثر ہوئے اور سکول کی لاگ بک پر یہ ریمارکس دیئے کہ :۔

"مَیں اس تعلیمی ادارے کے افسران اور منتظمین کے لیے جو ملکی اور ملّی فلاح و بہبود کی خاطر ہر قسم کی کوشش بروئے کار لا رہے ہیں نیک جذبات رکھتا ہوں اور انہیں مبارکباد پیش کرتے ہوئے یقین دلاتا ہوں کہ ان کی جدوجہد اور کوششیں ضرور کامیاب رہیں گی۔"

ڈائریکٹر صاحب کے اس معائنہ کا یہ خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا کہ مشن کا رابطہ براہِ راست اقوامِ متحدہ سے قائم ہو گیا اور یہ حقیقت بھی نمایاں ہو گئی کہ اس ملک میں جماعت احمدیہ ہی وہ فعّال جماعت ہے جو اس وقت بلا تفریق مذہب و ملّت خدمتِ خلق میں مصروف ہے [1]

سیرالیون مشن کے انچارج مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری تھے۔ آپ کی قلمی، لسانی اور ملی و دینی خدمات اس سال بھی بدستور جاری رہیں آپ نہ صرف احمدیہ مشن کے انگریزی ترجمان "افریقن کریسنٹ" کی اشاعت میں مصروفِ عمل رہے بلکہ ماہ مارچ ۱۹۵۶ء میں ایک نیا عربی رسالہ "الهلال الافریقی" کے نام سے جاری فرمایا[2] علاوہ ازیں آپ کی طرف سے بو شہر کے مسلمان علماء و دیگر سرکردہ اصحاب کو ایک خاص دعوت دی گئی کہ ہم سب اسلامی فرقے متحدہ کونسل قائم کریں جس کا مقصد مسلمانوں کی عام فلاح و بہبود کے علاوہ ان کی دینی، ثقافتی، تمدنی، معاشرتی اور علمی حالت کو سدھارنا اور تبلیغِ اسلام کرنا ہو نیز مشترکہ سیکنڈری سکول قائم کیا جائے اس دعوت پر سرکردہ مسلمانوں نے خاص غور کرنے کا وعدہ کیا۔ آپ نے احمدی پیرا ماؤنٹ چیف کے تعاون سے باجے بو احمدیہ دارالتبلیغ اور احمدیہ سکول کے لیے شہر کے وسط میں قطعہ زمین مخصوص کرایا[3]

سیرالیون کے مغربی صوبہ میں کوئی پبلک مسلم لائبریری موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے احمدی اور غیر احمدی حلقوں کو سخت دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری نے اس دینی اور قومی ضرورت کی طرف اس سال خاص توجہ دی اور فیصلہ کیا کہ "بو" شہر میں اس کا قیام عمل میں لایا جائے۔

---

[1] الفضل ۷ نومبر ۱۹۵۶ء ص۳ :: [2] الفضل ۱۷ مئی ۱۹۵۶ء ص۳ ، ۴ :: [3] الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۵۶ء ص۳ ، ۴ ۔ خلاصہ رپورٹ مولوی محمد صدیق صاحب شاہد مبلغ سیرالیون ۔

اس سلسلہ میں آپ نے نہ صرف مقامی ذی اثر اور علم دوستوں اور اخبارات کو تحریک کی کہ وہ لائبریری کے لیے کتب پیش کریں بلکہ امریکہ، ہندوستان، پاکستان، مشرقی افریقہ اور عرب ممالک کے ممتاز اخبارات سے بذریعہ خطوط رابطہ قائم کیا اور انہیں لائبریری کے لیے مفت اخبارات و رسائل بھجوانے کی تلقین کی جس پر ایک ہزار سے زائد عربی انگریزی اور اردو کتب کا قیمتی ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اردو لٹریچر کا اکثر حصہ وکالت تبشیر کی طرف سے مہیا کیا گیا۔ ایک حصہ حضرت الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب کی وقف شدہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ کتب کے علاوہ روزانہ ہفتہ وار اور ماہوار جرائد و رسائل بھی لائبریری کے نام جاری ہو گئے۔

۲۳ ستمبر ۱۹۵۶ء کو اس لائبریری کا افتتاح عمل میں آیا جس میں ۲۰۰ سے زائد معززین شہر اور سرکاری افسران نے شرکت کی۔ آنریبل پیراماؤنٹ چیف کوکر (ضلع بو کی طرف سے لیجسلیٹو کونسل کے ممبر) نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں احمدیہ مشن کو اس غیر معمولی اور بے مثل کام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں آنریبل چیف کے بعد پیراماؤنٹ چیف نے خطاب کیا۔ اور جماعت کی لائبریری کے بارہ میں کہا۔ میں اس لائبریری کے قیام سے بہت خوش ہوا ہوں۔ احمدیہ مشن کا یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو ہمیں ہمیشہ یاد رہے گا اور جسے ہم میں سے ہر ایک کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ ان تقاریر کے بعد مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے لائبریری کے باہر کے دروازے کی چابی پیرامونٹ چیف فوڈے کاٹے پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ کونسل بو کو دی جنہوں نے مکان کا باہر کا دروازہ کھولا پھر کتب کی جملہ الماریوں کی چابیاں آنریبل پیرامونٹ چیف کوکر کے حوالہ کیں۔ جنہوں نے تمام الماریوں کے دروازے کھولے اور بعد میں تمام حاضرین کا جم غفیر لائبریری ہال میں داخل ہوا اور کافی دیر تک کتب سے مستفید ہوتا رہا۔ افتتاح کا اعلان سیرالیون براڈ کاسٹنگ سروس نے ریڈیو سے ان الفاظ میں کیا۔ "اب بو شہر میں بھی ایک پبلک مسلم لائبریری قائم ہو گئی ہے جو سارے مغربی صوبہ میں پہلی لائبریری ہے اور اس کے قائم کرنے کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے۔ اُمید ہے کہ اہل صوبہ اس سے کما حقہٗ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے"[۱]

حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی یادگار کے طور پر لائبریری کا نام "نذیر احمدیہ مسلم لائبریری" رکھا گیا۔ اس لائبریری کو بہت جلد غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو گئی[۲] چنانچہ اقوام متحدہ کے ڈائریکٹر

---

[۱] الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ؛ [۲] الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

برائے مغربی افریقہ "بو" نے ان تاثرات کا اظہار کیا۔

(ترجمہ) یہ لائبریری جس کو دیکھنے کا مجھے آج فخر حاصل ہوا ہے تنوع اور مجموعہ کتب کے لحاظ سے ایک قابلِ قدر ذخیرہ ہے اور جس صفائی اور جس حسنِ انتظام کے ساتھ کتب و رسائل کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے وہ بہت مفید اور قابلِ تعریف ہے اور اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔[1]

صحافیوں کی ایک پارٹی زراعتی تجربہ گاہ دیکھنے کے لیے روکوپر آئی مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے ان سے ملاقات کی اور لٹریچر دیا۔ آپ نے باجے بو۔ بلاما۔ باما اور کینما کی جماعتوں کا دورہ کیا اور دعوتِ حق پہنچائی۔

بلاما کے پیراماؤنٹ چیف سے مل کر ان کی ریاست میں مسلم سکول اور دارالتبلیغ قائم کرنے کے لیے جگہ طلب کی جس پر انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔

لائبریری کی کتب داخبارات و رسائل کے لیے دنیا کے پچاس بڑے بڑے اخبارول اور رسالوں کے ایڈیٹروں کو بذریعہ خطوط پُرزور تحریک کی کہ وہ مفت اخبارات ارسال کریں جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔[2]

مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے علاوہ سلسلہ کے دوسرے مرکزی مبلغین بھی سرگرمِ عمل رہے۔ مثلاً مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری نے سال کی تیسری سہ ماہی میں وزیرِ اعلیٰ سیرالیون، نائب وزیرِ اعلیٰ، وزیرِ مواصلات، وزیرِ صنعت، پیراماؤنٹ چیفس، لیجسلیٹو کونسل کے ممبران اور دیگر اکابرینِ شہر سے تبادلہ خیالات کیا۔ یامانڈو میں تین دن قیام کر کے پیغامِ حق پہنچایا۔ دس افراد نے بیعت کی۔ یامانڈو سے واپسی پر مگبورکا، مکالی سنگبی اور پیلے کا سفر کیا اور سلسلہ کے اہم امور سرانجام دیئے۔ سفر سے واپسی پر "بو" میں رہ کر مقامی جماعت کی تربیت کے فرائض سرانجام دیئے اور مرکزی امور میں انچارج صاحب سیرالیون کا ہاتھ بٹایا۔[3]

---

[1] الفضل ۷ رنومبر ۱۹۵۶ء صہ ۳ کالم ۳ :: [2] الفضل ۲۸ ردسمبر ۱۹۵۶ء صہ ۳ (خلاصہ رپورٹ مکرم محمد صدیق صاحب گورداسپوری) :: [3] الفضل ۵ ردسمبر ۱۹۵۶ء صہ ۳

چوہدری محمود احمد صاحب شاد نے پہلی سہ ماہی میں ۴۲۸ میل سفر کر کے پیغام حق پہنچایا۔ آپ نے آٹھ پونڈ کا لٹریچر فروخت کیا اور آپ کی تحریک پر مسٹر قاسم نے مسلم پریس کے لیے ۵۰۰ پونڈ کی رقم پیش کی[۱] آپ نے باجے بو کے حلقہ کی سات جماعتوں کا بھی دورہ کیا۔ لیکچر دیئے اور لٹریچر تقسیم کیا۔ آپ نے ماہ جون ۱۹۵۶ء میں مگبورکا۔ کے حلقہ کا چارج لیا نیز خدا کے ایک نئے گھر کی تعمیر کے لیے ۳۰ پونڈ کی رقم جمع ہوئی اور آپ کی نگرانی میں تعمیر کا کام ہوا[۲]

آپ لکوابائی، روچن، گماندا، یونی بانا، ماٹوٹوکا، ماسابو لگو بھی تشریف لے گئے۔ یونی بانا میں آپ کے ذریعہ ۱۲ افراد نے بیعت کی۔ مگبورکا میں ۲۷ افراد کو سلسلہ کا لٹریچر دیا جن میں شمالی صوبہ کے ایجوکیشن سیکرٹری بھی شامل تھے[۳]

قاضی مبارک احمد صاحب انچارج حلقہ بو نے ۵۰۴ میل کا سفر کر کے مماجو۔ نوباندا۔ ماکومانیا میں لیکچروں کے ذریعہ پیغام حق پہنچایا۔ اس دوران پانچ افراد نے بیعت کی۔ انفرادی طور پر قاضی صاحب نے ایک سو بیس افراد سے تبادلہ خیالات کیا جن میں ریاستوں کے پیرا مونٹ چیفس، وزراء اور فرم ایجنٹس، ہیلتھ آفیسر، ڈائریکٹر تعلیم نیز کالجوں اور سکولوں کے طلباء شامل تھے[۴]

اس سال سیرالیون کے ایک مخلص اور مخیر احمدی مسٹر علی روجرز صاحب نے اپنا شاندار مکان جو ایک ہزار پونڈ سے بھی زیادہ مالیت کا تھا سلسلہ احمدیہ کے لیے وقف کیا[۵]

جماعت احمدیہ سیرالیون کا آٹھواں سالانہ اجتماع اس سال ۲۱، ۲۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ہوا۔ جلسہ میں غیر احمدی معززین بھی تشریف لائے۔ جلسہ کے دوسرے روز ۴۔ احباب نے بیعت کی۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج مبلغ سیرالیون نے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ کہ دنیا اس وقت اسلام کے خلاف برسر پیکار ہے لیکن خدا تعالیٰ اس کی سچائی ظاہر کر رہا ہے۔ اس غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بھیجا۔ حضور کی وفات کے بعد اشاعت دین کی

---

[۱] الفضل ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ کالم ۴ [۲] الفضل ۲۵، ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ [۳] الفضل ۴ دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ [۴] الفضل ۱۷، ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء [۵] الفضل ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

ذمہ داری آپ کی جماعت پر ہے ۔ جماعت کا فرض ہے کہ اس ذمہ داری کو نبھانے اور اس کے لیے عاجزانہ دعائیں کرے ۔

جلسہ میں آپ کے علاوہ ان مقررین نے بھی تقاریر کیں :۔

۱۔ سید علی روجیرز صاحب ۔ ۲۔ محمد بشیر صاحب ۔ ۳۔ چیف قاسم صاحب ۔ ۴۔ موسیٰ بوئی صاحب ۔ ۵۔ محمد بونگے صاحب سابق ہیڈ ماسٹر روکوپر احمدیہ سکول ۔ ۶۔ قاضی مبارک احمد ۔ ۷۔ مسٹر علی مالنہری سیکرٹری جماعت ۔ ۸۔ الحاج محمد توڑنے صاحب ۔ ۹۔ چوہدری محمود احمد صاحب شاد۔ پراونشل ایجوکیشن سیکرٹری مکرم حامشر الدین صاحب انغامی نے تقریر میں کہا۔

"آج اگر کوئی جماعت دینِ حق کی حقیقی خدمت میں مصروف ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے"

اسی طرح بوشہر اور ریاست کے عیسائی پیرا مونٹ چیف ہوٹاگوا نے بھی جماعت کی مساعی کو سراہا۔

دورانِ جلسہ مشن کی زمین کے لیے ۳۰ پونڈ کے وعدے احباب جماعت کی طرف سے ہوئے اور پچاس پونڈ کی ادائیگی ہوئی ۔ ایک ماہ وقف کرنے کی تحریک بھی کی گئی جس پر ۱۶ افراد نے لبیک کہا ۔ اس موقعہ پر شوریٰ کا اجلاس بھی ہوا[1]

افریقہ کے احمدیہ مشنوں کی سالانہ سرگرمیوں پر طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد یہ بتانا ضروری ہے کہ افریقہ میں تحریک احمدیت کی ابھرتی ہوئی قوت و شوکت کو عالمی پریس نے اس سال خاص طور پر محسوس کرنا شروع کر دیا ۔ چنانچہ اخبار " ڈیلی میل" فری ٹاؤن کی ۲۶ ؍ جولائی ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں انگلستان کے "مانچسٹر گارڈین" کا حسب ذیل نوٹ شائع ہوا ۔

Ahmadiyyat in the Sight of Others

In addition to the orthodox Maliki Muslims there is another and smaller group of Muslims in British West Africa, the followers of the Ahmadiyya Movement, a missionary organisation with its

---

[1] الفضل ۱۲ ؍ جنوری ۱۹۵۷ء و ۲ ؍ فروری ۱۹۵۷ء

Headquarters in Pakistan, which penetrated to West Africa in the late 1920s. The Movement is rapidly growing, gaining converts from Christianity and paganism, the rate of growth being demonstrated on the Gold Coast, where in 1931, 3,110 adherent were shown, while on 1948 the figure was 22,572.. Similar growth stimulated by the snowball effect of a visibly successful mission, which offers good educational facilities up to Secondary School level, has been recorded through the whole of B. W. Africa with the exception of the Gambia, where the application of an Ahmadi missionary for an entry permit has recently been refused on the officially stated ground that there are already enough different religions in Gambia.

'The Ahmadiyya Movement has much to its credit, displaying ardent missionary activity and a positive and concrete social development programme in its limited communities.

'To the orthodox Muslims, however, the Ahmadis are *Kafir* (unbelievers), lower than Christian or Jews and on the same level as pagans, since they claim that their founder, Mirza Ghulam Ahmad, was the threefold reincarnation of Muhammad, Jesus Christ, and Krishna.

'Politically, the Ahmadiyya Movement is non-partisan; provided there is freedom to preach. The Ahmadis are willing to support the powers -that- be, whoever they are, while regarding individual political beliefs as a matter of personal conscience. There is no sign of any political direction from the Movement's Headquarters at Rabwah in Pakistan, nor does there seem to be any likelihood of its development.

(Culled from the *Manchester Guardian,* Published in the *Daily Mail,* from Freetown, B. W. Africa, dated July 26, 1956. With the reference of 'The Review of Religions, February, 1948)

احمدیت۔ غیروں کی نظر میں

برطانوی مغربی افریقہ میں کثیر مالکی مسلمانوں کے علاوہ مسلمانوں کا ایک اور نسبتاً چھوٹا گروہ ہے۔ جو احمدیہ تحریک کے پیروکار ہیں۔ مغربی افریقہ میں یہ تحریک بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آخری سالوں میں داخل ہوئی۔ اور تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اور عیسائیت اور لا مذہبیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اپنے اندر سمو رہی ہے۔ اس کی رفتارِ ترقی گولڈ کوسٹ میں بہت نمایاں ہے جہاں ۱۹۳۱ء میں اس کے پیروکاروں کی تعداد ۳٫۱۰۱ تھی۔ جبکہ ۱۹۴۸ء میں یہ تعداد ۲۲٫۵۷۲ ہوگئی۔ ایسا ہی اضافہ جس میں بعض اوقات برفانی اُولوں کی سی شدت پیدا ہو جاتی ہے، پورے برطانوی مغربی افریقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جو ایک نمایاں طور پر کامیاب مشن کی مرہونِ منت ہے۔ ایک ایسا مشن جو ثانوی سکول کے معیار تک نہایت شاندار تعلیمی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ سوائے گیمبیا کے، جہاں ملک میں داخلہ کی اجازت سے متعلق ایک احمدی مشنری کی درخواست حال ہی میں سرکاری طور پر یہ کہہ کر رد کر دی گئی ہے کہ پہلے ہی گیمبیا میں مختلف مذاہب کافی تعداد میں موجود ہیں۔

احمدیہ تحریک کو اس کی پُرجوش تبلیغی مساعی اور اپنی محدود تنظیموں میں مثبت اور مربوط سماجی ترقی کے پروگرام کے باعث بہت زیادہ عزت اور وقار حاصل ہوا ہے۔ تاہم کٹر مسلمانوں کے نزدیک احمدی کافر (بے دین) ہیں۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں سے کمتر ہیں۔ بلکہ بے دینوں ہی کی طرح ہیں کیونکہ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کے بانی، مرزا غلام احمدؑ کی تین حیثیتیں ہیں۔ اور آپ محمدؐ، یسوع مسیحؑ اور کرشنؑ کے بروز ہیں۔

سیاسی نقطۂ نظر سے احمدیہ تحریک کسی پارٹی کا بھی ساتھ نہیں دیتی۔ بشرطیکہ تبلیغ کی آزادی ہو۔ احمدی برسرِ اقتدار طاقت کا ساتھ دینا پسند کرتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جبکہ انفرادی

بحوالہ کُلڈ۔ مانچسٹر گارڈین سے اخذ کردہ جو فری ٹاؤن، برطانوی مغربی افریقہ کے ڈیلی میل کے شمارہ مؤرخہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔

سیاسی عقائد کو وہ فرد کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس تحریک کے ربوہ پاکستان میں موجود صدر دفاتر کی طرف سے ملنے والی ہدایات میں کسی سیاسی ہدایت کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ اور نہ ہی اس کا آئندہ کوئی امکان نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ مشہور مستشرق الفریڈ گوئیلام نے اس سال کتاب "ISLAM" شائع کی جس کے صفحہ ۱۲۶ پر جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا

یہ لوگ اپنے عقائد کو پھیلانے اور ان کی تبلیغ کرنے میں غیر معمولی طور پر کامیاب رہے ہیں۔ جنوب مشرقی ایشیا اور افریقہ میں انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو اسلام میں داخل کیا ہے۔ ان کے اس دعویٰ کو کہ اب ان کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ چکی ہے مبالغہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔[1] (ترجمہ)

جزائر غرب الہند جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ شب و روز جزائر غرب الہند میں اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے۔ آپ نے اشتہارات و پمفلٹوں کے ذریعہ پیغام حق پہنچایا۔ اور مارکیٹ سکوئر کے ایک بڑے مجمع میں تقریر کی جس کا موضوع تھا "میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں؟"۔ اس تقریر سے لوگوں میں اسلام کے متعلق مزید دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے معلومات حاصل کیں۔ بعض پادریوں سے بھی آپ کی اثر انگیز گفتگو ہوئی جس سے لوگ متاثر ہوئے۔[2]

سیلون مشن حضرت مصلح موعود کو ۱۹۵۲ء میں بذریعہ خواب بتایا گیا کہ

"ہمارے سلسلہ کا لٹریچر سنہالیز زبان میں بھی شائع ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس کے نتائج اچھے نکلیں گے"۔[3]

اس رؤیا کا پہلا شاندار ظہور اس سال ۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ہوا جبکہ جماعت احمدیہ سیلون کی طرف سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا سنہالی ترجمہ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔[4] جو مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر مبلغ سیلون کی مساعی کا نتیجہ تھا اس موقع پر جماعت

---

[1] الفضل ۱۹ر فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۳ کالم ۲ : [2] الفضل ۲۹ر فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

[3] الفضل ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲: [4] الفضل ۱۴ر نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۳۔

احمدیہ سیلون نے ایک خصوصی تقریب منعقد کی ۔

اگرچہ سیلون ریڈیو نے چند ماہ پہلے جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت کی تھی مگر اس تقریب سے چار دن قبل اس نے متواتر اپنی خبروں میں اس کے انعقاد کا اعلان کیا اور کتاب کی اہمیت بیان کی اور جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمت کی تعریف کی یہی نہیں تقریب کے ختم ہونے کے بعد رات نو بجے کی خبروں میں انگریزی، تامل، سنہلی سب زبانوں میں اس واقعہ کی نمایاں خبر تھی ۔ ریڈیو کے علاوہ سیلون پریس نے بھی اس تقریب کی غیر معمولی اشاعت کی[1]

سیلون کے بدھسٹ وزیرِاعظم نے اس کتاب کے بارہ میں پیغام دیا کہ :۔

"بدھسٹ اور سنہلی ہونے کے لحاظ سے میں اس کتاب "ISLAM DHARMA" کے لیے مختصر سا پیغام بھیجنے میں فخر محسوس کرتا ہوں ۔ اس ملک کی تاریخ کے اس اہم دور میں سنہلی زبان میں اسلامی کتاب کا شائع ہونا باعثِ اطمینان ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے تعلقات بڑھیں گے ۔ یہ کتاب جو عام فہم زبان میں تیار کی گئی ہے یقیناً سنہلی زبان میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت کو پورا کرنے والی ہوگی اور مجھے اُمید ہے کہ یہ بہت سے لوگوں تک پہنچے گی ۔[2]

اسلامی اصول کی فلاسفی کے سنہلی ترجمہ کے علاوہ مشن کی طرف سے درج ذیل لٹریچر بھی شائع ہوا ۔

۱ ۔ ترجمہ سورۃ فاتحہ (عربی ۔ انگریزی، تامل، سنہلی زبان میں) یہ ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا ۔ اس کی تصاویر کئی روزناموں میں شائع ہوئیں ۔

۲ ۔ ترجمہ سورۃ یٰسٓ (سنہلی ۔ انگریزی)

۳ ۔ ترجمہ چہل احادیث (سنہلی ۔ انگریزی)

۴ ۔ آنحضرتؐ کی سیرت پر کتاب (سنہلی)

۱۹۵۶ء کے آخر میں جماعت کے ایک وفد جناب عبدالقادر صاحب صدر جماعت احمدیہ سیلون

---

[1] الفضل ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صـ۸ ؛ [2] الفضل ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صـ۴

[3] الفضل ۱۴ر نومبر ۱۹۵۶ء صـ۳

کی زیر قیادت گورنر جنرل سیلون سے ملا اور ان کی خدمت میں سلسلہ احمدیہ کا انگریزی و سنہالی لٹریچر پیش کیا۔ گورنر جنرل صاحب نے جماعت کی کوششوں کو سراہا جس کا ذکر پریس میں بھی ہوا۔ اسی طرح سیلون کے وزیر اعظم مسٹر بندرا نائیکے کو بھی قرآن مجید کا تحفہ پیش کیا گیا انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ سرکاری زبان میں لٹریچر شائع کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ اس واقعہ کی بھی اخبارات میں اشاعت ہوئی۔ علاوہ ازیں سیلون کے وزیر تعلیم، وزیر امور داخلہ، وزیر صنعت وزیر مواصلات، وزیر صحت، وزیر محنت، وزیر اراضیات، وزیر ڈاک خانہ جات، وزیر امور متعلقہ ثقافت اور دس اعلیٰ افسروں کو بھی لٹریچر دیا گیا[1]

سنگاپور و ملایا مشن

ریاست جوہور ملایا کے محکمہ شرعیہ کے افسر اعلیٰ اونکو اسماعیل بن عبدالرحمٰن سکندر شاہی خاندان کے سپوت تھے اور ملائی، انگریزی اور عربی زبانوں میں خاص دسترس رکھتے تھے۔ آپ تک پیغام احمدیت مولانا محمد صادق صاحب سماٹری کے ذریعہ پہنچا اور آپ چار سال تک تحقیق کرنے کے بعد اس سال داخل احمدیت ہو گئے اور ملایا کی احمدیہ جماعت کے لیے تقویت کا موجب بنے۔

مولانا محمد صادق صاحب سماٹری تحریر فرماتے ہیں۔

"چونکہ ریاست جوہور کی سرحد سنگاپور سے ملتی ہے اور یہ ہے ملایا کی ریاستوں میں سے سب سے بڑی اور دولت مند ریاست اس لیے مَیں نے اسے کبھی فراموش نہیں کیا تھا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ ریاست جوہور کے مفتی صاحب علوی بن طاہر بن الحداد اور چیف قاضی اسماعیل بن عبدالعزیز احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء کے وسط میں مَیں نے مکرم عبدالحمید سالکین صاحب سے مشورہ کیا۔ کہ کب جوہور جانا مناسب ہو گا؟ تاکہ محکمہ شرعیہ جوہور کے افسر اعلیٰ اونکو اسماعیل صاحب سے ملاقات کی جا سکے۔ آخر ایک دن ہم نے مقرر کیا اور اکٹھے بذریعہ بس مغرب کے بعد سنگاپور سے جوہور روانہ ہو گئے چونکہ ہمیں اونکو اسماعیل صاحب کے مکان کا علم نہ تھا اس لیے ہم نے پبلک لائبریری میں پہنچ کر اونکو صاحب کا پتہ پوچھا اور وہیں سے ٹیلیفون ڈائریکٹری دیکھ کر ان کے ٹیلیفون نمبر کا پتہ کیا۔

مَیں نے برادرم عبدالحمید سالکین صاحب سے کہا کہ آپ خود محترم اونکو صاحب کو ٹیلیفون

[1] الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

کریں تاکہ اگر وہ پوچھیں کہ تم کون ہو تو آپ اپنا نام بتا سکیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیں کہ میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے اگر میں انہیں ٹیلیفون کروں گا تو ممکن ہے میرا نام سن کر وہ ملنے کا موقع نہ دیں چنانچہ برادرم موصوف نے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ ہم آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ محترم اونکوصاحب نے کہا کہ بے شک آ جائیں مگر میں صرف پانچ منٹ دے سکوں گا۔ کیونکہ مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے عبدالحمید سالکین نے مجھے کہا کہ ہم ڈیڑھ روپیہ جانے کا اور ڈیڑھ روپیہ آنے کا کرایہ ادا کریں گے لیکن وقت صرف پانچ منٹ ملے گا بظاہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں میں نے کہا ہمیں ضرور جانا چاہیئے کم از کم محترم اونکوصاحب سے تعارف تو حاصل ہو جائے گا اس پر ہم پبلک لائبریری سے باہر نکلے ٹیکسی لی اور اونکو صاحب کے گھر پہنچے مکان دومنزلہ تھا اونکوصاحب کا لڑکا نیچے دروازہ پر کھڑا ہمارا انتظار کر رہا تھا جب ہم اس سے ملے تو اس نے کہا ابا جان کو مصروفیت بہت ہے جب پانچ منٹ ختم ہو جائیں تو خود بخود ہی اجازت لے کر چلے جائیں ہم نے کہا بہت اچھا وہ یہ کہہ کر اوپر چلا گیا اور جا کر اونکو صاحب کو اطلاع دی اور ایک دو منٹ کے بعد ہی ہم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت معمر بزرگ شریف طبع ہنستے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ ہی نوکر چائے لا رہا ہے۔

سلام اور مصافحہ کے بعد اونکوصاحب نے ہمیں بیٹھنے کے لیے کہا ہم بیٹھ گئے اونکوصاحب نے برادرم عبدالحمید صاحب سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے اور کام کیا ہے۔ جو انہوں نے بتایا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا " میرا نام محمد صادق ہے اور میں احمدیہ جماعت کا مبلغ ہوں" یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہنے لگے " میں نے آپ کی کتاب کبزان (صداقت) پڑھی ہے اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ پڑھی ہے بعض امور کے متعلق میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا تھا۔ اچھا ہوا کہ آپ خود آ گئے "۔ یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ ایک دو منٹ باقی تھے انہوں نے چائے پینے کے لیے فرمایا اور ہم نے چائے پینا شروع کر دی وہ دو منٹ بھی ختم ہوئے تو ہم اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ اجازت لے کر واپس چلیں مگر اونکوصاحب نے فرمایا نہیں آپ بیٹھیں میں سمجھا تھا کہ کسی اخبار کے دو نمائندے آ رہے ہیں۔ میرے پاس عام طور پر اخباروں کے نمائندے آتے رہتے ہیں اور کرید کرید کر ریاست کے حالات پوچھتے ہیں اور پھر جا کر اخباروں میں شائع کر دیتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ اخبار کے نمائندوں کو پانچ منٹ سے

زیادہ وقت نہیں دینا کیونکہ میرے کام بہت اہم اور زیادہ ہیں لیکن آپ سے ملنا ان سب سے اہم ہے اس لیے آپ بیٹھیں۔ یہ سُن کر ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور ہم اطمینان سے باتیں کرنے لگے۔

قریباً پون گھنٹہ کے بعد کہنے لگے آپ کی کتاب کیزان بہت اچھی ہے مختصر بھی ہے اور واضح بھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وکیل نے لکھی ہے پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ آپ نے یہ کتاب اردو یا انگریزی میں لکھی ہوگی اور کسی ملایا کے باشندے نے اس کا ملایا زبان میں ترجمہ کیا ہوگا۔ مگر اب بات چیت کر کے معلوم ہوا کہ یہ کتاب آپ نے خود لکھی ہے پھر احمدیت کے عقائد اور دوسرے مسلمان بھائیوں سے ہمارے اختلاف کے متعلق وہ بعض باتیں پوچھتے رہے اور یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے حالات دریافت فرماتے رہے حتیٰ کہ رات دس بجنے کو آئے۔

جوہور سے آخری بس سنگاپور کے لیے پورے دس بجے روانہ ہوتی تھی مگر اونکو صاحب نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ کار نکالو کہ ان دونوں کو بس اڈے پر چھوڑ آئیں چنانچہ اونکو صاحب نے ہمیں کار میں بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گئے اور دس پندرہ منٹ جو ہم کار میں اکٹھے رہے وہ مجھے بار بار تاکید فرماتے رہے کہ میرے دفتر میں کل صبح ضرور آئیے بھولنا نہیں میں اور کئی باتیں جماعت کے متعلق آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ ہم بس اڈے پر پہنچے۔ اور بس میں سوار ہونے کے لیے قدم رکھا ہی تھا کہ بس روانہ ہوگئی چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور اونکو صاحب کے لیے دعائیں کرتے ہوئے تقریباً ۱۱ بجے شب ہم گھر پہنچ گئے۔

جوہور میں ریاست کے دفاتر عموماً ۸ بجے کھلتے تھے۔ اس لیے خاکسار ۸ بجے سنگاپور سے روانہ ہوا اور قریباً ۱۰ بجے محترم اونکو صاحب کے دفتر میں پہنچ گیا وہاں پہنچنے پر مَیں نے دو اور بزرگوں کو موجود پایا۔ ایک محترم عبداللہ بن عیسیٰ تھے جنہیں ریاست کی طرف سے عزت افزائی کا خطاب داتو (DAT SK) دیا گیا تھا اور ایک اور بزرگ جن کا نام عبدالرحمان بن یا بین تھا جو بعد میں پارلیمنٹ آف ملایا کے چیئرمین منتخب ہوئے محترم اونکو صاحب نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں نے آپ دونوں کو اس وجہ سے بلایا ہے کہ آپ احمدیہ عقاید خود ان کی زبانی سنیں اور دوسرے اس وجہ سے بلایا ہے کہ آپ ان کی ملائی زبان بھی سُنیں کہ کیسی فصیح اور بلیغ ہے پھر ہم وہاں بیٹھ گئے بارہ بجے سے اوپر تک گفتگو ہوتی رہی ماحول نہایت خوشگوار تھا اور خاکسار کی

باتوں کو غور سے سُنا جا رہا تھا وہ قرآنی آیات اور احادیث سُنکر بہت حیران ہوئے اور کہا کہ ہم اسکے متعلق پوری تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ پھر محترم اونکو صاحب نے فرمایا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ محکمہ شرعیہ جوہور کے لیے جماعت احمدیہ کا لٹریچر خریدا جائے مَیں نے کہا بہت اچھی بات ہے۔

اس کے بعد اونکو صاحب نے احمدیت کے متعلق مزید تحقیقات شروع کر دی اور سلسلہ کے لٹریچر کا وسیع مطالعہ شروع کر دیا۔ حتّٰی کہ ۱۹۵۶ء آ پہنچا ان پر لائف آف احمد (مصنفہ مولانا درد مرحوم) کا بہت اثر تھا اس کی بڑی تعریف کرتے رہے۔

محترم اونکو صاحب نے لٹریچر کا مطالعہ برابر جاری رکھا اور آخر ۱۹۵۶ء کے ابتداء میں مجھے ایک دفعہ کہا کہ مَیں جب آپ کی باتیں سُنتا ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ آپ صحیح اور سچی بات کہہ رہے ہیں لیکن جب مَیں مفتی صاحب (علوی بن طاہر الحداء) کے پاس جاتا ہوں تو وہ کوئی نہ کوئی شبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اس لیے مَیں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور اُن کو اپنے سامنے بٹھا کر گفتگو کراؤں اور دو چار آدمی بھی بلائے جائیں آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ گفتگو کے لیے تیار ہیں؟ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں تیار ہوں بے شک آپ مفتی صاحب موصوف سے وقت اور دن مقرر کر لیں اور مجھے اطلاع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے مفتی صاحب سے مل کر انہیں تبادلہ خیال کے لیے تیار کر لیا اور دن اور وقت مقرر کر کے دو تین دن پہلے مجھے اطلاع کر دی۔ اونکو صاحب محترم کے لیے بھی اور میرے لیے بھی یہ نازک موقعہ تھا اس لیے مَیں نے اپنے مولیٰ سے دعا کرنی شروع کی کہ الٰہی تو میری مدد کرنا اور میری راہنمائی فرمانا تاکہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی یا کمزوری سرزد نہ ہو جو محترم اونکو صاحب کو صحیح راستہ سے دور لے جائے۔

مَیں عین گیارہ بجے دن کے (مقررہ وقت پر) سنگاپور سے جوہور پہنچ کر اونکو صاحب محترم کے دفتر میں پہنچ گیا۔ انہوں نے گھنٹی بجائی۔ اور دفتر کا کلرک آیا اور اونکو صاحب نے فرمایا جاؤ اور جاکر مفتی صاحب سے کہو کہ محمد صادق احمدی مبلغ آ گئے ہیں آپ بھی تشریف لے آئیں۔ اس وقت تین اور معزز آدمی بھی اس گفتگو کو سُننے کے لیے وہاں پہنچ چکے تھے۔ کلرک گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ مفتی صاحب تو سنگاپور تشریف لے گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اطلاع کر دی جائے۔ یہ خبر سُن کر محترم اونکو صاحب کو بہت رنج ہوا اور بار بار کہتے رہے کہ وعدہ

مجھے یاد ہے اور آج صبح بھی میں نے بذریعہ ٹیلیفون انہیں اطلاع کی مگر انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا افسوس ہے پھر انہوں نے کہا نائب مفتی تو آں عبدالجلیل حسن کو بلا جائے۔ چنانچہ وہ آ گئے اور ہم پانچ چھ آدمی اکٹھے دفتر میں بیٹھ گئے اور آپس میں بات چیت شروع ہوگئی اور کہا جا سکتا ہے کہ قریبًا ¾ (تین چوتھائی) وقت میں نے لے لیا۔ ½۱۲ بجے محترم ادنکو صاحب کہنے لگے کہ آئیں گھر چلیں کیونکہ ہم سب کیلئے کھانا تیار ہے۔ اس پر ہم سب آپ کے ساتھ ہو لیے۔ گھر پہنچ کر کھانا کھایا اور پھر گفتگو شروع ہوئی میں نے نائب مفتی صاحب سے بار بار کہا کہ اگر میری کسی بات پر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو ابھی میرے سامنے پیش کر دیں ایسا نہ ہو کہ میں چلا جاؤں تو اس کے بعد ادنکو صاحب سے کہیں کہ یہ بات غلط ہے اور وہ بات غلط ہے۔ ادنکو صاحب محترم نے میری تائید فرمائی مگر نائب مفتی صاحب آخر وقت تک خاموش رہے اس پر دوسرے لوگ تو چلے گئے مگر میں اور ادنکو صاحب رہ گئے ادنکو صاحب نے مجھے کہا کہ آج سے آپ مجھے احمدی سمجھیں اور خدمت اسلام کے لیے ۲۰ ڈالر یعنی -/۳۰ روپے ماہوار جماعت کو دیتا رہونگا۔ پھر مرحوم نے میری امامت میں نماز ظہر اور عصر ادا کی میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے الحمد للہ علیٰ ذالک کہا اور ان کے لیے اور زیادہ دعا شروع کر دی۔

گو محترم ادنکو صاحب نے یہ تو کہدیا کہ مجھے احمدی سمجھا جائے۔ مجھے ڈر پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ اگر ادنکو صاحب کو بیعت کے لیے کہا جائے تو وہ بیعت کرنے سے انکار کر دیں اس لیے ان کے لیے خود بھی دعا کرتا رہا اور سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھی دعا کی درخواست کی۔ حضور پُر نور نے خود بھی ان کے لیے دعا کی اور دوسرے بزرگوں کو بھی دعا کے لیے تحریک فرمائی۔ پھر میں نے ادنکو صاحب محترم سے کہا کہ آپ استخارہ کر لیں تاکہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اطلاع مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے استخارہ کیا اور ایک دن مجھے ٹیلیفون پر فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ وہ سجدے میں ہیں اور ان پر بارش کے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ ان دنوں خوابوں کی وجہ سے انہیں یقین ہو گیا کہ احمدیت سچی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے سچے مامور ہیں چونکہ انہیں ہر طرح اطمینان اور تسلی ہو چکی تھی اور انہیں احمدیت کی سچائی کے متعلق یقین ہو چکا تھا اس لیے ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو انہوں نے فارم بیعت پُر کر دیئے۔

آپ پہلے ۱۴ برس تک مجسٹریٹ رہے پھر محکمہ شرعیہ ریاست جوہور کے ہیڈ (آفیسر)

رہے پھر ریٹائر ہو گئے اس کے بعد انہیں پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا اور اسی دوران انہوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ان کا یہ تقرر دو سال کے لیے تھا جب دو سال ختم ہو گئے تو فارغ کر دیا گیا میں نے دیکھا کہ انہیں اس بات کی ذرّہ بھر پرواہ نہ تھی چونکہ وہ بڑے قابل اور معزز انسان تھے اس لیے ملایا کی سنٹرل حکومت نے لے لیا اور آپ دوبارہ مرکزی حکومت کی طرف سے اسی اپنی ریاست میں مجسٹریٹ درجہ اوّل مقرر ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد اپنی کمزوری اور کام کی کثرت کی وجہ سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ اور مجھے لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے بقیہ ایام خدا کی عبادت اور تبلیغ کے لیے وقف کر دوں بعض لوگوں نے انہیں مختلف طریق سے تکلیف دینے کی کوشش کی اور احمدیت کی وجہ سے ان کی ہتک کرنے کی بھی کوشش کی مگر انہوں نے کبھی کوئی پرواہ نہ کی۔[1]

آپ کی ایک بہن جن کا نام اونکو فاطمہ ہے یہ بھی بڑی شریف الطبع سلیم الفطرت عبادت گزار اور متقی خاتون ہیں اونکو صاحب نے انہیں کہا کہ میں تو احمدی ہو چکا ہوں میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں مذہبًا جُدا ہوں اپنے بھائی کے کہنے پر انہوں نے بھی استخارہ کیا ایک دفعہ نہیں دو دفعہ اور دونوں دفعہ انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار پر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہے۔ ان الفاظ میں لفظ اللہ بڑے نمایاں حروف میں ہے اور دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لفظ اللہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ایسا نظارہ انہوں نے دو دفعہ دیکھا چنانچہ انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں اس لیے دسمبر ۱۹۵۶ء میں انہوں نے بھی بیعت کر لی اس طرح چند ماہ کے بعد ان کی دوسری بیوی سعدیہ صاحبہ نے بھی بیعت کر لی۔"

انڈونیشیا مشن

۱۔ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی ساتویں سالانہ کانفرنس انڈونیشیا کے دارالحکومت جاکرتہ کے ایک وسیع ہال میں ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ فروری ۱۹۵۶ء کو کامیابی سے منعقد ہوئی جس میں انڈونیشیا کی ۱۲ جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔

---

[1] وفات ۱۹۶۹ء

کانفرنس کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک خاص پیغام ارسال فرمایا۔ کانفرنس شروع ہونے سے پہلے تین دفعہ جاکرتہ کے روزنامہ اخبارات اور ریڈیو پر اس کی خبر نشر کی گئی انڈونیشیا کے صدر اور نائب صدر نے اس موقع پر مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ کانفرنس میں غیر احمدی معززین بھی تشریف لائے۔ جن میں جاکرتہ شہر کے لارڈ میئر مسٹر سوڈیرو اور وزارت مذہب کے جنرل سیکرٹری اور پارلیمنٹ کے ممبران خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ کانفرنس سے درج ذیل مبلغین نے خطاب فرمایا سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا۔ مولوی عبدالاحد صاحب (جماعت احمدیہ کی جدوجہد) ملک عزیز احمد صاحب (امن عالم) مولوی محمد زهدی صاحب (محمدؐ خاتم النبیین) بشیر شاہ صاحب (مذہب کامل) صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (احمدیت کی دعوت) اس کے علاوہ چالیس مختلف اصحاب نے کانفرنس سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ملکی پریس اور ریڈیو نے کانفرنس کی مفصل خبریں ملک کے کونے کونے تک پہنچا دیں[1]

۲۔ سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو پاڈانگ میں خدا کے گھر کا سنگِ بنیاد رکھا۔ آپ کے بعد مولوی امام الدین صاحب اور مقامی جماعت کے بعض مخلصین نے بھی باری باری اینٹیں رکھیں۔ اس تقریب میں جماعتِ احمدیہ پاڈانگ کے بوڑھے، نوجوان، اور خواتین شامل ہوئے[2]

۳۔ جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کے اعلیٰ عہدیداروں کا ایک وفد رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی زیر قیادت انڈونیشیا کے صدر ڈاکٹر احمد سوکارنو اور ان کے نائب ڈاکٹر محمد حتیٰ صاحب سے ملا۔ انہوں نے نہایت دلچسپی سے جماعت کے حالات دریافت کیے۔ صدر سوکارنو نے حضرت مصلح موعود کی صحت کے متعلق استفسار فرمایا۔ اور تازہ لٹریچر کی فرمائش کی ہر دو کو تفسیرِ قرآن انگریزی کی ایک ایک کاپی دی گئی۔

۴۔ مولوی عبدالواحد صاحب جوکرتا میں، مکرم مولوی امام دین صاحب پاڈانگ میں، مولوی محمد ایوب صاحب جنوبی سماٹرا میں، مولوی ذینی دحلان صاحب وسطی سماٹرا میں خدماتِ دینیہ

---

[1] الفضل یکم و ۲ مئی ۱۹۵۶ء [2] الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

میں مصروف رہے۔ انہوں نے ہزارہا کلومیٹر کا سفر کر کے لیکچروں، ملاقاتوں اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ پیغام حق پہنچایا۔ اس سال خدا کا ایک گھر مکمل ہوا [1]

۵۔ اس سال انڈونیشین احمدیوں نے مالی جہاد کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا چنانچہ ۲۵ اصحاب نے وصیت کی تحریک جدید کے وعدے ایک لاکھ اٹھاون ہزار پیش کیے گئے۔ قادیان کے مقدس مقامات کی تعمیر کے لیے سات آٹھ ہزار کی رقم دی۔ ذیلی تنظیمیں بھی اپنے چندہ جات باقاعدہ ادا کرتی رہیں۔ ہونہار احمدی بچوں کی تعلیم کے لیے بھی دس ہزار روپے جمع ہوئے۔ مغربی جاوا کے خوبصورت شہر گاروت میں خدام و ناصرات کے پندرہ روزہ تربیتی کیمپ لگائے گئے جو بہت مفید ثابت ہوئے۔

اس سال بعض مخالفین جماعت نے سیاسی رنگ میں جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن فرض شناس حکام کے تعاون سے دشمن ناکام رہے۔ سیلون ریڈیو سے ایک مولوی نے امام جماعت کے خلاف زہر اُگلا۔ جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے سیلون کی حکومت کے پاس اس تقریر کے خلاف احتجاج کیا۔ حکومت نے معذرت کا خط لکھا اور یقین دلایا کہ آئندہ اس قسم کی حرکت نہ ہوگی [2]

۶۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو انڈونیشیا کے دارالحکومت جاکرتہ میں جماعت انڈونیشیا کی ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس کا آغاز پارلیمنٹ ہاؤس کے قریب ایک مشہور ہال میں ½۹ بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جماعت جاکرتہ کے پریذیڈنٹ جناب شافعی باتوہ صاحب نے مختصر تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔

اس کے بعد میاں عبدالحی صاحب نے "اسلام ایک عالمگیر تہذیب کی حیثیت میں" کے موضوع پر مولوی محمد زھدی صاحب نے "سوسائٹی کو تباہی سے کیسے بچایا جائے" کے موضوع پر ملک عزیز احمد نے "حکومت کے متعلق اسلامی تعلیم" کے موضوع پر تقریریں کیں اور سید شاہ محمد صاحب

---

[1] الفضل یکم دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۴ [2] الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ و الفضل ۹ و ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء خلاصہ رپورٹ میاں عبدالحی صاحب

کا موضوعِ خطاب تھا " اُمتِ مسلمہ میں کس طرح سے جوش اور حرکتِ عمل پیدا ہو سکتی ہے ؟
حاضرین کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔[1]

۵۔ جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کی سالانہ کانفرنس کئی مشکلات کی وجہ سے صرف ایک دن کے لیے ہوئی۔ سالانہ کانفرنس کی کارروائی ۸ ½ بجے بعد نماز مغرب وعشاء شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد سید شاہ محمد صاحب نے دعا کرائی۔ چونکہ کانفرنس کی تیاری کے سلسلہ میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس لیے دعا کے دوران احباب جماعت پر رقت طاری رہی۔ دعا کے بعد راڈین ہدایت صاحب صدر جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے تقریر کی۔ اس کے بعد جناب شاہ محمد صاحب نے حضرت اقدس مصلح موعودؓ کا پیغام پڑھ کر سنایا جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

انڈونیشین بھائیو۔ پاکستان میں دو ہفتہ کے اندر سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ آپ لوگ بھی اپنی کانفرنس منعقد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت کرتے ہوئے سارے ملک میں سچائی کے پھیلانے کا ذریعہ بنا دے۔ آپ کا ملک بڑا ہے لیکن جماعت ابھی چھوٹی ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی اور طاقت دے کر تقویٰ کے راستوں پہ چلائے تاکہ یہ خود منور ہو کر دوسرے ممالک کو بھی منور کر دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سیاسی اور روحانی لیڈروں کی اس رنگ میں رہنمائی فرمائے کہ وہ سچائی اور انصاف کے راستوں کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہو۔ آپ لوگ اس پہ بھروسہ رکھتے ہوئے ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہیں وہ بھی آپ کو کبھی نہیں چھوڑیگا۔[2]

حضور کے پیغام کے بعد مکرم جناب سیّد شاہ محمد صاحب نے خطاب کیا جس میں خلافت سے والہانہ تعلق کی تحریک کی۔ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر زور دیا اور چندہ جات کی ادائیگی کی مؤثر تلقین کی نیز فرمایا کہ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ خدمتِ دین کے لیے زندگی وقف کریں۔ اس کے بعد آپ نے جماعت کی سالِ رواں کی مساعی پیش کی۔ جماعت کو اختلاف سے بچنے کی تلقین کی پھر حضور کا پیغام جماعت کے نمائندوں میں تقسیم کرایا۔ بعد ازاں خلافت سے وابستگی کا عہد دہرایا

---

[1] الفضل ۱۷ فروری ۱۹۵۷ء صہ ۳ خلاصہ رپورٹ میاں عبدالحی صاحب
[2] الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۵۷ء (ترجمہ از انگریزی)

پیش کیا جو بالاتفاق منظور ہو گیا۔ اس کے بعد شوریٰ کا اجلاس ہوا شوریٰ کے اجلاس کے بعد آئندہ کانفرنس کے متعلق فیصلہ ہوا۔ پھر میاں عبدالحی صاحب نے احباب کو حضور کے اس ارشاد سے آگاہ کیا کہ۔ "انڈونیشیا میں تبلیغ کی مساعی کو تیز تر کر دیا جائے" اس کے بعد صاحب صدر نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور شاہ محمد صاحب نے دعا کرائی۔

مبلّغین احمدیت کی مرکز سے روانگی اور واپسی

۱۹۵۶ء میں درج ذیل مبلّغین بیرون ممالک میں اعلائے کلمۂ حق کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۔ حافظ قدرت اللہ صاحب (برائے ہالینڈ ۳۰ر جنوری)[1]

۲۔ مولوی فضل الٰہی صاحب انوری (برائے غانا) مغربی افریقہ ۔ ۷ مارچ)[2]

۳ سید کمال یوسف صاحب (۱۲ر اپریل سکنڈے نیویا)[3]

۴۔ مولوی نورالحق صاحب تنویر (۱۲ر اپریل ۔ مصر)[4]

۵۔ امری عبیدی صاحب (برائے مشرقی افریقہ ۔ ۲۴ر اپریل)[5]

۶۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب (برائے دمشق ۱۱ر جولائی)[6]

۷۔ مولوی غلام حسین صاحب ایاز (برائے سنگاپور ۔ ۸ر اکتوبر)[7]

۸۔ مولوی عبدالرشید صاحب شاہد (برائے مغربی افریقہ ۲۳ر دسمبر)[8]

۹۔ مولوی غلام نبی صاحب شاہد (برائے مغربی افریقہ ۲۳ر دسمبر)[9]

اس طرح مندرجہ ذیل مبلّغین فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کے بعد اس سال واپس پاکستان تشریف لائے۔

۱۔ حافظ قدرت اللہ صاحب (۱۹ر جنوری کو انڈونیشیا سے)[10]

۲۔ قریشی محمد افضل صاحب (۲۸ر فروری کو گولڈکوسٹ سے)[11]

---

[1] الفضل ۳۱ر جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [2] الفضل ۸ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ کالم ۴ [3،4] الفضل ۱۳ر اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [5] الفضل ۲۶ر اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [6] الفضل ۱۲ر جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [7] الفضل ۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [8] الفضل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ ⁂ [9] (ایضاً) ⁂ [10] الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ کالم آخر ⁂ [11] الفضل ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ کالم آخر

۳۔ قریشی فیروز محی الدین صاحب شاہد (۱۲؍ مارچ کو سنگاپور سے)[1]
۴۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (۲۹؍ مارچ کو انڈونیشیا سے)[2]
۵۔ مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد (۹؍ نومبر کو غانا سے)[3]
۶۔ مولوی عبدالکریم صاحب شرما (یکم دسمبر کو مشرقی افریقہ سے)[4]
۷۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل (۲۲؍ دسمبر کو سیرالیون سے)[5]
۸۔ مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری ۲۲؍ دسمبر کو سیرالیون سے)[6]
۹۔ مولوی عبداللطیف صاحب شاہد پریمی (۲۲؍ دسمبر کو گولڈ کوسٹ سے)[6]

نئی مطبوعات

اس سال بھی خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں مفید اضافہ ہوا۔ بیرونی مشنوں کی نئی کتب اور فتنہ منافقین کے رد میں چھپنے والی کتب کا بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے علاوہ جو اہم کتب شائع ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جماعتی تربیت اور اس کے اصول۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔
۲۔ حیاتِ احمد جلد پنجم۔ حالات ۱۹۰۱ء۔ ۱۹۰۲ء حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ حیدرآباد۔
۳۔ حیات بقاپوری جلد سوم، چہارم و پنجم۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔
۴۔ شرح القصیدہ۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان۔
۵۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (سندھی زبان میں)۔ از مولانا غلام احمد فرخ مربی سلسلہ ناشر احمدیہ منزل سکھر۔
۶۔ المودودی فی المیزان (المبشر الاسلامی الاحمدی منیر الحصنی دمشق)
۷۔ قضاء و قدر۔ مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

---

[1] الفضل ۲۵؍ مارچ ۱۹۵۶ء صا کالم آخر؛ [2] الفضل ۳۰؍ مارچ ۱۹۵۶ء صا
[3] الفضل ۱۱؍ نومبر ۱۹۵۶ء صا؛ [4] الفضل ۴؍ دسمبر ۱۹۵۶ء صا آخر؛ [5] و [6] الفضل ۲۳ و ۲۵؍ دسمبر ۱۹۵۶ء صا؛ [7] الفضل ۲۳؍ دسمبر ۱۹۵۶ء صا و الفضل ۲۵؍ دسمبر ۱۹۵۶ء صا

۸۔ اربعین۔ سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مربی سلسلہ احمدیہ۔ ناشر سید محمد سعید سلیم دارالتجلید اردو بازار۔

۹۔ منظم جماعت کا منظم کام۔ تبلیغ اسلام۔ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیری۔

۱۰۔ اندیلیس خطبات جمعہ و عیدین (حضرت مصلح موعودؓ) (۱۹۱۴ء - ۱۹۵۴ء) مرتبہ مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل ہائی کورٹ یادگیر۔ بھارت۔

۱۱۔ دیوانِ خادم۔ کیپٹن ملک خادم حسین صاحب ربوہ۔

۱۲۔ بشاراتِ رحمانیہ جلد دوم۔ مولوی ابوظفر عبدالرحمن مبشر صاحب مولوی فاضل ڈیرہ غازیخان (لاہور آرٹ پریس انارکلی بالمقابل گنپت روڈ۔ لاہور)۔

۱۳۔ خالد سیف اللہ (ابوزید شبلی) مترجم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی (ناشر مکتبہ جدید انارکلی لاہور)

۱۴۔ پیام احمدیت (فارسی ترجمہ احمدیت کا پیغام)۔

۱۵۔ تذکرہ طبع دوم۔

۱۶۔ "تحریک جدید کے بیرونی مشن" (صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب)

۱۷۔ LA MORT GLORIEUSE DE JESUS مولوی فضل الہیٰ صاحب بشیر مبلغ ماریشس۔

۱۸۔ اخلاق اور ان کی ضرورت (خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب)۔

۱۹۔ بچوں کے لیے اخلاقی مضامین (میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول ربوہ)۔

فصلِ چہارم

خلافتِ ثانیہ کا تینتالیسواں[۴۳] سال

(از ماہ صلح ۱۳۳۶ ہش تا ماہ فتح ۱۳۳۶ ہش)
جنوری ۱۹۵۷ء — دسمبر ۱۹۵۷ء

ٹھیک سو سال قبل ۱۸۵۷ء کا مفسدہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں ملک ہند سے مسلم سلطنت کے آثار باقیہ بھی معدوم ہو گئے اور ضعف اسلام کا دردناک زمانہ شروع ہو گیا۔
جہاں ۱۸۵۷ء کا سال مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک قیامت بن کر آیا جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو تڑپا دیا وہاں ۱۹۵۷ء کا سال دنیائے اسلام کے لیے بہت مبارک اور مسرتوں کا پیغام ثابت ہوا جیسا کہ آئندہ تفصیل سے عیاں ہوگا۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا دورہ جنوبی ہند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان) نے ۱۷؍جنوری سے ۱۲؍مارچ ۱۹۵۷ء تک جنوبی ہند کی احمدی جماعتوں کا کامیاب دورہ کیا۔
مختلف اوقات میں درج ذیل علماء کرام آپ کے ہمسفر رہے۔ مولوی محمد سلیم صاحب، مولوی بشیر احمد صاحب۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی، مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیر، مولوی سمیع اللہ صاحب، مولوی مبارک علی صاحب، حکیم محمد الدین صاحب، محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار "آزاد نوجوان" صاحبزادہ صاحب ۵ صوبوں کی چالیس احمدی جماعتوں میں تشریف لے گئے ۶ ہزار میل سفر

کیا اور خطبات جمعہ، تقاریر، جلسوں کے ذریعہ جماعت کی تربیت فرمائی دس ہزار سے زائد لٹریچر تقسیم کیا گیا اور چھبیس ۲۶ مقامات پر جلسے منعقد کیے گئے [1]

اس تبلیغی دورہ کا چرچا جنوبی ہند کے پریس میں بھی ہوا۔ چنانچہ اخبار انگارے حیدر آباد نے لکھا:۔

"۳؍فروری آج ساڑھے چار بجے بلڈنگس سکندر آباد میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب فرزند امام جماعت احمدیہ کے اعزاز میں جماعت ہائے احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد کی طرف سے دعوت عصرانہ ترتیب دی گئی تھی۔ دعوت میں کثیر تعداد میں شہر حیدر آباد اور سکندر آباد کے معززین نے شرکت کی جس میں نواب اکبر یار جنگ بہادر، نواب ناظر یار جنگ بہادر، مولوی مرتضیٰ خان صاحب خانصاحب دوست محمد علاؤالدین، سیٹھ نور محمد علاؤالدین صاحب سردار فضل حق خاں صاحب اور دیگر مذاہب کے معززین نے شرکت کی جس میں جماعت احمدیہ کی جانب سے پیش کیے ہوئے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا معروف قول ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ ایڈریس میں جو نسبت بانی جماعت احمدیہ سے بیان کی گئی ہے اس خصوص سے ہم جائزہ لے سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو آپ نے کس کام پر لگایا۔ آپ قادیان کی گمنام بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دل میں اسلام اور قرآن کا درد تھا۔ اسی اشاعتِ اسلام کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور اکنافِ عالم میں آپ کے مشن کے ذریعہ اس تعلیم کو پہنچا دیا۔ آج غیر اقوام کے لوگ معترف ہیں کہ تبلیغ اسلام اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے کام میں جماعت احمدیہ کی برابری کرنے والی کوئی جماعت نہیں ہے۔ مزید آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بانی جماعت احمدیہ سے اپنے وعدوں کے مطابق سلوک فرمایا۔ یعنی اس کا وعدہ تھا کہ "مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا اور مَیں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" چنانچہ ان وعدوں کے مطابق آج آپ کی جماعت اشاعت احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں سرگرم عمل ہے۔ اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جس درخت کا یہ ثمرہ ہے وہ کیسا شاندار ہے آپ نے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیان ۱۱ر فروری تا ۳۰ر مئی ۱۹۵۷ء

دورانِ تقریر میں جماعت کے تعمیری اور دینی کارناموں کا وضاحت سے ذکر فرماتے ہوئے اس امر کا تفصیل سے جائزہ لیا کہ جماعت احمدیہ نے مغرب کے ممالک اور افریقہ کے غیر ترقی یافتہ علاقوں میں کس طرح اسلام کا بول بالا کیا ہے اور کس طرح ان علاقوں میں بیت الذکر کی تعمیر اور دنیا کے مختلف بڑی بڑی زبانوں میں قرآن کریم کی اشاعت کا کام جماعت احمدیہ نے انجام دیا ہے۔ اور کس طرح اپنے کارناموں اور اسلام کی سچائی کو دیگر ادیان پر ثابت کر رہی ہے "[1]

اسی طرح کیرالہ کے مشہور اخبار "ماتر بھومی کالیکٹ" نے ۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں کیرالہ کانفرنس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا :-

"آل کیرالہ احمدیہ کانفرنس کا چوتھا اجتماع کالیکٹ ٹاؤن ہال میں ۱۶، ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء کو منعقد ہوا۔ بانی جماعت احمدیہ کے پوتے اور موجودہ امام جماعت احمدیہ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد) کے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد (صاحب) (مشرقی پنجاب) نے ۱۶ مارچ ۱۹۵۷ء کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ صدر صاحب کی خدمت میں آل کیرالہ احمدی مسلمانوں کی طرف سے ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جس کے جواب میں مرزا وسیم احمد (صاحب) نے جو تقریر فرمائی اس میں سپاسنامہ پیش کرنیکا شکریہ ادا کیا اور جماعت احمدیہ کی غرض و غایت بیان کی اور اس کے حصول کی کوشش کرنے کی تلقین کی۔ تقریر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عوام الناس کی یہ حالت تھی کہ وہ جاہل اور جانوروں کی طرح تھے مگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اچھی تربیت کر کے اُن کو عالم با اخلاق اور باخدا انسان بنا دیا۔

احمدیت کی غرض و غایت تجدید اسلام ہے، رواداری، امانت، سچ بولنا، اخوت وغیرہ جیسے اسلام کے اخلاقی قوانین کی آجکل ایسی پابندی نہیں کی جاتی۔ جس طرح اس کی پابندی کی جانی چاہیئے۔ یہ اخلاقی گراوٹ ایک بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے اس کو بدلنا ضروری اور لابدی ہے۔ ہماری غرض و غایت صحیح اسلامی تعلیم کو قائم کرنا ہے اگر یہ ذمہ داری نباہی گئی۔ تو ایک امن کی فضا قائم ہو جائے گی اس غرض و غایت کو پورا کرنے کیلئے سب کا دلی تعاون ضروری ہے۔

---

[1] اخبار انگارے حیدرآباد دکن۔ بحوالہ بدر ۱۸ اپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۲

انٹرنیشنل کورٹ کے جج چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے نیویارک سے اس اجتماع کے لئے جو پیغام بھجوایا ہے وہ اس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اور سلسلہ احمدیہ کے موجودہ روحانی لیڈر (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) کا پیغام بھی سنایا گیا جو آپ نے پاکستان سے بھجوایا تھا۔

پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمان مالا بار میں آباد ہوئے اس لیے آپ لوگوں کو چاہیئے کہ آپ کبھی بھی ہمت نہ ہاریں اور ایک دفعہ پھر اپنے ملک میں اسلام کا جھنڈا لہرادیں۔

مسٹر محمد کریم اللہ ایڈیٹر "آزاد نوجوان" اور مولوی محمد سلیم (صاحب) فاضل مبلغ کلکتہ نے علی الترتیب انگلش اور اردو میں ایک ایک تقریر کی۔ ۷ر مارچ کے اجتماع میں مولوی عبداللہ (صاحب) ایچ اے احمدیہ مشنری نے بھی صدارت کی مسٹر محمد کریم اللہ (صاحب) مولوی محمد اسماعیل (فاضل وکیل ہائیکورٹ یادگیر) اور (حضرت صاحبزادہ) مرزا وسیم احمد صاحب نے تقریریں کیں۔ لوگ کثیر تعداد میں اس اجتماع میں شامل ہوئے"[1]

قادیان میں جلسہ سیرت پیشوایان مذاہب

۲ر فروری ۱۹۵۷ء کو قادیان میں جلسہ سیرت پیشوایان مذاہب منعقد ہوا۔ صدارت سردار دھرماننسنگھ صاحب پرنسپل سکھ مشنری کالج امرتسر نے کی اور درج ذیل مقررین نے جلسہ سے خطاب کیا۔

۱۔ ولی الدین احمد صاحب حیدرآبادی متعلم مدرسہ احمدیہ (سیرت مہاتمہ بدھ) ۔ ۲۔ سردار رام سنگھ صاحب ایم اے بی ٹی (شری گورونانک کی سیرت) نے اپنی تقریر میں ۱۹۴۷ء کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "اس وقت بھی قادیان کی پوتر دھرتی میں انسانیت کو قائم رکھا گیا اور اس جماعت نے قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ میں حصہ نہ لیا"

۳۔ پنڈت گورکھ ناتھ صاحب صدر گورداسپور ضلع کانگرس ۔ ۴۔ سردار سرین سنگھ صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت بانی رسول اکرمؐ اور بانی سلسلہ احمدیہ کے بارہ میں تعریفی کلمات کہے۔

---

[1] بحوالہ بدر قادیان ۲۵ر اپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۶

۵۔ مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ دہلی۔ سیرت آنحضرت ؐ۔ سیرت حضرت مسیح موعود ؑ۔
۶۔ پادری ماسٹر طفیل مسیح صاحب۔ سیرت حضرت مسیح علیہ السلام ۔ ۷۔ سردار دھرما نند سنگھ صاحب پرنسپل سکھ مشنری کالج امرتسر۔ ۸۔ گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر (سیرت حضرت بابا نانک) ۔
۹۔ کریم الدین صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ (سیرت حضرت زرتشت ؑ)

صدر اجلاس نے اپنی تقریر میں کہا "یہ خوشی کا مقام ہے کہ ہم لوگوں کو ان چنیدہ لوگوں میں شامل ہونے کا موقع ملا جو خدا کی باتوں کے لیے اکٹھے ہوئے"۔

اس جلسہ کے لیے معززین نے حسب ذیل پیغامات بھیجے۔ گورنر اڑیسہ بڑی بھیم سین صاحب سچر نے لکھا۔ "یہ کانفرنس پنجاب میں مذہبی رواداری کو ترقی دینے میں ممد ثابت ہوگی"۔

سردار پرتاپ سنگھ کیروں وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ کا اس جلسہ میں غور و فکر سچائی کی تلاش میں بہت مدد دے گا اور ہم سب میں جو مختلف مذاہب کے پیرو لیکن ایک ہی خدا کے پرتو ہیں۔ رواداری اور مفاہمت کا باعث ہوگا"۔

جناب ڈاکٹر شنکر داس مہرہ دہلی نے کہا "مجھے تحریک احمدیت سے اس لیے عقیدت ہے کہ اس نے بطور ایک مذہبی جماعت کے تاریخ میں پہلی بار عملاً بنی نوع انسان کو دعوت دی کہ وہ اپنے مذہبی پیشواؤں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مذہبی پیشواؤں اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ یہ نیک کام جماعت احمدیہ کر رہی ہے ضرورت ہے کہ دوسری مذہبی جماعتیں اس کی تقلید کریں"۔

مسٹر بشیر الدین ڈپٹی چیئرمین پنجاب لیجسلیٹو کونسل و صدر مسیحی سنگت پنجاب نے لکھا "خدا تعالیٰ نے ہر زمانے میں دنیا کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لیے اپنے مقدس افراد اور مصلحین کو نازک اوقات میں مبعوث کیا۔ آجکل اس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اپنی توجہ انکی تعلیمات کی طرف پھیریں اور ان کی پیروی کریں تاکہ امن میں آسکیں"۔

جناب برش بھان وزیر پراجیکٹس نے لکھا "میری دلی تمنا ہے کہ یہ جلسہ اپنے اعلیٰ اور عمدہ مقصد میں کامیاب ہو"۔

جناب سردار گوردیال سنگھ ڈھلوں سپیکر پنجاب اسمبلی نے تمنا ظاہر کی کہ اس جلسہ میں جو امن رواداری، اور مفاہمت اور قومی اتحاد کی کوشش کی گئی ہے اس میں پوری کامیابی ہو۔

سردار اُجل سنگھ سابق فنانس منسٹر۔ شری یونت رائے ڈپٹی منسٹر تعلیم پنجاب ۔ جی آر سیٹھی صاحب جرنلسٹ نمائندہ پریس امرتسر نے پیغام دیا کہ :۔

"مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ منعقد کر رہے ہیں اس وقت جبکہ باہمی شبہات اور غلط فہمیاں مختلف مذاہب کے پیروؤں کے درمیان پائی جاتی ہیں یہ ضروری ہے کہ وہ مذہب کی اہمیت کو سمجھیں جس سے ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے کا موقعہ ملے اور انسانیت کی عزت و احترام قائم ہو۔ میں اس عمدہ کام میں ہر طرح کی کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔"[1]

طلباء سے حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب

۷ر فروری ۱۹۵۷ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے طلباءِ جماعت نہم کی طرف سے طلباءِ جماعت دہم کے اعزاز میں دعوت عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں دیگر بزرگان سلسلہ و احباب کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی شرکت فرمائی۔ اور طلباء کو زریں نصائح سے نوازا۔

حضور نے اپنی تقریر کے آغاز میں ایڈریس[2] اور جواب ایڈریس[3] کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ایڈریس میں طلباء دہم کے اچھے نمونہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور جواب ایڈریس میں اساتذہ کا شکریہ ادا کیا گیا ہے جو زاید وقت دے کر بلا معاوضہ طلباء کو پڑھاتے رہے۔ درحقیقت یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو آنے والوں کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں۔ اور انہیں مدنظر رکھ کر ہمارے سکول کے طلباء سینکڑوں سال کے لیے اپنی قوم ملک بلکہ دنیا کے لیے ایک نمونہ بن سکتے ہیں۔ حضور نے یورپ کے ایک ڈاکٹر کی مثال دیتے ہوئے جس نے عمر بھر اپنے آپ کو اپنے سکول سے وابستہ رکھا طلباء کو نصیحت فرمائی کہ طلباء اگر واقعی اپنے سکول سے اور اپنے اساتذہ سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ عمر بھر اس تعلق کو قائم رکھیں اپنے سکول کی نیک روایات کو زندہ رکھتے ہوئے ہمیشہ اس کے ساتھ گہری وابستگی کا ثبوت دیں۔

حضور نے تحریک وقفِ زندگی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا: آپ کے ہیڈ ماسٹر صاحب

---

[1] بدر قادیان ۹ر فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲ :: [2] ناصر احمد صاحب نے ایڈریس پڑھا :: [3] جواب ایڈریس مجیب الرحمٰن صاحب درد نے پیش کیا۔

نے مجھے یقین دلایا ہے کہ بہت سے لڑکے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بعض لوگ سلسلہ کی آمد کو دیکھتے ہوئے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ شاید سلسلہ زیادہ واقفین کے اخراجات برداشت نہ کر سکے۔ لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت دین کو ابھی لاکھوں واقفین۔ زندگی کی ضرورت ہے۔ باقی رہے ان کے اخراجات سو یہ اخراجات نہ قوم دے گی اور نہ ملک اور حکومت بلکہ خدا خود مہیا کرے گا۔ ایسی جگہوں سے مہیا کرے گا جس کا تم گمان بھی نہیں کر سکتے ہماری عمر بھر کا یہ تجربہ ہے کہ اگر انسان خدا کا ہو جائے اور صحیح معنوں میں اس پر توکل کرے تو وہ آپ ہی اس کی ساری ضروریات کا کفیل ہو جاتا ہے اور ہر موقعہ پر اس کی غیب سے اس کی مدد اور نصرت کے سامان مہیا فرما دیتا ہے۔

اس ضمن میں حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اور خود اپنی زندگی کے متعدد واقعات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کبھی مت خیال کرو کہ روپیہ کہاں سے آئے گا۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو حضرت مسیح کے قول کے مطابق خدا تمہارے لیے آسمان سے اتارے گا۔ اور زمین سے اگائے گا۔ پس تم اخراجات اور تنخواہوں کا خیال نہ کرو۔ بلکہ خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے آپ کو دین کے کی خدمت کے لیے لگا دو اور تبلیغ دین کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جاؤ۔ پھر جماعت جوں جوں بڑھے گی تمہارے گذارے بھی بڑھیں گے۔ مگر نیت کبھی یہ نہ کرو کہ تمہارے گذارے بڑھیں نیت ہمیشہ یہی رکھو کہ تم نے تنخواہوں اور گزاروں کا خیال کیے بغیر محض خدا کے لیے کام کرنا ہے۔ پھر تم خود مشاہدہ کرو گے کہ کس طرح خدا تمہاری مدد کرتا ہے[1]

سیّدنا حضرت مصلح موعود کا سفر سندھ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود قریباً ہر سال اراضی کے معائنے کے لیے سندھ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر ۱۹۵۴ء کے حملہ اور ۱۹۵۵ء کی علالت کے باعث حضور قریباً تین سال تک سندھ نہ جا سکے۔ اس سال کے شروع میں حضور نے سفر سندھ اختیار کر کے ہزاروں بے تاب دلوں کو مسرت و شادمانی سے ہمکنار فرمایا۔

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۹ر فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

حضور ۹ ؍فروری ۱۹۵۷ء کو صبح نو بجے ربوہ سے بذریعہ کار لاہور تشریف لے گئے حضور کا پروگرام "تیزگام" کے ذریعے سفر کرنے کا تھا۔ حضرت سیدہ اُمِّ متین صاحبہ سیدہ امۃ النصیر صاحبہ، سیدہ امۃ الباسط صاحبہ، سیدہ امۃ الجمیل صاحبہ۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور مکرم پیر معین الدین صاحب بھی حضور کے ہمرکاب تھے۔ لاہور میں حضور نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی کوٹھی پر تھوڑی دیر قیام فرمایا۔ گاڑی نے تین بجکر پچپن منٹ پر روانہ ہونا تھا۔ حضور گاڑی کی روانگی سے تھوڑی دیر قبل اسٹیشن پر تشریف لے آئے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص احباب بھی کثیر تعداد سٹیشن پر الوداع کہنے کے لیے موجود تھے۔ راستہ میں اوکاڑہ۔ منٹگمری (ساہیوال) اور خانیوال کے سٹیشنوں پر جماعت کے بہت سے دوست تشریف لائے ہوئے تھے۔ جنہیں حضور نے شرف مصافحہ بخشا۔ منٹگمری کے اسٹیشن پر مکرم چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ منٹگمری نے حضور اور حضور کے تمام خدام کے لیے رات کا کھانا پیش کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

۱۰؍فروری ساڑھے آٹھ بجے صبح گاڑی حیدر آباد پہنچی۔ جہاں جماعت احمدیہ حیدر آباد اور ان کے ڈویژنل امیر ڈاکٹر احمد دین صاحب کے علاوہ کراچی سے مکرم چوہدری عبد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی معہ دیگر مخلصین جماعت اور مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب معہ احباب ظفر آباد سے اور مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب ناصر آباد سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ حیدر آباد نے ناشتہ پیش کیا۔ اور حضور بذریعہ جیپ کار بشیر آباد تشریف لے گئے۔ قافلہ کا کچھ حصہ سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ساتھ ناصر آباد روانہ ہو گیا۔ بشیر آباد کے کثیر احباب حضور کے استقبال کے لیے اسٹیٹ میں موجود تھے۔ مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب معہ احباب ظفر آباد بھی سارا وقت موجود رہے دوپہر کا کھانا جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا۔ رات حضور نے کنال ریسٹ ہاؤس میں ہی قیام فرمایا۔ دوسرے دن وہاں سے ناصر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ بشیر آباد سے حضور معہ اہلِ بیعت بذریعہ جیپ کار ۱۱ ؍فروری کو چار بجے دوپہر روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضور نے میر پور خاص میں ایک رات قیام فرمایا۔ اس قیام کے دوران میں مکرم ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب صدیقی نے اس مبارک قافلہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور دعوتِ طعام کی۔ ۱۲؍ فروری ساڑھے نو بجے صبح میر پور خاص سے بذریعہ ٹرین ناصر آباد

روانہ ہوئے۔ اور بارہ بجے کنیجی سٹیشن پر پہنچے۔ مقامی اور کنری کی جماعت کے تمام دوست سٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا کہا بعدازاں حضور ناصر آباد رونق افروز ہوئے۔ سیّد داؤد مظفر صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوت کی۔

۱۳،۱۴ فروری کو حضور نے ناصر آباد اسٹیٹ کی فصلوں اور باغ کا معائنہ فرمایا **۱۵ فروری** حضور نے خطبہ جمعہ میں جماعت کے دوستوں کو تلقین فرمائی۔ کہ انہیں اپنی سُستی دور کرنی چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان پر اشاعتِ دین کا فرض عائد کیا گیا ہے اس کی ادائیگی میں پوری تن دہی سے کام لینا چاہیئے [1]

حضور **۱۷ فروری** کو احمد آباد تشریف لائے اس موقع پر احمد آباد محمد آباد۔ اور بنی سررود کی جماعتوں نے حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور دل سے خوش آمدید کہنے کی سعادت حاصل کی۔ اسی روز سہ پہر کو تحریک جدید اسٹیٹس کے جلسہ تقسیم انعامات کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں حضور نے اپنے دستِ مبارک سے حسب ذیل کارکنان کو انعامات عطا فرمائے۔

۱۔ اسسٹنٹ ایجنٹ۔ مکرم غلام احمد صاحب عطاءؔ

۲۔ مینجران:۔ پیرزادہ صلاح الدین صاحب و محمد اسماعیل صاحب خالد

۳۔ منشیان۔ بشیر احمد صاحب۔ نذیر احمد صاحب۔ محمد بوٹا صاحب۔ نذر احمد صاحب محمد موسیٰ صاحب۔ محمد عبداللہ صاحب۔ محمد صادق صاحب [2]۔

۱۹ فروری کو حضور ناصر آباد سے کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔ ناصر آباد۔ محمود آباد اور کنری کے بہت سے دوست حضور کے الوداع کے لیے کنیجی اسٹیشن پر موجود تھے۔ ان تینوں جماعتوں نے حضور کے دورانِ قیام نہایت مخلصانہ خدمات سرانجام دیں۔

گاڑی روانہ ہونے پر اسٹیشن کی فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھی۔ پانچ بجے کے قریب گاڑی میر پور خاص پہنچی۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی نے حضور اور حضور کے تمام قافلہ

---

[1] الفضل ۲۶ فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ خطبہ جمعہ روزنامہ الفضل ۲۶ فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۲، ۴ پر شائع شدہ ہے
[2] روزنامہ الفضل ۲۴ فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۸۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الفضل ۸ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۲

کے لیے عصرانہ کا انتظام فرمایا۔

گاڑی ساڑھے آٹھ بجے شب حیدر آباد پہنچی۔ جہاں جماعت احمدیہ حیدر آباد کے تمام دوست اپنے پریذیڈنٹ مکرم عبدالغفار صاحب کے ساتھ استقبال اور قافلہ کی خدمت کے لیے موجود تھے۔ ان کے علاوہ مکرم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب اور خدام الاحمدیہ کراچی کے کچھ ممبر بھی انتظامات کے سلسلہ میں پہنچ چکے تھے۔ حضور نے رات گاڑی میں ہی آرام فرمایا۔ صبح کی چائے ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے پیش کی۔ گاڑی صبح ساڑھے چار بجے حیدر آباد سے روانہ ہو کر ۲۰ فروری کو ۸½ بجے صبح کراچی صدر پہنچی۔ اسٹیشن پر جماعت احمدیہ کراچی کے بہت سے مخلصین امیر کراچی چوہدری عبداللہ خانصاحب کی قیادت میں استقبال کے لیے صف بستہ کھڑے تھے۔ حضور گاڑی سے اترنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی کوٹھی "دارالصدر" میں تشریف لے گئے۔ جہاں حضور کے قیام کا انتظام تھا۔

کراچی میں حضور کا قیام تیرہ روز رہا۔ اس دوران میں جماعت احمدیہ کراچی نے بے مثال اخلاص محبت اور فدائیت کا نمونہ دکھایا۔ حضور کی حفاظت خاص کے انتظامات میں نہایت پُرجوش اور سرگرم حصہ لیا۔ اور رات دن قابل رشک خدمات سرانجام دیں۔ کوٹھی دارالصدر پر مہمان نوازی کے فرائض انجام دینے کی سعادت مکرم میجر شمیم احمد صاحب، بابو عبدالحمید صاحب اور شیخ خلیل الرحمن صاحب کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے جماعت کراچی کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ اور حضور کے قافلہ کی مہمان نوازی کا انتظام کلیتہً جماعت احمدیہ کراچی نے کیا۔ تاہم انفرادی طور پر مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب اور ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے مختلف اوقات میں حضور کو دعوت طعام دی۔ اسی طرح میجر شمیم احمد صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب نائب امیر کراچی عبدالحی صاحب ونگ کمانڈر ماڑی پور اور احمدیہ انٹر کالیجیٹ ایسوسی ایشن نے حضور کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا۔[1]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے کراچی میں تیرہ روز قیام کے دوران علاوہ روزانہ ملاقاتوں کے دو خطبات جمعہ پڑھے۔ اور چار لیکچر دیئے۔

---

[1] الفضل ۹ مارچ ۱۹۵۰ء صفحہ ۶

ایک لیکچر یوم مصلح موعود کی تقریب میں احمدیہ ہال میں دوسرا بیچ لگژری ہوٹل میں تیسرا مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے اجلاس میں۔ اور چوتھا ماڑی پور میں دیا۔

یوم مصلح موعودؓ کی تقریب پر ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء کو سوا سات بجے شام احمدیہ ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مقامی جماعت کے علاوہ سینکڑوں غیر احمدی معززین نے شرکت کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی بصیرت افروز تقریر میں اس امر پر خاص طور پر زور دیا۔ کہ اگر احمدی خدا تعالیٰ کی مدد پر کامل یقین اور بھروسہ رکھیں گے تو اُس کے فرشتے اُن کی مدد کریں گے۔ اور انہیں غیر معمولی برکتیں عطا ہوں گی چنانچہ فرمایا:۔

”وہ یہی چاہتا ہے کہ میری عظمت اور میری توحید اور میری تفرید دنیا میں قائم ہو اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا میں کوئی جماعت کام نہیں کر رہی لوگوں کے پاس مال بھی ہے ان کے پاس طاقت بھی ہے اُن کے پاس ذرائع اور اسباب بھی ہیں ان کے پاس حکومت بھی ہے لیکن کوئی نہیں جو خدا کے نام کو بلند کر رہا ہو اور اس کے دین کی اشاعت کے لیے کوشش کر رہا ہو۔ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس کے افراد غریب ہوتے ہوئے کنگال ہوتے ہوئے کمزور اور ناطاقت ہوتے ہوئے جو کچھ بچتا ہے خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے بچوں کے بچے ہوئے ٹکڑے بھی وہ خدا تعالیٰ کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اگر کمزور اور ناطاقت اور غریب اور کنگال ہوتے ہوئے وہ خدا کے لیے ایسی قربانی کرتے ہیں تو کیا خدا ہی نعوذ باللہ ایسا بے غیرت ہے جو انہیں ذلت میں چھوڑ کر اپنے عرش پر جا بیٹھے گا۔ کیا کسی انسان کے عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ خدا بے غیرت ہو۔ جس طرح یہ بات کسی انسانی عقل میں نہیں آسکتی کہ خدا بے غیرت ہو اسی طرح یہ بھی کسی انسانی عقل میں نہیں آسکتا کہ دین کی خدمت کرنے والے لوگوں کو چھوڑ کر وہ آسمان پر چلا جائے گا اور وہ اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ ان کو تخت پر نہ بٹھا دے .... جب وہ وقت آئے گا کہ احمدیت دنیا میں چاروں طرف پھیل جائے گی ...... اور اس وقت ممکن ہے کہ خدا کہے کہ چند روز تم بھی کھیل کھیل لو لیکن جب تک وہ وقت نہیں آتا اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور وہ تمہیں کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں چھوڑے گا۔ مَیں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی سلوک ہے جیسا

ماں باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے ماں باپ بعض دفعہ میز یا کوئی چیز اٹھانا چاہتے ہیں تو بچے کو کہتے ہیں تم بھی میز اٹھاؤ اور وہ بھی اپنا ہاتھ میز کے نیچے رکھ دیتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ میں کام کر رہا ہوں۔ اسی طرح ہمارے سب کام خدا کر رہا ہے مگر بچے کی طرح ہم بھی ادنیٰ اور حقیر قربانیاں کر کے خوش ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہم نہیں کر رہے ہمارا خدا سب کچھ کر رہا ہے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس وقت میز اٹھائی جا رہی ہوتی ہے تو بچہ ہی خوش نہیں ہوتا ماں باپ بھی خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ ہمارے کام میں شریک ہے اس طرح جب تم خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو صرف تم ہی خوش نہیں ہوتے بلکہ خدا بھی تمہارے کام پر خوش ہوتا ہے پس یقین رکھو کہ جب تک تم ان باتوں پر قائم رہو گے اور دین کے لیے قربانیاں کرتے چلے جاؤ گے کوئی شخص تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ اور اگر کوئی شخص تم پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے گا تو خدا کے فرشتے تمہارے دائیں بھی ہوں گے اور بائیں بھی ہوں گے جو کچھ مدینہ کے انصار نے بدر کے موقعہ پر کہا تھا وہی خدا کے فرشتے تم سے کہیں گے جس طرح انہوں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہؐ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے اس طرح جبرئیلؑ اور اس کے ساتھی تم سے کہیں گے کہ اے خدا کے دین کی خدمت کرنے والو ہم تمہارے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن تم تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ فرشتے کبھی مر نہیں سکتے اس لیے دشمن بھی کبھی تم تک نہیں پہنچ سکتا صحابہ مر سکتے ہیں اور وہ دشمن کے حملہ سے غافل بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ اُحد کی جنگ میں دشمن ان کو نقصان پہنچاتے ہوئے آگے نکل آیا مگر تمہارے لیے وہ زمانہ نہیں آ سکتا۔ تم ہمیشہ خدا تعالیٰ کی گود میں رہو گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے ...... اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا اور ترقی کرتا چلا جائیگا اور تمہاری طاقت اور عزت اور شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ تم ساری دنیا میں پھیل جاؤ گے۔ اور وہ لوگ جو آج تم پر اعتراض کرتے ہیں اور تمہیں حقیر اور ذلیل قرار دیتے ہیں وہ اس وقت جب کہ تم دنیا میں غالب ہو گے تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنی عزت اور شہرت

میں سے کچھ حصہ دو۔ اس وقت تمہیں ذلیل سمجھنے والا تمہاری گداگری کرے گا اور تم پر ظلم کرنے والا تمہارے رحم کا طالب ہوگا اور تمہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والا تمہاری عزت کا اقرار کرے گا۔ اور اپنے گذشتہ فعل پر شرمندہ اور نادم ہوگا۔ یہ خدا کی تقدیر ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔

؎ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

پس خدا تعالیٰ پر ایمان رکھو۔ اور یقین رکھو تم دنیا پر غالب آنے والے ہو بے شک تم اس وقت کمزور اور ناطاقت سمجھے جاتے ہو مگر وہ دن زیادہ دور نہیں کہ خدا کی رحمت نئی نئی شکلوں میں ظاہر ہوگی اور تمہیں اس کی قدرت کے وہ نمونے دکھائے گی جو تمہارے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہیں۔ بدقسمت ہے وہ انسان جو مایوس ہو جاتا اور مشکلات کے وقت ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے ایسا ہی انسان خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی حصہ نہیں پا سکتا اس کی رحمت سے حصہ پانے کے لیے ضروری ہے۔ کہ انسان خدا تعالیٰ کی مدد پر کامل یقین اور بھروسہ رکھے بے شک تمام کام خدا تعالیٰ کی مدد سے ہی سرانجام پاتے ہیں مگر وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ میرا بندہ کتنا صبر کرتا ہے پھر یکدم اس کی رحمت کے ایسے دروازے کھلتے ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ رحمتیں اور برکتیں تو میرے وہم اور گمان میں بھی نہیں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور اس کی رحمتیں آ رہی ہیں تم ان دونوں کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبتوں کی رسیاں کاٹ ڈالے گا اور وہ چیزیں جن کو تم حاصل نہیں کر سکتے ان کو خدا آپ تمہارے لیے مہیا کر دے گا میں یہ نہیں کہتا کہ ابھی ایسا ہو جائے گا۔ یا ایک گھنٹے کے بعد یا ایک دن کے بعد یا ایک ہفتہ کے بعد یا دو ہفتہ کے بعد یا ایک مہینہ کے بعد یا دو مہینہ کے بعد ایسا ہو جائے گا مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آسمان ٹل سکتا ہے۔ زمین ٹل سکتی ہے۔ سورج ٹل سکتا ہے۔ ستارے ٹل سکتے ہیں دنیا اِدھر سے اُدھر ہو سکتی ہے مگر خدا کا یہ وعدہ کبھی نہیں ٹل سکتا کہ وہ تمہیں ایسی برکتیں دے گا اور تم پر اپنے ایسے انعام نازل کرے گا کہ دشمن سے دشمن بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ تم ایک مبارک وجود ہو۔[1]

۲۲ فروری کو حضور نے ۷ بجے لکژری ہوٹل میں جماعت کراچی کی استقبالیہ دعوت میں شرکت کی

---

[1] روزنامہ الفضل ۸ مارچ ۱۹۵۷ء ص ۴، ۵

اور کثیر التعداد معزز مہمانوں سے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک خطاب فرمایا جس میں بیداری کی تحریک اور اہلِ کشمیر کی حالت کو بہتر بنانے کی جدّوجہد سے اپنی ذاتی تعلق کو واضح کرتے ہوئے اُن مساعی پر روشنی ڈالی جو حضور نے اہلِ کشمیر کو آزادی کے قریب تر لانے کے سلسلہ میں فرمائیں۔ حضور نے اہلِ پاکستان کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور خدا پر بھروسہ رکھیں [1]

۲۴ فروری ۱۹۵۷ء کو "دارالصدر" واقعہ ہاؤسنگ سوسائٹی میں مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک اہم اجتماع منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر حضور نے مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کراچی کے ممبران کو خصوصی شرف ملاقات بخشا اور اور انہیں نصیحت فرمائی کہ اُن کو عبادت اور تعلق باللہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہزاروں نوجوان ایسے پیدا ہونے چاہیئے جن کو سچی خوابیں اور الہام ہوں۔ قائد کراچی چوہدری عبدالمجید صاحب کی درخواست پر حضور نے اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل تحریر مجلس کراچی کو عنایت فرمائی [2]

> اپنے فرائض کو سمجھو، اور اپنی زندگی پر غور کرتے رہو کہ وہ نہایت محدود ہے، لیکن کام جو آپ لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے، ہزاروں سال کا ہے، لیکن اسے ستّر اسّی سال میں ختم نہ کیا گیا تو اس کا پورا ہونا یا تو ناممکن ہو جائے گا یا جتنی بھی فتح حاصل کی گئی بیکار اور ضائع ہو جائے گی،
>
> اللہ تعالیٰ ہم کو اس دن سے محفوظ رکھے۔ آمین   والسلام۔ خاکسار
>
> مرزا محمود احمد [3]

---

[1] :۔ الفضل ۲۶ر فروری ۱۹۵۷ء ص۱

[2] :۔ الفضل ۲۲ر مارچ ۱۹۵۷ء

[3] :۔ محترم بشیر الدین احمد سامی صاحب سابق معتمد خدام الاحمدیہ کراچی حال مدیر "اخبار احمدیہ" لنڈن کا بیان ہے کہ یہ مبارک تحریر مجلس خدام الاحمدیہ کے تبرکات میں محفوظ کر دی گئی۔
(مکتوب لنڈن مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۸۵ء)

اجتماع کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے ہوئی جس کے بعد قائد مجلس کراچی نے مجلس کی کارگزاری سے متعلق رپورٹ پڑھ کر سنائی جس کے بعد حضور نے اپنے پُراثر خطاب میں ارشاد فرمایا کہ خدام اپنے اندر دین کی خدمت کا ایسا جذبہ پیدا کریں کہ تم میں سے کوئی شخص بھی تحریک جدید میں حصہ لینے سے محروم نہ رہے۔ کمزور نوجوانوں کی اصلاح کے لیے اجتماعی دعاؤں سے کام لو[1]

اسی روز حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ مارٹن روڈ کے دفتر کا معائنہ فرمایا اور مرزا نذیر احمد صاحب زعیم حلقہ کی درخواست پر حسب ذیل تحریر رقم فرمائی:

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اس حلقہ کے خدام نے غرباء کی خدمت میں بہت حصہ لیا ہے۔ میں نے بھی سامان خصوصاً گھی پگھلاتے ہوئے دیکھا ہے جو بعد میں تقسیم کیا جائے گا محنت اور نفاست قابلِ تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ خدمت کی توفیق دے اور اخلاص اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی تڑپ دل میں پیدا کر دے"۔

خاکسار مرزا محمود احمد ۵۷/۲/۲۴

اس کے بعد آپ حلقہ لالوکھیت میں تشریف لے گئے اور خدام الاحمدیہ کو گھی دودھ غرباء میں تقسیم کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا[2]

یکم مارچ کو حضور ڈرگ روڈ کے احمدی احباب کو شرف ملاقات عطا فرمایا۔ نیز ملک غلام محمد صاحب مرحوم سابق گورنر جنرل پاکستان کی تعزیت کے لیے جناب حسین ملک صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اور قریباً ایک گھنٹہ تک تشریف فرما رہے[3]

۲ مارچ کو حضور نے اپنی قیام گاہ "دارالصدر" میں محترم شیخ عبدالوہاب صاحب مرکزی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کراچی اور دوسرے کارکنان کو شرفِ ملاقات عطا فرمایا اس مبارک موقع پر حضور نے ازراہِ شفقت کارکنان کی درخواست پر حسب ذیل پیغام بھی تحریر فرمایا۔

"برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

---

[1] الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۳؛ [2] روزنامہ الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۶
[3] الفضل ۵ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

"آپ جب تاریخ میں حضرت خالدؓ اور سعدؓ اور عمرؓ بن معدی کرب اور ضرارؓ کے حالات پڑھتے ہوں گے تو آپ کے دل میں خواہش ہوتی ہو گی۔ کہ کاش ہم بھی اس زمانہ میں ہوتے۔ اور خدمت کرتے مگر اس وقت آپ کو بھول جاتا ہے۔ کہ ہر سخنے وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد بالسیف کی جگہ جہاد تبلیغ اور جہاد بالنفس کا دروازہ کھولا ہے۔ اور تبلیغ ہو نہیں سکتی جب تک روپیہ نہ ہو۔ کیونکہ تبلیغ بغیر روپیہ کے نہیں ہو سکتی۔ پس آپ لوگ اس زمانہ کے مجاہد ہیں۔ اور وہی ثواب جو پہلوں کو ملا۔ آپ کو مل سکتا ہے۔ اور مل رہا ہے

پس اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کریں۔ اور دوسروں کو سمجھائیں تاکہ آپ سب لوگ مجاہد فی سبیل اللہ ہو جائیں۔ آمین

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد"[1]

۳ مارچ کو حضور نے جماعتِ احمدیہ کراچی کی مجلس عاملہ کو صبح دس بجے اور اس کے بعد جماعت کے تمام افراد کو شرفِ مصافحہ عطا کیا۔ اسی روز کراچی کے مختلف حلقوں سے نو افراد نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس سے پہلے بھی کئی سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔

قیامِ کراچی کے دوران حضور ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد بالعموم مجلس عرفان میں رونق افروز ہوتے اور اپنے کلمات طیبات سے احباب کے ایمان و عرفان میں اضافہ فرماتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کراچی کی مخلص جماعت نے اپنے پیارے آقا کی برکات سے فیضیاب ہونے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا انہوں نے نہ صرف اپنے سینوں کو انوارِ خلافت سے منور کیا بلکہ غیر از جماعت دوستوں اور معززین شہر اور اعلیٰ افسران کی ایک کثیر تعداد کو حضور کی خدمت میں لانے کے مواقع پیدا کیے اور اس طرح کراچی تیرہ روز تک علم و عرفان کی بارش کا مرکز بنا رہا اور کراچی کے مختلف حلقوں میں احمدیت کا چرچا رہا۔[2]

۴ مارچ کو حضرت مصلح موعودؓ کا پروگرام چناب ایکسپریس کے ذریعہ کراچی سے روانگی کا تھا جس سے گھنٹہ بھر قبل ہی جماعت احمدیہ کراچی کے تمام مخلصین جوق در جوق سٹیشن پر جمع ہونے شروع

---

[1] الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۵۷ء صہ ۲ :: [2] الفضل ۹ مارچ ۱۹۵۷ء صہ ۶

ہوئے۔ اور تھوڑی دیر میں ہی ایک بہت بڑا اجتماع ریلوے پلیٹ فارم پر جمع ہوگیا گاڑی کی روانگی سے قبل حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرائی۔ تمام دوستوں نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دیر تک اپنے پیارے آقا کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لیے دعائیں کی جاتی رہیں۔ ۷ بجے شام جب گاڑی حرکت میں آئی تو تمام پلیٹ فارم نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ کئی مخلصین گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ گاڑی پلیٹ فارم کی حدود سے باہر نکل گئی۔ اور دوست اپنے گھروں کو واپس تشریف لے گئے۔ کراچی کینٹ۔ ڈرگ روڈ اور مالیر میں بھی سینکڑوں دوست الوداع کہنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اپنے اخلاص اور محبت کا قابلِ رشک مظاہرہ کیا۔ چوہدری عبداللہ خانصاحب معہ اپنی بیگم صاحبہ کے ڈرگ روڈ تک تشریف لائے۔

حیدرآباد رات کو گیارہ بجے گاڑی پہنچی۔ وہاں بھی تمام دوست حضور کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ احمدیہ اسٹیٹس سے بھی کئی معززین حضور کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ خدام الاحمدیہ حیدرآباد نے مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب کی قیادت میں حضور کے دونوں طرف کے سفر میں راتوں کو جاگ کر غیر معمولی خدمات سرانجام دی تھیں اور کراچی اور صادق آباد تک پہرہ کا انتظام کیا۔

خانپور صبح آٹھ بجے گاڑی پہنچی جہاں مقامی جماعت حضور کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ نصیر احمد خانصاحب نے اس مبارک قافلہ کے لیے ناشتہ کا انتظام فرمایا۔

راستہ میں لیاقت پور، ڈیرہ نواب، سمہ سٹہ۔ بہاولپور۔ لودھراں۔ ملتان۔ خانیوال۔ عبدالحکیم شورکوٹ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ اور لائل پور (فیصل آباد) کے سٹیشنوں پر دور دور سے جماعتیں استقبال کے لیے موجود تھیں۔ دوپہر کا کھانا جماعت احمدیہ ملتان نے اور شام کا جماعت احمدیہ فیصل آباد کی طرف سے پیش کیا گیا[1]

گاڑی رات کو کراچی سے بخیریت ربوہ پہنچی۔ ربوہ کے مخلصین اپنی جان سے پیارے اور مقدس آقا کے خیر مقدم کی سعادت حاصل کرنے کے لیے پہلے سے اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی ایک گھنٹہ

---

[1] الفضل ۲۸ ؍ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

لیٹ تھی۔ لیکن احباب شوقِ انتظار میں ایک خاص انتظام کے ماتحت قطار دار اسٹیشن پر کھڑے رہے جونہی گاڑی اسٹیشن پر پہنچی تمام فضا نعرہ ہائے تکبیر کے پُرجوش نعروں سے گونج اٹھی۔ امیر مقامی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مولانا جلال الدین شمسؔ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ حضور کے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ جس ڈبے میں حضور تشریف فرما تھے اس کے ساتھ لکڑی کا ایک زینہ لگا دیا گیا تھا۔ تاکہ حضور بسہولت نیچے تشریف لا سکیں حضور نے دروازہ کھولتے ہی زینہ ہٹانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ حضور گاڑی کے پائیدانوں پر قدم رکھتے ہوئے نیچے اُترے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ نے آگے بڑھ کر شرف مصافحہ حاصل کیا۔ بعدہ حضور ان کی معیّت میں احباب جماعت کی قطاروں میں سے گذرتے ہوئے اسٹیشن کے باہر تشریف لائے اور موٹر میں سوار ہونے کے بعد قصرِ خلافت تشریف لے گئے۔ اس دوران میں عشاق خلافت پُرجوش نعرے لگا کر اپنے اخلاص و عقیدت اور والہانہ محبّت کا اظہار کرتے رہے۔ حضور کے ہمراہ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب، میاں غلام محمد صاحب اخترؔ ناظر اعلیٰ ثانی اور کیپٹن شیر ولی صاحب (افسر حفاظت) بھی واپس ربوہ پہنچے[1]

بیلاطوس ثانی ڈگلس کی وفات

اس سال کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ کرنل ایم ڈبلیو ڈگلس (Col. M. W. DOUGLUS) سی۔ایس۔آئی۔ سی۔آئی۔ای ریٹائرڈ چیف کمشنر جزائر انڈیمان و سابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کو لنڈن میں وفات پا گئے اس سلسلہ میں مرکز میں جو تار موصول ہوا اُس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے

"لنڈن ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء

کرنل ڈگلس جنہوں نے (عیسائی پادریوں کے جھوٹے مقدمے میں) حضرت مسیح موعودؑ علیہ السّلام کو بری قرار دیا تھا۔ آج یہاں ۹۳ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ امام بیتِ فضل لنڈن" کرنل ڈگلس موصوف بہت شریف نیک دل اور نہایت انصاف پسند انسان تھے۔ ان کا یہ انصاف کبھی نہیں بھولایا[2]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

[2] الفضل ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۸

جاسکتا کہ جب وہ ضلع گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے اور جب عیسائی پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا ۔ تو باوجود اس کے کہ یہ مقدمہ ایک عیسائی پادری کی طرف سے تھا اور باوجود اس کے کہ یہ مقدمہ ایک ایسے شخص کے خلاف تھا جو عیسائیت کے مقابل پر کسر صلیب کا مشن لے کر میدان میں نکلا ہوا تھا ۔ اور جس کا لٹریچر مسیحیت اور دجالیت کے خلاف بھرا پڑا ہے ۔ اور پھر باوجود اس کے کہ کرنل ڈگلس موصوف خود بھی ایک مسیحی تھے ۔ اور یہ ان کی جوانی اور جوش کا زمانہ تھا ۔ انہوں نے حق و صداقت کی خاطر انصاف سے کام لیا ۔ اور حقیقت کو پا جانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بَری کرتے ہوئے عیسائی پادری کا دعویٰ خارج کر دیا ۔ جب بھی لندن میں کوئی احمدی دوست کرنل ڈگلس سے جا کر ملا کرتے تھے تو کرنل موصوف از خود اس مقدمے کا ذکر شروع کر دیتے تھے ۔ اور جوش کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ مَیں نے مرزا صاحب کو دیکھ کر یہ یقین کر لیا تھا کہ یہ شخص جھوٹا نظر نہیں آتا ۔ اور ان کے خلاف بناوٹی مقدمہ کھڑا کیا گیا ہے ۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحی عقاید کی شدید مخالفت کے باوجود کرنل ڈگلس کی اس منصفانہ فعل کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی تعریف فرمائی اور "کشتی نوح" میں تحریر فرمایا :۔

"یہ پیلاطوس مسیح ابن مریم کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ با اخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کا پابند رہا ۔ اور بالائی سفارشوں کی اس نے کچھ بھی پرواہ نہ کی ۔ اور قومی اور مذہبی خیال نے بھی اس میں کچھ تغیّر پیدا نہ کیا ۔ اور اس نے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ نمونہ دکھایا کہ اگر اس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لیے نمونہ سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا ۔ عدالت ایک مشکل امر ہے جب تک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے تب تک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہیں کر سکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اس پیلاطوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رومی تھا اس فرض کو اچھے طور پر ادا نہیں کر سکا ۔ اور اس کی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا ۔ یہ فرق ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جب

لہ صفحہ ۵۱، ۵۲ طبع اوّل مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۔ ۵ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

تک کہ دُنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا۔ اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لیے اُسی کو چُنا۔ ایک حاکم کے لیے کس قدر یہ امتحان کا موقع ہے کہ دو فریق اس کے پاس آویں کہ ایک ان میں سے اس کے مذہب کا مشنری ہے اور دوسرا فریق وہ ہے جو اس کے مذہب کا مخالف ہے اور اس کے پاس بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس کے مذہب کا سخت مخالف ہے۔ لیکن اس بہادر پیلاطوس نے اس امتحان کو بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کر لیا اور اسکو ان کتابوں کے مقام دکھلائے گئے۔ جن میں کم فہمی سے عیسائی مذہب کی نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کی گئی تھی۔ مگر اس کے چہرے پر کچھ تغیر پیدا نہ ہوا کیونکہ وہ اپنی روشن کانشنس کی وجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا اور چونکہ اس نے مقدمہ کی اصلیت کو سچے دل سے تلاش کیا اس لیے خدا نے اس کی مدد کی اور اس کے دل پر سچائی کا الہام کیا اور اس پر واقعی حقیقت کھولی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ نظر آ گئی"۔

کرنل ایم ڈبلیو ڈگلس کی وفات پر جماعت احمدیہ کی طرف سے امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے امام بیت الفضل لنڈن کے نام حسب ذیل تعزیتی تار ارسال فرمایا:۔

کرنل ڈگلس کی وفات کی اطلاع پہونچی۔ اِن کے خاندان کو دلی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ ان کا وہ دلیرانہ اور دیانتدارانہ رویہ جو انہوں نے اس مقدمہ میں اختیار کیا۔ جو آج سے ساٹھ سال قبل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک مسیحی پادری کی طرف سے جھوٹے طور پر کھڑا کیا گیا ہماری یاد میں ہمیشہ تازہ رہے گا"[1]

کرنل ڈگلس کی وفات جماعت احمدیہ کے لیے ایک المیہ تھا اور اس امر کی ضرورت تھی کہ موجودہ اور آئندہ نسلوں میں اس عظیم اور ناقابلِ فراموش شخصیت کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے یہی وجہ ہے کہ سیدنا

---

[1] الفضل یکم مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ میں اُن کا مفصل تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"ابھی حال ہی میں مسٹر ڈگلس فوت ہوئے ہیں۔ جو جزائر انڈمان میں کمشنر تھے۔ اور ایک زمانہ میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا۔ کہ ایک شخص قادیان بیٹھا لکھتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے۔ آج تک اس شخص کو کسی نے پکڑا کیوں نہیں۔ اتفاقاً ایک منافق احمدی نے ایک پادری سے کچھ پیسے لیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر الزام لگایا کہ آپ نے اسے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور اس کے ساتھیوں نے ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر کے پاس نالش کر دی۔ اور انہوں نے آپ کے نام وارنٹ جاری کر دیا۔ لیکن اتفاقاً وہ وارنٹ کسی کاپی میں پڑا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان لوگوں نے ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ اتنی دیر سے مقدمہ پیش ہے۔ آپ نے ایکشن کیوں نہیں لیا تو اس نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کو لکھا کہ میں نے اتنا عرصہ ہوا۔ فلاں شخص کے نام وارنٹ جاری کیا تھا۔ لیکن مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور (مسٹر ڈگلس) نے جواب دیا کہ میرے پاس وارنٹ آیا ہی نہیں۔ دوسرے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ملزم مذکور کے نام وارنٹ جاری کرنے کا اختیار آپ کو حاصل نہیں۔ وہ میرے علاقہ میں رہتا ہے" اس لیے اگر اس کے نام وارنٹ جاری کر سکتا تھا۔ تو میں کر سکتا تھا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر نے ساری مثل اس کے پاس بھیج دی۔ یہ شخص جیسا کہ میں نے بتایا ہے اتنا متعصب تھا۔ کہ اس مقدمہ سے چند دن پہلے اس نے کہا تھا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح کا دعویٰ کیا ہے اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے اس کو آج تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں۔ جب مسل آئی تو مسل خواں نے کہا جناب والا یہ کیس وارنٹ کا نہیں بلکہ سمن کا کیس ہے اس وارنٹ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ سمن بھیجا جا سکتا ہے ان دنوں جلال الدین ایک انسپکٹر پولیس تھے جو احمدی تو نہیں تھے لیکن بڑے ہمدرد انسان تھے انہوں نے بھی ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ وارنٹ جاری کیا جا رہا ہے یہ وارنٹ کا کیس نہیں سمن کا کیس ہے۔ لہٰذا وارنٹ کی بجائے سمن بھیجنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سمن جاری کیا گیا اور انہی جلال الدین صاحب کو اس کی تعمیل کرنے کے لیے قادیان بھیجا گیا۔ چنانچہ بعد میں مقررہ تاریخ پر آپ بٹالہ حاضر ہوئے جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب دورہ پر آئے ہوئے تھے۔

جب آپ عدالت میں پہنچے تو وہی ڈپٹی کمشنر جس نے چند دن پہلے کہا تھا کہ یہ شخص خداوند یسوع کی ہتک کر رہا ہے اس کو کوئی پکڑتا کیوں نہیں۔ اُس نے آپ کا بہت اعزاز کیا اور عدالت میں کرسی پیش کی اور کہا آپ بیٹھے بیٹھے میری بات کا جواب دیں۔ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بھی بطور گواہ مدعی کی طرف سے پیش ہوئے۔ عدالت کے باہر ایک بڑا ہجوم تھا اور لوگ بڑے شوق سے مقدمہ سُننے کے لیے آئے ہوئے تھے جب مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرسی پر بیٹھے دیکھا تو انہیں آگ لگ گئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں جاؤنگا تو عدالت میں مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی اور بڑی ذلت کی حالت میں وہ پولیس کے قبضہ میں ہوں گے اب دیکھو یہ مقدمہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور مدعی بھی ایک انگریز پادری تھا (ڈاکٹر مارٹن کلارک کے متعلق مشہور تھا کہ وہ انگریز ہے لیکن درحقیقت وہ کسی پٹھانی کی نسل میں سے تھا جس نے ایک انگریز سے شادی کی ہوئی تھی) اور مولوی محمد حسین صاحب جیسے مشہور عالم بطور گواہ پیش ہو رہے تھے۔ مگر پھر بھی دشمن ناکام و نامراد رہا اور جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعزاز کیا گیا وہاں آپ کے مخالفین کو ذلت و رسوائی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کو کرسی پیش کی گئی ہے تو انہوں نے کہا بڑی عجیب بات ہے کہ میں گواہ ہوں مگر مجھے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے اور مرزا صاحب ملزم ہیں مگر انہیں کرسی دی گئی ہے اور اس طرح ان کا اعزاز کیا گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کو یہ بات بُری لگی۔ اس وقت انگریز مولویوں کو بہت ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ ہماری مرضی ہے ہم جسے چاہیں کرسی پر بٹھائیں اور جسے چاہیں کرسی نہ دیں۔ ان کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ ان کا خاندان کرسی نشین ہے اس لیے میں نے انہیں کرسی دی ہے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب کہنے لگے کہ میں اہلِ حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں۔ اور میں گورنر کے پاس جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا تو بڑا جاہل آدمی ہے۔ ملنے جانے اور گواہ کے طور پر عدالت میں پیش ہونے میں بہت فرق ہے۔ ملنے کو تو کوئی چوڑھا بھی آئے تو ہم اس کو کرسی دیتے ہیں اور تو تو اس وقت عدالت میں پیش ہے اس پر بھی مولوی محمد حسین صاحب کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ کچھ آگے بڑھے اور کہنے لگے نہیں نہیں مجھے کرسی دینی چاہیئے ڈپٹی کمشنر کو غصہ آگیا اور اس نے کہا بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ چپڑاسی تو دیکھتے ہی ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی نظر کس طرف ہے چپڑاسی نے جب ڈپٹی کمشنر صاحب کے الفاظ سُنے تو اُس نے مولوی محمد حسین صاحب کو بازو

سے پکڑ کر جوتیوں میں لا کھڑا کیا جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ میری ذلّت ہوئی ہے باہر ہزاروں آدمی کھڑے ہیں اگر انہیں میری اس ذلّت کا علم ہوا تو وہ کیا کہیں گے تو کمرہ عدالت سے باہر نکلے۔ برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ ذلت کو چھپانے کا بہترین موقع ہے جھٹ کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گئے اور خیال کر لیا کہ لوگ کرسی پر بیٹھے دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے اندر بھی کرسی ملی تھی۔ چپراسی نے دیکھ لیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کا انداز دیکھ چکا تھا اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر خیال کیا کہ اگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں یہاں بیٹھا دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوں گے اس خیال کے آنے پر اس نے مولوی صاحب کو وہاں سے بھی اٹھا دیا۔ اور کہا کہ کرسی خالی کر دیں۔ چنانچہ برآمدہ والی کرسی بھی چھوٹ گئی۔ باہر آ گئے۔ تو لوگ چادریں بچھائے انتظار میں بیٹھے تھے کہ مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایک چادر پر کچھ جگہ خالی دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گئے یہ چادر میاں محمد بخش صاحب مرحوم بٹالوی کی تھی جو مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ کے والد تھے اور اس وقت غیر احمدی تھے بعد وہ احمدی ہو گئے۔ انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو غصہ میں آ گئے۔ اور کہنے لگے۔ میری چادر چھوڑ تو نے میری چادر پلید کر دی ہے تُو مولوی ہو کر عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے چنانچہ اس چادر سے بھی انہیں اٹھنا پڑا اور اس طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔ تو دیکھو یہ آیات بنیات ہیں۔ کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دشمن کے ہاتھوں سے بری فرمایا۔ پھر اس پر ہی بس نہیں۔ مسٹر ڈگلس کو خدا تعالیٰ نے اور نشانات بھی دکھائے جو مرتے دم تک انہیں یاد رہے اور انہوں نے خود مجھ سے بھی بیان کیے۔ ۱۹۲۴ء میں جب میں انگلینڈ گیا تو انہوں نے یہ سارا قصہ مجھ سے بیان کیا۔ مسٹر ڈگلس کے ایک ہیڈ کلرک تھے جن کا نام غلام حیدر تھا وہ راولپنڈی کے رہنے والے تھے بعد میں وہ تحصیلدار ہو گئے تھے۔ معلوم نہیں وہ اب زندہ ہیں یا نہیں اور زندہ ہیں تو کہاں ہیں۔ پہلے وہ سرگودہا میں ہوتے تھے انہوں نے خود مجھے یہ قصہ سنایا اور کہا۔ جب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والا مقدمہ ہوا تو میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ہیڈ کلرک تھا۔ جب عدالت ختم ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا ہم فوراً گورداسپور جانا چاہتے ہیں تم ابھی جا کر ہمارے لیے ریل کے کمرہ کا انتظام کرو۔ چنانچہ میں مناسب انتظامات کرنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر گیا۔ میں اسٹیشن سے باہر نکل کر برآمدہ میں کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ مسٹر ڈگلس سڑک پر ٹہل رہے

ہیں وہ کبھی ادھر جاتے ہیں کبھی ادھر۔ ان کا چہرہ پریشان ہے۔ مَیں ان کے پاس گیا اور کہا صاحب آپ باہر پھر رہے ہیں۔ مَیں نے ویٹنگ روم میں کرسیاں بچھائی ہوئی ہیں آپ وہاں تشریف رکھیں۔ وہ کہنے لگے منشی صاحب آپ مجھے کچھ نہ کہیں میری طبیعت خراب ہے۔ مَیں نے کہا کچھ بتائیں تو سہی آخر آپ کی طبیعت کیوں خراب ہو گئی ہے تاکہ اس کا مناسب علاج کیا جا سکے۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ جب سے میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے اس وقت سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ کوئی فرشتہ مرزا صاحب کی طرف ہاتھ کر کے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب گنہگار نہیں ان کا کوئی قصور نہیں۔ پھر مَیں نے عدالت کو ختم کر دیا اور یہاں آیا تو اب ٹہلتا ٹہلتا جب اس کنارے کی طرف نکل جاتا ہوں تو وہاں مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتے ہیں مَیں نے یہ کام نہیں کیا یہ سب جھوٹ ہے۔ پھر مَیں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں بھی مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ سب جھوٹ ہے۔ مَیں نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر میری یہی حالت رہی تو مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ مَیں نے کہا صاحب آپ چل کر ویٹنگ روم میں بیٹھیے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے ہوئے ہیں وہ بھی انگریز ہیں۔ ان کو بلا لیتے ہیں شاید ان کی باتیں سن کر آپ تسلی پا جائیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کا نام لیمار چنڈ تھا۔ مسٹر ڈگلس نے کہا انہیں بلوالو چنانچہ میں انہیں بلا لایا۔ جب وہ آئے تو مسٹر ڈگلس نے ان سے کہا دیکھو یہ حالات ہیں میری جنون کی سی حالت ہو رہی ہے۔ مَیں اسٹیشن پر ٹہلتا ہوں اور گھبرا کر اس طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور ان کی شکل مجھے کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں مجھ پر جھوٹا مقدمہ کیا گیا ہے پھر دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ مَیں بے گناہ ہوں یہ سب کچھ جھوٹ ہے جو کیا جا رہا ہے۔ میری یہ حالت پاگلوں کی سی ہے اگر تم اس سلسلہ میں کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ لیمار چنڈ نے کہا اس میں کسی اور کا قصور نہیں آپ کا اپنا قصور ہے۔ آپ نے گواہ کو پادریوں کے حوالہ کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ اسے سکھاتے ہیں وہ عدالت میں آکر بیان کر دیتا ہے آپ اسے پولیس کے حوالہ کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ وہ کیا بیان دیتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت مسٹر ڈگلس نے کاغذ قلم منگوایا اور حکم دے دیا کہ عبدالحمید کو پولیس کے حوالہ کیا جائے اور حکم کے مطابق عبدالحمید کو پادریوں سے لے لیا گیا۔ اور پولیس کے حوالہ کر دیا گیا دوسرے دن یا اسی دن اس نے فوراً اقرار کر لیا کہ مَیں جھوٹ بول رہا ہوں۔

لیمارچند کا بیان ہے کہ مَیں نے اسے سچ سچ بیان دینے کے لیے کہا۔ تو اس نے پہلے تو اصرار کیا۔ کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ مرزا صاحب نے مجھے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ لیکن مَیں نے سمجھ لیا کہ شخص پادریوں سے ڈرتا ہے چنانچہ مَیں نے کہا۔ مَیں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے حکم لے لیا ہے کہ اب تمہیں پادریوں کے پاس نہیں جانے دیا جائے گا۔ اب تم پولیس کی حوالات میں ہی رہو گے۔ تو وہ میرے پاؤں پر گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ صاحب مجھے بچا لو۔ مَیں اب تک جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا۔ کہ صاحب آپ دیکھتے نہیں تھے کہ جب مَیں گواہی کے لیے عدالت میں پیش ہوتا تھا۔ تو میں ہمیشہ ہاتھ کی طرف دیکھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جب پادریوں نے مجھے کہا۔ کہ جاؤ اور عدالت میں بیان دو کہ مجھے مرزا صاحب نے ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ اور امرتسر میں مجھے فلاں مستری کے گھر میں جانے کے لیے ہدایت دی تھی (یہ دوست مستری قطب الدین صاحب تھے۔ جن کا ایک پوتا اس وقت جامعہ احمدیہ میں پڑھتا ہے) تو مَیں نے کہا۔ مَیں تو وہاں کے احمدیوں کو جانتا بھی نہیں۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہے گا (اس پر مستری صاحب کا نام کوئلہ کے ساتھ میری ہتھیلی پر لکھ دیتے تھے۔ جب مَیں گواہی دینے آتا تھا اور ڈپٹی کمشنر صاحب مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ تمہیں امرتسر میں کس کے گھر بھیجا گیا تھا۔ تو مَیں ہاتھ اٹھاتا تھا۔ اور اس پر سے نام دیکھ کر کہہ دیتا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے مجھے فلاں احمدی کے پاس بھیجا تھا۔ غرض اس نے ساری باتیں بتا دیں اور مسٹر ڈگلس نے اگلی پیشی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو بری کر دیا۔ تو دیکھو یہ سب واقعات ہمارے لیے آیاتِ بیّنات ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسٹر ڈگلس کے لیے اور آیات بیّنات بھی پیدا کیں۔ ایک آیت بیّنہ یہ تھی کہ انہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر نظر آتی تھی۔ اور وہ تصویر کہتی تھی کہ مَیں بے گناہ ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں پھر انہوں نے خود مجھے سنایا۔ کہ ایک دن میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک ہندوستانی آئی سی ایس آیا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اپنی زندگی کے عجیب حالات میں سے کوئی ایک واقعہ بتائیں۔ تو مَیں نے اسے یہی مرزا صاحب والا واقعہ سنایا۔ میں یہ واقعہ سنا رہا تھا کہ بہرے نے ایک کارڈ لا کر دیا۔ اور کہا باہر ایک آدمی کھڑا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ مَیں نے کہا اس کو اندر بلا لو۔ جب وہ شخص اندر آیا۔ تو مَیں نے کہا۔ نوجوان مَیں آپ کو جانتا نہیں۔ آپ کون ہیں۔ اس نوجوان نے کہا۔ آپ میرے والد

کو جانتے ہیں۔ آپ ان کے واقف ہیں ان کا نام پادری وارث دین تھا۔ مَیں نے کہا مَیں ابھی ان کا ذکر کر رہا تھا وہ نوجوان کہنے لگا ابھی تار آئی ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ وارث دین ایک پادری تھا۔ جس نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو خوش کرنے کے لیے اس کی طرف سے یہ ساری کارروائی کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے ڈپٹی کمشنر صاحب پر حق کھول دیا۔ اور خود جو گواہ تھا۔ اس نے بھی اقرار کر لیا۔ کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ مگر عین اس وقت جب سر ڈگلس وارث دین کا ذکر کر رہے تھے۔ اس کے بیٹے کا وہاں آنا اور اپنے والد کی وفات کی خبر دینا عجیب اتفاق تھا۔ سر ڈگلس اپنی موت تک جس احمدی کو بھی ملتے رہے اسے یہ واقعہ بتاتے رہے۔ انہوں نے مجھے بھی یہ واقعہ سنایا چوہدری فتح محمد صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی یہ واقعہ سنایا۔ ۱۹۲۴ء میں جب مَیں وہاں گیا تھا۔ تو ان کی صحت اچھی تھی۔ یہ ۳۲ سال قبل کی بات ہے اب وہ ۹۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے ۱۹۲۴ء میں ان کی عمر ۶۱ سال تھی۔ اس دفعہ جب میں انگلینڈ گیا تو مَیں نے انہیں بلایا تو انہوں نے معذرت کر دی اور کہا۔ مَیں اب بڈھا ہو گیا ہوں۔ اور بہت کمزور ہوں۔ اب میرے لیے چلنا پھرنا مشکل ہے۔ اب سُنا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تو مجھے افسوس ہوا کہ موٹر ہمارے پاس تھی۔ ہم موٹر میں انہیں منگوا لیتے یا ان کے گھر چلے جاتے تو یہ آیاتِ بیّنات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے مومن کو چاہیئے کہ وہ سچے معنوں میں مومن بننے کی کوشش کرے اگر وہ حقیقی مومن ..... بنے تو اللہ تعالیٰ ضرور غیب سے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس سے اس کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے اور درحقیقت ایسے ایمان کے بغیر کوئی مزہ بھی نہیں جس ایمان نے آنکھیں نہ کھولیں اور انسان کو اندھیرے میں رکھا اس کا کیا فائدہ۔ جو اس جہان میں اندھا رہے گا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا رہے گا اور جسے اس جہان میں آیات بیّنات نظر نہیں آئیں اس کو اگلے جہان میں بھی آیات بیّنات نظر نہیں آئیں گی۔ اس دنیا میں آیاتِ بیّنات نظر آئیں تو دوسری دنیا میں بھی آیات بیّنات نظر آتی ہیں۔ پس مومن کو ہمیشہ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں لگے رہنا چاہیئے کہ وہ دن اسے نصیب ہو۔ جب اللہ تعالیٰ اسلام اور اپنی ذات کی سچائی اس کے لیے کھول دے اور اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منور چہرہ اور خدا تعالیٰ کا نورانی چہرہ نظر آ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر رات اور دن اور سال تکلیف کے سال ہوں یا خوشی کے سال ہوں۔ اس کے لیے برابر ہو جاتے ہیں اور چاہے کچھ بھی ہو ایسا

آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اور مطمئن رہتا ہے وہ کسی سے ڈرتا نہیں۔"

(روزنامہ الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۵۷ء)

گورنر صاحب کیرالہ سٹیٹ وجنوبی ہند کا جماعت احمدیہ کو خراج تحسین

کیرالہ سٹیٹ کے گورنر جناب شری بی راما کرشنا راؤ نے ناظر صاحب امور عامہ قادیان کے نام ایک خط میں لکھا:
"میں احمدیہ جماعت کے کارناموں کو ایک عرصہ سے دیکھ رہا ہوں اور بہت سے احمدی میرے دوست ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ اس جماعت کی متواتر اور مستقل پالیسی ہے کہ ملک کی حکومت کے ساتھ وفاداری کی جائے۔ حب الوطنی اسلامی تعلیم کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے عمل میں لائی جائے گی ہم اس وقت بہت نازک دور سے گزر رہے ہیں اور ہندوستان اُمید کرتا ہے کہ اس میں بسنے والے سب مرد اور عورتیں وفاداری سے حب الوطنی کے طریق پر چلیں گے اور جو بھی حالات پیدا ہوں ملک کے متعلق اپنے قومی فرائض ادا کریں۔ زیادہ آداب آپ کا مخلص"[1]

گولڈ کوسٹ کی آزادی اور حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام

مغربی افریقہ کا مشہور ملک گولڈ کوسٹ جو ۱۸۷۴ء[2] سے برطانوی نوآبادیات کا حصہ تھا، اس سال غلامی کی زنجیریں توڑ کر ۶ مارچ ۱۹۵۷ء کو دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں داخل ہوگیا۔ آزادی کے بعد ٹوگولینڈ کو منسلک کر کے اس کا نام غانا (GHANA) رکھا گیا۔

مغربی افریقہ کے چار برطانوی مقبوضات میں سے گولڈ کوسٹ ہی ایک ایسا ملک تھا جس کے باشندوں نے اسیروں کے رستگار حضرت مصلح موعود کے بھیجے ہوئے مبلغین کا بہت گرمجوشی سے خیر مقدم کیا اور سب سے زیادہ تعداد میں احمدیت قبول کی اور خدا تعالیٰ کی بھی عجیب شانِ کریمی ہے کہ اُس نے افریقہ کی برطانوی نوآبادیات میں سب سے پہلے آزادی و خودمختاری کی نعمت سے نوازنے کے لیے اسی خوش قسمت ملک کو چنا۔ نیز یہ اعزاز بھی بخشا کہ اس کی بدولت دوسرے مقبوضہ افریقی ملکوں میں

---

[1] اخبار بدر قادیان ۷ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

[2] "COLLIER'S ENCYCLOPEDIA" جلد ۱۱ صفحہ ۸۴

آزادی کی ایسی زبردست تحریک اٹھی کہ ۱۹۶۰ء تک سترہ ممالک آزاد ہو گئے اور اس میں غانا کی کوششوں کا بھاری عمل دخل تھا کیونکہ اس کی اصل بنیاد افریقی ممالک کی اس پہلی کانفرنس میں پڑی جو ۱۹۵۸ء میں غانا کے دارالسلطنت عکرا میں منعقد ہوئی۔ ایک روسی مصنف ایم۔ براگنسکی (M - BRAGINSKY) لکھتے ہیں:۔

'The achievement of independence by Ghana and Guinea made the Africans more confident than ever that there was a possibility of putting an end to colonialism within a few years.

The struggle against imperialist rule transcended the national frontiers and grew into an organised all-African movement. The countries which have already achieved political independence consider it their sacred duty to help those fighting against the colonial regime, for their own safety remains in jeopardy as long as the imperialist dominate a considerable part of the continent. Ghana's freedom would be meaningless if it was not linked with the total liberation of the entire continent of Africa, Dr. Nkrumah told the first All-African people's conference.'

(Africa Wins Freedom by M. Braginsky Page 69)

یعنی غانا اور گنی کی آزادی نے افریقنوں میں اتنی زبردست خود اعتمادی پیدا کر دی کہ نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ چند برسوں کے اندر ہی ممکن ہوگیا۔ سامراجیت کے خلاف اس جدوجہد سے افریقی قومیت کی سرحدیں اُبھر آئیں اور افریقی تحریکات منظم ہوگئیں۔

قبل ازیں جو ممالک آزادی سے ہمکنار ہو چکے تھے وہ بھی نو آبادیاتی نظام کے خلاف برسرپیکار لوگوں کی مدد کرنا اپنا مقدس فریضہ سمجھنے لگے کیونکہ ان کی اپنی حفاظت اس وقت تک خطرے میں تھی جب تک کہ پورا براعظم سامراجیت کے تسلط سے آزاد نہ ہو جاتا۔ چنانچہ غانا کے ڈاکٹر نکرومانے پہلی کُل افریقن کانفرنس میں کہا کہ غانا کی آزادی بے سود ہے جب تک کہ اسے پورے برِّاعظم کی تحریک آزادی سے وابستہ نہیں کیا جاتا۔

۱۹۵۷ء میں غانا کی کل آبادی ۴۵ لاکھ تھی جس میں مالکی فرقہ کے مسلمانوں کے علاوہ ۳۰ ہزار سے زائد افراد احمدی تھے اور یہ تعداد اس تیزی سے بڑھ رہی تھی کہ عیسائی حلقوں میں تشویش و اضطراب کے واضح اثرات نمایاں ہو چکے تھے اور عمائدین حکومت اور ملک کے اونچے طبقوں میں بھی تحریک احمدیت کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ وزیر اعظم ڈاکٹر کوامی نکرو ما (KWAME NKRUMAH) جن کی قیادت میں تحریک آزادی کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ایک بار احمدیہ سیکنڈری سکول میں تشریف لائے اور اپنی تقریر میں احمدیت کو سراہا اور طلبہ کو اسلام کا مطالعہ کرنے کی تلقین کی اسی طرح "کفرو ڈوا" نامی شہر میں دوران تقریر کہا کہ صحیح رنگ میں تو احمدی ہی مسلمان ہیں اور وہ جس انداز میں اسلام کی ترجمانی کرتے ہیں وہ ہمارے لیے قابل قبول اور مفید ہے۔ ان کے علاوہ گولڈ کوسٹ کی دستور ساز اسمبلی کے صدر سر ایمینوئیل کیسٹ نے اکرا کمیونٹی سنیٹر میں جماعت احمدیہ کے ایک جلسہ کی صدارت کی اور اپنے صدارتی ریمارکس میں احمدیہ مشن کی خدمات کو خراجِ تحسین ادا کیا اور اسے تحمل، امن اور رواداری کا مکمل نمونہ قرار دیتے ہوئے دوسرے مشنوں کو اس کی تقلید کرنے کی نصیحت کی۔[1]

غانا کی آزاد مملکت کے قیام پر المصلح الموعود نے اپنی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے ۲ مارچ

---

[1] الفضل ۷ مارچ ۱۹۵۷ء مضمون مکرم مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد سابق مبلغ غانا حال کینیڈا)

۱۹۵۷ء کو وزیرِ اعظم ڈاکٹر کوامی نکرومہ کے نام مبارکباد اور دعا کا حسبِ ذیل پیغام بذریعہ تار ارسال فرمایا:۔

"میں اپنی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جو تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کو اور آپ کے ملک کے عوام کو حصولِ آزادی کی تقریب پر مبارک باد دیتا ہوں اور آپ کے ملک کی مسلسل اور ہر آن بڑھنے والی خوشحالی اور ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں۔

آپ کے ملک کے ساتھ میرا لگاؤ اور دلچسپی محض رسمی نہیں ہے بلکہ خلوص پر مبنی ہے کیوں کہ آپ کے ملک کے قریباً ایک لاکھ باشندے احمدی ہیں اور وہاں کے بہت سے طلباء سلسلہ احمدیہ کے مرکز میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ مستقبل قریب میں جماعت احمدیہ آپ کے ملک کے طول و عرض میں اور بھی سرعت کے ساتھ پھیلے گی۔

اور ہر شعبۂ زندگی میں اس ملک کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے میں نمایاں حصہ لے گی انشاء اللہ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کے ملک کی مدد فرمائے آمین۔

امام جماعت احمدیہ۔ ربوہ[1] (ترجمہ)

مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء

اس سال کی اڑتیسویں مجلسِ مشاورت جو تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں ۲۱ سے ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء تک منعقد ہوئی ایک غیر معمولی تاریخی اہمیت کی حامل تھی۔ کیونکہ اس میں مجلس انتخابِ خلافت کے اصول تشکیل اور اس کے دستور العمل اور بنیادی قانون پر مشتمل ایک نہایت ضروری اور اہم قرارداد پیش کی گئی جسے حضرت مصلح موعود نے منظور فرما کر مستقبل کے ہر قسم کے فتنوں کی جڑ ھ اکھیڑ کر رکھ دی۔ اور نظامِ خلافت کو مستحکم اور دائمی بنیادوں پر قائم کر دیا۔ (قرارداد کی تفصیل پہلے باب میں دی جا چکی ہے)

چار سال کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ مشاورت کے سب اجلاسوں میں رونق

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

افروز رہے اور پوری کارروائی حضور کی نگرانی میں ہوئی جس کے ہر مرحلہ پر آپ نے راہنمائی فرمائی اور ضروری اور اہم ہدایات سے نوازا جسے ہمیشہ ہی مشعلِ راہ کی حیثیت حاصل رہے گی۔

حضور نے مجلس مشاورت میں اپنی بیماری کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

"۱۹۵۴ء میں مَیں نے مجلس شوریٰ میں کچھ کام کیا تھا۔ آج ۱۹۵۶ء میں چار سال کے بعد پھر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ مَیں شوریٰ کے تمام اجلاسوں میں شریک ہوا ہوں اور کام بھی کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میری صحت میں ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا۔ مثلاً ہاتھوں میں جو بے حسّی تھی وہ ابھی تک دور نہیں ہوئی اس لیے بعض اوقات بڑی گھبراہٹ ہو جاتی ہے پیر کی انگلیاں اندر کو کھچتی ہیں۔ اور ہاتھ بے حس ہو جاتا ہے۔ ہوتی تو یہ مذاق کی بات ہے لیکن گھر میں میرا کوئی چھوٹا پوتا یا نواسہ آ جائے تو وہ بیمار نہیں سمجھتا وہ میرا ہاتھ پکڑے تو مَیں فوراً گھبرا جاتا ہوں کہ کیا ہو گیا ہے اور میرا ہاتھ کدھر چلا گیا ہے۔ غرض ان چیزوں کو کوئی نمایاں فائدہ نہیں ہوا۔ پس جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ یورپ میں کوئی نیا علاج نکل آیا ہے اس وقت تک میرا وہاں جانا مشکل ہے...... اگر یہ پتہ لگ جائے کہ وہاں علاج ہے جس سے مجھے فائدہ ہو سکتا ہے تو مَیں وہاں امریکہ بھی جانے کو تیار ہو گیا تھا۔ مگر پھر وہاں سے پتہ لگا کہ امریکہ میں جو علاج ہے وہ وہی ہے جو یورپ میں ہے اور اس سے کوئی فائدہ آپ کو نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مَیں سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ اور وہاں دوبارہ ڈاکٹروں سے اپنا معائنہ کرایا۔ انہوں نے بھی بتایا آپ کو امریکہ میں علاج سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ امریکہ میں بوسٹن بڑی بھاری یونیورسٹی ہے وہی ڈاکٹر جس سے مَیں علاج کرا رہا تھا اس نے مجھے بتایا کہ مَیں وہیں سے آ رہا ہوں اور مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کو وہاں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کو خود زور لگانا چاہیئے۔ کہ آپ اچھے ہو جائیں۔ آپ جب تک یہ خیال نہ کریں کہ مَیں اچھا ہوں اس وقت تک آپ کو کوئی دوائی فائدہ نہیں دے سکتی۔ مَیں نے کہا جب مجھے نظر آتا ہے کہ مَیں بیمار ہوں تو مَیں اپنے آپ کو تندرست کیسے خیال کر لوں۔ وہ کہنے لگا چاہے آپ کو یہی نظر آتا ہے کہ آپ بیمار ہیں لیکن جب تک آپ یہ خیال نہیں کریں گے کہ آپ تندرست ہیں اس وقت تک آپ تندرست نہیں ہو سکتے۔ مَیں نے کہا اچھا پھر آپ مجھے ایسی دوائیں دیں جس کے استعمال سے مَیں بھول جاؤں کہ مَیں بیمار ہوں۔ تو وہ کہنے لگا یہی بات تو مَیں کہہ رہا ہوں کہ اس کا ہمیں پتہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر تو کوئی

فائدہ نظر آتا ہو پھر تو میں وہاں جانے کی کوشش بھی کروں ورنہ خواہ مخواہ اپنے دوستوں اور عزیزوں سے جدا بھی ہوں اور کوئی فائدہ بھی نہ ہو تو وہاں جانے کا فائدہ ہی کیا ہے میں اسی ٹوہ میں لگا رہتا ہوں کہ اس بیماری کا کوئی علاج نکل آئے تو میں اس سے فائدہ اٹھاؤں رسالوں اخباروں میں اس بیماری کے متعلق جو مضامین چھپتے ہیں میں ان کا خیال رکھتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہرحال اگر حقیقی طور پر یورپ جانے سے فائدہ ہو تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیماری کا علاج کراؤ۔ لیکن مجھے بھی تو نظر آنا چاہیئے کہ کوئی فائدہ ہو سکتا ہے وہاں میں نے جتنے ڈاکٹروں سے پوچھا ہے اُن کا یہی جواب آیا ہے کہ آپ کو انہی دواؤں سے فائدہ ہو گا جو آپ اس وقت استعمال کر رہے ہیں پس اگر بیماری کا کچھ حصّہ باقی ہے تو وہ دعاؤں کے ساتھ دور ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا اور سلسلہ کی خدمت کی توفیق دینا اس کے مدّ نظر ہو گا تو وہ توفیق دے دیگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب اخبار میں چھپتا ہے کہ طبیعت اچھی نہیں تو جماعت میں بیداری پیدا ہوتی ہے ۔ تو انہیں میری بیماری کا احساس ہوتا ہے ۔ ادھر کچھ دعائیں ہوتی ہیں اور کچھ منافقوں کی منافقت ظاہر ہوتی ہے ۔ اب مثلاً ہماری جماعت کو اس قسم کے اخلاص دکھانے کا جو موقع ملا ہے ۔ اور کل جو خلافت کے استحکام کے لیے ریزولیوشن پیش کیے گئے دراصل یہ وہی بات تھی کہ خدا تعالیٰ نے جماعت سے رجس دور کیا اور جماعت کے اندر یہ احساس پیدا کیا کہ ہم نے خلافت کا جھنڈا ہمیشہ کھڑا رکھنا ہے اگر یہ بیماری نہ ہوتی تو یہ باتیں بھی پیدا نہ ہوتیں ۔ پس میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ بیماری محض تطہیر کے لیے ہے ۔ یہ بیماری اس لیے ہے ہمیں خدا تعالیٰ سے بھی دعائیں کرنی چاہئیں ۔ کوئی تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ موجودہ عارضوں کو بھی دور کر دے ۔ پرسوں میں نے رؤیا میں دیکھا کہ :۔

کوئی شخص بیٹھا ہے جس کو میں پہچانتا نہیں ۔ میں اسے ایک نسخہ دے رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ ڈاکٹر فضل نے یہ لکھ کر دیا ہے ۔ اس کے اوپر پیڈ پر اس کا مونوگراف بھی چھپا ہوا ہے جو نہایت اعلیٰ اور خوبصورت ہے ۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک ڈاکٹر فضل کو میں جانتا ہوں ۔ میں کوئٹہ گیا تو وہاں مجھے گاؤٹ کا دورہ ہوا ڈاکٹروں نے کہا دانت دکھائیں جب ایک ڈاکٹر کو میں دانت دکھانے گیا تو اس کے مکان پر بورڈ لگا ہوا تھا " ڈاکٹر فضل " جب ہم فیس دینے لگے تو انہوں نے کہا ۔ میں تو سیّد محمود اللہ شاہ صاحب کا شاگرد ہوں انہوں نے مجھے بچوں کی طرح پالا ہے اس لیے میں آپ سے

فیس نہیں لے سکتا تو میں ایک ڈاکٹر فضل کو جانتا ہوں جو ڈینٹسٹ (DENTIST) تھا لیکن خواب میں جو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر فضل نسخہ دیتا ہے درحقیقت اس کے معنے صحت کے آثار کے تھے چنانچہ میں نے یہ خواب پرسوں دیکھی تھی۔ اس کے بعد کل بھی میں نے سارا دن کام کیا اور آج بھی کام کیا۔ یہ وہ فضل ہے جو چل رہا ہے اور یہی خدا تعالیٰ نے میری پیدائش کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا تھا کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ تو ہمارے کام خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہوتے ہیں اگر ولایت جانا مفید ہوگا تو خدا تعالیٰ وہاں جانے کے سامان کر دے گا اور اگر ولایت جانا مفید نہیں تو اللہ تعالیٰ میرے دل میں انقباض رکھے گا اور ڈاکٹروں کو بھی اس طرف متوجہ نہیں کرے گا"

حضرت مصلح موعودؓ نے مشاورت میں تحریک جدید کے میزانیہ ۵۸-۱۹۵۷ء سے متعلق سب کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونے پر تحریک جدید کی آمد کے پس منظر پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"دورِ اوّل والوں نے اتنی جلدی ترقی کی تھی کہ بعض ایسے سال بھی آئے کہ ان کا چندہ دس لاکھ تک پہنچ گیا۔ مگر دورِ ثانی کے نوجوانوں کا چندہ دو لاکھ پر پہنچ کر گرا اور پھر اس کے بعد چڑھنا شروع ہوا۔ اب وہ اپنی کمی پوری کر رہے ہیں لیکن ابھی ایسی وہ نہیں جو قابلِ ذکر ہو۔ حالانکہ نوجوانوں میں کام کرنے کی روح بوڑھوں سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ بوڑھے فوت ہو رہے ہیں اور جو زندہ ہیں۔ وہ پنشنوں پر ریٹائر ہو جائیں گے۔ اس طرح ان کے چندوں میں بھی کمی آجائے گی اور یہ کمی دورِ ثانی نے پوری کرنی ہے۔ یا ہمارے محکمہ زراعت نے پوری کرنی ہے۔ کئی سکیمیں انہوں نے بنائی ہیں جو معقول ہیں اور کئی سکیمیں میں نے بھی ان کو بتائی ہیں۔ اور کئی تجاویز محکمہ زراعت نے پیش کی ہیں۔ اگر وہ اُن پر عمل کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ تحریک جدید کا نام غیر ملکوں میں اور بھی بڑھ جائے گا اور وہاں جماعت پھیل جائے گی۔ مثلاً انڈونیشیا میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لاکھ سے زیادہ جماعت ہو گئی ہے۔ اسی طرح ویسٹ افریقہ میں کوئی ایک لاکھ کے قریب جماعت ہے۔ آج سے بیس سال پہلے مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم نے لکھا تھا کہ ہماری جماعت یہاں تیس ہزار ہے۔ اس وقت انہوں نے لکھا تھا کہ سالانہ جلسہ پر ہمارے تین ہزار نمائندے آئے وہ ملک بڑا وسیع ہے۔ اگر مغربی اور مشرقی پاکستان دونوں کو ملا لیا جائے تو وہ اس سے بھی دُگنا ہے اتنی دور سے لوگوں کا آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پھر وہاں اتنے سامان سفر

بھی نہیں جتنے ہمارے ملک میں ہیں ۔ مگر پھر بھی تین ہزار نمائندہ آ گیا ۔ تین ہزار نمائندوں کے متعلق مَیں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ دس آدمیوں میں سے ایک آدمی آیا ہے ۔ اس لیے ہماری تعداد وہاں تیس ہزار ہے مگر اس سال جو رپورٹ ملک کے دو حصوں کی آئی ہے اُس میں مبلغ انچارج نے لکھا ہے کہ اس سال جلسہ سالانہ پہ پانچ ہزار آدمی آیا ہے اور ایک ملک نے لکھا ہے کہ بارہ سو آیا ہے اگر اس کو دس سے ضرب دیں تو یہ ۶۲٫۰۰۰ کے قریب بن جاتا ہے لیکن درحقیقت ہماری جماعت اس سے زیادہ ہے ۔ اور گولڈ کوسٹ سیرالیون اور نائیجیریا وغیرہ کو ملا کر وہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہماری جماعت کے افراد پائے جاتے ہیں بہرحال جوں جوں جماعت بڑھے گی ۔ وہاں کے چندے بھی انشاء اللہ بڑھتے جائیں گے لیکن ابھی تک ہم ان کے چندوں کو سوائے خاص موقعوں کے ادھر نہیں لاتے مثلاً پچھلے دنوں پونڈ ختم ہو گئے تھے تو ہم نے ان جماعتوں کو کہا کہ تم اپنے پونڈ فلاں ملک میں بھجوا دو ۔ چنانچہ انہوں نے پونڈ وہاں بھیج دیئے ۔ ان لوگوں کے چندہ اور عطیہ میں حکومتِ پاکستان کا کوئی قانون روک نہیں اس لیے کہ وہ غیر ملک ہیں ۔ اور آزاد ہیں ۔ وہ جہاں چاہیں اپنا روپیہ خرچ کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ ہم آتی دفعہ ایک موٹر اپنے ساتھ لائے ۔ گورنمنٹ نے ہم سے کہا تم یہ کار اپنے ایکسچینج سے نہیں خرید سکتے تھے ۔ لیکن جب ہم نے اُن پر ثابت کر دیا کہ یہ موٹر ملک کے زرمبادلہ سے نہیں خریدی گئی بلکہ بنک کی رسید پیش کر دی ۔ کہ یہ روپیہ غیر ممالک سے آیا تھا ۔ تو حکومتِ پاکستان نے کہا کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ یوں بھی ایک دفعہ ہم نے گورنمنٹ سے اپنی بیرونی آمد کے متعلق دریافت کیا تھا کہ انہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں تو اُس نے کہا تھا کہ جو مدد آپ کو کسی باہر کے ملک سے آئے اُس پہ ملک کے ایکسچینج کا کوئی قانون حاوی نہیں ۔ کیونکہ ان کے پونڈ اپنے ہیں ۔ مثلاً سیرالیون اب تک انگریزوں کے ماتحت ہے ۔ گولڈ کوسٹ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے آزاد ہو گیا ہے اور سب سے زیادہ ہماری جماعت گولڈ کوسٹ میں ہی ہے ۔
خیال ہے کہ دوسرے نمبر پر سیرالیون آزاد ہو گا پھر نائیجیریا آزاد ہو گا لائبیریا میں بھی اب نئی جماعت قائم ہوئی ہے ۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہی ہے ۔ وہ پہلے سے آزاد ہے کوئی تعجب نہیں کہ سیرالیون اور نائیجیریا بھی چند سال میں آزاد ہو جائیں ان سب ممالک میں ہماری جماعت کی تعداد کافی ہے ۔

یوں تو پاکستان میں بھی ہماری جماعت باقی ممالک سے تعداد میں زیادہ ہے لیکن پاکستان اسمبلی میں ہمارا ایک بھی ممبر نہیں ۔ اور وہاں ہمارے پانچ چھ ممبر اسمبلی میں ہیں ۔ گویا اس جگہ پہ جماعت

کا اثر بڑھ رہا ہے۔ اور جوں جوں وہ ملک آزاد ہوتے جائیں گے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر بھی ہمارے ہاں آجائے تو وہ ڈرتا ہے کہ ملک والے کیا کہیں گے۔ لیکن وہاں یہ حالت ہے کہ ہماری بیت الذکر کے افتتاح کے موقع پہ خود وزیراعظم جو عیسائی تھا آیا۔ اور اُس نے کہا۔ آپ لوگ جو کام اس ملک میں کر رہے ہیں وہ بے نظیر ہے ہم اس کی قدر کرتے ہیں۔ آپ نے ہمارے ملک کو بہت اونچا کیا ہے۔ اس لیے میں یہاں افتتاح کے لیے آیا ہوں اسی طرح یو۔ این۔ او کے نمائندے اور یونائیٹڈ سٹیٹس کے نمائندے بھی گئے۔ امریکہ کا ایک مشہور رسالہ "لائف" ہے جو چالیس لاکھ کی تعداد میں چھپتا ہے اس رسالہ میں ایک مضمون چھپتا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ افریقہ میں احمدیت کثرت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور وہاں ۶ لاکھ احمدی ہو گیا ہے۔ حالانکہ اندازہ صرف ایک لاکھ سے اوپر کا ہے۔ پھر الفضل میں شائع ہو چکا ہے کہ ایک عیسائی پروفیسر نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ آئندہ افریقہ کا مذہب اسلام ہوگا یا عیسائیت۔ پھر وہ لکھتا ہے کہ پہلے یہ خیال تھا کہ افریقہ کا آئندہ مذہب عیسائیت ہوگا مگر اب یہ بات غلط ہو گئی ہے۔

احمدیہ جماعت نے ملک میں جوش کھولے ہوئے ہیں ان کی وجہ سے یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ یہاں کا آئندہ مذہب عیسائیت ہوگا بلکہ بالکل ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اس ملک کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعت بڑھ رہی ہے اور جب جماعت کی تعداد زیادہ ہو جائے گی تو ہماری پونڈوں کی دقت بھی دور ہو جائے گی۔ ہمارا دو سو کے قریب مبلغ گولڈ کوسٹ میں کام کر رہا ہے اُن سب کے اخراجات مقامی جماعت خود دیتی ہے۔ آنے جانے کے کرائے بھی وہی دیتے ہیں۔ لٹریچر بھی خود شائع کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کو گرانٹ دیتے ہیں۔ مگر اس لیے کہ اوّل تو وہ لوگ ابھی تہذیب میں بہت پیچھے ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ اُن کی مدد کریں۔ دوسرے وہ تعداد میں ہم سے کم ہونے کے باوجود اس قدر قربانی کر رہے ہیں کہ سارے مبلغوں کو وہ خرچ دے رہے ہیں حالانکہ وہاں تنخواہیں زیادہ ہیں۔ مثلاً میرا بھتیجا مرزا مجید[1] احمد جو کالج کا پرنسپل ہو کر وہاں گیا ہے اُسے گورنمنٹ

---

[1] حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے صاحبزادے

نے ۱۲۰۰ روپے تنخواہ دی ہے حالانکہ ہم یہاں پرنسپل کو ۵۰۰ روپے دیتے ہیں بہر حال وہاں پر جو ترقی ہوگی اُس کے ذریعہ جماعت کی حالت پھر مضبوط ہوگی ۔چنانچہ جب سیرالیون میں ایک پریس لگانے کی تجویز ہوئی تو جیسا کہ میں ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں وہاں ایک دوست نے جو نیا نیا احمدی ہوا تھا ایک ہزار پونڈ چندہ دیا اور ایک اور آیا اُس نے پندرہ سو پونڈ دیا اور پندرہ سو پونڈ کے معنے یہ ہیں کہ گویا اس نے بائیس ہزار روپیہ بطور چندہ دیا اور تین چار مہینہ کے اندر اندر پچیس۲۵ سو پونڈ تک جمع ہو گیا گویا چند ماہ کے اندر اندر جماعت نے ۳۲ ہزار روپیہ دیا۔

سیرالیون کی جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ یہ جماعت بھی بڑھے گی اور ترقی کرے گی۔ مگر اس وقت تک یہ بوجھ ہمیں ہی اٹھانا پڑے گا وہاں کا ایک لڑکا بھی یہاں آیا ہوا ہے ۔تاکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جماعت کا مبلغ بن سکے اُس کی تعلیم کا بوجھ بھی ہم برداشت کر رہے ہیں ۔ اسی طرح جو مبلغ وہاں جاتے ہیں اُن کے کرائے وغیرہ بھی ہمیں ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ ابھی ان لوگوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ پاکستانی ہم پر حکومت کر رہے ہیں ۔صرف ایک دفعہ نائیجیریا سے یہ آواز آئی تھی میں نے انہیں کہا کہ اگر تمہیں یہ بات ناپسند ہے تو میں سارے پاکستانی مبلغین واپس بلا لیتا ہوں میری اس دھمکی کے بعد فوراً اُن کی مجلس شوریٰ ہوئی ۔اور اُس نے فیصلہ کیا کہ ہم اس شخص کے سخت خلاف ہیں جس نے یہ بات کہی ہے ۔ ہمارا امیر پاکستانی مبلغ ہی مقرر کیا جائے ہم اُس کے پیچھے چلیں گے ۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اگر اُن میں یہ روح قائم رہی بلکہ ترقی کرتی رہی تو شائد اس ملک کے چندے ہمارے ملک سے بھی بڑھ جائیں ۔لیکن ابھی ان ملکوں کی موجودہ آبادی کے لحاظ سے ان کے چندے کم ہیں ۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے اگر گولڈ کوسٹ نائیجیریا سیرالیون اور لائبیریا ملایا جائے تو اِن کی وسعت پاکستان سے بیس گنے ہے ۔ لیکن آبادی تھوڑی ہے صرف تین کروڑ کے قریب ہے زیادہ تر جنگلات ہی ہیں ۔پھر ایسٹ افریقہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پھیل رہی ہے اس کا علاقہ بھی پاکستان سے دس پندرہ گنا زیادہ ہے لیکن آبادی تھوڑی ہے یعنی تین چار کروڑ کے قریب ہے ۔پس ان علاقوں میں احمدیت کے بڑھنے سے جماعت کی آمد پر اثر پڑے گا ۔ لیکن ابھی ہمیں مصلحتاً اور ان کے ایمان کی تقویت کے لیے ان کی آمد انہیں پر خرچ کرنی پڑے گی اور کہنا پڑے گا کہ مبلغ ہم بھیجیں گے خرچ تم دیا کرو۔ اس

سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ کہ جو خرچ ہم نے وہاں بھیجنا ہوتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ تا یہ اعتراض نہ ہو کہ چندہ ہم دیتے ہیں اور پاکستانی کھا جاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایمان میں اتنے مضبوط ہو جائیں کہ پاکستانیوں سے کہیں کہ ایک پیسہ چندہ بھی نہ دو ہم وہاں روپیہ بھیجیں گے اُس دن کا جب خود ان کی طرف سے یہ تحریک ہو۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔ مگر جب تک وہ دن نہیں آتا ہمیں خوشی سے یہ خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ اور ہمیں خوشی سے یہ بات منظور کرنا پڑے گی۔ کہ مبلغ ہم بھیجتے رہیں اور اُن کا خرچ وہ دیں۔ پس یہ پس منظر ہے تحریک جدید کی آمد کا"[1]

اختتامی تقریر

مشاورت کے اختتام پر حضور نے فرمایا:۔

"چونکہ ایجنڈا ختم ہو گیا ہے اس لیے اب میں دعا کے ساتھ دوستوں کو رخصت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو دعائیں کرنے اور قرآن کریم اور اسلام پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کا جو عہد آپ نے کیا ہے اس کے پورا کرنے کی آپ کو اور آپ کی اولاد کو ہمیشہ توفیق ملتی رہے ....حقیقت یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی طور پر ملتا ہے اصل میں یہ سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال ہے انہی کے مال کی حفاظت کے لیے ہم لڑ رہے ہیں ورنہ ہمیں اپنی کسی عزت کی ضرورت نہیں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہو جائے تو ہمیں دنیا کے تمام دُکھ اٹھانے منظور ہیں۔ خواہش ہے تو صرف اتنی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔

پس یہ دعا کرتے جائیں اور واپس جا کر کوشش کریں کہ جو بجٹ آپ نے منظور کیے ہیں وہ پورے بھی ہوں ہم بھی کوشش کریں گے کہ جس طرح ہو سکے بجٹ کے اندر کام کریں لیکن آپ بھی کوشش کریں کہ آمد اتنی زیادہ ہو کہ آئندہ فراغت کے ساتھ ہم ذکل جماعت کی ضرورتوں کو بھی پورا کر سکیں مرکز کی ضرورتوں کو بھی پورا کر سکیں اور دنیا کو جو اسلام کی پیاسی ہے اس کی پیاس کو بھی بجھا سکیں"[2]

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۵

[2] رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ ربوہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۱۷، ۱۲۱

پہلا یوم جمہوریہ پاکستان اور احمدی نمائندوں کی قرارداد

۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو تمام پاکستان میں اس کے جمہوریہ اسلامیہ بننے کی پہلی سالگرہ منائی گئی۔ یہ تقریب احمدیوں کے لیے دوہری خوشی کا موجب تھی۔ ایک تو اس لیے کہ ۲۳ مارچ کی قرارداد عملی شکل اختیار کر گئی اور پاکستان کی سب سے بڑی مسلمان حکومت معرض وجود میں آگئی۔ جس کے قیام میں جماعت احمدیہ نے ہندوستان کی دیگر تمام مذہبی جماعتوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دوسرے ۲۳ مارچ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کی بنیاد رکھی۔

۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو ربوہ میں مجلس شوریٰ کے تیسرے اجلاس جماعت احمدیہ پاکستان اور ممالک بیرون کے نمائندگان نے متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد پاس کی۔ جسے مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے پیش کیا۔

"جماعتہائے احمدیہ پاکستان اور بیرونی ممالک کے نمائندوں کا یہ عمومی اجلاس جو اپنے مرکز میں ہو رہا ہے۔ آج ۲۳ مارچ یوم جمہوریہ اسلامیہ کی پُر مسرت تقریب کے موقعہ پر تمام پاکستانیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے آزاد ملک کو ہر قسم کی ترقی سے نوازے اور اس کے باشندوں میں کامل اتحاد و یگانگت اور وحدت پیدا کرے۔ پاکستان کی ترقی کے راستہ میں جو مشکلات اندرونی اور بیرونی طور پر پیدا کی جا رہی ہیں ہماری اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب مشکلات کو اپنے خاص فضل سے جلد دور فرمائے۔ اور حکومت کو عوام کی صحیح خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العالمین"

نیز یہ قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر۔ وزیر اعظم گورنر مغربی پاکستان اور گورنر مشرقی پاکستان کی خدمت میں ارسال کی جائیں"۔ اس موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

"آج پاکستان کی آزادی کا دن ہے۔ اور جیسا کہ میں کل بتا چکا ہوں اس کو ہمیں دنیوی بات نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ چونکہ پاکستان کی ترقی اور طاقت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ہمیں اس کو دین کا ہی ایک حصہ سمجھنا چاہیئے مثلاً پچھلے دنوں سپین کی حکومت نے ہمارے مبلغ کو نوٹس دیا کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ کیونکہ سپین میں اسلام کی تبلیغ منع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جرأت

ان کو اس لیے ہوئی کہ وہ سمجھتے تھے کہ پاکستانی کمزور ہے اور وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مَیں نے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ جب صلیبی جنگوں کے زمانہ میں عیسائیوں نے عکّہ کے قریب مسلمانوں کو شکست دے کر اپنی فوجیں فلسطین میں داخل کر دیں اور فلسطین کا وہ حصّہ جو عکّہ اور حیفہ کے پاس ہے اس کو فتح کر لیا اور تھوڑا سا حصّہ مسلمانوں کے پاس رہ گیا تو اس وقت ایک قافلہ بغداد سے شام اور فلسطین میں تجارت کے لیے آیا ہوا تھا۔ جب وہ قافلہ شام کی حدود میں سے گذر رہا تھا تو انہوں نے ایک عورت کی آواز سُنی جو چلّا چلّا کر کہہ رہی تھی ...... اے امیر المومنین میری فریاد کو پہنچو وہ کوئی عورت تھی جس کو عیسائی پکڑ کر لے جا رہے تھے پاس ہی مسلمانوں کی بستیاں تھیں۔ عیسائی بعض اوقات ان بستیوں پر ڈاکہ مارتے تھے اور مسلمانوں کو پکڑ لیتے تھے۔ چنانچہ عیسائی لوگ اس عورت کو پکڑ کر لے جا رہے تھے اس بے چاری کو پتہ نہیں تھا کہ آج کل امیر المومنین کی کوئی طاقت نہیں ہے بغداد کے قلعہ سے باہر اسے کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ مگر اس کی پُرانی شہرت ابھی باقی تھی۔ اس کی وجہ سے اس نے یہ آواز دی کہ اے امیر المومنین میری فریاد کو پہنچو۔ قافلہ والے پاس سے گذر گئے اور کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ وہ آپس میں یہ باتیں کرنے لگے کہ عجیب بے وقوف عورت ہے اس کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اب امیر المومنین کی کوئی طاقت نہیں۔ جب قافلہ بغداد پہنچا تو کچھ لوگ سودا وغیرہ خریدنے کے لیے آئے۔ تو انہوں نے دریافت کیا کہ کوئی عجیب واقعہ آپ کے ساتھ گذرا ہو تو بتاؤ۔ اس پر قافلہ کے بعض لوگوں نے بتایا کہ ہم نے واپسی پر یہ عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک عورت کو عیسائی پکڑے لیے جا رہے تھے یا امیر المومنین کے نعرے لگا رہی تھی شاید اس کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمارے خلیفہ کی آج کل کوئی طاقت نہیں۔ کسی درباری نے بھی یہ بات سُن لی۔ وہ دربار میں گیا تو اس نے عباسی خلیفہ سے کہا امیر المومنین! آج ایک قافلہ شام سے واپس آیا ہے اور اس نے یہ خبر سُنائی ہے کہ اس اس طرح شام کی ایک مسلمان عورت کو عیسائی پکڑ کر لیے جا رہے تھے۔ اور اس نے یہ نعرہ لگایا کہ اے امیر المومنین میری فریاد کو پہنچو۔ حضور اس کو اتنا بھی پتہ نہیں تھا کہ بغداد کی حکومت اب اتنی کمزور ہو چکی ہے۔ جب خلیفہ نے یہ بات سُنی تو گو اس کے پاس کوئی فوج نہیں تھی سارے علاقے باغی ہو چکے تھے اور ہر صوبہ میں الگ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ وہ اسی وقت تخت سے نیچے اُتر آیا اور کہنے لگا خدا کی قسم جب تک مَیں اس مسلمان عورت کو چھڑا کر نہیں لاؤنگا اس وقت تک میں تخت پر نہیں بیٹھوں گا۔

یہ کہہ کر وہ اُٹھا۔ تھا تو وہ ایک دکھاوے کا حکمران لیکن یہ خبر بجلی کی طرح سارے علاقوں میں پھیل گئی اور جس جس صوبہ میں گئی وہاں سے فوراً نیم بادشاہ اپنی فوجیں لے کر اسلامی خلافت کے ماتحت چل پڑے کہ جدھر خلیفہ جائے گا اُدھر ہی ہم جائیں گے اور آناً فاناً ایک بہت بڑا لشکر بغداد کے اِرد گرد جمع ہوگیا۔ یہ لشکر خلیفہ کی کمان میں آگے بڑھا اور اس نے عیسائیوں کو شکست دی اور اس طرح خلیفہ اس عورت کو چھڑا کر واپس لے آنے میں کامیاب ہوگیا۔ تو یہ اُس وقت کی بات تھی گو اس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی پھر بھی اس کی مثال ایسی ہی تھی جیسے کہتے ہیں "ہاتھی زندہ لاکھ کا مُردہ سوا لاکھ کا" گو اس وقت مسلمان گر چکے تھے لیکن پھر بھی ان میں اتنی طاقت تھی کہ یورپ کی فوجیں کانپتی ہوئیں ان کے آگے سے بھاگ جاتی تھیں سپین تو یورپ کا ایک حصہ ہے۔ مگر اس وقت عکہ میں سارے یورپ کی فوجیں تھیں جنہیں مسلمانوں نے شکست دی۔ تو یہ صرف طاقت کی بات ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طاقت اور ساتھ ہی ایمان بھی بخشے تو سپین کیا یورپ کی ساری طاقتیں مل کر بھی مسلمانوں کے مبلغوں کو نہیں نکال سکتیں۔ اگر وہ نکالیں گی۔ تو اُن کو ایسی مشکلات کا سامنا پیش آئے گا اور مسلمان حکومتیں اتنی جلدی ان کا مقابلہ کریں گی کہ اُن کو فوراً اپنی شکست تسلیم کرنا پڑے گی چنانچہ حکومتِ پاکستان تو الگ رہی ہماری جماعت اگرچہ ایک غریب جماعت ہے مگر چونکہ منظم ہے اس لیے ہماری جماعت کے ڈر کے مارے ہی سپین کے سفیر متعینہ پاکستان نے یہ اعلان کر دیا کہ میری حکومت اسلامی مبلغ کو ملک سے باہر نکالنا نہیں چاہتی۔ یہ خبر جو مشہور کی گئی ہے جھوٹ ہے۔ لیکن ہمارا مبلغ اس بات پر مُصر ہے کہ اسے ملک سے باہر نکلنے کا نوٹس دیا گیا ہے۔ مگر سپین کے سفیر نے کہا ہے کہ آپ ہمیں خواہ مخواہ بدنام کر رہے ہیں ہم نے آپ کے مبلغ کو باہر نہیں نکالا۔ یہ اثر صرف چند لاکھ غریب فقیروں کی جماعت کی تنظیم کی وجہ سے تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ اسلامی حکومتوں کو طاقت بخشے تو پھر لازمی بات ہے کہ اِن چند لاکھ فقیروں کی جماعت سے بہت زیادہ یورپین حکومتیں اسلامی حکومتوں سے ڈریں گی۔ کیونکہ ان کے پاس تو طاقت بھی ہو گی اور ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں۔ اسلامی حکومتیں اگر آزاد ہوں اور ترقی کریں تو اُن کے پاس بیڑے بھی ہوں گے۔ توپیں بھی ہوں گی اور ہوائی جہاز بھی ہوں گے ہمارے پاس تو سوٹیاں بھی مشکل سے ہوتی ہیں۔ اس لیے ہم سے کسی حکومت نے کیوں ڈرنا ہے۔ مگر اسلامی حکومتیں اگر طاقت پکڑ جائیں تو دوسری حکومتیں اُن سے یقیناً ڈریں گی۔ پس اپنی دعاؤں میں ہمیں ملک کی آزادی اور ترقی کی دعا بھی شامل کرنی چاہیے مجھے معلوم

ہوا ہے کہ یوم آزادی کے لحاظ سے صدر انجمن احمدیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ یہاں شام کو روشنی بھی کرائیں اور غرباء میں کھانا بھی تقسیم کریں ۔ اُن کا یہ فعل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اتباع میں ہے جب ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی ہوئی تھی ۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تھا کہ خوب خوشی منائی جائے ۔ چنانچہ قادیان میں منارۃ المسیح اور مکانوں کی چھتوں پر روشنی کا انتظام کیا گیا ۔ اگر ایک عیسائی ملکہ کی جوبلی پر اتنی خوشی منائی جائز ہو سکتی ہے تو ایک اسلامی ملک کی آزادی پر اس سے ہزار گُنے خوشی منائی جائز ہو سکتی ہے ۔ پس اُن کا یہ اقدام نہایت مستحسن ہے اور ہماری جماعتوں کو بھی چاہیئے کہ جہاں جہاں وہ ہیں اس دن جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو آزادی بخشی ہے اور اسلامی حکومتوں میں ایک اسلامی حکومت کا اضافہ ہوا ہے خوشی منائیں چراغاں کریں اور غرباء میں کھانا تقسیم کریں ۔ پاکستان گو چھوٹا ملک ہے لیکن اپنے جائے وقوعہ اور آبادی کے لحاظ سے باقی تمام اسلامی ملکوں سے طاقتور ہے اس کی آبادی ۸ کروڑ سے زیادہ ہے ۔ اور پھر اسے ایسے سامان میسر ہیں کہ کوئی تعجب نہیں کہ دس پندرہ سال کے اندر ہمارے ملک کی آبادی بارہ تیرہ کروڑ ہو جائے اور اگر اللہ تعالیٰ کشمیر کو ادھر لے آیا اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو تو ایک دن میں ہی آبادی میں ایک کروڑ کی زیادتی ہو جائے گی اور کئی سامان ترقی کے پیدا ہو جائیں گے ۔ بہرحال ہمارا ملک جو اس وقت سارے اسلامی ممالک میں سب سے زیادہ آباد ہے اور سب سے زیادہ ذرائع ترقی کے رکھتا ہے اگر ترقی کرے تو یقیناً دوسری اسلامی حکومتیں بھی اس کے ساتھ ساتھ ترقی کریں گی ۔ اور اس کو اپنا لیڈر تسلیم کریں گی ۔ ابھی ہندوستان سے بعض جھگڑوں کی وجہ سے بعض ہمسایہ اسلامی حکومتیں اپنے آپ کو پاکستان سے زیادہ طاقتور سمجھتی ہیں مگر جس دن پاکستان اپنی مشکلات سے آزاد ہوا ۔ اس کی صنعت و حرفت نے ترقی کی اور اس کی طاقت بڑھ گئی تو اردگرد کی اسلامی حکومتیں اس بات پر مجبور ہوں گی کہ اسے اپنا لیڈر تسلیم کریں ۔ پس احمدیوں کو اس تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وقار کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں ۔ دعائیں کریں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس دن کو منائیں تا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پاکستان کی طاقت کو بڑھانے اور پھر اسلامی روح کو بھی بڑھائے ۔ کیونکہ خالی پاکستان کی ترقی اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسلامی روح بھی ترقی نہ کرے تاکہ ہم صرف اسی پر خوش نہ ہوں کہ ہمیں ایک حکومت حاصل ہے

بلکہ ہمیں وہ حکومت حاصل ہو جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حصہ ہو کیونکہ پھر صرف چھلکا ہی نہیں روح بھی ہمیں مل جائے گی۔[1]

مہتہ عبدالخالق صاحب پاکستان کے مشیر معدنیات کے عہدہ پر

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ستمبر ۱۹۴۵ء میں مہتہ عبدالخالق صاحب کی نسبت رؤیا میں دیکھا کہ وہ نہایت بیش بہا لباس میں ملبوس ہیں۔

(الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲)

یہ خواب مارچ ۱۹۵۷ء میں پورا ہوا جبکہ آپ کو حکومت مشرقی پاکستان کی طرف سے مشیر معدنیات (MINERAL ADVISER) مقرر کیا گیا۔[2]

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ منعقدہ ربوہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء، صفحہ ۵۲، ۵۶

[2] مہتہ صاحب قیام پاکستان کے ابتدائی دس سالوں میں بھی پاکستان کی ترقی کے لیے شب و روز مصروف عمل رہے چنانچہ انہوں نے تحقیقات کی کہ قلات کی ریاست عظیم معدنی دولت سے مالامال ہے جو حیران کن حد تک متنوع ہے چنانچہ روزنامہ "مغربی پاکستان" لاہور (۱۱ اپریل ۱۹۴۸ء) نے اس خبر کو نمایاں سرخی کیساتھ شائع کیا اور لکھا "مسٹر عبدالخالق مہتہ ریاست قلات کے چیف جیالوجسٹ وصدر محکمہ ارضیات ہیں آپ کو بین الاقوامی پیٹرولیم کانگرس نے ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو منعقد ہونے والی سلور جوبلی میں شریک ہونے کی دعوت دی ہے ..... انٹرنیشنل پیٹرولیم کانگرس مسٹر مہتہ کا خاص احترام کرتی ہے اس کے علاوہ پیٹرولیم ٹیکنالوجی اینڈ جیا فزکس کی امریکہ انجمنیں مسٹر مہتہ کے فنی مشورہ کی ہمیشہ خواہشمند رہتی ہیں مسٹر مہتہ نے ریاست قلات کے معدنی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے خان قلات کو ایک وسیع پروگرام پیش کیا ہے۔ اگر اسے عملی جامہ پہنا دیا گیا تو نہ صرف ریاست کے عام باشندوں کو بلکہ پاکستان کو بے پناہ فائدہ پہنچے گا مسٹر مہتہ اس سے پہلے اعلان کر چکے ہیں کہ اگر مجھے پانچ برس کی مہلت مل جائے تو ریاست قلات کو معدنی لحاظ سے پاکستان کی ممتاز ترین ریاست بنا دوں گا۔ مسٹر مہتہ امریکہ کی بہت سی انجمنوں اور کانگرسوں کے رکن ہیں"۔ (مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو ۱۹۵۷ء "WHO KNOWS — AND WHAT" P 457) (باقی صفحہ ۴۶۳ پر)

اس زمانہ میں مشرقی پاکستان میں سیمنٹ کا صرف ایک کارخانہ تھا جو اپنے خام مال یعنی چونے کے پتھر (LIME STONE) کے لیے بھارت کا دست نگر تھا ان سنگین حالات میں جب مہتہ عبدالخالق صاحب کی جناب حسین شہید سہروردی وزیراعظم پاکستان سے ملاقات ہوئی تو جناب سہروردی صاحب نے مہتہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ اگر آپ مجھے مشرقی پاکستان میں کہیں بھی لائم اسٹون تلاش کر دیں تو یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہوگا چنانچہ خدا کے فضل سے چند ماہ کے اندر ہی مہتہ صاحب مشرقی پاکستان کی حدود میں چونے کا پتھر دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ جناب سہروردی صاحب کی خدمت میں جب اس انکشاف کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے مبارکباد دی ۔ آپ نے مراسلہ (بنام مہتہ صاحب نمبر PMN 57 - 6380 کراچی مورخہ ۵ راپریل ۱۹۵۷ء میں) لکھا کہ سلہٹ اور میمن سنگھ میں آپ کی طرف سے لائم اسٹون کے انکشافات سے مجھے بہت ہی دلچسپی ہوئی اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اگر واقعی حقیقت میں لائم اسٹون مل جائے تو یہ مشرقی پاکستان کی قسمت کو بدل دے گا ۔

اس کے بعد انہوں نے بہت سی تحقیق و تفتیش کے بعد جناب عطاء الرحمٰن صاحب وزیراعلیٰ مشرقی پاکستان کو ایک جیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ قائم کرنے کی تجویز پیش کی چنانچہ لکھا کہ مہتہ عبدالخالق صاحب نے لائم اسٹون کی تلاش اور موجودگی کے سلسلہ میں جو رپورٹ پیش کی ہے میں نے اس کی بہت ہی باریک چھان بین کی ہے اور میرے نزدیک اُن کی دریافت جو کہ سیمنٹ بنانے میں بہت کارآمد ہو سکتی ہے ہمارے لیے بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل ہے ۔

مہتہ صاحب نے اعلیٰ قسم کے لائم اسٹون کی دریافت کے علاوہ اعلیٰ قسم کے کثیر المقدار کوئلہ کے ذخائر کی بھی نشاندہی کی اوّل الذکر سے حکومت مشرقی پاکستان اور پھر بنگلہ دیش حکومت نے بھرپور فائدہ اٹھایا جبکہ کوئلہ کے ذخائر کا جائزہ لیا جا رہا ہے ۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکومت مشرقی پاکستان کے عہد میں مشیر معدنیات کا عہدہ صرف مہتہ صاحب تک محدود رہا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۳ سے آگے) ناشر مارکس پبلیکیشنز بلڈنگ شکاگو ۔ ۱۱ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ) نظرثانی شدہ ایڈیشن ۱۹۵۷ء

مہتہ صاحب کو مغربی پاکستان میں بھی بیش بہا معدنیات کی دریافت میں کامیابی ہوئی جن میں ایک بیریلیم (BERYLLIUM) ہے جو کہ نیوکلائی (Neuclear) دھات ہے جس کی تلاش اور تصرف میں دنیا بھر کی حکومتیں مصروف کار ہیں اسی طرح زرکونیم (ZIRCORIUM) بھی دفاعی اور نیوکلائی صنعتوں کے لیے بہت اہم اور دنیا کا ایک کمیاب اور قیمتی جوہر ہے۔ مہتہ صاحب نے ملک میں اس کے ذخائر کا سراغ لگایا اور اس کی موجودگی اور اس کے درجہ کی طرف پاکستان اٹامک کمیشن کی توجہ بھی مبذول کرائی مہتہ صاحب بہت وثوق سے کہتے ہیں کہ پاکستان میں بریلیم اور زرکونیم کے حصول کے قومی امکانات ہیں اور یہ کام بہت کم لاگت سے کیا جا سکتا ہے [1]

عید الفطر کا پُر معارف خطبہ

۲ رمئی ۱۹۵۷ء کو عید الفطر تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس تقریب پر ایک مختصر مگر پُر معارف خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"میں دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری عید دراصل وہی ہو سکتی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہو۔ اگر ہم تو عید منائیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید نہ منائیں تو ہماری عید قطعاً عید نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ وہ ماتم ہوگا۔ جیسے کسی گھر میں کوئی لاش پڑی ہوئی ہو۔ ان کا کوئی بڑا آدمی فوت ہو گیا ہو۔ تو لاکھ عید کا چاند نکلے ان کے لیے عید کا دن ماتم کا ہی دن ہوگا۔ اس طرح ایک مسلمان کے لیے چاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ۱۳۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر اس کی عید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں اور اگر وہ اس ظاہری عید پر مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کی عید کسی کام کی نہیں۔ بے شک اس دن خدا تعالیٰ نے ہمیں خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم خوشی منانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے دل تو چاہیئے کہ وہ روتے رہیں۔ کہ ابھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عید نہیں آئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی عید سویاں کھانے سے نہیں آتی۔ نہ شیر خرما کھانے سے آتی ہے۔ بلکہ ان کی عید قرآن اور اسلام کے پھیلنے سے آتی ہے۔ اگر قرآن

---

[1] VIEWPOINT, OCTOBER 15. 1987 P:27-31 (RAWALPINDI)

اور اسلام پھیل جائیں تو ہماری عید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہو جائیں گے ...... پس کوشش یہی کرو۔ کہ اسلام کی اشاعت ہو۔ قرآن کی اشاعت ہو۔ تاکہ ہماری عید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوں"[1]

ربوہ میں پہلا یوم خلافت

۲۷ مئی ۱۹۵۷ء کو جماعت احمدیہ کی طرف سے دنیا بھر میں پورے جوش و خروش کے ساتھ "یوم خلافت" منایا گیا۔ مرکز احمدیت ربوہ میں اس روز بیت المبارک میں مولانا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جو صبح ۸ بجے سے گیارہ بجے قبل دوپہر تک جاری رہا۔ فاضل مقررین نے اپنی تقاریر میں خلافت کے ہر پہلو کو قرآن مجید، احادیث نبوی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تحریرات اور حضرت خلیفہ اول کی تصریحات کی روشنی میں نہایت خوبی سے واضح کیا اور بتایا کہ انوار نبوت کو جاری رکھنے کے لیے خلافت کو قائم رکھنا اور اس کے شایانِ شان اعمال بجالانا نہایت ضروری ہے۔ مقررین نے حسب وصیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خلافت احمدیہ کے قیام و استحکام اور اس کے بالمقابل منکرین خلافت کی ریشہ دوانیوں اور اُن کے حسرت ناک انجام پر بھی روشنی ڈالی۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جس عزیمت اور جلالتِ شان کے ساتھ جماعت میں خلافت کے نظام کی بنیاد رکھی۔ اس کو بھی واضح کیا۔ اور پھر سیدنا حضرت المصلح الموعود الودود کی خلافت کے دور میں نظام خلافت کے طفیل جو عظیم الشان برکات نازل ہوئیں اور اطراف وجوانب عالم میں دین کو تمکنت نصیب ہوئی اور اسلام کی سربلندی کے سامان پیدا ہوئے اور جنہیں حضور کے وجود باجود کی برکات سے روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اُن کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ حاضرین نے نظام خلافت کی ضرورت واہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات کے موضوعات پر علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر سننے کے بعد ایک نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ اپنے اس مقدس عہد کو دہرایا کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے خلافت حقّہ کے آسمانی نظام کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہیں گے اور نسلاً بعد نسلٍ اس نظام کو قیامت تک جاری رکھتے چلے جائیں گے تا تائید و نصرت

---

[1] خطبات محمود جلد ۱ صفحہ ۲۴۹۔ ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ "نوائے وقت پرنٹرز لمیٹڈ لاہور"

الٰہی مرکزیت، باہمی اتحاد و اخوت اور اسلام کی سربلندی کی شکل میں خلافت کی جن عظیم الشان برکات کا انہوں نے قدم قدم پر مشاہدہ کیا ہے ان کا سلسلہ ہمیشہ ہمیش جاری رہے گا۔ صاحب صدر کی اقتدا میں شمع خلافت کے پروانوں نے عہد کے الفاظ دہرا کر اپنے عزم کا اظہار کیا خلافت کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت کا یہ منظر دیکھنے کے لائق تھا۔ بیعتِ مبارک ہزاروں قلوب کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی پُر جوش آوازوں سے گونج رہی تھی[1]۔

ایک مکتوب اور حضرت مصلح موعودؓ کا مختصر جواب

۲۹ مئی ۱۹۵۷ء کو موہن پورہ راولپنڈی کے ایک غیر احمدی دوست چوہدری محمد اسماعیل صاحب نے حضور کے معرکہ آراء تالیف "اسلام اور ملکیت زمین" سے متعلق چند استفسارات کیے[2]۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی علالت اور گوناگوں مصروفیات تفصیلی جواب میں مانع تھیں البتہ یہ ممکن تھا کہ مختصر مگر اصولی رنگ میں صاحب مکتوب کے شبہات کا ازالہ کر دیا جائے چنانچہ حضور نے اسی نقطہ نگاہ سے حسب ذیل جواب ارشاد فرمایا جو اختصار اور جامعیت کا مرقع تھا اور ایک طالبِ حق کی تسلی کے لیے کافی تھا:۔

"مَیں نے اپنی کتاب میں روائتیں لکھ دی ہیں آپ اصل کتابیں دیکھ لیں۔ اگر وہ روائتیں جھوٹی ہیں تو ان کو ردّ کر دیں اور اگر سچی ہیں تو جن لوگوں نے وہ باتیں کہی ہیں اُن کا انکار کر دیں۔ لیکن آپ میرا مطلب نہیں سمجھے مَیں نے تو صاف لکھا ہے کہ جاگیرداری اسلام میں جائز نہیں باقی رہا یہ کہ گورنمنٹ نے جو زمین کسی وقت بیچی ہو اس کو بلا معاوضہ یا کم معاوضہ پر لینا فریب یا دھوکہ دہی ہے۔ اگر زمین کی وہی قیمت تھی جس پر گورنمنٹ واپس لینا چاہتی ہے تو اُس نے بیچتے وقت اس کی قیمت زیادہ کیوں دی؟ مگر اس کی قیمت جب گورنمنٹ بیچ رہی تھی زیادہ تھی تو اب کس طرح جائز ہو گیا کہ ان کو تھوڑی قیمت پر واپس لے لیں۔ اس کتاب سے تو میرا مطلب صرف یہ تھا کہ اگر گورنمنٹ کسی شخص کو زیادہ مقدار میں

---

[1] الفضل ۷ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [2] (مطبوعہ) خط و کتابت (منجانب چوہدری محمد اسماعیل صاحب) صفحہ ۱۹ - ۲۴

زمین دے تو اس کا رکھنا اُس کے لیے جائز ہے۔ وہاں اگر کوئی شخص کسی کی زمین چھین لے تو اُس کا واپس لینا گورنمنٹ کے لیے جائز ہے۔"[1]

بیت الذکر ہمبرگ کا افتتاح اور حضرت مصلح موعود کا پیغام ۲۲ جون ۱۹۵۷ء کو ہیگ کی عالمی عدالت انصاف کے صدر جناب چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب نے ہمبرگ (جرمنی) میں خدا کے پہلے گھر کا افتتاح فرمایا جس میں جرمنی کے علاوہ انگلینڈ، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ اور سویڈن کے بہت سے معزز مہمانوں، صحافیوں اور پریس اور ٹیلیویژن کے نمائندوں نے شرکت کی۔

اس تقریب پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کا حسب ذیل خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا:-

"برادرانِ اہلِ جرمنی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ہمبرگ کی (بیت الذکر۔ ناقل) کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت کے لیے اپنے بیٹے مرزا مبارک احمد کو بھجوا رہا ہوں۔ افتتاح کی تقریب تو انشاء اللہ عزیزم چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحب ادا کریں گے۔ مگر مرزا مبارک احمد میرے نمائندے کے طور پر اس میں شامل ہوں گے۔ میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد کرے تو یکے بعد دیگرے جرمنی کے بعض اور شہروں میں بھی (بیوت الذکر۔ ناقل) کا افتتاح کیا جائے۔ اُمید ہے کہ مرزا مبارک احمد مولوی عبداللطیف صاحب سے مل کر ضروری سکیمیں اس کے لیے بنا کر لائیں گے تاکہ جلدی (بیوت الذکر۔ ناقل) بنائی جا سکیں۔ خدا کرے کہ جرمن قوم جلد اسلام قبول کرے۔ اور اپنی اندرونی طاقتوں کے مطابق جس طرح وہ یورپ میں مادیات کی لیڈر رہے روحانی طور پر بھی لیڈر بن جائے۔ فی الحال اتنی بات تو ہے کہ ایک جرمن نومسلم زندگی وقف کر کے امریکہ میں تبلیغ اسلام کر رہا ہے مگر ہم ایک مبلغ یا درجنوں نومسلموں پر مطمئن نہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں مبلغ جرمنی سے پیدا ہوں۔ اور کروڑوں جرمن باشندے اسلام کو قبول کریں۔ تاکہ اسلام کی اشاعت کے کام میں یورپ کی لیڈری جرمن قوم کے ہاتھ میں ہو۔ اللھم آمین

---

[1] امروز ۲۴ جون ۱۹۵۷ء صہ ۳

خاکسار مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح الثانی[1]

اس بصیرت افروز پیغام کا جرمن ترجمہ چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے کیا[2]

مولوی محمد احمد صاحب کی دردناک شہادت

مولوی محمد احمد صاحب مولوی فاضل بہت مخلص، نیک اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنے والے نوجوان تھے جو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے محافظ خاص مکرم خان میر صاحب افغان کے بڑے بیٹے تھے۔ نہایت درجہ خلیق، ملنسار اور منکسر المزاج اور درویش طبع آپ ضلع کوہاٹ کے علاقہ ٹل میں میڈیکل پریکٹیشنز کی حیثیت میں مسلسل پندرہ سال سے عوام کی طبی خدمات سرانجام دے رہے تھے اور یہ جاننے کے باوجود کہ آپ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں باوقار اور سنجیدہ طبقہ میں انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک سرحدی ملاں نے کوہاٹ میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے اور فضا کو مکدر کرنے کے لیے اشتعال انگیز تقریریں کیں اور عوام کو مولوی محمد احمد مرحوم کے خلاف اُکسایا۔ جب حکام بالا تک اس شرانگیزی کی رپورٹ پہنچی تو ان کی طرف سے مناسب کارروائی کی گئی اور گو وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا مگر آتشیں بُغض و عناد اندر ہی اندر سلگتی رہی اور آزاد علاقے بعض شعلہ مزاج معاند اپنی خوفناک سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کرکے موقع کی تلاش میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ اس سال ۲۹ جون ۱۹۵۷ء کا وہ منحوس دن آیا جبکہ ٹل ضلع کوہاٹ سے ۵، ۶ میل کے فاصلہ پر آزاد علاقہ کے ایک ملاں نے اپنے بعض عزیزوں کو مولوی محمد احمد مرحوم کے پاس بھیجا کہ وہ ایک مریض کے علاج کے بہانہ سے ان کو اپنے ٹانگہ پر بٹھا کر اپنے گاؤں میں لے آئیں۔ چنانچہ یہ ظالم جب مولوی محمد احمد صاحب کے پاس گاؤں آنے کی درخواست لے کر پہنچے تو انہوں نے بلاتامل کشادہ پیشانی سے ان کی درخواست منظور کرلی۔ اور تانگے پر بیٹھ کر ان کے گاؤں کی جانب روانہ ہوگئے۔ ایک سچے مسلمان کے دل میں ایک مریض بھائی کی خدمت کے جو محبت آمیز

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۶ جون ۱۹۵۷ء صہ ؛ [2] الفضل ۲۷ جون ۱۹۵۷ء صہ

جذبات ہوتے ہیں وہ سبھی مولوی صاحب مرحوم کے دل و دماغ میں موجزن تھے۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ کسی علاج کی غرض سے نہیں جا رہے تانگہ میں بیٹھ کر آخرت کا سفر طے کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کی ہمدردی کا بدلہ تشکر و امتنان کے الفاظ سے نہیں بلکہ رائفل کی گولی سے دیا جانے والا ہے۔ بہر حال مولوی صاحب ۵، ۶ میل تک سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے جونہی اس گاؤں میں پہنچے۔ ملّائے مذکور نے غضب ناک ہو کر کہا۔ یہ قادیانی ڈاکٹر ہے۔ مَیں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ یہ کہتے ہی اس نے آپ پر رائفل کا فائر کر دیا اور ایک لمحہ میں انسانیت کی جیتی جاگتی تصویر تڑپتی لاش میں تبدیل ہو گئی۔ اور احمدیت کا فدائی دین و ملت کی آبیاری کے لیے اپنا مقدس خون پیش کر کے اپنے مولائے حقیقی کے دربار میں حاضر ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ‘‘[1]

یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو بعد نماز فجر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں اہل ربوہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور آپ کو بہشتی مقبرہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ شہید مرحوم نے ایک بیوہ اور چار بچے یادگار چھوڑے[2] جن کے نام یہ ہیں :۔

بی بی۔ مریم سلطانہ صاحبہ (بنت عنایت اللہ خاں صاحب افغان مرحوم)

اولاد :۔ ۱۔ آصفہ بیگم صاحبہ (اہلیہ محمد رفیع خاں صاحب ابن مکرم مولانا محمد شہزادہ خانصاحب مرحوم مولوی فاضل استاذ مدرسہ احمدیہ قادیان)

۲۔ حمید احمد خاں صاحب (ملازم پاکستان ائیر فورس حال رسالپور)

۳۔ مبشر احمد خاں صاحب (پاکستان سے باہر ملازم ہیں)

۴۔ آنسہ بیگم صاحبہ

دہلی کے اخبار ’’ریاست‘‘ نے ۸ جولائی ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں اس حادثہ کی نسبت حسب ذیل نوٹ لکھا :۔

’’ایک اور احمدی مذہبی تعصب کا شکار۔ اُس سے پہلے پاکستان۔ افغانستان اور دوسرے ممالک میں سینکڑوں احمدی مذہبی اختلافِ رائے کے باعث ہلاک کیے جا چکے ہیں اور اب تازہ اطلاع

---

[1] الفضل ۸ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ [2] الفضل ۳ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

ہے کوٹل (ضلع کوہاٹ۔ پاکستان) کے مقام پر ایک احمدی ڈاکٹر محمد احمد کو مذہبی اختلاف کے باعث بندوق کا نشانہ بنا دیا گیا۔ موجودہ جمہوری دور میں جبکہ اصولاً ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ مذہبی یا سیاسی اعتبار سے اپنے جو خیالات چاہے رکھے۔ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ کیا جا رہا یہ سلوک انتہائی افسوسناک ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں احمدیوں کا مستقبل بہت تاریک ہے۔

ہندوستان میں گو مسلمان احساس کمتری میں مبتلا ہیں جس کی ذمہ داری پاکستان کے قیام پر ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ملک میں ہر شخص کو مذہبی اعتبار سے مکمل آزادی حاصل ہے۔ کوئی شخص کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا اور احمدیوں کو بھی ہمارے ملک میں اپنی مذہبی تبلیغ کی پوری آزادی حاصل ہے مگر پاکستان میں نہ ہندو محفوظ ہیں نہ سکھ اور نہ عیسائی اور احمدی تو مسلمان ہوتے ہوئے بھی واجب قتل قرار دیئے جاتے ہیں۔

پاکستان کے احمدیوں کا مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس کو نظر انداز کیا جا سکے۔ چنانچہ احمدیوں کے ان حالات میں پاکستان گورنمنٹ کے لیے صرف دو صورتیں ہیں یا تو احمدیوں کی حفاظت کی ذمہ داری لی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ان کو اپنی ایک الگ اسٹیٹ دی جائے جہاں کہ یہ امن اور اطمینان کے ساتھ رہ سکیں۔ ان کا مذہبی تعصب کا شکار ہوتے چلے جانا انسانیت پرست حلقوں میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔"[1]

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ ۳۰ر اپریل ۱۹۹۹ء میں ان کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کی بیوی نے کس طرح کمال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکی نعش علاقہ غیر سے حاصل کی اور ربوہ لے آئیں''۔

---

[1] ہفت روزہ "ریاست" دہلی ۸ر جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ کالم ۳، ۴

فصلِ پنجم

تاریخی خطبہ عید الاضحیٰ اور "وقفِ جدید" کی نئی سکیم کا ذکر

۲۹ جولائی ۱۹۵۷ء کا دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس روز سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ولولہ انگیز خطبہ عید الاضحیہ میں "وقفِ جدید" کی ایک نئی سکیم پیش کی۔ چنانچہ فرمایا:۔

"حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی یہ نہیں تھی جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انہیں ذبح کرنے کے لیے حضرت ابراہیم نے زمین پر لٹا دیا تھا۔ لیکن بعد میں خدا تعالیٰ سے الہام پاکر آپ نے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور الٰہی اشارہ کی بناء پر ان کی جگہ ایک بکرا ذبح کر دیا۔ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں چھوڑ آنے کے متعلق یہ رؤیا دکھائی گئی تھی۔ کیونکہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیٹھ جانا بھی بہت بڑی قربانی ہے۔ جیسے شروع شروع میں ربوہ میں چند آدمی خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ تاکہ اسے آباد کیا جائے۔ وہ آدمی درحقیقت اس وقت اسمٰعیلی سُنّت کو پورا کر رہے تھے وہ صرف اس لیے یہاں بیٹھ گئے تھے کہ آئندہ یہاں ربوہ آباد کیا جائے۔ اگر وہ قربانی نہ کرتے۔ اور ربوہ میں آکر خیمے لگا کر نہ بیٹھ جاتے۔ تو نہ یہ شہر بنتا نہ سڑکیں بنتیں نہ بازار بنتے۔ نہ مکانات بنتے۔ اور یہ جگہ پہلے کی طرح چٹیل میدان ہی رہتی۔

امریکہ میں جو فری تھنکنگ (FREE THINKING) کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اس کا بانی ایک فرانسیسی شخص ہے۔ اس نے اپنا قصہ یہی لکھا ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے ساتھ ایک پادری کا وعظ سُننے گیا تو وہاں اس نے یہ کہا کہ ابراہیمؑ بڑا نیک انسان تھا۔ اس نے خدا کی خاطر اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھُری پھیر دی وہ لکھتا ہے کہ اتفاق کی بات ہے میں بھی اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہی تھا میں وہاں سے نکل کے بھاگا۔ میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میرے باپ کو یہ خطبہ پسند آگیا تو وہ کہیں میری گردن پر بھی چھُری نہ پھیر دے۔ میں سمندر پر گیا وہاں ایک امریکہ جانے والا جہاز کھڑا تھا۔ میں اس میں گھس گیا اور

کسی کونہ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور اس طرح امریکہ پہنچ گیا۔ یہاں آکر میں نے یہ دہریوں والی تحریک جاری کی۔ غرضیکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کو غلط شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رؤیا کا یہ مطلب تھا کہ آپ اپنی مرضی سے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ وادیٔ مکہ ایک بے آب و گیاہ جنگل ہے اور وہاں کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو آپ نے اپنی نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اپنے گرد لوگوں کا ایک گروہ جمع کر لیا اور انہیں نماز اور زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کی تحریک کرکے اور اس طرح عمرہ اور حج کے طریق کو جاری کرکے آپ نے مکہ کو آباد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں صدیوں سے مکہ آباد چلا آتا ہے۔ قریباً تین ہزار سال سے برابر خانہ کعبہ آباد ہے اور اس کا طواف اور حج کیا جاتا ہے پس عید الاضحیہ کی قربانی بے شک اس قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ مگر اس قربانی کی یاد نہیں دلاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظاہری شکل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی گردن پر چھری پھیر دی۔ درحقیقت قربانیوں کی عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم خدا کی خاطر اور اس کے دین کے لیے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جاکر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں اور لوگوں سے اس کے رسول کا کلمہ پڑھوائیں جیسا کہ ہمارے صوفیاء کرام کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہماری قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہوگی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قربانی بالکل حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی طرح ہو جائے گی کیونکہ دلوں کی کیفیت مختلف ہوتی ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دل کی حالت اور تھی اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کی دلوں کی حالت اور ہے۔ مگر بہر حال وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ ضرور ہو جائے گی۔

پس تم اپنے آپ کو اس قربانی کے لیے پیش کرو میرے نزدیک اس زمانہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ قربانی وہ مبلغ کر رہے ہیں جو مشرقی اور مغربی افریقہ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ وہ غیر آباد ملک ہیں جن میں کوئی شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام نہیں جانتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر انہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام بتایا ...... خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں مگر میرا خیال یہ ہے۔ کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقشِ قدم پر چلیں تو جس

طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں تاکہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے۔ سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ۔ حضرت شہاب الدین صاحبؒ سہروردی اور حضرت فریدالدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جائے گا جتنا مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے وقف کریں۔ وہ صدر انجمن احمدیہ یا تحریک جدید کے ملازم نہ ہوں بلکہ اپنے گزارہ کے لیے وہ طریق اختیار کریں جو میں انہیں بتاؤنگا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ دنیا میں نئی آبادیاں قائم کریں۔ اور طریق آبادی کا یہ ہوگا کہ وہ حقیقی طور پر تو نہیں ہاں معنوی طور پر ربوہ اور قادیان کی محبت اپنے دل سے نکال دیں اور باہر جاکر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں ابھی اس ملک کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں میل تک کوئی بڑا قصبہ نہیں وہ جاکر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسب ہدایت وہاں تبلیغ بھی کریں اور لوگوں کو تعلیم بھی دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں۔ اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پھیل جائیں۔ اس طرح سارے ملک میں وہ زمانہ دوبارہ آ جائے گا جو پُرانے صوفیاء کے زمانہ میں تھا۔

دیکھو ہمت والے لوگوں نے پچھلے زمانہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ یہ دیوبند جو ہے یہ ایسے ہی لوگوں کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کی ہدایت کے ماتحت یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اور آج سارا ہندوستان ان کے علم سے منور ہو رہا ہے حالانکہ وہ زمانہ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ کے زمانہ سے کئی سو سال بعد کا تھا۔ لیکن پھر بھی روحانی لحاظ سے وہ اس سے کم نہیں تھا جب کہ ان کے زمانہ میں اسلام ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں تھا۔ اس زمانہ میں بھی وہ ہندوستان میں ایک مسافر کی شکل میں ہی تھا۔ حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ نے اپنے شاگردوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھجوایا جن میں ایک ندوہ کی طرف بھی آیا۔ پھر

ان کے ساتھ اور لوگ مل گئے - اور ان سب نے اس ملک میں دینِ اسلام کی بنیادیں مضبوط کیں - اب چاہے ان کی اولاد خراب ہوگئی ہے (اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بچائے کہ وہ خراب نہ ہوں) لیکن ان کی اولادوں کی خرابی ان کے اختیار میں نہیں تھی - انہوں نے تو جس حد تک ہوسکا دین کی خدمت کی - بلکہ جہاں تک صلبی اولاد کا تعلق ہے مولانا محمدؒ قاسم صاحب کی اولاد پھر بھی دوسروں سے بہت بہتر ہے .... ہماری جماعت کے لیے اس ملک میں بھی ابھی صوفیاء کے طریق پر کام کرنے کا موقعہ ہے - جیساکہ دیوبند کے قیام کے زمانہ میں ظاہری آبادی تو بہت تھی - لیکن روحانی آبادی کم ہو گئی تھی روحانی آبادی کی کمی کی وجہ سے مولوی محمدؒ قاسم صاحب نانوتویؒ نے دیکھ لیا تھا کہ یہاں اب روحانی نسل جاری کرنی چاہیئے تاکہ یہ علاقہ اسلام اور روحانیت کے نور سے منوّر ہو جائے - چنانچہ انہوں نے بڑا کام کیا - جیسے ان کے پیر حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی نے بڑا کام کیا تھا اور جیسے ان کے ساتھی حضرت اسماعیل صاحب شہیدؒ کے بزرگ اعلیٰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بڑا کام کیا تھا - یہ سارے کے سارے لوگ اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں - درحقیقت ہر زمانہ کا فرستادہ اور خدا تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ ہوتا ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - باقی انبیاء اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - سیّد احمد صاحب سرہندیؒ اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - حضرت شاہ ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - اور حضرت سیّد احمد صاحب بریلویؒ اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - پھر دیوبند کے جو بزرگ تھے - وہ اپنے زمانہ کے لیے اسوۂ حسنہ تھے - انہوں نے اپنے پیچھے ایک نیک ذکر دنیا میں چھوڑا ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے اسے یاد رکھنا چاہیئے اور اس کی نقل کرنی چاہیئے -

سو آج بھی زمانہ ہے ہمارے وہ نوجوان جن میں اس قربانی کا مادّہ ہو کہ وہ اپنے گھر بار سے علیحدہ رہ سکیں - بے وطنی میں ایک نیا وطن بنائیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ذریعہ سے تمام علاقہ میں نورِ اسلام اور نورِ ایمان پھیلائیں اپنے آپ کو اس غرض کے لیے وقف کریں - میرے نزدیک یہ کام بالکل ناممکن نہیں - بلکہ ایک سکیم میرے ذہن میں آرہی ہے - اگر ایسے نوجوان تیار ہوں - جو اپنی زندگیاں تحریک جدید کو نہیں بلکہ میرے سامنے وقف کریں اور میری ہدایت کے ماتحت کام کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ

خدمتِ اسلام کا ایک بہت بڑا موقعہ اس زمانہ میں ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے زمانہ میں تھا۔ یا جیسا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور دوسرے صوفیاء اولیاء کے زمانہ میں تھا۔[1]

اس ولولہ انگیز خطبہ جمعہ کے بعد مندرجہ ذیل سات اصحاب کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں وقف کی درخواستیں موصول ہوئیں :۔

۱۔ شیخ جلال الدین احمد صاحب دارالبرکات ربوہ (۱۰؍جولائی ۱۹۵۷ء)
۲۔ عبدالسمیع صاحب کپور تھلوی محلہ رامپورہ پشاور شہر (۱۰؍اگست ۱۹۵۷ء)
۳۔ اللہ بخش صاحب ضیاء ناظم آباد کراچی (۲؍اگست ۱۹۵۷ء)
۴۔ چوہدری جان محمد صاحب معرفت نشتر میڈیکل کالج ملتان
۵۔ مکرم طاہر احمد صاحب ہاشمی لالوکھیت کراچی (۲۰؍اگست ۱۹۵۷ء)
۶۔ مولوی غلام احمد صاحب فاضل بدوملہوی لالیاں متصل ربوہ (۹؍اگست ۱۹۵۷ء)
۷۔ سید محمد محسن صاحب اڑیسہ بھارت۔ (۱۶؍ستمبر ۱۹۵۷ء)

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے حضور کی ہدایت پر ان اصحاب کو اطلاع دی گئی کہ اس نئی سکیم کی تفصیلات کے اعلان کا انتظار کریں علاوہ ازیں ۲۵ ستمبر ۱۹۵۷ء کو ملک خادم حسین صاحب پرائیویٹ سیکرٹری سے فرمایا کہ :۔

"اس سکیم کی تفصیل جلسہ سالانہ پر بتائی جائے گی۔ مختصر یہ ہے کہ ایسے واقفین زندگی اپنا اپنا کام کریں گے اور اس طرح اپنا ذریعۂ معاش پیدا کریں گے۔ ان کے لیے حلقے مقرر کر دیئے جائیں گے۔ وہاں اپنے سکول کھولیں گے۔ بچوں سے فیس وصول کریں گے زمین کاشت کرائیں گے۔ ہماری طرف سے ان کو اتنی مدد ہو گی کہ علاقہ کے احمدی احباب ان سے تعاون کریں اور ایک ایک دو دو کنال زمین کا بندوبست کرا دیں یا اور مناسب امداد کریں۔ ایسے واقفین گویا اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے اور بزرگ فقراء کی طرح ..... تبلیغ کریں گے اور جہاں مقرر کیا جائے گا مستقل طور پر اپنا ڈیرہ ڈال دیں گے۔ گویا سلسلہ پر بوجھ ڈالے بغیر تبلیغ کا کام ہوتا رہے گا۔"[2]

---

[1] الفضل یکم اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ تا ۵ ؛ [2] ریکارڈ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

حضرت مصلح موعودؓ کی تاریخی تقاریر کا جماعتی امتحان

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر یہ اعلان فرمایا تھا کہ خلافت سے متعلق حضورؓ کی تازہ تقاریر کا امتحان لیا جائے گا۔ چنانچہ اس سال اپریل ۱۹۵۷ء میں یہ معرکہ آراء لیکچر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ نے شائع کر دیئے جس کے بعد حضور کی منظوری سے مؤرخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۵۷ء کو حضور کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کی ہر دو تقاریر یعنی (۱) خلافتِ حقّہ اسلامیہ (۲) نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" کا امتحان لیا گیا۔ کامیابی کا معیار انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے لیے کم از کم چالیس۴۰ نمبر، مستورات (لجنہ اماء اللہ) کے لیے پینتیس۳۵ نمبر اور لڑکیوں (ناصرات الاحمدیہ) اور اطفال کے لیے تیس۳۰ نمبر مقرر تھا۔ کل ۲۷۴۶ر افراد نے امتحان میں حصہ لیا۔ جن میں سے ۲۰۶۲ کامیاب ہوئے۔ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ۲۶ ستمبر ۱۹۵۷ء کو بذریعہ الفضل اس امتحان کا تفصیلی نتیجہ شائع فرمایا اور اس کے شروع میں اعلان فرمایا کہ اس امتحان میں انعامات کے مستحق مندرجہ ذیل حضرات قرار پائے۔

انصار اللہ	۱	مرزا برکت علی صاحب آف قادیان پشاور	۹۵/۱۰۰	اوّل
	۲	شیخ عبدالقادر صاحب مربی لاہور	۹۴	دوم
	۳	ڈاکٹر محمد الدین صاحب ۔ چکوال	۹۲	سوم
خدام الاحمدیہ	۱	چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی حال لاہور چھاؤنی	۹۶/۱۰۰	اوّل
	۲	مولوی محمد سلطان صاحب اکبر چک ۳۵ جنوبی ضلع سرگودھا	۹۲	دوم
	۳	صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ۔ ربوہ	۹۰	سوم
لجنہ اماء اللہ	۱	محمودہ بیگم احمد صاحب کراچی	۹۷/۱۰۰	اوّل
	۲	عائشہ محمودہ بیگم کیمبلپور	۹۱	دوم
	۳	مبارکہ شوکت اہلیہ حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ ربوہ	۸۸	سوم
ناصرات الاحمدیہ	۱	قدسیہ صاحبہ بنت چوہدری عبدالحمید روہڑی	۹۴/۱۰۰	اوّل
	۲	امۃ الحمید بنت چوہدری احمد جان صاحب راولپنڈی	۸۸	دوم
	۳	طاہرہ نسرین صاحبہ فاروقی جماعت دوازدھم پشاور	۸۰	سوم[1]

مرکز کی طرف سے ان حضرات کو انعامات بھی دیئے گئے

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام جماعت احمدیہ امریکہ کے نام

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۳ راگست ۱۹۵۷ء کو سالانہ امریکن کنونشن کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے نام حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا۔

"برادرانِ جماعت احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سید جواد علی صاحب نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ سالانہ امریکن کنونشن کے موقعہ پر میں جماعتِ ہائے احمدیہ امریکہ کے نام پیغام بھجواؤں۔

اس سال جماعت امریکہ میں کچھ فتنے اُٹھے ہیں خصوصاً نیویارک میں لیکن وہاں جماعت نے نہایت اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے۔ عزیزم محمد صادق صاحب کے ذریعہ جماعت کے ہر فرد نے اپنے دستخطوں سے وفاداری کا یقین دلایا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی یقین کے ساتھ اس بات پر قائم ہوں گے کہ آپ نے خلیفہ کی بیعت کی ہے کسی مبلغ کے ہاتھ پر نہیں خواہ کوئی حالات پیش آئیں آپ احمدیت کے ساتھ وفاداری پر قائم رہیں گے۔ امریکہ میں جماعت احمدیہ ۱۹۲۰ء سے قائم ہے گویا ۳۶ سال اس کو قائم ہوئے ہو گئے ہیں۔ اتنا ہی عرصہ اسے ویسٹ افریقہ میں قائم ہوئے ہوگیا۔ ویسٹ افریقہ کے مختلف ملکوں میں جماعت ایک لاکھ ہو گئی ہے لیکن امریکہ کے متعلق جب آپ کے مبلغوں سے رپورٹ لی جاتی ہے وہ حد سے حد تمام امریکہ میں پانصد کی اطلاع دیتے ہیں حالانکہ مفتی صاحب کے زمانہ میں جس کو ۳۶ سال گزر چکے ہیں یہ جماعت سات ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس قسم کا تنزل حیرت انگیز ہے اس وقت امریکہ کی جماعت کم از کم پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک ہونی چاہیئے تھی اور اس کا چندہ وہاں کی آمدن کے لحاظ سے کوئی آٹھ لاکھ ڈالر سالانہ ہونا چاہیئے تھا لیکن چندہ بمشکل چھ سات ہزار ڈالر ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو جماعت مرتد ہو رہی ہے یا چندے اپنی آمد کے مطابق نہیں دیتی۔ حال میں ایک مبلغ کا خط مجھے ملا کہ ایک عورت یہاں سے بدل گئی ہے اس کا ۶۰ ڈالر ماہوار چندہ تھا۔ اگر ایک عورت ۶۰ ڈالر ماہوار دے سکتی ہے تو اوسط ۲۰ ڈالر ماہوار کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ اگر جماعت کے افراد

(حاشیہ بقیہ صـ۴۷۶ـ سے آگے) روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۷ء، ۲۶ نبوک ۱۳۳۶ ہش۔ صفحہ ۷

پچاس ہزار ہوں تو پندرہ لاکھ ڈالر ماہوار ہوں گے۔ اگر جماعت کے ایک لاکھ آدمی ہو تو تیس لاکھ ڈالر کی آمدنی ہونی چاہیئے۔ اگر اتنی آمد ہو تو ہم خدا کے فضل سے امریکہ کو چالیس پچاس مبلغ بھجوا سکتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں امریکہ کی جماعت نہایت منظم ہو سکتی ہے۔ آپ کا ملک ایک اہم ملک ہے آپ کی ہی قوم کے لوگ ویسٹ افریقہ میں جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں جن کی تعداد سارے ملکوں کو ملا کر ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خلیفہ سے تعلق رکھنا مبلغ سے تعلق رکھنے سے بہت اعلیٰ ہے ہر احمدی کو دوسرے تیسرے مہینے براہ راست خلیفہ کے نام خط لکھنا چاہیئے جواب نہیں لکھا جاتا اور جو احمدی دو مہینے بھی خط نہیں لکھتے میں سمجھتا ہوں کہ وہ احمدیت میں کمزور ہیں۔ سب دوست اگر براہ راست خط لکھیں گے تو میں بھی ان کو جواب دوں گا۔ درمیانی واسطوں کا تعلق کبھی مضبوط نہیں ہوتا ہمارے ملک میں مثل ہے کہ خط آدھی ملاقات ہوتا ہے۔ آپ پاکستان سے ہزاروں میلوں پہ رہتے ہوئے اور جماعت احمدیہ کا ممبر ہوتے ہوئے اگر دو مہینے میں ایک دفعہ اپنے خلیفہ سے آدھی ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے تو آپ کی احمدیت کس کام کی ہے۔ ایسی عقیدت سے تو دنیا کی کمزور سے کمزور جماعت بھی کوئی خوشی محسوس نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فرائض کو سمجھنے کی توفیق دے۔

مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی ۵۷/۸/۲۳"

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی زیارت حرمین شریفین

اس سال صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ابن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) کو مرکز اسلام یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس مبارک سفر میں آپ کی بیگم صاحبزادی امۃ القیوم بھی ہمراہ تھیں۔ آپ ۱۲ر اگست کو بذریعہ طیارہ کراچی سے روانہ ہوئے[1] اور ظہران اور بیروت سے ہوتے ہوئے ۲۵ر اگست کو نزیلِ جدہ ہوئے اور پھر ۲۶

---

[1] الفضل ۲۴ر اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

۲۷، ۲۸ اگست کو حرمین شریفین کی برکات سے مستفیذ ہوئے اور پھر جدہ سے بذریعہ ہوائی جہاز بیروت تشریف لے آئے جہاں سے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق مغربی ممالک کے دورہ پر روانہ ہو گئے

صاحبزادہ صاحب نے بیروت پہنچ کر حضرت مرزا بشیر احمد کی خدمت میں ایک مفصل مکتوب ارسال فرمایا جس سے اس سفر کی ایمان افروز تفصیلات کے علاوہ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی کی روح پرور فضا اور اس میں کی جانے والی دردمندانہ التجاؤں اور دعاؤں کی کیفیت پر بھی تیز روشنی پڑتی ہے۔ نیز اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ان مقدس ترین مقامات کی پہلی جھلک ایک سچے عاشق رسول کو تڑپا دیتی ہے اور اس کے جذبات میں زبردست تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔

اس مکتوب کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

" از بیروت لبنان

۲۸، ۸، ۵۷ پیارے ابا جان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمدللہ کہ آج ہم دونوں عمرہ اور زیارت مدینہ کی تکمیل کر سکے۔ طہران سے ایک پوسٹ کارڈ آپ کو بھیجا تھا جو اُمید ہے مل گیا ہوگا۔ طہران سے ۲۳ اگست کی رات کو ہم بخیریت بیروت پہنچ گئے تھے۔

یہاں بیروت میں میاں نسیم حسین صاحب سفیر پاکستان سے ملے تھے۔ بڑی محبت سے پیش آئے ہم دونوں کو کھانے پر بھی بلایا اور اپنی کار برائے سیر وغیرہ بھی دی۔ بیروت بہت خوبصورت شہر ہے اور مشرق وسطیٰ (مڈل ایسٹ) کے سارے متمول لوگ یہاں کی پہاڑیوں پر موسم گرما گزارنے آتے ہیں اس میں یہ خصوصیت ہے کہ سمندر پر واقع ہے اور صاف ستھرا شہر ہے اور ۲۰ منٹ میں مختلف پہاڑی مقامات پر جایا جا سکتا ہے۔ جہاں موسم بہت خوشگوار ہے۔

بیروت پہنچ کر یہ پتہ چلا کہ ۲۴ تاریخ کو جدہ کے لیے سعودی عرب کی ایئر لائن کا کوئی جہاز نہیں جا رہا۔ البتہ ۲۵ کو جائے گا۔ اس وجہ سے ایک روز ہمیں بیروت میں زائد ٹھہرنا پڑا۔

سعودی عریبیا ایئر لائن کی انتظامی حالت خراب ہے۔ جہاز پر جب ہم چڑھے تو اندر سے بوسیدہ اور سیٹوں کی مرمت معمولی دیہاتی کام کی سی تھی۔ کھانا گتے کے ڈبوں میں بند کر کے دیا اور

راستہ میں اور کوئی خبر گیری وغیرہ نہیں کی مسافر اپنے حال میں تھے اور شاید جہاز میں ہوا کے دباؤ کے کنٹرول کا انتظام بھی نہ تھا۔ کیونکہ مجھے تو کانوں میں تکلیف بھی ہوگئی جہاز راستہ میں ڈولتا بھی بہت رہا اور اکثر وقت ہم نے پیٹی باندھ کر رکھی ۔ خیر شکر کیا کہ یہ ۲/۱ ۴ گھنٹے کا سفر ختم ہوا۔

ہوائی اڈہ پر بھی کام اناڑیوں کے ہاتھوں میں تھا خدا کرے کہ آئندہ اس سروس میں بہتری کی صورت پیدا ہو کیونکہ عالم اسلامی کا مرکز ہے اور ہماری نیک خواہشات اور دلی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔

شام کے پانچ بجے جدہ پہنچے ۔ یہاں کے حالات کے مدنظر یہاں کے ایک بہترین ہوٹل میں ٹھہرے ۔ ہوٹل بہت شاندار تھا لیکن غفلت کی حالت میں چھوڑا ہوا نظر آتا تھا گو غیر ضروری طور پر قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ سُنا ہے کہ اس پہ دس لاکھ پونڈ (ڈیڑھ کروڑ روپیہ) خرچ کیا گیا ہے اور سارا سامان فرنیچر تک غیر ملکوں سے منگوایا گیا ہے ۔ حج کے دنوں میں بہت رش ہوتا ہے ۔ اس وقت تو ہم گنتی کے دس یا پندرہ مہمان ہوں گے ۔ یہاں کی سفارت پاکستان سے ضروری امداد ملتی رہی ۔ کیونکہ پولیس رجسٹر کروانے کے علاوہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے علیحدہ راہ داری لینی پڑتی ہے ۔ محترم خواجہ شہاب الدین صاحب سفیر پاکستان مقیم جدہ سے بھی جا کر ملا۔ اچھی طرح پیش آئے اور اپنے ماتحت کو انتظامات کرانے کے لیے ہدایات دیں۔ مجھے کھانے پر بھی بلایا۔ لیکن چونکہ اس روز میں نے مکہ مکرمہ جانا تھا میں نے شکریہ کے ساتھ معذوری کا اظہار کر دیا ۔

۲۶ کا سارا دن میرا انتظامات کی تکمیل میں لگ گیا ۔ موسم بے حد خراب تھا ..... اور بلا کی گرمی پڑتی ہے جس کے ساتھ حبس بھی ایسا کہ الاماں اور گھٹاؤ بہت رہتا تھا اور کچھ سعودی عربیا کے ہوائی سروسز کے تجربہ کے بعد اور کچھ مزید برآں کہ ۲۹ کی واپسی کا وہ ذمہ نہیں اٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ ویٹنگ لسٹ پر رہو اس لیے مجبوراً ۳۰ کو لبنان کی ائیر سروس سے واپسی کا انتظام کیا جس کی وجہ سے خرچ بھی زائد ہوا کیونکہ اس سروس میں صرف فرسٹ کلاس کے ٹکٹ ملتے تھے اس لیے زائد کرایہ دینا پڑا۔ ابھی تک سعودی عرب آنے میں آسانی سے جگہ ملتی ہے لیکن حاجیوں کے لیے رش کی وجہ سے نکلنے میں تنگی بدستور ہے ۔

ان انتظامات کی تکمیل کے بعد ۲۶ کو نماز مغرب کے بعد ہم ٹیکسی میں جدہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ احرام میں نے ہوٹل سے ہی باندھ لیا تھا۔ جدہ سے مکہ معظمہ ۷۳ کلومیٹر کے فاصلہ

پر ہے۔ پوری ٹیکسی کوئی پندرہ بیس ریال میں ہو جاتی ہے اور ایک پونڈ کے بدلہ کوئی ۱۴½ ریال مل جاتے ہیں۔ شام کو ۷ بجے ہم روانہ ہوئے سڑک بہت اچھی ہے اور قریباً ۲۰ فٹ چوڑی ہوگی۔ ½ ۸ بجے ہم مکہ معظمہ میں پہنچ گئے۔ راستہ میں دس بارہ میل کے فاصلہ پر پولیس کی چوکیاں ہیں جو چیک کرتی رہتی ہیں مکہ پہنچ کر سیدھے ہوٹل میں گئے ہوٹل مصر میں جو خانہ کعبہ سے قریب ترین ہے یعنی دو فرلانگ سے بھی کچھ کم ہوگا قیام کیا۔

جلدی سے کھانے سے فارغ ہو کر کوئی نو بجے کے قریب ہم خانۂ کعبہ میں پہنچے اور طواف شروع کیا یہاں جدہ سے پاکستان نیشنل بنک کے مینجر نے جسے کراچی سے تار دلوا دی تھی ہمارے ساتھ اپنا ایک آدمی کر دیا تھا وہ ہمارے ساتھ تھے ایک مقامی آدمی کو بھی لے لیا جس نے ہمیں طواف کروایا۔

اس وقت دل کی عجیب کیفیت تھی دعائیں پڑھتے جاتے تھے اور اس طرح ہم نے سات چکر مکمل کیے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم پر مَیں نے دو رکعت نفل پڑھے۔ امۃ القیوم بیگم نے ذرا ہٹ کر پڑھے۔ کیونکہ عورتوں کو اس کے بالکل قریب نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ الحمدللہ کہ یہ نفل بڑے رقت سے پڑھنے کی توفیق ملی اور مَیں نے اسلام اور احمدیت اس کے مبلغین اور پھر حضرت صاحب آپ کے لیے۔ اماں کے لیے۔ چچا جان ؍ کے لیے دونوں پھوپھی جان کے لیے اور اپنے بھائی بہنوں کے لیے نام لے لیکر دعا کی کہ مَیں نے یہ بھی دعا کی کہ اے اللہ یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ مجھے تو نے اس عبادت کا موقع دیا لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے والد کی خواہش مجھ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ لیکن حالات کی مجبوری سے وہ اس کی ادائیگی پوری نہیں کر سکتے لیکن ان کی خواہش کے خیال سے میری اس عبادت میں ان کو بھی شامل سمجھیو۔ اپنے لیے اور قیوم کے لیے بھی مَیں نے بہت دعائیں کیں اللہ تعالیٰ سب کو قبول فرمائے آمین۔

مَیں نے انفرادی دعائیں بھی کیں اور باقی رشتہ داروں کے لیے بھی بھائی جان مرزا عزیز احمد۔ ماموں جان کے خاندانوں۔ حضرت خلیفۂ اوّل کی اولاد کی ہدایت اور اپنے دوستوں کے لیے غرضیکہ سب کے لیے جن کا اس وقت مجھے خیال آسکا دعا کی۔ لیکن انفرادی دعاؤں کے علاوہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لیے دل میں خاص جوش پیدا ہوتا رہا۔

دو نفل کی ادائیگی کے بعد کعبہ کے ملحق حصّہ میں دو نفل اور پڑھے اور پھر اس کے معاً بعد صفا مروہ

میں سعی کے لیے گئے یہ حصّہ اب گورنمنٹ نے پختہ کر دیا ہے سیمنٹ کا فرش اور اوپر سیمنٹ کے بہت بلند گرڈرز کی چھت - پہاڑیاں تو برائے نام ہیں اور چند گز سے زیادہ اونچی نہیں - اس کے سات چکر لگائے اور دعائیں ساتھ ساتھ کرتے رہے ۔ معلّم ساتھ تھا۔ بعض لوگ کار میں بھی بیٹھ کر یہ چکر لگا رہے تھے وہ غالباً معذور ہوں گے اس کے بعد بال کاٹے اور عُمرہ کیا عبادت کی تکمیل کے بعد کوئی رات کے بارہ بجے کے قریب ہم واپس لوٹے ۔

صبح کی نماز ۴/۱ ۳ بجے خانہ کعبہ میں ادا کی اور دوبارہ طواف کیا اس کے بعد موٹر میں منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات کے مقامات دیکھنے گئے اور عرفات کے میدان کے ایک ٹیلہ پر جو جبل رحمت کہلاتا ہے دو رکعت نفل بھی پڑھے ان تمام مقامات کو دیکھ کر ۹ ر ۱۰ بجے کے قریب مکّہ معظمہ سے واپس جدہ کے لیے چل پڑے ۔

دوپہر جدّہ گزار کر شام کے پانچ بجے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے ۔ٹکٹ تو ہوائی جہاز کا تھا۔ لیکن اس میں جگہ نہ ملی اس لیے ٹیکسی کر دائی یہ لمبا سفر تھا ۴۲۷ کیلومیٹر کا ٹیکسی میں ڈرائیور کے علاوہ صرف ہم دونوں تھے رات کا سفر وحشت والا ضرور تھا - لیکن یہاں گرمی کی شدت کی وجہ سے صرف علی الصبح یا رات کا سفر ہی ہوسکتا ہے ورنہ نہیں - کوئی پانچ بجے روانہ ہو کر رات کے ۲/۱ ۱۱ بجے مدینہ منورہ پہنچے سڑک یہ بھی اب پختہ ہے اور اچھی قریباً ۱۸ فٹ چوڑی ہوگی - مکّہ معظّمہ والی سڑک سے کچھ کم چوڑی ہے ٹریفک بہت کم تھا - ۲۶ کے سفر اور عبادت اور پھر اس لمبے سفر اور گرمی کی شدّت کی وجہ سے ہم دونوں بہت تھک گئے تھے - اور نیم بیمار بھی ۔ الحمد للہ سفر بخیریت گزر گیا اور رات ہوٹل اسلام میں ٹھہرے جو مسجد نبوی کے بالکل ملحق ہے یعنی کوئی ۲۰ گز کا فاصلہ ہو گا ۔

مدینہ منوّرہ میں صبح گائیڈ لے کر سب سے پہلے مسجد نبویؐ میں گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مصلّے پر مَیں نے دو نفل پڑھے الحمد للہ کہ اس موقعہ پر بھی دعا کی اچھی توفیق نصیب ہوئی اور مَیں نے لمبی دعائیں کیں دو نفل سے فارغ ہو کر مسجد کے اندر ہی اور مصلّے کے بالکل قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک پر لمبی دعا کی - اس دعا میں مَیں نے حضرت صاحب اور آپ کی طرف سے اور اجمالاً خاندان کے تمام افراد کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا - اس موقع پر محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مصلّے پر نفل ادا کرتے ہوئے طبیعت میں ہیجان اور

اضطراب بہت تھا جسے میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں نے خدا کے حضور میں یہ عرض کی کہ اللہ! تو نے اپنا سب سے بزرگ ترین نبی مبعوث کیا اور ایسا شان والا نبی کہ جس کے بارے میں یہ کہا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو دنیا و مافیہا پیدا نہ کی جاتی۔ لیکن آج اس کی اُمّت انتہائی کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہے اور اسے کوئی عزت کا مقام حاصل نہیں وہ نہ صرف دنیاوی وجاہت سے عاری ہے بلکہ دینی اور اخلاقی طور پر بہت گر چکی ہے اور جو چند افراد اس کے احیاء کے لیے کھڑے ہوئے ہیں دوسرے مسلمان اُن کی دینی کوششوں میں حائل ہوتے ہیں۔ اور انہیں ہر طرح گرانے اور ناکام کرنے کے درپئے ہیں تو اپنے فضل سے موجودہ تکلیف دہ کیفیت کو جلد تر بدل دے اور اپنے رسول اکرمؐ کی تعلیم اور ان کے دین کو دنیا میں عزت اور وقار کا مقام بخش۔ غیر مسلموں کی ظاہری شان و شوکت اور ظاہری اخلاقی برتری کا اندازہ کرتے ہوئے اور مسلمانوں کی موجودہ ابتر حالت سامنے رکھتے ہوئے میں نے بڑے درد اور سوز سے یہ دعا کی اور اس وقت اپنی طبیعت میں پورا پورا جوش پایا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ملحقہ روضۂ مبارک پر بھی دعا کی۔ پشت پر وہ مکان کا حصہ تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش رہی تھی۔ یہ تمام حصہ ایک جنگلے کے اندر ہے جس میں سوراخ ہیں جس سے وہ دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں اس کے بعد ہم موٹر میں بیٹھ کر مندرجہ ذیل مقامات دیکھنے گئے۔

۱۔ جبل احد اور حضرت امیر حمزہؓ کی قبر۔ یہ مقام مدینہ سے کوئی تین میل کے قریب ہوگا۔ دوسرے شہداء کی بھی یہاں قبریں ہیں اور گائیڈ کے بیان کے مطابق شہادت کے مقام پر ہی یہ سب مدفون ہیں۔

۲۔ مسجد قبلتین۔ جہاں قبلہ کی تبدیلی پر ایک ہی مسجد میں ایک دن کی نمازیں مختلف جہت میں پڑھی گئی تھیں۔

۳۔ مقام غزوہ خندق۔ یہ بھی کوئی مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔

۴۔ وہ پہلی مسجد جو مدینہ منورہ میں تعمیر ہوئی تھی مسجد نبوی تو اب بہت عالی شان بن چکی ہے اور پہلے ترکوں نے اور اب سعودی حکومت نے اس کی توسیع کی ہے لیکن یہ مسجد زیادہ تر پرانی شکل اور اسی رنگ میں رکھی گئی ہے۔

۵۔ جنت البقیع۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض قریبی عزیز اور صحابہؓ مدفون ہیں۔ یہ چار دیواری کے اندر ہے اور مسجد نبویؐ کے ساتھ ہے۔ بدقسمتی سے یہ اس وقت بند تھی

اور محافظوں نے باوجود ہمارے اصرار کے نہیں کھولی صرف معین وقت پہ کھلتی ہے مجبوراً چاردیواری کے باہر سے دعا کرکے ہم لوٹ آئے۔

آج ان تمام زیارتوں سے فارغ ہوکر بذریعہ ہوائی جہاز ہم ۲ ۱/۲ بجے جدہ واپس پہنچ گئے۔ ہوائی جہاز سے قریباً ایک گھنٹہ کا سفر ہے اب کل انشاء اللہ لبنان میں دوبارہ داخلہ کا ویزا اور سعودی عرب سے باہر نکلنے کا اجازت نامہ لینا ہے۔ اور انشاء اللہ ۳۰ کی صبح کو ۶ بجے لبنان کی ایئر سروس سے بیروت جائیں گے .... کوشش یہ ہے کہ ۳۱ کو سیدھے زیورچ۔ سوئٹزرلینڈ چلے جائیں یہاں پروگرام کے مطابق ۲۸ کو واپسی نہیں ہوسکی اس لیے ایتھنز کا پروگرام مجبوراً چھوڑ دیا اس کے لیے سروس بھی نہیں مل رہی تھی۔ اب انشاء اللہ بیروت سے سیدھے سوئٹزرلینڈ جانے کا پروگرام ہے ارادہ ہے کہ انشاء اللہ ایک خیریت کی تار آپ کو بیروت سے بھی بھجوا دوں تاکہ عمرہ اور زیارت مدینہ کی خوش کن اطلاع آپ کو مل سکے۔

اُمید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ طبیعت میں فکر رہتا ہے اللہ تعالیٰ سب کو اپنی امان اور حفاظت میں رکھے۔ قیوم سلام کہتی ہیں۔ اماں کو ایک پوسٹ کارڈ میں نے طہران سے لکھا تھا۔ انہیں ہماری خیریت کی اطلاع دے دیں[1]

مرزا مظفر احمد"

ربوہ میں سفیر انڈونیشیا کی آمد

ستمبر ۱۹۵۷ء کے تیسرے ہفتہ میں انڈونیشیا کے سفیر الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی ربوہ تشریف لائے۔ آپ بیرونی ممالک کے پہلے سفیر تھے جو مرکز احمدیت کی زیارت کے لیے آئے۔ سفیرِ انڈونیشیا کا قیام ربوہ بہت مختصر تھا جس کے دوران انہوں نے حضرت امام جماعتِ احمدیہ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ سلسلہ احمدیہ کے انتظامی اور تعلیمی ادارے دیکھے اور اہلِ ربوہ اور وکالتِ تبشیر کی استقبالیہ تقاریب سے خطاب فرمایا۔

آپ ۲۱ ستمبر کو ۶ ۱/۲ بجے شام اپنی بیگم اور بچوں کے ہمراہ لاہور سے بذریعہ کار ربوہ پہنچے۔ مکرم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر اور جماعت احمدیہ لاہور کے چند دوسرے ارکان اور مکرم مولوی ابوبکر

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳، ۴، ۵

ایوب صاحب سماٹری مبلغ سلسلہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اہلِ ربوہ نے جو کثیر تعداد میں اڈہ پہ موجود تھے آپ کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں بزرگانِ سلسلہ اور ممتاز کارکنان بھی تھے۔

پختہ سڑک سے ربوہ میں داخل ہوتے ہی ایک نہایت شاندار آرائشی محراب تھی۔ جس پہ سنہری حروف میں اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَباً لکھا ہوا تھا۔ اس طرح لجنہ اماء اللہ کے ہال اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی کوٹھی کے پاس بھی ایسی ہی شاندار محراب بنی ہوئی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف انڈونیشیا اور پاکستان کی مملکتوں کے جھنڈے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پہ گاڑھے ہوئے تھے۔ سڑک پر دونوں طرف اہالیانِ ربوہ اپنی محلہ وار تنظیم کے ماتحت اپنے اپنے صدر تنظیم کے ماتحت اپنے اپنے صدر اور عہدہ داران کی نگرانی میں نہایت وقار اور سکون سے کھڑے تھے اس کے لیے قبل از وقت جگہیں مخصوص کر دی گئی تھیں۔ اپنے معزز مہمان کے استقبال کے لیے یہ تمام احباب پختہ سڑک سے لے کر آپ کی قیام گاہ (کوٹھی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب) تک ہاتھوں میں انڈونیشیا اور پاکستان کے جھنڈے لیے ایستادہ تھے۔ جونہی سفیر محترم کار سے اُترے "اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَباً انڈونیشیا زندہ باد"، پاکستان زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی سفیر محترم کار سے اُترے تو وکالتِ تبشیر کی طرف سے مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر اور سیّد شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں زری کا ہار پہنایا۔ اور پھر جماعت کے چیدہ بزرگوں اور کارکنوں کا جو اس وقت وہاں موجود تھے فرداً فرداً آپ سے تعارف کرایا گیا۔ اس کے بعد سفیر محترم راستہ بھر اہالیان ربوہ کے نعروں اور السلام علیکم کی محبّت آمیز صداؤں کا جواب دیتے ہوئے پیدل اپنی قیام گاہ تک تشریف لے گئے۔ جس وقت وہ اپنی قیام گاہ میں داخل ہوئے تو باہر سینکڑوں افراد کا ہجوم۔ اسلام زندہ باد انڈونیشیا اور سفیر انڈونیشیا زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا آپ کے ساتھ آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ اور آپ کا ایک صاحبزادہ اور ایک چھوٹی صاحبزادی بھی تھیں۔ جو اڈہ سے کار میں ہی اپنی قیام گاہ تک گئیں۔ جہاں لجنہ اماء اللہ کی بعض ممتاز کارکنوں نے ان کا استقبال کیا۔

۲۲ر ستمبر کو صبح ۸½ بجے سفیر معظم جماعت احمدیہ کے مرکزی دفاتر دیکھنے تشریف لے گئے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر آپ کے ساتھ تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر ناظر

اعلیٰ اوّل حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور ناظر اعلیٰ ثانی میاں غلام محمد صاحب اختر نے دکھلائے سفیر محترم کی خدمت میں ہر دفتر اور شعبہ کے متعلق ضروری تفصیلات بہم پہنچا ئیں ۔

سفیر محترم جماعت احمدیہ کے دفاتر کو دیکھ کر ازحد مسرور ہوئے آپ نے بعض شعبوں کے متعلق خود بھی دریافت فرمایا۔ چنانچہ ان کو معلومات بہم پہنچائی گئیں ۔ آپ پہلے صدر انجمن احمدیہ کے بعد ازاں تحریک جدید کے دفاتر میں تشریف لے گئے ۔ اور بیرونی تبلیغ کے مختلف شعبوں میں خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا ۔

۹ بجے صبح اہلِ ربوہ نے پروگرام کے تحت لجنہ اماء اللہ کے ہال میں اپنے معزز مہمان کی خدمت میں تہنیت نامہ پیش کرنے کی غرض سے مجلس استقبالیہ منعقد کی ۔ احباب جوق در جوق اس میں شرکت کے لیے تشریف لائے ۔ جو اس امر کا آئینہ دار تھا کہ ربوہ کے رہنے والوں کو ایک اسلامی مملکت کے معزز سفیر کی تشریف آوری سے کس قدر خوشی اور مسرت ہے ۔ لجنہ اماء اللہ کے ہال کے اندر کوئی چار سو سے زائد کرسیوں کا انتظام تھا ۔ جس کے لیے ربوہ کے چیدہ شہریوں اور بیرونجات کے معزز احباب کے لیے باقاعدہ دعوت نامے جاری کیے گئے تھے ۔ کرسیوں کے علاوہ ہال کے باہر کی طرف باقی جگہ کے لیے کوئی پابندی نہیں تھی ۔ اور ہر شخص وہاں پہنچ کر اپنے معزز مہمان کے استقبال میں شریک ہو سکتا تھا ۔ ہال کے اندر سٹیج اور دوسرا انتظام نظارت امور عامہ کی نگرانی میں تھا جسے نظارت کے کارکنوں نے نہایت خوش سلیقگی سے سرانجام دیا ۔ ۹ بجکر ابھی چند منٹ ہوئے تھے کہ ہال کے عقبی دروازہ سے مکرم مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کی معیت میں سفیر محترم سٹیج پر تشریف لائے ۔ جہاں ان کی خدمت میں لوکل جنرل پریذیڈنٹ جناب مولوی محمد صدیق صاحب نے اہالیانِ ربوہ کی طرف سے ایڈریس پڑھا ۔ اور پھر ایک نہایت خوبصورت نقرئی کشتی میں سفیر محترم کی خدمت میں پیش کیا ۔ اس تقریب کی صدارت مرزا عبد الحق صاحب پراونشل امیر نے فرمائی ۔ ایڈریس پیش کرنے سے قبل ازیں شام سے آئے ہوئے احمدی نوجوان السید سلیم الجابی صاحب نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کی اور آپ کے بعد مکرم حافظ عزیز الرحمٰن صاحب منگلا نے عربی زبان میں لکھا ہوا خیر مقدمی قصیدہ پیش کیا ۔ اہلِ ربوہ کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس پیش کیا گیا ۔

فضیلت مآب ! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

جماعتِ احمدیہ کے مرکز ربوہ میں آپ کی تشریف آوری کے موقع پر ہم اہلِ ربوہ نہایت خلوص و محبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہدیہ مبارک پیش کرتے ہوئے آپ کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔

جنابِ عالی! ہمارے لیے یہ امر نہایت مسرت کا باعث ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامی ہمارے درمیان ایک ایسی تقریب میں رونق افروز ہے۔ جو انڈونیشیا اور پاکستان جیسی دو عظیم الشان اور باوقار اسلامی مملکتوں کے باشندوں کے درمیان محبت اور دوستی کا بہت بڑا نشان اور اس کے آئندہ قیام اور مضبوطی کا ایک کامیاب ذریعہ ہے۔

جنابِ والا! آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دینا یقیناً مناسب ہوگا۔ کہ آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے انڈونیشیا جیسی مضبوط اور امن پسند سلطنت اور اس کے عوام کے لیے محبت کے ان جذبات کو اور زیادہ بڑھانے کا موجب ہوگی۔ جو ہمارے دلوں میں پہلے سے موجود ہیں۔ جنابِ والا کو علم ہوگا کہ ربوہ جماعتِ احمدیہ کا مرکز ہے۔ جسے ہم جماعتِ احمدیہ کے افراد نے قیام پاکستان کے بعد اپنے مقدس امام کی نگرانی میں رضا کارانہ بنیادوں پر اپنی ہمت اور کوشش سے تعمیر کیا ہے۔ اور اب سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ہر قسم کی روحانی دینی علمی اور سماجی سہولتوں سے متمتع ہو رہے ہیں اس وقت ہمارے درمیان ہمارے وہ بھائی ہیں جو انڈونیشیا کے علاوہ دوسرے ممالک مثلاً چین۔ سیلون۔ بھارت۔ افغانستان۔ مشرقی و مغربی افریقہ۔ سعودی عرب۔ شام عدن۔ ترکی۔ فلسطین۔ ڈچ۔ گی آنا۔ ٹرینی ڈاڈ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ اور یورپ کے کئی دوسرے علاقوں کے رہنے والے ہیں۔ اور اب ہمارا حصہ اور جزو ہیں۔ انڈونیشیا سے ہمارے بیسیوں بھائی پہلے ہمارے مرکز قادیان میں اور اب ربوہ میں تعلیم دین کی غرض سے آتے ہیں۔ اور ہمارے درمیان رہتے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ اسی طرح درجنوں افراد یہاں سے انڈونیشیا گئے۔ اور ابھی وہاں قیام پذیر ہیں۔ اسلام کے گہرے مضبوط اور مقدس رشتہ کے علاوہ آپس کے یہ ذاتی تعلقات یقیناً ایک ایسی کڑی ہے جو ہمیں ہمیشہ محبت اور اخوت کے انتہائی قیمتی اور قابلِ قدر رشتہ میں باندھے رکھے گی۔

ہم ایک بار پھر آنجناب کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے آپ کے قابلِ تعظیم ملک۔ آپ کے قابلِ احترام عوام اور آپ کی قابلِ احترام شخصیت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ

سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور آپ کا قدم ہمیشہ ترقی اور بہبود کی طرف اٹھتا رہے۔ اور ہم سب کو یہ توفیق ملتا رہے ۔ کہ ہم اپنے اپنے دائرہ کار میں دین حق کی اشاعت دنیا میں امن کے قیام بنی نوع انسان کی بہتری اور فلاح کے لیے متحد اور مجتمع ہو کر کام کرتے رہیں ۔ آمین اللّٰھم آمین

ہم آپ کے دلی خیر خواہ اہلِ ربوہ"

سفیر محترم نے اس کے جواب میں نہایت برجستہ تقریر فرمائی جس میں جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا خاص طور پر اعتراف کیا اور پاکستان اور انڈونیشیا کے باشندوں کے درمیان دوستی یگانگت اور محبت پر زور دیا[1]

۲۲ ستمبر کو صبح نو بجے اہلِ ربوہ کی طرف سے استقبالیہ کی تقریب میں شرکت کے بعد انڈونیشیا کے سفیر الحاج جناب ڈاکٹر محمد رشیدی صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کی معیت میں ربوہ کے تعلیمی ادارے دیکھنے تشریف لے گئے ۔

سفیر محترم نے جامعۃ المبشرین ، تعلیم الاسلام ہائی سکول ، تعلیم الاسلام کالج اور فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارات کا معائنہ کیا اور اُن میں سے جو ادارے اس وقت تعطیلات کے بعد کھل چکے ہیں ان کے اسٹاف سے ملے معزز مہمان تعلیم الاسلام کالج کی وسیع و عریض عمارت اور اس کے تعمیراتی پس منظر کو معلوم کر کے بہت مسرور ہوئے اسی طرح فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو اس کے کام کی نوعیت اور انفرادیت کے لحاظ سے بہت پسند کیا ۔

گیارہ بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق سفیر انڈونیشیا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے قریباً پون گھنٹہ تک حضور سے ملاقات کی ۔ اس موقعہ پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا بھی موجود تھے

پانچ بجے شام وکالت تبشیر نے تحریک جدید کے گیسٹ ہاؤس کی موزوں اور خوبصورت عمارت میں سفیر انڈونیشیا کے اعزاز میں ایک شاندار عصرانہ کا اہتمام کیا جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی بنفسِ نفیس تشریف لائے ۔ اسی طرح صحابہ کرام ، صدر انجمن احمدیہ کے ناظران اور صیغہ جات کے

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۵۷ء صد ۳ ر ۴

افسران تحریک جدید کے وکلاء اور اداروں کے افسر دوسرے ملکوں سے آئے مبلغین اور غیر ملکی طلباء کے علاوہ مکرم چوہدری اسد اللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ جو سفیر انڈونیشیا کیساتھ ہی ربوہ تشریف لائے تھے جماعت احمدیہ لاہور کے نائب امیر ڈاکٹر عبدالحق اور ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب بھی شریک تھے ۔ پانچ بجکر پانچ منٹ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تشریف لائے اور اس کے چند منٹوں کے بعد ہی معزز مہمان آگئے ۔ معزز مہمان کی تشریف آوری پر حاضرین نے کھڑے ہوکر محبت اور خلوص کے خاموش مظاہرہ کے ساتھ آپ کا استقبال کیا ۔

عصرانہ کی اس شاندار تقریب کا آغاز مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر کی تلاوت سے ہوا اور اس کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے انگریزی زبان میں سفیر محترم کی خدمت میں انگریزی ایڈریس پیش کیا ۔ اس ایڈریس کا خلاصہ یہ تھا کہ

یہ امر ہمارے لیے عزت اور فخر کا موجب ہے کہ ہمیں آں محترم کو ربوہ میں خوش آمدید کہنے اور آں محترم کا دلی خیر مقدم کرنے کا موقع ملا ہے ۔

ربوہ ایک نیا شہر ہے جو جلد جلد بڑھ رہا ہے ۔ یہ اگرچہ ظاہری زیب و زینت سے معرّیٰ ہے تاہم اسے یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ یہ ایک ایسا شہر ہے ۔ جسے ایمان و اخلاص کے ایک مجسم اور یادگار معجزہ کی حیثیت حاصل ہے ۔ یہ اُس روحانی ورثہ سے مالا مال ہے جو جسم اور روح کی ہر ضرورت اور احتیاج کو بدرجۂ اتم پورا کرنے کی ہر صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے ۔ اور جس کی بدولت وہ اقدار میسّر آتی ہیں جو صحت مند ، خوشحال ، اور ترقی پذیر زندگی میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں ۔ یہ بستی اس عالمی تحریک کا مرکز ہے جو جماعت احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور جس کی بنیاد امام الزمان مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی منشاء کے تحت اپنے ہاتھ سے رکھی تھی ۔ اگرچہ آپ کی آواز ایک تنہا انسان کی آواز تھی جو آج سے تقریباً ستر سال قبل قادیان کی بستی سے بلند ہوئی اور جس کا انبیاء ماسبق کے زمانوں میں پہلے سے قائم شدہ روایات کے مطابق لوگوں نے حقارت اور تمسخر کے ساتھ خیر مقدم کیا ۔ تاہم آہستہ آہستہ غریب اور پاکباز انسانوں کے دل مائل ہونے شروع ہوئے اور اُن سے لبیک ! لبیک ! کی صدائیں بلند ہونے لگیں ۔ ان مخلصین نے مسیح پاک کے ہاتھ پر عہد کیا کہ وہ دنیا پر دین کو بہر حال مقدم رکھیں گے ۔ گمنامی اور تنہائی کے اس عالم میں جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو الہام پاک کے ذریعہ خبر دی ۔

"یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ"[1]

اس دن کے بعد سے کہ جب خدا نے مسیح پاک کو یہ خوش خبری سنائی کوئی دن ایسا نہیں طلوع ہوا کہ جس میں چشم فلک نے اس خوش خبری کا بڑھ چڑھ کر پورا ہوتا مشاہدہ نہ کیا ہو اور آج آنمحترم کا یہاں تشریف لانا خود اس امر پہ گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی ہر روز ایک نئے رنگ اور نئے طور پر پوری ہوتی چلی آ رہی ہے اسی لیے آپ کا آنا علیم و خبیر اور ہمہ قدرت خدا پر ہمارے ایمان کو اور زیادہ تقویت پہنچانے کا موجب ہوا ہے۔

۱۹۴۷ء میں جب ہندو پاکستان کے برصغیر کو سیاسی غلامی سے نجات ملی اور یہاں اس کے ساتھ ساتھ ایک قیامتِ صغریٰ برپا ہوئی تو اس وقت ہمیں قادیان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہاں سے آنے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ نے جو مسیح پاک علیہ السلام کے فرزند موعود ہیں ہر قسم کے اثاثہ اور وسائل سے محروم ہو جانے کے باوجود محض خداوند قدوس کی ذات لم یزل پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بنجر اور بے آب و گیاہ قطعہ زمین کو اس لیے منتخب فرمایا کہ آپ مسیح پاک کی منتشر بھیڑوں کو یہاں پھر جمع کریں اور دینِ حق کی عظمت کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے کے لیے اپنی انتھک مساعی کو یہاں سے پھر جاری فرمائیں آپ کی اس جدوجہد کا تمام تر مقصد یہ تھا کہ دنیا میں مسلمانوں پر انتشار و انحطاط کی جو کیفیت طاری ہے اسے مؤثر طور پہ روکا جا سکے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لیے جو دین خالص عطا فرمایا ہے اسے عزت و عظمت کا پھر وہی بلند مقام میسّر آ سکے جس کا وہ صحیح معنوں میں واحد حقدار ہے۔ چنانچہ آپ کی انتھک مساعی کے نتیجے میں آج یہاں دس سال کے مختصر عرصہ میں ہر قسم کے رفاہی اداروں کا قیام عمل میں آ چکا ہے چنانچہ آج اسی بنجر قطعہ زمین پہ جماعت کے گوناگوں فرائض کی سرانجام دہی کے لیے مرکزی دفاتر بھی قائم ہیں اور نونہال بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے متعدد اسکول اور کالج بھی معرض وجود میں آ چکے ہیں۔ پھر یہاں ایسے کتب خانے بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ ایسی دانش پروان چڑھ رہی ہے کہ جس میں فنی اور سائنسی علوم قرآن مجید کی زندگی بخش حکمت سے جلا پانے کے باعث انسانی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی پہ منتج ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ علوم و فنون کے میدان میں اس جدوجہد اور کاوش سے مدعا یہ ہے کہ عملاً اخلاقی نظام

---

[1] براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۱ حاشیہ در حاشیہ ۱۔ مطبوعہ سفیر ہند پریس ۱۸۸۰ء

کا ایک اعلیٰ معیار دنیا کے سامنے پیش کیا جائے ۔

آج یہاں سے وہ عظیم الشان سوتے پھوٹ رہے ہیں کہ جن سے دنیا کا کونہ کونہ سیراب ہو رہا ہے ۔ مبلغین کی آمد و رفت کا ایک سلسلہ جاری ہے جو دور دراز ممالک میں جا جا کر دینِ حق کا پیغام پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں چنانچہ مشرقی و مغربی افریقہ کے دور دراز علاقوں مشرق وسطیٰ کے ممالک نیز سنگاپور اور انڈونیشیا کے علاوہ انگلستان ، ہالینڈ ، مغربی جرمنی ، سوئٹزرلینڈ ، سکنڈے نیویا ، سپین ، اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہمارے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں ان ممالک کے نومسلموں میں ایک خاصی تعداد ایسے دردمند نوجوانوں کی ہے جنہوں نے خدمتِ اسلام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں ۔ اور وہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنیکے بعد آجکل خود اپنے ملکوں اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں باقاعدہ مبلغین کی حیثیت سے تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں ۔ افریقہ میں ہمارے اپنے اسکول اور مدارس ہیں ۔ لنڈن ہیگ ، ہیمبرگ ، ڈبلن ، اور اسی طرح مشرقی اور مغربی افریقہ کے اہم شہروں میں بیوت الذکر تعمیر کرنے کی سعادت ہمارے حصے میں آچکی ہے ۔ اور ان میں سے اکثر مشنوں کی طرف سے باقاعدہ رسائل و اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں ۔ جن کے ذریعہ مختلف ممالک کے لوگوں کو اسلام کی بیش بہا اور لازوال تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے ۔ خود انڈونیشیا کے احمدی مشن کی طرف سے بھی اس وقت " سینار اسلام " کے نام سے ایک اخبار شائع ہو رہا ہے ۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم بھی شائع کیے ہیں ۔ اب تک انگریزی ولندیزی ، جرمن اور سواحیلی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں ۔ علاوہ ازیں بہت سی دیگر زبانوں میں تراجم شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے ۔ خود انڈونیشی زبان میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے اور آج کل اس پر نظرِ ثانی کی جارہی ہے امید ہے نظرِ ثانی کا کام عنقریب مکمل ہو جائے گا ۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ انڈونیشیا میں ہمارے مبلغین نے صحیح دینی روح کے مطابق ہمیشہ اپنے آپ کو اہلِ انڈونیشیا اور ان کی قسمت کے ساتھ وابستہ کیے رکھا ۔ انڈونیشیا پر جاپانیوں کے قبضے کے دوران وہ اپنے انڈونیشی بھائیوں کے ساتھ ہر دکھ اور ہر تکلیف میں برابر کے شریک رہے ۔ اور انہوں نے بڑی جرأت اور جواں مردی سے اِن کے دوش بدوش ہر مشکل کا مقابلہ کیا اس قبضہ کے ساتھ ساتھ ہی جدوجہد آزادی کا دور شروع ہوا جس کا مقصد استعماری طاقتوں کی واپسی کو ناکام بنانا تھا ۔ اس وقت بھی ہمارے مبلغوں نے دل و جان سے آپ لوگوں کا ساتھ دیا اور اس طرح کہ آپ لوگ اپنی قسمت کے خود مالک ہوں

اور اپنے معاملات کو خود ہی طے کرنے میں کلی خود مختار ہوں انہوں نے آپ لوگوں کا پورا پورا ہاتھ بٹایا ۔

آں محترم! ہمارے لیے یہ امر باعث مسرت ہے کہ انڈونیشیا میں ہمارے رئیس التبلیغ سید شاہ محمد صاحب بھی مختصر قیام کے لیے آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں اور وہ اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں ۔ انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں مکرم شاہ صاحب نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی ۔ اور مستقبل کا مؤرخ ان کی خدمات کو کسی صورت فراموش نہ کرتے ہوئے اعتراف سے سچے اور پُر خلوص جذبے کے ساتھ ان کا ذکر نے میں ایک خوشی محسوس کرے گا ۔ مکرم شاہ صاحب نے اہلِ انڈونیشیا کے پُر تعظیم اور محبت بھرے دلوں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے گھر کر لیا ہے ۔ جدوجہد آزادی کے قائدین کے ساتھ ان کے گہرے اور قریبی تعلقات تھے اور کیوں نہ ہوتے جب کہ یہ اُن کی قومی امنگوں میں برابر کے شریک تھے دیگر احمدی احباب کی مدد سے انہوں نے جمہوریہ انڈونیشیا کے مؤقف کے برحق اور مبنی بر انصاف ہونے کے حق میں عالمی رائے عامہ کو استوار کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں ۔ اور خدمات کے اس سلسلہ کو ولندیزیوں کی واپسی اور دوبارہ قبضہ کے پُر آشوب زمانے میں بھی منقطع ہونے نہیں دیا مکرم شاہ صاحب اس کمیٹی کے رکن تھے جو اقوام متحدہ کے فیصلے کی تعمیل میں ولندیزی فوجوں کی واپسی کے بعد جمہوریہ کے ازسرِ نو قیام کے لیے بنائی گئی تھی ۔ اسی طرح یہ اس استقبالیہ کمیٹی کے بھی رکن تھے جو ولندیزیوں کے قبضہ کے دوران صدر سوئیکارنو کی رہائی کے وقت ان کے شایانِ شان استقبال کے لیے تشکیل دی گئی تھی ۔ اس وقت یہ اکیلے ہی وہ غیر انڈونیشی فرد تھے ۔ جنہیں انتقال اقتدار کے وقت جمہوریہ ریاست ہائے متحدہ انڈونیشیا کے نئے دارالحکومت جکارتہ تک صدر سوئیکارنو کی ہمرکابی کا امتیاز حاصل ہوا ۔ حصولِ آزادی کی تاریخی جدوجہد میں ان تمام کارناموں کے ساتھ ساتھ مکرم شاہ صاحب موصوف نے ایک اور اہم خدمت بھی سرانجام دی اور وہ یہ تھی کہ یہ انڈونیشیا کے احمدی احباب میں جو ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں برابر یہ جذبہ پیدا کرنے میں مصروف ہے کہ وہ اسلامی نظریۂ حیات کو جسے ہر شعبہ زندگی میں نظم و ضبط کے اساسی معیار کی حیثیت حاصل ہے ملک میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اس کے زیر اثر عالمی اداروں میں انڈونیشیا زیادہ وقیع اور زیادہ مؤثر کردار ادا کرنے میں کامیاب ہو سکے ۔ اسی طرح ہماری جماعت کے دوسرے ممبران نے بھی انڈونیشیا کی حکومت اور اس کے ابنائے وطن کی بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں ۔

عزت مآب! ہم آپ کی تشریف آوری پر آپ کے بے حد ممنون ہیں اور آپ سے پُر خلوص طور پر التجا

کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہم وطنوں تک ہمارا محبت بھرا اسلام اور ہماری مخلصانہ اور نیک تمنائیں پہنچا کر ہمیں مزید شکریہ کا موقع دیں۔[1]

صاحبزادہ صاحب کے بعد ربوہ میں مقیم انڈونیشی طلبہ کی طرف سے حسب ذیل یہ ایڈریس پیش کیا گیا۔

عالی جناب محترم سفیر صاحب حکومت انڈونیشیار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم انڈونیشین طلباء جو ربوہ کے مختلف اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں خوش آمدید عرض کرتے ہیں۔ اس طرح آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادے اور صاحبزادی اور عملہ کی خدمت میں بھی خوش آمدید عرض کرتے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری ہم انڈونیشین طلباء کے لیے انتہائی خوشی ومسرت کا باعث ہے۔ بلکہ ہم اسے عین فخر اور اپنی خوش قسمتی تصور کرتے ہیں۔ اور آں جناب کی ملاقات اس وجہ سے زیادہ خوشی کا موجب ہے کہ آپ کسی ایک رشتہ دار یا خاندان یا گاؤں یا شہر کے نمائندہ نہیں بلکہ ایک بہت بڑے ملک کے نمائندہ ہیں۔ جو تین ہزار جزائر پر مشتمل ہے۔ اور جس کی آبادی سات کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس وجہ سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کا آنا ہمارے لیے اور قوم انڈونیشیار کے لیے باعثِ فخر ہے۔ کیونکہ اس ربوہ شہر میں جو ابھی ابھی آباد ہوا ہے اگرچہ تمام اکناف عالم سے ہر قوم و ملک کے افراد آتے رہے ہیں لیکن سفیروں میں سب سے پہلے آپ نے تشریف لا کر اس شہر کی عزت افزائی فرمائی ہے۔

عالیجاہ! شہر ربوہ جو ابھی آباد ہو رہا ہے اور جہاں کی آب و ہوا کو برداشت کرنا بھی آسان بات نہیں اور دوسرے شہروں کی طرح اس میں کوئی خوشی اور تفریح کے سامان نہیں ہیں۔ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی شے ہے کہ جس سے نوجوانان انڈونیشیا کے دلوں میں یہاں آنے کا خیال پیدا ہوا۔

مکرمنا! ہم سے پہلے بھی بیسیوں انڈونیشین طلباء اس جگہ اور اس سے پہلے قادیان میں تکمیل علم کر کے مختلف جگہوں اور محکموں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں جو شے ہمارے قلوب کے لیے موجبِ کشش بنی ہے یہ ہے کہ اس جگہ نہ صرف علومِ دنیاوی کو حاصل کرنے کا ہمارے لیے انتظام ہے کہ جس سے ہم دنیاوی ترقیات حاصل کر کے قوم کی خدمت کے قابل ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہاں ہمارے لیے خصوصی دینی تعلیم کا بھی

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴، ۵

خاطر خواہ انتظام ہے ۔ کہ جس کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو پاسکیں ۔ اور تمام دنیا کو دینِ حق کی دعوت دے سکیں اور بتلا سکیں کہ یہی وہ مذہب ہے جو سب سے زیادہ مکمل ہے ۔ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی معزز ترین نبی ہیں اور قرآن مجید ہی پاکیزہ ترین اور مکمل ترین سند میں کتاب ہے ۔ اور پھر تعلیم کے علاوہ اس رنگ میں ہماری تربیت کی جاتی ہے کہ جس سے ہم دینِ حق کے صحیح خادم بن سکیں اور پھر نہ صرف علم سے ہی دین کی خدمت کر سکیں بلکہ ہر قسم کی جانی و مالی قربانیوں کو بھی دین کی خاطر پیش کرنے کے قابل بن سکیں بالآخر ہم آپ سے دعا کے ملتجی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے کیونکہ اتنے بڑے مقصد کو جو نہایت ہی نیک اور پاکیزہ ہے ۔ حاصل کرنا ازحد مشکل ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں رہنمائی کے طور پر کوئی نہ کوئی نصیحت فرمائیں گے کہ جو ہمارے مقصد کے حاصل کرنے میں ممد ثابت ہوسکے ۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں مکرم کو تمام عزیزان سمیت اپنی پناہ میں رکھے لمبی عمر عطا فرمائے دنیاوی واخروی ترقیات عطا فرمائے ۔ (ہم ہیں طلبائے انڈونیشیا)[1]

وکالت تبشیر اور انڈونیشی طلبہ کے تہنیت ناموں کے جواب میں الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی سفیر انڈونیشیا نے قریباً پچیس ۲۵ منٹ تک انڈونیشی زبان میں تقریر فرمائی جس کا ترجمہ انڈونیشیا سے آئے ہوئے مبلغ مکرم ملک عزیز احمد صاحب نے حاضرین کو سنایا ۔ سفیر محترم نے نہایت موزوں الفاظ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ، وکالت التبشیر اور جماعت کے تمام دوسرے افراد کا شکریہ ادا کیا اور ربوہ کے دورہ کے متعلق اپنے نہایت اچھے اور اعلیٰ تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے ان خدمات کو سراہا جو جماعت احمدیہ دینِ حق کی تبلیغ واشاعت اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے سرانجام دے رہی ہے ۔ آپ کی تقریر کے ترجمہ کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے انڈونیشیا سے آئے ہو معزز مہمان کا جو اسلام کے گہرے مضبوط اور مقدس تعلق کی وجہ سے ہم سب کے لیے قابلِ عزت و تکریم کے قابل تھے ۔ ربوہ میں ان کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ کے دلوں میں انڈونیشیا کے مسلمان بھائیوں کے لیے ہمیشہ محبت اور یگانگت کے گہرے اور نیک جذبات کارفرما رہیں گے ۔ سوا چھ بجے تک یہ تقریب جاری رہی جو اپنے تأثرات اور کوائف کے اعتبار سے سفیر محترم کے دورۂ ربوہ کی باقی تقریبات سے اہم اور مؤثر تھی ۔ تقریب کے خاتمہ

---

[1] روزنامہ اخبار "الفضل" ربوہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۷ء صـ۵

پر آپ ربوہ میں مقیم انڈونیشی اور دوسرے غیر ملکی طلباء سے جو عصرانہ میں موجود تھے ملے اور اُن سے مصافحہ فرمایا۔

رات نو بجے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے معزز مہمان کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا۔ جس میں بعض اور اصحاب کے علاوہ انڈونیشیا سے آئے ہوئے مبلغین بھی شریک ہوئے۔

اسی رات ربوہ کی مجلس تجار کا ایک وفد سفیر انڈونیشیا سے ملا یہ وفد مجلس تجار کے صدر چوہدری عبدالعزیز صاحب واقفِ زندگی، سیکرٹری ملک سعادت احمد صاحب۔ اور خزانچی مکرم محمد احمد صاحب نظام پر مشتمل تھا۔ اس وفد نے آپ کی خدمت میں ربوہ کی مصنوعات کے چند نمونے بھی پیش کیے۔ جنہیں سفیر محترم نے بڑی خوشی سے قبول فرمایا۔ اور یوں ربوہ کی بڑھتی ہوئی ترقی کا صنعتی پہلو بھی آپ کے سامنے آگیا:۔

۲۳ ستمبر کی صبح کو سفیر محترم کی روانگی سے قبل وکالت التبشیر کی طرف سے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے معزز مہمان کی خدمت میں قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ کا مقدس و مطہر تحفہ پیش کیا۔ قرآن مجید کا یہ انگریزی ترجمہ نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ آپ نے قبول فرمایا اور درحقیقت یہی اہلِ ربوہ کا وہ بہترین تحفہ تھا جسے وہ اپنے جان و دل سے زیادہ عزیز جان کر اپنے معزز مہمان کے لیے پیش کر سکتے تھے۔

۲۳ ستمبر کو صبح ساڑھے چھ بجے پروگرام کے مطابق سفیر محترم عازم لاہور ہونے والے تھے۔ ابھی چھ نہیں بجے تھے کہ سفیر محترم کی قیام گاہ کے ارد گرد اہالیان ربوہ جوق در جوق جمع ہو چکے تھے۔ اور سڑک پر دو رویہ کھڑے ہو کر معزز مہمان کی روانگی کے منتظر تھے۔ ساڑھے چھ بجے حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی کوٹھی میں جہاں آپ قیام پذیر تھے آپ نے ایک بار پھر تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے نمائندوں اور ربوہ کے چیدہ احباب سے الوداعی ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر جن احباب نے آپ کو الوداع کہا ان میں چوہدری احمد جان صاحب وکیل المال۔ میاں غلام احمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی۔ میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال۔ چوہدری اسد اللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا۔ ملک عزیز احمد صاحب۔ مکرم ابوبکر ایوب صاحب۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سابق مبلغ انڈونیشیا۔ حسن محمد خان صاحب عارف نائب وکیل التبشیر۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب۔ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نائب ناظر اصلاح و ارشاد۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب جنرل پریذیڈنٹ ربوہ شامل تھے۔ سفیر محترم کی کار جونہی گیٹ سے سڑک پر آئی۔ اہلِ

ربوہ نے نعرہ ہائے تکبیر۔ اسلام زندہ باد انڈونیشیا اور پاکستان پائندہ باد کے پُرجوش نعروں کے ساتھ آپ کو الوداع کہا۔ اور جوں جوں ہجوم میں سے کار گذرتی گئی۔ یہ نعرے اور زیادہ بلند ہوتے گئے۔ سفیر محترم اور اُن کی بیگم صاحبہ ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیتے رہے۔ بالآخر پونے سات بجے سفیر محترم خیر سگالی و خلوص کے نیک اثرات لے کر ربوہ سے لاہور روانہ ہو گئے[1]

مرکز میں ہجوم خلائق کا شاندار منظر

اکتوبر ۱۹۵۷ء میں مرکزِ احمدیت ربوہ کے اندر ہجوم خلائق کا شاندار منظر دیکھنے میں آیا کیونکہ اس کے دوران تینوں مرکزی تنظیموں کے کامیاب اجتماعات منعقد ہوئے۔

اجتماع خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ (۱۱ تا ۱۳ اکتوبر) اجتماع لجنہ اماء اللہ (۱۱ تا ۱۳ اکتوبر) اجتماع انصار اللہ (۲۵، ۲۶ اکتوبر)۔ اجتماع خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ میں ایک سو چودہ مجالس کے ۱۴۷۷ اطفال و خدام نے شرکت کی[2] اجتماع لجنہ اماء اللہ میں ربوہ کی مقامی خواتین کے علاوہ پاکستان اور بیرون پاکستان کی تیس کے قریب لجنات کی متعدد ممبرات شامل ہوئیں[3] اور انصار اللہ کے اجتماع میں ۱۰۴ مجالس کے ۲۷۰ نمائندے ۵۰۲ ارکان اور ۱۰۱۰ زائرین شامل ہوئے[4] سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے علالت طبع کے باوجود تینوں اجتماعات سے خطاب فرمایا:۔

خدام احمدیت سے روح پرور خطاب

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے خدامِ احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دین کی خدمت کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد کیا ہے اور یہ کام اتنا عظیم الشان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں کے سپرد کرنی چاہی مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا (احزاب ع ۹) اس جگہ "ابین" کے معنی محض انکار کے نہیں بلکہ ایسی گھبراہٹ کے ہیں جس میں اگر انسان کی اپنی مرضی کا دخل ہو تو وہ ضرور انکار کر دے غرض وہی چیز جس کے اُٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے بڑی گھبراہٹ کا اظہار

---

[1] اخبار الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ [2] الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [3] الفضل ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [4] الفضل ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

کیا تھا اب اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے ماتحت آپ کے سپرد کی گئی ہے .... جس طرح دنیا کی حالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اسی طرح اس زمانہ میں بھی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی زمین و آسمان اور پہاڑوں نے آپ کی تعلیم کا حامل بننے سے بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا تھا اور اس زمانہ میں بھی جو بوجھ آپ لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے اس کے متعلق کوئی بیوقوف ہی دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ میں اسے اٹھاؤں گا۔ ہاں سمجھدار اور عقلمند انسان انشاء اللہ کہہ کر اور ڈرتے ہوئے دل کے ساتھ کہتا ہے کہ میں اسے اٹھاتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بوجھ کے اٹھانے کی توفیق دے اور مدد کرے میں خود اسے نہیں اٹھا سکتا۔ زمین و آسمان کے باشندے اپنی طاقت سے نہ تو اس بوجھ کو پہلے اٹھا سکتے تھے اور نہ اپنی طاقت سے اب اٹھا سکتے ہیں۔ دیکھو مسلمانوں نے کچھ عرصہ کی جدوجہد کے بعد کس طرح اس بوجھ سے آزاد ہونے کی کوشش کی اس حالت کا خطرہ اب آپ لوگوں کے لیے بھی ہے .... یاد رکھو دُلہن ہمیشہ دولہا کے گھر ہی بسا کرتی ہے ہمسایہ کے گھر نہیں بسا کرتی یا یوں کہو کہ دُولہا کے گھر دُلہن ہی بسا کرتی ہے بھائی نہیں بسا کرتی۔ بیوت الذکر کا کام ہماری دلہن ہے اور اس نے ہمارے ہی گھر آنا ہے۔ کسی اور کے گھر نہیں جانا۔ یہ ہماری بے غیرتی ہوگی کہ یہ کام کسی اور کے گھر چلا جائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں آسمانی بادشاہت کو دلہن سے تشبیہ دی ہے۔ (متی باب ۲۵) مگر عیسائیوں نے تو غفلت سے کام اور چرچ کو شیطان کے سپرد کر دیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ دلہن کو دولہا کے سوا کسی اور کے سپرد کر دیا۔ لیکن ہمارا کام یہ ہے کہ ہم بیوت الذکر[1] کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کے لیے آباد رکھیں ....

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے مشن کو آپ ۱۹۰۰ سال تک لے جائیں تو کم سے کم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ آپ عیسائیوں کے سامنے سر اٹھا سکیں لیکن فخر اس بات میں ہے کہ آپ تبلیغ کے کام کو قیامت تک جاری رکھیں اس میں کوئی کمزوری نہ آنے دیں پس آپ لوگ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں محنت کریں اور اپنے فرض کو پوری طرح ادا کریں اور یاد رکھیں کہ اس فرض کا ادا کرنا مصیبت نہیں بلکہ

---

[1] اصل تقریر میں مساجد کا لفظ ہے

آپ لوگوں کے لیے فخر کا موجب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگِ اُحد کے لیے تشریف لے گئے تو ابتداء میں اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوگئی تھی لیکن بعد میں مسلمانوں سے غلطی ہوئی جس کے نتیجہ میں کفار نے مسلمانوں پر پُشت کی طرف سے حملہ کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ اُن کے قدم اکھڑ گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے اور لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ آپ شہید ہوگئے ہیں اُحد مدینہ سے قریب ہی واقع ہے اس لیے وہاں سے بھاگ کر لوگ مدینہ پہنچے انہوں نے وہاں یہ خبر پھیلا دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں یہ خبر سُن کر مدینہ کے مرد عورتیں اور بچے دیوانہ وار اُحد کی طرف بھاگے تاکہ آپ کی آخری بار زیارت کر سکیں لیکن اکثر لوگوں کو آپ کی سلامتی کی خبر راستہ میں ہی مل گئی اور وہ رُک گئے مگر ایک عورت دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اُحد مقام تک پہنچ گئی اُحد کی جنگ میں اس عورت کا باپ خاوند اور بھائی تینوں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا ۔ جب وہ دیوانہ وار اُحد کی طرف جا رہی تھی تو لوگوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا علم ہوچکا تھا اور لشکر کے تمام افراد نے آپ کو زندہ دیکھ لیا تھا اس لیے صحابہؓ آپؐ کی ذات کے متعلق مطمئن تھے ۔ لیکن اس عورت کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی علم نہ تھا وہ دوڑ کر ایک صحابیؓ کے پاس پہنچی اور پوچھا کہ بتاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے چونکہ وہ صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھے اس لیے انہوں نے کہا بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا باپ اس جنگ میں مارا گیا ہے اس عورت نے کہا کہ مَیں تجھ سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھتی مجھے یہ بتاؤ کہ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس پر اس صحابیؓ نے کہا کہ بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا خاوند بھی اس جنگ میں مارا گیا اس عورت نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو مَیں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتی ہوں اور تم مجھے میرے باپ اور میرے خاوند کی موت کی خبر دیتے ہو ۔ اس نے کہا بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا بھائی بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے اس نے کہا خدا کے لیے تم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس نے کہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر سے ہیں اس عورت نے کہا الحمد للہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو مجھے اپنے باپ اور بھائی اور خاوند کی موت کی کوئی پرواہ نہیں پھر اس نے کہا مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہاں اس پر صحابیؓ نے آپؐ کی طرف انگلی کا اشارہ کیا ۔ اور کہا آپؐ وہ ہیں ۔ اس پر وہ عورت آپؐ کی طرف

بھاگ کر گئی اور اس نے آپ کے دامن کو پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ آپؐ نے یہ کیا کیا یہ فقرہ بظاہر بے معنی تھا لیکن درحقیقت یہ غلط نہیں تھا بلکہ عورتوں کے محاورہ کے مطابق بالکل درست تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ یا رسول اللہؐ آپ جیسا وفادار انسان ہم کو یہ صدمہ پہنچانے پر کس طرح راضی ہوگیا پھر اس عورت نے کہا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ سلامت ہیں تو کسی اور کی موت کی ہمیں کیا پرواہ ہوسکتی ہے تو دیکھو ان لوگوں میں اس قدر اخلاص جوش اور ایمان تھا کہ ہر خدمت جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے تھے اس میں اپنی عزت اور رتبہ محسوس کرتے تھے چنانچہ اسی قسم کی فدائیت کی ایک اور مثال بھی تاریخ سے ملتی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ شہداء کو دفن کرکے مدینہ لوٹے تو عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لیے نکل آئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ حضرت سعد بن معاذؓ نے پکڑی ہوئی تھی اُحد میں اُنکا ایک بھائی بھی مارا گیا تھا شہر کے پاس انہیں اپنی بوڑھی ماں جس کی نظر کمزور ہوچکی تھی ملی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میری ماں یا رسول اللہ میری ماں آپ نے فرمایا۔

خدا تعالیٰ کی برکتوں کے ساتھ آئے بڑھیا آگے بڑھی اور اس نے اپنی کمزور اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نظر آجائے آخر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پہچان لیا اور خوش ہوگئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا مائی مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے اس پر اس عورت نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے آپؐ کو سلامت دیکھ لیا ہے تو گویا میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ ایسے موقع پر ہر عورت چاہتی ہے کہ کوئی شخص آئے اور اس سے ہمدردی کرے لیکن اس عورت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدردی کا اظہار کیا تو اس نے کہا یا رسول اللہؐ آپ میرے بیٹے کا کیا ذکر کرتے ہیں آپؐ سلامت واپس آگئے ہیں تو مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں آپ یوں سمجھیں کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا ہے۔ تو صحابہؓ خدا تعالیٰ کی راہ میں جانیں دینا اپنی خوش قسمتی خیال کرتے تھے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کسی کام کے لیے باہر بھیجا۔ بعد میں جنگ تبوک کا واقعہ پیش آگیا۔ یہ جنگ نہایت خطرناک تھی۔ رومی حکومت اس وقت ایسی ہی طاقتور تھی جیسے آجکل امریکہ اور روس کی حکومتیں ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک چھوٹی سی فوج لے کر اتنی بڑی حکومت کے مقابلہ میں جانا پڑا۔ مدینہ میں بہت تھوڑے مسلمان تھے اور اِردگرد کے لوگ بھی اکٹھے نہیں تھے لیکن اگر وہ اکٹھے ہوتے بھی تو قیصر روما کے مقابلہ میں اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تمام لوگ جنگ کے لیے چلیں جب اسلامی لشکر روانہ ہوگیا تو وہ صحابی جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر کام کے لیے بھیجا ہوا تھا واپس آئے جوان آدمی تھے نئی نئی شادی ہوئی تھی ایک عرصہ کی جدائی کے بعد جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھا وہ سیدھے اس کی طرف گئے اور اس سے بغل گیر ہونا چاہا مگر بیوی نے ان کی محبت کا جواب دینے کی بجائے ان کے سینہ پر زور سے دوہتھڑ مارا اور پیچھے دھکا دے کر کہا خدا کا رسول تو میدانِ جنگ میں گیا ہوا ہے اور تمہیں اپنی بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے خدا کی قسم جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت واپس نہیں آجاتے میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گی وہ صحابیؓ اسی وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر اسلامی لشکر سے جا ملے اور پھر اسی وقت گھر واپس آئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوسرے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ واپس لوٹے غرض یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر خطرہ کے موقع پر اپنی جان کو بلادریغ خطرہ میں ڈال دیا کوئی تکلیف اور دُکھ انہیں نہیں پہنچا جسے انہوں نے تکلیف اور دکھ جانا ہو بلکہ جب بھی کوئی خدمت کا موقع آتا وہ جان بخوشی پیش کر دیتے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے متعلق تاریخ میں آتا ہے کہ ان کے باپ ایک بہت بڑے رئیس تھے وہ مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے وہاں جب یہ افواہ پہنچی کہ مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ واپس آ گئے واپسی پر اُن کے باپ کے ایک دوست رئیس نے انہیں پناہ دے دی جب انہوں نے مسلمانوں کو مظالم سہتے دیکھا تو انہوں نے اس پناہ کو واپس کر دیا اس رئیس نے کہا دیکھو تم میری پناہ واپس نہ کرو۔ اگر تم میری پناہ واپس کر دو گے تو مکہ والے تمہیں تنگ کریں۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا جب میرے سامنے مسلمان غلاموں اور غریب مسلمانوں کو مار پڑتی ہے تو انہیں دیکھ کر مجھے بڑی شرم آتی ہے اور میرا دل مجھے ملامت کرتا ہے کہ تیرا بُرا ہو تیرے بھائی تو اسلام کی وجہ سے تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم کسی رئیس کی پناہ میں رہ کر مزے کر رہے ہو تم اپنی پناہ واپس لے لو میرا دل آئندہ کے لیے ملامت نہ کرے اس رئیس نے جواب دیا اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں واپس لے لیتا ہوں۔ چنانچہ اس رئیس نے خانہ کعبہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ آج میں عثمان بن مظعونؓ کی پناہ واپس لیتا ہوں مکہ میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی کو پناہ دیتا تھا تو اس شخص کو جو بھی تکلیف دیتا اسے پناہ دینے والے قبیلے سے لڑنا پڑتا تھا۔ لیکن جب وہ اپنی پناہ واپس لے لیتا تو یہ قید اٹھ جاتی۔ عرب کا ایک مشہور شاعر لبید گزرا ہے وہ بعد میں اسلام بھی لے آیا اس نے ۱۷۰

سال کی عمر پائی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی وہ ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس سے شعر سُنا کرتے تھے اور صحابہؓ میں سے جس کسی کو کوئی رتبہ ملتا وہ اسے بلاتے اس سے شعر سُنتے اور اسے انعام دیتے ۔ جب حضرت عثمان بن مظعون نے پناہ واپس کردی تو ایک دن لبید مکّہ آیا اور اس نے ایک محفل میں شعر سُنانے شروع کیے حضرت عثمان بن مظعون بھی وہاں پہنچ گئے محفل میں بڑے بڑے رؤسا بیٹھے تھے ۔ اور سب لوگ لبید کو داد دے رہے تھے شعر پڑھتے پڑھتے لبید نے یہ مصرع پڑھا

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

یعنی اے لوگو! اچھی طرح سُن لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز تباہ ہونے والی ہے اس پر حضرت عثمان بن مظعون کہنے لگے " صَدَقْتَ " لبید تونے سچ کہا ہے ۔ لبید کو یہ بات بہت بُری لگی کہ وہ اتنا بڑا شاعر ہے اور یہ نوعمر نوجوان اسے داد دے رہا ہے ۔ لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا اور یہ دوسرا مصرع پڑھ دیا

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

یعنی ہر نعمت آخر تباہ ہوجانے والی ہے حضرت عثمان بن مظعون بھی بول پڑے اور کہنے لگے "کَذَبْتَ" تُونے جھوٹ بولا ہے جنّت کی نعمتیں کبھی تباہ نہیں ہوں گی لبید کو اس بات سے آگ لگ گئی اور اس نے کہا کہ مکّہ والو تم کب سے بداخلاق ہو گئے ہو پہلے تو اس نوجوان نے مجھے داد دی اور پھر اس نے مجھے جھوٹا کہا مَیں اس کے باپ کے برابر ہوں اس کے لیے تو مجھے جھوٹا کہنا جائز نہیں تھا کیا تم اپنے بڑوں کی ہتک کرنے لگ گئے ہو مکّہ والوں نے چونکہ اسے خود بلایا ہوا تھا اس لیے اسکی اس تقریر سے اشتعال پیدا ہو گیا ۔ اور ایک نوجوان نے غصہ میں حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ پر مُکّہ مارا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی انہیں پناہ دینے والا شخص وہیں موجود تھا اس نے یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگا عثمان کیا مَیں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میری پناہ واپس نہ کرو مکّہ والے تمہیں تنگ کریں گے لیکن تم نے میری بات نہ مانی اور پناہ واپس کردی اب تم نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا کہ تمہاری ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہے حضرت عثمان بن مظعون نے کہا آخر کیا ہوا خدا کی قسم میری دوسری آنکھ بھی چلا چلا کر کہہ رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے رستے میں مجھے بھی پھوڑ دو ۔ یہ ان لوگوں کی کیفیت تھی جو اسلام کی راہ میں دُکھ

اٹھانے میں ایک فخر اور لذت محسوس کرتے تھے یہی طریق آپ لوگوں کا ہونا چاہیئے اگر آپ لوگوں کو کوئی دُکھ پہنچے تو رو یا چلایا نہ کریں جماعت کے بعض دوست ایسے ہیں کہ اگر کوئی ان کو گالی بھی دے دے تو وہ مجھے لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم بہت سے مصائب میں مبتلا ہیں اور تحقیق پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں آواز آئی کہ مرزائی بڑے کافر ہیں لیکن حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ نکل جاتی ہے تکلیف سے وہ نڈھال ہو رہے ہوتے ہیں لیکن کہتے ہیں خدا کی قسم! میری تو دوسری آنکھ بھی اس بات کا انتظار کر رہی ہے کہ کوئی دشمن اسے بھی پھوڑ دے۔ حضرت عثمان بن مظعون کے اس شاندار فقرہ کا یہ اثر تھا کہ جب آپ فوت ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا جا اپنے بھائی عثمان بن مظعونؓ کے پاس۔ گویا آپؐ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو اپنا بیٹا قرار دیا اور ان کی یاد کو ایک لمبے عرصہ تک قائم رکھا تو دین کی راہ میں جو مصائب آئیں ان کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ لوگ ہمت ہار کر بیٹھ جائیں بلکہ ان کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ آپ اور زیادہ زور سے کام کرنا چاہیئے سورت نازعات کی چند آیات مَیں نے ابھی پڑھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمایا ہے کہ مومن وہی ہوتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا سارا زور لگا دیتا ہے اور جس کام میں وہ لگا ہوا ہوتا ہے اس میں وہ غرق ہو جاتا ہے اگر واقعہ میں کوئی ایسی جماعت ہو تو اس کو کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ اس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے دنیا میں ہمیں کئی لوگ ایسے نظر آتے ہیں کہ جن کے سامنے ان کے گھروں کو آگ لگ جاتی ہے تو انہیں اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ اور دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہو گیا اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی اور کام میں اتنے محو ہوتے ہیں کہ انہیں کسی دوسری چیز کا علم ہی نہیں ہوتا۔ یہ محویت مختلف لوگوں میں مختلف رنگوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر ڈانسن جنہوں نے انگریزی میں لغت لکھنی شروع کی تھی ان کے متعلق ان کے ایک دوست جو مشہور مصنف ہیں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اس جگہ گیا جو ڈاکٹر ڈانسن کو بہت پسند تھی اور مَیں نے دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے اور ڈاکٹر ڈانسن اپنا ہاتھ باہر نکالے کھڑا ہے مَیں نے اس سے کہا ڈاکٹر یہ تم کیا کر رہے ہو اس نے جواب دیا کہ مَیں شام کے بعد سے یہاں کھڑا ہوں اور روزانہ یہاں آکر کھڑا ہوتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مَیں نے ایک دفعہ کوئی غلطی کی تو میرے باپ نے مجھے سزا کے طور پر یہاں کھڑا کیا تھا مَیں نے اس سزا

کو بہت بُرا محسوس کیا اور سزا قبول کرنے کی بجائے میں کہیں باہر چلا گیا۔ اب جب میں بڈھا ہو گیا ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ اگر میں اپنے باپ کی بات مان لیتا تو اچھا تھا میں اس غلطی کا کفارہ ادا کرنے کے لیے روزانہ یہاں آتا ہوں تو دیکھو جن لوگوں کے دلوں میں احساس ہوتا ہے انہوں نے کوئی غلطی کی ہے یا یہ کہ ان کا کوئی فعل خدا تعالیٰ کے مقابلے میں غلطی کہلائے گا تو وہ اس کا کفارہ ادا کرتے ہیں آپ لوگوں کو بھی اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خدا تعالےٰ سے دعا کیا کریں کہ وہ اسے دور کرے لیکن اس تکلیف کے وقت دوسروں کو بلانا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو مارے تو وہ محلہ والوں کو بلانا شروع کر دے۔ اگر وہ بچہ ماں کے مارنے کی وجہ سے روتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر وہ کہتا ہے محلہ والو دوڑو اور مجھے میری ماں سے بچاؤ یہ درست نہیں ہوتا اس طرح اگر تمہیں کوئی بات تکلیف دیتی ہے تو خدا تعالیٰ کے آگے گڑگڑاؤ اور اس سے دعا کرو لیکن اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ دوسروں کے آگے واویلا شروع کر دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں میں خدا تعالیٰ کا شکوہ کرتا ہے اور اس کی رضا پر راضی رہنا پسند نہیں کرتا صحیح طریق یہی ہوتا ہے کہ وہ اس تکلیف کو برداشت کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اس کے ازالہ کے لیے دعا کرتا رہے غرض سورۂ نازعات میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنے کام میں اس طرح محو ہو جائے کہ اسے اپنے گرد وپیش کا بھی علم نہ رہے گرد وپیش سے ہٹ کر اپنے کام میں محو ہو جانے والا ہی سچا مومن اور اصل صداقت کو کھینچ لانے والا ہوتا ہے[1]

لجنات سے ایمان افروز خطاب

حضرت مصلح موعودؓ نے لجنات کے اجتماع میں سورۂ کوثر کی ایمان افروز تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے ابتر قرار دیتا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے محمد رسول اللہؐ کو اس اولاد سے بڑھ کر کوثر (روحانی اولاد) عطا کی ہے اور واقعات بتاتے ہیں کہ ابتر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہوئے جن کا کوئی نام لیوا نہ رہا، حتیٰ کہ ان کی اولاد بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد میں شریک

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۷ء صہ۳ ر۸

ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی روحانی اولاد ملی جو تا ابد آپ کا نام روشن رکھے گی۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہے اور یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا پس تمہارا فرض ہے کہ تم حقیقی معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی روحانی اولاد بنو۔[1]

انصار اللہ سے اثر انگیز خطاب

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو انصار اللہ مرکزیہ کے اجتماع سے ایمان پرور خطاب فرمایا جس میں سورہ والنّازعات کی ابتدائی آیات کی نہایت لطیف تفسیر بیان کی اور احمدیوں اور ان کے مبلغین کی قربانیوں اور یورپ میں اسلامی اثر کے نفوذ کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ دنیا میں چاروں طرف اسلام کی اشاعت کے لیے راستے کھول رہا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری جماعت قربانیوں کے میدان میں ہمیشہ آگے ہی آگے اپنا قدم بڑھاتی چلی جائے تاکہ ہر جگہ اسلام کو کامیابی کے ساتھ پھیلایا جاسکے بے شک دنیا ہماری مخالف ہے مگر کامیابی الٰہی سلسلہ کے لیے ہی مقدر ہوتی ہے۔ مخالفانہ تدبیریں سب خاک میں مل جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر دنیا میں غالب آکر رہتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ[2] کہ انسانوں نے بھی اسلام کو شکست دینے کی بڑی تدبیریں کیں اور ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے بھی اسلام کو فتح دینے کی تدبیریں کیں۔ لیکن وَاللہ خیر الماکرین۔ اللہ تعالیٰ کو بڑی تدبیریں کرنی آتی ہیں اور آخر اللہ تعالیٰ کی تدبیریں ہی جیتتی ہیں دیکھ لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دشمن نے کتنی تدابیر کیں لیکن بالآخر اسلام فاتح ہوا......... تو جس خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نشان دکھائے تھے۔ وہ خدا ہمارے زمانے میں بھی موجود ہے وہ بڈھا نہیں ہوگیا۔ وہ ویسا ہی جوان اور طاقتور ہے جیسے پہلے تھا صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے

---

[1] الفضل ۷؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۸ ؛ [2] آل عمران: ۵۵

اندر ایمان ہوئے[1]

میجر جنرل محمد اکبر خاں کی تصانیف پر تبصرہ

حضرت مصلح موعودؓ نے پاکستان کے مشہور جنرل اور ممتاز مصنف محمد اکبر خاں[2] کی کتاب "حدیث دفاع" پر حسب ذیل تبصرہ سپرد قلم فرمایا :-

"یہ چند سطور میجر جنرل محمد اکبر خاں صاحب کی کتابوں پر اظہار رائے کے طور پر لکھی جاتی ہیں۔ میجر جنرل محمد اکبر خاں صاحب کرنل کمانڈینٹ رائل پاکستان آرمی سروس کور پاکستان کی مخصوص شخصیتوں میں سے ہیں کیونکہ وہ صرف پاکستانی جرنیل ہی نہیں بلکہ علمی مذاق بھی رکھتے ہیں اور خصوصاً ایسا علمی مذاق جو اسلام کی ایسی تعلیمات کے متعلق تجسس رکھتا ہے۔ جو فوجی ٹیکٹس (TACTICS) کے متعلق ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے ان کی کتاب "حدیث دفاع" میرے دیکھنے میں آئی اس کے بعد کرنل الٰہی بخش صاحب جو لاہور کے مشہور فزیشن (PHYSICIAN) ہیں ان سے طبی مشورہ لینے کے لیے میں گیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ صرف ایک کتاب کا ذکر کرتے ہیں مگر وہ اس وقت کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ جو اپنی ذات میں نہایت مفید ہیں تب مجھے جنرل صاحب موصوف کی دوسری کتابوں کا تجسس پیدا ہوا اور آج میں اُن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں "حدیث دفاع" جو غالباً جرنیل صاحب کی پہلی کتاب ہے فوجی امور سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے معلومات کا ایک گراں قدر ذخیرہ ہے کیونکہ اس میں انہوں نے جنگ کے متعلق اسلامی احکام اور صحابہؓ کے اعمال کو روشن کیا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر مسلمان جس کو اسلام کی خوبیوں کو معلوم کرنے کا شوق ہوگا وہ اس کتاب کو پڑھ کر نہ صرف اسلام کے متعلق اپنی معلومات کو بڑھائے گا بلکہ اسلام کی عظمت کا پہلے سے بھی زیادہ قائل ہو جائے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب تبلیغِ اسلام میں بھی کام آسکتی ہے۔ اور اگر اس کتاب

---

[1] الفضل ۷، نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴

[2] ولادت ۱۸۹۵ء وفات ۱۶ جنوری ۱۹۸۴ء۔ پاکستانی فوج کے پہلے میجر جنرل اور قائداعظم کے فوجی مشیر تھے۔ انہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام، عظیم مسلمان سپہ سالاروں اور حربی طریقوں پر کم و بیش چار درجن کتابیں لکھیں۔

کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تو انگریزی جاننے والے ملکوں میں غیر مسلموں کو اسلام سے روشناس کرانے میں ایک نہایت اعلیٰ ذریعہ ثابت ہو گی۔

دوسری کتاب یا کم از کم وہ دوسری کتاب جو مجھے ملی ہے جنرل صاحب کی تصنیف "اسلحہ جنگ" ہے۔ یہ کتاب "حدیث دفاع" کی طرح براہ راست تو اسلام پر کوئی روشنی نہیں ڈالتی لیکن فوج کے ساتھ تعلق رکھنے والے زمانہ حال کے ہتھیاروں سے پبلک کو بہت عمدہ طور پر روشناس کراتی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ پرانے زمانے میں جنگ کے جیتنے کے لیے جو آلات ایجاد ہوئے تھے موجودہ زمانہ میں ان کو ترقی دے کر ایک ایسی شکل مل گئی ہے کہ دونوں میں موازنہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ پہلے ایشیا جنگی ہتھیاروں میں ترقی کر رہا تھا مگر اب یورپ کی توجہ اس طرف ہو گئی ہے۔ بلکہ امریکہ بھی اس دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے اس ضمن میں انہوں نے جرمنی کی ان کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے جو پچھلی جنگ کے جیتنے کے لیے اس نے کی تھیں اور ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے پاکستان کی حکومت فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ چونکہ جرنیل صاحب دوسری عالمگیر جنگ میں بھی شامل رہے ہیں اس لیے ان کو نئے ہتھیاروں کا بھی خاص علم ہے۔ جس سے فائدہ اٹھانا ان کی قوم اور ان کی حکومت کا فرض ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں نئے ہتھیاروں کے متعلق بڑی بحث کی ہے غالباً ایچ بم اور ایٹم بم کے متعلق وہ کچھ نہیں لکھ سکے اس لیے کہ یہ دونوں بم آج تک امریکہ کے فوجی محکمے کا راز رہے ہیں اور امریکہ نے آج تک حلیفوں کو بھی اس راز سے آگاہ نہیں کیا لیکن آہستہ آہستہ وہ راز پھیل رہا ہے اور اب شاید چند سال کی دیر لگے گی جس میں یہ راز عالمگیر سائنس بن جائے گا اور سب دنیا اس سائنس سے فائدہ اٹھانے لگ جائے گی۔ خدا کرے جس طرح ایٹمی ہتھیاروں سے امن کے زمانے میں فائدہ اٹھانے کے لیے جو انجمن بنائی گئی ہے اس میں عزیزم پروفیسر عبد السلام کو جو پاکستان میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے اس طرح جنگی کاموں میں ایٹمی طاقت کے استعمال کرنے کے متعلق جو انجمنیں بنائی جائیں ان میں مزید پاکستانی سائنسدانوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے اور پاکستان بھی ایسا ہی مضبوط ہو جائے جیسا کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں۔

میں ان مختصر الفاظ پر اپنے ریویو کو ختم کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ ہمارے اہل ملک کو علمی امور سے تغافل کرنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ بلکہ ان علوم سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے ہر چھوٹے بڑے

کو اپنے مطالعہ کو وسیع کرنا چاہیئے جس میں میجر جنرل محمد اکبر خاں کی کتابیں "حدیث دفاع" اور "اسلحہ جنگ" بہت ممد ثابت ہوں گی ؎

دستخط مرزا محمود احمد"

ایک جعلی خط اور عدالتی فیصلہ

اخبار "پاک کشمیر" راولپنڈی نے اپنی ایک اشاعت میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے نام سے ایک جعلی خط شائع کیا یہ اُس جھوٹے اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کی ایک کڑی تھا جو اُن دنوں مخالف پریس جماعت احمدیہ کے خلاف کر رہا تھا اس وضعی خط کی اشاعت پر اخبار تسنیم (لاہور) نوائے پاکستان (لاہور) اور کوہستان (لاہور، راولپنڈی) نے بہت زہر اُگلا۔ اس جھوٹے پراپیگنڈہ کے نتائج چونکہ سلسلہ احمدیہ کے لیے سخت نقصان دہ ہو سکتے تھے اس لیے عدالت کی طرف رجوع کیا گیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے اخبار مذکور کے ایڈیٹر اور پرنٹر و پبلشر کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دیا جس پر ایڈمنسٹریٹو سول جج صاحب جھنگ نے مقدمہ کا فیصلہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے حق میں دیا اور اخبار "پاک کشمیر" (راولپنڈی) پر ۵۲۵۰ روپے کی ڈگری دی اور قرار دیا کہ مدعی اس رقم سے بھی زیادہ ہرجانہ طلب کر سکتا تھا اس منصفانہ فیصلہ کے انگریزی متن کے چند اقتباسات کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"مرزا ناصر احمد ایم۔اے آکسن پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ مدعی

بنام مسٹر محمد فیاض عباسی ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر اخبار پاک کشمیر راولپنڈی و مسٹر عنایت اللہ مدعا علیہم ولد محبوب عالم پروپرائٹر کوہستان پریس راولپنڈی۔

دعویٰ وصولی ۵۲۵۰/- روپیہ بابت ہرجانہ ازالہ حیثیت عرفی۔

عرضی دعویٰ اور اخبار پاک کشمیر میں مطبوعہ خط اور اس کے متعلق اخبار مذکور کی مخالفانہ تنقید اور الزامات کا ذکر کر کے عدالت کی مندرجہ ذیل قرار دادیں واضح اور روشن ہیں:۔

بیانات مذکور سے ظاہر ہے کہ مدعا علیہم نے مدعی کی تحقیر توہین اور تضحیک کی کوشش انتہائی طور

؎ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء صہ۳

پر کی ہے۔ جس سے وہ سوسائٹی میں قابلِ نفرت سمجھا جائے۔ پس انتہا درجہ کی ہتک عزّت کی جانی ظاہر ہے "۔

" شہادت مدعی سے پورے طور پر ثابت ہے کہ جو خبر اخبار نے شائع کی وہ جھوٹ تھی اور کینہ اور بدنیتی پر مبنی تھی۔ اور یہ خبر دوسرے اخبارات میں بھی درج کی گئی "۔

" جہاں تک ہرجانہ کی تعداد اور ذمہ داری کا سوال ہے قانون صاف ہے کہ تمام وہ اشخاص جو ایسی خبر کے چھاپنے میں ممد و معاون ہوں یا چھاپنے کی اجازت دیں وہ اس کی اشاعت کے پورے طور پر ذمّہ دار ہوتے ہیں اور انہیں ایسی ڈیفنس دینے کا حق نہیں ہے کہ وہ مضمون کے ہتک آمیز ہونے سے بے خبر تھے یا یہ کہ ان کا رویہ معقول اور احتیاط آمیز تھا۔ ہرجانہ کی تعداد کے متعلق مسٹر اوڈگرز لک کی کتاب میں درج ہے۔ کہ شریف آدمی کے لیے اس کی عزّت اور شہرت جسمانی سلامتی اور آزادی سے کم قیمت نہیں رکھتی۔ بلکہ بعض حالات میں یہ عزّت اور شہرت زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اس لیے ہرجانہ کی مقدار اس اصول کو مدِّ نظر رکھ کر مقرر ہونی چاہیئے۔ گو حالات ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ہرجانہ کو کم کرنے والے یا زیادہ کرنے والے ہوں۔ مقدمہ ہذا میں ہرجانہ کو کم کرنے والے حالات مفقود ہیں اور اس کو زیادہ کرنے والے حالات کثیر ہیں روئداد میں کوئی بات نہیں پائی جاتی جس سے ثابت ہو کہ مدعا علیہم کے لیے کوئی وجہ جواز تھی یا ان کی بدنیتی نہیں تھی یا انہوں نے کوئی معذرت پیش کی۔ یا یہ کہ مدعی کی طرف سے کسی قسم کا سبب پیدا کیا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس ظاہر ہے کہ مدعی کے متعلق بدزبانی اختیار کی گئی اور شدید قسم کے الزام لگائے گئے اور دیدہ و دانستہ بدنیتی سے اعلانیہ مدعی کی ہتک کی گئی۔ شہادت سے ثابت ہے کہ مدعی ایک اعلیٰ رتبہ کا آدمی ہے اور ایک باحیثیت گھرانے کا فرد ہے ہتک عزّت ایک اخبار کے ذریعہ کی گئی جس کی وسیع اشاعت ہوئی اور یہ اشاعت مستقل قسم کی ہے "۔

" لاء آف ٹارٹ مصنفہ رتن لال ص ۱۴۹ پر حسبِ ذیل اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اخبارات پر وہی قاعدے حاوی ہیں جو دوسرے تنقید کرنے والوں پہ عائد ہوتے ہیں۔ اور گو اخبارات کو قدرے وسعتِ بیان حاصل ہے خاص حقوق حاصل نہیں خواہ ان کو کچھ آزادی بھی دی گئی ہو اخبارات کو کوئی حق نہیں کہ غیر موزوں ریمارک دیں یا کسی شخص کے چلن پر الزامات لگائیں یا اس کے پیشے پر کوئی الزام عائد کریں۔ اخباری تنقید کا دائرہ اسی قدر وسیع ہے جیسا کہ کسی اور مضمون کا اس سے زیادہ نہیں۔ گو اخبارات کا فرض ہے کہ وہ اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہر قسم کی خبر شائع کریں۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو پبلک کی دلچسپی کا موجب

ہو وہ قانون کی زد سے باہر ہو۔ جو صحافی ہتک آمیز اور جھوٹی شکایات شائع کرتا ہے وہ قانون کی زد سے باہر نہیں بلکہ اس پر اس بات کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ غلط بیانیوں سے اجتناب کرے۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ کہ اخبار کے مندرجات کی اشاعت ایک شخص کے اقوال کی اشاعت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور چونکہ ایسی خبر چھپ جاتی ہے اس لیے ناواقف آدمی اکثر اس کی تردید نہیں کرتے"۔

"اگر ہتک آمیز مضمون کسی اخبار میں چھپے تو پروپرائٹر۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر پبلشر سب پر یکجایا علیحدہ علیحدہ دعویٰ ہو سکتا ہے اور مشترکہ اشاعت کی صورت میں ہر ایک مدعاعلیہ تمام ہرجانہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ پروپرائٹر ہتک آمیز مضمون کا ذمہ دار ہوتا ہے جو اخبار میں چھپے خواہ یہ اشاعت اس کی غیر حاضری اور بے خبری میں ہوئی ہو یا اس کے منشاء کے خلاف ہوئی ہو۔ اس مقدمہ میں ہتک آمیز مضمون کی نوعیت اور وسعت اشاعت کے پیشِ نظر اور نیز فریقین کی حیثیت مقدمہ کے ماحول کو دیکھتے ہوئے میں قرار دیتا ہوں کہ مبلغ -/۲۵۰ روپے منصفانہ طریق بلکہ نرم طریق پر مدعی کا حق ہے۔ مندرجہ بالا قراردادوں کی روشنی میں دعویٰ مدعی کی ڈگری معہ خرچہ دی جاتی ہے"۔ ۵۷/۱۱/ ۲۸ [1]

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کا سفر سیالکوٹ

۱۴، ۱۵، نومبر ۱۹۵۷ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا دوسرا وطن قرار دیا ہے۔ اس مختصر مگر نہایت بابرکت سفر میں اپنوں اور بیگانوں نے ہر جگہ آپ کا پُرجوش اور شاندار استقبال کیا۔ آپ نے ڈسکہ، سیالکوٹ گھٹیالیاں اور داتہ زید کا میں بہت مؤثر تقاریر فرمائیں جس سے اس علاقہ میں بیداری کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

اخبار "الفضل" کے خصوصی نامہ نگار کے قلم سے اس یادگار سفر کے حالات درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

ایک عرصہ سے جماعتہائے احمدیہ سیالکوٹ کی یہ دلی خواہش تھی۔ کہ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) ان کے ہاں تشریف لائیں۔ لیکن محترم صاحبزادہ صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے ان کی دعوت کو منظور نہ فرما سکے۔ آخر مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر سیالکوٹ کے

---

[1] الفضل ۸ راپریل ۱۹۵۸ء صہ ۳

نمائندگان نے اپنے امیر ضلع مکرم بابو قاسم الدین صاحب کی سرکردگی میں محترم صاحبزادہ صاحب سے مل کر اپنی درخواست کو دوہرایا جسے آپ نے منظور فرماتے ہوئے ۱۴ اور ۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء کی تاریخیں مقرر فرمائیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۱۴ نومبر کو صبح پونے چھ بجے بذریعہ کار سیالکوٹ کے لیے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ حضرت مولوی محمد الدین صاحب ناظر تعلیم۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب قائد مال انصار اللہ مرکزیہ اور مکرم چوہدری فضل احمد صاحب نائب ناظر تعلیم بھی تھے۔ آپ کا یہ قافلہ سوا نو بجے ڈسکہ پہنچا۔ جہاں شہر سے باہر خواجہ محمد امین صاحب کے ساتھ جماعت نے آپ کا شاندار طریق پر استقبال کیا۔ ڈسکہ کی ساری جماعت کے علاوہ علاقہ کی جماعتوں کے نمائندگان بھی موجود تھے۔ سیالکوٹ شہر سے امیر ضلع مکرم بابو قاسم الدین صاحب بھی ایک جماعت کے ساتھ پہنچے ہوئے تھے۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے سب احباب کو معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔ اور پھر اس جگہ تشریف لے گئے۔ جہاں ناشتہ کا انتظام تھا۔ یہاں شہر کے غیر احمدی اور غیر مسلم معززین بھی موجود تھے جنہوں نے صاحبزادہ صاحب کا خیر مقدم کیا۔ دوستوں کی خواہش پر صاحبزادہ صاحب نے مجمع کو خطاب فرمایا اور اس امر پر زور دیا۔ کہ اگر ہمارے ملک میں دیانت اور صداقت پیدا ہو جائے تو ہم بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے غیر ملکوں کی مثالیں دے کر بتایا ہے۔ کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ دین کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ اپنے کاموں میں کس طرح دیانتداری سے کام لیتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آپ کی اس تقریر کو سب نے ہی بہت سراہا۔ جس کے بعد ایک غیر احمدی دوست نے فارسی زبان میں اپنے چند اشعار جو انہوں نے رات ہی محترم صاحبزادہ صاحب کی آمد کا علم ہونے پر ان کی شان میں کہے تھے۔ سنائے۔

اس تقریب کے ختم ہونے پر آپ ساری جماعت کے ساتھ پیدل ہی بیت احمدیہ میں تشریف لے گئے۔ جو حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے اور جس کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اس بیت کی تعمیر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس کا سارا خرچ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے دیا ہے۔ یہاں محترم صاحبزادہ صاحب نے لمبی دعا فرمائی۔ میاں ابراہیم صاحب عابد اور میاں نذیر احمد صاحب اور خواجہ محمد امین صاحب امیر حلقہ اور دوسرے احباب نے تمام انتظامات بہت عمدگی سے کیے۔

ڈسکہ سے روانہ ہو کر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اپنے قافلہ کے ہمراہ ساڑھے بارہ بجے کے قریب سیالکوٹ پہنچے جہاں دوپہر کے کھانے کا انتظام خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ٹھیکیدار نے

نے کیا ہوا تھا۔ اس تقریب میں شہر کے بعض معززین وکلاء ایم۔ ایل۔ اے اور دیگر معززین بھی شریک ہوئے کھانے کے بعد قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک مختلف مضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ شام کا ناشتہ مکرم سید امجد علی شاہ صاحب نے پیش کیا۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں جامعہ بیت احمدیہ میں ہوئیں جو حضرت مولوی محمد الدین صاحب نے پڑھائیں۔

انصار اللہ سے خطاب نماز عشاء کے بعد مجلس انصار اللہ کا اجلاس زیر صدارت مقامی زعیم اعلیٰ سید امجد علی شاہ صاحب منعقد ہوا۔ جس میں سیالکوٹ کے انصار اللہ کے علاوہ خدام اور اطفال بھی شریک ہوئے محترم صاحبزادہ صاحب نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک ایمان پرور تقریر فرمائی اور آخر میں دعا فرمائی۔ دعا کے وقت جو سوز وگداز کا نظارہ تھا۔ وہ تحریر میں نہیں آسکتا۔

اس موقع پر کسی چندہ وغیرہ کی تحریک نہ کی گئی تھی۔ تاہم ضلع کے امیر مکرم بابو قاسم الدین صاحب نے اپنی ذمہ واری کو سمجھتے ہوئے بعض انصار اللہ کو تعمیر فنڈ میں حصہ لینے کیلئے کہا جس پر مندرجہ ذیل پیشکش انصار اللہ نے اپنے نائب صدر محترم کے سامنے کی پیش کی۔

۱۔ مجلس شہر سیالکوٹ :	۱۵۰۰
۲۔ " ڈسکہ :	۲۰۰
۳۔ مجالس امارت پوہلا مہاراں :	۶۰۰
۴۔ " داتہ زید کا :	۷۰۰
کل :	۳۰۰۰

جلسہ کے اختتام پر دوستوں کی خواہش پر صاحبزادہ صاحب نے تمام دوستوں کو مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔

رات کے کھانے پر مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ نے رجن کے مکان پر صاحبزادہ صاحب اور ان کے ساتھی فروکش تھے) مقامی کالجوں کے پرنسپل اور بعض پروفیسر اور وکلاء و دیگر معززین شہر کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ کھانے کے بعد سب سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور یہ سلسلہ رات گیارہ بجے تک جاری رہا۔ فجر کی نماز کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے بابو فضل الدین صاحب کے مکان پر ناشتہ کیا جس کے بعد آپ حلقہ امارت پوہلا مہاراں اور داتہ زید کا کے دورہ

کے لیے روانہ ہوئے۔

پوہلا مہاراں میں آمد

جس وقت محترم صاحبزادہ صاحب پوہلا مہاراں سے ڈیڑھ میل دور رہ گئے۔ تو سب سے پہلے نہر کی پٹڑی پر دونو اماروں کے نمائندگان نے آپ کا استقبال کیا یہ سب لوگ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور موٹر کے ساتھ ساتھ گاؤں تک گئے گاؤں سے باہر اس امارت کے تمام دوست اپنے امیر چوہدری غلام محمد صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے رفیقوں میں سے ہیں۔ کی سرکردگی میں استقبال کے لیے جمع تھے۔ جنہوں نے نہایت پُرجوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔ کچھ عرصہ چوہدری غلام محمد صاحب کے ہاں ٹھہرنے کے بعد دوپہر کا کھانا حاجی اللہ بخش صاحب کے ھاں منگوے میں تناول فرمایا اور وہاں سے گھٹیالیاں تشریف لے گئے۔ ہائی سکول کے وسیع میدان میں نمازِ جمعہ کا انتظام تھا۔ مستورات کے لیے پردہ کا اور آواز پہنچانے کے لیے لاؤڈ سپیکر کا تسلی بخش انتظام تھا یہاں کئی ہزار کا مجمع تھا۔ جس میں غیر احمدی شرفاء بھی تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں کا تمام عملہ اور طلباء اپنے ہیڈ ماسٹر چوہدری غلام حیدر صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی کی سرکردگی میں استقبال کے لیے موجود تھے۔ جنہوں نے پُرجوش نعرے لگائے اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سب مجمع استقبال میں شریک ہوا۔

نماز جمعہ محترم صاحبزادہ صاحب نے پڑھائی۔ اور ایک لطیف خطبہ ارشاد فرمایا نماز عصر کے بعد سکول کے مینجر کرم بابو قاسم الدین صاحب نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ جس کا جواب صاحبزادہ صاحب نے دیا۔ اور کارکنان سکول کو زریں ہدایات سے نوازا اور سکول کو ہر لحاظ سے ترقی کی اعلیٰ منازل پر پہنچانے کی تلقین کی صاحبزادہ صاحب کی تقریر سے متاثر ہوکر بہت سے دوستوں نے سکول کی امداد کے وعدے کیے۔

ان تقریبات کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب دانہ زید کا تشریف لے گئے۔ گاؤں سے آدھ میل باہر اس امارت کے احباب اپنے امیر چوہدری بشیر احمد صاحب کی سرکردگی میں اھلاً وَّ سَھلاً وَّ مَرْحبًا۔ کہنے کے لیے بیتاب تھے۔ صاحبزادہ صاحب کے موٹر سے اترتے ہی تمام فضاء نعروں سے گونج اٹھی۔ سارا مجمع آپ کی معیت میں نعرے لگاتا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا گاتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں پڑھتا پیدل ایک جلوس کی صورت میں گاؤں میں آیا۔ چوہدری بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے عصرانہ پیش

کیا جس کے بعد ربوہ کے لیے واپسی ہوئی۔ تمام جماعت دور تک چھوڑنے کے لیے آئی۔

اس دو دن کے مختصر دورہ میں احباب جماعت نے جس اخلاص، محبت اور عقیدت کا اظہار کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہر جگہ دوستوں نے نہایت مسرت کا اظہار کیا اور بڑی بڑی دور سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پوتے کی ملاقات کے لیے آئے جس کا ذکر خدا تعالیٰ کی وحی[1] میں بھی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کے اس دورہ میں مکرم بابو قاسم الدین صاحب ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔ چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ، چوہدری اشفاق احمد صاحب، بابو فضل الدین صاحب، خواجہ عبدالرحمٰن صاحب اور مرزا محمد حیات صاحب بھی قریباً ہر وقت ساتھ رہے اور صاحبزادہ صاحب کی ضلع سیالکوٹ سے روانگی کے بعد واپس سیالکوٹ آئے اسی طرح چوہدری بشیر احمد صاحب دانہ زید کا، ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب، میاں محمد امین صاحب اور چوہدری محمد عبداللہ صاحب نے بھی انتظامات میں بہت امداد کی جزاھم اللہ احسن الجزاء"[2]

ادارۃ المصنفین کا قیام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے دارالھجرت ربوہ میں جہاں سلسلہ کے اردو لٹریچر کی اشاعت کے لیے الشرکۃ الاسلامیہ اور انگریزی لٹریچر کی اشاعت کے لیے اورینٹل کمپنی کا قیام فرمایا۔ وہاں قرآن مجید۔ اس کے ترجمہ اور تفسیر، حدیث، تاریخ احمدیت اور اسلامی لٹریچر کی وسیع اشاعت کے لیے ۲۸ نومبر ۱۹۵۷ء کو ادارۃ المصنفین کا قیام فرمایا۔ حضور نے پہلے سال کے لیے مندرجہ ذیل ممبران مقرر فرمائے۔

۱۔ قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے پروفیسر آف فلاسفی کراچی یونیورسٹی (صدر)

۲ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ

---

[1] "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ (ترجمہ) ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا" (حقیقۃ الوحی طبع اول ص۹۵ اشاعت ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء۔ بدر ۱۵ راپریل ۱۹۰۶ء ص۲ تذکرہ طبع چہارم ص۶۰۸ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ اشاعت ۱۹۷۷ء

[2] الفضل ۲۱ رنومبر ۱۹۵۷ء ص۵-۸

۳۔ شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور

۴۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ

۵۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ

۶۔ مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری پروفیسر دینیات تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۷۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ

۸۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ (مینجنگ ڈائریکٹر)[1]

حضور نے پہلے سال کے لیے مکرم قاضی محمد اسلم ایم اے کو ادارہ کا صدر اور مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو مینجنگ ڈائریکٹر مقرر فرمایا۔

ادارہ کے بنیادی قواعد و ضوابط کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے خود ہدایات ارشاد فرمائیں۔ جنہیں مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے انگریزی زبان میں مرتب کیا۔ قواعد و ضوابط تیار ہونے کے بعد ۲؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت ادارہ لاہور میں رجسٹرار کے دفتر میں رجسٹرڈ ہوا۔

ادارہ کے دفتر کے لیے ایک کمرہ حضور نے خلافت لائبریری واقعہ قصر خلافت میں ادارہ کے قیام سے پہلے ہی تیار کروا دیا تھا۔ جس کی جگہ کی تعیین خود حضور نے موقعہ پر تشریف لا کر مکرم سید سردار حسین صاحب اوورسیر صدر انجمن احمدیہ کو کروائی۔ اور کمرہ تیار ہونے پر حضور نے دوبارہ اس کا معائنہ فرمایا۔

ادارۃ المصنفین کا پہلا بجٹ یہ ادارہ چونکہ حضرت مصلح موعودؓ ہی کے ارشاد مبارک پر معرض وجود میں آیا تھا اس لیے اسے شروع ہی سے حضور کی سرپرستی اور رہنمائی کا شرف حاصل رہا۔ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو حضور نے اس کا پہلا بجٹ منظور فرمایا جو دو ماہ کا تھا اور گیارہ ہزار اٹھائیس روپے تیرہ آنے پر مشتمل تھا۔[2]

---

[1] الفضل ۲۲؍ دسمبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۵ ۔ [2] اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو یادداشتوں سے مزید تفصیلات کا پتہ چل سکے گا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۵ پر)

پہلا اجلاس ادارۃ المصنفین کا پہلا اجلاس ۲۹ ؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو اس کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات ریکارڈ کیے گئے۔ ادارہ المصنفین کے قیام سے پہلے تفسیر صغیر کا ایڈیشن اوّل تیار ہو چکا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اس کی آمد کو بنیاد بنا کر آئندہ کتب کی اشاعت کا پروگرام بنایا جائے۔ چنانچہ مئی ۱۹۵۸ء کے اجلاس میں ادارہ کا بجٹ آمد ۲۹۳۵۰/- روپے اور

(تجویز منظور ہے ۱۵/۱۲)

پہلی یادداشت:۔ ۱۔ مولوی نورالحق صاحب (مکرم ابوالمنیر نورالحق صاحب مینجنگ ڈائریکٹر مراد ہیں) کی تنخواہ ۱۴۰/۲۵ گرانی ۳۰ ۲۰۴/۸/۱۲ = ۲۰۳/۱۲/- مصدقہ حافظ عبدالسلام صاحب

۲۶/۴/۵۸

۲۔ مولوی نورالحق صاحب کی تنخواہ دستخطی مقررہ اصل کاغذات ۵۷/۱۲/۲۳

۳۔ کلرک کی تنخواہ رکھنے کی منظوری ۵۰ * ۲۰ = ۷۰/- ۵۷/۱۲/۱۲ مع دستخط حضور

۴۔ بجٹ ادارۃ المصنفین فرنیچر ۱۰۰ ڈاک سٹیشنری ۳ ماہ ۱۰۰/- متفرق ۵۰/- سائیکل ۲۵۰/- ۔ مددگار کارکن ۳۰+۲۰ = ۵۰/- مع دستخط حضور ۵۸/۱/۱۱

۵۔ منظوری برائے طباعت تاریخ احمدیت ل۔ ب منظوری تقرر آڈیٹر الاؤنس ۱۵/- بلا تاریخ

۶۔ تبویب کا بجٹ مع چھ معاونین عملہ ۱۹۵۸/۱۲/۱۳ - الاؤنس ۱۱۷۰/- سائر خرچ ۶۰۰/- خرچ پہاڑ چار ماہ ۱۳۰۰/- (دستخط حضور) منظور ہے ۱۹۵۷/۱۲/۱۵

کل ۱۱۰۲۸/۱۳/-

ثاقب صاحب (مولوی محمد احمد صاحب ثاقب پروفیسر جامعہ احمدیہ ناقل) کا معاوضہ ۳۹۰/- برائے دو ماہ۔

دوسری یادداشت:۔ مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری معرفت مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے (آپ کی رپورٹ پر) کہ چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر کو بھی شامل کر کے ادارۃ المصنفین کے حسابات اور بجٹ کو تیار کیا جائے نیز فرمایا ہے کہ فی الحال جس بجٹ پر میرے دستخط ہیں دو ماہ کے لیے منظور کرتا ہوں اتنے میں آپ چیک کر لیں۔ یہ عارضی منظوری ہو گی۔ (بقیہ صفحہ ۵۱۶ پر)

خرچ -/۲۳۹۵۸ روپے تجویز ہوا۔

ادارہ کے قانون کے مطابق ہر سال ممبران کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح سے لی جانی ضروری تھی۔ چنانچہ مختلف اوقات میں منظوری کے وقت ادارہ کے ممبران میں تبدیلی ہوتی رہی تاہم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۸۴ء کے آغاز تک مینجنگ ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز رہے اور آپ کی خدمات مسلسل ربع صدی تک ادارہ کے لیے وقف رہیں۔ اور اس عرصہ میں آپ کی نگرانی میں نہایت قیمتی لٹریچر تیار ہو کر شائع ہوا۔ جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔ ۱۹۸۴ء کے اوائل میں مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تفسیر کے کام کے لیے مخصوص فرما دیا۔ اور آپ کی جگہ پر مکرم چوہدری رشید الدین صاحب سابق مبلغ لائبیریا کو ادارہ کا مینجنگ ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ محترم قاضی محمد اسلم صاحب کے بعد بالترتیب مندرجہ ذیل اصحاب نے ادارہ کی صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۱۹۷۳ء)

۲۔ مکرم میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودہا (۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۸ء)[1]

۳۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۲ء)

۴۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (۱۹۸۲ء)

۱۹۸۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم ملک سیف الرحمن صاحب کو صدر مقرر فرمایا۔ ۱۹۸۴ء میں جبکہ آپ بیرون پاکستان تھے۔ آپ کے قائمقام کی حیثیت سے محترم عبدالحی صاحب ناظر اشاعت نے ادارہ کا چارج سنبھالا۔ بعدازاں یہ ادارہ نظارت اشاعت میں مدغم کر دیا گیا

[1] آپ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۵ء تک ادارہ کے نائب صدر رہے

نیز فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شخص جو اس عہدہ پر ہے وہ مستقل مقرر ہو جائے۔

نیز فرمایا اس دو ماہ میں مولوی نورالحق صاحب کے دستخطوں سے بل آڈیٹر صاحب منظور کریں (دستخط مرزا محمود احمد) لہٰذا اب حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے ماہ اپریل ۱۹۵۸ء کا بل جو قابل دستخط ہے اور جو اصل کاغذات مولوی نورالحق صاحب نے منظوری کے لیے حضور کو دیئے تھے وہ بھی واپس ارسال ہیں ان کو بجٹ پیش کرتے وقت پھر ساتھ ہی واپس کر دیں فی الحال ارسال ہیں تاکہ ادائیگی رقوم میں دقت نہ ہو۔ خاکسار عبدالرحمن انور" ۱۹۵۸/۴/۳۰ء

[illegible]

ادارہ کے مذکورہ بالا ممبران کے علاوہ جو حضرات خلافت ثالثہ کے عہد مبارک میں مختلف اوقات میں ادارہ کے ممبر رہے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم اے (۱۹۶۷ء)

۲۔ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے (۱۹۶۷ء)

۳۔ چوہدری محمد علی صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ (۱۹۷۱ء۔۷۲)

۴۔ مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ (۱۹۷۶ء۔۷۷)

۵۔ سید محمود احمد صاحب ناصر " " " (۱۹۷۷ء۔۷۸)

۶۔ ملک مبارک احمد صاحب " " " (۱۹۷۹ء۔۸۰)

۷۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر ناظم دارالقضاء ربوہ (۱۹۷۹ء۔۸۰)

خلافت رابعہ کے آغاز میں صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب (نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ) و مکرم سید عبدالحی صاحب (ناظر اشاعت) اور ۱۹۸۳ء میں مکرم مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی (وکیل التصنیف) انجمن احمدیہ تحریک جدید ممبر نامزد ہوئے۔

۱۹۸۴ء۔۸۵ کے ممبران ادارہ کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ ۔ صدر

۲۔ میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودہا

۳۔ نور محمد صاحب نسیم سیفی وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ

۴۔ سید عبدالحی صاحب ناظر اشاعت ربوہ

۵۔ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

۶۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ربوہ

۷۔ چوہدری رشید الدین صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ربوہ

ادارۃ المصنفین کا شائع کردہ لٹریچر

ادارۃ المصنفین کی طرف سے ۱۹۸۰ء تک حسب ذیل لٹریچر شائع ہوا۔

۱۔ تفسیر صغیر۔ لیتھو ایڈیشن دسمبر ۱۹۵۷ء پانچ ہزار۔ عکسی ایڈیشن ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء وآفسٹ

۱۹۷۷ء انیس ہزار - کل چوبیس ہزار

۲- **تبویب مسند احمد بن حنبل جلد اوّل** - مسند احمد میں ہر صحابی کی مسند الگ الگ ہے جس کی وجہ سے اِن کی احادیث سے بآسانی استفادہ نہیں کیا جا سکتا تھا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ارشاد فرمایا - کہ مسند احمد کی احادیث کو باب وار کر دیا جائے - تاکہ استفادہ میں آسانی پیدا ہو جائے - چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زیرِ ہدایت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممتاز علماء نے نو ماہ تک مسلسل کام کر کے مسند کی جملہ احادیث کو باب وار جمع کیا - ان میں سے صرف ایک جلد شائع ہو سکی - باقی مسودہ دفتر ادارۃ المصنفین میں محفوظ ہے - اندازاً اس کی انیس جلدیں ہوں گی -

۳- **ہدایۃ المقتصد** اردو ترجمہ ہدایۃ المجتہد مصنفہ علامہ ابن رشد (مترجم مولوی محمد احمد صاحب ثاقبؔ) صرف ایک جلد ۱۵ اپریل ۱۹۵۸ء کو شائع ہوئی - جو نکاح - طلاق اور خلع کے مسائل پر مشتمل ہے - اس کتاب کو اونچے علمی طبقہ میں بہت پسند کیا گیا -

چنانچہ محترم ایس اے رحمٰن صاحب جج سپریم کورٹ پاکستان نے اس کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمایا :-

میں نے علامہ ابن رشد کی کتاب ہدایۃ المجتہد کا اردو ترجمہ ہدایۃ المقتصد دیکھا ہے - اصل کتاب میرے پاس نہیں - اس لیے ترجمہ کے متعلق رائے نہیں قائم کر سکتا کہ کس حد تک اصل سے ہم آہنگ ہے لیکن نفسِ مضمون اور اسباب وصل کی بحث کے لحاظ سے یہ کتاب بے حد مفید ہے - اور فقہی ادب میں گراں قدر اضافہ ہے -

۴- **۱۹۵۳ء کے فسادات کا پس منظر** - یہ کتابچہ مکرم مہاشہ فضل حسین صاحب نے مرتب فرمایا تھا - جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا -

۵- تاریخ احمدیت جلد ۱ تا جلد ۱۸ (مؤلفہ دوست محمد شاہد)

۶- **المبشرات** - (مؤلفہ دوست محمد شاہد) سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے پورے ہونے والے رؤیا و کشوف اور الہامات کا مجموعہ ادارہ نے اسے ابتداءً ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا - اور پھر اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا -

۷- **شرح مسند بخاری جلد ۳ تا ۱۵** - ۱۹۲۶ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بخاری شریف کی شرح کا اہم کام حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت سے

ضروری کام ہیں۔ جو کرنے کے ہیں۔ مگر ان کی طرف توجہ نہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کے ترجمہ اور اس کی شرح کا کام بھی نہایت ضروری اور اہم ہے، اگر ہم نے نہ کیا۔ تو ان لوگوں سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور جو آپ کے فیضان سے براہِ راست مستفیض نہیں ہوئے۔ غیروں کے تراجم اور حواشی رہ جائیں گے اور جو اناپ شناپ لکھا ہوا ہوگا۔ اس پر دارومدار ہوگا۔ اور پھر بعد از وقت اعتراضوں کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کے جواب کی سوجھے گی۔

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے سپرد سلسلہ کے بہت سے اہم کام تھے۔ تاہم آپ نے دیگر کاموں کی سرانجام دہی کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۲ء تک مسند بخاری کے انیس پاروں کی شرح و ترجمہ مکمل کر لیا اس سال آپ بیمار ہوئے اور آپ اس قابل نہ رہے۔ کہ مزید کام کر سکیں۔ چنانچہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ وہ حضور کی ہدایت کے مطابق بخاری کی شرح کا کام کرتے رہے ہیں۔ اب تک جو کام ہو چکا ہے۔ اس کو حضور کسی کے سپرد فرمائیں۔ تاکہ اس پر نظر ثانی ہو کر اور حوالہ جات کی تصحیح ہو کر شائع ہو سکے۔ اور باقی کام بھی مکمل کیا جا سکے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین کو قصرِ خلافت میں یاد فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا شرح بخاری کا کہ جس قدر مسودہ تیار ہو چکا ہے اس کو محفوظ کر لیا جائے۔ اور اس کے طبع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اور شرح بخاری کا کام مکمل کیا جائے۔ چنانچہ مولانا ابوالمنیر صاحب نے نہایت محنت سے بخاری کی شرح کو پندرہ اجزاء تک طبع کروا دیا۔

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ کے تیار کردہ مضمون سے چار جزء طبع ہونے باقی ہیں اور دفتر ادارۃ المصنفین میں محفوظ ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلد شائع ہو کر احباب کے علم میں اب صرف اضافہ کا موجب ہوں۔

۸۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۶۹ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی قرآن مجید کی بیان فرمودہ تفسیر کو جمع کرنے کا ارشاد مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو فرمایا۔ چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے تفسیر قرآن مجید کو جمع کیا گیا۔ اس کے بعد اس بات کی پوری تسلی کر لی گئی کہ کوئی حوالہ رہ تو نہیں گیا۔ پھر اس کی اشاعت کا کام شروع ہوا۔ چونکہ کوشش یہ کی گئی تھی کہ

حضور علیہ السلام کی عربی کتابوں کے سارے حوالہ جات مکمل طور پر آجائیں اور اُن کا ترجمہ بھی حاشیہ میں درج کر دیا جائے تاکہ مکمل صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر سے احباب فائدہ اٹھاسکیں اس لیے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کے حوالہ جات کے اُردو ترجمہ کے لیے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرمادی۔

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، مولانا قاضی محمد نذیر صاحب، مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین۔اس کمیٹی نے بڑی محنت سے حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی عربی کتب میں بیان شدہ تفسیر آیات قرآنی کا اُردو میں ترجمہ کیا جس کی تعریف حضرت خلیفۃ المسیح نے اس رنگ میں فرمائی کہ یہ ترجمہ ایسا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ یوں لگتا ہے کہ اُردو عبارت ہی ابتداء میں ایسی ہی لکھی گئی تھی۔ یہ پُر معارف تفسیر آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔

الحمدللہ جس مقصد کے پیشِ نظر ادارۃ المصنفین کا قیام عمل میں آیا تھا۔ وہ ربع صدی میں احسن طور پر پورا ہوا۔ ادارۃ المصنفین کے ذمہ سب سے اہم کام تاریخ احمدیت کی تدوین اور اشاعت کا لگایا گیا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے نومبر ۱۹۹۱ء تک سترہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور بقیہ زیر کتابت یا زیر ترتیب ہیں۔

تیسرا باب

فصلِ اوّل

تفسیر صغیر کی تکمیل و اشاعت اور حیرت انگیز مقبولیّت

۱۹۵۷ء کی عظیم الشان علمی و دینی برکات میں سرفہرست تفسیر صغیر جیسی معرکہ آرا تفسیر کی تکمیل و اشاعت ہے۔ یہ تفسیر سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے زندہ جاوید کارناموں میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی اور اقوام عالم کے ذریعہ ہمیشہ ہی قرآن مجید کے علوم و حقائق اور اسرار و معارف کے ناپیدا کنار سمندر سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ اور جب ساری دنیا پر قرآنی حکومت کا پرچم لہرا رہا ہوگا تو "تفسیر کبیر" کی طرح "تفسیرِ صغیر" بھی عشاقِ قرآن کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی اور کلام اللہ کے شرف اور مرتبہ کے شاندار ظہور کا موجب بنتی رہے گی۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اپنی عمر کے آخری دور میں سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ حضور کی زندگی میں آپ کے ذریعہ پورے قرآن مجید کا ایک معیاری اور بامحاورہ اردو ترجمہ مع مختصر مگر جامع نوٹوں کے شائع ہو جائے۔

سفر یورپ ۱۹۵۵ء سے واپسی کے بعد اگرچہ حضور کی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ موعود کی روح القدس سے ایسی زبردست تائید فرمائی کہ آپ نے جون ۱۹۵۶ء میں مری کے پہاڑوں پر ترجمہ قرآن املاء کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے ۲۵ر اگست ۱۹۵۶ء کی عصر تک نخلہ میں مکمل ہو گیا[1]۔ چنانچہ ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب خصوصی معالج سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح جن کو حضور کی ہمراہی کا اعزاز

---

[1] الفضل ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے نخلہ وہ بستی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خوشاب سے ۲۵ میل آگے پہاڑی سلسلہ میں آباد کی تھی۔

حاصل رہا بیان فرماتے ہیں۔ "الحمد للہ کہ ۵؍ اگست کو ترجمہ قرآن مجید ختم ہوگیا اسی روز جب ترجمہ ختم ہونے کے بعد نماز عصر کے لیے بیت الذکر میں حضور آئے تو حضور کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے اور خوشی کے جذبہ کے ساتھ فرمایا ڈاکٹر صاحب! آج ترجمہ ختم ہوگیا ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا الحمد للہ مبارک صد مبارک اللہ تعالیٰ حضور کی عمر میں برکت دے۔ اس وقت تمام اہلِ قافلہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اکثر نے کہا کہ آج مٹھائی تقسیم ہونی چاہیئے۔ جس پر چندہ جمع کیا گیا اور جب رقم جمع ہوئی جس میں حضور کے اہلِ بیت کا بھی حصہ تھا تو ایک بکرہ صدقہ ذبح کر دیا گیا۔"[1] تکمیل ترجمہ کا ابتدائی مرحلہ جو علالتِ طبع کے باوجود تین ماہ کی نہایت مختصر مدّت میں طے ہوا آسمانی قوّت و طاقت اور الٰہی نصرت کا واضح نشان تھا جس کی عظمت و اہمیت حضرت مصلح موعودؓ کے حسبِ ذیل دو نوٹوں سے بخوبی نمایاں ہوتی ہے جو حضور نے انہی دنوں اخبار الفضل کو ارسال فرمائے اور جن سے اس کٹھن اور صبر آزما علمی جہاد کی مشکلات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا:۔

پہلا نوٹ

"برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے مری میں آکر شروع میں میری طبیعت کچھ خراب رہی پھر طبیعت اچھی ہوگئی اور قرآن شریف کے ترجمہ اور نوٹوں کا کام شروع کر دیا قریباً ایک ماہ تک طبیعت اچھی رہی اور خدا کے فضل سے بہت سا کام ہوگیا اس کے بعد کوئی ڈیڑھ ہفتہ ہوا ایک دن شدید دورہ ہوا پھر اس کے بعد ایک دانت میں درد شروع ہوگئی جو نکلوانا پڑا دورہ کے بعد پانچ سات دن ایسا ضعف رہا کہ قطعاً کسی قسم کا کام کرنے کے قابل نہیں رہا مگر جوں جوں دانت کی تکلیف کم ہوتی گئی اور زخم مندمل ہوتا گیا طبیعت پھر سکون پر آ گئی چنانچہ پانچ چھ دن کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر بڑے زور سے کام ہونے لگا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سورۃ اعراف کا ترجمہ ختم ہوگیا ہے سورۃ فاتحہ سے سورۃ انعام تک کا ترجمہ پہلے سے ہوا ہوا تھا[2] اب یہاں سورۃ انعام کے کچھ حصہ کا اور سورۃ مائدہ کے کچھ حصہ کا اور سورۃ

---

[1] الفضل ۱۱؍ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۷ ؛ [2] حضور نے ترجمہ کا یہ حصہ ۱۹۳۸ء میں کیا تھا (الفضل ۱۳؍مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۴)

اعراف کا ترجمہ ہوا ہے سورۃ انفال اور سورۃ توبہ باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور صحت رہی تو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ میں وہ بھی ہو جائے گا۔ سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ پس سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کا ترجمہ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے بائیس سپاروں کا مکمل ترجمہ ہو جائے گا۔ آخری پارہ کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے اس کو ملا کر تیئس پاروں کا ترجمہ ہو جائے گا۔ سات پاروں کا اور ترجمہ ہونے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے پورے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ ہو جائے گا بیچ میں انشاء اللہ تفسیر کے ٹکڑے رہ گئے ہیں ان کو بھی مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔

گو بیماری میں بہت سا افاقہ نظر آتا ہے لیکن پھر بھی ٹہلتے وقت یہ معلوم ہوتا ہے گویا کوئی شخص کمر پر ہاتھ رکھ کر مجھے آگے کی طرف دھکا دے رہا ہے اسی طرح ذراسی بات کرنے پڑیا سوچنے پر دماغ بالکل تھک جاتا ہے اور بعض دفعہ تو کام کے بالکل ناقابل ہو جاتا ہوں۔

پس دوست دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ سارے کام کے پورا کرنے کی توفیق دے اور پھر اس میں برکت ڈالے تاکہ دنیا بھر کے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لانے میں ممد ہو اور قرآن کے نور کو دنیا میں پھیلا دے باقی زبانوں کے ترجمہ میں کئی جگہ اُردو کا ترجمہ انگریزی کے ترجمہ سے زیادہ مفید ہوگا کیونکہ بعض ترجمہ کرنے والے اُردو بھی جانتے ہیں اور یہ ترجمہ خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ علمی اور واضح ہے اور اسی طرح کیا گیا ہے کہ تفسیر کی ضرورت بہت کم رہ جاتی ہے چھوٹے چھوٹے نوٹوں سے مشکل جگہوں کو حل کر دیا گیا ہے اور اکثر جگہ پر ترجمہ ہی ترتیب قرآن پر دلالت کر دیتا ہے۔

ہاں ایک بات رہ گئی کہ سورۃ عمّ کی تفسیر کی آخری جلد بھی یہیں ختم کی گئی ہے اور اب وہ ربوہ میں چھپ رہی ہے گویا مری میں خدا تعالیٰ کے فضل سے دو کام ہو گئے ایک سورہ عمّ کی تفسیر کی آخری جلد ختم ہو گئی اور ایک قرآن شریف کے چار پانچ پاروں کا ترجمہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو صرف اس کی مدد سے یہ کام مکمل ہو سکتا ہے ورنہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں تو اس کام کا پورا کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔

خاکسار۔ مرزا محمود احمد[1]

دوسرا نوٹ:۔ "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہم اٹھائیسویں پارے کے آخر میں ہیں (چنانچہ ۲۵؍ اگست کی

---

[1] الفضل ۲۴؍ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

شام تک خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کا سارا ترجمہ ختم ہوگیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض نوٹوں اور بعض حوالوں کے لیے ابھی اور بھی کچھ وقت لگے گا مگر تین چار مہینے کے اندر اندر سارے قرآن شریف کا ترجمہ ہونا الٰہی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ مجھے یاد ہے جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام دہلی گئے تو خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب ڈپٹی نذیر احمد صاحب[1] مترجم قرآن کو بھی ملنے گئے انہوں نے آکر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو سُنایا کہ ڈپٹی صاحب نے اپنے اِردگرد کاغذوں کا ایک بڑا ڈھیر لگا رکھا تھا ایک مولوی بھی انہوں نے ملازم رکھا ہوا تھا اور خود بھی انہیں عربی زبان سے کچھ واقفیت تھی پھر وہ کہنے لگے مَیں نے بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر ساری کتابیں ملا کر بھی مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی جتنی مشکل مجھے قرآن کریم کے ترجمہ میں پیش آئی ہے۔ چنانچہ دیکھئے مَیں نے ردّی کاغذوں کا ڈھیر لگا رکھا ہے لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں اور لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں۔ چنانچہ سات سال انہیں اس ترجمہ کے مکمل کرنے میں لگے مگر مَیں نے یہ ترجمہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں کر لیا پہلے آٹھ پاروں یعنی سورۃ انعام کے آخر تک کا ترجمہ پہلے ہوچکا تھا اور سورۃ یونس سے کہف تک کا ترجمہ ۳۹ ۔ ۱۹۴۰ء میں ہوا اور آخری پارے کا ترجمہ پچھلے آٹھ دس سالوں میں ہوتا رہا پہلے آٹھ سپاروں میں سے سورۃ مائدہ کی چند آیتیں رہتی تھیں اسی طرح سورۃ اعراف، انفال اور سورۃ توبہ کا ترجمہ اور آخری چودہ پارے باقی تھے گویا قریباً سترہ پاروں کا ترجمہ ابھی رہتا تھا۔ ہم ۲۳ اپریل ۱۹۵۶ء کو ربوہ سے مری گئے تھے پہلے آخری پارہ کی چند سورتیں باقی تھیں ان کی ہم تفسیر کرتے رہے اس کے بعد ترجمہ کا کام جون میں شروع ہوا اور اب اگست کا آخر ہے بیچ میں دس دن بخار بھی چڑھتا رہا اور قریباً دس دن مری سے جابہ اور پھر جابہ سے مری اور پھر مری سے ربوہ اور ربوہ سے مری آنے جانے میں لگے اور اس طرح دو مہینے اور کچھ دن رہ جاتے ہیں۔ جن میں سارے قرآن کریم کے ترجمے کا کام خدا تعالیٰ کے فضل سے ختم ہوگیا اس ترجمہ کے متعلق لوگوں کی رائے کا اُس وقت پتہ لگے گا جب یہ ترجمہ چھپے گا لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہوچکے ہیں۔ ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اُردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے اتنے تھوڑے عرصہ

---

[1] شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ولادت ۱۸۳۶ء وفات ۱۹۱۲ء

میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما دی .... اللہ تعالیٰ نے اس بڈھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروا لیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے گزشتہ تیرہ سو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروا لیتا ہے [1]

حضرت سیدہ اُمِّ متین صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ فرماتی ہیں کہ:۔

" قرآن مجید سے آپ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے ۔ خدا تعالیٰ کی آپ کے متعلق پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو، اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی جن دنوں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا۔ بس ایک دُھن تھی کہ کام ختم ہو جائے ۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے ۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپ نے بیماری کے پہلے حملہ کے بعد یعنی ۱۹۵۶ء میں طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی ۔ گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی ۔ مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی ۔ ڈاکٹر کہتے تھے ۔ آرام کریں فکر نہ کریں۔ زیادہ محنت نہ کریں لیکن آپ کو ایک دُھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے ۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے ۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے ۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم کو ترجمہ لکھواتے رہتے ۔ آخری سورتیں لکھوا رہے تھے غالباً انتیسواں پارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر صغیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے تیز بخار ہو گیا ۔ میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دن سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں ۔ میرے ہاتھوں ہی یہ مقدس کام ختم ہو ۔ مَیں بخار سے مجبور تھی ان سے کہا مَیں نے دوا کھالی ہے آج بالکل بخار اتر جائے گا دو دن آپ بھی آرام کر لیں آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا میں ثواب حاصل کر سکوں ۔ نہیں مانے کہ

---

[1] الفضل ۱۳ اگست ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ؛

میری زندگی کا کیا اعتبار - تمہارے بخار اُترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو ؟ ؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا[1]

ترجمہ پر نظر ثانی مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب (جنہیں تفسیر کبیر کے کام کے ضمن میں لغت، اور تفاسیر کے مطلوبہ حوالہ جات پیش کرتے نیز تفسیر صغیر کی کتابت اور طباعت کا کام کروانے کی سعادت نصیب ہوئی) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر نوٹ املاء کروا چکے - تو حضور کی خدمت میں سارا ترجمہ خوشخط لکھوا کر پیش کر دیا گیا - تو آپ نے اس کا جائزہ لینے کے بعد اس پر نظر ثانی کرنے کا فیصلہ فرمایا - چنانچہ سیدنا حضور نے خاکسار (ابوالمنیر نورالحق) اور مکرم مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویس کو ارشاد فرمایا - کہ آپ دونوں اصحاب مع ضروری کتب لغت و تفاسیر کے قصرِ خلافت میں روزانہ صبح ساڑھے آٹھ بجے حاضر ہو جایا کریں - یکم رمضان المبارک ۱۹۵۷ء (بمطابق اپریل ۱۹۵۷ء) کو حضور نے ترجمہ پر نظر ثانی کا کام شروع کیا - آپ روزانہ اپنے دفتر میں کسی دن ایک پارہ کے ترجمہ پر اور کسی دن ڈیڑھ پارہ کے ترجمہ کی نظر ثانی فرماتے - صبح ساڑھے آٹھ بجے کام شروع ہوتا جو عام طور پر ظہر تک اور بعض ایام میں عصر تک جاری رہتا اور آٹھ آٹھ نو نو گھنٹے نظر ثانی پر لگ جاتے چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے صحت کی پرواہ کیے بغیر سخت محنت کرتے ہوئے رمضان المبارک میں نظر ثانی کا کام ختم کر لیا۔[2]

ترجمہ پر نظر ثالث نظر ثانی کے اس کٹھن مرحلہ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں مسودہ صاف لکھوا کر پیش کیا گیا - تو حضور نے اس پر ایک اور دفعہ نظر ڈالنے کا فیصلہ فرمایا۔ اور اس کام کو پُرسکون ماحول میں کرنے کے لیے نخلہ (جابہ) بستی میں تشریف لے گئے - اور ۱۳ر مئی ۱۹۵۷ء سے ۱۵ر جون ۱۹۵۷ء تک تیسری بار مسودہ کو ملاحظہ فرمایا - روزانہ صبح آٹھ بجے کام شروع ہوتا اور ڈیڑھ

---

[1] الفضل ۲۵ر مارچ ۱۹۶۶ء / ۲۵ر امان ۱۳۴۵ ہش صفحہ ۵

[2] الفضل ۱۳ر مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

دو بجے دوپہر تک مسلسل جاری رہتا۔ اس طرح روزانہ ایک پارہ کا ترجمہ حضور ملاحظہ فرما کر اس کی تصحیح فرماتے اور تفسیری نوٹوں میں مناسب اضافہ فرماتے۔

ترجمہ پر نظرِ ثالث کے دوران اکثر چھ چھ گھنٹے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت صرف ہوتا۔ کئی دفعہ کام کے دوران کھانے کا وقت آ جاتا اور باوجود ڈاکٹری ہدایات کے کہ حضور کے لیے بروقت کھانا تناول کرنا ضروری ہے پھر بھی آپ کام میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ مقررہ کام ختم ہو جاتا۔ بعض اوقات حضور کی طبیعت ناساز ہوتی۔ لیکن پھر بھی خدمت قرآن کی یہ بے نظیر مہم باقاعدہ جاری رہتی۔ بعض اوقات حضور کو سخت تھکان ہو جاتی۔ اور حضور کو یوں محسوس ہوتا۔ کہ حضور گرنے لگے ہیں اس حالت کو دیکھ کر (مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر) عرض کرتے۔ کہ حضور کام بہت زیادہ ہو گیا۔ اس لیے اب بس کر دیں۔ لیکن حضور کا یہی جواب ہوتا۔ کہ جب تک مقررہ کام ختم نہ ہو۔ اس وقت تک کام جاری رہے گا۔ خواہ رات کے بارہ بج جائیں[1] الغرض قرآن مجید کے ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹوں کا کام جس کے لیے کئی سال درکار تھے محض خدا کے فضل سے چار ماہ میں سرانجام پا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

تفسیرِ صغیر کی کتابت اور طباعت

قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کا مسودہ تیار ہو جانے کے بعد حضور کی خواہش تھی۔ کہ اس کی کتابت اور طباعت تین ماہ میں مکمل ہو جائے تا یہ علمی خزانہ دنیا کے کونوں تک جتنی جلدی ہو سکے۔ پہنچ جائے۔ لیکن بظاہر یہ کام ناممکن نظر آتا تھا۔ کیونکہ عام اندازہ کے مطابق قرآن مجید کا متن، اس کا ترجمہ اور تفسیری نوٹس کاتبوں سے لکھوانے اور بعد ازاں طبع کروانے کے لیے کم از کم چھ ماہ کی مدت درکار تھی۔ اس سے کم عرصہ میں کام ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن حضور کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کام کا آغاز کر دیا گیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قرآن مجید کے عربی متن کی کتابت کے لیے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق خاص حضرت منشی عبدالحق صاحب (والد بزرگوار مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب) کو اور اردو ترجمہ اور نوٹس کے لکھنے کے لیے قریشی محمد اسماعیل صاحب کا انتخاب فرمایا اور ہر دو کاتبوں کو نخلہ پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ تا اس پُرسکون بستی میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا وقت مل سکے۔ چنانچہ دونوں کاتبوں

---

[1] الفضل ۳ رمئی ۱۹۵۷ء صٓ

نے نخلہ پہنچ کر مسودہ کی کتابت کا کام شروع کر دیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی اس طرف بہت زیادہ توجہ تھی کہ تفسیر صغیر جلدی سے جلدی طبع ہو۔ چنانچہ حضور نے ۱۷ رمئی کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"چاہیئے کہ کیا کاتب اور کیا چھاپنے والے اور کیا منتظم اور پھر کیا وہ لوگ جن کو میں ترجمہ ڈکٹیٹ کرواتا ہوں۔ وہ رات دن ایک کر کے اس کام کو ایک دفعہ پورا کر دیں۔ تا لوگ اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیں۔ اور ان کے لیے ثواب کا ایک رستہ کھل جائے۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ترجمہ چھپ جانے سے پہلے کوئی ہم میں سے مر گیا۔ تو وہ ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ اگر ترجمہ مکمل ہو جائے اور وہ چھپے نہیں، تو چھاپنے والا ثواب سے محروم رہ جائے گا۔ اور اگر وہ چھپ جائے۔ اور لوگ اسے پڑھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو قیامت تک ہم لوگوں کے لیے یعنی ترجمہ کرنے والے کے لیے، ترجمہ لکھنے والوں کے لیے چھاپنے اور چھپوانے والوں کے لیے ثواب جاری رہے گا تھوڑی سی اور چند ماہ کی محنت کا سوال ہے۔ اس کے بعد قیامت تک ثواب کا رستہ کھلا رہے گا۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ثواب کا وہ رستہ ضائع نہ ہو۔"[1]

سیدنا حضور نے تفسیر صغیر کے مسودہ کی کتابت کے لیے جن دو کاتبوں کا انتخاب فرمایا تھا۔ ان میں سے ایک کاتب حضرت منشی عبدالحق صاحب کاتب کی عمر اس وقت اسی سال کے لگ بھگ تھی۔ اور آپ جوانوں کی طرح محنت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ حضور کو ان کا خط پسند تھا۔ اس لیے حضور نے انہی سے عربی متن لکھوانے کا فیصلہ کیا۔ سیدنا حضور کی قوتِ قدسیہ، توجہ اور دعا کی برکت سے یہ معجزہ دیکھنے میں آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دو کاتبوں کو غیر معمولی قوت عطا کر دی اور انہوں نے نہایت سرعت سے تین ماہ کی مختصر مدت میں کتابت کا کام ختم کر لیا۔

کاپی ریڈنگ اور پروف ریڈنگ و طباعت

کتابت شدہ کاپیاں اور پروف پڑھنے کی سعادت بھی مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب طاہرؔ کو حاصل ہوئی۔ اور طباعت کا کام مکرم خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے سپرد ہوا۔ کیونکہ

---

[1] الفضل ۱۳ رمئی ۱۹۵۷ء صـ۳

آپ اس وقت مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ تھے اور ضیاء الاسلام پریس آپ کے زیر انتظام تھا۔ جونہی کاتب صاحبان کوئی کاپی مکمل کر لیتے۔ تو اس کو پڑھ کر بعد تصحیح اغلاط مکرم مولانا شمس صاحب کے پاس ربوہ بھجوا دی جاتی۔ اور آپ پروف نکلوا کر واپس نخلہ بھجوا دیتے۔ جسے کارکنان ابتدائی طور پر دیکھ کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ بعد ازاں سیدنا خود بنفسِ نفیس سارے پروف کو پڑھتے اور بعض مقامات پر مفید اضافے فرماتے۔ زیادہ اضافہ انتیسویں اور تیسویں پارے کے نوٹوں میں ہوا۔ اس کام پر حضور کا روزانہ ایک گھنٹہ سے زائد وقت صرف ہو جاتا۔ اس صورت میں جو نوٹس زائد ہوئے وہ ضمیمہ کی صورت میں تفسیر صغیر کے آخر میں لگا دیئے گئے۔ پروف ریڈنگ کا اہم کام ۲ر اکتوبر کو ختم ہو گیا۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی طرف سے درج ذیل اعلان احبابِ جماعت کی اطلاع کے لیے ۸ر اکتوبر کے الفضل میں شائع ہوا۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے آج ۲ر اکتوبر کو قرآن شریف کا سارا ترجمہ مکمل ہو گیا[1] یعنی الحمد للہ سے والناس تک مع تفسیر صغیر کے جس کے متعلق تفسیر کبیر سے مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگا ہے کہ کئی مضامین اختصاراً اس میں ایسے آئے ہیں کہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔ اُمید ہے کہ تفسیر صغیر کی پہلی کھیپ ۱۵ر اکتوبر تک تیار ہو جائے گی اور جلسہ سالانہ تک دو ہزار جلد کے تقسیم کرنے کے ہم قابل ہو جائیں گے۔ گو خریداروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر جو تین ہزار سے اُوپر نکل چکی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ تک پانچ ساڑھے پانچ ہزار ہو جائے گی ہم نے پانچ ہزار جلد چھپوانے کا آرڈر دے دیا ہے اور یہ بھی سوچا جا رہا ہے کہ کثرت سے چھپوانے اور کئی اقتصادی باتوں کے مدِّنظر رکھنے کی وجہ سے کتاب سستی پڑے گی۔ اور بڑے خریداروں کے لیے قیمت میں بھی کچھ کمی کر دی جائے گی۔ بشرطیکہ خریدار مقررہ حد تک لیں۔ مثلاً ڈیڑھ صَد خریدنے والوں کے لیے اور قیمت، دو سَو خریدنے والوں کے لیے اور قیمت سوا تین سو خریدنے والوں کے لیے اور قیمت اور پانچسو خریدنے والوں کے لیے اور قیمت۔ اُمید ہے کہ اس طرح زیادہ تعداد میں خریدنے والی جماعتوں کو مقامی طور پر بھی کچھ نفع مل جائے گا مثلاً سوا تین سو کی تعداد میں خریدنے والوں کو ساڑھے گیارہ روپے فی جلد مل جائے۔ اور کچھ رقم وہ آگے خریداروں کو دے دیں۔ اور سستی

---

[1] یعنی پروف ریڈنگ وغیرہ مکمل ہو گئی ہے۔

کرکے کتاب بیچ دیں تو خیال ہے کہ اس طرح ان کو ہزار گیارہ سو کا نفع ہو جائے گا۔ اور پانچ سو والوں کو اس سے بھی زیادہ۔ سوا تین سو تعداد اس وقت تک صرف ربوہ والوں نے لی ہے اور اُمید ہے کہ اکتوبر تک ان کی خریداری کی تعداد چار پانچ سو تک جا پہنچے گی۔ دوسرے نمبر پر کراچی ہے جنہوں نے تین سو جلد خریدی ہے اس کے بعد لاہور ہے جن کی سو کی درخواست تو آ چکی مگر دوسری درخواست ملی ہے کہ ٦۴ خریدار ہو چکے ہیں اور ابھی اور ہو رہے ہیں۔ پس اگر لاہور کو دو سو سمجھا جائے اور کراچی کو تین سو اور ربوہ کو پانچ سو تو یہ ہزار کی تعداد ہو جاتی ہے اور بقیہ جماعت کو ملا کر اکتیس بتیس سو کی تعداد ہے۔ اور ابھی چار مہینے باقی ہیں۔ جن میں کتاب کی خریداری مکمل ہو جائے گی۔ لیکن جلسہ تک بمشکل تین ہزار آدمیوں کو کتاب مل سکے گی۔ باقی لوگوں کو جنوری فروری کا انتظار کرنا پڑے گا اور ممکن ہے کہ اس عرصہ میں خریداری اور بھی بڑھ جائے اور کئی ہزار خریدار کو اگلے سال کے مئی جون تک انتظار کرنا پڑے۔

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)[1]

تفسیر صغیر اور مضامین قرآنی کا انڈیکس

اس اعلان میں حضور نے جو اندازہ لکھا تھا۔ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۵ر اکتوبر تک تفسیر صغیر کی طباعت کا کام مکمل ہو گیا۔ حضور کی خدمت میں جیب نمونہ کی کتاب پیش کی گئی۔ تو حضور نے مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ تفسیر صغیر کافی ضخیم ہو گئی ہے۔ اس لیے اس کے ابتداء میں انڈیکس کا ہونا ضروری ہے۔ تا قارئین اس سے بآسانی استفادہ کر سکیں۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے ۱۱۲ صفحات کا انڈیکس[2] جو تفسیر صغیر کے مضامین اور مضامین قرآنی پر مشتمل تھا۔ پندرہ دن کے اندر اندر مرتب کر دیا۔ جو بعد کتابت طبع ہو کر تفسیر صغیر کے ابتداء میں شامل ہوا اور یوں ۱۵ر نومبر تک ۱۴٦٦ صفحات کی تفسیر مع انڈیکس ایک ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر مکمل طور پر تیار ہو گئی۔ جلد بندی کا کام مکرم محمد عبداللہ صاحب جلد ساز ربوہ نے کیا اس کام کی تکمیل پر سیدنا حضور نے درج ذیل اعلان اخبار الفضل کو اشاعت کے لیے بھجوایا۔

"میں قرآن کریم کے ترجمہ کے ختم ہونے پر پہلے ایک اعلان الفضل میں شائع کرا چکا ہوں۔ اس

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ ؛ [2] یہ انڈیکس اپنی افادیت کے پیش نظر علیحدہ کتابچہ کی صورت میں بھی ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔

کے بعد جب اس کا پہلا ہزار چھپ گیا تو اس کا بھی جماعت میں اعلان کیا جا چکا ہے اس کے بعد خیال ہوا کہ تفسیر سے پہلے انڈکس یعنے فہرست مضامین قرآنی بھی لگا دی جائے تاکہ اس کے مطالعہ کے بعد ہر احمدی کی آنکھوں کے سامنے قرآن کریم کے سارے مطالب آجائیں اس طرح سے یہ کتاب جو ۱۲۰۰ صفحات میں چھپنی تھی وہ ۱۴۶۶ صفحات میں چھپی ہے۔
نیز جابہ میں رہ کر کام کرنے کی وجہ سے اس کے اخراجات بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس وجہ سے سولہ ۱۶ روپے فی جلد کی بجائے قیمت اٹھارہ ۱۸ روپے فی جلد کر دی گئی۔ مگر جن کے نام پہلے ہزار میں آئے ہیں۔ اُن کو بہر حال کتاب ۱۶ روپے فی جلد کے حساب سے ملے گی۔
بعض لوگ بڑی جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کیونکہ جن کی جماعت نے زیادہ تعداد کا آرڈر بھجوایا ہوگا اس جماعت کو بہت سا کمیشن ملے گا وہ اپنے کمیشن میں سے کچھ حصہ اگر خریداروں کو دیدیں تو اُمید ہے ۱۶/۵۰ روپے یا ۱۷/۵۰ روپے تک وہ بھی قرآن کریم کو اپنی جماعت کے لوگوں میں تقسیم کر سکیں گے۔
اب صرف یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم سارے کا سارا معہ ترجمہ و تفسیر صغیر نیز ۱۱۲ صفحات کی فہرست مضامین جلد سمیت خدا تعالیٰ کے فضل سے تیار ہو چکی ہے اور مجھے مل چکی ہے۔ لیکن میرا ارادہ ہے کہ تقسیم انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہی کی جائے۔ اس وقت تک غالباً دو ہزار کتاب تیار ہو چکی ہوگی باقی جوں جوں تیار ہوتی جائے گی جماعتوں کو ان کے آرڈروں کی ترتیب کے لحاظ سے تقسیم ہوتی رہے گی۔ لیکن چونکہ لوگوں میں گھبراہٹ پائی جاتی ہے اس لیے ان کے دلوں کے اطمینان کے لیے ابھی سے یہ اعلان شائع کیا جاتا ہے۔
جماعت میں شوق تو اتنا ہے کہ بعض لوگ دور دور سے آکر ربوہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے تعلق کی وجہ سے پریس میں جا کر تفسیر پڑھ لیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں۔ خلیفۃ المسیح الثانی ۵۷/۱۱/۱۳"[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

تفسیر صغیر کی فروخت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے تفسیرِ صغیر کی فروخت اور آئندہ طباعت کا کام ادارۃ المصنفین ربوہ کے سپرد فرمایا۔ یہ ادارہ نومبر ۱۹۵۷ء کو معرض وجود میں آیا تھا۔ اور اس کے قیام کی اغراض میں سے ایک اہم غرض یہ بھی تھی۔ کہ وہ تفسیر صغیر کی اشاعت کا وسیع پیمانہ پر انتظام کرتا رہے۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۸۴ء تک تفسیر صغیر کی طباعت واشاعت کا کام یہی ادارہ سرانجام دیتا رہا۔ پہلا ایڈیشن جو منظر عام پر آیا۔ اتنا مقبول ہوا کہ ہاتھوں ہاتھ بک گیا اور صرف دو ہزار کی تعداد میں شائع ہونے کی وجہ سے جماعتوں کی بھاری تعداد بے پناہ شوق وذوق کے باوجود اسے جلسہ سالانہ کے موقع پر حاصل نہ کرسکی۔ احباب کے اشتیاق کے پیش نظر ۱۹۵۸ء میں تین بار ایک ایک ہزار کی تعداد میں تفسیر صغیر کو چھپوایا گیا۔ لیکن جلد ہی یہ کتاب نایاب ہوگئی۔ اور مارچ ۱۹۶۶ء میں اس کا پانچواں ایڈیشن عکسی اعلیٰ کتابت اور نفیس طباعت کے ساتھ چھپوایا گیا۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے کارکنان کو تفسیر صغیر کے انعامات اور اظہار خوشنودی

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آغازِ خلافت میں اللہ تعالےٰ کے حضور یہ دعا کی تھی۔

کر اپنے فضل سے تو میرے ہم سفر پیدا
کہ اس دیار میں اے جانِ جاں غریب ہوں میں

خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندہ محمود المصلح الموعود کی یہ دعا اس شان سے قبول فرمائی۔ کہ حضور کا پورا عہد خلافت اس کا منہ بولتا نشان بن گیا۔ تفسیر صغیر کی تیاری۔ کتابت اور طباعت کے کام کو آپ کے منشاء کے مطابق سرانجام دینے کے لیے ایسے مخلص خدام عطا فرمائے۔ جنہوں نے دن رات ایک کرکے انتھک محنت اور جانفشانی ایسا ایک مظاہرہ کیا کہ وہ کام جس کے مکمل کرنے کے لیے سالوں درکار تھے۔ تین ماہ میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور اپنے پیارے آقا کی دعاؤں اور خوشنودی کو حاصل کیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کارکنان تفسیر صغیر کے لیے اپنی خوشنودی کا اظہار اس رنگ میں فرمایا۔ کہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کے دوسرے روز اپنی تقریر کے شروع کرنے سے قبل کارکنان کو سٹیج پر بلاکر اپنے دستِ مبارک سے انعامات کی تھیلیاں عطا فرمائیں۔ جن خوش نصیب اصحاب کو یہ فخر حاصل ہوا

ان کے اسمآء یہ ہیں :۔

۱۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب	۳۰۰ روپے
۲۔ مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ	۳۰۰ "
۳۔ مولوی محمد یعقوب صاحب طاؔہر زود نویس	۱۵۰ "
۴۔ منشی عبدالحق صاحب کاتب (یکے از رفقاء حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ)	۱۵۰ "
۵۔ قریشی محمد اسماعیل صاحب کاتب	۱۵۰ "
۶۔ انوار احمد صاحب سنگساز ضیاء الاسلام پریس	۱۵۰ "[۱]

تفسیر صغیر کی طباعت کا دَور ثانی

جیساکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ تفسیر صغیر پہلی بار ۱۹۵۷ء میں نہایت عجلت میں چھپی تھی۔ اس وقت جلدی کی وجہ سے کتابت اور پروف ریڈنگ کی کچھ اغلاط رہ گئی تھیں۔ قارئین میں سے جس کسی کو تفسیر کے مطالعہ کے دوران ایسی غلطی کا علم ہوا۔ اس نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو اطلاع دی۔ جس پر حضور نے ۱۹۶۵ء میں مندرجہ ذیل تین ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین۔

۲۔ مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ " " "

۳۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین (سیکرٹری)

حضور نے ارشاد فرمایا کہ کمیٹی کے ارکان تفسیر صغیر کے ترجمہ اور نوٹوں کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ اور جہاں کہیں طباعت کی غلطی رہ گئی ہو۔ اسے درست کر دیا جائے۔ تاکہ آئندہ تفسیر صغیر صحت کے ساتھ چھپ سکے۔[۲]

کمیٹی کے ارکان نے فیصلہ کیا۔ کہ مولانا شمسؔ ایک دفعہ ساری تفسیر چیک کریں۔ اور قابل اصلاح امور کی فہرست بنا کر سیکرٹری کو دیدیں۔ اور پھر مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف

---

[۱] الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۸ء صہ۲ :۔ [۲] ریکارڈ ادارۃ المصنفین

کو شروع سے آخر تک لفظاً لفظاً تفسیر صغیر کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ پڑھ کر سنائیں اور قابلِ اصلاح امور کی اصلاح کر دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو شروع سے لے کر سورۃ نورؔ کے چودھویں رکوع تک لفظاً لفظاً ترجمہ اور تفسیری نوٹ سُنائے جس کے لیے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے باوجود عدیم الفرصتی کے نہایت بشاشت کے ساتھ ایک لمبا عرصہ وقت دیا۔ کبھی رات کو نو بجے کے بعد بارہ بجے رات تک اور کبھی دن کو پہلے حصہ میں اور کبھی آخری حصہ میں۔ آپ دوسرے کاموں سے تھکے ہوئے آتے۔ لیکن مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ تفسیر صغیر کا ترجمہ سُنتے۔ اور قابلِ اصلاح امور پر غور فرما کر فیصلہ فرماتے۔ جب سورۃ نُور کی آیت استخلاف کے اس ترجمہ پر پہنچے کہ اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ تو اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کا وصال ہوگیا۔ اور خدائی تقدیر کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف خلیفۃ المسیح الثالث منتخب ہو گئے۔ خلافت کی عظیم ذمہ داریاں جب آپ کے کندھوں پر پڑیں تو آپ کے لیے تفسیر کے کام کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس پہ آپ نے فیصلہ فرمایا۔ کہ مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب کو بقیہ کام سرانجام دینا چاہیئے۔ اور جو امر قابلِ استفسار ہو۔ وہ آپ سے پوچھ لیا جائے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور یہ تسلّی کر لینے کے بعد کہ قابلِ اصلاح امور کی درستگی ہو گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تفسیر صغیر کو دوبارہ لکھوانے اور بلاکوں پر چھپوانے کی اجازت ادارۃ المصنفین کو مرحمت فرما دی[1]

ادارہ نے تفسیر کو بلاکوں پر چھپواتے کے لیے اس کی دوبارہ کتابت کا انتظام کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ جو تفسیری حواشی تفسیر صغیر کے آخر میں بطور ضمیمہ درج ہوئے ہیں۔ ان کو آیات متعلقہ کے نیچے درج کیا جائے۔ معیاری کتابت کے لیے احمدی خوشنویس جناب منشی غلام جیلانی صاحب[2] ساکن ننکانہ صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے نہایت محنت، خلوص اور مہارت سے کتابت کو دیدہ زیب بنا دیا۔ بلاکس اینگریکو لاہور

---

[1] خالد اپریل ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۲۸ [2] شیخ غلام جیلانی صاحب خوشنویس ولد شیخ محمد یعقوب صاحب مہاجر قصبہ تلون ضلع جالندھر (بھارت) حال ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ۔ آپ ۱۹۲۲ء میں داخلِ احمدیت ہُوئے آپ سے جب مولوی ابو المنیر صاحب کی وساطت سے تفسیر صغیر کی آفسٹ کتابت کا معاملہ طے ہوا اس وقت حضرت مصلح موعودؓ بیمار تھے اور حضرت سیدنا مرزا ناصر احمد صاحب صدر انجمن احمدیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

نے نہایت پیار اور محبت سے تیار کیے۔ اور طباعت کا انتظام مکرم جناب محمد طفیل صاحب مدیر نقوش لاہور نے اپنے نقوش پریس میں کمال درجہ عقیدت کے ساتھ کیا۔ اور خوبصورت پائیدار اور مضبوط جلد بندی کا اعزاز لاہور کے مشہور جلد ساز کو حاصل ہوا۔ اس دفعہ تفسیر صغیر آرٹ پیپر پر شائع ہوئی۔ اور جلد پر خوبصورت پلاسٹک کور بھی چڑھایا گیا تھا۔ جس نے کتاب کو نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب بنا دیا تھا۔ پہلی کھیپ میں ستر نسخے عین اس وقت ربوہ پہنچے جب خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کی پہلی مجلس مشاورت ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء کو شروع ہو رہی تھی۔ چونکہ تفسیر صغیر کے اس عکسی ایڈیشن کی کتابت اور بلاکوں کے بنوانے اور طباعت کا انتظام براہ راست حضور کی نگرانی میں ہو رہا تھا۔ اور حضور قدم قدم پر کارکنان کی ہدایات و رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ کی توجہ اور دعا سے یہ ایڈیشن اتنا خوبصورت اور اعلیٰ شائع ہوا۔ کہ حضور کو بہت ہی پسند آیا۔ اور جس نے اسے دیکھا وہ اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

حضور نے مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین کو ارشاد فرمایا کہ مشاورت کے آغاز سے قبل ہال میں تفسیر کے چند نسخے احباب جماعت کو دکھانے کے لیے مناسب مقام پر رکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں سٹیج کے سامنے ایک ریک (RACK) پر ان کو اونچی جگہ پر رکھدیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی اجتماعی دعا کے ساتھ مشاورت کا افتتاح عمل میں آیا۔ جس کے معاً بعد حضور نے افتتاحی خطاب کے شروع میں تفسیر صغیر کے شاندار نئے عکسی ایڈیشن کی خوشخبری احباب کو دی اور جملہ مراحل طباعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

> "میں احباب کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ تفسیر صغیر جو نایاب تھی اور جس کے حصول کے لیے احباب کے دل تڑپتے تھے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہو گئی ہے اور اس وقت اس کے کچھ نمونے ہمارے سامنے ہیں چونکہ سب دوستوں کو اس کا دکھایا جانا اس وقت وقت

(بقیہ حاشیہ ۵۳۵ سے آگے) کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ چنانچہ آپ کی منظوری اور نمونہ جات کی پسندیدگی پر تفسیر کی کتابت شروع ہوئی اور خلافت ثالثہ کے ابتدائی مبارک دور میں اختتام پذیر ہوئی۔

طلب ہوگا۔ اس لیے نمائندہ کراچی، نمائندہ لاہور۔ امیر صاحب علاقائی پنجاب اور بہاولپور ڈویژن اور سابق صوبہ سرحد کے امیر صاحب آگے تشریف لے آئیں وہ اسے خود بھی دیکھ لیں اور اپنے حلقہ میں بھی اسے دکھا دیں۔ ایک ایک کاپی اٹھالیں اور دیکھ کر اس جگہ واپس رکھ دیں اور اس عرصہ میں مَیں اس کے متعلق بعض باتیں بتا دیتا ہوں۔

یہ تفسیر بلاک پر شائع ہوئی ہے کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس میں کوئی غلطی باقی نہ رہے لیکن انسان انسان ہی ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ غلطیاں اس میں رہ گئی ہوں۔ چونکہ یہ بلاک پر چھپی ہے اور فی الحال آرٹ پیپر پر صرف دو ہزار چھپی ہے۔ بقیہ تین ہزار چھپنے والی رہتی ہے جو اگلے مہینہ میں چھپ جائے گی انشاء اللہ۔ اس لیے اگر کسی دوست کی نظر میں کوئی غلطی آئے تو ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ تا بعد میں جو تین ہزار چھپنی ہے اس میں سے یہ غلطی دور کر دی جائے۔

تفسیر صغیر پر نظر ثانی بھی کی گئی ہے۔ لیکن نظر ثانی اس اصل کے ماتحت کی گئی ہے کہ جو ترجمہ حضرت مصلح موعودؓ نے بڑی محنت اور توجہ سے کیا تھا وہ قائم رہے جب یہ پہلے شائع ہوئی تھی اس وقت حضور کو بہت جلدی تھی اور آپ کی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ شائع ہو جائے۔ اس لیے اس کی پروف ریڈنگ صحیح طور پر نہیں کی جا سکتی تھی۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ ہمارے ملک کے کاتب اپنا یہ حق سمجھتے ہیں کہ جہاں مرضی ہو تبدیلی کر دیں یا کوئی چیز چھوڑ نا چاہیں تو چھوڑ دیں۔ چنانچہ تفسیر صغیر کے پرانے ایڈیشنوں میں بعض آیات کے فقرات کا ترجمہ بھی رہ گیا تھا۔ اب نظر ثانی کے بعد وہ ترجمہ بھی آگیا ہے۔ اور یہ ترجمہ کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ اگر حضور کا اپنا ترجمہ اس حصہ کا مل جائے تو وہی رکھا جائے۔ یا وہ فقرے جو قرآن کریم کی دوسری آیات میں آتے ہوں ان کے ترجمہ کو لے لیا جائے اور اپنی طرف سے کوئی بات زائد نہ کی جائے۔ یا کاتب صاحب نے کہیں غلطی کی ہو تو اس کو دُور کر دیا جائے یا اگر اس نے اپنی طرف سے کچھ زائد لکھ دیا ہو تو وہ زائد حصہ نہ رہے۔ مثلاً قرآن کریم میں بے شمار جگہ خدا تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" آیا ہے۔ اب جب ہم ترجمہ کریں گے تو اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی کوئی اور صفت نہیں لائیں گے۔ مثلاً "تعالیٰ" کا لفظ اس

کے ساتھ نہیں لگے گا۔ لیکن تفسیر صغیر کے پہلے ایڈیشن میں بہت جگہ جہاں" اللہ" کا لفظ تھا وہاں کاتب نے اس کے ساتھ تعالیٰ کا لفظ بھی لکھ دیا ہے۔ اب شروع سے لے کر آخر تک ترجمہ ایک جیسا کر دیا گیا ہے۔ پس اس قسم کی جو غلطیاں تھیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر تفسیر صغیر کے پہلے ایڈیشنوں کے آخر میں کچھ نوٹ بطور ضمیمہ کے تھے اس لیے ان کے پڑھنے میں بڑی دقت ہوتی تھی۔ اب وہ سارے نوٹ آیات کے نیچے آ گئے ہیں۔

تفسیر صغیر کی نظر ثانی میں مکرم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے بڑا حصہ لیا ہے۔ مکرم شمس صاحب نے بھی کام کیا ہے۔ مکرم ابوالعطاء صاحب نے بھی ایک حد تک کام کیا ہے۔ اور پروف ریڈنگ کے وقت مکرم میاں عبدالحق صاحب رامہ نے بھی کام کیا ہے۔ رامہ صاحب پروف اچھی طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے سامنے جب بھی کوئی چیز آئی۔ انہوں نے ہمیں اس کی طرف توجہ دلائی اور خاکسار بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شروع سے آخر تک اس کام میں شریک رہا۔ اس کے علاوہ اللہ کی حکمت اور ارادہ سے ان دوستوں نے بھی جنہوں نے اس کے بلاک بنائے یا جنہوں نے اسے چھاپا اتنی محبت اور پیار سے یہ کام کیا ہے کہ حیرت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا کرے۔

باوجود اس کے کہ تفسیر صغیر پر بہت خرچ آیا ہے اور اس پر ایک پلاسٹک کور بھی ہے اس کی قیمت صرف ۲۵ روپے رکھی گئی ہے۔ لاہور کے بہت سے دوکاندار بھی مطالبہ کرتے تھے کہ ان کے پاس تفسیر صغیر رکھی جائے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کی بکری بہت ہوگی۔ لیکن ان کی شرط یہ تھی کہ پانچ روپے فی نسخہ وہ کمیشن لیں گے۔ ہمارا خیال تھا کہ اس پر نفع لینے کی بجائے اسے زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچایا جائے۔ اور جماعت کے دوست بھی اور غیر از جماعت دوست بھی جو اس میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اور اس کا حل ہم نے یہ سوچا ہے کہ پہلے تین ماہ کے لیے اس کی رعایتی قیمت بیس۲۰ روپے ہوگی۔ احباب اس قیمت پر اسے حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس عرصہ کے گزرنے کے بعد یہ اصل قیمت پر ملے گی۔ جو دکانداروں سے خریدیں گے وہ تو بہر حال

اسے ۲۵ روپے میں ہی خریدیں گے۔ تین ماہ کے لیے قیمت میں جو رعایت دی گئی ہے۔ اس میں یہ شرط ہو گی کہ رقم تین ماہ کے اندر اندر داخل کرا دی جائے۔ خالی وعدہ ہی نہ ہو۔

مجھے یہ بھی خیال آیا کہ عید بھی قریب ہے اور عید کے موقعہ پر بعض بچوں کی عیدی کم و بیش بیس روپے ہو جاتی ہے۔ اور بچے اس رقم کو کھلونوں اور دوسری قسم کی لغویات پر خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہماری عیدی ہے جہاں پر ہم چاہیں خرچ کریں۔ اگر احمدی بچے جن کی عیدی کم و بیش بیس روپے ہو اپنی عیدی کی رقم سے یہ کتاب خریدیں تو ہر ایسے بچے کو میری طرف سے ایک روپیہ بطور عیدی کے دیا جائے گا۔

دوستوں کو چاہیئے کہ حسب ضرورت زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ تفسیر خریدیں۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کے پاس فالتو پڑی رہے۔ اس تفسیر کی مانگ غیروں میں بہت ہے اگر یہ تفسیر ان کی نظر میں آجائے تو وہ بڑے شوق سے اسے لیں گے بلکہ بہت سے دوکانداروں نے تو یہ کہا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ ہم فروخت کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ تفسیر ہمارے پاس رکھوا دیں تو لوگ اسے زیادہ شوق سے خریدیں گے۔"[1]

تفسیر صغیر عکسی کی طباعت پر کارکنوں کیلئے اظہارِ خوشنودی

چونکہ تفسیر صغیر کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنفین کے ذمہ تھی۔ اس لیے عکسی ایڈیشن کا اہتمام بھی ادارۃ المصنفین نے کیا تھا۔ جملہ کارکنان ادارہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کر کے اس عکسی ایڈیشن کو بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب بنا دیا۔ لکھائی۔ بلاکس۔ طباعت اور جلدبندی اتنی اعلیٰ تھی۔ کہ عکسی ایڈیشن کی طباعت کو چار چاند لگ گئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کارکنوں کی محنت کی قدر فرماتے ہوئے ان کو انعامات اور خوشنودی سے نوازا اور درج ذیل کارکنوں کو حضور کے دست مبارک سے قصرِ خلافت میں حاضر ہو کر انعامات لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۔ مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مینیجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ ۔/۵۰۰ روپے کی تھیلی

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱

۲ - قاضی منیر احمد صاحب کارکن ادارۃ المصنفین ربوہ ——— ۲۰۰ روپے کی تھیلی

۳ - لطیف احمد صاحب 〃 〃 〃 〃 ——— ۲۰۰ 〃 〃 〃 〃

علاوہ ازیں حضور نے مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب کو اپنے دستخطوں سے مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل ایک تعریفی سرٹیفکیٹ بھی عطا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خلیفۃ المسیح
امام جماعت احمدیہ

مکرمی ! ابو المنیر نور الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس محنت اور اخلاص سے تفسیر صغیر کا عکسی ایڈیشن چھپوانے کا انتظام کیا ہے۔ میں اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی اس محبت کو قبول فرمائے اور قرآن مجید کی خدمت کے ساتھ جس قدر برکات وابستہ ہیں وہ آپ کو عطا کرے، اور آپ کو اور آپ کی اولاد کو بہت برکت دے، آمین

والسلام

خلیفۃ المسیح الثالث

۱۶ر اپریل ۱۹۶۶ء

تفسیر صغیر کی غیر معمولی مقبولیت تفسیر صغیر کی اشاعت سے دنیائے ترجمہ قرآن مجید میں ایک انقلاب آگیا۔ کیونکہ یہ ترجمہ ایسا سلیس بامحاورہ اور آسان تھا کہ ہر شخص قرآن مجید کے بیان کردہ مفہوم کو بآسانی اخذ کر سکتا تھا۔ عشاق قرآن شمع قرآن کے حصول کے لیے پروانہ وار پہنچے اور ہر احمدی خاندان نے کوشش کی کہ اس کا ہر فرد اپنا علیحدہ نسخہ حاصل کرے تا قرآن مجید کے مفہوم و علوم سے ہر وقت جہاں کہیں ہو۔ بہرہ ور ہوتا رہے۔ اسی طرح ہر جماعت میں قرآن مجید کا درس دیا جانا اس سے بہت آسان ہوگیا۔ اور ہر چھوٹے بڑے نے اس سے استفادہ کیا۔ غیر از جماعت احباب نے بھی اسے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اس کے مطالعہ کے بعد اس کا گرویدہ ہوگیا۔ تفسیر صغیر کے پہلے ایڈیشن کے شائع ہونے سے لیکر اب تک اس کی اس قدر مانگ رہی ہے کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ بھارت میں بھی متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اور اس کی نایابی کو ایک نقصانِ عظیم سمجھا گیا۔

تفسیر صغیر دوسروں کی نظر میں تفسیر صغیر کو اپنوں کے علاوہ دوسروں اور بیگانوں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی جس کا اندازہ حسبِ ذیل تاثرات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے:۔

۱۔ اخبار "امروز" (لاہور) نے ۳۰ رمئی ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

مفسر:۔ الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم۔ ضخامت:۔ ۸۵۳ صفحات۔ ہدیہ پچیس روپے۔ ناشر ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ۔

قرآن حکیم پوری بنی نوع انسان کے لیے رشد و ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ ازل سے رہتی دنیا تک، یہ کتاب مبین انسانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں عدل کا راستہ دکھاتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو صراطِ مستقیم پر لاتی رہے گی۔ قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی سا شعبہ، کوئی سا گوشہ اور کوئی سا مرحلہ ایسا نہیں ہے جہاں ہم قرآن سے استمداد نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لیے مطالب قرآن پر حاوی ہونا لازم ہے۔ جب تک قرآن میں منضبط احکام خداوندی کے مفاہیم کا انشراح ہی نہ ہوگا۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ کیسے شروع ہوگا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر قرآنی مطالب کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا اور نزول قرآن سے لے کر اب تک اور پھر ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جن لوگوں نے قرآن فہمی عام کرنے کے سلسلہ میں کوئی سا حصہ بٹایا ہو

یقیناً تشکر کے سزاوار ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے دور میں قرآنی بصیرت کو عام کرنے ہیں جو کاوشیں کیں وہ اس لحاظ سے بھی مستحسن قرار پائیں گی کہ اس طرح تفسیر قرآن نے ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کرلی اور مطالب و معانی کے ابلاغ کے باب میں تحقیق کی ایک پختہ روایت قائم ہوگئی۔ بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس وقت تفسیر صغیر پیش نظر ہے یہ تفسیر احمدیہ جماعت کے پیشوا الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے عربی متن کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی مقامات کی تشریح کے لیے حواشی اور تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ترجمے اور حواشی کی زبان نہایت سادہ اور آسان فہم ہے۔ تفسیر صغیر حسنِ کتابت اور حسنِ طباعت کا مرقع ہے۔ ہدیہ صرف ۲۵ روپے ہے جو لاگت سے بھی کہیں کم ہے"[1]

۲۔ لاہور کے مشہور ہفت روزہ قندیل (۱۹ر جون ۱۹۶۶ء) نے تفسیر صغیر پر مندرجہ ذیل تبصرہ کیا۔

"(قرآن مجید کا با محاورہ اردو ترجمہ مع مختصر تفسیر) ادارۃ المصنفین ربوہ سائز ۲۶×۲۰/۸ ضخامت ۸۵۴ صفحات ہدیہ (عکسی اعلیٰ کاغذ) پچیس روپے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور اور تاج کمپنی لمیٹڈ کی طرف سے قرآن حکیم کی طباعت میں جو خوش ذوقی کا ثبوت دیا جاتا رہا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس روح آفرین سعی میں اضافہ ہوا ہے قرآن پاک کا یہ نسخہ اوّل سے آخر تک اعلیٰ ترین آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے نسخ و نستعلیق دونوں خط فنِ کتابت کے عمدہ ترین نمونے پیش کر رہے ہیں۔ آفسٹ کی طباعت کے باعث طباعت صاف اور دیدہ زیب ہے۔ جلد عمدہ اور مضبوط اور اس پر پلاسٹک کا جاذبِ نظر غلاف ہے۔

تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تاکہ ہر علمی استعداد کا آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیشِ نظر رکھی گئی ہیں۔

ابتداء میں حروف تہجی کے اعتبار سے مضامین و مفاہیم کے تین معلومات آفرین انڈکس بھی شامل کیے گئے ہیں جس سے قاری کو مختلف آیات تلاش کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کو اس خوبصورتی سے طبع کرا کے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔ بھر قیمت

---

[1] امروز (لاہور) ۳۰ر مئی ۱۹۶۶ء صٓ

اصل لاگت کے مقابلے میں بہت کم رکھی گئی ہے[1]

۳۔ رسالہ "سیارہ ڈائجسٹ" (کراچی) "قرآن نمبر" نے قرآن مجید کے "اردو تراجم و تفسیر" کی فہرست شائع کی جس کے چالیسویں نمبر پر "تفسیر صغیر" کی نسبت حسب ذیل الفاظ میں نوٹ دیا:۔

نام مترجم یا مفسر	نام ترجمہ یا تفسیر	مقام اشاعت	مطبع	سن طباعت	ضخامت
۴۰۔ بشیر الدین محمود احمد مرزا (خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ)	ترجمہ قرآن مع "تفسیر صغیر"	لاہور	نقوش پریس	۱۹۶۶ء	۹۵۴

کیفیت۔ ۱۹۶۶ء میں بہترین ایڈیشن آرٹ پیپر پر بڑی نفاست سے چھپا۔ صفحہ دو کالمی ہے ایک میں متن اور دوسرے میں ترجمہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں ربوہ سے شائع ہوا تھا[2]

۴۔ سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر "ریاست" دہلی نے تفسیر صغیر کے متعلق ہی گیانی عباد اللہ ریسرچ سکالر سکھ ازم کے نام دو مکتوب لکھے جن کا متن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

DEHRADUN

(INDIA)

محترم! 25,7,1966

"ابھی تفسیر صغیر بذریعہ پارسل ملی۔ گیٹ اپ کو دیکھ کر دلی مسرت نصیب ہوئی۔ بہت بہت شکریہ۔ میری ایمانداری کی رائے یہ ہے کہ تبلیغ و اشاعت کے اعتبار سے آپ کی جماعت نے جتنا کام پچھلے پچاس ساٹھ برس کیا اتنا کام دنیا کے مسلمانوں نے پچھلے تیرہ سو برس میں نہ کیا ہوگا۔ اسلام کی اس عظیم الشان خدمت کی موجودگی میں احمدی جماعت کو اسلام کے لیے نقصان رساں کہنا انتہائی کذب بیانی ہے میں اپنے ان خیالات کا اکثر غیر احمدی حضرات سے اظہار کیا کرتا ہوں۔

نیاز مند

دستخط (دیوان سنگھ مفتون)

DIWAN SINGH MAFTOON
(Editor The Riyasat)
Dehra Dun

---

[1] بحوالہ الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ [2] صفحہ ۸۶۴

DIWAN SINGH MAFTOON

DEHRA DUN
(INDIA)
aug 11th 1966

مائی ڈیئر گیانی صاحب

آپ کا خط ملا۔ تفسیر صغیر مل گئی تھی۔ میں اس سے پہلے پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔ اور خط بھی لکھا تھا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ کی جماعت نے اسلام کے متعلق جتنی تبلیغ پچھلے پچاس ساٹھ برس میں کی اتنی تبلیغ دنیا کے مسلمانوں نے پچھلے تیرہ سو برس میں نہ کی۔ تفسیر کی چھپوائی وغیرہ لاجواب ہے۔

نیاز مند

(دیوان سنگھ)

فصل دوم

قادیان اور ربوہ کے بابرکت سالانہ جلسے

جلسہ قادیان ۶، ۷، ۸ر اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اپنی سابقہ روایات کے مطابق منعقد ہوا۔ اس بابرکت روحانی اجتماع میں بھارت کے دور دراز صوبوں کے علاوہ پاکستان اور انڈونیشیا سے بھی بعض احمدی تشریف لائے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مقدس تقریب پر حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا۔ جو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھ کے سنایا۔

"قادیان کو (جماعت احمدیہ) کا مرکز بنانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا تھا۔ اور ہندوستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ خدا تعالیٰ جب کسی ملک میں مامور بھجواتا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اس کام کے چلانے کی ذمہ داری اس ملک والوں پر ہوتی ہے۔ میرا پیغام تو یہی ہے کہ ہندوستان کے احباب ربوہ اور پاکستان کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے کی عادت چھوڑ دیں اور اس بات کو پوری طرح ذہن نشین کریں کہ مرکز احمدیت خدائی فیصلہ کے مطابق ہندوستان ہے اور شہروں کے لحاظ سے قادیان ہے۔"

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید لڑائی کے سوا پاکستان اور ہندوستان آپس میں جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ محض مایوسانہ خیالات ہیں۔ اگر اسلام مشرقی پنجاب اور اس کے ساتھ ملتے صوبوں میں پھیل جائے تو پاکستان اور ہندوستان کے دل فوراً مل جائیں گے اور بغیر لڑائی کے متحد ہو جائیں گے۔

پس خدائی ذرائع کو اختیار کرو تا کہ انسانی وحشی خیالات کے پھیلنے کا موقعہ نہ

ملے۔ خدائی ہتھیار یہی ہوتا ہے کہ دلوں کی صفائی ہو اور انسانی ہتھیار یہ ہوتا ہے کہ سر کاٹا جائے پس خدائی ہتھیاروں کی طرف توجہ کرو تاکہ انسانی ہتھیاروں کی ضرورت نہ رہے۔"

جلسہ سالانہ سے بھارت کے مشہور احمدی علماء کے علاوہ سید اختر احمد صاحب اورینوی پروفیسر (سربراہ شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی) نے اور احمد نور صاحب انڈونیشین نے بھی خطاب فرمایا۔[1]

اس موقعہ پر مصر، انڈونیشیا، افریقہ، امریکہ وغیرہ جماعتوں کی طرف سے متعدد برقیہ پیغامات موصول ہوئے۔

بھارت کی ممتاز مسلم شخصیات میں سے جناب ڈاکٹر سید محمود احمد صاحب سابق وزیر خارجہ حکومت ہند نئی دہلی اور جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ثانی (گدی نشین درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نئی دہلی) کے پیغامات موصول ہوئے جن میں جماعت احمدیہ کی دینی خدمات پر خراج تحسین ادا کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر سید محمود احمد صاحب کا پیغام حسب ذیل الفاظ میں تھا:۔

"آپ کے دعوت نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفیات جلسہ میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔ میں اگرچہ احمدی نہیں ہوں لیکن میرے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح اور احمدیہ جماعت کے متعلق انتہائی طور پر احترام کے جذبات ہیں بوجہ اس کے کہ وہ اسلام کے لیے بے لوث خدمات اور بے غرضانہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نظامی صاحب ثانی نے اپنے پیغام میں تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ لوگ ایسی عمدگی اور مستقل مزاجی سے تبلیغ کرتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے...... مجھے آپ کی جماعت کے بہت سے عقائد سے اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلافات اپنی جگہ اور آپ لوگوں کی مستعدی اور اپنی جماعت کی خدمتوں کا اعتراف اپنی جگہ ہے۔ کوئی بھی انصاف پسند آدمی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ قادیانی مبلغوں جیسے دھن کے پکے مبلغ بہت کم جماعتوں کو میسر ہیں۔"

بعض غیر مسلم معززین نے بھی اپنے دلی جذبات خلوص پر مشتمل پیغامات بھیجے مثلاً شری پنڈت موہن لال

---

[1] بدر ۱۷، ۱۰ اکتوبر، ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں تفصیلی روداد درج ہے۔

سے فنانس منسٹر مشرقی پنجاب۔ مسٹر آر۔ ایل کپور صاحب انجنیئر میرٹھ۔ مسٹر اے۔ ایم ڈاکر پنجاب نیشنل بنک دہلی۔ کیپٹن جگت سنگھ صاحب اسسٹنٹ ریکروٹنگ آفیسر امرتسر۔ محترمہ مس انفسلین ولیس صاحبہ چنڈی گڑھ [1]

بھارت کے با اثر انگریزی روزنامہ "ہندوستان ٹائمز (HINDUSTAN TIMES) نے اپنی ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں لکھا :۔

"احمدیوں کا قادیان میں اجتماع دینِ اسلام کو پھیلانے کی ترغیب ۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ نے اپنے خاص پیغام میں جو آپ نے ہندوستانی احمدیوں کے لیے جلسہ سالانہ پر بھجوایا اور جو جلسہ قادیان کے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا فرمایا ۔

اسلامی تبلیغ کو مشرقی پنجاب اور قریب کے صوبہ جات میں پھیلاؤ ۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے پاکستان اور ہندوستان کے دل مل سکتے ہیں ۔ جلسہ کے موقعہ پر انڈونیشیا، مصر، مغربی و مشرقی افریقہ ۔ سیلون ۔ صوبجات متحدہ امریکہ اسپین اور پاکستان کے مشہور احمدیوں کی طرف سے بھی پیغامات موصول ہوئے جو اجلاس میں پڑھے گئے ۔ اس تقریب میں تقریباً بارہ صد احمدی اور ایک ہزار سکھ اور ہندو شامل ہوئے پاکستان سے صرف بیس احمدی [2] جن میں پانچ مستورات بھی شامل تھیں آئیں

ڈاکٹر سید محمود احمد صاحب (سابق وزیر خارجہ ہندوستان) نے اپنے پیغام میں کہا کہ وہ احمدیہ جماعت میں شامل نہیں ۔ لیکن خلیفہ صاحب اور جماعت احمدیہ کو بہت عزت و احترام کے جذبات سے دیکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کی بے غرضانہ خدمت میں وقف کیا ہے ۔

جلسہ میں مندرجہ ذیل مشہور احمدی شامل ہوئے :۔

ڈاکٹر سید اختر صاحب آف پٹنہ یونیورسٹی ۔ پروفیسر عبدالسلام بنارس یونیورسٹی ۔ مسٹر محمد ایوب ۔ اے ڈی

---

[1] بدر ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲ :: [2] یہ صحیح نہیں ۔ اگرچہ اس سال قافلہ پاکستان کی باقاعدہ اجازت نہیں مل سکی ۔ پھر بھی ۳۵۰ پاکستانی احمدی ویزا سے شامل جلسہ ہوئے (بدر ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱)

ایم ۔صوبہ بہار مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر (دکن) اور مسٹر شرافت خاں اڑیسہ۔

تین دن تک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیروؤں سے روحانی، سماجی، ثقافتی اور جماعت احمدیہ کے انتظامی امور پر تقاریر کیں۔ مستورات کا جلسہ علیحدہ ہوا (ترجمہ)

روزنامہ "ٹائمز آف انڈیا" مورخہ ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں اس مبارک جلسہ کی حسب ذیل خبر چھپی:۔

اسلامی تعلیمات کو پھیلاؤ۔

احمدیت کا پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے اپنے خصوصی پیغام میں جو آپ نے جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر ہندوستانی احمدیوں کے نام بھجوایا فرمایا اسلامی پیغام کو مشرقی پنجاب اور قریب کے صوبوں میں پھیلاؤ یہی ایک طریق ہے جس سے ہندوستان اور پاکستان کے دل متحد ہو سکتے ہیں اور وہ بغیر جنگ کے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ہندوستانی احمدیوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ پاکستان یا ربوہ (احمدیہ جماعت کے پاکستانی مرکز) کی طرف نظر نہ اٹھائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ملکوں میں سے ہندوستان اور شہروں میں سے قادیان احمدیہ جماعت کے روحانی مراکز ہیں کیونکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ قادیان کی ولادت قادیان میں ہوئی[1] (ترجمہ)

جلسہ سالانہ ربوہ - ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو شمعِ احمدیت کے ستر ہزار پروانوں کا ربوہ میں عدیم المثال اجتماع ہوا اور دنیا نے ایک بار پھر دیکھا کہ تحریک احمدیت کو مخالفتوں اور عداوتوں کے طوفانوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خارق عادت تائید و نصرت حاصل ہے۔

اس کامیاب جلسہ میں پاکستان کے علاوہ ہالینڈ، انگلستان، جرمنی، مشرقی افریقہ اور ہندوستان سے بھی بعض مخلصین نے شرکت فرمائی اور امام ہمام سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے روح پرور خطاب اور سلسلہ کے دیگر بزرگوں اور علماء عظام کی فاضلانہ تقاریر سے مستفید ہوئے[2]

حضور نے اپنی افتتاحی تقریر میں تفسیر صغیر، تبویب مسند احمد بن حنبل جلد ا کی اشاعت اور تاریخ

---

[1] بحوالہ "بدر" قادیان ۱۴؍ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۹

[2] الفضل یکم جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۸

احمدیت کی تدوین کے آغاز کا ذکر کرنے کے بعد بتایا کہ یہ جماعت احمدیہ کا ۶۷ واں جلسہ ہے

"اس عرصہ میں ہم اتنی دشمنیوں سے گزرے ہیں کہ گویا ہم نے تلواروں کے نیچے اپنا سر رکھا اور اس طرح ۶۷ سال گزار دیئے اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ایمانوں میں روز افزوں زیادتی ہوئی اور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ چنانچہ آج سے ایک سال قبل ایک احمدی میں جتنی طاقت تھی آج اس سے دس گناہ زیادہ طاقت اس میں موجود ہے .... بلکہ اب تو ہماری عورتیں بھی ایسی ہیں جو مردوں سے زیادہ دلیر ہیں"۔

حضور نے چنڈ بھروانہ (ضلع جھنگ) اور منگلا (ضلع سرگودھا) کی مخلص اور نئی احمدی جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک احمدی خاتون کے جوشِ تبلیغ کی خاص طور پر مثال دی اور اس کے دلچسپ تبلیغی واقعات سنائے اور دنیا بھر کے احمدیوں کو پُر زور تلقین فرمائی کہ عہد کریں کہ ہر احمدی سال میں کم از کم ایک سو آدمیوں کو سلسلہ کا لٹریچر ضرور پڑھائے گا۔ تقریر کے آخر میں حضور نے ایک خواب کی بناء پر فرمایا کہ:۔

"خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہمارا چندہ ساٹھ لاکھ ہو جائے گا اور اگر صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ کے ساتھ تحریک جدید کے بجٹ کو بھی ملایا جائے تو جماعت کا کل بجٹ ایک کروڑ بیس لاکھ ہو جاتا ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو بہاولپور اور خیرپور کی آمد سے بھی ہمارا سالانہ بجٹ بڑھ جائے گا اور اگر خدا تعالیٰ نے مزید ترقی دی تو پاکستان کی آمد سے بھی صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی آمد زیادہ ہو جائیگی بلکہ ہم تو اس اُمید میں ہیں کہ امریکہ، روس، انگلینڈ، جرمنی اور فرانس کی آمد کو اگر ملایا جائے تب بھی صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی آمد اس سے زیادہ ہو تاکہ یورپ اور امریکہ میں ہم پانچ ہزار ..... (خدا کے گھر) سالانہ تعمیر کرا سکیں"[1]

حضور کی دوسری تقریر حسب معمول سال گزشتہ کے کام پر تبصرہ اور نئے سال کے پروگرام سے متعلق تھی۔ سب سے قبل حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی اور مجلس انصار اللہ ملتان کو اپنے دست مبارک سے علم انعامی عطا فرمائے پھر مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ، مولوی جلال الدین صاحب شمس، مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویسی، منشی عبدالحق

---

[1] الفضل ۸ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳-۶ (اصل تقریر میں "خدا کا گھر" کی بجائے مساجد کا لفظ ہے)

صاحب کاتب منشی محمد اسماعیل صاحب کاتب اور منشی انوار احمد صاحب سنگ ساز کو اظہارِ خوشنودی کے طور پر انعامی تھیلیاں عطا فرمائیں۔ محترم ملک صاحب موصوف کی زیرِ نگرانی مسند احمد بن حنبل کی تبویب کا جو عظیم الشان کام ہوا یہ انعام اس سلسلہ میں تھا اور باقی اصحاب تفسیر صغیر جیسی شاندار تالیف کی بروقت اشاعت کے مثالی کارنامہ کے باعث مستحق انعام قرار پائے تھے۔

حضور نے پچھلے سال "رسائل خلافت" کے امتحانات میں اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو انعام دینے کا اعلان فرمایا۔ اس کے مطابق حضور نے اس موقع پر مندرجہ ذیل اصحاب کو انعامات عطا فرمائے:-

۱۔ مرزا برکت علی صاحب آف قادیان (انصار اللہ میں اوّل)

۲۔ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ لاہور (دوم)

۳۔ ڈاکٹر محمد الدین صاحب چکوال (سوم)

۴۔ چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی لاہور چھاؤنی (خدام الاحمدیہ میں اوّل)

۵۔ مولوی محمد سلطان اکبر صاحب بی اے ضلع سرگودہا (دوم)

۶۔ مرزا منور احمد صاحب ربوہ (سوم)

۷۔ مکرم عبدالمنان صاحب ناہید کیمبل پور (سوم)

لجنہ اماء اللہ میں سے محترمہ محمودہ بیگم احمد صاحب کراچی نے اوّل، محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری عبدالحمید صاحب روہڑی نے دوم اور محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ نے سوم پوزیشن حاصل کی تھی۔ حضور کے ارشاد پر جلسہ خواتین میں ان کو انعامات تقسیم کر دیئے گئے۔

تقسیم انعامات کے بعد حضور نے تفسیر صغیر کی اشاعت اور فلپائن میں دو ڈیڑھ سو نفوس کے قبولِ احمدیت کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ فرمایا:-

"اس سال خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک تو تفسیر صغیر یعنی قرآن کریم کا اُردو ترجمہ اور مختصر تفسیر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے یہ اس سال کا کارنامہ ہے جو دوست اس تفسیر کو پڑھیں گے وہ انشاء اللہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے یہ کام صرف ۳ ماہ میں ہوا ہے یعنی مئی کے آخر میں یہ کام شروع ہوا تھا اور اگست کے شروع میں یہ کام مکمل ہو گیا تھا دوسرے علماء جو ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے وہ اس کا مقابلہ اگر دوسری تفسیروں سے کریں۔ خواہ وہ انگریزی میں ہوں یا عربی زبان میں تو ان کو پتہ لگے گا کہ

یہ تفسیر خدا تعالیٰ کے فضل سے ان پر ہر لحاظ سے غالب ہے اور گو یہ تفسیر صغیر ہے مگر اس میں بعض مضامین ایسے آ گئے ہیں جو تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔ ملک غلام فرید صاحب جو انگریزی تفسیر القرآن لکھ رہے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے ایک نسخہ تفسیر صغیر کا جلد بھجوا دیا جائے تاکہ میں انگریزی تفسیر القرآن کے مسودہ میں مناسب جگہوں پر اصلاح کر لوں یا اضافہ کرنے کی ضرورت ہو تو اضافہ کر لوں چنانچہ ان کو کتاب بھجوا دی گئی ہے۔

گو شروع میں صرف ایک ہزار کی اشاعت کا اعلان ہوا تھا مگر اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے تین ہزار چھ سو کی درخواستیں آ چکی ہے مگر پریس اتنی تعداد میں تفسیر چھاپ نہیں سکا اس لیے جن لوگوں کی خریداری کے لیے درخواستیں آئی ہوئی ہیں انہیں باری باری اور آہستہ آہستہ تفسیر دیدی جائیگی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تفسیر میں اکثر مضامین آ گئے ہیں پہلے خیال تھا کہ اس کے بارہ سو صفحات ہوں گے مگر بعد میں مضمون لمبا ہو گیا۔ چنانچہ اب اصل تفسیر کے تیرہ سو بیس صفحات ہیں اور ۴۳ صفحات ضمیمہ کے ہیں جو نوٹ لمبے ہو گئے ہیں انہیں تفسیر کے آخر میں بطور ضمیمہ لگا دیا گیا ہے۔ پھر ۱۱۲ صفحات کی فہرست مضامین بھی جسے انگریزی میں انڈیکس (INDEX) کہتے ہیں کتاب کے شروع میں لگا دی گئی ہے یہ انڈیکس اتنا وسیع ہے کہ پہلے تمام انڈیکسوں سے اعلیٰ ہے اور ان سے بہت زیادہ مضامین اس میں آ گئے ہیں۔

ترجمہ کے متعلق یہ خیال رکھا گیا ہے کہ وہ بامحاورہ ہو اس سے پہلے تمام تراجم قریباً تحت اللفظ ہوتے تھے یعنی عربی زبان میں جس لفظ کا جو مقام ہوتا تھا اس کو بیان کر دیا جاتا تھا لیکن اس میں یہ نقص ہوتا تھا کہ اُردو جاننے والا جس کو قرآن کریم سمجھانا مقصود ہوتا تھا اس کے معنی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا لیکن بامحاورہ ترجمہ سے ہر اردو جاننے والا قرآن کریم کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس لیے ہم نے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے اور عربی زبان کے لحاظ سے جو مقام جس لفظ کا تھا اسے ترجمہ کے نیچے نوٹ میں ظاہر کر دیا ہے اس کے علاوہ قرآن کریم کے مختصر مضامین بھی درج کر دیئے ہیں۔ اس طرح ترجمہ بامحاورہ بھی ہو گیا ہے تحت اللفظ بھی ہو گیا ہے اور تفسیر بھی ساتھ آ گئی ہے۔ غرض یہ کہ تفسیر گو مختصر ہے مگر ایسی مکمل ہے کہ بعض مضامین اس میں ایسے آ گئے ہیں کہ وہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں آئے۔ اب جو شخص تفسیر کبیر کی طرح ان نوٹوں کو پھیلانا چاہے گا وہ انہیں پھیلا سکے گا۔ اور جو شخص انہیں پھیلانے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ قرآن کریم کے مفہوم سے واقف ہو جائے گا۔

دوسری چیز جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے سال میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک تقریر میں کہا تھا کہ گو ہم نے اب تک فلپائن میں اپنا کوئی مبلغ نہیں بھیجا مگر تاہم وہاں ۲۷ افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں اب اطلاع آئی ہے کہ وہاں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ ان لوگوں میں سکولوں اور کالجوں کے طالب علم اور گورنمنٹ کے بعض بڑے بڑے افسر جیسے محکمہ تعلیم کے افسران اور اس طرح بعض دوسرے محکموں کے افسر شامل ہیں بعض سکول اور کالج ایسے ہیں جن کے طلباء کی ایک بڑی تعداد احمدیت میں داخل ہو چکی ہے پس کیا بلحاظ کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت دونوں لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فلپائن میں فتح عظیم بخشی ہے فلپائن کوئی معمولی ملک نہیں بلکہ بڑا اہم ملک ہے اس کو ابتداء میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا بہت قدیم زمانہ میں مسلمان سیلون آئے سیلون سے انڈونیشیا گئے اور انڈونیشیا سے جا کر انہوں نے فلپائن فتح کیا۔ بعد میں اس پر سپین نے قبضہ کر لیا اور پھر سپین سے یہ ملک امریکہ نے چھین لیا اور سپین والوں نے مسلمانوں کو بالجبر عیسائی بنایا۔ چنانچہ ایک جگہ پر تلوار لٹکا دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ جو مسلمان اس کے نیچے سے گزرتے ہوئے عیسائیت کا اقرار کرے گا اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن جو عیسائیت کا اقرار نہیں کرے گا اس کی گردن اسی تلوار سے اُڑا دی جائے گی۔

اس طرح فلپائن کے سارے مسلمان باشندوں کو ایک ہی دن میں عیسائی بنا لیا گیا پس فلپائن کوئی معمولی ملک نہیں بلکہ اس کی حیثیت اسپین سے دوسرے نمبر پر ہے اس جگہ ہمارے سلسلہ کا پھیل جانا بڑی برکت کا موجب ہے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ اس ملک کی رومن کیتھولک حکومت ہمارے مبلغوں کو نہ صرف وہاں جانے نہیں دیتی بلکہ وہاں کے نومسلموں کو پڑھنے کے لیے ربوہ نہیں آنے دیتی۔ اب خبر آئی ہے کہ برابر تین سال کے جھگڑے کے بعد حکومت نے ایک نومسلم کو ربوہ آنے کی اجازت دیدی ہے اور اس کے متعلق یہ بھی یقین نہیں کہ وہ یہاں آ بھی سکے گا یا نہیں بہرحال اس ملک کی یہ کیفیت ہے کہ ہمارے آدمیوں کو ادھر جانے بھی نہیں دیا جاتا اور اُدھر کے آدمیوں کو ادھر نہیں آنے دیا جاتا۔ تاکہ کہیں عیسائیت میں رخنہ پیدا نہ ہو جائے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ فلپائن کے ایسے علاقے کے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں جو سارے فلپائن پر غالب ہیں۔ پچھلی جنگِ عظیم میں جاپانیوں کا مقابلہ انہیں لوگوں کی مدد سے کیا گیا تھا یہ لوگ جنگل میں رہتے ہیں اور ہم تو اس فعل کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر چونکہ وہ اپنے پہلے مذہب کے پیرو ہیں اس لیے وہ رائفلیں لے کر جنگل سے نکل آتے ہیں اور جو عیسائی انہیں نظر آئے اسے

گولی مار دیتے ہیں گویا اُن کی مثال قبائلی پٹھانوں کی طرح ہے جونہی انہیں کوئی عیسائی نظر آتا ہے وہ اسے گولی مار دیتے ہیں اور پھر جنگل میں چھپ جاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس علاقہ میں احمدیت پھیل رہی ہے"[1]

حضرت مصلح موعودؓ کی تیسری معرکہ آراء تقریر سیر روحانی کے موضوع پر لنگر خانوں سے متعلق تھی جسے علم و معرفت کے آسمانی مائدہ سے تعبیر کیا جانا چاہیئے۔[2]

اس اہم علمی تقریر سے قبل حضور نے مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کے بارے میں نہایت ایمان افروز واقعات بیان فرمائے جن سے قطعی اور بالبداہت طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ربانی تقدیریں اس طرف اشارہ کر رہی تھی کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اس ضمن میں حضور نے تین آسمانی نشانوں کا خصوصی ذکر فرمایا:۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک کے سامنے عہد کہ "میں بچہ ہوں پر اُسے میرے خدا میں تیری قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا نے اس سے مُنہ موڑ لیا تو میں اُس سے مُنہ نہیں موڑوں گا۔ اور میں اس وقت تک چین نہیں لوں گا جب تک کہ ساری دنیا کو اس کے قدموں میں لا کر ڈال نہ دوں"۔

۲۔ ۱۹۱۳ء میں شملہ کے مقام پر ایک رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کی راہ میں بڑی بڑی بلائیں آئیں گی مگر تم یہ کہتے چلے جانا۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔

چنانچہ اس کے بعد آپ نے زندگی بھر جو مضمون لکھے یا تقریر کے نوٹ تیار کیے اُن کے اوپر یہ الفاظ ضرور تحریر فرمائے اور یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالکل یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ جب اس پیشگوئی کی شہرت کامل درجہ پر پہنچ گئی۔ "تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ رجمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا"[3] اس طرح اللہ تعالیٰ نے "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کے الفاظ کے ساتھ ۱۹۱۳ء میں ہی آپ کے مصلح موعودؓ ہونے کی طرف توجہ دلا دی۔

---

[1] الفضل ۱۴ر فروری ۱۹۵۸ء صـ۳ر ۴ر ۵ ؛ [2] مکمل تقریر "سیر روحانی جلد ۵ صفحہ ۱۳۶" میں شائع شدہ ہے ؛ [3] تریاق القلوب طبع اوّل صـ۴۲۔

۲۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات پر آپ نے فیصلہ فرمایا کہ جماعت کی وحدت و اتحاد کے لیے آپ مولوی محمد علی صاحب کا نام انتخاب خلافت کے موقع پر پیش کر دیں گے مگر خدا کے ازلی نوشتے پورے ہوئے اور قبل اس کے کہ آپ دوستوں کو مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی تحریک فرماتے آپ کو دیکھتے ہی مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرحوم نے کہا کہ ہاتھ بڑھایئے اور بیعت لیجیئے آپ کو بیعت کے الفاظ یاد نہیں تھے مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب آگے بڑھے اور کہا کہ لفظ مجھے یاد ہیں میں کہتا جاؤں گا آپ دہراتے جایئے اس پر مولوی محمد علی صاحب نے تقریر کرنا چاہی مگر تمام احمدیوں نے بیک زبان کہا کہ ہم نہیں سُننا چاہتے جس پر مولوی صاحب موصوف کو بیٹھ جانا پڑا اور جماعت احمدیہ آپ کے ذریعہ دوبارہ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔

حضور نے اپنی روح پرور تقریر میں یہ سب واقعات پوری شرح و بسط سے بتلانے کے بعد بڑے جلال کے ساتھ فرمایا۔ "میں اگر کہہ دیتا کہ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لی جائے تو سب لوگ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لیتے مگر خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ یہ کام اُن سے نہ لے بلکہ مجھ سے لے سو خدا تعالیٰ نے مجھ کو ہی کھڑا کیا اور وہ ناکام رہے یہ تیسری مثال ہے اس بات کی کہ مصلح موعودؓ کے لیے خدا تعالیٰ نے متواتر نشان دکھائے اور اس کی انگلی بار بار اس طرف اٹھتی تھی کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس سے خدا تعالیٰ یہ کام لینا چاہتا ہے۔"

نیز فرمایا "پھر میرے عمل نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا۔ آج مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن بھی موجود ہے اور میری بھی۔ اُن کی تفسیر تین جلدوں میں ہے اور اس کے ۱۹۹۵ صفحات ہیں اور میری تفسیر قرآن اب تک ۳۲۶۶ صفحات تک مکمل ہو چکی ہے اور ۱۳۵۴ صفحہ کی اب تفسیر صغیر چھپی ہے اگر یہ تفسیر کبیر مکمل ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ وہ سات ہزار صفحہ کی کتاب ہو جائے گی اور مولوی صاحب کی اس کے مقابلہ میں صرف بیس سو صفحہ کی کتاب ہو گی پھر اگر دوسری کتابیں دیکھی جائیں جیسے دعوت الامیر وغیرہ ہیں اور ان کے صفحات بھی اس میں شامل کیے جائیں تو میری تفسیر کے غالباً بیس ہزار سے زیادہ صفحے ہو جائیں گے اور مولوی صاحب کی کتابیں ان کے مقابلہ میں رکھی جائیں تو وہ بالکل ہیچ نظر آئیں گی۔

پھر مبلغین کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یورپ میں تبلیغ اسلام کی ایسی توفیق دی کہ شیخ محمد طفیل صاحب[1]

---

[1] فوت ہو چکے ہیں۔

جو غیر مبائعین کے مبلغ ہیں اور آج کل ایمسٹرڈم (ہیگ) میں کام کر رہے ہیں انہوں نے ایک دفعہ "پیغام صلح" میں مضمون لکھا کہ اس وقت مغربی دنیا میں ہالینڈ، جرمنی، سپین اور سوئٹزرلینڈ میں مبائعین کے مبلغ کام کر رہے ہیں اور سب ہی پڑھے لکھے مخلص نوجوان ہیں اور سات آٹھ سال ان ممالک میں رہنے کی وجہ سے مغربی زبانوں سے بھی کما حقہٗ واقف ہو چکے ہیں اور ان میں تقریر و تحریر کی کافی مہارت پیدا کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈچ، جرمن اور انگریزی زبان میں ان کے پاس لٹریچر بھی اچھا خاصہ موجود ہے"

(پیغام صلح ۲۱ جولائی ۱۹۵۴ء)

.... غرض ان کی کتابوں سے زیادہ کتابیں لکھنے کی مجھے توفیق ملی اور پھر ان کتابوں کے ساتھ مبلغ بھیجنے کی ضرورت تھی، جن کے بغیر کتابیں کوئی کام نہیں دے سکتیں خدا تعالیٰ نے مجھے اس کو پورا کرنے کی توفیق دی کیونکہ یورپین لوگ اسلام سے ناواقف ہیں جب تک ان کو سمجھانے والا نہ ہو صرف کتاب اُن کے آگے رکھ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا"[1]

---

[1] الفضل ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء ص۳

فصل سوم

رفقاءِ حضرت مسیح موعودؑ کا انتقال

یہ سال عام الحزن کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ اس میں حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود کے متعدد قدیم اور نہایت جلیل القدر رفقائے خاص داغِ مفارقت دے گئے اور یہ مقدس گروہ جو حضرت اقدس کے عہدِ مبارک میں لاکھوں پر مشتمل تھا اب صرف چند سو کی تعداد میں رہ گیا

۱۔ میاں غلام رسول صاحب آف ڈیرہ غازیخان

(ولادت اندازاً ۱۸۷۸ء ۔ بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۴ رجنوری ۱۹۵۷ء)

چوغطہ خاندان کے ایک معزز فرد تھے ۔ آپ شہر ڈیرہ غازیخان کے سب سے پہلے فرد تھے جن کو احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی اپنی وسیع برادری والدین رشتہ داروں دوستوں کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہ کی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شہر ڈیرہ غازیخاں میں حضرت اقدس مسیح پاک کی مخالفت شدت اختیار کر چکی تھی ۔ تکفیر اور بائیکاٹ کا حربہ زوروں پر تھا آپ کو اس زمانہ کی سب مشکلات و مصائب میں سے گذرنا پڑا اور ان سب تکالیف کو بعد ذوق وشوق صبر کے ساتھ برداشت کیا اور ثابت قدم رہے ۔ آپ ڈپٹی کمشنر صاحب ڈیرہ غازی خان کے دفتر میں بطور کلرک ملازم تھے اور ۱۹۲۴ء میں ریٹائر ہو کر پینشن یاب ہوئے ۔ ملازمت کا سارا زمانہ نہایت دیانتداری سے گزارا ۔ آپ کی تنخواہ قلیل تھی ۔ جس سے گذر اوقات مشکل سے ہوتی تھی ۔ مگر آپ نے ہمیشہ صبر ورضا کا اعلیٰ نمونہ دکھایا ۔ تقویٰ طہارت کی یہ حالت تھی کہ تھوڑے دن ہوئے کہ آپ حسن خاں صاحب ضاحجانہ کئے پاس ضلع کچہری میں اپنے کام کے سلسلہ میں آئے اور اونچی آواز میں کچھ فرمانے لگے اور ان کے ذمہ ایک کام لگا کر چلے گئے کچھ فاصلہ پر ایک معزز

غیر احمدی جو شہر ڈیرہ غازیخاں کے میونسپل کمشنر بھی ہیں اپنے کام میں مصروف تھے ۔ انہوں نے اپنا کام چھوڑ کر حجانہ صاحب کو بلایا اور کہا کہ میاں غلام رسول صاحب کیوں ناراض ہو رہے تھے ۔ اور کہنے لگا کہ یہ بزرگ خدا رسیدہ انسان اور اللہ کا پیارا ہے ۔ مجھے اس کی دعاؤں پر یقین کامل اور اس کی ناراضگی سے سخت خوف لگتا ہے ۔ آئندہ احتیاط کیا کرو ۔ کہ وہ اونچی آواز سے بھی مخاطب نہ ہو ۔ صوم وصلوٰۃ کی بڑی سختی سے پابند تھے ۔ عسر و یسر میں روزے بڑی تاکید کے ساتھ رکھا کرتے تھے ۔ اور یہ پرواہ نہیں کیا کرتے تھے کہ سحری کے لیے کچھ ہے بھی یا نہیں ۔ بلا ناغہ نماز تہجد پڑھا کرتے اور اپنے رب کے حضور نصرت اسلام غلبہ احمدیت، سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود کی درازی عمر صحت و سلامتی و خاندان مسیح موعود اور بزرگان اور مبلغین اور مجاہدین سلسلہ کے لیے نہایت انکساری کے ساتھ دعائیں مانگا کرتے تھے ۔ شب بیدار تھے ۔ گر کبھی تہجد کے وقت اٹھنے میں دیر ہو جاتی تو کہتے تھے کہ فرشتہ مجھے کہتا تھا کہ اٹھ غلام رسول تہجد کا وقت ہو گیا ہے ۔ موصی تھے اور چندہ وصیت ہمیشہ وقت پر ادا کرتے اور دوسرے چندوں اور تحریکات سلسلہ عالیہ میں بھی حسب توفیق حصہ لیا کرتے ۔ دستِ سوال دراز کرنا موت کے برابر سمجھتے تھے اور عجیب شان ایزدی ہے کہ خداوند کریم سب مشکلات وقت پر دور کرنے کے سامان مہیا کر دیا کرتا تھا[1]

۲۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی بانی احمدیہ مشن امریکہ

(ولادت ۱۱ر جنوری ۱۸۷۲ء[2] ۔ بیعت ۳۱ر جنوری ۱۸۹۱ء[3] ۔ وفات ۱۳ر جنوری ۱۹۵۷ء[4])

حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے[5] آپ کے بزرگ عرب سے ایران آئے پھر سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں پنجاب پہنچے اور ملتان اور پاک پٹن میں مقیم ہوئے اور عموماً حکومتِ وقت کی طرف سے قاضی کے عہدہ پر سرفراز رہے ۔ حضرت اورنگ زیب کے زمانہ میں اس خاندان کے ایک عالم دین بھیرہ[6] کے مفتی بنے اور یہیں آباد ہو گئے ۔

---

[1] الفضل ۷ر فروری ۱۹۵۰ء صـ۳ (مضمون حسن خانصاحب حجانہ سیکرٹری امور عامہ ڈیرہ غازیخان)

[2] الفضل ۲۹ر جنوری ۱۹۵۷ء صـ۳ :: [3] رجسٹر بیعت اولیٰ (غیر مطبوعہ) :: [4] الفضل ۱۵ر جنوری ۱۹۵۷ء صـ۱

[5] مفصل شجرہ نسب ضمیمہ اخبار بدر ۲۶ر ستمبر ۱۹۱۲ء میں درج ہے ۔ :: [6] یہ قصبہ پہلے ضلع شاہ پور میں تھا اب ضلع سرگودہا میں ہے ۔

حضرت مفتی صاحب کے والد ماجد کا نام مفتی عنایت اللہ اور والدہ کا نام فیض بی بی تھا[1]۔ آپ بھیرہ میں مفتیوں کے محلہ میں پیدا ہوئے۔ اور انٹرنس تک بھیرہ میں ہی تعلیم پائی۔ بعدازاں حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی (خلیفۃ المسیح الاوّل) کی وساطت سے جموں ہائی سکول میں انگلش ٹیچر مقرر ہوئے یہ ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے اسی سال کے آخر میں آپ نے قادیان دارالامان کا پہلا سفر کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۸۹۰ء میں یہ عاجز امتحان انٹرنس پاس کر کے جموں گیا۔ اور وہاں مدرسہ میں ملازم ہوگیا۔ ایک اور مدرس جو میرے ہم نام تھے (مولوی فاضل محمد صادق صاحب مرحوم) میرے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب فتح اسلام جموں میں پہنچی (غالباً وہ پروف کے اوراق تھے جو قبل اشاعت حضرت مولوی نورالدین صاحب...... کو بھیج دیئے گئے تھے) اس کتاب میں حضرت صاحبؑ نے پہلی دفعہ بالوضاحت عیسیٰ ناصری کی وفات اور اپنے دعوے مسیحیت کا ذکر کیا۔ وہ کتاب میں نے اور مولوی محمد صادق صاحب نے مل کر پڑھی۔ اور میں نے اس پر چند سوالات لکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجے۔ جن کے جواب کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے جو اُن دنوں جموں تھے مجھے زبانی فرمایا۔ کہ عنقریب ایک کتاب شائع ہوگی۔ اس میں ان سب سوالوں کے جواب آجائیں گے۔

اس کے بعد اسکول میں کسی رخصت کی تقریب پر میں قادیان چلا آیا۔ غالباً دسمبر ۱۸۹۰ء تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ بٹالہ سے میں اکیلا ہی یکہ میں سوار ہو کر آیا۔ اور بارہ آنہ کرایہ دیا۔ حضرت مولٰنا صاحب مولوی نورالدین .... نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام ایک سفارشی

---

[1] آپ کے والد حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے قبل وفات پاگئے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ ۹۷-۱۸۹۶ء میں داخل احمدیت ہوئیں۔ بیعت کے بعد جب قادیان سے واپس بھیرہ جانے لگیں تو حضرت اقدس علیہ السلام، مفتی صاحب اور آپ کی والدہ کو الوداع کہنے کے لیے یکّہ والی جگہ تک تشریف لے گئے اور کھانا منگوایا۔ کھانا کسی کپڑے میں نہیں تھا اس لیے حضور نے اپنے عمامہ مبارک سے ایک گز لمبا کپڑا پھاڑا اور اس میں باندھ دیا۔

(ذکر حبیب ص۱۵ از حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ ناشر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان)

خط دیا تھا۔ حضرت کے مکان پر پہنچ کر وہ خط مَیں نے اُسی وقت اندر بھیجا۔ حضرت صاحبؑ فوراً باہر تشریف لائے فرمایا۔ مولوی صاحب نے اپنے خط میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ مجھ سے پوچھا کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ اُس وقت مجھ سے پہلے صرف ایک اور مہمان تھا۔ (سید فضل شاہ صاحب مرحوم) اور حافظ شیخ حامد علی صاحب مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ اور گول کمرہ مہمان خانہ تھا۔ اس کے آگے جو تین دیواری بنی ہوئی ہے، اُس وقت نہ تھی۔ رات کے وقت اس گول کمرہ میں عاجز راقم اور سید فضل شاہ صاحب سوائے نماز کے وقت حضرت صاحب بیتِ مبارک میں جس کو عموماً چھوٹی بیت الذکر کہا جاتا ہے تشریف لائے۔ آپؑ کی ریش مبارک مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ چہرہ بھی سُرخ اور چمکیلا۔ سر پہ سفید بھاری عمامہ۔ ہاتھ میں عصاء تھا۔ دوسری صبح حضرت صاحبؑ زنانہ سے باہر آئے۔ باہر آکر فرمایا کہ سیر کو چلیں سید فضل شاہ صاحب (مرحوم) حافظ حامد علی صاحب (مرحوم) اور عاجز راقم ہمراہ ہوئے کھیتوں میں سے اور بیرونی راستوں میں سے سیر کرتے ہوئے گاؤں کے شرقی جانب چلے گئے۔ اس پہلی سیر میں مَیں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ گناہوں میں گرفتاری سے بچنے کا کیا علاج ہے۔

فرمایا: موت کو یاد رکھنا۔ جب آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے۔ کہ اُس نے آخر ایک دن مر جانا ہے۔ تو اس میں طول امل پیدا ہوتا ہے۔ لمبی لمبی اُمیدیں کرتا ہے۔ کہ مَیں یہ کر لوں گا اور وہ کر لوں گا۔ اور گناہوں میں دلیری اور غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ سید فضل شاہ صاحب مرحوم نے سوال کیا۔ کہ یہ جو لکھا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ اُس وقت آئے گا۔ جبکہ سُورج مغرب سے نکلے گا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ یہ تو ایک طبعی طریق ہے، کہ سُورج مشرق سے نکلتا ہے۔ مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مُراد اس سے یہ ہے۔ کہ مغربی ممالک کے لوگ اس زمانہ میں دینِ اسلام کو قبول کرنے لگ جائیں گے۔ چنانچہ سُنا گیا ہے۔ کہ لورپول میں چند ایک انگریز مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو کچھ باتیں اُس سفر میں ہوئیں، اُن میں سے یہی دو باتیں مجھے یاد ہیں۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے حضرت صاحبؑ کی صداقت کو قبول کرنے اور آپؑ کی بیعت کر لینے کی طرف کشش کی۔ سوائے اس کے کہ آپؑ کا چہرہ مبارک ایسا تھا۔ جس پہ یہ گمان نہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ جھوٹا ہو۔

دوسرے یا تیسرے دن مَیں نے حافظ حامد علی صاحب سے کہا کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت صاحبؑ مجھے ایک علیٰحدہ مکان میں لے گئے۔ جس حصہ زمین پر نواب محمدؐ علی خانصاحب کا شہر والا مکان ہے۔ اور جس کے نیچے کے حصہ میں مرکزی لائبریری رہ چکی ہے۔ جس کے بالاخانہ میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رہ چکے ہیں (آجکل اگست ۱۹۳۵ء میں وہ بطور مہمان خانہ استعمال ہوتا ہے) اس زمین پر اُن دنوں حضرت صاحبؑ کا مویشی خانہ تھا۔ گائے، بیل اُس میں باندھے جاتے تھے اس کا راستہ کوچہ بندی میں سے تھا۔ حضرت صاحبؑ کے اندرونی دالان کے سامنے مویشی خانہ کی ڈیوڑھی کا دروازہ تھا۔ یہ ڈیوڑھی اُس جگہ تھی، جہاں آجکل لائبریری کے دفتر کا بڑا کمرہ ہے۔ اس ڈیوڑھی میں حضرت صاحبؑ مجھے لے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ اُن ایام میں ہر شخص کی بیعت علیٰحدہ علیٰحدہ لیجاتی تھی۔ ایک چارپائی بچھی تھی۔ اُس پر مجھے بیٹھنے کو فرمایا۔ حضرت صاحبؑ بھی اس پر بیٹھے میں بھی بیٹھ گیا۔ میرا دایاں ہاتھ حضرت صاحبؑ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور دس شرائط کی پابندی کی مجھ سے بیعت لی۔ دس شرائط ایک ایک کرکے نہیں دُہرائیں۔ بلکہ صرف لفظ دس شرائط کہہ دیا ....

جب مَیں پہلی دفعہ قادیان آیا۔ جو کہ غالباً دسمبر ۱۸۹۰ء کے آخر میں تھا۔ اس وقت مَیں اُس کمرے میں ٹھہرایا گیا، جسے گول کمرہ کہتے ہیں۔ اس کے آگے وہ تین دیواری نہ تھی جو اب ہے۔ اس وقت یہی مہمان خانہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ یہیں بیٹھ کر مہمانوں سے ملتے تھے۔ یا اس کے دروازے پر میدان میں چارپائیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی وہ تین سال تک وہی مہمان خانہ رہا۔ اس کے بعد شہر کی فصیل جب فروخت ہوئی۔ تو اُس کو صاف کرکے اس پر مکانات بننے کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور وہ جگہ بنائی گئی جہاں حضرت خلیفہ اوّل کا مطب اور موٹر خانہ ہے اور اس کے بعد وہ مکان بنایا گیا جہاں اب مہمان خانہ ہے۔ پہلے اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رہا کرتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے دوسری طرف مکان بنا لیے تو یہ مکان مہمانوں کے استعمال میں آنے لگا۔ اس مہمان خانہ میں بھی مَیں مقیم ہوتا رہا۔ پھر جب مولوی محمدؐ علی صاحب کے واسطے بیت المبارک کے متصل اپنے مکان کی تیسری منزل پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمرہ بنوایا۔ تو جب تک کہ مولوی محمدؐ علی صاحب کی شادی نہیں ہوئی مجھے بھی اُسی کمرے میں حضرت صاحبؑ ٹھہرایا کرتے تھے[1]

---

[1] "ذکرِ حبیب" صفحہ ۱۴ تا ۱۸ (از حضرت مفتی محمد صادق صاحب) مطبوعہ ۱۹۳۶ء

حضرت مفتی صاحب جموں میں پانچ سال ملازم رہے اگست ستمبر ۱۸۹۵ء میں لاہور آ گئے جہاں اسلامیہ ہائی سکول لاہور میں مدرس ریاضی کے فرائض انجام دیتے رہے پھر دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور میں کلرک ہو کر جنوری ۱۹۰۱ء تک لاہور میں رہے [1]

قیام جموں کے دوران آپ نے بی اے کی تیاری انگریزی عربی اور عبرانی مضامین میں جاری رکھی بیعت کے بعد آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے ایسا عاشقانہ اور والہانہ تعلق پیدا ہو گیا کہ جب تک جموں میں رہے ہر سال موسمی تعطیلات میں قادیان پہنچ جاتے اور لاہور آنے کے بعد تو آپ کا اکثر یہ معمول ہو گیا کہ عموماً ہر اتوار کو حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے تھے اور اپنی نوٹ بک میں حضور کے شیریں کلمات خاص اہتمام سے درج کر لیتے اور واپس جا کر دیگر احباب لاہور کو سُنانے بلکہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کو بھی بھجوا دیتے جس سے اُن کے نور ایمان میں بے پناہ ترقی ہوتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"جب سے مجھے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دستِ بیعت ہونے اور آپ کی غلامی میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے تب سے ہمیشہ میری یہ عادت رہی ہے کہ آپ کے مقدس کلمات کو نوٹ کرتا اور لکھ لیتا اور اپنی پاکٹ بکوں میں جمع کرتا اور اپنے مہربانوں اور دوستوں کو کشمیر، کپورتھلہ، انبالہ، لاہور، سیالکوٹ، افریقہ، لندن روانہ کرتا جس سے احباب کے ایمان میں تازگی آتی اور میرے لیے موجب حصول ثواب ہوتا۔ مدتوں لاہور یں یہ حالت رہی کہ جب احباب سُن پاتے کہ یہ عاجز دارالامان سے ہو کر آیا تو بڑے شوق اور التزام کے ساتھ ایک جگہ اکٹھے ہوتے اور میرے گرد جمع ہو جاتے جیسا کہ شمع کے گرد پروانے۔ تب مَیں انہیں وہ روحانی غذا دیتا، جو کہ مَیں اپنے امام کے پاس سے جمع کر کے لے جاتا اور ان کی پیاسی روحوں کو اس آبِ زلال کے ساتھ ایسا سیر کر دیتا کہ اُن کی تشنگی اور بھی بڑھ جاتی اور ان کی عاشقانہ روحیں اپنے محبوب کی محبت میں اچھلنے لگتیں۔ یہی حال ہر جگہ کے محبان کا تھا [2]

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ۶ر جنوری ۱۹۰۰ء کے ایک مضمون میں حضرت مفتی صاحب کی محبت وعشق کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

---

[1] ذکر حبیب صفحہ ۲۶ ؛ [2] مضمون حضرت مفتی صاحب ستمبر ۱۹۰۲ء (ذکرِ حبیب صفحہ ۱۰۳)

"ایک مفتی محمد صادق کو دیکھتا ہوں (سلمہ اللہ وبارک وعلیہ وفیہ) کو ئی چھٹی مل جائے یہاں موجود۔ مفتی صاحب تو عقاب کی طرح اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کب زمانہ کے زور آور ہاتھوں سے کوئی فرصت غضب کریں اور محبوب اور مولیٰ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔

اے عزیز برادر خدا تیری ہمت میں استقامت اور کوشش میں برکت رکھے اور تجھے ہماری جماعت میں قابلِ اقتدار اور قابلِ فخر کارنامہ بنائے۔

حضرت صاحب نے بھی فرمایا کہ لاہور سے ہمارے حصہ میں مفتی صادق صاحب ہی آئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ کیا مفتی صاحب کو کوئی بڑی آمدنی ہے؟ اور کیا مفتی صاحب کی جیب میں کسی متعلق کی درخواست کا ہاتھ نہیں پڑتا اور مفتی صاحب تو ہنوز نوعمر ہیں اور اس عمر میں کیا کیا امنگیں نہیں ہوا کرتیں پھر مفتی صاحب کی یہ سیرت اگر عشق کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا وجہ ہے کہ وہ ساری زنجیروں کو توڑ کر دیوانہ وار بٹالہ میں اتر کر نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن، نہ سردی، نہ گرمی، نہ بارش نہ آندھیری، آدھی آدھی رات کو یہاں پیادہ پہنچتے ہیں جماعت کو اس نوجوان عاشق کی سیرت سے سبق لینا چاہیئے"۔[۱]

اس زمانہ میں آپ کو دینِ حق کی متعدد خدمات بجالانے کی توفیق ملی مثلاً

۱۔ ۱۸ رمئی ۱۹۰۰ء کو لاہور میں بشپ جارج الفریڈ لیفرائے "زندہ رسول اور معصوم نبی" پر تقریر ہوئی۔ انہوں نے لیکچر کے بعد مسلمانوں کو اعتراضات کرنے کا موقعہ دیا جس پر حضرت مفتی صاحب جواب دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور لاٹ پادری کو لاجواب کر دیا۔[۲]

۲۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لیے لاٹ پادری صاحب نے ۲۵ رمئی کو ایک اور لیکچر دینے کا اعلان کیا۔ جس پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مفتی صاحب کی تحریک پر ایک پُر شوکت مضمون رقم فرمایا جسے حضرت مفتی صاحب نے بشپ موصوف کے لیکچر کے بعد اس جوش و خروش کے ساتھ پڑھا کہ لاہور مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔ بشپ صاحب انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور یہ کہہ کر چُپ سادھ لی کہ "تم مرزائی ہو میرے مخاطب عام مسلمان ہیں۔ مَیں تم سے گفتگو نہیں کرتا"[۳]

---

[۱] الحکم ۲۴ رجنوری ۱۹۰۰ء صفحہ (ذکرِ حبیب ص۳۳۲)؛ [۲] الحکم ۲۴ رجنوری ۱۹۰۰ء صفحہ؛ [۳] الحکم ۳۱ رمئی ۱۹۰۰ء ص الحکم ۱۴ رمئی ۱۹۰۸ء ص (تفصیل "تاریخ احمدیت" جلد سوم ص میں آچکی ہے)

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب "منن الرحمٰن" کی تصنیف کے دوران مفتی صاحب کو عبرانی سیکھنے کا ارشاد فرمایا تا ثابت کیا جاسکے کہ عبرانی کا اصل مأخذ بھی عربی زبان ہی ہے چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے لاہور میں ایک یہودی عالم سے اتنی عبرانی سیکھی اور عبرانی الفاظ کی ایک فہرست حضور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد آپ نے عبرانی بائبل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود سے متعلق پیشگوئیاں بھی نکال کر دیں جن میں سے بعض کا عبرانی متن تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۱ و ۳۸ ا پر درج شدہ ہے۔ عبرانی عبارتوں کی کاپی نویسی بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی اسی طرح حضرت اقدس نے تتمہ اربعین نمبر ۴ کے صفحہ ۸ پر جھوٹے نبی کے ہلاک ہونے کے بارے میں عبرانی تورات کے چند حوالے درج ہیں وہ بھی آپ نے پیش حضرت کیے تھے[۱]

۴۔ آپ کو ابتدا ہی سے حق و صداقت پھیلانے کا بہت شوق تھا جو جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ۱۹۰۰ء سے آپ نے بیرونی ممالک کے مشہور عمائدین اور نامور شخصیتوں کو بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرنے کا آغاز فرمایا اور جلد ہی انگلستان اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک تک یہ سلسلہ ممتد ہو گیا مسٹر جیمز ایل (ایجز کیلے فورنیا) اے جارج بیکر (فلاڈلفیا امریکہ) مسٹر الیگزنڈر رسل ویب (رودر فورڈ امریکہ) روسی ریفارمر کونٹ ٹالسٹائی مسٹر نگیٹ لنڈن نیز یورپ کے فری تھنکروں کی کانگرس منعقدہ اٹلی ۱۹۰۴ء کے نام آپ کے مکتوبات کا اُردو ترجمہ آپ کی کتاب "ذکرِ حبیب" میں درج ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ قلمی جہاد حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک کے بعد بھی جاری رکھا۔

۵۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی پر اتمام حجت کے لیے جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے اشتہارات شائع کیے گئے جو سب حضرت مفتی صاحب ہی کے قلم سے نکلے تھے رسالہ "واقعات صحیحہ" اسی دور کی یادگار ہے جو آپ نے شائع کیا تھا[۲]

جولائی ۱۹۰۱ء میں آپ مستقل طور پر ہجرت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں آگئے۔

ابتداء میں آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سیکنڈ ماسٹر اور ۱۹۰۳ء میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۲۸ رمئی ۱۹۰۳ء کو کالج کا افتتاح عمل میں آیا تو آپ اس کے مینجر اور سپرنٹنڈنٹ اور منطق کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

ہجرت قادیان کے بعد برابر ایک سال تک حضرت مسیح موعود کے حکم پر آپ کا اور آپ کے اہل وعیال

---

[۱] الفضل ۳ر جنوری ۱۹۴۵ء صہ ۔ [۲] "ذکرِ حبیب" صفحہ ۸، ۹۔

کا کھانا دونوں وقت لنگر خانہ سے آتا رہا ۔ آپ نے کئی بار عرض کی کہ اب مَیں یہاں ملازم ہوں اور مناسب ہے کہ اپنے کھانے کا خود انتظام کروں مگر حضرت اقدس نے اجازت نہ دی ۔ ایک سال کے بعد آپ نے رقعہ لکھا کہ "مَیں اس واسطے اپنا انتظام علیحدہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرا بوجھ جو لنگر پر ہے وہ خفیف ہو کر مجھے ثواب حاصل ہو"۔

اس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ :۔

"چونکہ آپ بار بار لکھتے ہیں اس واسطے مَیں آپ کو اجازت دیتا ہوں اگرچہ آپ کے لیے لنگر سے کھانا لینے کی صورت میں بھی آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہ تھی"[1]

۱۹۰۴ء میں آپ بہت بیمار ہو گئے ۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی قادیان تشریف لائی ہوئی تھیں ۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواستِ دعا کی ۔ حضور نے فرمایا :۔

"ہم تو اُن کے لیے دعا کرتے ہی رہتے ہیں آپ کو خیال ہوگا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت پیارا ہے ۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے"[2]

مارچ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو "البدر" کا ایڈیٹر مقرر فرمایا اور حسب ذیل اعلان لکھا :۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اطلاع

مَیں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالےٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے یعنے ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن ۔ جوان صالح ۔ اور ہر یک طور سے لائق جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ۔ یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائمقام منشی محمد افضل صاحب مرحوم ہو گئے ہیں میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ

---

[1] "ذکرِ حبیب" صفحہ ۳۳۰ ، ۳۳۱ ؛ [2] ایضاً صفحہ ۳۲۵

اس کو ایسا لائق اور صالح اڈیٹر ہاتھ آیا خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لیے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے آمین ثم آمین خاکسار مرزا غلام احمد

۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۳ ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام ۔ ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء[1]

اخبار بدر ۱۹۱۴ء تک آپ کی ادارت میں جاری رہا ۔ اخبار "الحکم" کی طرح "بدر" بھی سلسلہ احمدیہ کی ابتدائی تاریخ کا حامل ہے اور اس کی شاندار خدمات کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دونوں اخباروں کو اپنا دستِ و بازو قرار دیا ۔

۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے گوردہر سہائے ضلع فیروزپور کو ایک وفد بھیجا کیونکہ پتہ چلا تھا کہ وہاں حضرت بابا نانک کی ایک پوتھی رکھی ہے ۔ اس وفد میں حضرت مفتی صاحب بھی شامل تھے آپ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ وہ پوتھی قرآن شریف ہی تھا ۔ واپسی پر اس دورہ کی رپورٹ حضرت مفتی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی جو "چشمہ معرفت" صفحہ ۳۲۷ پر درج ہے[2]

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی وفات (۱۹۰۵ء) کے بعد حضرت اقدس کی ڈاک کا انتظام آپ کے سپرد تھا اسی لیے حضور نے وفات سے قبل آپ کو قادیان سے لاہور بلایا ۲ اپریل ۱۹۰۸ء کو اپنے دستِ مبارک سے یہ خط تحریر فرمایا کہ :-

"ایک انبار خطوط کا جمع ہو گیا ہے ۔ آپ ایک ہفتہ کے لیے آکر ان تمام خطوط کا جواب لکھ جائیں اور نیز مل جائیں ۔ تاکید ہے"[3]

حضرت اقدس علیہ السلام کا مفتی صاحب کے نام یہ آخری خط تھا جو حضور نے احمدیہ بلڈنگس لاہور سے لکھا ۔ آپ اس کی تعمیل میں لاہور حاضر ہو گئے ، اخبار "بدر" کا عارضی دفتر قائم کیا اور پھر حضور کے وصال تک وہیں رہے ۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مفتی صاحب کی انتہائی محبت وعقیدت اور جوش خدمت کے باعث "سلسلہ احمدیہ کا برگزیدہ رکن مخلص دوست" اور "محب صادق" جیسے فخریہ خطابات سے نوازا چنانچہ اشتہار ۲۲ اکتوبر

---

[1] البدر ۶ اپریل ۱۹۰۵ء ؛ [2] الفضل ۵ جنوری ۱۹۴۵ء صـ۵

[3] ذکرِ حبیب صفحہ ۱۹۲ ، ۱۹۳ (مکتوب کا عکس)

۱۸۹۹ء میں لکھا:۔

"مفتی محمد صادق میری جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں ۔۔۔ یہ اپنے نام کی طرح ایک محب صادق ہیں"

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی روایت ہے کہ:۔

"یوں تو حضرت صاحب اپنے سارے خدام سے ہی بہت محبت رکھتے تھے لیکن میں یہ محسوس کرتا تھا کہ آپ کو مفتی صاحب سے خاص محبت ہے ۔ جب کبھی آپ مفتی صاحب کا ذکر فرماتے تو فرماتے "ہمارے مفتی صاحب" [1]

خلافت اولیٰ میں خدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نور الدین بھیروی کے عہد خلافت میں آپ نے بدر کی ادارت کے ساتھ ساتھ ہندوستان بھر کے سفر کیے اور وسیع پیمانہ پر پیغام حق پہنچائے نیز احمدیہ پریس کی مضبوطی و استحکام کے لیے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ اس دور میں آپ نے پنجاب کے متعدد مقامات کا دورہ کرنے کے علاوہ آپ علی گڑھ، مظفر نگر، میرٹھ کانپور، اٹاوہ، لکھنو، شاہجہانپور، جمال پور، مونگھیر، سورج گڑھ، بھاگل پور، بنارس، چڑیا کوٹ، شاہ آباد آگرہ، لکھنو اور ریاست کپور تھلہ اور ریاست جموں میں بھی تشریف لے گئے [2]

خلافت ثانیہ میں اہم دینی خدمات

خلافت ثانیہ کا عہد مبارک بھی آپ کی دینی خدمات سے لبریز ہے ۔ اس کے ابتدائی تین سالوں میں آپ جہاد باللسان میں دیوانہ وار مصروف رہے اور بنارس، کلکتہ، سونگرہ، ڈھاکہ، حیدر آباد دکن، مدراس، دہلی اور لاہور جیسے بڑے بڑے شہروں میں آپ کے نہایت بصیرت افروز لیکچر ہوئے ۔

انگلستان

۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو آپ بغرض اعلائے کلمۃ اللہ انگلستان تشریف لے گئے [3] اور پورے سفر میں تبلیغ دین کرتے ہوئے ۷ اپریل ۱۹۱۷ء کو لنڈن پہنچے [4] جہاں حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب پہلے سے سرگرم عمل تھے ۔ حضرت مفتی صاحب قریباً ڈھائی سال تک انگلستان

---

[1] "ذکرِ حبیب" ص۳۳۷ ۔ "سیرت المہدی" ؛ [2] اخبار بدر و الفضل میں تفصیل موجود ہے
[3] فاروق ۱۹ اپریل ۱۹۱۷ء ؛ [4] الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۱۷ء صفحہ ۱

میں فریضہ تبلیغ بجالاتے رہے۔ اس دوران میں آپ نے ٹریکٹ شائع کئے[1]، اہم شخصیتوں مثلاً شہنشاہ جارج پنجم و ملکہ معظمہ سیکرٹری آف سٹیٹ لارڈ مانٹیگو، وزیر اعظم برطانیہ، لنڈن کے لارڈ میئر اور شہزادہ جاپان پوری ہی توہگاشی فوشی وغیرہ عمائدین کو تبلیغی خطوط لکھے[2] لنڈن کے ہائیڈ پارک، سنٹرل ہال مشن ہاؤس اور گرجا گھروں میں لیکچر دیئے۔ فرینچ سوسائٹی فلالوجی کے زیر انتظام آپ کے علم اللسان اور دوسرے موضوعات پر کامیاب لیکچر جس پر سوسائٹی نے بی فل کی ڈگری اور ڈپلومہ دیا بعد ازاں آپ کو اے ایس۔ پی فیلو گرامی کی ڈگریاں بھی دی گئیں[3] آپ نے پادریوں سے گفتگو کی اور چرچ تک قرآنی پیغام پہنچانے کی ہر ممکن تدابیر اختیار فرمائیں جس کے نتیجہ میں قریباً ایک صد نفوس دین حق میں شامل ہوئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

> "جس غرض کے واسطے حضرت مرشد صادق مہدی محمود خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں عاجز کو بھیجا تھا وہ گزشتہ اڑھائی سال میں برفاقت برادر عزیز قاضی عبد اللہ صاحب حسب دلخواہ حاصل ہوئی قریب ایک صد نومسلم ہوئے اور قریب پچاس کس معتقدین ہوئے۔ لنڈن کے مرکز میں سلسلہ احمدیہ کا جھنڈا گڑ گیا۔ بہت سے لیکچر ہوئے اخباروں اور رسالوں میں ہماری تصاویر اور مضامین شائع ہوئے۔ بادشاہوں اور امیروں کو بھی پیغام حق پہنچایا گیا۔ اور غرباء کو بھی تبلیغ کی گئی۔ ہزارہا رسالے تقسیم کیے گئے۔ مباحثات ہوئے مخالفین کو چیلنج دیئے گئے۔ مضافات میں بھی لیکچر ہوئے اور اشاعت رسالہ جات کی گئی۔ غرض ہر قسم کا تبلیغی کام باوجود ایام جنگ کی مشکلات اور دقتوں کے جبکہ اس ملک میں مردوں کی شکل نہ دکھائی دیتی تھی۔ اور گاڑیوں پر بھی عورتیں کام کرتی تھیں۔ ایسی تنگی اور تکلیف کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مشن کو کامیاب کیا یہ اس کا فضل، کرم، رحم، حلم اور غریب نوازی ہے اس غفار، ستار، قدیم، کریم، رحیم کی بخشش ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ جو ہوا اُسی سے ہوا۔ اور آئندہ بھی جو امید ہے اُسی سے ہے چوب قادیان

---

[1] الفضل ۲ جون ۱۹۱۷ء ص ۵ ؛ [2] الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء ص ۵ - ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۲، ۹ فروری ۱۹۱۸ء ص ۳ - ۱۲ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۷، ۸، ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء ص ۹ ؛ [3] الفضل ۱۱ فروری ۱۹۱۹ء ص ۲ - الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۱۹ء ص ۶

میں حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے مَیں نے اس ملک میں آنے کے متعلق اشارہ کیا تھا تو ساری شب لاحول و لا قوۃ الا باللہ میری زبان پر جاری رہا اور اسی پاک کلام کے کرشمہائے قدرت میں یہاں دیکھتا رہا ہوں اگر اپنی اس اڑھائی سالہ زندگی کی تفصیل لکھوں تو وہ اسی کلمہ لاحول ...... الخ کی تفسیر ہوگی اور بس"[1]

امریکہ حضرت مفتی صاحب انگلستان میں ہی تھے کہ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے امریکہ میں پہلا تبلیغی مشن کھولنے کا حکم دیا چنانچہ آپ ۲۶ جنوری ۱۹۲۰ء کو روانہ ہوئے اور فروری کے دوسرے ہفتے بذریعہ جہاز فلاڈلفیا پہنچے یہاں محکمہ امیگریشن کے افسران نے آپ کو ملک میں دین حق کی تبلیغ کی اجازت نہ دی اور امریکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آپ نے کمال جواں مردی، جرأت اور استقلال کے ساتھ صورتحال کا مقابلہ کرتے ہوئے واشنگٹن کے سیکرٹریٹ میں اپیل کی اور اجازت چاہی اور ساتھ ہی حضرت مصلح موعود کو اطلاع دی۔ حضور نے پیشگوئی فرمائی کہ امریکہ باوجود اپنے ظاہری سامانوں کے ہمیں داخلہ سے نہیں روک سکتا۔ ہم امریکہ میں داخل ہوں گے اور ضرور ہوں گے"[2]

چنانچہ سیکرٹریٹ نے تبلیغ کی اجازت دے دی مگر ہدایت کی کہ جب تک کہ فی الحال شہر میں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت نہیں۔ آپ نے ساحل سمندر پر ہی تبلیغ شروع کر دی جس کی بازگشت ملکی پریس میں بھی سنائی دینے لگی اور اخبار پبلک ریلیجنز (PUBLIC RELIGIONS) وغیرہ نے آپ کے عقائد، نصب العین اور تبلیغی مقاصد کی خوب تشہیر کی[3]۔ آخر دو ماہ کے بعد اپیل منظور ہوئی اور آپ نیویارک تشریف لے گئے بڑی مشکل سے ایک مکان کرایہ پر ملا مگر مالکہ نے پادریوں کے اکسانے پر آپ کو نوٹس دے

---

[1] انگلستان سے حضرت مفتی صاحبؓ کا مکتوب جو سالانہ جلسہ ۱۹۱۹ء پر سنایا گیا (الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۹)

[2] الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۷ ؛ [3] الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۲۰ء صفحہ ۳، ۴۔ اس کا پہلا سہ ماہی پرچہ جولائی ۱۹۲۱ء میں تین ہزار کی تعداد میں چھپا اور مفت تقسیم کیا گیا مقام اشاعت 74. VICTOR AVENUE HIGHLAND PARK MIEH U.S.A اس شمارہ میں حضرت مصلح موعود کی پورے قد کی تصویر شائع ہوئی اور حضور کا ایک پیغام بھی نیز امریکہ مشن کی ابتدائی رپورٹ چھپی۔

دیا آپ نے مکان بدل لیا اور دیوانہ وار جہاد تبلیغ میں سرگرم عمل ہو گئے آپ امریکہ میں ساڑھے تین سال تک فریضہ بجالاتے رہے اس مختصر سے عرصہ میں آپ نے خدا کے فضل سے احمدیہ مشن کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا دی مسلم سن رائز (THE MUSLIM SUNRISE) جاری کر کے سارے ملک میں حق کی آواز بلند کی آپ کے ذریعہ ڈیٹرائٹ میں پہلا بیت الذکر قائم ہوا اور امریکہ میں ایک مخلص جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہی وہ امور تھے جن کی نسبت آپ شروع سے دعائیں کر رہے تھے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"جب میں لنڈن سے امریکہ بھیجا گیا........ تو میں نے تین دعائیں کیں۔ ایک مخلص جماعت نومسلموں کی مجھے عطا ہو۔ ایک بیت الذکر بنانے کی توفیق ہو۔ ایک رسالہ جاری کرنے کے سامان مہیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود سخت مشکلات کے تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔ مخلص جماعت پہلے ہی سال مل گئی، رسالہ دوسرے سال جاری ہو گیا اور بیت الذکر اور مکان تیسرے سال تیار ہو گئے"[1]

آپ نے امریکہ سے ایک رپورٹ میں لکھا:۔

— "مقابلہ بہت بڑے لوگوں سے ہے مگر کچھ غم نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے اور خلیفۃ المسیح کی اور احباب کرام کی دعائیں ہیں اور بزرگوں کی امداد روحانی ہے قریباً ہر شب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام یا خلیفہ اوّل یا حضرت فضل عمر سے ملاقات ہوتی ہے دن بھر اجنبیوں میں ہوتا ہوں رات بھر اپنوں میں"[2]

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۲۰ء کی آخر میں شکاگو کو اور فروری ۱۹۲۱ء میں ہائی لینڈ پارک کو تبلیغی مرکز بنا لیا اور اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔ ایک بار آپ شکاگو کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک عمارت سے ایک لڑکی نے اپنی ماں کو مخاطب کر کے نہایت خوشی سے آواز دی

"LOOK! LOOK! MOTHER JESUS CHRIST HAS COME"

امی دیکھو! دیکھو یسوع مسیح آئے ہیں۔ اس پر بچی کے والدین نے آپ کو اوپر بلایا اور انٹرویو لیا آپ نے بتایا کہ میں "CHRIST" نہیں ہوں بلکہ مسیح پاک کا ایک خادم ہوں[3] آپ کا یہ طریق تھا کہ ہر اتوار کو تین بجے

---

[1] رسالہ "تحدیث بالنعمۃ" صفحہ ۱ ؛ [2] الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۲۰ء صفحہ ؛ [3] روایت مفتی عبدالسلام صاحب و صوفی عبدالغفور صاحب امریکہ (مقالہ غیر مطبوعہ "سیرت حضرت مفتی محمد صادق صاحب" از مفتی احمد صادق صاحب صفحہ ۴۶۶ تا ۴۶۸)

شام جلسہ عام کرتے اور اس میں کسی اہم موضوع پر تقریر کرکے سامعین کے سوالوں کا جواب دیتے تھے اس پروگرام کے علاوہ آپ کو امریکہ کے مختلف شہروں کی مختلف سوسائٹیوں اور گرجوں میں بھی مدعو کیا گیا آپ کے علمی لیکچروں کی شہرت پریس نے ملک کے کونے کونے تک پہنچا دی جیفرسن یونیورسٹی شکاگو نے آپ کی علمی لیاقت اور خدمات برائے بہبودی خلق کو تسلیم کرتے ہوئے D.R. ۱۹۲۲ کی ڈگریاں دیں[1] اور پریس کانگرس آف دی ورلڈ" (PRESS CONGRESS OF THE WORLD) کے آپ ممبر منتخب ہوئے۔

۱۵ر فروری ۱۹۲۱ء کو آپ نے عیسائی دنیا کو ایک جلسہ میں چیلنج دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دے کر اخلاق اور رواداری کی شاندار مثال قائم فرما دی ہے کیا عیسائی دنیا میں بھی ایسا حوصلہ ہے کہ مجھے اپنے گرجا میں نماز پڑھنے دے؟ ۔ اس لیکچر میں اخباروں کے نمائندے بھی موجود تھے جنہوں نے اس چیلنج کی پورے ملک میں اشاعت کی مگر پادریوں نے صاف انکار کر دیا۔

۷ر ستمبر ۱۹۲۲ء کو آپ نے بشپ صاحب فرانس کی دعوت پر معززین شہر کی ایک پارٹی میں شرکت فرمائی بشپ صاحب نے آپ کا تعارف کرایا جس کے بعد آپ نے خوب تبلیغ کی۔ کسی نے کہا پہلے ہم ہندوستان مشنری بھیجتے تھے اب ہندوستان نے امریکہ میں بھیج دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہندوستان کو تو کسی مشنری کی ضرورت نہیں نہ آپ کے مشنری کو کامیابی نصیب ہوسکتی ہے وہاں تو ربانی مصلح موجود ہے[2]

ایک امریکن خاتون نے آپ کو خط لکھا کہ خواب میں ایک ہندوستانی بزرگ میری راہنمائی کیا کرتے ہیں کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ آپ نے اسے چند تصاویر بھیجیں جن میں ایک تصویر حضرت مسیح موعود کی بھی تھی اس عورت نے اسی پر نشان کیا کہ یہی بزرگ میری راہنمائی فرماتے ہیں[3]

الغرض حضرت مفتی صاحب امریکہ میں ساڑھے تین سال تک نہایت کامیابی سے تبلیغی فرائض انجام دینے کے بعد ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۳ء کو عازم قادیان ہوئے[4] اور ۴ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو مغرب کے وقت دارالامان میں پہنچے

۱؎ الفضل ۲۸ر مارچ ۱۹۲۱ء صـ ؛ ۲؎ الفضل ۱۶ر نومبر ۱۹۲۲ء صـ ۸
۳؎ "ذکر حبیب" صـ ۳۴۴ ؛ ۴؎ الفضل ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۳ء صـ

حضرت مصلح موعود نے ایک مجمع کثیر کے ساتھ سڑک کے موڑ کے قریب آپ کا استقبال کیا اور اس مقدس بستی کی فضاء اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا اور مبارک باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ نماز مغرب کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے ایک لمبی دعا کرائی جس کے بعد حضور کی اجازت سے مفتی صاحب نے ایک مختصر مگر درد انگیز تقریر کی جس میں بتایا کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں مغربی ممالک میں تبلیغ کر سکوں گا۔ میں ایسا ضعیف البیان انسان ہوں کہ سمجھا کرتا تھا کہ مغربی ممالک میں ایک ہفتہ کے لیے بھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔ مگر میری صحت قائم رہی، میں نے لمبے لمبے سفر کیے، تنگ کوٹھڑیوں میں دن گزارے، میرے قتل کے منصوبے کیے گئے جو ناکام رہے اور خدا تعالیٰ نے مجھے ہر اعتبار سے کامیابی بخشی مگر یہ معجزہ محمود کا معجزہ ہے۔[1]

یورپ و امریکہ سے واپسی کے بعد آپ قادیان میں دوبارہ خدمات دینیہ بجالانے لگے اس اثناء میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور اس منصب کو نہایت قابلیت سے سنبھالا۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے پہلے سفر یورپ کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب اور آپ کو نائب امیر مقامی مقرر ہوئے فرمایا:۔

"مفتی محمد صادق صاحب بھی پرانے مخلصین میں سے ہیں اور سلسلہ کی خدمات میں انہوں نے بہت حصہ لیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان سے خصوصیت سے محبت تھی وہ حضرت مسیح موعود کے ایسے خدام میں سے تھے جو ناز بھی کر لیا کرتے تھے اُس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے انہیں تبلیغ کی خدمتوں کا موقع دیا تھا۔"[2]

۱۹۲۶ء میں نظارتوں کا صدر انجمن احمدیہ سے الحاق ہوا تو آپ پہلے ناظر امور خارجہ اور پھر ناظر امور عامہ اور بعض دفعہ ہر دو فرائض انجام دیتے رہے ان انتظامی امور کے ساتھ ساتھ آپ کی قلمی و لسانی خدمات کا پُرجوش سلسلہ بھی جاری رہا۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں آپ سیلون تشریف لے گئے[3] کولمبو میں ایک پادری صاحب نے مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دیا تھا مسلمانوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی جس پر آپ کو جانے کا ارشاد ہوا۔ کولمبو کے مسلمانوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ پادری صاحب تو آپ کے آنے

---

[1] الفضل ۴ دسمبر ۱۹۲۳ء صـ۳ : [2] الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۲۴ء صـ
[3] الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء صـ۱ : الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء صـ : الفضل ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء صـ۱ ۔ الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء صـ۶ ۔ الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۲۷ء صـ۲

سے پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ کولمبو کے ٹاؤن ہال، بدھسٹ سوسائٹی اور ویزی کالج میں آپ کے شاندار لیکچر ہوئے جن کی خبریں "ڈیلی سیلون" اور "ڈیلی نیوز" نے شائع کیں۔ اہل سیلون آپ کی نورانی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے وہ آپ کو ولی اللہ سمجھتے تھے کولمبو کے بعد آپ نے کانڈی میں بہت سی تقریریں کیں۔ یہ تقریریں عام طور پہ انگریزی میں ہوتی تھیں جہاں انگریزی جاننے والوں کی تعداد کم ہوتی مقامی زبان کا ترجمان آپ کی مدد کرتا۔ ۱۷ر نومبر ۱۹۲۷ء کو آپ اس جزیرہ کے طول و عرض تک پیغام احمدیت پہنچانے کے بعد ہندوستان روانہ ہوئے۔[۱] اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد[۲] مبارک کی تعمیل میں کینانور چھاؤنی، پینگاڈی، کالی کٹ، بنگلور، کلکتہ، برہمن بڑیہ، ڈھاکہ، رنگ پور وغیرہ مقامات میں قیام فرمایا اور حق و صداقت کی منادی کرتے ہوئے وارد قادیان ہوئے۔[۳] اگلے سال ۱۹۲۸ء میں آپ کراچی[۴] اور کلکتہ[۵] تشریف لے گئے مئی ۱۹۲۹ء میں آپ نے دوبارہ سیلون کا طویل سفر کیا جہاں ایک ایرانی عالم و صحافی سے آپ کو کامیاب گفتگو کا موقعہ ملا۔ سیلون اخبارات کے رپورٹروں سے آپ کی طویل ملاقاتیں ہوئیں اور آپ کے بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جس سے ملک بھر میں احمدیت کا خوب چرچا ہوا۔[۶]

۲۰ر مئی ۱۹۳۴ء کو آپ کشمیر تشریف لے گئے[۷] اور نہایت محنت و کاوش سے تین ماہ تک قبر مسیح سے متعلق تاریخی معلومات جمع کیں ان کو "تحقیق جدید متعلق قبر مسیح" کے نام سے شائع فرمادیا جو آپ کا ایک علمی شاہکار ہے۔ فروری ۱۹۳۵ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کیے گئے۔

۳۰ر ستمبر ۱۹۳۵ء کو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کا نکاح حضرت سیدہ مریم صدیقہ سے پڑھا اور اس موقع پر ایمان افروز خطبہ دیا۔[۸]

یکم جون ۱۹۳۷ء سے آپ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مرکزی رکنیت سے سبکدوش ہو گئے لیکن آپ کی

[۱-۲] الفضل ۱۸ر نومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲-۷ ؛ [۳] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو الفضل ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲ - ۶ر دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۸ - ۱۳ر دسمبر ۱۹۲۷ء - ۱۶ر دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲ - ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲ ؛ [۴] الفضل یکم مئی ۱۹۲۸ء صفحہ ۱ ؛ [۵] الفضل ۲۲ر جون ۱۹۲۸ء صفحہ ۸ ؛ [۶] الفضل ۲۱ مئی ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۸ ؛ [۷] الفضل ۲۷ر مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ ؛ [۸] الفضل ۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱، ۲

دینی سرگرمیاں بیماری اور بڑھاپے کے باوجود بدستور جاری رہیں۔

حضرت مفتی صاحب سالانہ جلسہ کی مقدس سٹیج کی رونق تھے آپ کی پُر جذب و تاثیر تقاریر سے وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خصوصاً " ذکرِ حبیب" کا موضوع تو آپ کا سب سے دلپسند اور مقبول و محبوب موضوع تھا جسے آپ ایسے دلکش اور پُر درد انداز میں بیان فرماتے کہ سُننے والے کو گویا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کی مبارک مجلس میں بٹھا دیتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

" ایمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ ایمان جس کی جڑھ دماغ میں ہوتی ہے اور جس میں یقین کی بنیاد دلائل پر رکھی جاتی ہے اور ایک وہ ایمان ہے جس کی بنیاد عشق اور محبت پر رکھی جاتی ہے۔ یہ ایمان اوّل الذکر ایمان سے افضل ہے لیکن سب سے افضل وہ ایمان ہے جس کی جڑھیں دل اور دماغ دونوں میں ہوں تاکہ دلائل کا رنگ بھی نمایاں ہو اور عشق و محبت کا رنگ بھی غالب رہے۔

حضرت مفتی صاحب کو ایمان کا یہی ارفع مقام حاصل تھا۔ اسی لیے آپ زندگی بھر جہاد کی صف اوّل میں رہ کر جہاں دلائل کے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے وہاں آپ نے عشق اور محبت کی گرمی کے ذریعہ بھی لوگوں کو مامور زمانہ کی مقناطیسی کشش سے متاثر کیا۔ " ذکرِ حبیب" آپ کا خاص موضوع تھا۔ جس کے بیان کرنے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ حضور علیہ السّلام کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت مؤثر طریق پہ بیان فرماتے تھے جس سے سامعین اپنی روح میں ایک بالیدگی محسوس کرتے تھے۔ اسی لیے جلسہ سالانہ کے موقع پر " ذکرِ حبیب" کے موضوع پہ تقریر کے لیے آپ ہی کو منتخب کیا جاتا تھا اور .... آپ یہ فرض نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ادا فرماتے رہے [۱]

حضرت مفتی صاحب کا شمار اُن بزرگ اصحاب مسیح موعودؑ میں ہوتا ہے جنہیں بچپن ہی سے ذکرِ الٰہی کا بہت شغف تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں قبولیت دُعا کے بہت سے نشانات کا مشاہدہ کیا جس کی کسی قدر تفصیل ہمیں آپ کے رسالہ " تحدیث بالنعمت " میں ملتی ہے۔

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ر جنوری ۱۹۵۷ء صدا و صد

تصانیف

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ واقعاتِ صحیحہ ۔ ۲۔ تحدیث بالنعمت ۔ ۳۔ مقصد حیات

۴۔ آئینہ صداقت ۔ ۵۔ کفّارہ ۔ ۶۔ "تحقیقِ جدید متعلق قبر مسیح"

۷۔ بائبل کی بشارات بحق سرورِ کائنات ۔ ۸۔ تہنیت نامہ مجتبیٰ صادق ۔

۹۔ HOW TO SAVE THE WORLD

۱۰۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کو ایک رجسٹرڈ خط۔

۱۱۔ CHRISTIAN DOCTRINE

۱۲۔ تحفہ بنارس ۔ ۱۳۔ ہم احمدی کیوں ہوئے ؟ ۱۴۔ "ذکرِ حبیب" ؟

۱۵۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام از روئے بائبل۔

۱۶۔ "لطائف صادق" (مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی)

۱۷ قاعدہ عبرانی (قلمی نسخہ)

اولاد

۱۔ مفتی منظور محمد صاحب ۔ ۲۔ مفتی عبد السلام صاحب ۔ ۳۔ مفتی احمد صادق صاحب (سابق مبلغ نائیجیریا و امریکہ) ۔ ۴۔ سعیدہ عمر صاحبہ ۔ ۵۔ رضیہ صادق صاحبہ

۳۔ حضرت سید سیفُ اللہ شاہ صاحب ساکن بیج بہارہ تحصیل و ضلع اسلام آباد، کشمیر

(ولادت شروع ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء ۔ دستی بیعت وسط مئی ۱۹۰۸ء ۔ وفات ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء)

آپ کے والد سیّد اسد اللہ شاہ صاحب اپنے علاقہ کے پیر تھے جو ہر سال پنجاب میں اپنے مریدوں کے پاس جایا کرتے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعویٰ عظیم الشان دینی خدمات اور آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کا علم انہی مریدوں کے ذریعہ ہوا اور انہیں سے حضور علیہ السلام کی تحریرات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء) میں بیعت کا خط حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت لکھا جس کی قبولیت کی اطلاع یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو حضرت پیر افتخار احمد صاحب کے قلم سے بھجوائی گئی۔ دستی بیعت مئی ۱۹۰۸ء میں کی جبکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام احمدیہ بلڈنگس میں قیام فرما تھے[1]

---

[1] نقل خود نوشت حالات مرسلہ سید محمد شاہ صاحب مکتوب بنام مؤلف ۱۶ دسمبر ۱۹۸۴ء

یہ وہ ایام تھے جبکہ حضور نے انگلستان کے ماہر ہیئت دان پروفیسر کلیمنٹ ریگ کو شرف ملاقات بخشا (یعنی ۱۳ و ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)[1]

اولاد[2]

۱۔ سید یوسف شاہ صاحب[3]۔ فاضل جامعہ احمدیہ قادیان

۲۔ سید محمد شاہ سیفی صاحب[4] نیچ بہاڑہ، کشمیر

۳۔ سید عبدالسلام صاحب ربوہ (پنشنر صدر انجمن احمدیہ پاکستان)

۴۔ سیدہ زینب بیگم صاحبہ

۵۔ سیدہ ہاجرہ بیگم صاحبہ

۴۔ حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب[7] ڈسپنسری اسسٹنٹ سابق ملازم یوگنڈا ریلوے۔

(ولادت ۱۸۶۸ء۔ تحریری بیعت ۱۹۰۰ء دستی بیعت و زیارت فروری ۱۹۰۱ء[5] وفات ۱۹ فروری ۱۹۵۷ء)

آبائی وطن شہابدی ضلع ہوشیار پور تھا۔ آپ کے والد نبی بخش صاحب اپنے علاقہ کے پیر اور زمیندار تھے جو ترک سکونت کرکے بیجہ تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ میں آباد ہو گئے۔ آپ کا شجرہ حضرت سید بدر الدین (اُچ شریف)[6]

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۳ و ۵۴۴ ؛ [2] سید محمد شاہ سیفی کے مکتوب ۱۶ دسمبر ۱۹۸۴ء سے ماخوذ (وفات ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء) ؛ [3] حضرت خلیفۃ المسیح الثالث[7] کے ہم کلاس تھے اور ایک ساتھ مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ رسالہ جامعہ کے کچھ عرصہ ایڈیٹر بھی رہے۔ ۱۸ نومبر ۱۹۷۴ء کو وفات پائی اور قادیان میں بچوں کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ [4] ولادت ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ فارسی، اردو اور کشمیری تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے آپ کا کلام سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں شائع شدہ ہے مثلاً بدر (قادیان) مشکوٰۃ (قادیان) آزاد نوجوان (مدراس) الفضل (ربوہ) فرقان (قادیان) الفرقان (ربوہ) علاوہ ازیں سرینگر کے مقامی جرائد میں طبع ہوتا رہا مثلاً اخبار گلزار، خدمت، رہنما اور روشنی۔ مسلک الباب والبہاءؒ اور "دعوتِ عمل" آپ کی تالیف ہیں ؛ [5] آپ کا نام افریقہ کے بیعت کنندگان میں الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ پر شائع ہوا ؛ [6] اُچ شریف پنجاب کے پانچ دریاؤں کے سنگم پر ایک قدیم قصبہ جو ملتان کے بعد اشاعت اسلام کا دوسرا بڑا مرکز تھا۔ سید بدر الدین بھکری کی بیٹی اُچ شریف کے قدیم بزرگ سید جلال الدین بخاری (باقی اگلے صفحہ پر)

کے توسط سے حضرت امام تقی علیہ السّلام تک پہنچتا ہے ۔

حضرت ڈاکٹر صاحب اس خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئے آپ کے ذریعہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید اسمٰعیل صاحب اور پھر آپ کی والدہ اور ایک بہن حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں ۔

آپ اپنے خود نوشت حالات میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اتفاق سے ۱۸۹۷ء میں جب میں مشرقی افریقہ جا رہا تھا ۔ بمبئی میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب جو کہ حضرت حافظ روشن علی صاحب کے بڑے بھائی تھے ، سے ملنے کا اتفاق ہوا ۔ وہ بھی افریقہ جا رہے تھے ۔ ایک ہی جہاز میں سوار ہوئے اور تمام رستہ انہیں سے حضرت اقدس کے متعلق بحث مباحثہ ہوتا رہا ۔ آخر میں مان گیا ۔ مگر بیعت نہیں کی ۔ اکثر عشاء اور تہجد میں دعائیں کرتا رہا کئی دفعہ خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت اقدس کو بھی دیکھا گو میں احمدی ہو چکا تھا کوئی شک و شبہ نہ تھا ۔ مگر بیعت کو ضروری نہ سمجھتا تھا ۔ آخر کار ایک ۱۹۰۰ء میں اس زور سے تحریک ہوئی کہ نماز فجر پڑھنی مشکل ہو گئی بعد نماز فجر بیعت کا خط حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر کر دیا ۔ اس کے جواب میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کا خط قبولیت بیعت کا ملا ۔ آخری فقرہ اس کا یہ تھا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو آمین ۔ تب سے باقاعدہ چندہ وغیرہ دینا شروع کیا ۔ فروری ۱۹۰۱ء میں قادیان حاضر ہو کر دستی بیعت کی ۔ بیعت کے بعد میں پھر افریقہ چلا گیا ۔ افریقہ میں میاں محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم پہلے سے موجود تھے انہوں نے وہاں خوب کامیاب تبلیغ کی ۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب بھی انہی کی تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے ۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب نہایت صالح اور متقی نوجوان تھے ۔ اُن کے ذریعہ کثرت سے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے اور افریقہ کا چندہ نہایت معقول رقم ہوتی تھی ۔ وہاں تنخواہ بہت کافی ملتی تھی ۔ چنانچہ میں نے وہاں سے علاوہ پانچ روپے ماہوار کے بمقصد منارۃ المسیح کے لیے اور بمقصد ریویو آف ریلیجنز کے لیے بھجوائے ۔ اکثر حضرت اقدس کے لیے الگ رقم روانہ کرتا رہا مگر احمدیت سے اچھی طرح واقفیت نہ ہونے کے باعث غیر احمدیوں سے اچھی طرح مباحثہ نہ کر سکتا تھا ۔ ۱۹۰۳ء میں واپس انڈیا آیا اور مع اہل و عیال سیدھا قادیان آ گیا ۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۷۵) کے عقد میں آئیں (آب کوثر ص۲۷۶ از شیخ محمد اکرام صاحب ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ لاہور طبع چہار دہم ۱۹۹۰ء)

نومبر ۱۹۰۳ء سے اکتوبر ۱۹۰۴ء تک متواتر قادیان میں رہا۔ ان دنوں مولوی کرم دین بھین کا مقدمہ فوجداری چل رہا تھا اور تمام آریہ اور عیسائی اور غیر احمدی اُس کی مدد کر رہے۔ کچہری میں جب دو سال قبل کی پیشگوئی کے الفاظ (جو کہ مواہب الرحمٰن میں درج ہو چکی ہے، جن میں کرم دین نام شخص کو کہا گیا تھا کہ وہ کذاب لیئم بہتان عظیم ہے) پڑھے جاتے تھے تو عجیب لطف آتا تھا۔ ستمبر ۱۹۰۴ء میں لیکچر لاہور اور نومبر ۱۹۰۴ء میں لیکچر سیالکوٹ میں شامل ہوا اور اکتوبر ۱۹۰۴ء کے آخیر میں ملازم ہو کر پنڈی گھیپ چلا گیا۔ وہاں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور سلامت شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں رسالہ "الوصیت" نکلا۔ جنوری ۱۹۰۶ء میں تیسرے حصہ جائیداد کی وصیت کی بلکہ اسی وقت ایک ہزار روپیہ کے مکانات جو کہ مدرسہ احمدیہ کے شمالی جانب ہیں وصیت میں دے دیئے اور چندہ ماہوار بتدریج ۱۸ روپیہ ماہوار تک کر دیا اور مہمان خانہ کے ملحق مکان رہائش بغیر کرایہ اکثر مہمانوں یا سٹور کے کام آتا تھا۔ دورانِ مقدمہ گورداسپور میں الہام "عَفَتِ الدِّيَارُ مَحِلُّهَا وَمَقَامُهَا" اور "تزلزل در ایوانِ کسریٰ" اور "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" وغیرہ میری موجودگی میں ہوئے تھے۔

حضور علیہ السلام کی وفات سے قبل ۱۸ر مئی ۱۹۰۸ء میں لاہور کے جلسہ دعوتِ عمائدین لاہور میں شرکت کی۔ دوسرے دن وہاں سے رخصت ہوتے میرے رخصت ہوتے وقت حضرت اقدس نے فرمایا۔ جاؤ اللہ حافظ۔ ہاں میں نے کہا تھا کہ حضور میں تو اب بہت دور چلا گیا ہوں یعنی الہ آباد۔ تو آپ نے فرمایا کہ دور نزدیک کیا ہمیں تو تبلیغ کرنی ہے۔ چند دن کے بعد حضور کے وصال کی خبر پڑھ کر بہت رنج ہوا۔[۲]

مندرجہ بالا بیان میں آپ کے سفر گورداسپور کا بھی ذکر ہے۔ قیام گورداسپور کے دوران آپ کو

---

[۱] اخبار البدر قادیان (۲۴ر جولائی ۱۹۰۴ء) نے لکھا کہ:۔ "ہم اپنے دوست بابو غلام غوث کو خصوصیت سے مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے قادیان کے ۸ ماہ کے قیام میں خدا تعالیٰ کے انعامات کو دوسرے افریقی احمدی بھائیوں کے مقابل خصوصیت سے بڑھ کر حاصل کیا ہے چنانچہ مستقل رہائش کے لیے ایک عمدہ برمحل مکان اور قطعہ زمین حاصل کیا ہے آئندہ بھی اُن کا ارادہ یہاں مستقل رہائش کا ہے" (صفحہ ۳ کالم ۳)

[۲] الفضل ۳۰ر جولائی ۱۹۵۸ء صفحہ ۲

ایک خاص اعزاز بھی نصیب ہوا۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عشاق ایک مدت سے آرزومند تھے کہ حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو جائے یہ دیرینہ خواہش اور دلی تمنا ۱۲ جولائی ۱۹۰۴ء کو بر آئی جبکہ حضرت امام الزمان نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں۔ اس مبارک نماز کے وقت مقتدیوں کی کل تعداد بیس تھی ان خوش نصیبوں میں آپ بھی تھے۔

حضرت بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر "البدر" نے اس تاریخی نماز کی کیفیت اور اس میں شامل ہونے والے بزرگ اصحاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"ایک بجے کا وقت تھا۔ کہ حضرت امام الزمان علیہ السّلام نے چند ایک موجودہ خدام کو ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھ لی جاوے۔ سب نے وضو کیا۔ نماز کے لیے چٹائیاں بچھیں۔ حاضرین منتظر تھے۔ کہ حسب دستور سابقہ حضور علیہ السّلام کسی حواری کو امامت کے لیے آگے بڑھے۔ اور اقامت کہے جانے کے بعد آپ نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو امام اور خود کو مقتدی پا کر حاضرین کے دل باغ باغ تھے۔ ان مقتدیوں میں کئی ایسے اصحاب تھے۔ جن کی ایک عرصہ سے آرزو تھی۔ کہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نماز میں خود امام ہوں۔ اور ہم مقتدی اُن کی اُمید آج بر آئی اور مجھ پر بھی یہ راز کھلا۔ کہ امام نماز کی جس قدر توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر جذب قلوب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ خدا کے فضل سے اس مبارک نماز میں مَیں خود بھی شریک تھا۔ اس لیے دیکھا گیا۔ کہ بے اختیار دلوں پر عاجزی اور فروتنی اور حقیقی عجز و انکسار غالب آتا جاتا تھا۔ اور دل اللہ تعالےٰ کی طرف کھچا جاتا تھا۔ اور اندر سے ایک آواز آتی تھی۔ کہ دعا مانگو۔ قلب رقیق ہو کر پانی کی طرح بہ بہ جاتا تھا۔ اور اس پانی کو آنکھوں کے سوا اور کوئی راستہ نکلنے کا نہ ملتا تھا اور اس مبارک وقت کے ہاتھ آنے پر شکریہ الٰہی میں دل ہرگز گوارا نہ کرتا تھا۔ کہ سجدے سے سر اُٹھایا جاوے۔ غرضیکہ عجیب کیفیت تھی۔ اور ایک متقی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جو جو بخششیں اور رحمتِ از روئے حدیث شریف مقتدیوں کے شاملِ حال ہوتی ہیں۔ ان کا ثبوت دست بدست مل رہا تھا۔

چونکہ یہ ایک ایسا عجیب وقت تھا۔ جس کے میسّر آنے کی عمر بھر میں بھی اُمید نہ تھی۔ اور محض فضلِ ایزدی سے ہمیں اور چند ایک دیگر احباب ملت کو میسّر آ گیا۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس مبارک وقت کے موجودہ مقتدیوں کے نام قلمبند کر دیئے جائیں۔ جن کی خدا تعالیٰ نے اس طرح عزت افزائی فرمائی اور آئندہ

نسلوں کے لیے یہ ایک یادگار رہ جاوے ۔

فہرست اُن اصحاب کی جنہوں نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کے مقتدی بنکر نماز ادا کی

۱۔ محمد یوسف صاحب طالب علم پشاور اسلامیہ سکول ہائی کلاس۔
۲۔ مولوی عبدالعزیز صاحب منتظم ساکن گوہد پور سیالکوٹ۔
۳۔ محمد ابراہیم صاحب کلرک ساکن گوہد پور سیالکوٹ ۔
۴۔ عطاء محمد صاحب زمیندار " " "
۵۔ خلیفہ نورالدین صاحب سٹیشنری شاپ جموں ۔
۶۔ عبدالرحیم صاحب ولد خلیفہ نورالدین صاحب
۷۔ بابو غلام غوث صاحب ۔ ڈیٹرزی اسسٹنٹ
۸۔ غلام رسول صاحب باورچی ۔ امرتسر۔
۹۔ عبدالعزیز صاحب ۔ ٹیلر ماسٹر ۔ میرٹھ
۱۰۔ عبدالعزیز صاحب ۔ مدرس ۔ ایمن آباد
۱۱۔ حافظ محمد حسین صاحب و ڈنگوی
۱۲۔ میاں شہاب الدین صاحب ۔ لدھیانہ
۱۳۔ حیدر شاہ صاحب گرداور شورکوٹ ۔ ضلع جھنگ
۱۴۔ حسین صاحب ۔ ساکن کٹھالہ ۔
۱۵۔ میاں شادی خان صاحب ۔ تاجر ۔ سیالکوٹ
۱۶۔ مولوی یار محمد صاحب مخلص قادیان
۱۷۔ مولوی عبداللہ صاحب ۔
۱۸۔ نعمت خان صاحب ۔ محکمہ پلیگ گورداسپور
۱۹۔ میاں خیرالدین صاحب ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور ۔
۲۰۔ محمد افضل خادم احمدی جماعت اڈیٹر و مینیجر اخبار البدرؓ (البدر ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء صـ۶)

حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت مسیح موعود اور حضرت مصلح موعودؓ سے بے انتہا عشق تھا۔ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں شغف کے اعتبار سے آپ جماعت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ غالباً ۱۹۲۸ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ بقیہ عمر آپ نے قادیان اور پھر ربوہ میں بسر کی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:-

"حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف . . . . . . اپنی دینداری اور تقویٰ اور عبادت اور دعاؤں میں شغف کی وجہ سے وہ اس وقت احمدی بزرگوں میں صفِ اوّل میں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو للّٰہی عشق تھا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اخلاص اور عشق کا یہ عالم تھا کہ اکثر سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مَیں رخصت لے کر قادیان گیا اور اس ارادے سے گیا کہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مجھے شناخت نہیں کر لیں گے اور مجھے نام لے کر نہیں بلائیں گے مَیں واپس نہیں جاؤں گا خواہ نوکری رہے یا نہ رہے۔ چنانچہ مَیں رخصت پہ رخصت لیتا گیا اور پورا ایک سال قادیان میں ٹھہرا۔ آخر ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے مجھے دیکھ کر کسی کام کے تعلق میں فرمایا میاں غلام غوث آپ یہ کام کر دیں۔ مَیں نے خدا کا شکر کرتے ہوئے وہ کام کیا۔ اور دوسرے دن حضرت سے رخصت لے کر نوکری پر واپس چلا گیا۔ حق یہ ہے اِن بزرگانِ قدیم کی شان ہی نرالی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبردست روحانی طاقت اور غیر معمولی مقناطیسی کشش کا ایک بین ثبوت ہے

عبادت کا اتنا شوق تھا کہ اُن کا دل گو ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔ آخری ایام میں جب کہ ڈاکٹروں نے انہیں چلنے پھرنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ پھر بھی داؤ لگا کر مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔ حتیٰ کہ مجھے انہیں اصرار کے ساتھ روکنا پڑا۔ کہ ان پر "بِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ" کا حکم بھی واجب ہے۔ نہایت تضرع کے ساتھ دعائیں کرنا اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا ان کے دل کی غذا تھی۔ یہ انہی اعمالِ حسنہ کا ثمرہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل سے صاحب کشف والہام تھے اور خدا کا بھی یہ فضل تھا کہ انہیں اکثر اپنی دعاؤں کا جلد جواب مل جاتا تھا۔ گو بعض اوقات اُمید کے پہلو کے غلبہ کی وجہ سے وہ تعبیر میں غلطی کر جاتے تھے۔

لہ الفضل ۲۱ فروری ۱۹۵۷ء صا

بہرحال احمدیت کا ایک درخشندہ ستارہ اس جہان میں غروب اور اگلے جہان میں طلوع ہوا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وفات کے اس قدر جلد بعد ڈاکٹر صاحب کی وفات بھی ایک بھاری قومی صدمہ ہے حضرت مفتی صاحب تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خاص مقرب رفیق تھے ۔ اور اُن کا درجہ بہت بلند تھا۔ مگر ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کا وجود بھی اس وقت جماعت میں ایک بڑی نعمت تھا۔ خاص صدمہ کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پرانے (رفقاء) جلد از جلد گزرتے جاتے ہیں ۔ کچھ عرصہ ہوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے خطبہ میں جماعت کو تحریک فرمائی تھی (اور میں نے بھی حضور کی اتباع میں الفضل میں ایک مضمون لکھا تھا) کہ نوجوان احمدی نوافل ،اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں شغف پیدا کر کے جماعت کے روحانی مقام کو بلند رکھنے کی طرف توجہ دیں تا مرنے والے بزرگوں کی طرح خدا تعالیٰ انہیں بھی اپنے فضل و رحمت سے رؤیا صالحہ اور کشف اور الہام سے نوازے اور جماعت میں خدا تعالیٰ کے زندہ اور تازہ بتازہ نشانات کا سلسلہ قائم رہے گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے خلفاء کرام کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات اب بھی زندہ ہیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آیات کو تو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہے ۔ لیکن اگر جماعت کے افراد میں بھی ان روحانی چھینٹوں کا سلسلہ جاری رہے تو یہ گویا سونے پر سہاگہ ہے اور مجھے خوشی ہے کہ کچھ عرصہ سے جماعت کا نوجوان طبقہ عبادت اور ذکرِ الٰہی کی طرف زیادہ توجہ دے رہا ہے اور ان میں سے بعض کشف و الہام سے بھی مشرف ہیں مگر میں ان سے کہتا ہوں کہ ؎

نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

جماعت احمدیہ ایک خدائی جماعت ہے ۔ اور گو اسے اسلام اور احمدیت کی خدمت اور جماعتی ترقی کے لیے ظاہری اسباب کی طرف بھی ہمیشہ خاص توجہ دیتے رہنا چاہیئے لیکن ان کی ترقی کا اصل راز روحانی وسائل میں ہے اور جماعت کے نوجوانوں کو ان وسائل کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے ۔ اور روحانی وسائل میں زیادہ توجہ یہ وسائل ہیں ۔

۱۔ نمازوں کو دل لگا کر اور سنوار کر پڑھنا اور یہ تصور قائم کرنا کہ اس وقت خدا کے سامنے ہوں اور خدا میرے سامنے ہے ۔

۲۔ نماز تہجد اور دیگر نوافل کی پابندی ۔ نماز تہجد تو وہ نعمت ہے جس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ

اس کے ذریعہ ہر شخص کے لیے اس کے ذاتی مقام محمود کا راستہ کھلتا ہے ۔

۳۔ دعاؤں میں شغف اور دعائیں بھی ایسی کہ گویا ہنڈیا اُبلنے لگے ۔

۴۔ ذکرِ الٰہی جن میں کلمۂ طیبہ اور درود شریف اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اور استغفار سب سے بلند مرتبہ ہیں ان کے علاوہ میرے ذاتی تجربہ میں یَا حَیُّ یا قیوم برحمتک ۔استغیث اور لَآ اِلٰہَ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بھی بہت اعلیٰ درجہ کے اذکار ہیں ۔

بالآخر میں اپنے نوجوان عزیزوں سے پھر کہتا ہوں کہ پُرانے بزرگ گذرتے جاتے ہیں ۔ جماعت میں خلاء نہ پیدا ہونے دو اور گذرنے والوں کی جگہ ساتھ ساتھ پُر کرتے جاؤ ۔ بلکہ ان سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھو[۱]

اولاد

(پہلی بی بی سے[۲]) ۱۔فضل کریم صاحب (نام حضرت مسیح موعود نے رکھا[۳])

۲۔ عبدالعزیز صاحب (" " " ")

(دوسری بی بی محترمہ رحمانی بیگم صاحبہ سے)

۳۔ سید سید احمد صاحب ۔ (۴) سید محمد احمد صاحب مرحوم

۵۔ سید محمد یونس صاحب ۔ ۶۔ امۃ اللہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سید عبدالغنی شاہ صاحب گجرات)

۷۔ سکینہ بیگم صاحبہ (اہلیہ شیخ الطاف حسین صاحب مرحوم

۸۔ امۃ قادر صاحبہ (اہلیہ سید عبدالغفور شاہ صاحب لاہور)

۹۔ امۃ عزیز صاحبہ (اہلیہ سید حمید اللہ شاہ صاحب لاہور)

۱۰۔ امۃ رشید صاحبہ (اہلیہ شریف احمد صاحب مرحوم سرگودہا)

---

[۱] روزنامہ الفضل ۲۱ر فروری ۱۹۵۷ء صـ

[۲] وفات مارچ ۱۹۰۷ء (بدر ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء صـ۳) [۳] البدر ۲۴ر جولائی ۱۹۰۴ء صـ۳ [۴] بدر ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء صـ۳

۵۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب لکھنوی پی۔ایم۔ایس مقیم جے پور

(بیعت ۱۹۰۵ء وفات ۱۶ر مارچ ۱۹۵۷ء)

آپ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس پاس کیا۔ پھر آپ یوپی گورنمنٹ کی پراونشل میڈیکل سروس (کلاس ون) میں لے لیے گئے۔ اس دوران میں کئی سال تک میڈیکل کالج لکھنو میں ریڈیالوجسٹ (RADIOLOGIST) کی حیثیت سے طبی خدمات بجالاتے رہے۔ نیز یوپی کے مختلف ضلعوں میں سول سرجن کی حیثیت سے اپنے مفوضہ فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ نہایت پُرجوش اور مخلص احمدی تھے برصغیر پاک و ہند کے نامور ادیب جناب شوکت تھانوی صاحب نے اپنی کتاب "مابدولت"[1] صفحہ ۷۰ پر اُن کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح اُن کی تحریک پر پنجاب گئے قادیان کی پہلی زیارت کی اور امرتسر میں حضرت مصلح موعود سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۲۹ء میں پنشن لینے کے بعد سے آپ جے پور میں رہائش پذیر تھے آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جن میں "البیان الکامل فی الدّق والسل" بہت مشہور ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے پیچھے چار بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑیں[2]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر آپ کے بھائی ڈاکٹر محمد زبیر صاحب ایم بی بی ایس (وارثی منزل بہار کالونی کراچی ۳) کے نام حسب ذیل تعزیت نامہ لکھا:۔

ربوہ ۹/۴/۵۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

مکرمی محترمی ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط فرمودہ ۷/۴/۵۷ موصول ہوا ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی وفات کا مجھے علم ہوچکا ہے اور اس کا بہت صدمہ ہوا اس لیے بھی کہ وہ رفیق مسیح موعودؑ تھے اور آپ کے خاندانی مجلس کی شمع اوّل تھے اور اس لیے بھی کہ وفات کے قریب ان کو اپنی اولاد کے ایک حصہ کی بے راہ روی کا صدمہ دیکھنا پڑا اللہ

---

[1] ناشر ادارہ فروغ اردو لاہور طبع دوم یکم دسمبر ۱۹۴۶ء

[2] الفضل ۲۷ر مارچ ۱۹۵۷ء صہ۳

تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور ان کی اولاد میں سے جو حصہ بھٹک گیا ہے اسے راہ راست پر لائے اور بقیہ اولاد کا حافظ و ناصر ہو اور دین و دنیا میں ترقی عطا کرے ان کے جو بچے پاکستان میں ہیں انہیں آپ تحریک کرتے رہیں کہ وہ مرکز کے ساتھ اپنا تعلق ضرور قائم رکھیں اور حضرت صاحب کو دعا کے لیے خطوط لکھتے رہیں میں نے سُنا ہے کہ ان کے بیوی بچوں کو جے پور سے لانے کے لیے شیخ عبدالحمید صاحب کا ایک لڑکا روانہ ہوگیا ہے اور تجویز ہے کہ یا تو وہ قادیان میں آباد ہو جائیں گے یا پاکستان آجائیں گے۔ قادیان میں آباد ہونے کی صورت میں آپ انہیں نصیحت فرمادیں کہ وہاں کے نظم و ضبط کا خاص خیال رکھیں کیونکہ خلافت سے دوری کی بناء پر ہمیں وہاں زیادہ چوکس نظم و ضبط رکھنا پڑتا ہے۔ جسے بعض جلد باز طبیعتیں برداشت نہیں کرتیں۔

آپ نے اپنے دو بچوں کے متعلق دعا کے لیے لکھا ہے۔ آپ خدا کے فضل سے بہت مخلص ہیں۔ اور آپ کی اہلیہ محترمہ بھی بہت مخلص ہیں اور پھر آلِ رسول بھی اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو دین و دنیا کے امتحانوں میں اعلیٰ کامیابی عطا کرے اور آپ کے لیے اور جماعت کے لیے قرۃ العین بنائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کی مالی مشکلات کے دور ہونے کا رستہ بھی کھول دے۔ آمین۔ فقط والسلام

(مرزا بشیر احمد)

۶۔ حضرت ماسٹر خیرالدین صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ای۔ ایس

(ولادت ۱۸۸۷ء بیعت ۱۹۰۵ء۔ وفات ۲۳ ؍ اپریل ۱۹۵۷ء)

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں علی گڑھ میں انٹرمیڈیٹ کا طالب علم تھا۔ وہاں موسم گرما کی تعطیلات غالباً ۵ ؍ جولائی سے ہوا کرتی تھیں۔ میرے ساتھ میرے ہم جماعت گل محمد صاحب رہتاس کے رہنے والے تھے۔ اس وقت لنگر خانہ مدرسہ احمدیہ والی جگہ پر تھا۔ اور اس میں باورچی غلام حسین رہتاسی تھے۔ جو گل محمد صاحب کے واقف تھے ہم دونوں ان کے پاس لنگر خانہ میں ٹھہرے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے اس وقت ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز تھے۔ اور بیت المبارک کے ساتھ والے حجرے میں اپنا کام کرتے تھے۔ ایک دو یوم مقیم

لہ الفضل یکم مئی ۱۹۵۷ء صث

رہنے کے بعد ان سے درخواست کی کہ ہم دونوں حضرت اقدس کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ کچھ یوم اور ٹھہریئے۔ جس پر ہم لوگ مزید ایک دو دن ٹھہر گئے۔ اور پھر مولوی صاحب سے درخواست کی اس پر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو لکھا۔ حضور اس پر آمدہ میں تشریف لائے جو بیت المبارک کی لکڑی کی سیڑھی کے پاس تھا۔ اور وہیں پر ہم دونوں کی بیعت لی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی وہاں آ گئے اور جب بیعت کے بعد دعا ہونے لگی تو حضرت اقدس کے دریافت کرنے پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضور ان کے لیے خاص دعا کی جائے۔"[1]

حضرت ماسٹر صاحب بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے۔ مڈل و میٹرک سے لے کر یونیورسٹی کی تعلیم تک آپ نے وظیفہ حاصل کیا بعد ازاں صوبہ سی پی برار میں سائنس ٹیچر کی حیثیت سے آپ کا تقرر گورنمنٹ ہائی سکول امراؤتی میں ہوا تمام صوبہ میں آپ اس وقت غالباً تنہا احمدی تھے اس لیے مخالفت کی وجہ سے آپ کی ترقی رک گئی آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں درخواست دعا کے خطوط لکھے آپ کو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے بشارت دی کہ "ترقی ہو گی اور ضرور ہو گی" چنانچہ اس کے بعد ترقی ہوتی چلی گئی اور آپ بالاگھاٹ میں ہیڈ ماسٹر مقرر کیے گئے یہاں ہندوؤں کا بہت زور تھا مگر خدا کے فضل سے آپ کو نہایت عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا اس کے بعد گورنمنٹ نارمل ہائی سکول امراؤتی میں جب آپ ہیڈ ماسٹر اور سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے متعین کیے گئے تو مخالفینِ احمدیت کا ایک وفد ڈائریکٹر صاحب ناگپور کو ملا کہ "یہ شخص احمدی ہے۔ اپنے مذہب کا سکول میں چرچا کرے گا اور لڑکوں کو زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرے گا۔ اس لیے اسے موجودہ عہدہ سے ہٹا دیا جائے" لیکن ڈائریکٹر صاحب نے جواب دیا کہ "مسٹر خیرالدین جیسا راستباز، دیانت دار، نیک، محنتی اور بلند اخلاق آدمی مجھے تمام سی پی برار میں نہیں ملا۔ وہ آج کا احمدی نہیں ہے بلکہ شروع ملازمت سے احمدی ہے۔"[2]

آپ مخالفتوں کے ہجوم میں بھی فریضہ دعوت الی اللہ کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ قادیان سے لٹریچر منگوا کر صوبہ برار میں تقسیم کرتے، جلسہ سیرت النبی کا انتظام کراتے، صوبہ سے گزرنے والے مبلغین سلسلہ سے تقریریں کراتے، حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں اور اشعار فریم کروا کر کمروں میں لٹکا

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

دیتے تا تبلیغ حق کا سلسلہ جاری رہے۔ آپ کے خلاف بہت سازشیں ہوئیں اور عہدہ سے ہٹانے کی سر توڑ کوششیں کی گئیں مگر ہمیشہ خدا کا فضل آپ کے شاملِ حال رہا اور حکومت نے پی۔ ای۔ ایس کے اعزازی گریڈ سے نوازا۔ ریٹائرڈ ہوتے وقت آپ کو سرکاری طور پر کئی اچھے عہدوں کی پیشکش کی گئی اور مجبور بھی کیا گیا کہ آپ ان میں سے کوئی ضرور منظور کر لیں لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا کہ سرکاری ملازمت تو بہت کر لی اب بقیہ زندگی خدمتِ دین کے لیے وقف کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ۱۹۴۲ء میں قادیان آ گئے اور حضرت مصلح موعود کی خدمتِ مبارک میں اطلاع دی۔ حضور نے آپ کو پہلے نائب ناظر تعلیم و تربیت اور پھر ناظر تعلیم و تربیت مقرر فرمایا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں بود و باش اختیار کر لی اور کچھ عرصہ تک احمدیہ گرلز سکول سیالکوٹ اور احمدیہ ہائی سکول گھٹیالیاں کے مینیجر رہے اور اس قومی فرض کو بڑھاپے کے باوجود کمال محنت اور دیانتداری سے انجام دیا۔ ۱۹۵۰ء میں جلسہ سالانہ سیالکوٹ کے موقع پر مخالفین احمدیت کی خشت باری پر آپ کے سر کو اتنی شدید چوٹ آئی کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ آپ نے فرمایا حضرت صاحب کو اطلاع دو۔ آپ کے بیٹوں نے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں روزانہ تار بھیجنا شروع کر دیا اور آپ معجزانہ طور پر شفایاب ہو گئے۔ آپ موصی تھے اور تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج کے مجاہد بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کی کتب اور سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر زیرِ مطالعہ رکھتے اور اپنی لائبریری میں اُن کا خاص اہتمام سے ریکارڈ رکھتے تھے۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ اور خصوصاً تہجد میں حضرت مصلح موعود، خاندان مسیح موعودؑ، بزرگان جماعت اور مبلغین سلسلہ اور غلبہ اسلامؑ کے لیے بہت دعائیں کرتے تھے اور صاحب رؤیا و کشف بزرگ تھے۔[۱]

اولاد:۔ ۱۔ بشیر الدین طاہر صاحب ۔ ۲۔ محترمہ اے۔ آر۔ نکہت صاحبہ

۳۔ محترمہ امۃ السلام (اہلیہ عبدالرحمٰن صاحب پورن نگر سیالکوٹ)

۷۔ حضرت چوہدری احمد دین صاحب وکیل گجرات

ولادت ۱۸۷۷ء قریباً بیعت ۱۹۰۵ء غالباً[۲] ۔ وفات ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء

---

[۱] الفضل ۲۳ مئی و ۲۵ مئی ۱۹۵۷ء (تلخیص مضمون محترمہ اے آر نکہت صاحبہ)

[۲] رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۶۶

حضرت چوہدری صاحب نے جون ۱۹۳۹ء میں قبول احمدیت کے حالات تحریر فرمائے جو درج ذیل کیے جاتے ہیں :۔

"میں اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی میں ٹیچر تھا وہاں ایک احمدی کتب فروش تھا اس سے کتابیں لیکر پڑھیں۔ ان دنوں مذہب کی طرف میری توجہ نہ تھی ایک مضمون درباره حقیقت نماز پڑھا ۔اس کے پڑھنے سے مجھ پر خاص اثر ہوا ۔ اس کے بعد پھر اور رسائل دیکھنے کا اتفاق ہوا - پھر میں سکول کی نوکری چھوڑ کر کوہاٹ چلا گیا ۔ وہاں میں نے کتابیں پڑھیں اور اخبارات کا بھی مطالعہ کیا پھر میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جاکر دیکھوں - میں نے نئے مہمان خانہ میں جو اس وقت ابھی بناہی تھا اکیلے حضرت اقدس کی بیعت کی ۔ اس وقت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی بھی موجود تھے ۔حضرت اقدس نے مجھے ایک کتاب"مواہب الرحمٰن" بطور تحفہ دی"۔[1] (ایضاً صہ٦٦)

خالد احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم نے آپ کی وفات پر ایک مفصل مضمون لکھا جس میں بتایا کہ :۔

"چوہدری صاحب مرحوم ومغفور ضلع گجرات کے چوٹی کے دیوانی وکلاء میں سے تھے ۔اور اس زمانہ میں جب کہ دیوانی وکالت پر ہر طرف ہندو وکلاء ہی چھائے ہوئے تھے عام طور پر سمجھا جانے لگا تھا کہ شاید دیوانی وکالت مسلمانوں کے بس کا روگ نہیں ہے ۔چوہدری صاحب مرحوم نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی قابلیت کے نتیجہ میں محنت شاقہ کے باعث دیوانی وکالت میں نام پیدا کیا اور جب تک یہ کام کرتے رہے مخالف یا موافق حلقوں میں عظمت کی نگاہوں سے دیکھے گئے ۔

آپ ایک بلند پایہ قانون دان ہونے کے علاوہ اپنی علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے عالم تھے ۔ ۱۸۹۸ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا ۔ فارسی کے قدیم اور جدید لٹریچر پر کامل عبور حاصل تھا ۔ ایران کے ایک فارسی روزنامہ کے خریدار تھے اور اسے اس لیے بالالتزام زیر مطالعہ رکھتے تھے کہ جدید فارسی علم کلام سے پوری طرح بہرہ ور ہوسکیں ۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق تصنیف"اسلامی اصول کی فلاسفی" کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا ۔جو تاحال شائع نہیں ہوا ۔

چوہدری صاحب ایک متقی انسان تھے قرآن مجید کے عاشق تھے اور قرآن مجید پر تدبر کرنے اور اس کے نئے نئے نکات معرفت نکالنے میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے ۔ قرآن مجید کے درس وتدریس میں قلبی

راحت و مسرت محسوس کرتے تھے ۔ اور جب تک ان کی صحت نے اجازت دی یہاں تک کہ اپنے وفات کے تھوڑا عرصہ پہلے تک بیت احمدیہ گجرات میں قرآن مجید کا درس دیتے رہے ۔

چوہدری صاحب نہایت سنجیدہ مزاج اور متین طبع تھے ۔ آپ کی طبیعت پر حلم اور بردباری کا غلبہ تھا ۔ زندگی کے تمام شعبوں دینی اور روحانی امور کے بارے میں نہایت پختہ رائے کے مالک تھے ۔ اور اپنی رائے کا اظہار بے ردّ و رعایت کرنے میں ہرگز کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے ۔ وکالت کے پیشہ میں دیانتداری آپ کا محکم اصول تھا ۔ اہل مقدمات کو ہمیشہ صحیح رائے دیتے تھے ۔ جس فریق کا مقدمہ کمزور ہوتا اُسے نہ صرف صاف لفظوں میں اپنی رائے سے مطلع کرتے بلکہ ایسا مقدمہ لینے سے انکار کر دیتے ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ کسی فریق نے آپ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے مقدمہ آپ کے سپرد کیا اگر نتیجہ خلاف توقع نکلا تو چوہدری صاحب نے وصول کردہ فیس واپس کر دی ۔ چوہدری صاحب کے اعلیٰ اور قابل تقلید نمونہ کے باعث ہر کس وناکس مخالف وموافق آپ کا ثنا خواں اور آپ کو انتہائی ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا ۔ آپ ایک بے ضرر انسان تھے اور تنازعات سے حتی الامکان کنارہ کش رہتے تھے ۔ سادہ طبیعت ۔ سادہ وضع ۔ اور سادہ کردار تھے ۔ احکام شریعت کے پابند اور تقویٰ وطہارت کا اعلیٰ نمونہ تھے ۔ ایک کامیاب وکیل ہونے اور جماعتی ذمہ داریوں کے باوجود عزلت نشیں تھے ۔ صبح کی لمبی سیر جو عموماً تین چار میل کی ہوتی تھی ۔ آپ کی زندگی کا جزو بن چکی تھی ۔ جسے آپ بجز جسمانی معذوری کے کبھی ترک نہ کرتے تھے ۔ آپ کی اصابت رائے مسلم تھی ۔ دینی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ دن رات کا مشغلہ تھا اور اس لحاظ سے ان کا کتب خانہ عمدہ عمدہ کتابوں پر مشتمل تھا ۔

۱۹۲۸ء تک (جب کہ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات سے ایف ۔ اے پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کلاس میں داخل ہوا) میرا ابتدائی زمانہ طالب علمی گجرات میں گزرا ۔ ان ایام میں چوہدری صاحب جماعت گجرات کے امیر تھے ۔ آپ خاکسار کی تبلیغی سرگرمیوں اور دینی علوم میں شغف کی بے حد حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۶ء میں جب کہ میری عمر صرف ۱۶ سال کی تھی اور میٹرک میں تعلیم پاتا تھا ایک مناظرہ میں (جس میں دوسری طرف سے ایک سیالکوٹی غیر احمدی مولوی صاحب مناظر تھے) خاکسار کو جماعت احمدیہ کی نمائندگی کے لیے منتخب کیا اور مناظرہ کی کامیابی پر اس قدر خوش تھے کہ ایک لمبے عرصے تک تعریف میں رطب اللسان رہے ۔ جب میں نے تکمیل تعلیم کے بعد واپس

گجرات آکر وکالت کا کام شروع کیا تھا تو چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا کہ مَیں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں مجھے بے حد خوشی ہے کہ تم آ گئے ہو اسلیئے مَیں چاہتا ہوں کہ جماعت گجرات کی امارت کی ذمہ داری تم سنبھال لو۔[1]

" ان کی وفات سے چند دن پہلے جب مَیں مع برادرم محترم حضرت راجہ علی محمد صاحب اور سید فخرالاسلام صاحب چوہدری صاحب کی خدمت میں عیادت کے لیے حاضر ہوا تو چوہدری صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے باچشم پرنم دیر تک دعائیں دیتے رہے اور فرمایا سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر تمہیں جس تعریف سے نوازا ہے تم خدا کے فضل سے فی الواقع اس تعریف اور خطاب کے اہل ہو۔ خاکسار کے مضمون بجواب چیمہ صاحب کا دیر تک ذکر فرماتے رہے اور دعائیں دیتے رہے۔

سید فخرالاسلام صاحب چوہدری صاحب کے جوانی کے زمانہ کے دوست تھے۔ اور دراصل انہیں کے ذریعہ چوہدری صاحب کو قبول احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی تھی ان سے بے حد تپاک اور محبت سے ملے اور دیر تک جوانی کے زمانہ کی باتیں ان سے کرتے رہے۔ یہ میری ان کی آخری ملاقات تھی اور مجھے قطعاً امید نہ تھی کہ وہ اس قدر جلد ہم سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی مولیٰ کے پاس چلے جائیں گے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

چوہدری صاحب بلاشبہ احمدیت کے بڑے آدمیوں میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے عشق میں گداز اور شمع احمدیت کے پروانے تھے۔ اگرچہ ۱۹۵۱ء سے لے کر وفات تک عدالت کے کام سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور علالت کے باعث اکثر وقت گھر کے اندر ہی رہے لیکن اس چھ سالہ علالت کے دور کو بھی انہوں نے علمی کاوشوں اور سلسلہ کی قلمی خدمتوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس عرصہ میں متعدد بلند پایہ علمی مضامین ان کے قلم سے نکلے جو " الفرقان" میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور ایک مضمون اُن کے وفات کے بعد شائع ہوا ہے۔ چودھری صاحب موصوف اللہ تعالیٰ کے فضل سے صاحب کشوف والہامات

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۶ء - ۲۳ وفا ۱۳۳۵ہش صفحہ ۵

تھے ۔ ۱۹۵۱ء میں جب موٹر کے حادثہ میں ان کی ٹانگ کی بڑی ہڈی شکستہ ہو گئی تو عام طور پر ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ اس ہڈی کا جڑنا اور چوہدری صاحب کا جانبر ہونا مشکل ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل تندرست ہو گئے اور بآسانی چلنے پھرنے لگے اور اگرچہ وکالت کا کام شروع نہیں کیا مگر عام روزمرہ کے کام کاج اور روزانہ سیر کرنے باہر جاتے ۔ حتیٰ کہ مسجد میں بھی جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں تشریف لاتے اور کئی مرتبہ خاکسار کی خواہش پر خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ۔

ابتدائی علالت کے ایّام میں ایک شب ایک عجیب واقعہ پیش آیا ۔ سردی کا موسم تھا رات کو چوہدری صاحب سوئے ہوئے تھے آپ کے قریب ہی اس کمرہ میں میاں محمد ابراہیم صاحب احمدی (جو چودھری صاحب کے صاحبزادہ برادرم چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے منشی ہیں اور چودھری صاحب کی خدمت پر مامور تھے) دوسری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے ۔ خود چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ساتھ والے کمرے میں اپنے مقدمات کی تیاری میں مشغول تھے کہ چوہدری بشیر احمد صاحب کو آواز دے کر بلایا اور پوچھا کہ ابھی ابھی میرے کمرے میں کون بزرگ تشریف لائے تھے ؟ چوہدری بشیر احمد صاحب نے جواب دیا کہ کمرے کے تمام بیرونی دروازے اندر سے بند ہیں یہاں کوئی شخص باہر سے نہ اندر آسکتا ہے اور نہ کوئی آیا ہے ۔ اس پر منشی محمد ابراہیم صاحب مذکور نے بتایا کہ میں نے بھی ایک بزرگ چوہدری صاحب مرحوم کے سرہانے کھڑے دیکھے ہیں ۔ چوہدری صاحب مرحوم نے بتایا کہ ایک بلند قامت بزرگ نہایت براق سفید لباس میں ملبوس اِن کے کمرے کے بیرونی دروازے سے داخل ہوئے اور ان کی چارپائی کے چاروں طرف گھوم کر ان کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں آپ کی تیمارداری کرنے کے لیے آیا ہوں ۔

یہ عجیب و غریب کشف جس میں منشی محمد ابراہیم صاحب بھی شامل کیے گئے چوہدری صاحب کی صحت یابی پر دلالت کرتا ہے ۔

اسی طرح آپ نے ایک اور رؤیا دیکھا جس میں آپ کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ حضورؑ چوہدری صاحب مرحوم کے وطن مالوف شادیوال ضلع گجرات میں تشریف لائے ہیں اور تپاک اور محبت سے چوہدری صاحب کے ساتھ معانقہ فرمایا ہے ۔

اس رؤیا کی بھی چوہدری صاحب نے یہی تعبیر کی کہ آپ اس علالت سے صحت یاب ہو جائیں گے

چنانچہ جیساکہ اوپر عرض کیا گیا ہے آپ خدا کے فضل سے صحت یاب ہوکر دو تین سال تک روزمرہ کے کام کاج کرتے رہے ۔ چوہدری صاحب مرحوم کے صاحبزادے چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں کہ چوہدری احمد دین صاحب مرحوم قبول احمدیت سے قبل حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور زمانۂ طالب علمی میں ان کے مزار پر جایا کرتے تھے انہیں ایام میں ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی قبر کھلی ہوئی ہے اور اس میں سے ایک نہایت پُرنور اور بابرکت ہستی نمودار ہوئی جو سرتاپا پھولوں سے لدی ہوئی ہے اور خواب ہی میں بتایا گیا کہ یہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کے نتیجہ میں قادیان حاضر ہوکر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دست مبارک پر ۱۹۰۵ء میں بیعت کر لی ۔

بیعت کرنے پر اپنے گاؤں شادی وال تشریف لائے اور اپنے اُستاد مولوی نجم الدین صاحب سے اپنی بیعت کا ذکر کیا۔ چند دن بعد حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی . . . . . . بھی شادیوال تشریف لائے ۔ اگرچہ حضرت مولوی نجم الدین صاحب اس سے قبل احمدیت قبول کر چکے تھے مگر اس وقت تک اظہار نہیں فرمایا تھا۔ چودھری صاحب مرحوم اور حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کے کہنے پر حضرت مولوی نجم الدین صاحب . . . . نے قبول احمدیت کا اعلان کر دیا جس کے نتیجہ میں قریبًا نصف گاؤں احمدیت کی آغوش میں آ گیا ۔

چوہدری احمد دین صاحب کی وفات جماعت احمدیہ گجرات کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے ۔حضرت ملک برکت علی صاحب حضرت مولوی امیر الدین صاحب ، حضرت مرزا امیر الدین صاحب ٹھیکیدار حضرت شیخ الٰہی بخش و رحیم بخش صاحبان ۔حضرت ماسٹر ہدایت اللہ صاحب حضرت بابا امام الدین صاحب حضرت میاں محمد الدین صاحب ورق ساز حضرت میاں رحیم بخش صاحب لالا کنڈی حضرت مرزا وزیر بخش صاحب حضرت ڈاکٹر عمر الدین صاحب حضرت ڈاکٹر علم الدین صاحب حضرت میاں عبد المجید صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب اور جماعت گجرات کے روح رواں تھے اپنی اپنی ذمہ داریاں کے بطریق احسن سرانجام دیتے ہوئے یکے بعد دیگرے مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کے مصداق بن چکے تھے اور اب حضرت چوہدری احمد الدین صاحب بھی اُن کے ساتھ جا ملے ہیں ۔

اب ان کی اولادوں۔ ان کے متعلقین اور ان کے شاگردوں کا فرض ہے کہ احمدیت کے جھنڈے کو اسی مضبوطی سے بلند رکھیں جس طرح ان عظیم الشان ہستیوں نے تادم واپسیں اسے سر بلند رکھا۔

اللہ تعالیٰ ان مبارک وجودوں کے درجات کو بلند کرے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پیچھے رہ جانے والوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور "منھم من ینتظر" کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے[1]

اولاد:۔ چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر جماعت ضلع گجرات)

۸۔ مرزا مولا بخش صاحبؓ (محلہ پیر گیلانیاں اندرون موچی دروازہ لاہور[2])

(ولادت ۱۸۸۹ء۔ بیعت ۱۹۰۴ء۔ وفات ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء)

بڑے مخلص، جوشیلے اور غیور احمدی تھے اور تبلیغ کا جنون تھا انتہائی مشتعل مجمع میں کلمہ حق کہنے سے نہیں جھجکتے تھے اور جماعت کے تبلیغی اور تربیتی جلسوں کے انعقاد میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ ٹکٹ پرنٹنگ ریلوے پریس برانچ میں مغلپورہ ورکشاپ میں ملازم ہوئے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کے والد حضرت میرزا میراں بخش صاحب بھی اصحاب مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے۔

اولاد:۔ (پہلی بیوی سے) ۱۔ مرزا سمیع احمد ظفر صاحب (حال انگلستان)

(۲) ولیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔

(دوسری بیوی سے) ۳۔ مرزا خلیل احمد صاحب۔ ۴۔ مرزا منیر احمد صاحب۔

۵۔ فرخ مبشرات صاحب۔ ۶۔ بشارت تسنیم صاحب۔ ۷۔ کوثر وسیم صاحب[2]

۹۔ حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ آف پھیرو چیچی ضلع گورداسپور

(ولادت ؟ بیعت ۱۹۰۱ء۔ وفات ۹ جون ۱۹۵۷ء[3])

---

[1] الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵، ۶ [2] "لاہور تاریخ احمدیت" صفحہ ۲۳۹ مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل مربی سلسلہ احمدیہ (فروری ۱۹۶۶ء)

[3] الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

پھیروچیچی میں سب سے پہلے احمدی آپ ہی تھے۔ بیعت کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مَیں اکیلا ہوں حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ" مومن کبھی اکیلا نہیں رہتا"۔ آپ یہ جواب سُن کر نہایت اطمینان قلب سے واپس آ گئے۔ شروع میں برادری نے سخت مخالفت کی مگر آپ برابر تبلیغ میں منہمک رہے اور گاؤں والوں کو کہتے رہے کہ خدا اپنے مومن بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا کرتا۔ مجھے بھی وہ انشاء اللہ اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں ان کی برادری کے چار گھرانے اور دوسرے متعدد اشخاص داخلِ احمدیت ہو گئے۔ مگر مخالفت پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر گئی۔ کئی دفعہ مخالفین سلسلہ نے مسجد سے باہر نکال پھینکنے کی کوشش کی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مخالفت کی شدت کا ذکر کیا نیز فرمایا کہ لوگ مسجد میں نماز بھی ادا نہیں کرنے دیتے حضرت اقدس نے دعا کی اور فرمایا فی الحال اپنی زمین میں کوئی چھوٹی سی مسجد بنا لو خواہ تھوڑا سا ہی ہو۔ انشاء اللہ جلد ہی یہ مسجد بھی آپ لوگوں کو مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوششوں کو قبول فرمایا اور جلد ہی پھیروچیچی کا گاؤں احمدیت کی آغوش میں آ گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے مبارک کلمات پورے ہو گئے اور صداقت احمدیت کا نشان بن گئے۔

پھیروچیچی قادیان سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر تھا لیکن آپ اکثر اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت مجلس سے فیضیاب ہونے کے لیے قادیان پہنچ جاتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کے سب خاندان سے والہانہ عقیدت تھی۔ تبلیغ کا خاص شوق تھا اور اس فریضہ کو ادا کرنے میں خاص لذت محسوس کرتے تھے۔ موصی تھے اور چندہ دینے اور ہر دینی تحریک میں آپ کا قدم آگے ہی رہتا تھا۔

آپ نے مقامی جماعت میں نماز باجماعت کی ایک تڑپ اور لگن پیدا کر دی تھی۔ تہجد گزار تھے۔ دعاؤں پر پختہ یقین تھا اور قبولیت دعا کے اپنے بہت سے واقعات سنا کر ایمانوں کو تازہ کر دیتے تھے۔

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بجا آوری میں مقدور بھر کوشاں رہتے تھے۔ ہر ایک سے محبت اور خوش خلقی سے ملتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں ناصر آباد اسٹیٹ سندھ میں تشریف لے آئے اور یہیں انتقال

کیا ہے[1]

اولاد:۔ ۱۔محترمہ رحمت بی بی صاحبہ ۔ ۲۔مولوی فضل الٰہی صاحب مولوی فاضل رشہید)
۳۔ محترم نور الٰہی صاحب۔ ۴۔ محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ ۔
۵۔ مولوی کرم الٰہی صاحب ۔ ۶۔ مولوی احسان الٰہی صاحب (مربی سلسلہ)

۱۰۔ حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ ایم اے بھاگلپوری

(ولادت ۱۸۷۷ء زبانی بیعت ۱۸۹۲ء[2] تحریری بیعت ۱۹۰۶ء وفات ۲۲ رجون ۱۹۵۷ء)

آپ نے سولہ سال کی عمر میں جبکہ آپ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان لانے کا بھری مجلس میں اعلان فرمایا جس پر آپ کو شدید مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن آپ نے ثبات قدم کا نہایت اعلیٰ قابلِ رشک نمونہ پیش فرمایا ۔ آپ حکومت کے معزز عہدوں اور مناصب پر فائز رہے اور نہایت پاک و مطہر زندگی بسر کی۔ آپ احمدیت کی ایک چلتی پھرتی تصویر اور منکسر المزاجی اور فروتنی کا مجسمہ تھے[3]۔

۷ راپریل ۱۹۰۸ء کو قادیان دارالامان میں شکاگو کے ایک سیاح مسٹر ٹرنر اپنی لیڈی مس بارڈون اور ایک سکاچ مین مسٹر بانشر کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کی۔ پروفیسر صاحب اُن دنوں ڈپٹی مجسٹریٹ تھے اور اس موقعہ پر قادیان میں موجود تھے ۔ آپ نے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ترجمانی کے فرائض انجام دیئے۔[4]

آپ کو کئی سال تک جامعۃ المبشرین ربوہ میں تعلیمی خدمات بجالانے کا موقعہ بھی ملا۔ آپ کے متعدد شاگرد اس وقت تبلیغی جہاد میں سرگرم عمل ہیں۔

خالد احمدیت مولانا ابو العطاء صاحب نے حضرت پروفیسر صاحبؓ کی بعض قابلِ تقلید صفات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا کہ :۔

---

[1] الفضل ۱۶ رجولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ ۔ الفضل ۲۳ رجون ۱۹۵۷ء صفحہ ۵
[2] ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ ؛ [3] الفضل ۲۵ رجون ۱۹۵۷ء صفحہ ۸
[4] الحکم ۱۰ راپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ ۔ بدر ۹ راپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ ۔ ۱۵ تاریخ احمدیت جلد سوم طبع دوم صفحہ ۵۳۶

"حضرت مولوی علی احمد صاحب ایم اے بھاگلپوری نے عمر بھر اسلام کی خدمت کا فرض ادا کیا۔ آپ خاموش طبع اور ہر قسم کے نام و نمود سے بیزار تھے۔ ٹھوس اور موثر خدمت کے قائل تھے۔ نیک نمونہ کو بہترین تبلیغ جانتے تھے۔ طبیعت میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور بھلائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مجھے جامعۃ المبشرین میں ان کے ساتھ چار سال تک کام کرنیکا موقعہ ملا ہے۔ ایسے نیک بزرگ اور ہمہ تن خیر انسان کی جدائی بہت شاق ہوتی ہے۔ مگر قدرت کا نظام اسی طرح ہے کہ ایک عمر کے بعد ہر انسان کو اس جہانِ فانی سے آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم بڑھاپے کے باوجود باقاعدگی اور نظام کی پابندی میں ایک نمونہ تھے۔ انہیں فطری شوق تھا کہ دُور دراز سے آنے والے اور سلسلہ کی تبلیغ کے لیے جانے والے طلبہ کی علمی ترقی میں میرا بھی حصہ ہو اور اسی ذریعہ سے میں ثواب میں شریک رہوں۔ اس لیے بیماری کے باوجود بھی وہ محنت سے پڑھاتے رہے جزاہ اللہ خیراً وّ احسن مثواہٗ فی الجنّۃ۔

سن رسیدگی کے باوجود حتی المقدور باجماعت مسجد میں ادا فرماتے بہت دعا گو بزرگ تھے۔ آخری سالوں میں حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحب سے بہت ہی لگاؤ تھا اور بیت المبارک میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قریب ہی صفِ اوّل میں شریک نماز ہوتے تھے۔ اب دونوں بزرگوں کی جگہ خالی ہوگئی اور دونوں اپنے مولیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان سے خاص فضل و احسان کا سلوک کرے آمین یا رب العالمین"[1]

اولاد:۔ ۱۔ حسن صاحب (وفات ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)

۲۔ حسین صاحب (پندرہ دن کی عمر میں وفات پائی)

۳۔ میاں عبدالرحیم احمد صاحب (داماد سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ)

۱۱۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب چانگریاں ضلع سیالکوٹ

---

[1] الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

(ولادت ۱۸۸۱ء بیعت ۱۹۰۱ء؁ ۱۹۰۲ء وفات ۲۷ جون ۱۹۵۷ء؁)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب قبولِ احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک کے چشمدید واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں نے ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۲ء میں بیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس وقت حضور کی خدمت میں ایک ہفتہ رہا اور ہم آپ کو جب آپ مسجد میں نماز کے بعد عموماً مغرب کی نماز کے بعد بیٹھتے تھے دباتے تھے یعنی مٹھیاں بھرتے تھے اور آپ ہم کو منع نہیں کرتے تھے اور آپ کا چہرۂ مبارک ایسا تھا کہ وہ شبہات جو مولوی ڈالتے تھے آپ کا چہرہ دیکھنے سے دور ہو جاتے تھے۔ چنانچہ میں نے سُنا ہوا تھا کہ مہدی معہود کا چہرہ ستارے کی طرح چمکتا ہوگا اور میں نے ایسا ہی پایا اور میرے سارے اعتراضات آپ کا چہرہ دیکھتے ہی حل ہو گئے۔ اور جب آپ پر کرم دین نے دعویٰ کیا تھا اور مجسٹریٹ چندو لال کی عدالت میں دعویٰ تھا اور بہت شور تھا کہ حضرت مسیح موعود ضرور جیل میں جائیں گے اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ لوگ یہ افواہ پھیلا رہے ہیں میں جیل میں جاؤں گا ہمارا خدا کہتا ہے تم کو ایسی فتح دونگا جیسے صحابہ کو جنگِ بدر میں دی تھی اور وہ الفاظ آپ کے اب تک کانوں میں گونجتے ہیں اور ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صبح کو سیر کے واسطے پہاڑ کی جانب نکلے اور آپ دُور نہ جا سکے کیونکہ دوستوں کا ہجوم تھا اور ریتی چھلہ وڈ بوہڑ کے مغرب کی طرف آپ ٹھہر گئے اور آپ کے گرد دوستوں نے گروہ (دائرہ) باندھ لیا اور مصافحہ کرنا شروع کیا اور میں نے جب مصافحہ کیا تو میں نے ایک روپیہ ایسے طور پر دیا کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے میری طرف ایسی شفقت بھری نظر سے دیکھا کہ جب مجھے وہ وقت اور وہ نظر آپ کی یاد پڑتی ہے تو مجھے اب بھی سرور آ جاتا ہے۔ ایک دفعہ جبکہ "نسیم دعوت"[۳] چھپ رہی تھی۔ آپ نے اس کتاب کی تعریف کی اور میری طبیعت للچائی کہ کتاب مجھ کو بھی ملے اور قیمت میرے پاس نہیں تھی جب آپ جانے لگے تو میں نے حضور سے عرض کی کہ حضور مجھے بھی ایک

---

[۱] [۲] الفضل ۴ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ :: [۲] "رجسٹر روایات" نمبر ۳ صفحہ ۱۱۱

[۳] اشاعت ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء۔

کتاب نسیم دعوت دی جائے اور آپ نے بہت شفقت سے خلیفہ رجب الدینؒ[1] صاحب سے (جو دور کے رہنے والے تھے) فرمایا کہ اس لڑکے کو کتاب دلادیں اور صبح ہوتے ہی مجھے کتاب مل گئی۔[2]

حضرت مولوی صاحب کی زندگی عملاً خدمتِ دین کے لیے وقف تھی آپ کا محبوب شغل قرآن مجید پڑھنا، پڑھانا اور وعظ و خطبات دینا تھا۔ مرحوم کا طریق تھا کہ ہر روز بلا ناغہ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کے ایک رکوع کا دلنشیں رنگ میں درس دیتے پھر گھر تشریف لے آتے جہاں چھوٹی بڑی لڑکیوں کا جمگھٹا ہوتا۔ سب کو ناظرہ یا ترجمہ قرآن مجید کا سبق دے کر تین فرلانگ کے فاصلہ پر واقع گاؤں مانگا چلے جاتے اور مردوں کو بھی نماز ظہر تک قرآن مجید کا ترجمہ سکھلاتے۔ نماز ظہر کے بعد سلسلہ کے مالی کاموں میں سیکرٹری مال کا ہاتھ بٹاتے اور عصر کے وقت واپس چانگریاں پہنچ کر نماز عصر پڑھاتے اور جلسہ سالانہ کے سوا آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔

صداقت حضرت مسیح موعودؑ" اور" وفاتِ مسیح" وغیرہ مسائل ایسے مؤثر طریق پر پیش فرماتے کہ انکار کی گنجائش نہ رہتی۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ تبلیغ کے لیے باہر دیہات میں نکل کھڑے ہوتے اور خصوصاً مرکزی ایام التبلیغ میں تو آپ سارا دن جہاد تبلیغ میں صرف کر دیتے۔ آپ کے ذریعہ کئی نفوس نے حق کی شناخت کی اور کئی ایک نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ کی طبیعت اگرچہ مناظرانہ نہیں تھی تاہم آپ نے بعض بڑے بڑے مولویوں سے مناظرے کیے۔ آپ کا قرآن مجید سے استدلال غیر احمدی علماء کو ہمیشہ مرعوب کر دیتا تھا۔ اگرچہ آپ کے پاس احادیث و فقہ کی کتابیں موجود تھیں مگر آپ کا استدلال ہر مسئلہ میں کتاب اللہ سے ہوتا تھا۔ قرآنی آیات تو گویا آپ کے دل و دماغ اور زبان پر نقش تھیں۔

آپ کے اخلاق کریمانہ اپنوں اور پرایوں کو مسلّم تھے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کے گھر ایک دیسی ساخت کا پستول بطور امانت رکھا تھا۔ کسی نے پولیس میں مخبری کر دی۔ آپ نے پستول لا کر فوراً پولیس کے حوالہ کر دیا اور چالان رجسٹرڈ ہو گیا عدالت میں پیشی کے وقت دوستوں کو تشویش ہوئی کہ قید کا خطرہ ہے۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو جھوٹ میں بولنا جانتا نہیں میں تو سچ ہی بولوں گا معززین و شرفا کا ایک وفد

---

[1] خسر خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر مرحوم

[2] " روایاتِ صحابہ" جلد ۳ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱

مجسٹریٹ صاحب کو ملا کہ ملزم ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا اگر ملزم واقعی اقرار کر گیا تو میں بھی کم از کم سزا تجویز کروں گا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے اصل واقعہ بیان فرما دیا۔ مجسٹریٹ نے بھی معمولی جرمانہ کیا جو بعض معززین شہر نے اپنی گرہ سے ادا کر دیا۔

موضع جانگریاں کے جو سکھ جاٹ پاکستان سے منتقل ہو کر قادیان کے پاس موضع مالیا میں مقیم ہوئے وہ ہمیشہ ہی حضرت مولوی صاحب کے پاس زر نقد، زیورات اور کاغذات سرکاری بطور امانت رکھا کرتے تھے چنانچہ چوہدری محمود احمد صاحب سابق معلم حلقہ ضلع جونڈہ نے آپ کے حالات زندگی میں لکھا کہ "غیر مسلم تارکان وطن بھی آج تک مولوی صاحب کو یاد کرتے ہیں .... جب میں قادیان جلسہ سالانہ گیا تو ہر واقف کار مولوی صاحب کا ہی حال پوچھتا تھا"

آپ ایک لمبے عرصہ تک اپنے حلقہ جانگریاں کی گیارہ جماعتوں کے امیر رہے۔ اور جب بڑھاپا اور کمزوری کے باعث آپ زیادہ دور نہ جا سکتے تھے آپ نے امیر ضلع سیالکوٹ سے درخواست کر کے اس حلقہ کو دو حصوں میں تقسیم کرا لیا اس طرح آپ اپنے حلقہ میں مرتے دم تک امیر کے فرائض انجام دیتے رہے۔[1]

۱۲۔ حضرت چوہدری بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق جگت سنگھ

(ولادت ۱۸۷۳ء بیعت وزیارت ۱۸۹۴ء۔ وفات ۹ جولائی ۱۹۵۷ء)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کا پہلا نام جگت سنگھ تھا۔ والد سردار چندر سنگھ صاحب رساکن سرسنگھ ضلع لاہور[2]) تھے جن کا تعلق زمینداروں کے ڈھلوں خاندان سے تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت بھائی صاحب کو ابتداہی میں ایک ایسے مذہب کی تلاش تھی جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکے آپ کی سچی تڑپ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے سردار فضل حق[3] کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا علم دیا۔ سردار فضل حق صاحب بھائی صاحب کی اس تڑپ سے واقف تھے اس لئے انہوں نے اُن کے سامنے

---

[1] الفضل ۱۴ر جولائی ۱۹۵۷ء صلا۔ الفضل ۱۱ر اگست ۱۹۵۷ء صث۔ [2] حال ضلع امرتسر

[3] پہلا نام سردار سندر سنگھ۔ آپ نے ۱۸۹۸ء میں اسلام قبول کیا وطن دھرم کوٹ بگہ

مذہب اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ جس سے اسلام کو تفوق دوسرے مذاہب پر ظاہر ہو۔ اس موضوع پر اکثر دونوں میں تبادلہ خیالات ہوا کرتا تھا اور کئی کئی گھنٹے گزر جایا کرتے تھے۔ بالآخر ایک دن حضرت بھائی صاحب نے سردار صاحب کے سامنے ایک معیار رکھا اور بطور آخری فیصلہ کے رکھا اور کہا چونکہ مذاہب تو بے شمار ہیں اور ہر ایک انسان اپنے مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دیا کرتا ہے باقی رہا روایات اور قصّے کہانیوں کا تذکرہ سو وہ ہر مذہب میں اُس کے پیشواؤں کے متعلق بے شمار پائے جاتے ہیں اس میں کوئی کسی کے پیچھے نہیں رہنا چاہتا اس لئے میرے نزدیک فیصلہ کن تجویز یہ ہی ہو سکتی ہے کہ فی زمانہ جس مذہب میں کوئی بزرگ ایسا پایا جاتا ہو جو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہو اور اُس کی دعائیں سُنی جاتی ہوں تو مَیں سمجھ لوں گا کہ یہی مذہب قابلِ پیروی ہے۔ اس پر سردار فضل حق خاں صاحب نے فوراً ہی حضرت مسیح موعود کا اسم مبارک لیا اور پورا پتہ بھی دیا یہ بات ایسی تھی جس نے حضرت بھائی صاحب کے دل کو تسکین دی اس نے اسلام کی عظمت اُن کے دل میں قائم کر دی۔

حضرت بھائی صاحب ان دنوں فوج میں ملازم تھے۔ اس گفتگو کے دو ماہ بعد وہ رخصت لے کر اپنے گھر جا رہے تھے تو انہوں نے عزم کر لیا کہ وہ گھر جانے سے پہلے قادیان جائیں گے۔ چنانچہ وہ سیدھے قادیان میں آئے۔ آٹھ دن تک یہاں قیام کیا۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو کھول دیا اور آپ سکھ ہوتے ہوئے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو گئے۔ ان گزشتہ ایام میں حضرت بھائی صاحب نے بہت دعائیں کیں اور رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور التجائیں کیں جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا الغرض بھائی صاحب بیعت کر کے اپنے گھر کو چلے گئے"۔ [1]

آپ نے دو مضامین میں اپنے حالات پر روشنی ڈالی ہے جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے

پہلا مضمون:۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس کا جواب اور معقول جواب یہی ہے۔

؎ این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

---

[1] الحکم ۲۱ر فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

بظاہر سرگزشت اور واقعات میرے اسلام میں آنے کے یہ ہوئے۔ جو پہلے پہل ہی احمدیت یا یوں کہیں کہ احمد مرسل یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام لانے اور بیعت کرنے پر ایک وقت ہی دو لطف اپنے اندر لیے ہوئے تھے۔ گو بیعت مَیں نے ۱۸۹۴ء میں جبکہ مَیں ابھی سکھوں کے لباس میں تھا۔ اور بالکل قادیان آجانے کا موقعہ ۸ مارچ ۱۸۹۵ء کو بفضلہ میسّر آیا۔ لیکن ۹۴ء میں بیعت کا شرف مجھے عطا ہونا اسی وقت ہی اسلام لانے کی حقیقت کو اپنے اندر لیے ہوئے تھا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور فراست کی بھی ایک اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔ کہ آپ مجھے اگر مسلمان خیال بلکہ یقین نہیں کر رہے تھے۔ تو اس بیعت میں نہایت مزیدار لطف بجز اس کے اور کیا تھا۔ مَیں اپنے محسن مولےٰ کا نہایت ہی شکرگزار ہوں۔ کہ اس نے مجھے ایسے آسمانی ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا موقع اس وقت دیا۔ جس کے لیے آباء اجداد سے مسلمان کہلانے والے بہت کچھ متردّد تھے۔ اور شکوک وشبہات اور تعصبات میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی وہ خاص یزدانی کشش تھی جو کام کر گئی۔ ورنہ مَیں اور یہ فضل اور ایسا بے مثل احسان لربنا الحمد۔

جب مَیں چوتھی پرائمری میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت رسومِ ہند بھی ہماری درسی کتاب تھی جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کچھ مختصراً دیا ہوا تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا حال جب مَیں نے پڑھا۔ تو میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ یہ لوگ بڑے اچھے تھے۔ میرے وقت میں اگر کوئی انسان ایسا ہو۔ تو مَیں تو اس کو ضرور ہی مان لوں۔ جس منّان آقا نے مجھے ایسا دل بچپن میں دیا تھا۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ بالآخر مجھے چھوڑ نہیں دے گا اور احمدیت پر جو حقیقی اسلام کا آئینہ ہے میرا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے جنت میں ایک گھر بھی مجھے ضرور ہی عطا فرمائے گا۔ رب علیک توکلت والیک انبت والیک المصیر:۔

اردو مڈل پاس ہوگیا۔ وظیفہ سرکاری للعہ روپے ماہوار ملا۔ اور سپیشل کلاس میں لاہور پڑھنے کے لیے ہم کو (مجھکو اور میرے بھائی کو) بھیج دیا گیا۔ لاہور ان دنوں ۱۸۹۱ء میں ہر طرف ہی مذہبی چرچا رہتا تھا۔ عیسائی بازاروں میں اس طرح آریہ اور سکھ الگ الگ اپنے پرچار کرتے ہوئے بکثرت دکھائی دیتے تھے۔ ان وعظوں نے مذہب کی طرف بالکل ملال پیدا کر دیا۔ اور طبیعت نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ جس مذہب میں ہیں وہی اچھا ہے لیکن مذکورہ سنہ کے آخر میں ہی مَیں رسالہ ۱۳ میں ملتان بھرتی ہوگیا اور قریباً چھ ماہ کے بعد ہم سیالکوٹ میں آگئے۔ یہاں سردار سندر سنگھ صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ رفیق اور محرم راز

بن گئے۔ آپ نے ہی مجھے اسلام کی موٹی موٹی خوبیاں بتائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ بھی آپ ہی سے مجھکو ملا۔ ابتداء میں مَیں نے سردار صاحب کی مخالفت کی۔ اور اس خیال پر کہ ہمارے مذہب میں بھی بزرگ گزرے ہیں۔ کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دوسرے مذہبوں کے خوشہ چین بنیں۔ ہاں اب اگر کوئی انسان اسلام میں خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہو۔ کچھ اس کے معجزات کرامات ہوں۔ تو بیشک قابلِ اتباع ہو سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول یقینی ہے اس پر انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا حال بھی بتایا۔ اور قادیان کا راستہ وغیرہ بھی بتایا۔ چنانچہ رسالہ میں جب میری رخصت کا وقت آیا تو مَیں پہلے سیدھا قادیان پہنچا۔ یہی ۹۴ء کا زمانہ تھا۔ مَیں یہاں چند ایام رہا۔ اور رو کر دعا مانگ کر بیعت کی نعمت سے بفضلہ تعالیٰ شرف حاصل کر لیا۔ بیعت کرنے کے بعد مَیں نے اپنے گاؤں میں ۲ ماہ کے قریب ایام رخصت بسر کیے۔ ساری نماز یاد کی اور پڑھنے کا راز بھی معلوم لیا۔ آتھم کے نہ مرنے پر جبکہ مَیں گاؤں میں تھا۔ ہیڈ ماسٹر سکول نے مجھ پر اعتراض کیے۔ مگر قادیان سے مجھ کو آتھم کے متعلق کافی اطلاع بذریعہ اشتہار بھیج دی گئی۔ جس سے میں ہیڈ ماسٹر صاحب سے گفتگو کرنے کے قابل ہو گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ یہاں کے ہندوؤں نے یا کس نے وہاں اطلاع بھیج دی۔ کہ یہ شخص مسلمان ہو رہا ہے۔ رسالہ میں جا کر قریباً نماز کا پابند رہا۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب کا پتہ قادیان سے دریافت کر کے سیالکوٹ شہر میں پھر پھرا کر نکال لیا۔ آپ سے درس قرآن کچھ دنوں سنا۔ مگر سکھوں کو جب پتہ لگ گیا۔ تو انہوں نے سردار کو اکسا کر اس نعمت سے محروم کر دیا۔ دوپہر کے وقت یعنی اس نعمت سے محروم ہونے کے چند روز پہلے مَیں نے ایک رؤیا دیکھی۔ کہ مَیں اندھا ہو گیا ہوں۔ گھبراہٹ کی حد نہ رہی۔ جب مَیں یہ خیال کر رہا تھا۔ کہ اب ساری عمر دیواروں سے ٹکریں کھا کر گزرے گی۔ سخت اضطراب کے بعد جب آنکھ کھلی۔ تو جوانی کی نیند مشکل آنکھیں کھلیں اور کچھ دل کو ڈھارس ہوئی۔ کہ پورا اندھا تو نہیں ہوا۔ پھر جب پورا تنبہ ہوا تو اس کو خواب سمجھ کر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تعبیر خط لکھ کر دریافت کی۔ کارڈ میں جواباً یوں تحریر تھا کہ تم کو دینی صدمہ پہنچے گا۔ توبہ استغفار خوب اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ وہ اندھا ہونا قرآن کریم کے درس سے گویا محروم ہونا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ رمضان کا مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ آیا۔ جس میں مَیں نے روزے رکھنے شروع کیے۔ مگر سکھوں میں اس سے ایسی کھلبلی پڑ گئی۔ کہ انہوں نے سارا زور لگا کر مجھکو مجبور کیا کہ میں استعفیٰ دیدوں۔ بحولہ تعالیٰ بخوشی استعفےٰ دیدیا۔ اور سیدھا

قادیان پہنچا۔ یہاں آکر الحمدللہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے نہلا دھلا کر مسلمانوں سی ظاہری شکل بھی بنا دی۔ رسالہ میں منشی جلال الدین صاحب کی سنجیدہ اور خدا ترس متین طبیعت نے مجھ پر بہت ہی اثر کیا۔ فتح اسلام میں نے اپنے ہاتھوں سے سارا نقل کیا۔ کیونکہ یہ اس وقت چھپا ہوا نہیں ملتا تھا۔ الغرض احمدیت اور اسلام کی نعمت بزور اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا کی۔ ورنہ سکھ ہونا اور جوانی کی مستی اور نئی نئی ترقی اور حکام کی نظر میں بار بار پھرتے رہنا میری اپنی کوشش سے ان بلاؤں سے نکلنا بہت ہی دور کے ممکنات سے تھا۔ نہیں بلکہ نہایت ہی ناممکن تھا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

۸ر مارچ ۱۸۹۵ء سے اب کہ ۱۹۲۴ء ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں قادیان میں میری پرورش کے بہت اچھی طرح سامان مہیا کیے میرا کچھ روپیہ جو مجھے رسالہ سے ملا تھا۔ جب نماز ظہر سے پہلے ختم ہو گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ...... نے حساب کر کے مجھے اطلاع دی۔ کہ آج آپ کا روپیہ ختم ہو گیا ہے۔ تو مجھے ہیرا سنگھ کا معقولہ یاد آکر سخت ہی قلق اور اضطراب پیدا ہوا۔ وہ یوں کہا کرتا تھا کہ "دیکھو تھی ماتا کو دلتیاں چلاتے ہو۔ تین سال کے بعد تم نہ مانگتے پھرو۔ تو مجھے کہنا اور جو چاہے کہنا"۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ نائی دھوبی۔ کپڑا دیگر ضروریات کیا ان سب کے لیے میں دستِ سوال دراز کرتا پھرونگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل .... عربی کی تعلیم اور طب کی تکمیل کے لیے مجھے باپ سے زیادہ شفقت کرتے ہوئے اپنے اوقات سے اکثر حصہ دے رہے تھے۔ مگر ابھی صحاح ستّہ سے بخاری کا کچھ حصہ رہتا تھا۔ ہاں اسی پریشانی میں میں نے وضو کر کے اذان کے بعد سنتوں میں خوب رو رو کر دعا کی۔ اور اس وقت ہیرا سنگھ کے الفاظ نے اور بے سرو سامانی کی بھیانک شکل نے دل کھول کر میری خوب ہی مساعدت کی۔ قدرتِ حق نے محض اپنے ہی وجود سے نماز ظہر کے بعد دو روپے ماہوار کا مجھے ٹیوٹر مقرر کروا دیا۔ جو میری از حد خوشی اور دعا کی قبولیت کا بیّن نشان بنا۔"[1]

دوسرا مضمون:۔ بفضلہٖ پہلے ۱۸۹۴ء میں قادیان میں تحقیقات امور مذہبی کے لیے مجھے آنا پڑا۔ چنانچہ میں جبکہ رخصت پر اپنے گاؤں سور سنگھ ضلع لاہور میں جانا چاہتا تھا۔ پہلے قادیان میں آیا۔ اور سات آٹھ دن یہاں رہا۔ بازار میں ایک بوڑھے ہندو کے ہاں کھانا کھاتا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے ماتحت ایسا کرتا تھا۔ اُس سے بھی میں نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کے متعلق ذکر

---

[1] الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۲۴ء صلا

کیا کہ آپ کے نزدیک آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) کیسے آدمی ہیں - تو اُس نے ذکر خیر سے اطمینان دلایا غالباً ان کا نام بشن داس تھا - اچھی لمبی داڑھی تھی -

مَیں نے رو کر دعا کی اور حضرت خلیفہ اوّل ...... سے دریافت کیا کہ کیا اگر مَیں کچھ عرصہ اسی حالت میں رہوں اور بیعت کر لوں تو ایسا ممکن ہے - آپ نے فرمایا کہ مَیں حضرت صاحب سے دریافت کر کے بتا سکتا ہوں - آپ نے ذکر کیا اور ظہر کی نماز کے بعد شرفِ بیعت سے میری عزت افزائی ہو کر دعا کی گئی -

آپؑ نے فرمایا کہ اب اپنے آپ کو اسلام میں ہی سمجھو - مَیں نے عرض کی - حضور مَیں جلدی کوشش کروں گا - رسالہ نمبر ۱۳ میں جہاں میں ملازم تھا سردار سندر سنگھ کے ذریعہ جو دھرم کوٹ بگہ کے رہنے والے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام پورا پتہ مجھے معلوم ہوا اور ان کی ترغیب ہی سے مجھے اسلام پر غور کرنا پڑا -

سردار سندر سنگھ (یعنی فضل حق صاحب) خوش مزاج اسلام کو حقیقی اور نہایت درست مذہب خیال کرتے تھے اور میرے اس استفسار پر کہ اگر اسلام واقعی اپنے اصولوں میں پورا راہنما اور خدا رسیدہ بنا دینے والا ہے تو اب بھی تو اسلام میں کوئی روحانی انسان باکمال خدا رسیدہ ہونا ضروری ہے ؟

اس پر انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا ذکر کیا اور مجھے اسی لیے قادیان آنا پڑا

بیعت کرنے کے بعد مَیں نے اپنے گاؤں میں رخصت کے باقی ایام پورے کیے - ساری نماز کو یاد کیا اور دھرمسالہ میں روز چپکے چپکے تہا کر ذکر الٰہی اور لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد اور وظیفہ کرتا رہا -

واپس رسالہ میں جا کر میر منشی جلال الدین صاحب والد مرزا محمد اشرف صاحب سے تعارف ہوا اور ان کی وساطت سے میرے عقائد کو زیادہ مضبوطی ملی - فتح اسلام مَیں نے اپنی قلم سے نقل کیا تھا - کیونکہ اس کی کاپیاں ختم ہونے کی وجہ سے نایاب تھیں - آپ نے مولوی عبدالکریم صاحب کا قرآن کا درس سننے کی بھی ترغیب دی تھی - حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو مَیں نے پہلے حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی وساطت سے قادیان میں خط لکھ کر شہر سیالکوٹ میں پوچھتے پوچھتے تلاش کیا اور اُن سے آخر شرف ملاقات ہوئی -

مولوی عبدالکریم صاحب کا درس قرآن کچھ دن سُنا مگر پھر محروم رہنا پڑا - سکھوں کی زیادہ مہربانی نے یہ

بھی مہربانی مجھ پر کی کہ اس نعمت سے محروم کرنے میں وہ اسلام کی طرف زیادہ دھکا دینے کا موجب ہو گئے دوپہر کو وضو کے بعد کچھ پڑھتے پڑھتے میری آنکھ لگ گئی۔ رؤیا میں ایسا دیکھا کہ میں اندھا ہوگیا ہوں حضرت مرزا صاحب کی طرف خط لکھ کر تعبیر معلوم کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ دینی صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ بہت بہت استغفار کرو۔ چنانچہ سکھوں نے رپورٹ کر کے درسِ قرآن سے محروم کر دیا۔ اور یہی نور آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

رسالہ میں واپس از رخصت ہونے پر میں نے چوری چوری نمازیں بھی ادا کرنی شروع کیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ بھی دریافت کیا کہ میں اگر ایسی حالت میں رہوں اور اسلامی شعار حتی المقدور ادا کرتا رہوں (ان دنوں ترقی دنیاوی ذرا معراج پر تھی) تو نجات ہوسکے گی کہ نہیں اس کا جواب مجھ کو یہ ملا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رحم اور فضل سے وہ دنیاوی ترقی کے خیالات میرے دل سے نکال دیئے اور چند دنوں کے بعد جب رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ میرے مہربانوں کو جب معلوم ہوا تو ایک شور برپا ہوگیا اور سر دار ٹپ نے آنکھیں لال پیلی نکالنی شروع کیں دھمکیاں دیں حکومت کا زور دکھایا اور کرنل صاحب بہادر رسالہ کو بہت کچھ اکسایا۔ آخر تنگ ہونے پر میں نے استعفاء دے دیا۔ اور سیدھا قادیان کا ٹکٹ (یعنی بٹالہ تک کا) فوراً ہی لینا پسند کیا۔ میرے دوست سردار فضل حق صاحب نے کہا لیکھرام سیالکوٹ میں آیا ہے وہ لیکچر دے گا آج رات ٹھہر جائیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشش نے اُس طرف رخ کرنے سے بھی بالکل ہی روک دیا۔ اور محض حقیقی مولیٰ کے کرم سے ۸ر مارچ ۱۸۹۵ء کو جب کہ روزوں کا مہینہ تھا قادیان میں وارد ہوا۔

حضرت اقدس نے مجھے حضرت خلیفہ اوّل .... کے سپرد کیا۔ کھانے اور تربیت روحانی اور تعلیم کی نگرانی کے لیے تاکید کرتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا کر کے ہر طرح خیال رکھنے کا بھی حکم دیا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے آپ کے ارشاد کی کما حقہٗ رعایت کی۔ اور میری تربیت اور تعلیم کا جتنا ممکن تھا خیال رکھا۔ کوئی کوئی باپ ہوتا ہے۔ جو ایسا خیال رکھتا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً فی حالۃ الدنیا والآخرۃ۔

میرے رشتہ داروں نے جب میرے مسلمان ہو جانے کی خبر سُنی تو چار پانچ رشتہ دار خسر، تایا اور دوسرے اشخاص قادیان میں آ دھمکے۔ حضرت مولوی صاحب نے احتیاط کے خیال سے مجھے بھائی خیر الدین صاحب

کے ساتھ سکھواں بھجوا دیا۔ مگر وہ وہاں بھی پہنچے۔ اور بمشکل میرا پنڈ چھوڑا۔ حضرت اقدس نے جب سُنا تو فرمایا:۔

"قادیان سے بڑھ کر امن کی کونسی جگہ ہے مولوی صاحب نے ایسا کیوں کیا؟"

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ترجمہ قرآن مجید مجھے پڑھایا۔ اور حضرت خلیفہ اوّل نے علم حدیث صرف نحو طب وغیرہ کی پوری تعلیم دی۔"

حضرت بھائی جی فرمایا کرتے تھے جس پیار اور محبت سے انہوں نے میری تربیت فرمائی اس کی مثالیں دُنیا میں بہت کم ملیں گی جب مَیں پڑھتے پڑھتے تھک جاتا تو فرماتے عبدالرحیم لیٹ جاؤ۔ اب میں پڑھتا ہوں تم سُنتے جاؤ۔

۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۹ء تک آپ کو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السّلام کی بابرکت صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ ازاں بعد آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ٹیوٹر اور پھر مدرس مقرر ہوئے آپ ۱۹۳۴ء تک تعلیمی خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے دوران آپ کو حضرت مصلح موعودؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد صاحبزادگان کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ عرصہ تک حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے بچوں کے اتالیق بھی رہے۔

آپ ۳۱۳ اصحاب کبار میں سے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ میں آپ کا نام ۳۷ پر درج فرمایا ہے۔ آپ کی بعض خود نوشت روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت مولوی نورالدین (خلیفۃ المسیح الاوّل) اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیتِ مبارک میں موجود نہ ہوتے تو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام حافظ معین الدین صاحب یا آپ کو امام الصلوٰۃ بنا لیتے اور بعض اوقات خود امامت کے فرائض انجام دیتے اور آپ کو حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو جاتی۔

لے اخبار "بدر" قادیان ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء ص۷ (اس مضمون کے اگلے حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی بہت سی پیاری باتیں درج ہیں جو قابل مطالعہ ہیں)

ایک بار کسی شخص کو آپ نے اور نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے محض سرزنش کے طور پر خفیف سی بدنی سزا دی جس پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے باہمی محبت اور ہمدردی کے متعلق ایسی اثر انگیز تقریر فرمائی کہ ان دونوں بزرگوں نے اس شخص سے فوراً معافی مانگ لی اور خُلقِ عظیم کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت اقدس کے عہد مبارک میں آپ کے قلم سے بعض علمی مضامین بعض اخبارات سلسلہ میں شائع ہوئے اس سلسلہ میں الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کا مضمون خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جو "ضرورت امام" کے موضوع پر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو حضور کی حرم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رتھ میں سوار ہوتیں تو دوسرے خدام کے علاوہ آپ کو بھی ساتھ جانے کا حکم ملتا۔ آپ رتھ کے ساتھ ساتھ بطور محافظ بٹالہ اور پھر واپسی تک ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو مَیں لاہور نواب محمد علی خاں صاحب کی کوٹھی پر تھا جو جیل روڈ پر تھی۔ صبح کو جب ذرا دن چڑھا تو مَیں حضور کی آخری زیارت اور عیادت کے لیے گیا اس وقت حضور نے قلم دوات منگوائی اور کاغذ پر کچھ لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اس وقت مَیں نے دل میں کہا۔ الحمدللہ کیونکہ مَیں حضور کی تشویشناک حالت کی خبر سُن کر بہت گھبرایا ہوا تھا۔ مگر حضور جب بیٹھ کر لکھنے لگے تو کاغذ پر بے قاعدہ قلم چلا سکے اور وہ ٹیڑھی سی کشش تھی۔ اس وقت مجھے یقین ہوا کہ حالت خطرناک ہے مگر حضور نے مجھے پہچان لیا اور زور سے دبانے کے لیے ارشاد فرمایا یہ بالکل آخری وقت تھا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر میری آنکھوں کے سامنے آپ کی روح ارجعی الی ربك راضية" مرضية کے ذوق سے ہمیشہ کے لیے بہرہ اندوز ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی"۔[1]

حضرت بھائی جی ۱۸۹۵ء سے ۱۹۴۷ء تک قادیان دارالامان میں قیام پذیر رہے اس کے بعد فسادات کے دوران پاکستان آگئے۔ مگر مئی ۱۹۴۸ء میں پھر دیارِ محبوب میں تشریف لے گئے اور

---

[1] الحکم ۲۱ر فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ (روایات حضرت چوہدری عبدالرحیم صاحبؓ)

ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر ممتاز رہے ۔ قادیان میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آپ سے کتب احادیث، طب اور فارسی پڑھی[۱]

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جٹ فاضل امیر جماعت قادیان کی رخصت یا غیر موجودگی میں قائمقام ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بھی آپ ہی ہوتے تھے ۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں آپ قادیان سے آ گئے اور تا وفات ربوہ میں مقیم رہے ۔

حضرت بھائی جی سلسلہ کی ہر قسم کی تحریکات میں پُر جوش حصہ لیتے اور چندہ جات باقاعدہ اور باشرح ادا فرماتے آپ کی وصیت ۱/۲ کی تھی ۔ صاحب رؤیا و کشوف و الہام تھے اور مستجاب الدعوات تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ادھر آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی اُدھر وہ بات پوری ہو گئی بعض اوقات آپ کی قبولیتِ دعا کا فوری اثر نمایاں ہوتا اور دعا ختم کرتے ہی اس کی مقبولیت کے آثار پیدا ہو جاتے عبادت نہایت خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں ۔ غرباء اور مساکین کا خاص خیال رکھتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حساب دیا اور آپ نے بھی اسے خدا کی راہ میں اس کی خوشنودی کے لیے بے دریغ خرچ کیا ۔ آپ نہایت منکسر المزاج اور بے نفس اور یکرنگ بزرگ تھے ۔ ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھتے ۔ گوشۂ تنہائی کو بہت پسند فرماتے اور دربارِ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے سالانہ جلسہ پر آپ کو سٹیج ٹکٹ دیا جاتا مگر آپ بالعموم دوسرے حاضرین میں بیٹھے رہتے ۔

خاندان حضرت مسیح موعود کے جملہ افراد کا از حد احترام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم سب پر اتنے احسانات ہیں کہ ہم ساری عمر اس خاندان کی خدمت کرتے رہیں تو خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے ۔

آپ توکّل کے بلند مقام پر تھے ۔ آپ کی ضروریات کا انتظام معجزانہ طور پر خدا تعالیٰ فرما دیتا تھا ۔ آپ نے دھرم سالہ، قادیان اور ربوہ میں مکانات تعمیر کرائے جو آپ کے مقام توکّل کی واضح مثال ہے[۲]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپردِ قلم فرمایا :-

---

[۱] چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش قادیان کو آپ سے باترجمہ قرآن پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ [۲] الفضل ۵ر جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ مضمون چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش قادیان مطبوعہ بدر)

"حضرت بھائی صاحب مرحوم کو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں ۔اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھ مذہب سے نکال کر اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے یہ کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرنے اور احمدیت قبول کرنے کی سعادت بھی پائی۔ تیسرے یہ کہ نہ صرف اسلام اور احمدیت کو قبول کیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی لمبی صحبت کا موقعہ میسّر آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب نصیب ہوا ۔چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اور عمل کی نعمت سے بھی نوازا ۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے نوجوانوں نے دینی علم حاصل کرنے اور تقوٰی پر قائم ہونے کی سعادت پائی۔ پانچویں یہ کہ حضرت بھائی صاحب صاحبِ الہام وکشوف بھی تھے ۔ اور دعا کی تحریک پر ان پر عموماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا تھا پھر یہ کہ خلافت ثانیہ کا بھی لمبا دور پایا۔ اور بالآخر قادیان میں کئی سال تک درویشی کی زندگی بھی نصیب ہوئی۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں وفات کے قریب ربوہ لے آیا۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ جنازہ کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں موجود تھے ۔ اور حضور نے ہی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت بھائی صاحب مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں دفن کیے گئے ۔یہ سب خصوصیات غیر معمولی رنگ رکھتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ نعمت اور خاص ذرہ نوازی کی دلیل ہے۔ کہ سکھ مذہب سے نکال کر کہاں کہاں تک پہنچا دیا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بھائی صاحب مرحوم ۱۸۹۴ء میں مسلمان ہو کر قادیان آئے تھے اور اس وقت ان کی عمر غالباً ۱۲ سال کی تھی جب خدا تعالیٰ نے دل میں اسلام کی چنگاری پیدا کی۔ تو فوجی ملازمت چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قدموں میں پہنچ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ..... نے انہیں اپنی شاگردی سے نوازا ۔

گزشتہ ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے رفیق خاص اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاص کارکن بڑی سرعت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں اس کے نتیجہ میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان بزرگوں کی جگہ لینے کے لیے احمدیت کا نوجوان طبقہ آگے آنے کے لیے کیا کوشش کر رہا ہے ۔ اور ترقی کرنے والی قوموں کا یہ قاعدہ ہے ۔ کہ وہ ہمیشہ صفِ اوّل کے ساتھ ساتھ صفِ دوم کا بھی انتظام رکھا کرتی

ہیں۔ تاکہ صفِ اوّل کے بزرگوں کے گزرنے پر صفِ دوم کے نوجوان ان کی جگہ لے سکیں۔ اور جماعت کی ترقی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پس میں اس موقعہ پر بڑے دردمند دل کے ساتھ اپنے نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا۔ اور ان سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ صفِ اوّل کے خلاء کو پُر کرنے کے لیے اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں۔ جو زندہ الٰہی جماعتوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ یعنے فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں شغف پیدا کریں اور اپنے دلوں میں تقویٰ کا درخت لگا کر اپنے قلوب کے دامن کو خدا کی رحمت کے ساتھ وابستہ کر دیں حتیٰ کہ الٰہی رحمت جوش میں آکر انہیں اپنے انوار کا مہبط بنالے مجھے خوشی ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے کانی احمدی نوجوانوں میں اس طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ مگر ابھی تک احمدیت کی صف دوم اتنی بیدار نہیں ہوئی۔ کہ وہ صف اوّل کی جگہ لے سکے۔ اور ان کا وجود بھٹکتی روحوں کے لیے شمع ہدایت اور سہارے کا کام دے۔ پس نوجوانوں کو چاہیئے۔ کہ ضرور اس طرف خاص توجہ دیں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا ہر پچھلا قدم ہر پہلے قدم سے آگے نہ بڑھے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"[1]

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ۵۷/۷/۱۰ ربوہ

اولاد:۔ ۱۔ میجر ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب

۲۔	خدیجہ بیگم صاحبہ	(اہلیہ حضرت مولوی فضل الدین صاحبؓ وکیل)
۳۔	امۃ اللہ بیگم صاحبہ	(اہلیہ خانصاحب حضرت مولوی فرزند علی صاحبؓ)
۴۔	زینب بیگم صاحبہ	(اہلیہ محفوظ الحق صاحب علمی)
۵۔	عائشہ بیگم صاحبہ	(اہلیہ مولوی علی محمد صاحب اجمیری)
۶۔	آمنہ بیگم صاحبہ	(اہلیہ محمد اسحاق صاحب ابن مولوی فخرالدین صاحب آف گھوگھیاٹ

۱۳۔ حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیروی

(ولادت قریباً ۱۸۷۵ء۔ زیارت نومبر ۱۸۹۱ء بمقام امرتسر۔ بیعت ۹۳-۱۸۹۴ء۔ وفات ۲۵ راگست ۱۹۵۷ء)

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیروی اپنے خود نوشت حالات و روایات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"میرا پیدائشی شہر موضع احمد آباد تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم ہے۔ جو بھیرہ سے تقریباً چار میل کے

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۲ر جولائی ۱۹۵۷ء صہ۳

فاصلہ پر تھا۔ میرے والدین سخت حنفی تھے۔ بندہ کو امرتسر جناب قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم کے پاس آنے سے احمدیت کا علم ہوا۔ بندہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لیے ماہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے ایام میں بہت دعا استخارہ کی۔ اور دعا میں یہ درخواست تھی کہ مولیٰ کریم مجھے اطلاع فرما۔ کہ جس حالت میں اب ہوں یہ درست ہے یا جو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ ہے۔ وہ درست ہے۔ اس پر مجھے دکھلایا گیا۔ کہ مَیں نماز پڑھ رہا ہوں۔ لیکن رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔ اور سورج کی روشنی بوجہ کسوف کے بہت کم ہے۔ جس سے تفہیم ہوئی۔ کہ تمہاری موجودہ حالت کا نقشہ ہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد پھر رو رو کر بہت دعا کی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب میں فرمایا۔ کہ اصل دعا کا وقت جوف اللیل کے بعد کا ہوتا ہے۔ جس طرح بچہ کے رونے پر والدہ کے پستان میں دودھ آ جاتا ہے۔ اسی طرح پچھلی رات گریہ وزاری خدا کے حضور کرنے سے خدا کا رحم قریب آ جاتا ہے۔ اس کے بعد بندہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی اختیار کر لی اس کے بعد حضور کی پاک صحبت کی برکت سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک روز نماز تہجد کے بعد خاکسار سجدہ میں دعائیں کر رہا تھا۔ کہ غنودگی کی حالت ہو گئی۔ جو ایک کشفی رنگ تھا۔ ایک پاکیزہ شکل فرشتہ میرے پاس آیا۔ جس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سفید کوزہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اور ایک ہاتھ میں ایک خوبصورت کارد (چھری) تھی۔ مجھے کہنے لگا۔ کہ تمہاری اندرونی صفائی کے لیے میں آیا ہوں۔ اس پر مَیں نے کہا۔ کہ بہت اچھا۔ آپ جس طرح چاہیں صفائی کریں۔ چنانچہ اس نے پہلے چھُری سے میرے سینہ کو چاک کیا۔ اور اس کوزہ کے صاف پانی سے اس کو خوب صاف کیا۔ لیکن مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ اور نہ ہی خوف کی حالت پیدا ہوئی۔ جب وہ چلے گئے۔ تو مَیں نے خیال کیا۔ کہ اب مَیں نے صبح کی نماز ادا کرنی ہے۔ اور یہ تمام بدن چیرا ہوا ہے۔ نماز کس طرح ادا کر سکوں گا۔ اس لیے ہاتھ پاؤں کو ہلانا شروع کیا۔ تو کوئی تکلیف نہ معلوم ہوئی۔ اور حالت بیداری پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد حضور کی فیض محبت سے بہت روحانی فوائد حاصل ہوئے۔ جو قبل اس کے کبھی نہیں ہوئے۔ بہت دفعہ مسجد مبارک میں حضور کے ساتھ بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز باجماعت ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ حضور کی آواز کبھی زیادہ اونچی نہیں آتی تھی۔ بہت ہی آہستہ تسبیح تحمید کرتے تھے۔ بعد فراغت نماز حضور اکثر دفعہ مسجد کے کونہ میں مشرق کی طرف رخ فرما کر بیٹھ جاتے۔ اور مہمانوں اور دوستوں سے

فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس عرصہ چودہ یا پندرہ سال میں حضور کو کسی سے سخت کلامی یا تُند آواز سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ بلکہ مخالف جاہل نے کبھی بد کلامی سے گفتگو حضور سے کی ہے۔ تو حضور نے نرمی اور آرام سے اس کا جواب دیا۔ اگر کسی دوست نے عرض کی۔ کہ حضور میں نے کچھ نظم بنائی ہے۔ اجازت ہو۔ تو بیان کروں۔ خواہ وہ عرض کرنے والا ایک ناخواندہ آدمی ہی معلوم ہو۔ اور وہ نظم خواہ کیسی ہی معمولی سی ہو۔ حضور نے کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ گو دوسرے سامعین کیسے ہی ناپسند کرتے ہوں۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنے خواب اور کشوف یا الہامات سُنانے شروع کیے۔ تو آپ نہایت خندہ پیشانی سے سُننے رہتے تھے۔ ایک بزرگ جن کا نام میرے خیال میں سید امیر علی شاہ صاحب تھا۔ اور بہت سے کشوف اور الہامات کئی کئی اور متواتر بہت دیر تک سُنانے شروع کر دیتے جس سے لوگ اُکتا جاتے۔ لیکن حضور ان کی دلجوئی کے لیے سُنتے رہتے۔ اور کبھی کبھی مسکراتے بھی تھے۔ بعد میں کبھی کبھی آواز خفیف سے ہنستے بھی تھے۔ اور ہمیشہ تبسّم اور خندہ پیشانی سے گفتگو فرمایا کرتے۔ کبھی تیوری چڑھا کر گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ - - - - - - - - - - :ایک دفعہ بیت اقصیٰ میں حضور نے دوستوں کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ دنیا میں ہر ایک مومن کے دو باپ ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی اور دوسرا روحانی۔ جسمانی باپ تو انسان کو آسمان سے زمین پر لانے کا موجب ہوا۔ لیکن دوسرا روحانی باپ پھر زمین سے آسمان پر لے جانے کا موجب ہوتا ہے۔ چونکہ زمین سے آسمان پر لے جانا ایک عظیم الشان کام ہے۔ اسی لیے دوسرے روحانی باپ کا درجہ پہلے روحانی باپ سے زیادہ ہے۔ اس اصول کے ماتحت دوسرے باپ کی روحانی اولاد کو آپس میں محبت، اخوّت دوسرے جسمانی بھائیوں سے بڑھ کر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں اس بات کا گواہ ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جس قدر احمدی بھائیوں میں آپس میں محبّت و اخوّت تھی۔ اس کی مثال میں نے کسی دوسرے جسمانی باپ کے بھائیوں میں نہیں دیکھی۔ تمام دوست ایک دوسرے کو بھائی بھائی کر کے بلاتے اور ان کی اس آواز میں ایک بڑی محبت کا بھرا ہوا جام ہوتا۔ جو سینوں کے دل کو محبت سے سیراب کر دیتا اور کوئی غریب۔ امیر۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ کا سوال نہ ہوتا تھا۔

بیتِ مبارک میں بیٹھ کر حضور مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ بہت دفعہ حضور

کے بالکل سامنے بیٹھ کر بندہ نے کھانا کھایا ۔ حضور بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے روٹی کے برائے نوالہ بناکر آہستہ آہستہ کھاتے تھے ۔ اور جب تک تمام مہمان کھانا نہ کھا لیتے ۔ حضور کھانا سے ہاتھ نہ اٹھاتے ۔ جب حضور کھانے سے فارغ ہوتے ۔ تو ایک روٹی میں سے بھی کافی حصہ بچا ہوا ہوتا ۔ حضور خشک شدہ ساگ اور اچار دہی وغیرہ جو میسّر ہوتا ۔ کھانے کے لیے منگواتے ۔ تو پاس کے دوستوں کو بھی عنایت فرماتے کھانا ننگے سر کبھی نہ کھاتے تھے ۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے ۔ کہ کھانا کھاتے کھاتے سر درد کی تکلیف کچھ شروع ہو گئی ۔ اس لیے حضور دستار مبارک کو درد کی وجہ سے اتار کر رکھتے ۔ لیکن پھر جلدی سر پر رکھ لیتے ۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا ۔ جس سے معلوم ہوا ۔ کہ حضور کھانا کی خاطر پھر دستار مبارک بار بار رکھ لیتے ہیں ۔ غرض ایسی تکلیف کے وقت بھی ننگے سر کھانا کھانا پسند نہیں فرماتے تھے ۔ کھانا عموماً ایک ہی قسم کا ہوتا تھا ۔ ہاں اگر کوئی شخص پہلے سے کہہ دیتا تھا ۔ کہ میرے لیے خشکہ چاول یا اور کوئی پرہیزی کھانا درکار ہے ۔ تو اس کے لیے اس جگہ وہی کھانا آجاتا تھا ۔ حضور کھانے کے وقت کچھ باتیں بھی فرمایا کرتے تھے ۔ اور خندہ بھی کسی کسی وقت فرماتے تھے ۔ اور نہایت بے تکلفانہ نشست حضور کی ہوتی تھی ۔ آجکل کے پیروں کی طرح کوئی خاص مسند نہیں ہوتی تھی ۔ حضور بعد نماز مغرب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی زندگی میں بیتِ مبارک میں شہ نشین پر اکثر دفعہ بیٹھ کر خدام کو اپنی زیارت اور پاک کلام سے عشاء کی نماز تک شرف بخشتے تھے ۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضور سے کئی مسائل دریافت فرماتے ۔ اور حضور اس کا جواب دیتے ۔ اور مہمانوں سے باتیں فرماتے ۔

ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے ۔ کہ بعد نماز مغرب حضور شہ نشین پر مشرق کیطرف رخ فرمائے تشریف فرما تھے ۔ اور چاند کی تاریخ پندرہ یا سولہ غالباً تھی ۔ اندھیرے میں جب مشرق سے چاند طلوع ہوا ۔ تو یہ عاجز مغرب کی طرف (حضور کے چہرہ مبارک کی طرف) منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا ۔ مجھے نظر آیا ۔ کہ حضور کے چہرہ مبارک سے شعاعیں نکلتی ہیں ۔ اور چاند کی شعاعوں سے ٹکراتی نظر آتی ہیں ۔ جب بندہ لاہور اورنٹیل کالج میں تعلیم حاصل کرتا تھا ۔ تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ساتھ رہتا تھا ۔ حضرت مفتی صاحب موصوف قریباً ہر ہفتہ کی شام کو لاہور سے روانہ ہو کر رات کے بارہ بجے کے قریب سٹیشن بٹالہ پر اُتر کر پیدل چل کر نماز تہجد کے وقت قادیان دارالامان میں پہنچ جایا کرتے اور صبح حضرت اقدس آپ کو اندر اپنے کمرہ میں بلا لیتے ۔ چونکہ کئی دفعہ یہ عاجز بھی حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ

قادیان چلا جاتا تھا۔ اس لیے بعض دفعہ حضرت مفتی صاحب بندہ کو بھی اپنے ہمراہ حضرت صاحب کے حضور لے جایا کرتے تھے اور حضرت اقدس اپنے کمرہ سے براستہ زینہ نیچے تشریف لے جاتے۔ اور بسکٹ چائے یا کوئی اور چیز خود اُٹھا کر لاتے۔ اور ہمارے آگے رکھ کر مہمان نوازی فرماتے تھے۔ اور حضرت مفتی صاحب حضور علیہ السّلام کو ولایتی ڈاک سُنا کر ان کے جواب لکھا کرتے تھے۔ غرض تمام دن حضرت اقدس کی خدمت گزار کر عصر کے بعد قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور اس وقت حضرت مفتی صاحب نے بتلایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے قادیان سے جانے کا یکہ کا کرایہ خود ادا فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی۔ کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جس قسم کا اخلاص آپ مجھ سے بوجہ مسیح موعود ہونے کے رکھتے ہیں۔ اس اخلاص میں شریک ہو کہ یہ ثواب حاصل کرنے کی خاطر ہم بھی آپ کے سفر خرچ میں کچھ حصہ ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام نے مبلغ دو روپیہ حضرت مفتی صاحب کو دیئے اور فرمایا۔ کہ ہم قادیان کی آمد و رفت میں خرچ کریں۔ کیونکہ یہ ایک غریب آدمی نے بھیج کر لکھا ہے کہ کسی ایسی جگہ خرچ فرمانا۔ جہاں مجھے بہت ثواب حاصل ہو۔ اس لیے آپ اس کو اس سفر میں خرچ کریں[1]"

مزید فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے مَیں نے حضرت اقدس کی امرتسر کے مقام پر زیارت کی۔ جبکہ حضور دہلی سے واپس تشریف لائے تھے۔ اور شیخ نور احمد صاحب کے مکان پر بمعہ اہل و عیال فروکش ہوئے تھے۔ حضور کے ساتھ حضرت .... المصلح الموعود بھی تھے۔ جن کی عمر اس وقت قریبًا چار سال کی تھی۔ خدام میں سے ایک محمد یوسف خاں تھے۔ ایک میر محمد سعید صاحب وغیرہ۔ حضرت صاحب کے لیے شیخ نور احمد صاحب کے مطبع کے برآمدہ میں صفیں بچھائی گئی تھیں۔ وہاں حضور تشریف فرما ہوا کرتے تھے مَیں جب حاضر ہوا۔ تو شہر کے بعض اور معززین بھی موجود تھے۔ ایک شخص محمد یوسف صاحب جو ضلعدار تھے۔ وہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی ایک خواب بیان کی تھی۔ کہ آسمان سے ایک نور کی شعاع نازل ہوئی ہے۔ جو قادیان کی طرف اتری ہے۔ یہ یاد نہیں۔ کہ حضور نے اس کے بارے میں کچھ

---

[1] رجسٹر روایات ۱۲ صفحہ ۳۲۲ تا ۳۲۷

فرمایا تھا یا نہیں۔ یہ خواب وہ پہلے بھی بیان کر چکے تھے۔

مَیں حضرت صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا۔ کہ ایک شخص جس کے کندھوں پر خالی مشک بھی تھی۔ اس نے بہت نامعقول اعتراضات کرنے شروع کیے۔ اس کی گفتگو میں بہت بداخلاقی کے الفاظ تھے۔ جس پر معززین جو موجود تھے۔ جو غیر احمدی تھے۔ انہوں نے بھی بُرا منایا۔ اور اسکو لعن طعن کرنے لگے۔ مگر حضرت صاحب نے ان کو منع فرمایا۔ فرمایا کہ یہ اس کا قصور نہیں ہے۔ یہ بے علم ہے۔ مولویوں نے اسے کچھ باتیں سکھا کر بھیجا ہے۔ چونکہ یہ دینی جوش رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ایسے الفاظ کہہ رہا ہے۔ یہ اس کا قصور نہیں۔

مجھے یہ اچھی طرح یاد نہیں۔ کہ مَیں نے اس موقعہ پر ہی بیعت کی تھی۔ یا پھر قادیان آکر۔ اس وقت مَیں امرتسر میں قاضی امیر حسین صاحب کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ قاضی صاحب ان ایام میں احمدی تھے۔ اور حضرت صاحب کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد مَیں لاہور چلا گیا۔ اور وہاں اورنٹیل کالج میں تعلیم پاتا رہا۔ ان ایام میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم وغیرہ سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ اور ان کے ساتھ اکثر قادیان آنے کا اتفاق رہا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ ہم قادیان اس غرض سے آئے تھے۔ کہ پیشگوئی کے مطابق جو رمضان شریف میں کسوف و خسوف ہوا تھا۔ اس کی نماز مسجد اقصٰی میں پڑھی جاتی تھی۔ چنانچہ ہم اس نماز میں شامل ہوئے۔ کافی دیر تک وہ نماز جاری رہی۔

غالباً ١٨٩٧ء میں حضرت صاحب سفر ملتان سے واپسی کے وقت لاہور تشریف لے گئے اور وہاں شیخ رحمت اللہ صاحب کی دکان بمبئی ھاؤس کے پیچھے جہاں شیخ صاحب خود رہتے تھے۔ وہاں حضرت صاحب فروکش ہوئے۔ شام کے بعد کا وقت تھا۔ کہ مَیں بھی وہاں حاضر ہوا۔ اس کمرہ میں اَور بہت سے لوگ حضور کی آمد کی خبر سنکر زیارت کے لیے حاضر تھے۔ مشن کالج اور خالصہ کالج کے بعض طلباء بھی تھے۔ اور متفرق لوگ بھی تھے۔ سب نے عرض کی۔ کہ حضور کوئی تقریر فرمادیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں سفر سے آیا ہوں۔ مَیں زیادہ تقریر تو نہیں کر سکتا۔ مگر کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ چنانچہ حضور اس کمرہ کے شمالی جانب گلی کی طرف کی ایک سنگول والی تاکی میں بیٹھ گئے اور کچھ فرمایا۔ اس کا خلاصہ جو مجھے یاد ہے۔ یہ تھا۔ کہ مذہب ایک عربی لفظ ہے جس کے اصطلاحی معنے خدا کا راستہ ہے۔ اور ہر ایک مذہبی آدمی کا یہ دعوٰے ہے۔ کہ میرا مذہب خدا تک پہنچا ہوا ہے۔ فرمایا۔ کہ اس

کی مثال یوں ہے ۔ کہ فرض کرو ۔ لاہور سے ایک جماعت آدمیوں کی میاں میر جانے کے لیے نکلی ہے ۔ اور باہر جا کر دریافت کرتی ہے ۔ کہ میاں میر کو سیدھا راستہ کون سا جاتا ہے ۔ لیکن وہاں مختلف راستے جا رہے ہیں ۔ اور ہر رستہ پر آدمی کھڑے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ جس رستے پر ہم کھڑے ہیں ۔ یہ میاں میر کو جاتا ہے ۔ چنانچہ ان کے کہنے پر مختلف لوگ مختلف رستوں پر چل پڑتے ہیں ۔ لیکن فرض کرو ۔ اگر اکثر لوگوں کو چلتے چلتے شام پڑ جائے ۔ اور وہ میاں میر نہ پہنچیں ۔ اور نہ انہیں میاں میر کے کوئی آثار کا پتہ لگے ۔ تو وہ لازماً سمجھ لیں گے ۔ کہ جن رستوں پر ہم چل رہے ہیں ۔ کہ میاں میر نہیں جاتے ۔ لیکن وہ لوگ جو میاں میر پہنچ جاتے ہیں ۔ یا انہیں میاں میر کے آثار نظر آ جاتے ہیں ۔ ان کو یقین آ جاتا ہے ۔ کہ ہم میاں میر کے رستہ پر ہیں ۔ یہی حال مختلف مذاہب کا ہے ۔ مذہب کی غرض جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ۔ خدا تک پہنچنا ہے ۔ اب اس مجلس میں مختلف مذاہب کے لوگ موجود ہیں ۔ میں سوال کرتا ہوں ۔ کہ کیا آپ میں سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے ۔ کہ میں نے اپنے مذہب پر چل کر خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی ہے اگر کوئی ایسا ہے ۔ تو وہ کھڑا ہو جائے .... کوئی کھڑا نہ ہوا[1]"

جیسا کہ اوپر آ چکا ہے حضرت مولوی صاحب موصوف ۹۳-۱۸۹۲ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے ۔ آپ ان دنوں اورینٹل کالج لاہور میں پڑھتے تھے اور جب تک پڑھتے رہے قریباً ہر اتوار قادیان جاتے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے جب گھر والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے گھر کے دروازے آپ کے لیے بند کر دیئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور محبت نے ان کے پائے استقلال میں خم نہ آنے دیا اور وہ تمام رشتہ داروں اور لواحقین کو چھوڑ کر بھیرہ سے سرگودہا آ گئے یہاں آ کر انہوں نے سرکاری ٹھیکیداری شروع کر دی اور ساتھ ساتھ تبلیغ احمدیت میں مصروف رہے ۔ چنانچہ آپ کی مخلصانہ کوششوں سے ہی ضلع سرگودہا میں جماعت احمدیہ قائم ہو گئی ۔ اور آپ نے ۹ بلاک سرگودہا میں بیت احمدیہ بنوائی اور اپنے مکان کا ایک حصہ احمدی دوستوں کے قیام و طعام کے لیے وقف کر دیا شیخ محمد اسماعیل صاحب لائل پوری کے صاحب زادے میاں نصیر احمد شیخ

---

[1] ایضاً جلد ۱۲ صـ۲۵۹ تا صـ۲۶۲

مالک کالونی ٹکسٹائل ملز اسماعیل آباد ملتان میں مرحوم کی تبلیغ کی وجہ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۲۳-۱۹۲۲ء میں ہجرت کر کے قادیان میں چلے آئے اور تقسیم ملک تک وہیں سکونت پذیر رہے۔

مرحوم کا اکثر وقت عبادت میں گزرتا بغیر جماعت کے نماز ادا کرنا کمزوری ایمان سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے مَیں نے کوشش یہی کی ہے کہ نماز باجماعت ادا کروں اور سوائے بیماری اور سفر کے مَیں نے کبھی بغیر جماعت کے نماز ادا نہیں کی۔

حضرت مولوی صاحب کو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی آپ التزام کے ساتھ بیماری کی حالت میں بھی حضرت .... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کی صحت اور درازی عمر کے لیے بالخصوص دعائیں کرتے رہتے۔

کمزور ہونے کے باوجود جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لیے قبل از وقت ربوہ پہنچ جاتے اور سال کا زیادہ حصہ یہیں گزارتے اور اُن کی دل کی خواہش تھی کہ وہ ربوہ میں ہی رہیں۔ بیماری کی حالت میں کئی بار انہوں نے کہا کہ مجھے ربوہ پہنچا دو لیکن ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ سفر نہ کیا جائے۔"[1]

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کا بیان ہے کہ

"آپ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے خاص دوست تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ لاہور سے قادیان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لیے باقاعدہ جایا کرتے تھے۔ یہ دونوں اصحاب بٹالہ سے قادیان تک اکثر پیدل جایا کرتے تھے اس لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب مرحوم کو بعض اوقات "صدیق صادق" کہہ کر بلایا کرتے تھے"۔

"قادیان میں قصر خلافت کی تعمیر کرانے کا شرف بھی مولوی صاحب موصوف کو ہی حاصل ہوا تھا کیونکہ حضرت........ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے اپنی رؤیا میں دیکھا تھا کہ قصرِ خلافت مولوی فضل الٰہی صاحب کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہا ہے۔"[2]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۶ ستمبر ۱۹۵۷ء - ۶ تبوک ۱۳۳۶ہش صفحہ ۵

[2] الفضل یکم ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۲

۱۴۔ حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

(ولادت ۱۸۸۷ء[1] بیعت ۲۷ مئی ۱۸۹۸ء[2] وفات ۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء[3])

حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب کی مختصر سوانح آپ کے صاحبزادے محترم جناب چوہدری عنایت اللہ صاحب سابق مبلغ انچارج تنزانیہ و امیر جماعتہائے احمدیہ مشرقی افریقہ حال لندن کے قلم سے درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

"آپ سپن وال اُتلے (نزد ظفر وال) تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ سارا علاقہ سُلہر کہلاتا ہے جس میں راجپوتوں کی سلہری قوم آباد ہے آپ سلہری قوم کے ٹھاکر راجپوتوں میں سے تھے۔ اور سلہری قوم میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام چوہدری فضل دین تھا جو پولیس میں غالباً ہیڈ کانسٹیبل تھے۔ والد صاحب مرحوم ابھی بہت چھوٹے تھے کہ والدہ انتقال فرما گئیں اور آپ کو پھوپھی نے پالا تھا۔ اُن کے والد صاحب چوہدری فضل دین صاحب پولیس کی ملازمت میں عموماً لاہور اور امرتسر رہے اور پہلے اُن کی والدہ صاحبہ پھر والد صاحب نے وہیں وفات پائی۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں ابھی ۹ یا ۸ برس کا تھا کہ مجھے پرنٹنگ پریس میں کام سیکھنے کے لیے لاہور میں کام پر ڈال دیا گیا آٹھ آنے مہینہ کی تنخواہ بھی ملنے لگی۔ اُن کے پریس کے اُستاد کا نام بھی اللہ بخش ہی تھا جو لاہور کے نزدیک سانڈے کلاں میں رہتے اور دن کو لاہور میں اپنا پریس چلاتے تھے۔ والد صاحب کے اخلاق حسنہ کا ان کے اُستاد اور سارے خاندان پر اتنا گہرا اثر تھا کہ وہ ہمیشہ والد صاحب کی عزت بلکہ ادب کرتے اور اُستاد شاگرد کے مثالی تعلقات تھے ہم قادیان سے سکولوں کی موسم گرما کی رخصتوں میں اکثر سانڈے بھی جایا کرتے تھے۔ بعد میں پریس ہی کی ملازمت کے لیے امرتسر چلے گئے اور وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق مکرم جناب اُستاد[4] نور احمد صاحب کے زیر اثر آئے اور اُن کے ساتھ کام بھی کیا۔ احمدیت کے بارہ میں آپ کو علم اُستاد نور احمد

---

[1]-[2] ریکارڈ نظارت بہشتی مقبرہ ربوہ [3] الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء
[4] حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر

صاحب اور حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم کے ذریعہ ہوا۔ آپ حضرت ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب کے مکان سے ملحقہ مکان کے ایک حصہ میں دوسری منزل پر کرایہ پر رہتے تھے قاضی فیملی سے تعلقات بڑھنے لگے۔ آپ کی پہلی شادی سلطان پورہ لاہور کے بٹ خاندان میں ہوئی۔ امرتسر میں قاضی فیملی کی بزرگ خواتین خصوصاً اماں جی یعنی مکرم جناب قاضی محمد اسلم مرحوم اور جناب قاضی منیر احمد مرحوم کی والدہ ماجدہ میری والدہ کو تبلیغ کیا کرتی تھیں والدہ کی عمر چھوٹی تھی اردو پڑھ لکھ لیتی تھیں ایک روز جب مسیح موعود علیہ السلام کا پاک کلام منظوم پڑھتے پڑھتے اس شعر پہ پہنچیں کہ:۔

؎ تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد ☆ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تو حق کھل گیا سچائی کا تیر اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ والدہ مرحومہ نے فرمایا جس شخص نے یہ شعر کہا ہے کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی سچ فرمایا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے

؎ کچھ شعر و شاعری سے اپنا تعلق نہیں ☆ اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

خدا جانے میری والدہ کی طرح کتنی روحیں حضور کا منظوم کلام پڑھ کر نورِ احمدیت سے منور ہوئی ہوں گی۔ جب والد صاحب گھر تشریف لائے تو والدہ صاحبہ نے فرمایا میں اب احمدیت قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتی خود والد صاحب بھی حق کا اثر قبول کر رہے تھے انہوں نے فرمایا یہ دین کا معاملہ ہے تمہاری مرضی چنانچہ پہلے ہماری والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی الحمد للہ علیٰ ذالك اور وہ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئیں۔

حضرت والد صاحب امرتسر کے احمدی بزرگوں اور والدہ مرحومہ مہر بی بی صاحبہ (زوجہ اوّل وفات ۱۹۲۳ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) کے زیر اثر احمدیت کے قریب آتے گئے والدہ کی بیعت کے بعد مخالفت کا بازار محلہ کوچہ صبوؑ ڈار ہاتھی دروازہ امرتسر میں گرم ہوگیا والد صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کے گہرے دوست اور مداح بھی تھے نماز بھی اُنہی کی اقتداء میں پڑھا کرتے تھے۔

۱۸۹۴ء میں جب رمضان المبارک میں سورج اور چاند دونوں کو مقررہ تاریخوں میں گرہن لگا تو والد صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب سے انہی کی مسجد میں صاف صاف کہدیا کہ آپ تو کہا کرتے تھے کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق چاند اور سورج کو گرہن کیوں نہیں لگا اب تو گرہن نے بھی گواہی دے دی ہے اس لیے ہم حضرت مرزا صاحب کی طرف جاتے

ہیں مولوی صاحب نے اس پر کہا کہ افسوس اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور والد صاحب نے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیں اور احمدیت کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔ ایک مسئلہ ابھی صاف نہیں ہوا تھا غالباً وفاتِ مسیح ناصری کا مسئلہ تھا کسی مخالف نے والد صاحب سے کوئی سوال کیا جس کا جواب اُس وقت آپ نہیں جانتے تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ مسیح تو زندہ آسمان پر ہے پھر دوسرا مسیح کیسے آ گیا وغیرہ والد صاحب نے بتایا کہ دعا کرتے ایک رات جب سو گیا تو عجیب نظّارہ دیکھا ایک نہایت صاف ستھرے خوبصورت کمرے میں پہلے آسمان سے ایک کرسی نازل ہوئی پھر غیب سے ایک میز نمودار ہوا اور اس کے بعد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نورانی جلال کے ساتھ اس کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور سامنے میز پر حضور کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا نہایت قیمتی اور نورانی چیزیں جزُدان اور موتیوں کی طرح چمکتے مصروف تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو کھولا اور میرے سوال کا جواب دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تو مَر چکے ہیں آنے والا آ گیا ہے جس سے میری تسلّی ہو گئی اور مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۸۹۸ء میں بیعت کر لی۔

آپ پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی قادیان دارالامان تشریف لے گئے تھے۔ اور مکرم جناب مرزا محمد اسماعیل صاحب کے ساتھ مل کر پرنٹنگ پریس کا کام کرتے تھے اُن دنوں صرف ہینڈ پریس پر قادیان میں کام ہوتا تھا بڑا کام تو امرتسر میں استاد نور احمد صاحب کے سپرد کیا جاتا تھا جن کا غالباً اپنا پریس تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت اولیٰ کے ایام میں قادیان میں پریس کا کام کرتے رہے اور اپنے پریس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح اوّل .... سے رکھنے کے لیے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا اللہ بخش پریس رکھ لو کسی کے کہنے پر کہ حضور یہ تو ان کا اپنا نام ہے حضور نے فرمایا کہ اس سے اچھا نام میرے پاس نہیں میرا تو اگر بس چلے تو سب چیزوں کے نام ہی اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھ دوں۔ چنانچہ نام اللہ بخش پریس رکھا گیا۔

جب آخری سفر پر حضور علیہ السلام سفر لاہور کے لیے تیار ہوئے تو والد صاحب مرحوم نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور مجھے بھی خدمت کے لیے ساتھ لے جائیں حضور نے فرمایا آپ یہیں رہیں لاہور نہ جائیں آپ خوش قسمت ہیں ہم اشاعتِ دین کے لیئے لکھتے ہیں اور آپ چھاپتے ہیں اس نیک کام میں آپ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل

کی وفات کے موقع پر مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت نہ کی اور لاہور چلے گئے میں نے فوراً بیعت کر لی تھی اور میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ آپ لاہور نہ جائیں یہیں رہیں مجھے بچا گیا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کب لیکن کسی وقت غالباً خلافت اُولیٰ کے زمانہ میں دارالامان سے امرتسر چلے گئے تھے وہاں سردار لکھبیر سنگھ صاحب المعروف لکھا سنگھ کے مشہور پریس وزیر ہند پریس کے سپروائزر رہے اور جب تک آپ وہاں رہے مرکز سلسلہ کا بڑا بڑا تمام کام وزیر ہند پریس امرتسر میں ہی چھپتا رہا قاعدہ یسرنا القرآن اور حضرت پیر منظور محمد صاحب کا "قرآن مجید" بھی وہیں چھپتا رہا۔ خلافتِ ثانیہ کے دوران واپس قادیان آ گئے اور اچھی مشینیں لا کر اللہ بخش سٹیم پریس جاری کیا۔

دوران قیام امرتسر میں سکول سے چھٹیوں کے دنوں میں جب کبھی میں امرتسر جاتا تو دیکھتا کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے گویا خطیب بھی رہے۔ آپ کے تقویٰ نیکی سادگی پیار محبت اور تبلیغی جنون کا یہ حال تھا کہ مسلم غیر مسلم سب آپ کی عزت کرتے تھے اور جماعت پر جب بھی مشکل وقت آتا تھا ہمدردانہ مشورے دیتے تھے۔ جنون وجوش تبلیغ کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

۱۔ والد صاحب جن دنوں امرتسر میں سیکرٹری تبلیغ ہوا کرتے تھے حضرت بابو فقیر علی صاحب والد حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب مرحوم امرتسر میں ریلوے سٹیشن ماسٹر تھے ایک دفعہ یوم تبلیغ کے موقع پر یہ دونوں بزرگ اکٹھے تبلیغ کرتے کرتے غنڈوں اور بدمعاشوں میں پھنس گئے وہ انہیں دھوکا دیکر ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں گلی ختم ہو جاتی تھی۔ اُن لوگوں نے تبلیغ سُننے کے بہانے ان دونوں بزرگوں کو چارپائی پر بٹھا کر بات چیت شروع کر دی اور فوراً ہر طرف مکانوں کی چھتوں پر اِدھر اُدھر عورتیں اور بچے جمع ہو گئے اور گلی مردوں سے بھر گئی اور مغلظات کی بوچھاڑ ہونے لگی گلی سے نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا فرمایا کرتے تھے ہم دُعا میں مصروف ہو گئے چند منٹوں بعد دیکھا کہ امرتسر کا سب سے بڑا دس نمبر کا بدمعاش ہاتھ میں ہنٹر لیے وہاں آ گیا اور لوگوں کو گالیاں اور دھکے دیتا ہوا ہمارے پاس پہنچا اور والد صاحب مرحوم کو مخاطب کر کے فرمایا چوہدری صاحب آپ کہاں ان بدمعاشوں میں پھنس گئے ہیں چلیں میں آپ کو چھوڑ آؤں اور وہ حاضرین کو گالیاں دیتے ہوئے ہمیں وہاں سے نکال کر ہال بازار تک چھوڑ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے رفیق حضرت جمعدار فضل دین صاحب نے بیان فرمایا کہ جن دنوں وہ خود امرتسر میں تھے عاجز کے والد صاحب مرحوم امرتسر میں سیکرٹری تبلیغ تھے ایک دفعہ کسی مکان میں غیر احمدی دوستوں میں تبلیغ کر رہے تھے مکرم جمعدار صاحب بھی حاضرین میں موجود تھے ۔ جب حاضرین نے وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام پر اتفاق کر لیا اور کسی دوسرے مسئلہ کو شروع کرنا چاہا تو وہاں والد صاحب مرحوم نے فرمایا نہیں اس طرح نہیں اگر ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام فوت ہو چکے ہیں تو کتنے افسوس کی بات ہے کہ کسی نے ۱۹ سو سال میں کسی نے اس بزرگ نبی پر فاتحہ بھی نہیں پڑھی آؤ ہم آج اُن کی رُوح کے لیے مل کر دعا کریں چنانچہ والد صاحب نے ہاتھ اُٹھائے اور تمام حاضرین نے مل کر دُعا کی پھر بحث آگے چل لے

قادیان میں آپ نے محلہ بیت اقصٰی میں حضرت مرزا برکت علی بیگ اور مرزا نذیر علی بیگ اور مرزا سلام اللہ بیگ اور مرزا منظور بیگ والی گلی میں مکان خرید کر اس پر دوسری منزل تعمیر کی تھی ۔ ہم پہلے پانچ بہن بھائی امت الرحمٰن ۔ عطاء اللہ ۔ عبدالمنان ۔ عنایت اللہ اور امت المنان امرتسر میں پیدا ہوئے تھے باقی ساری اولاد قادیان میں پیدا ہوئی ۔

دوبارہ والد صاحب مرحوم ۱۹۲۸ء کے قریب قادیان تشریف لائے اور پریس کی مشینیں جو آئل انجن سے چلا کرتی تھیں لگائیں بجلی اس وقت قادیان میں نہ آئی تھی ۔ پریس پہلے احمدیہ چوک سے ریتی چھلا جانے والی اُس گلی کے شروع ہوتے ہی دائیں طرف تھا جو ۱۹۳۰ء کے قریب دارالفضل میں پختہ دو منزلہ وسیع و عریض عمارت تیار کر کے اس میں منتقل کر دیا گیا تھا ۔

بڑے بھائی جان مکرم محمد عطاء اللہ چوہدری صاحب جو قادیان کے مشہور کھلاڑی تھے پہلے عطاء اللہ امرتسری کہلاتے تھے مولوی فاضل ۔ منشی فاضل اور بی اے بی ایڈ بھی پاس کیا کو پریس کا مینجر مقرر کیا گیا تھا اور چھوٹے بھائی جان مکرم جناب چوہدری عبدالمنان صاحب مرحوم کو کام کا نگران ۔ ۱۹۳۶ء میں جب عاجز نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تو پریس کا مینجر مجھے بنا دیا گیا اور ۲۲/۲۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء تک جب عاجز مشرق افریقہ کے لیے قادیان سے روانہ ہوا اللہ بخش سٹیم پریس قادیان کا مینجر رہا ۔

لے غیر مطبوعہ تحریر چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی (مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۴ء) ص ۱/۲ دارالعلوم غربی ۔ ربوہ

والد صاحب مرحوم پڑوسیوں ملازموں اور رشتہ داروں کے ساتھ نہایت محبت شفقت اور احسان کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ جنون کی حد تک تبلیغ کا شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام اکثر نہایت سریلی آواز میں پڑھتے رہتے تھے حضور کی کتب سے بھی کئی عبارتیں آپ کو زبانی یاد تھیں۔

خلیفۂ وقت کے ساتھ بے انداز محبت اور عقیدت تھی اور حضرت مصلح موعود کے منشا اور اشاروں کو حکم سمجھتے تھے۔ جن دنوں ہم قادیان میں اور آپ امرتسر میں رہا کرتے تھے ہر ہفتہ کی رات امرتسر سے بٹالہ تک بذریعہ ٹرین اور بٹالہ سے قادیان اپنے بائیسکل پر (جو انہوں نے بٹالہ میں اپنے احمدی دوست کے پاس رکھا ہوا تھا) آیا جایا کرتے تھے ہمیشہ قادیان پہنچ کر پہلے سیدھے مسجد مبارک تشریف لے جاتے حضرت مصلح موعود . . . کی اقتدا میں نماز ادا کرتے اور ملاقات کے بعد گھر آتے۔ جب کبھی کوئی تحفہ یا پھل وغیرہ لاتے تو حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کرتے اور اتنا لاتے کہ پڑوسیوں کو بھی حصہ ملتا رہے۔

ملازمین سے اپنے بیٹوں کا سا سلوک کرتے جب آم خربوزہ وغیرہ کا موسم ہوتا تو تھوڑی دیر کے لیئے آواز دیکر پریس کو بند کراتے اور بہت سے آم یا خربوزے ٹوکری یا چھبٹے خرید کر کہتے کہ لو پہلے یہ کھاؤ اور پھر جا کہ کام کرو۔

احترام و اطاعت امام کا یہ عالم تھا کہ جب ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے بیت مبارک کی دیوار سے ایک اینٹ نکالی ہے اور گھر لے آئے ہیں تو یہ خواب پہلے حضرت مصلح موعود . . . . کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کی۔ تعبیر حضور نے یوں بیان فرمائی کہ آپ کی بیٹی کا رشتہ کسی مخلص احمدی کے ساتھ ہو جائے گا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ بس پھر آپ جیسے فرمائیں میری بڑی لڑکی امت الرحمٰن کا جو حضور کی شاگرد بھی ہے رشتہ کر دیں اس پہ حضور نے فرمایا آجکل ڈاکٹر فضل دین احمد صاحب یوگنڈا سے آئے ہوئے ہیں اُن کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر احمد دین صاحب کے لیے رشتہ درکار ہے وہاں کر دیں والد صاحب نے وہیں رشتہ مان کر بات بالکل پکی کر دی اور دوسرے روز نکاح کے اعلان کا وقت مقرر کر کے پھر گھر آئے اور آتے ہی سب کو آپا جان امت الرحمٰن کے نکاح کی مبارک باد دے دی۔

سب حیران تھے نہ لڑکی نے لڑکا دیکھا نہ کسی اور نے نہ حالات اور طبائع سب آگاہی لیکن والد صاحب اتنے خوش اور مطمئن اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء میں محو تھے کہ سبھی خوش اور مطمئن ہو گئے اور ایک

دوسرے کو مبارک دینے لگے اور نکاح کی تیاریاں ہونے لگیں دوسرے ہی روز بیت مبارک میں خود حضرت مصلح موعود .... نے آپا جان امۃ الرحمٰن کے حضرت ڈاکٹر احمد دین صاحب .... کے ساتھ نکاح کا اعلان فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

خلیفۂ وقت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سارے خاندان کے افراد سے علی حسب مراتب آپ کو بے حد محبت اور تعلق تھا بزرگانِ سلسلہ خصوصاً علماء کی بڑی قدر کیا کرتے تھے ۔

جب بارہ سال بعد مشرقی افریقہ سے ۱۹۵۰ء میں ربوہ آیا تو والد صاحب مرحوم کو لاہور سے ساتھ لاکر حضرت مصلح موعود .... کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ بڑی محبت اور بے تکلفی سے باتیں ہوئیں حضور نے دریافت فرمایا آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ والد صاحب نے عرض کیا حضور بیٹے تو ۹ ہیں ۔ ماشاء اللہ لیکن میرا اصل بیٹا یہی ہے یعنی عنایت اللہ یہ عاجز یہ صرف اس لیے کہا کہ سب میں سے صرف میں ہی وقف کر کے واقفین زندگی کی صف میں شامل ہوا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک اور مرحوم کو چونکہ خدمت دین کا بے حد شوق اور جنون تھا اس لیے وہ میرے ساتھ سب بیٹوں سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور مجھے یقیناً ان کی دعاؤں کا بڑا حصہ نصیب ہوا۔ خدا وند کریم اُن کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرماتا رہے ۔

جن دنوں ۴۵-۱۹۴۴ء میں عاجز مصروفِ تبلیغ تھا زندگی وقف کر چکا تھا (۱۹۴۳ء میں) والد صاحب مرحوم نے میرے بعض اشعار کے جواب میں اور یہ جان کر بفضلہ تعالیٰ میں بھی اشاعتِ اسلام کی کچھ توفیق پا رہا ہوں بعض خطوط میں مجھے مندرجہ ذیل اشعار تحریر فرمائے تھے

۱۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے یہی مانگا کرو ہر دم خدا سے
۲۔ مہیا کر مہیا کر مہیا کر عنایت منزلِ مقصود کا تحفہ مہیا کر
۳ عنایت کر عنایت کر عنایت کر عنایت کر الٰہی منزلِ مقصود کا تحفہ عنایت کر

۱۹۴۵ء میں یہ پیاری نظم مجھے لکھ کر بھیجی ۔

۱۔ عنایت ہے اللہ کی تو میرے پیارے پڑے رہنا ہر دم اُسی کے دوارے
۲۔ نہاں ہے تو آنکھوں سے اے میرے یوسف عیاں ہے تو دِل میں ضیا مثل تارے
۳۔ زمانہ کی گردش سے گھبرا نہ جانا گناہ بخش دے گا خدا تیرے سارے

۴۔ جو کشتی چلے گی خدا کے سہارے وہ فضلِ خدا سے لگے گی کنارے

دعا ہے سلامت سلامت رہو تم

سلامت رہیں بہن بھائی تمہارے [1]

حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب اپنی خود نوشت روایات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں نیکی اور تقویٰ کی ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ موت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا کرو۔ تم لوگ بہت خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہاد میں ہمارے ساتھ شامل کیا ہے ہم مضمون لکھتے ہیں تم چھاپتے ہو پھر مخلوقِ خدا کی بہتری کے لیے شائع ہوتا ہے یہی اس زمانہ کا جہاد ہے۔ مطبع کو اپنا ایک نشان فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ سب سامان ہمارے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ حضور کے "سلطان القلم" ہونے پر میں بھی ایک شاہد ہوں کیونکہ ہم چھاپتے چھاپتے تھک جاتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے مضامین ہمیشہ ہی تیار رہتے تھے اور کبھی ختم نہیں ہوتے تھے۔ حالانکہ اور لوگوں کے مضامین ختم ہو جایا کرتے ہیں اور پریس والے مضامین کی انتظار میں رہتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ ہمارے پریس میں صرف حضور علیہ السلام کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے اور دیگر پریسوں میں عام لوگ مضامین بھیجتے تھے

حضور علیہ السلام سے میری آخری ملاقات۔

جب حضور علیہ السلام اپنے آخری سفر پر لاہور جانے کے لیے تیار ہوئے تو جاتے وقت احمدیہ چوک میں حضور سے میں نے مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی اور حضور کے ہمراہ لاہور جانے کی اجازت چاہی کیونکہ ان دنوں حضور کی آخری کتاب "چشمہ معرفت" زیرِ طبع تھی اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم نے لاہور نہیں جانا تم اس کتاب کو جلدی ختم کرو" حضور علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک کا میرے دل پر آج تک یہ اثر ہے کہ حالانکہ میرا بڑا بھائی پیغامی ہو گیا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق پیغامی (یعنی لاہوری) فتنہ کے اثر سے محفوظ رہا۔

ہم نے قریباً ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء کو کتاب "چشمہ معرفت" مکمل کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت

---

[1] غیر مطبوعہ تحریر چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی ۲۵ نومبر ۱۹۸۴ء

میں پیش کر دی۔ اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضور علیہ السلام رحلت فرما گئے۔ ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضور علیہ السّلام کی نعش مبارک کو لینے کے لیے بٹالہ والی سڑک پر گئے۔ اور حضور کے جنازہ کو کندھا دیتے ہوئے باغ میں میں آ گئے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے نماز جنازہ پڑھائی اور تمام جماعت نے باغ والے مکان میں آخری زیارت فرمائی۔ زیارت کے بعد نعش مبارک کو دفن کیا گیا۔[1]"

اولاد:۔ (محترمہ مہر بی بی صاحبہ کے بطن سے[2])

۱۔ امۃ الرحمٰن صاحبہ حال آئل ورتھ لنڈن (اہلیہ حضرت ڈاکٹر احمد دین صاحب آف کھاریاں مدفون مسا کا یوگنڈا)

۲۔ چوہدری محمد عطاء اللہ صاحب واقف زندگی سابق انچارج ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ و انچارج چوپڑہ پرنٹنگ پریس لاہور سیٹلائٹ ٹاؤن بی ۲۳ بہاولپور۔

۳۔ چوہدری عبد المنان صاحب مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ ڈیرہ اسماعیل خاں۔

۴۔ چوہدری عنایت اللہ صاحب (سابق مبلغ مشرقی افریقہ)

۵۔ استانی امۃ المنان صاحبہ ریحانہ مطلقہ مرزا منور احمد صاحب درویش قادیان۔

۶۔ چوہدری محمود نعمت اللہ صاحب ۲/۳ رستم پارک نواں کوٹ لاہور۔

۷۔ امۃ الکریم صاحبہ مرحومہ

۸۔ چوہدری صبغۃ اللہ صاحب حال کراچی۔

(محترمہ گلزار بیگم صاحبہ کے بطن سے[3])

۹۔ چوہدری عصمت اللہ صاحب کرشن نگر لاہور

۱۰۔ چوہدری حمید اللہ صاحب الفردوس انار کلی لاہور

۱۱۔ چوہدری حفیظ اللہ صاحب لاہور

۱۲۔ چوہدری فقیہہ اللہ صاحب سابق لیبر اتاشی حکومت پاکستان (حال سویڈن)

---

[1] "رجسٹر روایات" جلد ۶ صفحہ ۲ ؛ [2] ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں ؛ [3] وفات ۱۹۸۴ء مدفون لاہور۔

۱۵۔ میاں عبدالرحیم صاحب عرف پولا

(ولادت اندازاً ۱۸۶۴ء۔ بیعت ۹۴-۱۸۹۳ء۔ وفات ۲ نومبر ۱۹۵۷ء[۱])

آپ "السابقون الاولون" کے مبارک زمرہ میں شامل تھے۔ دنیاوی علوم و فنون سے بہرہ ور نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بصیرت بخشی کہ انہوں نے آسمان روحانیت کے چاند کو اس وقت دیکھا جبکہ وہ پہلی رات کا تھا اور جبکہ اس کو دیکھنے سے بہت سے عالم و فاضل قاصر رہے۔ چنانچہ وہ خود بارہا اپنی زندگی میں اپنی اس خوش بختی کو تحدیث نعمت کے طور پر فخریہ بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے باوجود اَن پڑھ ہونے کے مجھے امام وقت کو پہچاننے کی توفیق دی۔

آپ کا آبائی گاؤں موضع بھاگی ننگل قادیان سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر تھا اور قادیان بوجہ سسرال ہونے کے یہاں اکثر آنا جانا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر پا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا احمدیت پر آپ کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے لیے فرصت کے دنوں میں فجر کی نماز کے لیے قادیان پہنچ جاتے اور دن بھر قادیان میں نمازیں ادا کرتے اور حضور کے کلمات طیبات سننے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گاؤں کو روانہ ہو جاتے

آپ کے گاؤں میں سوائے انکے خاندان کے چند گھروں کی ساری کی آبادی سکھوں پر مشتمل تھی اور گاؤں میں کوئی بیت نہ تھی انہوں نے ابتداء میں تو گھر میں ہی نماز کے لیے جگہ مخصوص کر لی۔ لیکن بعد میں باہر گاؤں میں بیت الذکر تعمیر کرنی شروع کر دی۔ سکھوں نے مسجد کی تعمیر کو روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور بیت تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گئے اس پر سکھوں نے ان کو گاؤں کے کنویں سے پانی لینے کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسجد میں الگ کنواں بنانے کی توفیق بخشی اور اس طرح ان کی کوششوں کے باعث خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے گاؤں میں جماعت کا

---

[۱] الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

کا قیام عمل میں آیا ۔ اور یہ اپنے گاؤں کی جماعت کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ۔ اور ۱۹۳۹ء میں قادیان ہجرت کرنے تک اس عہدہ پر فائز رہے اس کے علاوہ اپنے گاؤں سے ملحقہ موضع لوہ چپ جماعت کی داغ بیل ڈالی اور وہ موضع بھی انہی کی زیر امارت رہا ہے ۔

موضع جنڈوالی ضلع امرتسر میں بھی انہی کی تحریک سے مسجد تعمیر ہوئی ۔ جب یہ شادی پر گئے تو دیکھا کہ گاؤں میں مسلمانوں کی کوئی مسجد نہ تھی انہوں نے اس موضع کے مسلمانوں کو اس گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کرنے کی تحریک کی اور اس مسجد کی تعمیر پر متوقع اخراجات کا نصف خود ادا کیا [۱]

۱۶۔ حضرت ملک عطاء اللہ صاحبؓ گجرات

(ولادت ۱۸۸۸ء اندازاً بیعت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء [۲] ۔ وفات ۲۶ نومبر ۱۹۵۷ء)

حضرت ملک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

”میرے پھوپھا مولوی میر احمد شاہ صاحب یہاں اسلامیہ سکول میں ٹیچر تھے وہ اکثر حضرت صاحب کی عربی کتابیں پڑھا کرتے تھے ۔ احمدی نہیں تھے ۔ مَیں طالب علم ہی تھا ۔ ایک دن اُن کے پاس بیٹھا تھا ۔ وہ غالباً نور الحق پڑھ رہے تھے مَیں نے سوال کیا کہ آپ مرزا صاحب کی کتابیں پڑھتے رہتے ہیں ۔ مرزا صاحب نے ان میں کیا لکھا ہے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے اپنی ہر کتاب میں اپنے دعویٰ کو دوہرایا ہے اگر دلائل دیکھیں تو پیش نہیں جاتی ۔ ان کے یہ الفاظ مجھ پر اس رنگ میں اثر انداز ہوئے کہ مَیں حیرت میں پڑ گیا اور خیال کیا کہ اتنا بڑا عالم ہو کر مانتا بھی نہیں اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ ان دلائل کا کوئی جواب نہیں یہاں ہسپتال میں دو شخص احمدی تھے ایک میاں امام الدین ہیڈ کمپونڈر اور دوسرے میاں احمد دین کمپونڈر ۔ میری ان سے گفتگو ہوئی ۔ اس میں مَیں قائل ہو گیا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں تو حضرت مسیح ہرگز زندہ نہیں ہو سکتے ۔

ہماری برادری میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی غالباً چچا زاد بہن عائشہ کی شادی ہوئی تھی ۔ میں اس کے پاس اکثر آیا جاتا کرتا تا اور وہ ہمیشہ مجھے بیعت کے لیے تحریک کیا کرتی تھی ۔ ایک روز میں اور اس کا خاوند

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ نومبر ۱۹۵۷ء ص۵ (مضمون جناب مسعود احمد صاحب جہلمی)

[۲] ”رجسٹر روایات“ نمبر۱ صفحہ ۹۷

دونوں بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے اپنے لڑکے محمد اشرف کو، جس کی عمر قریبًا پانچ سال کی تھی۔ دو پوسٹ کارڈ ہاتھ میں دے کر ہمارے پاس بھیجا اور اُس نے آکر کہا کہ ابا جی! اماں جی نے یہ دو کارڈ دیئے ہیں اور کہتی ہیں کہ ایک تمہارا ابّا بیعت کے لیے لکھ دے اور ایک تمہارا چچا۔ ہم دونوں نے اسی وقت بیعت کے خط لکھ دیئے قبولیت بیعت کا خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہمیں موصول ہوا جس میں مولوی صاحب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا الفاظ یہ تھے کہ حضرت صاحب بیعت قبول کرتے ہیں اور مَیں بہت خوش ہوا ہوں۔"

مولوی کرم دین بھیں والے مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے۔ تو مَیں اسی گاڑی میں یہاں سے سوار ہوا۔ ہر سٹیشن پر بے شمار ہجوم ہوتا تھا۔ جہلم میں بہت بھیڑ تھی۔ تحصیلدار غلام حیدر کے سپرد انتظام تھا۔ انہوں نے خوب انتظام کیا۔ جب حضور کچہری تشریف لے گئے۔ تو عدالت کے سامنے میدان میں حضرت مسیح موعودؑ کے لیے ایک کرسی بچھائی گئی اور ارد گرد احباب کا حلقہ تھا جس میں صاحبزادہ عبداللطیف شہیدِ کابل اور عجب خاں تحصیلدار آف زیدہ بھی شامل تھے۔ حضرت صاحب نے گفتگو کی ابتداء اپنے فارسی شعر ؎

آسماں بارد نشاں الوقت میگو ید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من ایستادہ اند

سے شروع کی۔ فرمایا میرے لیے آسمان نے بھی گواہی دی اور زمین نے بھی گواہی دی مگر یہ لوگ نہیں مانتے فرمایا مانیں گے اور ضرور مانیں گے بلکہ میرے مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی بھی کھود کر کھا جائیں گے اور کہیں گے کہ اس میں بھی برکت ہے مگر اس وقت کیا ہوگا ؎

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

حضرت صاحب کا یہ فرمانا تھا کہ صاحبزادہ صاحب اور عجب خاں صاحب زار زار رونے لگے۔ مخلوق بہت تھی۔ پھر اندر عدالت میں تشریف لے گئے۔ مکان پر واپس جا کر بیعت شروع ہوئی مخلوق اسقدر تھی کہ پگڑیاں باہم باندھ کر بیعت لی جاتی تھی ایک سرا حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور باقی پگڑی لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔"

(حاشیہ صہ ۶۲۹ پر)

حضرت ملک صاحب کی شکل وجیہہ، بارعب، ناک ستواں، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن تھیں۔ پیشانی کشادہ تھی۔ بہت نفاست پسند تھے۔ نماز تہجد کے سختی سے پابند تھے امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے نماز تہجد کے بعد خوش الحانی سے تلاوت کرنا نماز فجر کے بعد پانچ چھ میل سیر کرنا آپ کا معمول تھا۔

قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کے ایک جلسے کی صدارت کے لیے قائداعظم محمد علی جناح گجرات تشریف لائے جلسہ میں اس درجہ خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم کی کہ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو آگئے قائداعظم نے آپ کا نام پوچھا اور کہا کہ آج تک ایسا مَیں نے خوش الحان قاری نہیں دیکھا۔ درثمین اردو۔ فارسی۔ عربی کی اکثر نظمیں آپ کو زبانی یاد تھیں اور روزانہ رات کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کلام محمود کا خاصہ حصہ بھی آپ کو یاد تھا حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیہ نظمیں خاص طور پر پڑھتے تھے۔

ملازمت کے سلسلہ میں آپ کا قیام ہندوستان کے بیشتر مقامات میں رہا۔ ہندوستان سے باہر ایران۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ چین (ہانگ کانگ) اور برما وغیرہ میں آپ کا قیام رہا۔ فرانس جانے کا بھی آپ کو اتفاق ہوا۔

مندرجہ بالا تمام مقامات پر اسلام اور احمدیت کو پھیلانے کی آپ نے ہر ممکن کوشش کی پشاور میں قیام کے دوران میں آپ نے سیکرٹری تبلیغ ونشر واشاعت کی حیثیت سے نمایاں خدمات سر انجام دیں وفات مسیح ناصری۔ راہ نجات وغیرہ رسالہ جات تصنیف کیے رسالہ وفات مسیح ناصری تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں نقد کے علاوہ بیوی کے تمام زیور چندہ میں دے دیا۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد آپ کی خدمات کے بہت معترف تھے۔

گجرات میں نہ صرف آپ مختلف شعبہ جات کے سیکرٹری رہے بلکہ آپ نے نائب و قائمقام امیر جماعت احمدیہ ضلع گجرات کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

(بقیہ حاشیہ صـ۶۲۸) ۔ رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۷۹ تا ۸۱

ملک صاحب ایک عالم باعمل تھے ۔ پنجابی، اردو ، انگریزی، فارسی، عربی، پشتو چھ زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا پنجابی اردو، فارسی میں آپ شعر بھی کہتے تھے اور نظموں میں سے ایک نظم "احمدی بچوں کا گیت" ہے آپ کی ایک پنجابی نظم "پیغام نماز یا نصیحت بے نمازاں" نے بہت شہرت حاصل کی اور اسلامیہ سٹیم پریس کے پروپرائٹر نے متعدد بار شائع کی آپ کا تخلص شاکر تھا آپ خوش خط تھے دوران ملازمت میں آپ نے متعدد بار اپنی اردو انگریزی کی بہترین لکھائی پر انعامات حاصل کیے تھے ۔

مندرجہ بالا چھ زبانوں کے علاوہ آپ ہندوستان کی تمام علاقائی زبانوں کو بھی جانتے تھے ہر وقت علم کی جستجو میں رہتے تھے حتیٰ کہ مرض الموت کے دوران میں آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے ملک بشارت ربانی صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر صغیر منگوانے کو کہا چنانچہ رقم جمع کروا دی گئی ۔

آپ جب ملازمت چھوڑ کر آئے تو آپ کے افسر نے آپ کو روکنے کی بہت کوشش کی اور لکھا کہ میں نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ میرے سارے عملے میں عطاء اللہ جیسا قابل شخص کوئی نہیں اور آپ کا نام خان بہادری کے خطاب کے لیے بھیج چکا ہوں ۔ بعد ازاں آپ کو وزارت امور ایران میں نائب سفارت کی پیشکش بھی ہوئی مگر آپ نے قبول نہ کی [1]

اولاد

۱ ۔ ملک بشارت ربانی صاحب	۲ ۔ امۃ الحفیظ صاحبہ (وفات ۱۹۵۰ ء)
۳ ۔ امۃ المجید صاحبہ	۴ ۔ رضیہ سلطانہ صاحبہ (وفات بعمر ۳ سال)
۵ ۔ محترم کرنل اعجاز ربانی صاحب	۶ ۔ امۃ الرشید صاحبہ
۷ ۔ الطاف ربانی صاحب	۸ ۔ اکرام ربّانی صاحب (وفات ۱۹۸۲ ء)
۹ ۔ امۃ العزیز صاحبہ	۱۰ ۔ امۃ الحی صاحبہ
۱۱ ۔ امۃ السلام صاحبہ (وفات بعمر ۷ ماہ)	۱۲ ۔ ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب

---

[1] الفضل یکم و ۵ ر فروری ۱۹۵۸ ء (مضمون ملک محبوب ربانی صاحب نشتر میڈیکل کالج)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم

(ولادت: ۱۸۷۲ء - بیعت: ۱۸۸۹ء - وفات: ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء[۱])

سلسلہ احمدیہ کے پہلے اخبار نویس اور مورخ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب الاسدی ان خوش قسمت اور مبارک وجودوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح پاک کے آسمانی مشن کی تکمیل کے ابتدائی ایام میں فدائیت کے رنگ میں رنگین ہو کر خدمات بجا لانے کا شرف بخشا اور جن کے اخلاص و عقیدت اور فداکاری و جوش خدمت پر آسمان کے فرشتے بھی جزاکم اللہ کہہ اُٹھے اس گروہ مخلصین میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص نوع کی خدمات بجا لانے کیلئے چنا تھا آپ نے ان خدمات کی بجا آوری کا وہ حق ادا کیا کہ مسیح پاک علیہ السلام کے طفیل آپکی یہ خدمات اور ان کا تذکرہ بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ یہ خدمات دین حق کی حمایت میں سلسلہ احمدیہ کا سب سے پہلا اخبار جاری کرنے اسے کامیابی کے ساتھ چلانے اور پھر اس میں سلسلہ احمدیہ کے انتہائی اہم دور کی تاریخ کو محفوظ کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سلسلہ کی تاریخ اور مسیح پاک علیہ السلام کے فرمودات اور کلمات طیبات تمام زمانوں کے لئے محفوظ کر دینے کا کام وہ عظیم کارنامہ ہے جو بلا شبہ آنیوالی نسلوں پر احسان عظیم کا درجہ رکھتا ہے نسلاً بعد نسلٍ لوگ آپ کی ان خدمات اور ان کے ذریعہ رونما ہونیوالے کارنامے پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے۔

۱۸۹۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینی ضرورتوں کے پیش نظر اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ سلسلہ کی طرف سے ایک اخبار جاری کیا جائے تو حضور علیہ السلام نے اخبار کے اجراء اور سلسلہ کی دیگر ضرورتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے احباب کو پورے جذبہ اور جوش کے ساتھ خدمات بجا لانے کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی:-

"اے مردان دین! کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالیٰ کو کسی اور عمل سے ایسا راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے سو جاگو اور اُٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اُٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں اسکی مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھلاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہو جاؤ۔"[۲]

---

[۱]: ریکارڈ بہشتی مقبرہ قادیان۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں حضرت شیخ صاحب کی تاریخ بیعت، رفروری ۱۸۹۲ء درج ہے۔

[۲]: اشتہار منسلکہ آئینہ کمالات اسلام۔

جہاں تک اخبار کے اجراء کا تعلق تھا مسیح پاک علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کرنے کا شرف حاصل کرنے والے باہمت نوجوان حضرت عرفانی الاسدی ہی تھے آپ نے اکتوبر ۱۸۹۷ء میں الحکم کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔ اگرچہ مالی ذمہ داری کے لحاظ سے یہ آپ کی انفرادی ہمت کا نتیجہ تھا تاہم یہ جماعت کا اخبار تھا اور جماعت کی عمومی نگرانی کے ماتحت تھا اس کے ذریعہ جماعت کی ایک اہم ضرورت پوری ہوئی اس اخبار کے ذریعہ حضرت عرفانی الاسدیؓ نے جو مہتم بالشان خدمات سرانجام دیں ان پر مسیح پاک علیہ السلام نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے الحکم کو جماعت کا ایک بازو قرار دیا۔ آپ کی ان خدمات کا اندازہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے اس والانامہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو حضور نے ۱۹۳۴ء کے اوائل میں الحکم کے دوبارہ اجراء کے موقع پر آپ کو ارسال کیا اس میں حضور نے تحریر فرمایا:۔

> "الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور "بدر" کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔
>
> مَیں کہتا ہوں کہ الحکم اپنی ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔"

(الحکم ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۴ء)

بقول حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ...... حضرت عرفانی الاسدی ان مبارک وجودوں میں سے تھے کہ جن کے ذریعہ اس زمانہ میں جب کہ آسمان زمین کے قریب تھا خدائے آسمان نے نئی آسمانی بادشاہت میں کام لیا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہر صبح یا دربار شام میں وابستگان دامن کو اپنے کلام فیض ترجمان سے مستفیض فرماتے تھے اس وقت حضرت عرفانی الاسدی کا قلم ہر لفظ کو صفحۂ قرطاس پر تیزی سے ضبط تحریر میں لا کر ان بیش بہا خزائن کو تمام زمانوں کے لیے محفوظ کر لیتا تھا اور پھر وہ خزائن الحکم کی زینت بن کر ایک عالم کی روحانی تشنگی دور کرنے کا موجب بنتے تھے اور ہمیشہ بنتے رہیں گے۔[1]

---

[1] بحوالہ "الحکم" ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۴ء

حضرت عرفانی الاسدی کو بالکل عنفوان شباب میں لدھیانہ کے مقام پر بیعت اُولیٰ کے دنوں میں مسیح پاک علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر رہ کر حضورؑ کے وصال تک برابر خدمات بجالاتے رہے الحکم کے ذریعہ سلسلہ کا ریکارڈ "تاریخ حضور" ملفوظات وخطبات اور وحی الٰہی کو محفوظ اور شائع کرنے کا فخر حاصل کیا مزید برآں حضور کے اکثر سفروں میں ساتھ رہے۔ بہت سے معاملات جو مرزا نظام الدین صاحب و مرزا امام الدین صاحب سے طے کرنے کے قابل ہوتے تھے وہ آپ کے ذریعے طے ہوتے رہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے پہلے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے صدر انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری بھی رہے۔ صدقات کمیٹی کے سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیئے مقدمات کے سلسلہ میں مولوی کرم دین جہیں کو آپ کے مقدمہ میں سزا ہوئی تھی جس سے وہ بَری نہ ہو سکا ان مقدمات کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا ان اللہ مع الذین اتقوا و ھم محسنون چنانچہ اس الہام میں آپ بھی شامل تھے۔ خلافت ثانیہ کے مبارک عہد میں بھی آپ کو خدمات بجالانے کے مواقع بکثرت میسر آئے ۱۹۲۴ء میں ویمبلے کانفرنس کے موقع پر آپ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی معیت میں یورپ کے سفر پہ جانے کا شرف حاصل ہوا چنانچہ افتتاح بیت فضل لنڈن کے موقع پر آپ وہیں موجود تھے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بالخصوص المصلح الموعود سے آپ کو بے حد محبت اور عقیدت تھی آپ کے فرزند کرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم کی روایت کے بموجب آپ نے بارہا وصیت کے طور پر اپنی اولاد کو تاکید فرمائی کہ اختلافات میں اس اصل کو پکڑے رکھنا جدھر اہلِ بیت ہوں اس طرف تم ہونا کیونکہ خدا نے ان کو اپنی معیت کا وعدہ دے رکھا ہے جیسے فرمایا انی معك و مع اهلك[1]

اس سلسلہ میں حضرت عرفانی الکبیر نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی وصیت شائع فرمائی۔

"میں آج ایک راز کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ میری اولاد جانتی ہے اُن کے پاس میرے خطوط موجود ہیں۔ میں نے انہیں ہمیشہ یہ وصیت کی کہ یہ خلافت نہایت عظیم الشان خلافت ہے اس کی بہت

---

[1] مرکز احمدیت۔قادیان صفحہ ۲۲۴ (از شیخ محمود احمد صاحب عرفانی)

بڑی مخالفت لازمی ہے تمہارا اپنی زندگیوں میں ایک ہی فرض ہے کہ خلافت سے وابستہ رہ کر اس کی حفاظت کرو اور اپنے آپ کو مٹا کر بھی اس مقصد کو پالو گے تو سب کچھ تمہارا ہے ۔ خلافت تمہاری دنیا میں ایک ہی متاع ہے ۔ میں خدا کے فضل اور رحم سے ہمیشہ خلافت کا خادم رہا ہوں ۔ اور ایک بصیرت کے ساتھ اس حقیقت کو سمجھتا ہوں کہ خلافت ہی خدا کی تجلیوں کا مظہر ہے ۔ حضرت محمودؓ کی شکل میں وہ اولوالعزم آیا ہے جو خدا تعالیٰ کے نزول کا مظہر ہے جو لوگ اب تک اسے ایک معمولی انسان یقین کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں وہ ان تمام بشارتوں کا مصداق ہے جو مصلح موعود کے لیے ہوئی ہیں سلسلہ عالیہ ترقی کرے گا اور خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہوں گے لیکن وہ بڑا بدقسمت ہے جو اس خلافت سے وابستہ نہ رہے ۔ اب تمام سعادتوں اور ساری برکتوں کا ہی ایک ذریعہ ہے کہ خلافت کے دامن کو مضبوط پکڑ لو میں آخر میں پھر اپنے دوستوں ۔ واقف کاروں اپنے عزیزوں اور بچوں سے کہتا ہوں کہ یہ **عظیم الشان خلافت** ہے ۔ اس کے ساتھ بڑی بڑی مشکلات بھی لازمی ہیں مگر اس کے برکات اور ثمرات ایسے ہیں کہ آج نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سن سکتے ہیں نہ کسی قلب میں گذر سکتے ہیں اس لیے اس قیمتی متاع کے لیے اپنی ساری طاقتوں ہمتوں اور مالوجان کو قربان کرو ۔ اگر تمہیں اپنے بزرگوں ۔ دوستوں رشتہ داروں اور اولاد سے قطع کرنا پڑے یا اموال سے جدا ہونا پڑے تو یہ سب کچھ دے کر بھی اگر تم اس سے وابستہ رہے اور اس کی حفاظت میں کسی خطرہ کی پرواہ نہ کی تو یاد رکھو تم نے سب کچھ پا لیا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے ۔ اور میں بحمدللہ اس معرکہ میں اپنے دل سے اس فیصلہ میں متفق ہوں

(الفضل ۸ رجولائی ۲۷ ۱۹ء[1])

صحافت کے علاوہ تفسیر قرآن اور تالیف و تصنیف کے کام کے ساتھ بھی آپ کو بے حد شغف تھا جو تادم آخر جاری رہا ۔ عرصہ دراز سے آپ سکندر آباد دکن میں رہائش پذیر تھے ۔ چنانچہ وہاں بھی پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود آپ وفات تک دینی اور تبلیغی کتب تصنیف کرنے میں مصروف رہے آپ نے درجنوں کی تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائیں اس طرح آپ نے نہایت قابل قدر لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا ہے آپ کی بعض تصنیف کردہ کتب کو سلسلہ کے لٹریچر میں تاریخی لحاظ سے بنیادی اہمیت حاصل ہے[2]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳ر فروری ۱۹۵۸ء صفحہ ۵ [2] الفضل ربوہ ۸ر دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۸

حضرت عرفانی الکبیر اپنی خود نوشت سوانح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا نام یعقوب علی اور میرے والد کا نام محمد علی ہے ۔ لدھیانہ کے محلہ جدید میں منشی احمد جان مرحوم مشہور ومعروف صوفی اور اہل اللہ کے جوار میں رہنے کا ہمیں فخر رہا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس وقت بھی منشی احمد جان مرحوم کی اولاد اور یہ خاکسار نہ صرف ہم شہر و ہم سایہ ہیں بلکہ روحانی طور پر ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں یعنی حضرت مسیح موعود میں ہو کر بھائی ہیں اور قادیان میں ہجرت کر کے آباد ہو چکے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ لا یشقیٰ جلیسھم بالکل سچا ارشاد ہے ۔

دنیا دار لوگ اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں ۔ مگر اس زمانہ میں نسب کی بحثیں جو حقیقت رکھتی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ جن لوگوں نے قوموں کے عروج و اقبال اور ادبار و زوال کی تاریخیں پڑھی ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ قومیں کس طرح بگڑتی اور کس طرح بنتی ہیں اس لیے میں اِن مختصر حالات میں اپنے نسبی جھگڑے کو چھوڑتا ہوں یہ کہہ کر کہ:۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مجھے جس بات پر بجا فخر ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود مسیح اور مہدی کو شناخت کیا اور میری زندگی میں یہی عجیب بات ہے اور یہ اور بھی عجیب ہو جاتی ہے جب کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میرے خاندان کو حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے اس وقت تیسری پشت کا تعلق ہے بلکہ چوتھی کا ۔ میرے دادا شیخ سلطان علی صاحب ان ایام میں جب کہ عالی جناب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد بزرگوار کشمیر میں تھے جناب نواب امام الدین خانصاحب مرحوم کے باڈی گارڈ میں سے تھے ۔ مرزا صاحب قبلہ جن ایام میں واپس تشریف لے آئے انہیں دنوں کے قریب میرے دادا صاحب واپس چلے آئے اور ضلع جالندھر میں بعض اسباب کی بناء پر توطن اختیار کیا ۔ ضرورتوں کے لحاظ سے ہندی پڑھانے والے معلّم تھے ۔ قادیان میں ایک زمانہ تک تعلیم دیتے رہے ان ایام میں حضرت مسیح موعودؑ اپنی ریاضت اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے اور جناب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کشمیر کی واقفیت کی بناء پر والد صاحب پر ہمیشہ مہربانی فرماتے تھے اور ایک دو مرتبہ میرے دادا صاحب بھی انہیں ملنے کے لیے اس تقریب سے حاضر ہوئے تھے

والد صاحب جب قادیان تشریف لائے تو ایڈیٹر الحکم ماں کے پیٹ میں تھا۔ اور میرے پیدا ہونے کی خبر والد صاحب کو جنگی شاہ ایک مجذوب نے قادیان ہی کے مقام پر دی تھی۔ جس نے یہ کہا تھا کہ تیرا یہ بیٹا قادیان میں رہے گا اور ایک اہل اللہ کے ساتھ اس کا تعلق ہوگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے وہ موقعہ مجھے دیا اب میں قادیان میں ہوں اور خدا ہی کے فضل سے اس کے مامور و مرسل کا ادنیٰ خادم ہوں۔ میری پیدائش ۱۸۷۵ء کی ہے۔

تعلیم میری تعلیم ایک دیہاتی مدرسہ سے شروع ہوئی اور نومبر ۱۸۸۱ء کو میں مدرسہ میں داخل ہوا یہ خدا کے فضل کی بات ہے کہ میں مدرسہ میں اپنی جماعت میں اوّل رہا کرتا تھا پرائمری کی چوتھی جماعت میں پہنچتے پہنچتے مجھے مذہبی تعلیم اور مذہبی مسائل پر گفتگو کرنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ اور یہ شوق ابتداً شیعہ اور سنّی کے اختلافات سے پیدا ہوا۔ اس راہ میں میرے راہنما مولوی غلام قادر صاحب مدرس تھے جو آجکل اسی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ وہ میری مذہبی زندگی اور اخلاقی حالت کو خوب جاننے والے ہیں۔ پرائمری کا امتحان میں نے تعریف کے ساتھ پاس کیا اور وظیفہ حاصل کیا۔ اس کے بعد مجھے ورنیکلر مڈل سکول کا کورس ختم کرنے کے لیے مڈل سکول بھیجا گیا۔ اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں بورڈنگ میں رکھا گیا۔ اس امر کی پرواہ نہ کرکے کہ یہ خودستائی ہوگی مڈل سکول میں بھی ایک ہوشیار اور ہونہار طالب علم کی حیثیت سے میں رہا اور بورڈنگ کے انتظامی معاملات عموماً میری رائے اور مشورہ سے طے ہوتے مذہبی شوق اور بھی ترقی کر گیا ان ایام میں میں ایک دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ صحابہ کی سی خدمتِ دین کرنے کا موقع دے اور ایسی جماعت میں رہنے کی توفیق دے جو حمایت اسلام کا جوش رکھتی ہو میں اب یقین رکھتا ہوں کہ دعا قبول ہوگئی اور استاد میری قدر اور ممتحن صاحبان نے وقتاً فوقتاً بہترین رائیں مدرسہ کی کتابوں میں لکھیں۔ اس مڈل سکول کی تعلیم میں مجھے سنسکرت پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ صرف نو مہینے کے اندر میں نے مڈل سکول کی سنسکرت کا کورس ختم کر لیا اور یونیورسٹی کے مڈل امتحان میں تعریف اور وظیفہ لے کر کامیاب ہوا۔ سنسکرت میں بھی پاس ہوگیا یہ زمانہ ۱۸۸۶ء سے لے کر ۱۸۸۸ء تک ختم ہوگیا۔ اس وقت میں مضمون نویسی میں ممتاز تھا۔ اور اخبار بینی کا مذاق بڑھ رہا تھا اخبارات میں مضمون بھیجنے کا شوق ہوتا جاتا تھا۔ چنانچہ جالندھر کے آفتاب ہند میں کبھی کبھی لکھتا تھا۔

ورنیکلر مڈل کی تعلیم ختم کرکے میں لدھیانہ کے بورڈ سکول میں داخل ہوگیا یہاں پہنچ کر میرا

مذہبی شوق ترقی کر گیا۔ اور اخباری مذاق نے اخبار نویسی کی صورت اختیار کر لی۔ میرے وقت کا بہت بڑا حصہ عیسائیوں سے مباحثہ میں گزرتا اور ان کی کتابیں پڑھنے کا شوق دن بدن ترقی کرتا گیا اور نور افشاں کے اڈیٹر مسٹر حسن علی سفیر کی وجہ سے اخبارات کے پڑھنے کا بہترین موقعہ ہاتھ آیا۔

منشور محمدی اور خود نور افشاں میں مضامین لکھ دیتا ایک دفعہ نور افشاں میں ایک مناظرہ شروع کر دیا جو بالآخر پادری نیوٹن صاحب نے بند کر دیا۔ اب میری توجہ تعلیم کی طرف کم ہونے لگی۔ اور اخباری اور مذہبی مذاق ترقی کرنے لگا۔

عیسائیوں کے مناظرات سے پھر آریہ سماجیوں سے مناظرہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس زمانہ کے میرے بعض دوست لالہ بھگو رام نیّر اور لالہ مرلی دھر صاحب لدھیانہ میں موجود تھے اور لالہ چرنجی لال مشہور آریہ اپدیشک فوت ہو چکا ہے۔ یہ زندگی مجھے بہت عزیز تھی۔ انہیں ایام میں یعنی ۱۸۸۹ء میں پہلی مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ اللہ دیا صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام نے مجھے پیش کیا اور میرے سنسکرت پڑھنے کا ذکر کیا۔ جس کو سُن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت صاحب کو پہلی مرتبہ یہاں ملا۔ مگر آپ کی کتاب براہین احمدیہ ۸۷-۱۸۸۶ء میں چوہدری رستم علی خان مرحوم کے ذریعہ دیکھ چکا تھا۔ جب کہ وہ سارجنٹ تھے۔ گو اس کتاب کے سمجھنے کی اس وقت قابلیت نہ تھی تاہم پڑھنے کا شوق بے حد تھا۔ غرض ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۸۹۱ء کے شروع تک مَیں نے لدھیانہ رہ کر اس مذاق کو بہت بڑھا لیا۔ اور اب یہ اس درجہ تک پہنچ گیا کہ مجھے مدرسہ سے علیحدہ کر دے چنانچہ ۱۸۸۹ء میں پیسہ اخبار کا خریدار ہو چکا تھا۔ جو اس وقت آج کل کے روزانہ پیسہ اخبار کی تقطیع پر شائع ہوتا تھا۔ ۱۸۹۱ء میں انگریزی مڈل پاس کر کے لاہور کے ماڈل سکول میں پہنچ گیا قیام لدھیانہ میں منشی احمد جان صاحب مرحوم کے مریدوں نے ایک انجمن احمدیہ بنا کر اس کے ماتحت ایک رسالہ انوار احمدیہ عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی تبلیغ کے لیے شائع کرنے کا انتظام کیا ہوا تھا میرے مذہبی اور اخباری ہونے کی وجہ سے اس رسالہ کا ایڈیٹر مجھے منتخب کیا گیا۔ مگر بعد میں وہ رسالہ بعض اسباب کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا۔ لاہور میں یہ شوق جو ترقی کر سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہے اب تعلیمی زمانہ کا خاتمہ تھا آخر ۱۸۹۳ء میں انٹرنس پاس کر کے تعلیمی سلسلہ کو ختم کر دیا

لاہور کی اس دوسالہ زندگی میں میرا اخباری مذاق بہت بڑھ گیا۔ پیسہ اخبار کے خریدار کی حیثیت سے میرا تعارف منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار سے ہوا اور پھر یہ تعارف تعلقات کے بڑھنے کا موجب ہوا۔ منشی محبوب عالم صاحب نے مجھے اپنے چھوٹے بھائی میاں عبدالرحیم اور میاں عبدالکریم کی تعلیم کے لیے میرے ایام طالب علمی ہی میں مجھے مقرر کر دیا۔ میں نے یہ خدمت محض اس لالچ سے قبول کی کہ مجھے کثرت سے اخبار پڑھنے کو ملیں گے۔ چنانچہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد میں اس خدمت سے الگ ہو کر انگریزی اخبارات اور خصوصاً ولایت کے رسالہ ٹٹ بٹس (TiT BiTS) کی کہانیوں کے ترجمہ کا کام کرنے لگا۔ پس میری اخبار نویسی کا مدرسہ پیسہ اخبار کا دفتر ہے۔ منشی محبوب عالم صاحب ہمیشہ میرے ساتھ بہ تکریم پیش آتے تھے۔ انہیں ایام میں مشہور آکرٹسٹ صوفی انبا پرشاد پیسہ اخبار میں کام کرتا تھا اور ایک مولوی غالباً سید احمد صاحب یاس لکھنوی پیسہ اخبار میں ناولسٹ تھے جنہوں نے سرد بران وغیرہ لکھے تھے۔ پیسہ اخبار کو لاہور آئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور وہ اردو اخبار نویسی میں نئی روح پھونک رہا تھا پیسہ اخبار ہی کے دفتر میں میں باقاعدہ احمدی ہو گیا اور اس دو سال کی طالب علمی کے زمانہ میں لاہور کی تمام مذہبی سوسائٹیاں مجھ سے واقف ہو گئیں کیونکہ میں ان کے جلسوں میں باقاعدہ جانے والا اور تقریریں اور مباحثہ کرنے والا تھا۔ اس زمانہ کے آریہ سماج دیو سماج اور عیسائی مشن کے لوگ اب تک ان حالات کے جاننے والے ہیں۔

اخبار نویسی کے ساتھ دوسرا شوق مذہبی تقریروں کا تھا۔ چنانچہ انہیں ایام طالب علمی میں عیسائیوں اور انارکلی چیپل میں جہاں سنگھ باغ میں اور پادری گھرسے کی کوٹھی پر گھنٹوں مباحثے کرتا بلکہ آجکل پنجاب کے لارڈ بشپ صاحب سے جو ان دنوں محض ریورنڈ لیفرائے تھے اور دہلی سے لاہور لیکچر دینے آئے تھے تین دن رنگ محل میں مباحثہ کیا جس کے لیے میرے استاد خلیفہ حمیدالدین صاحب مرحوم نے ماسٹر چندو لال صاحب کی درخواست پر منتخب کر کے بھیجا تھا۔ اور آریہ سماج کے جلسوں پر سوالات کرتا دیو سماج کے مندر میں جا کر انجمن تحقیق میں حصہ لیتا۔ اس وقت میرے پرانے واقفوں میں سے پنڈت دیورتن اور سردار امر سنگھ صاحب اور موہن لال صاحب موجود ہیں۔ انارکلی میں روزانہ لیکچر اور رات کے ایک ایک بجے تک مباحثہ کے اکھاڑہ لگانا معمولی بات تھی۔

فروری ۱۸۹۲ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام لاہور تشریف لے گئے تو مَیں نے حسبِ دستور بیعت کر لی اور لاہور کے تمام حالات کو آنکھ سے دیکھا اور بعض جگہ نہایت جرأت کے ساتھ آپ کے سلسلہ کی تبلیغ کی اور ماریں کھائیں۔ یہ جوش اس درجہ تک بڑھ گیا تھا کہ سلسلۂ تعلیم کا جاری رکھنا میرے لیے مشکل ہو گیا تھا اگرچہ میرے بزرگ چاہتے تھے کہ مَیں کالج کی تعلیم کا کورس ختم کر لوں مگر احمدیت کی تبلیغ کا شوق مجھے اور طرف لے نکلا۔

حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر جو اس وقت سلسلہ احمدیہ سے الگ ہے ان ایام میں سلسلہ کا ایک سرگرم اور پرجوش ہمدرد تھا اگرچہ اس نے بیعت نہ کی تھی۔ وہ رکھانوالہ ضلع قصور میں ضلعدار تھے اور اگر قصور جاتے تو مولوی غلام دستگیر قصوری انہیں "تنگ کرتے اس غرض کے لیے کہ مَیں سلسلہ کی اشاعت کروں مجھے اپنے ساتھ لے گئے مَیں اس خیال اور وہم سے گیا بھی نہیں تھا۔ کہ سرکاری ملازمت کروں گا مگر انہوں نے مناسب سمجھا کہ میرا نام محکمہ نہر میں برائے نائب ضلعداران داخل کر دیں چنانچہ ان کی کوشش اور سید فتح علی شاہ صاحب کی توجہ سے میں اس مقصد میں کامیاب ہو گیا مگر ۱۸۹۴ء کے جولائی میں ہمیشہ کے لیے ملازمت کے خیال کو سر سے نکال کر اور اپنے دل سے عہد کر کے کہ آئندہ اخبار نویسی کروں گا مَیں نے ابن ضلع امرتسر کی کوٹھی پر ان تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ڈپٹی کلکٹری اور خان بہادری کی صورت میں میرے سامنے آتی تھی۔ اور مَیں قلم کے ذریعہ اہلِ ملک کی خدمت کے لیے ہمتن تیار ہو کر ۱۸ اور ۱۹ برس کی عمر کے درمیان امرتسر آ گیا۔

اب اخبار نویسی میرا مستقل کام ہو گیا اور مَیں نے اس کو ریاض ہند امرتسر کے مکرر اجراء اور احیاء سے شروع کیا۔ مگر ریاض ہند کے پروپرائٹر صاحب باوجودیکہ میرا ان پر کوئی بار نہ تھا اسے زندہ نہ رکھ سکے اسی اثناء میں اخبار فیروز شیخ فیروز الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر نے جاری کیا اور مَیں اس کا پہلا اور آخری ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اخبار فیروز ایک کامیاب اخبار تھا اور پیسہ اخبار کا بہترین مقابلہ اپنی قیمت اور مضامین کے لحاظ سے کرتا تھا اس وقت کی اردو اخبار نویسی میں وہ بہترین اضافہ سمجھا گیا۔ مگر بعد میں مجھے شیخ فیروز الدین صاحب سے ایک مقامی معاملہ کے متعلق اختلاف کرنا پڑا اور مَیں نے فیروز کو چھوڑ دیا۔ میاں صاحب نے بھی پھر میرے بعد فیروز کو باوجود ایک عمدہ اور کامیاب اخبار ہونے کے چلانا نہ چاہا اور کہا یا تم اس کو ایڈٹ کرو ورنہ مَیں بند کر دوں گا۔ مگر مجھے

اپنی بات پر ایسا اصرار ہو چکا تھا کہ باوجود ان کی بے حد مہربانیوں کے مَیں اس وقت ان کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا فیروز کی ایڈیٹری کے ایام میں پریس کانفرنس کی تحریک منشی محبوب عالم صاحب نے کی مگر مَیں نے بحیثیت ایڈیٹر فیروز پریس کانفرنس پر جو سلسلہ مضامین کا لکھا وہ اس وقت تک اس زمانہ کے مشہور اور قابلِ قدر اخبارات آزاد اور زمانہ کانپور کے صفحات میں عزت کے ساتھ لیا گیا اور اس کی تائید ہوئی۔ پنجاب کے پریس میں ایڈیٹر الحکم (جو اس وقت ایڈیٹر فیروز تھا) اکیلا تھا جس نے جرأت کے ساتھ پریس کانفرنس کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی اور پیسہ اخبار کی کثیر الاشاعتی اور اثر کے سامنے اپنی آواز کو نہ دبایا یہی آواز اور ضمیر کا سوال تھا جس نے مجھے شیخ فیروزالدین صاحب ایسے شریف الطبع بزرگ سے افسوس کے ساتھ الگ ہونے دیا امرتسر کی میونسپلٹی کے ماتحت محکمہ چنگی میں غبن ہو چکا تھا اور ایک لاکھ سے زیادہ کا غبن ثابت کر دیا گیا تھا اس خاص کام کے لیے ایک اخبار آہلووالیہ گزٹ (جو اب تک جاری ہے) میری ایڈیٹری میں نکلا اور امرتسر کے تمام واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ اسے مَیں ایڈٹ کر رہا تھا کیونکہ امرتسر کی سنجیدہ پبلک جو اس معاملہ میں میرے ساتھ تھی وہ جانتی تھی اور یقین کرتی تھی کہ کوئی لالچ اور خوف میرے قلم کو روک نہیں سکتا تھا چنانچہ بڑے بڑے مخفی بھید ظاہر ہوئے اور بالآخر میونسپلٹی کے سیکرٹری آنجہانی مسٹر نکل کی طرف سے ایک ہزار روپیہ رشوت کا پیغام مجھے دیا گیا تاکہ میں ضمیر فروشی کر کے چپ ہو جاؤں۔ مگر نیکی اور بھلائی کے فرشتوں نے میری تائید کی اور مَیں نے ضمیر فروشی کو ایک لعنت سمجھ کر ہزار روپیہ پر تھوک دیا۔ یہ ایک وقت تھا جو میرے لیے اس پیشے میں امتحان کا تھا۔ اور خدا کے فضل سے مَیں کامیاب ہوا بالآخر وہ میونسپلٹی کے غبن کا سکنڈل آخر کار پبلک کی بہترین خواہشوں کے ساتھ ختم ہوا۔ اور مَیں نے بھی کمیٹی کی مخالفت بلاوجہ کرنی چھوڑ دی۔

اس اثناء میں اور بھی بہت سے کام کرنے پڑے امرتسر کی پریس سوسائٹی کی بعض نقائص پر آزادانہ نکتہ چینی کی اور جب سوسائٹی کی قابلِ قدر خدمات کو اصلاح کی بہترین اصولوں پر چلتے دیکھا تو اس کے کام میں عملی ہمدردی میرا کام تھا اور اس وقت تک جو لالہ نندلال صاحب کی خدمات کا دل سے معترف ہوں۔

امرتسر کے قیام میں ایک اور رنگ میں بھی مجھے سرکاری خدمات کا موقعہ ملا۔ مسٹر نکل نے میری درخواست کے بدون بعد میں جبکہ کمیٹی کے حالات درست ہو چکے تھے میری اس آزاد نکتہ چینی

کی قدر کر کے میونسپل کے لیے پریس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے ایک معقول معاوضہ میں ملازمت میں لینا چاہا مگر میں نے شکریہ سے انکار کر دیا۔

پھر مجھے اخبار جہاں نما کی آیڈیٹری کا موقع ملا۔ جو سردار نارائن سنگھ صاحب نے جاری کیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے بہت جلد اس سے الگ ہونا پڑا۔ اور پھر کچھ دلوں تک امرتسر کے مشہور اخبار پنجاب کو ایڈٹ کیا۔ اخبار وکیل کے قابلِ قدر پروپرائٹر شیخ غلام محمد صاحب ناصر مرحوم کی ہمیشہ خواہش تھی کہ میں وکیل کا چارج لوں مگر محض بعض امور میں اختلافِ رائے اس میں مانع رہا اور میں نے پسند نہ کیا کہ اپنی ذاتی رائے کو چند پیسوں پر قربان کر دوں۔ اسی اثناء میں اگست ۱۸۹۷ء ہنری مارٹن کلارک نے ایک نالش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کر دی میں نے اس مقدمہ کے حالات دوسری جنگ مقدس کے نام سے لکھے۔ اس وقت مجھے اپنے سلسلہ کی ضروریات کے اعلان اور اظہار کے لیے اور اس پر جو اعتراضات پولٹیکل اور مذہبی پہلو سے کیے جاتے تھے ان کے جوابات کے لیے ایک اخبار کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں الحکم جاری کر دیا۔ اس وقت گورنمنٹ پریس کے خلاف تھی اور موجودہ پریس ایکٹ اس وقت بھی قریب تھا جو پاس ہو جاتا۔ تاہم ان مشکلات میں میں نے خدا پر بھروسہ کر کے امرتسر سے اخبار الحکم جاری کر دیا۔

۱۸۹۷ء کے آخر میں روزانہ پیسہ اخبار کے مکرر اجرا کی تجویز ہو چکی تھی۔ اور منشی محبوب عالم کے خواہش کے موافق میں نے روزانہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جانا منظور کر لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ الحکم کا ہیڈ کوارٹر لاہور بدل دینا چاہیے اور محض اس خیال سے میں نے پیسہ اخبار کے ساتھ تعلق گوارا کر لیا تھا۔ مگر ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ پر میں قادیان آیا تو یہاں ایک مدرسہ کے اجراء کی تجویز ہوئی۔ اور اس کے لیے خدمات کے سوال پر میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں اور اس طرح قدرت نے مجھے دیارِ محبوب میں پہنچا دیا۔ الحکم کے اجراء کے وقت مجھے بہت ڈرایا گیا تھا کہ مذہبی مذاق کم ہو چکا ہے اور احمدیت کے ساتھ عام دشمنی پھیل چکی ہے۔ اس لیے الحکم کامیاب نہ ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں نے الحکم کو ایک تجارتی پرچہ کی حیثیت سے جاری نہ کیا تھا بلکہ محض اشاعت سلسلہ اور خدمت دین کی نیت سے۔ اس لیے اس کے پہلے پرچہ میں لکھا تھا کہ

جب توکلت علی اللہ یہ آغاز کیا
پر نکل آئیں گے اور دیکھنا پرواز کیا

خدا تعالیٰ نے اپنے محض فضل سے الحکم کو ایک مذہبی اخبار کی حیثیت سے کامیاب کر دیا اب ایڈیٹر الحکم کی خدمات کا دائرہ احمدیت کے مرکز پر کھینچا گیا۔ اس دائرہ میں گردش کرتے ہوئے بھی ایڈیٹر الحکم پر وہ زمانہ نہیں آیا اور آئندہ خدا کے فضل سے اُمیدوار ہوں کہ نہ آئے جبکہ اس نے کسی خوف اور لالچ کیوجہ سے اپنی آواز کو ضمیر کے خلاف دبانا چاہا ہو بلکہ ایڈیٹر الحکم نے ہمیشہ اپنا ماٹو یہ رکھا ہے ۔

لکھنا ہے تو مت ڈر - ڈرنا ہے تو مت لکھ

قادیان میں اڈیٹر الحکم جنوری ۱۸۹۸ء میں آگیا۔ اور پیسہ اخبار کے ساتھ جو جدید تعلق پیدا کر لیا گیا تھا اسے اور لاہور کے دیگر منافع کو قادیان پر قربان کر دیا۔ اور الحمد للہ میں اس سودے میں نفع مند ہوں۔ مدرسہ کا انتظام ابتدائی حالت میں تھا۔ جو لوگ کسی انسٹی ٹیوشن کو چلانے کے کام سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایڈیٹر الحکم کو مدرسہ کی ابتدائی حالات میں کن مشکلات سے گزرنا پڑا ہوگا۔ طبیعت میں حریت تھی۔ بعض اوقات مدرسہ کے ناظم سے اختلاف ہو جاتا آخر جب مدرسہ چل پڑا تو میری غرض چونکہ ملازمت تو تھی نہیں اس لیے میں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے مشورہ کے ماتحت مدرسہ سے علیحدہ ہو کر صرف اخبار کے کام کی طرف توجہ کی ۔

قادیان میں اس وقت پریس کی سخت تکالیف تھیں نہ پریس ملتا تھا نہ کل کش اور نہ کاتب اور نہ یہ لوگ قادیان آکر رہنا چاہتے تھے ۔ تاہم اڈیٹر الحکم ان مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا۔

اسی اثنا میں الحکم نے بٹالہ کے سب انسپکٹر کے اس رویہ کا نوٹس لینا چاہا جس کا بُرا اثر رعایا پر پڑ رہا تھا۔ اس نے اپنے اعلیٰ افسر کو بھڑکا کر چاہا کہ ایڈیٹر الحکم پر کوئی مقدمہ بنا دے مگر میری طبیعت ان گیدڑ بھبکیوں سے ذرا خائف نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک معاملہ پہنچا۔ بعض لوگوں نے رائے دی کہ چند روز کے لیے اڈیٹر الحکم قادیان سے باہر چلا جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رائے کو اول تو پسند ہی نہیں کیا تھا مگر اصرار پر کہہ دیا کہ اگر یہی مصلحت ہے تو حرج نہیں۔ لیکن میں نے اس رائے کی کمزوری پیش کی تو آپ نے بڑے جوش سے میری تائید کی بالآخر اس سب انسپکٹر کو اپنی طاقت کا اندازہ معلوم ہو گیا۔ اور اس نے اپنے منصوبوں کو خاک میں ملتے دیکھ کر ایڈیٹر

الحکم سے صلح کر لی - یہ پہلی کامیابی تھی جو یہاں نصیب ہوئی - غرض پریس اور حکام کی ان مشکلات پر غالب آنے کے بعد الحکم نے اپنے کام کی طرف توجہ کی اور جو کام اس نے کیا اس کے لیے اس کی ۱۶ جلدیں ایک مبسوط تاریخ ہیں - تاہم مختصر طور پر بعض اہم امور میں پیش کرتا ہوں -

۱- سب سے پہلے الحکم کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریروں کو محفوظ رکھنے کا کام کیا گیا - ہر ایک تقریر قلم بند ہو کر شائع ہونے لگی -

اسی ضمن میں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرانی تحریروں اور خطوط کو جمع کرنے کا کام بھی الحکم کے ذریعہ کیا گیا -

۲- پھر بزرگان ملت کے خطبے - مواعظ - لیکچر جو اس سے پہلے ہوا میں مل جاتے تھے محفوظ ہونے لگے -

۳- حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل کا ایک پُر از معلومات و معارف درس قرآن مجید ہوا کرتا تھا جو ایڈیٹر الحکم نے سب سے اوّل اس کی اشاعت کا انتظام کیا - پہلے اخبار کے ذریعہ پھر مستقل رسالوں کے ذریعہ جو تفسیر القرآن اور ترجمۃ القرآن کے نام سے شائع ہوئے -

۴- ان امور کے ماوریٰ قومی معاملات پر پوری آزادی کے ساتھ ہمیشہ ایڈیٹر الحکم نے رائے دی - اور سب سے پہلے قوم کو ایک صدر انجمن احمدیہ کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی کہ مرکزی کمیٹی کے ساتھ ضلعوار اور تحصیل وار کمیٹیاں شامل کی جائیں[1]

۵- دینی مدرسہ کی ضرورت پر زبردست آرٹیکل لکھے : -

۶- صنعتی شاخ کے اجراء پر توجہ دلائی اور کالج کے قیام کی تحریک کی - خدا کا شکر ہے کہ یہ تمام تحریکیں بار آور ثابت ہوئیں -

۷- ایڈیٹر الحکم نے احمدی قوم کی مردم شماری پر قوم کو توجہ دلائی اور خود مطبوعہ فارم شائع کیے مگر یہ کام پورا نہ ہو سکا - ایسا ہی ان اصولوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی قوم کو ایک بامراد قوم بنانا چاہتے تھے اور جن سوشل خرابیوں کو وہ دور کرنا چاہتے تھے ان اصولوں کو ہمیشہ یاد دلایا -

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ رمئی ۱۹۵۸ء صفحہ ۳، ۴، ۵

۸۔ اخبار وطن کے ساتھ جو معاہدہ غلطی سے ریویو آف ریلیجنز کے متعلق کیا جا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کے بغیر عام اسلامی مضامین اس میں شائع ہوں ۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے خلاف سمجھ کر دوسرے بزرگوں کے ساتھ پُرزور الفاظ میں اس کی حقیقت سے قوم کو آگاہ کیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ قوم نے توجہ کی ۔

۹۔ اسی سلسلہ میں وطن نے نقاش (ایڈیٹر زمیندار) کے مضامین چھاپ کر سلسلہ کو نقصان پہنچانا چاہا تو ایڈیٹر الحکم نے اصولی طور پر وطن کی مخالفت کی اور سخت مخالفت کی ۔ وطن نے اپنی غلطی کو عملی رنگ میں تسلیم کیا ۔

۱۰۔ پھر دوسرے وقت وطن نے انجمن حمایت اسلام کی اصلاح کے لیے مخالفانہ قلم اٹھایا اور اس تحریک میں لاہور کے بڑے بڑے لوگ شامل تھے ۔ اخبار الحکم کے ایڈیٹر نے باوجودیکہ اپنوں اور پرایوں کی طرف سے وطن کی تائید کے لیے زور دیا گیا انجمن کی طرفداری حق سمجھ کر کی ۔ اور آخر جو اصول الحکم نے پیش کیا تھا اسی پر فیصلہ ہوگیا ۔

۱۱۔ الحکم نے اظہار رائے میں کبھی دوستی اور دشمنی کی پرواہ نہیں کی ۔ ہماری جماعت میں ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے لیے وفد کا سوال پیدا ہوا ۔ اور قریب تھا کہ وہ انجمن میں پیش ہو کر فیصلہ ہو جاتا مگر الحکم نے اس مضمون پر متانت سے قلم اٹھایا اور واقعات کی بناپر دکھایا کہ ابھی اپنے ہی ملک میں بہت کچھ کام کرنے کی ضرورت ہے اور احمدی قوم میں یہ پبلک رائے پیدا ہو گئی جس پر بالاتفاق اس تجویز کو ملتوی کرنا پڑا ۔

۱۲۔ ایڈیٹر الحکم کو ایک بہت بڑا ابتلاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتقال کے بعد پیش آیا ۔ جبکہ مسئلہ خلافت کے متعلق بعض سوال پیدا ہو گئے تھے ۔ الحکم نے پورے استقلال اور صبر و ثبات کے ساتھ یہ امر ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ اسلام کا احیاء اور بقاء صرف امام کی اطاعت پر موقوف ہے اور یہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا فخر ہے اس ابتلاء کے وقت ایڈیٹر کی جان اور اس کے قادیان کی زندگی خطرہ میں تھی اور اختلاف رائے کے وقت ایسی باتیں معمولی ہوتی ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس امتحان میں سے بھی اسے کامیابی کے ساتھ نکال دیا ۔ آخر قوم کو سمجھ آگئی کہ الحکم نے انہیں ایک بھولی ہوئی بات یاد دلائی ہے اس اثناء میں بعض جھوٹے خلیفوں کی حقیقت سے بر وقت قوم کو آگاہ کیا ۔

۱۳۔ پھر مسئلہ انکار پر اس کو بعض دوستوں سے اختلاف کرنا پڑا ۔ آخر حق کی فتح ہوئی اور حضرت

مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح کا جو مذہب تھا وہ کھل گیا۔

۱۴۔ اس اثنا ء میں ایڈیٹر الحکم نے چاہا کہ بالکل گمنامی کی حالت میں تبلیغ اسلام کا کام کرے مگر وہ اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا اور بعض وجوہات کی بناء پر اسے واپس آنا پڑا۔

۱۵۔ غرض بہت سے کام ہیں جتنے کرنے کی خدا تعالیٰ نے اسے توفیق دی منجملہ ان کے ایک اور کام کا نہایت ہی اجمالی رنگ میں ذکر کرتا ہوں کہ شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مہدویت کی وجہ سے بعض علماء اور پولیس کے ناتجربہ کار لوگوں نے ہمارے سلسلہ کو ایک خطرناک سلسلہ قرار دیا تھا اور گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لیے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایڈیٹر الحکم کو موقع دیا کہ وہ اس پہلو سے اپنے سلسلہ کی خدمت کرے چنانچہ ایسے اسباب میسّر آ گئے جن کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ وہ سلسلہ کے پولیٹیکل پوزیشن کو صاف کرنے کے کام میں پایونیر ثابت ہوئی۔

۱۶۔ قادیان کے مقامی ضرورتوں کے متعلق اس کی رائیں مستند اور قابلِ لحاظ قرار دی گئیں چنانچہ قادیان کے ڈاکخانہ کی اصلاحوں اور ترقیات میں اس کے قلم اور دماغ کو بہت دخل ہے۔ ایسا ہی قادیان کی نوٹیفائیڈ ایریا کا وجود الحکم کے کوششوں کے معمولی ثمرات ہیں جو خدا کے فضل سے ملے۔ اگر مَیں ان کاموں کی تفصیل کرنے لگوں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ مختصر یہ کہ جس طرح پر سلسلے کی خدمت کا موقعہ ملا۔ الحکم کرتا رہا اور کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل چاہے گا۔

مدرسہ احمدیہ کے قیام اور مدرسہ تعلیم الاسلام کی اصلاح کے موقعہ پر بھی مَیں نے پُرجوش حصہ لیا۔ اس تمام کام کو آج تک بغیر کسی نمائش کے کیا۔

جہاں مَیں نے اپنی آزادی رائے کا ذکر کیا ہے وہاں اگر مَیں یہ بیان نہ کردوں کہ اپنی غلط راؤں کی اصلاح کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں تو یہ ذکر ناقص رہ جائے گا۔ ۱۹۰۹ء میں مجھے بعض اسلامی کاموں کے لیے دہلی جانا پڑا۔ دہلی میں رہ کر مَیں نے صداقت اسلام پر لیکچر دیئے اور وہاں انجمن خادم المسلمین قائم کرنے میں عملی حصہ لیا اور دیانند مت کھنڈن سبھا قائم کی۔ بلکہ بعض مکرم دوست چاہتے تھے کہ تبلیغ الاسلام علیگڑھ کا ہیڈ کوارٹر دہلی کو دیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ تم کام کرنا چاہو۔ اس وقت میرے خیال میں آیا کہ اگر ایسے لیکچر ہوں جن میں سلسلہ کا قطعاً ذکر نہ ہو تو مفید ہیں۔ بلکہ اس تجویز پر دہلی کے بعض علماء نے مجھے کہا کہ فتویٰ کفر واپس ہو جائے گا۔ مَیں نے اس تجویز کو اعلیٰ سمجھ کر اخبار میں لکھا اور اس پر عملدرآمد کے

لیے زور دیا اور ایک پروگرام ایسے لیکچروں کے لیے تجویز کیا - مَیں اس رائے پر مضبوطی سے قائم تھا کہ ۱۹۰۹ء کے جلسہ میں صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی تقریر نے مجھے اپنی غلطی سے آگاہ کر دیا اور اس جلسہ میں اس تجویز کے نقائص کا مَیں نے اقرار کر لیا اور اب مَیں اس کو احمدی سلسلے کی ترقی کی راہ میں روک سمجھتا ہوں غرض جہاں مجھے اپنی غلطی کا علم ہوا مَیں نے اس کو چھوڑنے کی خدا کے فضل سے کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ ایڈیٹر الحکم نے جس غرض اور مقصد کو لے کر بحیثیت ایڈیٹر الحکم کام شروع کیا تھا اس میں نمایاں کامیابی ہوئی تھی - اور ان مشکلات میں سے گزر کر مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ قوم میں اخبار بینی اور اخبار نویسی کا مذاق پیدا کرنے میں الحکم بامُراد ہوگیا - جہاں صرف الحکم کے سوا اور اخبار تین رسالے خاص قادیان سے اور ایک اخبار اور رسالہ دہلی سے اس سلسلہ کا نکلتا ہے اللھم زد فزد - مَیں جب اس کام سے فارغ ہو چکا تو مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور الحکم سے فرصت پاکر اور کام کرنے کا ارادہ کیا - مگر انہوں نے اپنی فراست خداداد سے الحکم کا کام نہ چھوڑنے کا مجھ سے عہد لیا اس لیے خدا ہی کے فضل سے اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق چاہتا ہوں اس سے الحکم کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

اخبار کو ایک وسیع پیمانے پر چلانے کے لیے مَیں نے مشین پریس کا سلسلہ جاری کیا مگر یہ سچ ہے عرفت ربی بفسخ العزائم - مجھے اپنے اس ارادہ میں محض ناکامی ہوئی اور کارخانہ سات ہزار کا زیر بار ہوگیا - اور اس کے مالی مشکلات کا ایک نیا باب ایڈیٹر الحکم کے سامنے آیا - ایک موقعہ پر ان مشکلات سے نکلنے کا ایک امتحان میرے سامنے آیا اور وہ بھی بہت بڑا ابتلا تھا - الحکم تمام زیر باریوں سے نجات اور آئندہ کے لیے ایک ایسی باڈی کے ہاتھ میں جا سکتا تھا کہ جہاں تک اسباب کا تعلق ہے مالی مشکلات کا اسے سامنا نہ ہو - مگر جس شرط سے مَیں اس بھاری بوجھ سے نکل سکتا تھا میرے لیے وہ نہایت گراں اور ناقابلِ برداشت تھی - اور وہ یہی تھی - کہ مَیں اپنی رائے سات ہزار روپے کے عوض بیچ دوں - اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو وسیع کر دیا اور جیسے امرتسر کی ایک ہزار کی تھیلی اس وقت کے حالات کے ماتحت میری رائے نہیں خرید سکی اب سات ہزار کا جادو مجھ پر مؤثر نہیں ہوا - اور میں کسی اخبار نویس کی زندگی کا یہی پہلو شاندار سمجھتا ہوں کہ خوف اور لالچ اس کی رائے اور ضمیر پر مؤثر نہ ہو مگر یہ خدا کے فضل کے بدوں ناممکن ہے۔

الحکم نے مسلمانوں کے کامن کاز میں ہمیشہ وہ رائے دی جو اس کی سمجھ میں مفید تھی اور جب وہ

مسلمانوں میں کسی ایسے امر کے متعلق تنازعہ ہوا جس کا اثر بحیثیت مجموعی قوم پر پڑتا تھا تو اس نے بلا لحاظ اس کے کہ وہ امر حق کے اظہار میں کسی زبردست پارٹی کی مخالفت کرتا ہے پرواہ نہیں کی۔ اور یہ امر اس کے مخالف اور موافق دوستوں سے پوشیدہ نہیں۔

۱۔ انجمن حمایت اسلام کی اصلاحی مخالفت وطن" نے شروع کی۔ معاملہ نے خطرناک رنگ اختیار نہ کیا۔ وطن کی حمایت میں پنجاب اور ہندوستان کے زبردست اسلامی اخبار اور مسلمانوں کے لیڈر تھے۔ میں نے انجمن حمایت اسلام کے پرانے ممبروں کو ڈیفنڈ کیا اور بالآخر جس راہ صلح کو الحکم نے پیش کیا تھا اس پر عمل ہو گیا۔

۲۔ اخبار وطن اور زمیندار کے درمیان مسلمانوں کی آئندہ پولیٹیکل پالیسی پر اختلاف ہوا اور اس بارہ میں زمیندار کا طریق ایڈیٹر الحکم کے نزدیک قابل اعتراض اور مسلمانوں کے لیے غلط راہ پر لے جانے والا تھا۔ اس نے زمیندار کے اس رویہ کے خلاف پروٹسٹ کرنے میں کسی کی پرواہ نہیں کی۔ مگر اس کے صلے میں اس کو گالیاں سننی پڑیں۔ مگر ایسی گالیوں کا وہ عادی ہو چکا ہے۔

۳۔ دہلی کے کرزن گزٹ نے وہاں کی جامع مسجد اور مدرسہ فتح پوری کی کمیٹی کے خلاف بعض غلط الزامات لگائے ایڈیٹر الحکم نے اس مسئلہ میں کرزن گزٹ کی راؤں کی کمزوری ظاہر کر دی۔ بحالیکہ مذہباً کرزن گزٹ اور مسلمان عمائد دہلی کے ساتھ متفق نہیں تھے۔

۴۔ حال میں جو دورہ اسلامی مدارس کے طریقہ تعلیم و رہائش طلباء کے متعلق کیا گیا تھا ایڈیٹر الحکم بطور حالات نویس ساتھ تھا۔ اس دورہ کے حالات شائع کرتے ہوئے صاف دلی کے ساتھ مدرسہ اسلامیہ دیوبند اور مدرسہ فرنگی محل کی قابلِ قدر خدمات کا اعتراف کیا گیا حالانکہ یہ لوگ ہمارے سخت مکفر اور معاندین میں اور ندوۃ العلماء کی کمزوری کا اظہار کر دیا گیا ایسا ہی گروکل اور مدرسہ الٰہیات کانپور کی بھی تعریف کی گئی۔ یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ ایڈیٹر الحکم نے جس میں اور صدہا نقص اور کمزوریاں ہیں بہ حیثیت ایک اخبار نویس کے ۱۸۹۴ء سے لے کر ۱۹۱۴ء تک کبھی اپنی رائے اور ضمیر کو بیچنا نہیں چاہا۔ اور خوف اور لالچ نے اس کے دماغ اور دل پر حکومت نہیں کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے محض فضل سے گو اس کی ہر دلعزیزی میں کمی ہو کیونکہ ناممکن ہے ایک کھری اور صاف سنا دینے والا ہر دلعزیز ہو سکے، مگر وہ ایک با اصول اخبار نویس کی حیثیت سے اپنے زمرہ میں ممتاز ہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء والحمد الله على ذالك۔

الحکم کو اپنے معاصرین سے تو تو میں میں کا موقعہ ان سولہ سال کے اندر بہت ہی کم پڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ نہیں پڑا۔ مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہایت گندہ لٹریچر شحنہ ہند کے ضمیمہ نے شائع کرنا شروع کیا۔ لیکن آخر اس کا انجام وہی ہوا جو ان موری کے کیڑوں کا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کے ماتحت انی مهين من اراد اهانتك کے نیچے وہ ایسا آیا کہ نہ ضمیمہ رہا نہ شحنہ رہا۔ اہلحدیث اور اہلِ فقہ کے ساتھ الحکم کو کبھی کلمہ حق کے لیے مقابلہ کرنا پڑا مگر اسے شکایت نہیں کہ انہوں نے شحنہ ہند کے ضمیمہ کی تقلید کی ہو۔

زمیندار اور وطن سے مقابلہ ہوا ان میں سے وطن محض زمیندار کی وجہ سے زیرِ الزام آیا۔ بالآخر وطن کے قابل ایڈیٹر نے نقاش کے پینتروں کو سمجھ لیا۔ اور اس طریق کو چھوڑ دیا۔ زمیندار نے حال میں پھر گالیوں کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا مگر اس کا خاتمہ ایک ضمیمہ نے کر دیا۔

پیسہ اخبار سے بھی بارہا اختلاف ہوا۔ پیسہ اخبار کی مخالفت کو ہمیشہ بے اصول پایا یہ تو اسلامی اخباروں سے مقابلہ کا ذکر ہے۔ آریہ اخباروں میں سے پرکاش اور آریہ مسافر اور مسافر سے مقابلہ ہوا۔ بجز جالندھر کے آریہ مسافر کے پرکاش اور مسافر نے الحکم کے مقابلے میں ہمیشہ شرافت سے کام لیا۔ اور اس وقت تک تمام معاصرین کے ساتھ اس کے تعلقات مذہبی اختلاف کو چھوڑ اچھے ہیں۔

الحکم کے ایڈیٹر نے پریس کی اصلاح کے لیے بھی قدم اٹھایا چنانچہ مسلم پریس ایسوسی ایشن کی تحریک اسی نے کی۔ اور اس کے متعلق ملک کے مقتدر اخبارات اور مسلم کمیونیٹی کے لیڈنگ ممبروں کی راؤں کو جمع کیا۔ معاصرین اور اہل الرائے بزرگوں کو دعوت دے کہ لاہور سے زمیندار نے ایسی تحریک کی چونکہ ہمارا یہ عین مقصد تھا زمیندار کی مجوزہ مسلم پریس ایسوسی ایشن کے لیے قادیان سے وکیل بھیجا گیا۔ مگر افسوس کہ وہ ایسوسی ایشن ایک ذاتی اغراض کا ذریعہ ثابت ہوئی اور جونیوں کے چیلنج پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

ایڈیٹر کی زندگی کا ایک باب اس کی لائیبل کے مقدمات ہوتا ہے۔ ایڈیٹر الحکم پر دو مرتبہ لائیبل کے مقدمات ہوئے ایک مرتبہ امرتسر کے ایک میونسپل کمشنر نے لاہور میں استغاثہ کیا جس میں بالآخر خدا تعالیٰ نے ایڈیٹر الحکم کو صاف بری کر دیا اس کے ضمن میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بعض دوستوں نے نہیں بلکہ معاصرین نے جن کا نام لینا نہیں چاہتا۔ اس وقت میری صلح کرانی چاہی اور شرائط صلح میں ایک ہی شرط تھی

کہ ایڈیٹر الحکم آئندہ اخبار نویسی چھوڑ دے۔ اس کا میری طرف سے ایک ہی جواب تھا کہ اس مقدمہ لائیبل کے قید کا خوف میرے قلم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ اور اخبار نویس جیسی محبوب شے چھوڑانے کی یہ دھمکی اور خوف ہیچ ہے۔ آخر خدا نے مجھے کامیاب کر دیا۔

دوسرا لائیبل[1] کا مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں نے کیا۔ اس مقدمہ میں مخالف مسلمان آریہ اور عیسائی اس کے مددگار تھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے تو اس آفت سے بچا لیا مگر کرم الدین صاحب میرے مقدمہ لائیبل میں اپنے دوست سراج الاخبار جہلم کے ضعیف ایڈیٹر کو لے کر جرمانہ کے سزایاب ہو گئے اور وہ مقدمہ بطور یادگار رہ گیا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

ایڈیٹر الحکم کو تصنیف و تالیف کا شوق رہا۔ اور بعض رسالے ایسے وقت میں اس نے لکھے اس کی عمر ۱۷، ۱۸ (سترہ اٹھارہ) سال کی تھی مگر افسوس ہے کہ آج ان کی ایک کاپی بھی اس کے پاس نہیں اور نہ وہ ملتے ہیں۔ سب سے پہلی کتاب اس نے دینیات کی پہلی کتاب کے نام سے شائع کی جس پر دربار بہاولپور نے اس کے پبلشر شیخ عبدالرحمٰن امرتسری کو انعام دیا تھا۔

اخبار فیروز کے دفتر میں فنتیا عورث کی لائف اور تقویم فیروزی کے علاوہ تثلیث کے ردّ اور ردّ تناسخ میں دو چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کئے اور ایک رسالہ امرتسر کی مادی ترقی کا اصلی راز لکھا تھا۔ قادیان آکر حقیقت نماز اسماء الحسنیٰ تفسیر سورۃ بقرہ اور ترجمۃ القرآن کے سلسلے میں آٹھ پارے شائع کیے ایسا ہی آریوں کے ردّ میں حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے "اصلاح النظر" ایک رسالہ لکھا اور ان کے علاوہ سالانہ جلسہ ۱۸۹۷ء کی رپورٹ مکتوبات احمدیہ اور سیرت مسیح موعودؑ کو ترتیب دے کر شائع کیا۔

آخری بات

مجھے افسوس ہے کہ اپنی زندگی بحیثیت ایڈیٹر کے حالات لکھنے میں ہر چند مَیں نے بہت ہی اجمال سے کام لیا ہے مگر شاید مسٹر فوق کے نکتۂ خیال سے وہ لمبے ہو گئے ہوں تاہم میں اپنے عزیز دوست اور ناظرین کشمیری میگزین سے خواستگار معافی ہوں کہ مَیں ان حالات کے بیان کرنے میں جہاں اپنے بعض

---

[1] LIBEL یعنی ازالہ حیثیت عرفی

معاصرین کا ذکر کرتا ہوں وہاں مجھے ان سے کسی عداوت کا اظہار مقصود نہیں بلکہ بطور امر واقعہ ان پیش آمدہ حالات کو لکھ دیا ہے جو میری قلمی زندگی کا ایک جزو ہیں ایسا ہی اگر میں کوئی لفظ سلسلہ کے دوستوں کے متعلق کہیں لکھ گیا ہوں تو اس سے بھی میری غرض سلسلہ کی تاریخ کا ایک ورق لکھنا ہوتا ہے ورنہ اختلاف رائے کبھی تعلقات کو نہیں کاٹ سکتا جو خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہم میں قائم کیے ہیں بالآخر میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ محض اس کے فضل سے میں اس قلمی جنگ میں اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور یہی دعا ہے کہ وہ دیانت اور امانت کے ساتھ اس فرض کے ادا کرنے کی توفیق دے جو اس نے اپنی مشیّت سے میرے سپرد کیا ہے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔ (خاکسار یعقوب علی تراب احمدی)[1]

مولانا شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی فرماتے ہیں کہ :۔

" یہ حالات حضرت عرفانی مرحوم نے ۱۹۱۲ء تک لکھے تھے ۔ بعد کے حالات بہت ہی مختصر طریقہ پر یہ ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اوّل کے انتقال کے بعد جب جماعت میں عظیم تفرقہ واقع ہوا تو حضرت شیخ صاحب مرحوم نہایت اخلاص کے ساتھ خلافت ثانیہ سے وابستہ رہے اور بحمد للہ اسی پر ان کا خاتمہ ہوا ۔

۱۹۲۴ء میں سفر یورپ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شیخ صاحب کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور مسجد لنڈن کے افتتاح کے موقعہ پر بھی آپ لنڈن میں موجود تھے ۔

جون ۱۹۳۵ء میں آپ یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے لیے روانہ ہوئے اور دو سال تک آپ یورپ کے مختلف ممالک اور بلاد اسلامیہ میں رہے ۔ آپ نے واپسی پر اپنا سفرنامہ "مشاہدات عرفانی" کے نام سے شائع کیا تھا ۔

اپریل ۱۹۳۲ء میں سلطنت آصفیہ کی ایک شاہزادی بیگم وقار الامراء نے آپ کو ساڑھے بائیس سو روپے ماہوار تنخواہ پر حیدرآباد بلایا اس کے بعد آپ وہیں کے ہو رہے ۔ یہاں تک کہ ۵ ؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ ملک عدم ہوئے آپ سلسلہ احمدیہ کے سب سے بڑے مؤرخ ۔ سب سے پہلے صحافی ۔ اور

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ ؍ مئی ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ ، ۴ ، ۵

بلند پایہ انشا پرداز تھے ۔ جتنی تصنیفات آپ نے یادگار چھوڑی ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے ۔
(خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی[۱])

شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی فرماتے ہیں کہ :۔

" ہوش و حواس آخری وقت تک صحیح تھے ۔ فالج گرنے کے بعد زبان تو بند تھی لیکن دایاں ہاتھ جو اچھا تھا اس سے اشارے سے قلم مانگتے اور لکھ دیتے آخری الفاظ جو انہوں نے لکھے وہ یہ تھے **مجھے امانتاً دفن کیا جائے اور سیٹھ صاحب (عبداللہ بھائی صاحب) میرا جنازہ پڑھائیں ۔**
ان کے آخری وقت پر ان کے پاس میری بیوی کی چھوٹی بہن صداقت بیگم بنت فیروز علی صاحب مرحوم اور عائشہ بیگم اہلیہ یوسف احمد صاحب الہ دین ۔ حضرت سیٹھ صاحب کی بہو تھیں حضرت سیٹھ صاحب کا پوتا صالح محمد بھی اور میرے ہم زلف مسیح الدین الہ دین اور والد صاحب کا قدیم رفیق اور نوکر شریف موجود تھے ۔ آخری سانس جب دیا ہے تو ان کا سر عائشہ بیگم کی گود میں تھا بڑی خوش قسمت خاتون ہیں کہ ان کو ایک بڑے جلیل القدر رفیق اور مورخ سلسلہ کے آخری لمحوں میں خدمت کا موقع ملا۔ ہم تو محروم ہی رہے۔ اس لیے کہ مجھے ہر خط میں لکھتے رہے کہ آنا نہیں ۔ کیونکہ میری صحت اچھی نہ تھی بعارضہ دمہ بیمار تھا ۔ یہ ان کی بے پایاں شفقت اور محبت تھی ۔ حضرت سیٹھ صاحب کے خاندان[۲] کے ہر فرد نے انتہی بے حساب خدمت کی اور بے حساب دعائیں بھی انہوں نے ان کے لیے کیں "

حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے نواسے جناب سیٹھ صالح محمد الہ دین صاحب کا بیان ہے کہ :

" میں نے ان سے ذکر کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ اس سال جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کروں یہ سُن کر حضرت عرفانی صاحب پر رقّت طاری ہوگئی اور انہوں نے فرمایا :۔

" جب جاؤ گے تو حضرت صاحب کی خدمت میں مرے اس ورد کا اظہار کرنا اور کہنا کہ گو ہم دور ہیں لیکن ہمارے دل دور نہیں ہیں اور میری تو یہی خواہش رہی کہ حضور کے قریب

---

[۱] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ رمئی ۱۹۵۸ء ص۵ ۔ [۲] مولانا محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیر فرماتے ہیں " سیٹھ (یوسف الہ دین) صاحب قبلہ اور یوسف الہ دین ۔ حافظ صالح محمد صاحب ۔ مسیح الدین الہ دین ۔ بشیر الدین الہ دین ۔ سیٹھ علی محمد صاحب ۔ راشد احمد الہ دین صاحب ۔ محمد یٰسین صاحب چونکہ سکندر آباد میں رہتے تھے اس لیے ان کو زیادہ خدمت کے مواقع نصیب تھے ۔" (الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۵۸ء ص۳)

میری زندگی ختم ہو گئی[1]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت عرفانی صاحب کے وصال پر حسب ذیل نوٹ سپردِ قلم فرمایا:۔

"عرفانی صاحب جو اوائل میں تراب لقب استعمال کیا کرتے تھے ۔ غالباً اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ رفیق میں سب سے پرانے رفیق تھے اور گو وہ ایک لمبے عرصے سے بیمار تھے مگر یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی داغ جدائی دے جائیں گے چنانچہ اُن کی وفات والی تار سے صرف ایک دن پہلے ہی مجھے ان کا ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملا تھا ۔ شیخ صاحب موصوف کی عمر وفات کے وقت غالباً ۹۰ سال سے اُوپر تھی اور گو ان کی سماعت میں کافی فرق آ گیا تھا ۔ مگر بینائی ٹھیک تھی چنانچہ وہ ہمیشہ ہاتھ سے خط لکھا کرتے تھے اور ان کے خطوں میں بے حد محبت اور اپنایت کا رنگ پایا جاتا تھا دراصل وہ اِن بزرگوں میں سے تھے جن کے ایمان کی جڑھ ان کے دل میں ہوتی ہے اور فلسفیانہ دلائل کی نسبت جذبات کا پہلو زیادہ غالب ہوتا ہے ۔

شیخ صاحب مرحوم سب سے پہلے احمدی تھے جنہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی غرض سے اخبار الحکم جاری کیا ۔ یہ اخبار شروع میں غالباً امرتسر سے جاری ہوا مگر بہت جلد قادیان منتقل ہو گیا اور پھر شیخ صاحب خود بھی ہمیشہ کے لیے قادیان کے ہی ہو گئے اس کے کچھ عرصہ بعد اخبار بدر بھی جاری ہو گیا ۔ جس کے آخری ایڈیٹر حضرت مفتی محمد صادق صاحب مرحوم تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ان دو اخباروں کو اپنے دو بازو کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے ۔ شیخ عرفانی صاحب مرحوم کی دوسری بڑی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلے انہی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح اور سلسلہ احمدیہ کی "تاریخ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ان کی طرف سے اس سلسلہ میں متعدد نمبر نکل چکے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خطوط کو جمع کر کے مکتوبات احمدیہ کے نام سے شائع کرنے کی سعادت بھی شیخ صاحب مرحوم کو ہی حاصل ہوئی ۔ تاریخ بیعت کے لحاظ سے شیخ صاحب غالباً حضرت مفتی محمد صادق سے بھی زیادہ پرانے تھے ۔

حق گوئی میں حضرت شیخ صاحب بہت دلیر اور صاف گو بلکہ برہنہ تلوار تھے ۔ چنانچہ جب شروع

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۵۷ء صہ ۳

میں غیر مبائعین کا فتنہ اٹھا تو شیخ صاحب اس کے مقابلہ میں غیر معمولی جوش کے ساتھ پیش پیش تھے بلکہ بعض اوقات انہیں روکنے کی ضرورت پیش آتی تھی غالباً یہ غیر مبائعین کے فتنہ کا ہی اثر تھا کہ عرفانی صاحب مرحوم اپنے ذوق کے مطابق اپنی اولاد کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب بھی جماعت میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلِ بیت کا ساتھ دینا کیونکہ ان کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ اِنِّیْ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ یعنی مَیں تیرے ساتھ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں خدا کرے کہ ہم اس خدائی وعدہ کے اہل اور قدر شناس ثابت ہوں۔

اس سال یعنی سال ۱۹۵۷ء میں جماعت کو کئی بار پرانے مخلصین کی وفات کا صدمہ پہنچا ہے چنانچہ سب سے پہلے جنوری میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ خدا کو پیارے ہوئے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گویا اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے تھے اور محبت کے رنگ میں اکثر "ہمارے مفتی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے اس کے بعد فروری میں حضرت ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب کی وفات جو گو بالکل ابتدائی رفقاء میں سے نہیں تھے مگر پھر بھی انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کافی صحبت پائی تھی اور وہ اپنی نیکی اور عبادت گزاری کی وجہ سے ان بزرگوں میں سے تھے جن کا دل گویا ہمیشہ مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔ پھر غالباً جون کے آخر میں حضرت بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحبؓ فوت ہوئے جو ابتدائی رفقاء میں سے تھے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ عین جوانی کے عالم میں سکھ مذہب کو ترک کرکے اسلام اور احمدیت کو قبول کیا پھر نیکی میں ایسی ترقی کی کہ وہ صاحب کشف و رؤیا بن گئے اور اب سال کے آخر میں آکر حضرت عرفانی صاحب نے جماعت کو داغ جدائی دیا ہے۔

وکل من علیہا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

حضرت مفتی صاحب اور حضرت عرفانی صاحب دونوں میری پیدائش سے بھی پہلے کے احمدی تھے اور حضرت بھائی صاحب نے غالباً میری پیدائش کے ایک سال بعد بیعت کی تھی۔ البتہ حضرت ڈاکٹر صاحب غالباً ۱۹۰۰ء کے قریب بیعت سے مشرف ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان سب فوت ہونے والوں بزرگوں کو اپنے فضل و رحمت کے دامن میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلائے اور دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو آمین۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور ممتاز رفقاء بہت ہی تھوڑے

رہ گئے ہیں موت تو سب کے لیے مقدر ہے مگر کاش قبل اس کے کہ یہ مبارک گروہ اس دنیا سے منتقل ہو کر اپنی جنتی رہائش گاہوں میں جاگزیں ہو جماعت کی صفِ دوم ان کی نیکی اور تقویٰ اور عبادت گزاری اور صداقت اور دیانت اور اتحاد اور تعاون اور جذبہ قربانی میں ان کی جگہ لینے کے لیے آگے آجائے اے کاش ایسا ہی ہو!

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے ۱۹۴۱ء میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی وفات پر ایک نوٹ لکھا تھا تو اس نوٹ کے عنوان میں یہ شعر درج کیا تھا :-

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا

ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

لیکن اب تو ڈرتا ہوں کہ شاید ہم سے کئی لوگ محو نالہ بھی نظر نہیں آتے اے اللہ تو رحم کر اور ہمارے نوجوانوں میں وہ روح پھونک دے جو ہمیشہ تیرے پاک نبیوں اور رسولوں کے زمانہ میں ایک زبردست انجن کا کام دیا کرتی ہے اور ہمیں صرف چلنے کی ہی طاقت ہی نہ دے بلکہ پرواز کی قوت عطا کر۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت عرفانی صاحبؓ اپنے آخری خط میں جو غالباً ۲۹ نومبر کا لکھا ہوا ہے اور مجھے ۵ دسمبر کو ملا لکھتے ہیں کہ :-

"آج عمر کا ۹۲ سال شروع ہوا۔ الحمدللہ"

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد۔ ۷/۱۲/۵۷۔ ربوہ[1]

خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے لکھا کہ :-

۱۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانیؓ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک درخشندہ گوہر ہیں رہتی دنیا تک آپ کا ذکر خیر باقی رہے گا آپ نے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کیا جب ابھی کم تعداد میں سعید روحوں کو اس شناخت کی توفیق نصیب ہوئی آپ کو پھر اوّلین رفقاء میں یہ

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ ، ۴

امتیاز حاصل ہے کہ آپ بیعت کے بعد دعوتِ احمدیت کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مؤثر قلم عطا فرمایا تھا اس لیے آپ نے تحریر کے ذریعہ سے سلسلہ کی خدمت پر کمر ہمت باندھ لی اور آخر تک ایک کامیاب صحافی اور بہترین مصنف کے طور پر آپ نے زندگی بسر کی قوت گویائی بھی وافر عطا ہوئی تھی اور آپ کی پُرجوش اور ولولہ انگیز تقاریر بھی اسلام و احمدیت کی خدمت کے لیے وقف تھیں آپ سلسلہ کی تاریخ کے بہت بڑے ماہر تھے بلکہ آپ کا سینہ ان سارے واقعات و مشاہدات کا خزینہ تھا۔ آپ کی وفات سے ایک عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اب کہاں حضرت مسیح موعودؑ پیدا ہوں اور کہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت عرفانی صاحب کبیر ایسے بے مثال عشاق زمین پر نمودار ہوں۔

حضرت عرفانی صاحب کی زندگی سراسر متوکلانہ زندگی تھی۔ فقر و تنگدستی کے باوجود سراپا غیرت تھے عزت نفس کا نمونہ تھے۔ غیروں کے آگے کبھی جھکنے والے نہ تھے ہاں مومنوں کے سامنے موم مجسم تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی آپ کو والہانہ عشق تھا میں قادیان میں خلافت ثانیہ کے آغاز میں ۱۹۱۶ء یعنی ۱۰، ۱۱ سال کی عمر میں طالب علم کے طور پر آیا تھا۔ چونکہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ کا اصل وطن جاڈلہ ضلع جالندھر تھا یہ گاؤں ہمارے گاؤں سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا اس لیے مجھے شروع طالب علمی سے ہی حضرت شیخ صاحب سے واقفیت تھی اور انہیں بھی مجھ سے بہت پیار تھا مجھے وہ نظارہ نہیں بھول سکتا جب میں مدرسہ احمدیہ سے پڑھ کر دوپہر کے وقت کتابیں اٹھائے دارالفضل کے بیرونی محلہ کو جاتے ہوئے حضرت شیخ صاحب کے دفتر اور مکان کے سامنے سے گزرتا اور شیخ صاحب مرحوم حسب دستور باہر بیٹھے لکھتے یا ٹہل رہے ہوتے۔ تو دور سے ہی دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرماتے "آیئے جی سوامی ایشورانند جی" اور پھر دو چار منٹ بٹھا کر کوئی علمی اور روحانی بات ضرور بیان فرماتے اور بارہا کہتے کہ "ایشورانند" میں "اللہ دتا" کا ترجمہ کرتا ہوں اسے بُرا نہ مانیں۔

حضرت شیخ صاحب کو اپنے ہونہار اور خادم دین فرزند حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کی وفات کا بہت صدمہ تھا مگر صبر و استقلال کا آپ نے بہترین نمونہ دکھایا آپ کی بڑی خواہش تھی کہ میری اولاد میں سے واقف زندگی خادم دین ہوں گزشتہ سال اپنے ایک پوتے کے

کے متعلق مجھے لکھا کہ اسے جامعہ میں داخل کر کے خدمت دین کے لیے تیار کیا جائے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عرفانی کبیرؓ کے درجات بلند کرے اور ان کے سارے خاندان پر اپنی برکات نازل فرمائے اور انہیں اپنے مخلص ترین اور سلسلہ کے سچے عاشق بزرگ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین[1]۔"

۲۔ "حضرت عرفانی صاحب بطور مورخ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ کاروان روحانیت سے جدا ہو جانیوالے ہر ہم سفر کا ذکرِ خیر کریں پرانے رفقاء میں سے ہر ایک کے بارے میں۔ ان کے پاس معلومات کا ایک ذخیرہ تھا ذاتی طور پر بھی ان کے تعلقات بہت وسیع تھے اور اخبار نویس کی حیثیت سے بھی انہیں معلومات حاصل تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دل بھی ایسا دیا تھا کہ وہ ہر ایک مصیبت زدہ کی مصیبت پر پسیج جاتا تھا اس لیے آپ تمام بزرگانِ سلسلہ کے ذکرِ خیر کو قائم کرنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور جہاں تک ان کے لیے ممکن ہوتا تھا وہ صالحین کے نیک نام کو پائیدار بنانے میں کوشاں رہتے تھے۔

یہ بات ان کی دلی پاکیزگی اور احباب سلسلہ کے ساتھ ان کے دلی لگاؤ کا ایک بیّن ثبوت ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے درمیان جو اخوت قائم کی ہے اس میں اضافہ اور اس کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ بزرگانِ دین اور فدایان سلسلہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے دلوں میں ان کی محبت بڑھے اور وہ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اس خاص خصوصیت کی سے جو حضرت عرفانی صاحب کو حاصل تھی ان کا بھی حق ہے کہ سلسلہ کے احباب اِن کے ذکرِ خیر کو قائم رکھیں اور نئی پود کو صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کے طور پر اس کا اہتمام کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے بزرگ اس امر کے محتاج نہیں ہوتے کہ اِن کا ذکر کیا جائے لیکن در حقیقت اس کی ضرورت بعد کے لوگوں اور نئی نسلوں کو ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ حضرت عرفانی مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں انہیں خاص مقام عطا فرمائے آمین۔

؎ ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما[2]"

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۔
[2] " " " " ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

ملک صلاح الدین صاحب مؤلف "اصحاب احمد" نے اپنے ایک مضمون میں حضرت عرفانی صاحب کی سیرت و سوانح اور کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

"حضرت شیخ صاحب کے گوناگوں اوصافِ جمیلہ کا ذکر ایک ہی صحبت میں کیا جانا ناممکن ہے۔ آپ کی خدماتِ احمدیت کا دامن قریبًا اکسٹھ سال پر ممتد ہے۔ آپ حقیقی معنوں میں بابائے "تاریخ احمدیت" تھے۔ آپ کو تاریخ سے فطری لگاؤ تھا اور شروع سے اس کی دُھن تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ولادت سے بعثت تک کے واقعات کا ایک انمول ذخیرہ نہایت محنت و کاوش سے جمع کیا۔ جو کہ بالعموم اس بارہ میں حرفِ آخر کا سا رنگ رکھتا ہے۔ اور اس میں بظاہر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ۱۸۹۸ء میں آپ مدرسہ کے تعلق میں قادیان بلائے گئے۔ اور الحکم اخبار آپ قادیان میں ہی لے آئے۔ جو کہ سلسلہ احمدیہ کا پہلا اخبار تھا اور کم و بیش چار سال تک یہ سلسلہ کا واحد اخبار رہا۔ اور اس کے ذریعہ حضورؑ کے مکاتیب مواعیظ۔ خطبات اور ملفوظات اور حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات اور مضامین اور دیگر بہت ہی مفید باتوں کی اشاعت ہوتی تھی۔ سلسلہ کی بیش قیمت تاریخ کا صحیح ذخیرہ یہی اخبار ہے۔ کئی سال بعد البدر کا اجراء ہوا۔ ہر دو اخبارات کی افادیت اس امر سے ظاہر ہے کہ دونوں کو حضرت اقدسؑ نے اپنے بازو قرار دیا۔ کیونکہ حضور کے مشن کی تقویت کا باعث تھے۔ حضورؑ کی وحی کا ایک کثیر حصہ صرف ان ہی کے ذریعہ محفوظ ہوا۔

تاریخ سلسلہ سے واقفیت رکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ وہ کام جو اس وقت ناظر امور عامہ سرانجام دیتے ہیں۔ یعنی اغیار سے تعلقات۔ حکومت کو توجہ دلانا۔ اس کا ایک کافی حصہ حضرت عرفانی صاحب سرانجام دیتے تھے۔ حضرت اقدس کے چچازاد بھائی حضورؑ کے شدید مخالف تھے ان سے شیخ صاحب میل ملاقات رکھتے تھے اور ان سے کئی کام کروا لیتے تھے۔ شیخ صاحب اخبار کے ذریعہ حکومت کو ضروری امور کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔

اس وقت مختلف نظارتیں قائم ہیں۔ ابتداء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کو ان کے فرائض کی یاد دہانی کراتے رہتے تھے اور اس بارہ میں الحکم اپنے طور پر احباب کو توجہ دلانے پر آمادہ رہتا تھا۔

خلافت اُولیٰ میں بہت سے امور کی طرف الحکم صدر انجمن احمدیہ کی توجہ منعطف کرتا رہا۔ سو یہ امور

مفید مشورہ کے رنگ میں یا انجمن کی رپورٹ اور کارگذاریوں پر صحت مندانہ تبصرہ کے طور پر ہوتے تھے۔ خلافت اُولیٰ کے آخر میں جو پیغامی فتنہ رونما ہوا۔ حضرت عرفانی صاحب نے اس کا پوری طرح مقابلہ کیا اور خلافت ثانیہ کے قیام پر پوری شدّومد سے اس کی تائید کی۔

حضرت شیخ صاحب نے الحکم میں اور پھر الگ کتب کے ذریعہ حضرت اقدسؑ کے غیر مسلم افراد مخالف علماء اور احباب جماعت کے نام کے سینکڑوں مکتوبات شائع کر کے محفوظ کیے۔ علاوہ ازیں خود حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مکتوبات اور حضورؑ کی تقاریر جلسہ سالانہ بلکہ جلسہ سالانہ کی کارروائیاں شائع کیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرفانی صاحب کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔ حضورؑ جو روزانہ سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ اور احباب کو معلوم ہے کہ حضور کس قدر تیز چلتے تھے۔ باوجود اس کے حضورؑ کے کلمات طیّبات حضرت عرفانی صاحب نوٹ کر کے اوّلین موقع پر انہیں زیور طبع سے مزین کرتے تھے۔ اسی طرح مسجد مبارک کی مجالس۔ سفروں کے حالات اور مقدمات کے کوائف بھی آپ شائع کرتے تھے۔

اس زمانہ میں جبکہ ابھی جماعت بہت قلیل تھی۔ اور اکثر حصہ غربا پر مشتمل تھا۔ اور پھر حضرت اقدسؑ کی اپنی تصانیف اور اشتہارات کثرت سے شائع ہوتے تھے۔ اور حضورؑ کو خود چندہ کی قلت کے باعث بسا اوقات تھوڑے تھوڑے روپیہ کی فراہمی کے متعلق بہت پریشانی اٹھانی پڑتی تھی۔ ایسے حالات میں حضرت عرفانی صاحب کا نہ صرف الحکم جاری کرنا بلکہ جلد بعد ایک چھاپہ خانہ بھی قائم کرنا آپ کے بیمثال عزم کا مظہر ہے۔ نامعلوم آپ نے اس راستہ میں سالہا سال تک کس قدر تکالیف برداشت کیں۔ ہم ان کا آسانی سے تصوّر کر سکتے ہیں نہ صرف حضرت اقدسؑ کے عہد بلکہ وفات سے سال ڈیڑھ سال قبل تک آپ کا اشہبِ قلم پوری طاقت سے رواں دواں رہا۔ آپ نے تفسیر کا مجموعہ بھی شائع کیا۔ مولوی ثناء اللہ جیسے مخالف کے مقابل پر بھی زرِ قلم صرف کیا۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سے آپ کو شدید محبت تھی اور حضرت سیٹھ صاحب بھی آپ کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ اور ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

آپ کا حافظہ باوجودیکہ آپ اتنی بڑی عمر تک پہنچ گئے تھے۔ سوائے شاذ کے سہو ونسیان سے مبرّا رہا۔ ڈیڑھ دو سال قبل تک آپ بالعموم ہر ایک امر کا ایک پورے حافظہ والے جوان کی طرح جواب

جواب دیتے تھے۔ حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے سوانح کے تعلق میں اس امر کا تجربہ ہوا کہ آپ کا حافظہ بے مثل تھا۔ نہایت مفید مشورے آپ دیتے تھے۔ اگر مَیں وہ حاصل نہ کر سکتا تو بے شمار اغلاط شائع کرنیکا موجب ہوتا۔ آپ نئی پود کی حوصلہ افزائی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ نے ازخود مجھے توجہ دلائی کہ مسودہ آپ کو دکھلاؤں۔ مَیں آپ کی ہمت کی پوری داد نہیں دے سکتا بعض دفعہ ڈیڑھ دو صد صفحات کا مسودہ مَیں نے ارسال کیا۔ اور آپ نے ایک ہی رات میں نہایت توجہ سے پڑھ کر بیش قیمت نوٹ لکھ کر اور تصحیحات کر کے واپس کر دیا۔

آپ اپنی تصانیف کے باعث مالی پریشانیوں سے ہمیشہ دوچار رہے۔ لیکن آپ نے ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے کام کو عمر بھر جاری رکھا۔ آپ نے کام کی قدر بعد میں آنے والے مورخین کی نظر سے ہم کریں تو اس کا پورا تصور کرنا ناممکن ہے۔ آپ کی تصانیف موتیوں سے تولے جانے کے قابل ہیں۔

آپ کے فرزند مرحوم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے آپ کے اس کام میں آپ کی بہت معاونت کی تھی۔ لیکن وہ عین جوانی ہی میں ۱۹۴۴ء میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ حضرت عرفانی صاحب اس وقت سے ارادہ کر رہے تھے کہ کلیۃً قادیان آ بسیں۔ لیکن جلد بعد تقسیم ملک کے باعث اس ارادہ کو عملی جامہ پہنا سکے۔ بعد ازاں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۴ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ممبر مقرر فرمادیا تھا اور ایک بار جبکہ آپ قادیان تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس کے ایک اجلاس میں شریک بھی ہوئے تھے۔ لیکن باوجود ارادہ کے بعض روکیں پڑتی رہیں۔ اور آپ قریبًا دو سال تک مختلف عوارض میں شدید بیمار رہے۔ بعض وقت کافی افاقہ بھی ہو جاتا رہا۔ لیکن تصنیف کا کام نہ کر سکتے تھے۔ اسی حالت میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اصحاب احمد کے کام کے متعلق میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے۔ اور اپنی بزرگی کے باعث بہت محبت کا اظہار فرماتے رہتے۔ .... اور باوجود اس سارے عرصہ کی علالت کے سوائے ایک دو بار کے ہمیشہ ہی اپنے قلم سے مجھے خط تحریر فرماتے تھے۔ ابھی ہفتہ عشرہ قبل بھی آپ کا خط موصول ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس بزرگ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور ان کی اولاد اور جماعت میں سے ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے نیک سیرت خادم سلسلہ پیدا کرتا رہے آمین۔ (حاشیہ صفحہ ۶۶۰ پر)

حضرت عرفانی الکبیر کی تحریر کا ایک نمونہ

۱۱ دسمبر ۱۹۵۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری علالت سے روبصحت ہونے کے شکریہ میں
عزیز مکرم داؤد احمد عرفانی نے میرے سلسلہ حقائق و معارف
قرآنیہ لکھ کے ۵۶ سٹ مکمل خدام الاحمدیہ کی
قائم کردہ مرکزی لائبریریوں کے لئے وقف کئے تھے
جنکی قیمت قریباً سات سو روپے ہے وہ صرف محصول ڈاک
آنے چاہئیں جہاں آپ کی مجلس عاملہ منظور کریگی
بھیجے جاویں گے امید ہے آپ اپنے اجتماع عام میں اعلان کر کے
فہرست مجھے بھجوا دینگے جسکے لئے شکر گزار ہونگا
اخبار الفضل میں بھی اعلان کر دیا جاوے

(حاشیہ ص ٦٥٩ کا) لہ بدر قادیان ۱۲ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۶

۵ اسٹ انصار اللہ کے لئے

اسٹ طلبہ کے لئے [illegible] قائم کر رہے ہیں) ورنہ انجمن اشاعت [illegible]

کی ممبروں کے لئے اور ۱۰ اسٹ کتب احمدیہ

کی دیگر ممبروں کے لئے ہر ایک سٹ غالباً ۵ کتابوں

پر مشتمل ہوگا

میری صحت ترقی کر رہی ہے الحمد للہ [illegible]

دعاؤں کا محتاج ہوں والسلام

خاکسار عرفانی الاسدی

الحکم بلڈنگ سکندر آباد [illegible]

تصانیف

دینیات کی پہلی کتاب، فیثاغورث کی لائف، تقویم فیروزی، ردّ تثلیث، ردّ تناسخ
تحفہ سالانہ یا رپورٹ جلسہ سالانہ (۱۸۹۷ء)، امرتسر کی مادی ترقی کا اصل راز۔
الانذار (۱۸۹۸ء) ۔ اصلاح النظر ۱۹۰۰ء احمدی کامن ۱۹۰۲ء ۔ امداد باہمی ۱۹۰۲ء
تفسیر القرآن جلد ۱ ۔ ۲ (۱۹۰۳ء ۔ ۱۹۰۵ء) ۔ لیکچر فضل حق (۱۹۰۵ء) خطبات کریمیہ ۱۹۰۵ء حصہ اوّل

حقیقت نماز (مئی ۱۹۰۷ء) - اسماء الحسنیٰ (۱۹۰۷ء)

ترجمۃ القرآن پارہ ۱ پارہ ۲ پارہ ۱۵ پارہ ۱۶ پارہ ۱۷ پارہ ۲۳ تا ۳۰

(۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۹ء)

قرآن کریم اور اس کی اعجازی قوت (۱۹۰۹ء) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پہلی تقریر ۲ مارچ ۱۹۰۹ء - قادیان۔

آئینہ حق نما (۱۹۱۲ء) احمدی اور اُن کا مذہب ۱۹۱۰ء، احمدی خاتون جلد ۲ نمبر ۵ ۱۹۱۰ء

حیاتُ النبیؐ جلد اوّل نمبر ۱ اشاعت ۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء - جلد اوّل نمبر دوم اشاعت ۴ دسمبر ۱۹۱۵ء

از ولادت تا تالیف براہین احمدیہ (سلسلہ ملفوظات کریمیہ نمبر ۲ (۱۹۰۶ء)

حیاتِ احمد جلد دوم نمبر اوّل - اشاعت اگست ۱۹۲۱ء

〃 〃 〃 〃 نمبر دوم - (دونوں جلدیں ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۹ء کے حالات پر مشتمل ہیں) اشاعت مارچ ۱۹۳۴ء۔

حیاتِ احمد جلد دوم نمبر سوم (۱۸۸۴ء تا ۱۸۸۸ء) اشاعت دسمبر ۱۹۵۱ء

حیاتِ احمد جلد سوم (۱۸۸۹ء - ۱۸۹۲ء) اشاعت اگست ۱۹۵۲ء

حیاتِ احمد جلد چہارم (۱۸۹۳ء - ۱۸۹۷ء) اشاعت اگست ۱۹۵۳ء

حیاتِ احمد جلد پنجم (۱۸۹۸ء - ۱۹۰۰ء) اشاعت دسمبر ۱۹۵۴ء

حیاتِ احمد جلد ششم (اس کے سرورق پر بھی سہواً جلد پنجم ہی چھپا ہے) یہ جلد ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۲ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے اشاعت اپریل ۱۹۵۶ء

سلک مرداریدحصّہ اوّل - حصّہ دوم ۱۹۱۸ء

احمدی عورتوں کے فرائض (۱۹۲۳ء)

حیاتِ ناصر (۱۹۲۷ء)

سیرت حضرت .... اماں جان حصہ دوم فروری ۱۹۴۵ء

"اسماء القرآن فی القرآن" (ستمبر ۱۹۴۷ء)

قرآنی دعاؤں کے اسرار (۱۹۴۸ء)

"اعجاز القرآن نا یثبت بالقرآن" اکتوبر ۱۹۴۹ء

"البیان فی اسلوب القرآن" (۱۹۴۹ء)

کتاب الصیام (مئی ۱۹۵۰ء)

کتاب الحج (نومبر ۱۹۵۰ء)

ذکرِ حبیب دسمبر (۱۹۵۰ء)

امثال القرآن (۱۹۵۰ء)

رحمۃ للعالمین فی کتاب مبین حصہ اوّل ۔ دوم (۱۹۵۰ء)

کتاب الزکوٰۃ (۱۹۵۱ء)

کتاب الآداب حصہ اوّل نومبر ۱۹۵۱ء

احکام القرآن حصۂ اوّل (مارچ ۱۹۵۲) حصہ دوم (نومبر ۱۹۵۲ء)

حکمت الرحمٰن فی آیاتِ القرآن (جنوری ۱۹۵۳ء)

تاریخ القرآن (۱۹۵۳ء)

تفہیم القرآن (جنوری ۱۹۵۵ء)

مقطّعات قرآنی کی فلاسفی

"حیاتِ حسن"

حیات حضرت میر ناصر نواب صاحب

نظام قومی ۲۸ر دسمبر ۱۹۰۸ء ۔ قادیان

دوسری جنگِ مقدس (جلد اوّل)

عبادِ پدر

معرفتِ الٰہی کے وسائل

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

تہذیب (بچوں کے لیے)

"ارمغانِ عرفانی فی حیاتِ عثمانی"

محامد المسیح

سیرت مسیح موعود (جلد اوّل تا پنجم)

مشاہدات عرفانی

محامد المسیح (قادیان) [1]

اولاد

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی الاسدی (مجاہد مصر و مدیر الحکم)

شیخ یوسف علی صاحب عرفانی الاسدی

شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی الاسدی

۱۸۔ حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب آف بمبئی

(ولادت ۱۸۷۳ء۔ بیعت ۱۸۹۶ء۔ وفات ۷ دسمبر ۱۹۵۷ء [2])

حضرت سیٹھ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں ۱۸۹۳ء میں پنجاب کے اردو اخبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مضامین دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ صاحب مدعی مہدویت و مسیحیت کون ہیں ان کی تعلیم کیا ہے۔ ان کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ سچ مچ وہ مہدی آخرالزمان اور مسیح ابن مریم ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا اخبارات محض دشمنی سے ایسے مضامین لکھ رہے ہیں۔ پہلے مَیں نے زبانی طور سے اپنے حلقہ احباب میں تحقیق اور تفتیش شروع کی۔ مگر پھر خیال کیا کہ زبانی باتوں سے تسلّی نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ ان کی تصنیفات دیکھوں۔ اس لیے براہین احمدیہ سے لے کر آئینہ کمالاتِ اسلام تک کی تمام تصنیفات بذریعہ وی۔ پی منگوا کر پڑھیں۔ لیکن ان کتابوں کے پڑھنے میں سُستی اور غفلت کی وجہ سے ڈیڑھ دو سال کا عرصہ گذر گیا۔ آخر دل نے گواہی دی۔ کہ یہ شخص سچا ہے؛

---

[1] محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیر کے قلم سے مضمون "حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی تصانیف اور آپ کا کام" زیرِ عنوان اخبار بدر قادیان (۲۳ جنوری ۱۹۵۸ء) میں شائع ہوا تھا جو ضمیمہ میں شامل ہے۔ [2] الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۴ و ۱۱ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

اس کے بعد اپنی قوم کچھی میمن کے ایک پیشوا جن کے سلسلہ بیعت میں میرے والد صاحب اور میرے دوسرے بزرگ رشتہ دار بھی منسلک تھے۔ علاوہ اس کے کچھ کاٹھیاواڑ۔ سندھ بمبئی وغیرہ کے دوسرے مسلمان بھی قریب ڈیڑھ لاکھ اشخاص ان کے مرید تھے۔ اور میں بھی اپنی پندرہ سولہ سالہ عمر میں ان کو مل چکا تھا۔ وہ بمبئی میں ہر سال قریباً آیا کرتے تھے۔ اور پیر سائیں جھنڈے والے کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۵ء کے آخر یا ۱۸۹۶ء کے اوائل میں میں نے ایک خط بزبان فارسی ان کو لکھا۔ کہ ہم تو دنیا دار ہیں اور روحانی آنکھوں سے اندھے ہیں۔ اور آپ لاکھوں انسانوں کے پیشوا اور راہنما ہیں۔ صاحب بصیرت ہیں۔ لہٰذا آپ حلفاً جواب دیں۔ کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت اپنے دعویٰ میں صادق ہیں یا کاذب۔ اگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ سچے ہیں۔ اور ہم ہدایت سے محروم ہو گئے تو آپ خداتعالیٰ کے نزدیک اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور اگر وہ جھوٹے ہیں اور ہم نے نادانی سے ان کو مان لیا۔ تو ہماری گمراہی کا وبال بھی آپ کے سر پر ہے۔ اس کا جواب بعد القاب آداب سوال متفسرہ کے بارے میں انہوں نے مجھے لکھا۔ کہ

شہادت اوّل:۔ ہمارے سلسلہ کا دستور ہے۔ کہ مابین نماز مغرب و عشاء ہم اپنے مریدوں کے ساتھ حلقہ کر کے ذکر اللہ کیا کرتے ہیں۔ ایک روز اس حلقہ میں بحالتِ کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے دیکھا۔ تو ہم نے آپ سے سوال کیا۔ کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے۔ تو آپ نے جواب دیا "از ماست"

شہادت دوم:۔ ہمارے خاندان کا وطیرہ ہے۔ کہ بعد از نماز عشاء ہم کسی سے کلام نہیں کرتے اور سو جاتے ہیں۔ یہی سُنّت رسول ہے۔ ایکدن خواب میں ہم نے آنحضرت صلعم کو دیکھا۔ تو ہم نے سوال کیا۔ کہ حضور مولویوں نے اس شخص پر کفر کے فتوے لگا دیئے ہیں۔ اور اس کو جھٹلاتی ہیں تو۔ آپ نے ارشاد فرمایا " درعشقِ ما دیوانہ شدہ است"

شہادتِ سوم:۔ ہمارا سلسلہ اور خاندان تہجد گزار ہے۔ اس لیے ہم روزانہ رات کو ۲ بجے کے بعد اٹھتے ہیں۔ اور نماز تہجد پڑھ کر کروٹ پر لیٹے رہتے اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ کہ یہ بھی سُنّت رسول صلعم ہے۔ ایک دن اسی کروٹ لیٹنے کی حالت میں کچھ غنودگی طاری ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت ہماری حالت نیند اور بیداری کے درمیان تھی۔ تو ہم نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی یا رسول اللہ

اب تو سارا ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے دیدیئے۔ تو آپ نے بڑے جلال میں تین بار دُہرا کر فرمایا " ھو صادق "۔ ھو صادق "۔ ھو صادق " یہ ہے سچی گواہی جو ہمارے پاس ہے ہم آپ کی قسم سے سبکدوش ہو گئے۔ ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے۔ راقم رشید الدین پیر صاحب العلم :

اس کے بعد جولائی یا اگست ۱۸۹۶ء میں مَیں نے حضرت اقدس کی تحریری بیعت کر لی۔

خاکسار اسمٰعیل آدم [1]

حضرت عرفانی الکبیر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر و مؤسس الحکم آپکے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں " سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کے بعد کل کا اسمٰعیل بالکل بدل گیا اور حقیقی معنوں میں ابدال ہو گیا۔ قابلیت موجود تھی، اخلاص تھا۔ اس سلسلہ میں آکر ترقی کرتا چلا گیا۔ اور پھر وہ بمبئی کے سلسلہ کا آدم قرار پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عاشقانہ رنگ میں اخلاص ہے اور سلسلہ کی خدمت میں انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں...... خلافت ثانیہ کی اوّل ہی بیعت کر لی مگر بعد میں شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اور دوسرے لاہوری احباب کے اثر میں لاہور سے تعلق رہا مگر قادیان سے قطع تعلق نہ کیا نہ فسخِ بیعت۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ اصل مرکز سے کامل طور پر وابستہ ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی محبت تھی اور اسی محبت کے اظہار کو خاکسار عرفانی نے بارہا دیکھا۔ ۱۸۹۸ء سے مجھے شرفِ ملاقات نصیب ہوا اور اس تعلقِ مودت و اخوت میں ہر نئے دن نے ترقی بخشی...... حضرت سیٹھ صاحب اب کاروباری سلسلہ سے ریٹائر ہو کر سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہیں اور جماعت احمدیہ بمبئی کے امیر ہیں [2]۔"

حضرت سیٹھ صاحب کے فرزند سیٹھ ہاشم صاحب نے مولانا عبدالمالک خان صاحب فاضل مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کراچی کو بتایا کہ ایک دفعہ متعدد علماء نے والد صاحب کو لکھا کہ آپ اکیلے ہوں گے اور ہم سب آپ کو سمجھانے آئیں گے۔ آپ نے ان کی اس بات کو منظور کر لیا اور اس طرح بجائے اس کے کہ وہ سمجھاتے خدا نے والد صاحب کے لیے تبلیغ اور اتمام حجت کا موقعہ پیدا کر دیا اور آپ

---

[1] الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶ ؛ [2] مکتوبات احمدیہ نمبر پنجم صفحہ ۳۰۸ و صفحہ ۳۰۹ مرتبہ حضرت عرفانی الکبیر مطبوعہ مطبع نظام دکن، حیدر آباد دکن۔

نے دل کھول کر اُن کو تبلیغ فرمائی۔ ایک موقعہ پر آپ نے ابتدائی زمانہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کو لکھ کر میں تین وقت یعنی ظہر و عصر اور مغرب کی نمازیں مسجد میں ادا کرنے جاتا ہوں۔ لیکن تینوں وقت مجھے شدید گالیاں سُننی پڑتی ہیں۔ حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ جمعہ کی نماز زین العابدین ابراہیم صاحب انجینئر کے ساتھ پڑھا کریں۔ وہ مخلص احمدی ہیں۔ اور باقی نمازیں آپ دکان ہی پر ادا کر لیا کریں۔

حضرت سیٹھ صاحب پہلی بار ۱۸۹۸ء میں قادیان تشریف لائے۔ ازاں بعد ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء کو آپ کو خطبۂ الہامیہ حضرت اقدس کی زبانِ مبارک سے سُننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقعہ پر بیت اقصیٰ میں بعد نماز عصر ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے خدام ہیں۔ اس گروپ فوٹو میں حضرت سیٹھ صاحب بھی شریک ہیں۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی شادی ہوئی۔ اس مبارک تقریب پر حضرت سیٹھ صاحب نے ایک عمدہ سُرخ رنگ کی مخملی ٹوپی بنوائی اور اس پر یہ الہام لکھوایا۔

مظهر الحق والعلاء کان الله نزل من السماء

اور حضرت اقدس سے درخواست کی کہ نکاح کے وقت یہ ٹوپی دولہا کو پہنا دی جائے اس کے علاوہ ایک ریشمی اوڑھنی جس میں زرّیں فیتے وغیرہ ٹانکے تھے دلہن کے لیے بھجوائی۔[۱] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس محبت آمیز تحفہ پر اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مندرجہ ذیل خط آپ کے نام تحریر فرمایا۔

---

[۱] الفضل ۲۹ر جنوری ۱۹۵۸ء صہ ۵

عکس مکتوب سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ

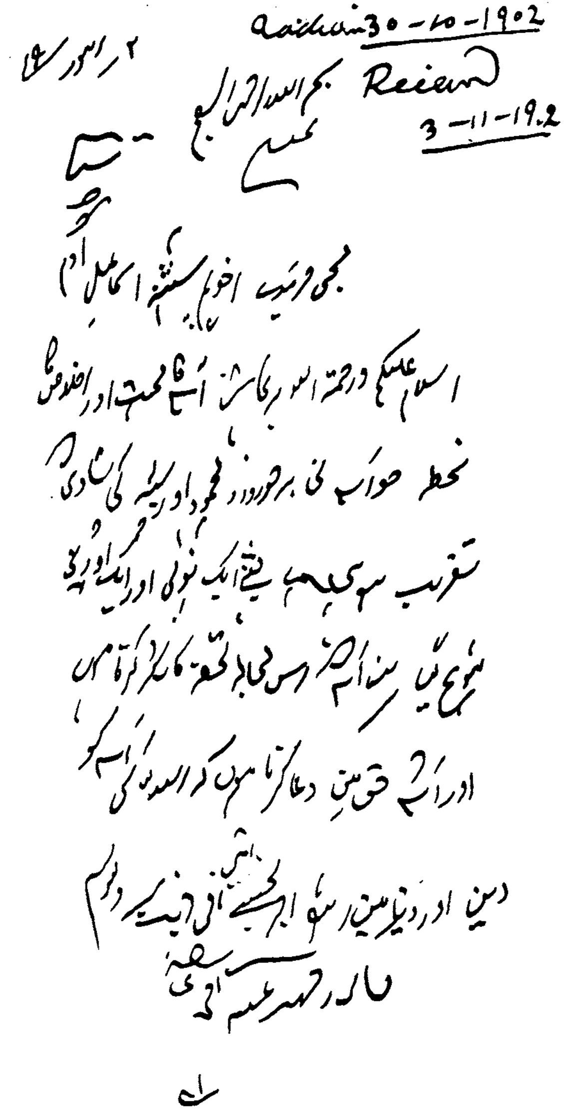

Qadian 30-10-1902

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Recieved 3-11-1902

نحمدہ و نصلی

محبی عزیزی اخویم سیٹھ اسمٰعیل آدم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت اور اخلاص کا

خط جواب کی برخوردار محمود احمد کی شادی

تقریب ہوئی ہے بھیجے ایک ٹوپی اور ایک اور کپڑہ

پہنچ گیا میں آپ کی اس محبت و تحفہ کا شکر کرتا ہوں

اور آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو

دین اور دنیا میں رشد اور ایسے آپ کی خیر و برکت

والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ

لہ

لہ حضرت اقدس کے مکتوب کا یہ عکس حضرت سیٹھ صاحب کے پسران آدم اسمٰعیل صاحب و ہاشم اسمٰعیل صاحب کراچی کے ایک رسالہ "حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم بمبئی والے" کے صفحہ ۹ سے ماخوذ ہے جسے خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب بمبئی نے مرتب کیا تھا۔ مطبوعہ لیتھو آرٹ پریس کراچی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

مجی عزیزی اخویم سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا محبت اور اخلاص کا تحفہ جو آپ نے برخوردار محمود اور بشیر کی شادی کی تقریب پر بھیجا ہے یعنی ایک ٹوپی اور ایک اوڑھنی پہنچ گیا ہے۔ میں آپ کے اس محبانہ تحفہ کا شکر کرتا ہوں اور آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں اس کا اجر بخشے۔ آمین باقی خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

مندرجہ بالا مکتوب اور اس کے علاوہ پندرہ مزید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات حضرت عرفانی الکبیر نے مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (ص۳۰۹ تا ص۳۱۸) میں شائع فرما دیئے ہیں۔

حضرت سیٹھ صاحب ایک لمبا عرصہ تک جماعت احمدیہ بمبئی کی امارت کے فرائض کامیابی سے سرانجام دیتے رہے۔ آپ وسیع دینی معلومات رکھتے تھے اور بڑے بڑے لوگوں کو تبلیغ سے قائل کر لیا کرتے تھے۔ مرکز سے آنے والے ہر شخص کی خواہ مبلغ ہو خواہ تحریک جدید وقفِ تجارت سے تعلق رکھنے والا آپ اس کی بے حد عزت کیا کرتے اور اس کا خیال رکھتے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ تہجد گزار تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ نے کراچی میں مستقل بود و باش اختیار فرمائی اور باوجود ضعیفی کے جمعہ اور جماعت کے دیگر عام اجتماعات میں شرکت فرماتے۔ پہلی بار جب چوہدری عبداللہ خانصاحب جماعت احمدیہ کراچی کے امیر منتخب ہوئے تو اس جلسہ کی صدارت آپ نے فرمائی[1] حضرت سیٹھ صاحب تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے اور آپ کا اسم گرامی مطبوعہ فہرست کے ص۱۴۵ پر شائع شدہ ہے۔

اولاد:۔ ۱۔ آدم اسمٰعیل صاحب کراچی ۔ ۲۔ ہاشم اسمٰعیل صاحب۔ کراچی

---

[1] الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء ص۵ «صد سالہ حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم بمبئی والے» مرتبہ خواجہ محمد اسمٰعیل آف بمبئی سی ۱۶/۱۲ لالوکھیت کراچی۔ ۱۹

۱۹۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب سابق معاون ناظر ضیافت قادیان

(وفات ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۷ء)

آپ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں   کے رہنے والے تھے وہاں کوئی گرلز سکول نہ تھا۔ آپ کے خاندان کی کوئی آٹھ دس بچیاں تھیں جنہیں آپ نے خود قرآن شریف اور اس کا ترجمہ پڑھایا۔ پانچویں جماعت کا پرائیویٹ امتحان دلوایا پھر آٹھویں جماعت کی تیاری کے ساتھ ساتھ حدیث، فقہ اور سلسلہ احمدیہ کی کتابیں پڑھائیں۔

آپ کی تبلیغ سے کئی سعید روحوں نے احمدیت قبول کی، منکسر المزاج اور حلیم الطبع بزرگ تھے مگر عموماً سلسلہ احمدیہ کے مسائل بیان کرتے وقت طبیعت میں جوش آجاتا اور آواز بلند ہو جاتی۔ ایک بار آپ کے گاؤں کے ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ پنجابی نظم میں لکھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی شان اقدس میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ حضرت شیخ صاحب نے اس رسالہ کا جواب پنجابی نظم میں لکھا اور شائع کرایا۔

آپ کی صاحبزادی عنایت بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ:۔

"وفات سے قریباً ہفتہ عشرہ پہلے اپنے بیٹے کو اور مجھے پاس بلا کر کہا خلافت سے وابستہ رہنا ماں باپ اولاد کو غلط راہ پر نہیں لگاتے۔ مَیں نے معجزات دیکھے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے صداقت دیکھی ہے خلافت کے بغیر ایمان کامل نہیں رہتا اور بہت سی نصیحتیں کیں اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بہت دعائیں کرتے تھے نماز باجماعت ادا کرتے اور تہجد بھی پڑھتے تھے نیک مشورہ دینا۔ بُرے کاموں سے روکنا نیک کاموں کی ہدایت کرنا لڑائی جھگڑا میں صفائی کرانا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا غریب مسکین مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی ان کا شیوہ تھا۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو جلسہ سالانہ کے سٹیج پر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی[۱] اور آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"یہ اس رفیق[۲] کا جنازہ ہے جس نے کئی نشان دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت

۱؎ الفضل ۷ر فروری ۱۹۵۸ء صفحہ ۵۔ ۲؎ یہاں "صحابی" کا لفظ تھا

کی تھی۔[1]

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب نے آپ کی وفات پر لکھا کہ:۔

"یہ جنازہ جو کہ خدا تعالیٰ کے موعود خلیفۃ المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں قریباً ستر ہزار مومنین نے ۲۸ر دسمبر کو پڑھا اس پیارے وجود کا تھا جس کا دل سلسلہ کے اخلاص میں ڈوبا ہوا اور پُرسرور اور چہرہ پُرنور اور بشاشت سے بھرپور تھا۔ یہ جنازہ شیخ عبدالحق صاحب .... کا تھا۔ ہاں اس خوش قسمت انسان کا جس کے متعلق نماز ادا کرنے سے پہلے حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ:۔

"یہ اس رفیق کا جنازہ ہے جس نے کئی نشان دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔"

ہمارا عبدالحق ہر طرح پیار کے لائق تھا کیونکہ اس کا دل محبت اور پیار سے پُر رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے دوستوں کو نہایت خندہ پیشانی سے ملتا اور بغل گیر ہوا کرتا تھا۔ اس کی پُرلطف نظر اس خاکسار پر پڑا کرتی تھی اس طرح کی بار بار کی توجہ خاص نے میرے دل کو بھی محبت کرنے پر مجبور کر دیا اور میرا دل اس قدر فریفتہ ہو گیا کہ ہر وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔ جب یہ محبوب دل کی بیماری کی وجہ سے ربوہ سے باہر چلا گیا تو میں ان کے فرزند ارجمند مولوی عبدالواحد صاحب سابق مبلغ ایران سے بار بار پوچھا کرتا تھا کہ شیخ صاحب کب ربوہ آئیں گے۔ اور وہ کیوں یہاں ہی نہیں رہتے اور بار بار میں پیغام بھجوایا کرتا تھا کہ آپ یہاں آجائیں یہ ایک دن کی بات نہ تھی ایک بار کا تقاضا نہ تھا بلکہ دو سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ میں بیسیوں بار خیر و عافیت اور ربوہ تشریف لانے کے متعلق دریافت کیا کرتا تھا وہ اپنی شدت مرض کی وجہ سے ربوہ نہ آسکے لیکن میرے خدا نے مجھے کراچی لے جا کر فروری ۱۹۵۷ء میں اِن کی زیارت کرا دی۔ چونکہ پیاس بجھی نہ تھی۔ اس لیئے اس کے دو تین ماہ بعد میں نے مولوی صاحب موصوف سے پھر دریافت کرنا شروع کر دیا کہ شیخ صاحب کب آئیں گے۔ تو ان کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ابھی کچھ پتہ نہیں اس پر میں ہمیشہ یہی کہا کرتا

---

[1] روزنامہ الفضل ۳ر جنوری ۱۹۵۸ء صد ۵

تھا کہ ان کو میری طرف سے لکھیں کہ اب یہیں آجائیں۔ ڈرنے کی کون سی بات ہے۔ دیارِ محبوب ہی ہے گویا اگر رخصت کا وقت بھی آگیا تو عین دلی خواہش کے پورا ہونے کے مترادف ہوگا۔

چنانچہ وہ اپنی خوش قسمتی کے سایہ میں آیا اور اپنی مراد کو پہنچ گیا۔[1]

اولاد

مولوی شیخ عبدالواحد صاحب مجاہد چین، ایران، فجی

دوسرے مخلصین سلسلہ کا ذکرِ خیر

۱۹۵۷ء میں کبار اصحاب مسیح موعودؑ کے علاوہ سلسلہ کی کئی اور نہایت مخلص اور یگانہ روزگار شخصیات داغ مفارقت دے گئیں جن کا ذکر مختصراً ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی مردان (وفات ۱۹ راپریل ۱۹۵۷ء)

صاحبزادہ صاحب ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوئے۔ آپ محکمہ نہر میں ضلعدار تھے۔ نہایت جری اور پُرجوش داعی الی اللہ تھے آپ کے خلاف مخالفت کے شدید طوفان اٹھے۔ خاصی جائیداد سے محروم ہونا پڑا۔ کئی جگہ آپ پر پتھراؤ کیا گیا۔ مگر آپ ہر ابتلاء میں قدم آگے ہی آگے بڑھاتے گئے خدا نے مخالفین کا زور توڑ دیا اور اُن کے عمدہ نمونے سے کئی لوگ احمدی ہوگئے۔ صاحب رؤیا تھے، حکیم حاذق بھی تھے اور ہمیشہ غریبوں اور ناداروں کا مفت علاج کرتے تھے اور معذوروں کے گھر پہنچ کر طبّی امداد پہنچاتے تھے پہلی جنگ کے بعد انفلوئنزا کی وباء پھیلی تو آپ نے سینکڑوں گھروں میں جا کر علاج کیا۔ صاحبزادہ صاحب مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ قبول احمدیت کے بعد انہیں اپنی خاصی جائیداد اور ملازمت سے محروم ہونا پڑا۔ بایں ہمہ انہوں نے کسی مہمان یا غریب حاجت مند کو خالی نہیں جانے دیا۔ بعض دفعہ اپنے گھر کی قیمتی چیز فروخت کر کے حاجت مندوں کی حاجت پوری کر دی قیام پاکستان کے موقعہ پر آپ اپنی جائیداد

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳ رجنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۵

بیچ کر مسافروں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے رہے۔ اپنے علاقہ کے اکثر غریب احمدیوں، یتیموں اور بچوں کے قیام وطعام کا انتظام فرماتے اور تکمیل تعلیم تک طالبعلموں کی فیس بھی اپنی جیب سے دیتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ایک والہانہ عقیدت تھی۔ عمر کے آخری ایام میں بوجہ بیماری وکمزوری ربوہ نہیں جا سکتے تھے اس لیے ربوہ جانے والوں کو گلے لگا کر انہیں پُرنم آنکھوں سے الوداع کہتے اور فرداً فرداً خاندان کے افراد کا نام لے لے کر انہیں السلام علیکم کا پیغام بھیجتے۔ صوبیدار عبدالغفور خاں صاحب سابق نائب افسر حفاظت مصلح موعود کا بیان ہے کہ :-

"چونکہ مَیں اکثر ربوہ جاتا رہتا تھا اس لیے مجھ سے بہت خوش رہتے اور میرے لیے بہت دعائیں کرتے۔ جب مَیں ربوہ سے واپس جاتا تو میرے ساتھ بار بار مصافحہ کرتے اور کہتے تم نے حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا ہے اور سارا دن واقعات دریافت فرماتے۔ مجھے اکتوبر ۱۹۵۶ء میں حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت عالیہ میں نائب افسر حفاظت کے طور پر طلب کیا گیا تو مَیں نے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں اپنے جملہ واقعات پیش کیے۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ تم فوراً جاؤ اور یہ معاملات خدا تعالیٰ پر چھوڑ جاؤ۔ یہاں کی تمام ضروریات ہم پوری کریں گے یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ تم کو ایسی خدمت کا موقعہ ملا ہے اس پر مَیں توکل کر کے اس خدمت کے لیے چلا آیا۔"[1]

۲۔ نواب اکبر یار جنگ صاحب سابق جج ہائیکورٹ حیدر آباد دکن

(وفات ۱۵، ۱۶ ؍جون ۱۹۵۷ء بعمر ۸۰ سال)

حضرت نواب صاحب سلسلہ کے ایک نہایت مخلص اور پرانے مقتدر عالم، صاحب اثر و رسوخ شخصیت اور اعلیٰ پایہ کے قانون دان تھے۔ حیدر آباد ہائیکورٹ میں ان کے فیصلوں کو بطور نظیر اور مثال پیش کیا جاتا تھا۔ سلسلہ کی تحریری اور تقریری خدمات میں بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا اور اپنے دنیوی وقار اور اعلیٰ حیثیت کو ہمیشہ دینی خدمات اور سلسلہ کی ترقی کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ بسا اوقات حیدر آباد کے امراء اور وزراء کو اپنے مکان پر مدعو کر کے پیغام حق

---

[1] الفضل ۲۹ ؍مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵؛ الفضل ۲۰ ؍جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

پہچانتے تھے۔

آپ نہایت مخیر، غریب پرور اور مثالی مہمان نواز بزرگ تھے آپ کے دستر خوان پر روزانہ ایک جماعت شامل ہوتی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود اور خاندان حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السّلام کے ساتھ والہانہ عشق تھا جب آپ منصفی کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو وکالت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ایک ایسے شخص کے لیے جو اسی عدالت میں ایک عرصہ دراز تک جج رہا ہو بطور وکیل پیش ہونا عزت نفس کے خلاف سمجھا جا سکتا ہے لیکن آپ نے اپنے پیارے اور مقدس آقا کے ارشاد کی نہایت انشراح صدر اور خندہ پیشانی سے تعمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خلوص اور عقیدت کو بہت نوازا اور وکالت کا کام آپ کے لیے بہت نفع مند اور مفید اور بابرکت ثابت ہوا

آپ اردو زبان کے بلند پایہ اور صاحب طرز ادیب اور عربی اور فارسی کے بھی جید عالم تھے۔ طبیعت بہت فہمید، باوقار اور سلجھی ہوئی پائی تھی اور مطالعہ بہت وسیع تھا[1] حضرت مولوی عبدالمغنی خاں صاحب مرحوم کے قریبی عزیزوں میں سے اور اصل وطن قائم گنج (یوپی) تھا[2]

آپ کے وصال پر اخبار "صدق جدید" (لکھنؤ) نے ۲۸ رجون ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں یہ نوٹ شائع کیا۔

" دکن کی خبر ہے کہ ۱۵ ر ۱۶ رجون کی درمیانی شب بلدہ حیدر آباد میں اکبر یار جنگ نے وفات پائی اور ۱۶ رجون کو مدفون ہوئے۔ نام غلام اکبر خان تھا۔ وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد تھا۔ مگر نو عمری ہی سے حیدر آبادی ہو گئے تھے اب سن ۷۰ سے کچھ اوپر ہی ہوگا ایک زمانہ میں نامور وکیل تھے۔ پھر ہائیکورٹ کے جج ہو گئے۔ چند سال امور سیکرٹری (معتمد امور عامہ و تعلیمات و تعمیرات وغیرہ) کے با اقتدار عہدہ پر فائز ہوئے صدق و مدیر صدق دونوں سے حسن ظن شروع سے قائم رکھے ہوئے تھے۔ اپنی قانونی مہارت کے علاوہ اپنی فیاضی، مہمان نوازی اور خلق اللہ کی خدمت و حسن سلوک کے لیے ممتاز تھے۔ قادیانی یا احمدی تھے۔ لیکن علماء اہل سنت سے بھی گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا عبدالباری ندوی، اور ہیچمدان مدیر صدق پر بڑا اعتماد رکھتے تھے اور مشہور

---

[1] بدر ۳۰ رجون ۱۹۵۷ء صا ؛ [2] الفضل ۲۰ رجون ۱۹۵۷ء صا

فاضل مفتی محمود حسن خاں ٹونکی صاحب معجم المصنفین کو تو سالہا سال اپنا معزز مہمان بنائے رکھا۔[1]

۳۔ مولوی سیّد عبد السّلام صاحب مرحوم (اڑیسہ) (وفات ۱۱ راکتوبر ۱۹۵۷ء)

مولوی سیّد عبد السلام صاحب آف اڑیسہ، حضرت مولوی سید عبد الرحیم صاحب کے صاحبزادہ تھے جو اڑیسہ کے اوّلین اصحاب مسیح موعودؑ میں سے تھے۔ مولوی سیّد عبد السّلام صاحب نے قادیان میں مولانا جلال الدین صاحب کے ساتھ مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا بعدہ کچھ عرصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں معلّم رہے پھر وطن آ گئے اور گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ مولوی مقرر ہوئے اور عرصہ ملازمت میں سلسلہ تبلیغ بھی جاری رکھا آپ اعلیٰ درجہ کے مقرر اور کامیاب مناظر تھے اور فریق مخالف کو لاجواب کر دیتے تھے۔

آپ کے دو مناظرے ہمیشہ یادگار رہیں گے ایک مناظرہ تین چار علماء سے سونگھڑہ میں مولوی سیّد غلام رسول صاحب پولیس سب انسپکٹر کی خواہش پر سب انسپکٹر کے مکان پر ہوا۔ بحث کئی روز تک جاری رہی بالآخر جب سیّد غلام رسول صاحب نے دیکھا کہ ان کے علماء نے ہر موقعہ پہ ہزیمت اٹھائی ہے اور وہ احمدیت کے دلائل سے عاجز آ گئے ہیں تو انہوں نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہو گی۔"

(متی باب ۱۷ آیت ۲۰)

یہ حوالہ پیش کر کے مولوی عبد السّلام صاحب نے پادری صاحب سے فرمایا کہ پادری صاحب پہاڑ تو دور کی بات ہے یہ لیمپ جو میز پہ رکھا ہے آپ کے کہنے پہ ٹل جائے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ واقعی یسوع مسیح کے پیرو ہیں اور آپ میں ایمان کی کچھ خوبو ہے پادری صاحب بہت سٹ پٹا گئے اور گھبرا کر ایک نوٹ نکال کر دکھایا اور فرمانے لگے کیا آپ اس جماعت میں سے ہیں۔؟

---

[1] بحوالہ "بدر" ۱۱ رجولائی ۱۹۵۷ء ص کالم ۴

وہ فوٹو حضرت مفتی محمد صادق صاحب مبلغ امریکہ کا تھا۔ مولوی صاحب نے بڑی جرأت سے جواب دیا الحمد للہ میں اسی جماعت میں سے ہوں اور احمدی ہوں ۔ پادری صاحب نے مسلمانانِ بالسیر کو اشتعال دلاتے ہوئے کہا کہ آپ کے علماء تو ان پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ اب آپ خوشی خوشی اپنے مکانوں کو تشریف لے جائیں کیونکہ مجھ کو احمدی عالم نے دلائل و براہین کے ذریعہ اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور بھر بھری مجلس میں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔

دوسرا مناظرہ جس میں آپ کو فتح مبین حاصل ہوئی بالسیر کے مشہور پادری اور مشنری کالج کے پروفیسر پادری عبدالسبحان کے ساتھ ہوا[1]۔ پادری صاحب نے اسلام کے خلاف آگ سی لگا دی تھی۔ معزز مسلمانانِ بالسیر جو سب غیر احمدی تھے پادری صاحب کے جوابات کی تاب نہ لا کر آپ کی خدمت میں آئے آپ نے مظلوم مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر انہیں تسلی دی اور پادری صاحب کے چیلنج کو منظور کر لیا اور ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ پادری صاحب کو بحث سے پہلے ہرگز یہ نہ بتانا کہ میں احمدی ہوں ورنہ وہ فرار ہو جائیں گے ۔ بہرحال مناظرہ طے ہو گیا ۔ آپ نے ابتداء ہی میں ابھی اسلام کی تائید اور عیسائیت کے رد میں دو چار دلائل دیئے تھے کہ پادری صاحب بدحواس سے ہو گئے ۔ محترم مولوی صاحب نے پادری صاحب کو للکارتے ہوئے بڑے زور دار الفاظ میں انجیل کے حوالہ سے حضرت یسوع مسیحؑ کا یہ قول پیش کیا ۔ اس پر پادری صاحب کہنے لگے کہ آپ لوگ بیٹھے بٹھائے کس شخص کو میرے پاس لے آئے ؟ مگر غیور مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ ہمارے مولوی صاحب ہیں یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے آپ اس وقت ہمارے مولوی صاحب کے سوالوں کے جوابات دیں ۔ اس طرح پادری صاحب کا یہ آخری وار خالی گیا اور وہ دوسرے ہی روز فرار ہو گئے[2]۔

---

[1] یہ ۱۸ رجولائی کا واقعہ ہے اور الفضل ۸ راگست ۱۹۳۳ء صے پر اس کی تفصیل شائع شدہ ہے (تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۱۴۹) [2] اخبار بدر ۲۱ نومبر ۱۹۵۰ء صہ۹ (خلاصہ مضمون جناب مکرم سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ)

خالدِ احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ گجراتی کی وفات

۱۹۵۷ء کے عام الحزن کا اختتام خالدِ احمدیت حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل گجرات کے المناک قومی سانحہ وفات پر ہوا۔ حضرت ملک صاحب سلسلہ احمدیہ کے بلند پایہ مناظر، نامور مصنف، مخلص و غیور خادم، شگفتہ مزاج، قانون دان اور نکتہ رس اور متبحر عالم دین تھے۔ آپ حضرت برکت علی صاحبؓ کے لختِ جگر تھے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد مبارک میں ۱۳/نومبر ۱۹۰۹ءؑ کو (مطابق ۲۹ شوال ۱۳۲۷ ہجری بروز ہفتہ) پیدا ہوئے (یعنی سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمدؒ خلیفۃ المسیح الثالث کی ولادت باسعادت سے صرف تین روز قبل آپ نے مڈل کا امتحان مشن اسکول گجرات سے اور میٹرک انٹرمیڈیٹ کالج گجرات سے ۱۹۲۶ء میں کیا ۱۹۳۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایٹ بنے۔ فرماتے تھے کہ اس وقت سارے کالج میں صرف مَیں واحد مسلمان سٹوڈنٹ تھا جس نے

ؑ والد ماجد کا نام ملک وزیر بخش ولادت قریباً ۱۸۶۹ء وفات ۲۰/دسمبر ۱۹۵۱ء حضرت ملک برکت علی صاحب گجرات سے تعلیم حاصل کر کے بغرض ملازمت لاہور میں مقیم تھے اور پیر جماعت علی شاہ کی بیعت میں تھے کہ آپ کو اکاؤنٹنٹ جنرل لاہور کے ایک غیر احمدی میاں شرف الدین صاحب کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کی پُرمعارف کتب کے مطالعہ کا موقعہ ملا ازاں بعد آتھم اور لیکھرام سے متعلق پیشگوئیوں کا ظہور ہوا جس پر آپ نے ۱۸۹۸ء میں بیعت کا خط لکھ دیا تھا پھر ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں قادیان دارالامان میں جاکر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا (رجسٹر روایات جلد ۱۰ صفحہ ۴۷ تا صفحہ ۶۰)

ؒ ولادت اور طالب علمی سے متعلق بعض معین تواریخ پندرہ روزہ "پیام گجرات" یکم ستمبر ۱۹۵۶ء (منقول الفضل ۲۳/جنوری ۱۹۵۸ء) سے اخذ کی گئی ہیں اور اس اعتبار سے مستند ہیں کہ حضرت ملک صاحب مرحوم کی زندگی میں شائع ہوئیں اور قیاس غالب یہ ہے کہ آپ کی مہیا کردہ معلومات کی بناء پر مرتب ہوئیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی۔ آپ کو دین سے عشق اور جوش تبلیغ اپنے والدِ معظم سے ورثہ میں ملا تھا جو حلقہ گجرات میں نائب مہتمم تبلیغ تھے۔ آپ کو بچپن ہی سے حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی کتب سے دلی شغف تھا جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور ساتھ ہی آپ کے تبلیغی جذبہ میں بھی غیر معمولی اضافہ کا موجب بنتا گیا۔ آپ قلم و زبان کی زبردست صلاحیتوں اور استعدادوں کے حامل تھے جن کو آپ نے طالب علمی کے دور ہی سے خدمتِ دین کے لیے عملاً وقف کر دیا۔

چنانچہ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد چوہدری بشیر احمد صاحب سے مل کر گجرات میں "لیگ ایسوسی ایشن" کی بنیاد رکھی جس کے صدر اور روح رواں آپ ہی تھے۔ ۱۹۲۵ء میں جبکہ آپ نویں جماعت میں پڑھتے تھے آپ نے مشن ہائی سکول کے وسیع احاطہ میں ہندوستان کے مشہور پادری عبدالحق صاحب سے کامیاب مناظرہ کیا۔ اس کے بعد گجرات کے آریہ سماج اور غیر احمدی علماء سے مناظرے شروع ہو گئے جس سے ضلع بھر میں آپ کی دھاک بیٹھ گئی۔[1]

مولانا ابوالعطاء صاحب کا بیان ہے:۔

"۱۹۲۶ء کے مارچ میں کھاریاں ضلع گجرات میں مجھے (جبکہ مَیں ابھی حضرت استاذی المحترم حافظ روشن علی صاحب کے پاس پڑھا کرتا تھا) ایک جلسہ کے لیے جانا پڑا۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ برادرم خادمؔ صاحب سے ملاقات ہوئی آپ کی عمر اس وقت ۱۵، ۱۶ برس ہو گی۔ یہ پہلی ملاقات ایسی محبت اور اخوت کی راسخ بنیاد بن گئی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ للّٰہی محبت اور پُر خلوص تعلق کے یہ تینتیس برس آج ایک خواب نظر آتے ہیں۔ محترم خادمؔ صاحب اس وقت دسویں جماعت میں پڑھتے تھے انہیں علمِ دین کا بے حد شوق تھا۔ ہر جگہ معلومات حاصل کرنے کی انہیں دھن تھی۔ عنفوانِ شباب سے ہی وہ مخالفین اسلام و احمدیت کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صقیل ذہن کے ساتھ خاص قوتِ گویائی بھی عطا فرمائی تھی اور یہ کہنا ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ جناب ملک صاحب نے ان مواہب لدنیہ کو ہمیشہ دین کی خاطر خرچ کیا۔"[2]

---

[1] تفصیل چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ گجرات کے قلم سے آگے آ رہی ہے۔ [2] رسالہ "الفرقان" خادم نمبر، جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۔

۱۹۲۸ء میں (مؤلفِ کتاب کی تحقیق کے مطابق) آپ کے قلم سے "نیرِ صداقت" کے زیرِ عنوان پہلا رسالہ شائع ہوا آپ اس وقت ینگ مین ایسوسی ایشن گجرات (پنجاب) کے سیکرٹری تھے حضرت مصلح موعودؓ نے ۸ راگست ۱۹۲۸ء کو اس رسالہ کی اجازت مرحمت کرتے ہوئے فرمایا "اچھی بات ہے اللہ تعالیٰ کتاب کو خلقِ خدا کے لیے مبارک کرے"[1]

گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ کے بعد آپ نے تبلیغی زندگی کے ایک نئے اور وسیع میدان میں قدم رکھا جلد ہی نہ صرف کالج کے ماحول میں بلکہ پورے لاہور میں بھاری شہرت حاصل کر لی۔ آپ نے اس زمانہ میں نہ صرف مخالفینِ احمدیت سے شاندار مناظرے کیے بلکہ احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ لاہور[2] کے صدر کی حیثیت سے لاہور کے نوجوانوں میں تبلیغ کی نئی روح پھونک دی۔ بہت سے تبلیغی پمفلٹ شائع کیے۔ احمدی جماعتوں نے اس نوجوان کی تبلیغی یلغار کے معرکے سُنے تو ہر طرف سے آپ کو مناظروں کے لیے بلایا جانے لگا۔ یہ سلسلہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں پورے زور شور سے شروع ہوا۔ اس دور کے مناظروں میں سے بھینی[3] (ضلع شیخوپورہ) لویریوالہ[4] (تحصیل وزیرآباد) دیو نہ ماجرا[5] (ضلع گجرات) کوٹ رحمت خاں[6] (ضلع شیخوپورہ) کی نہایت دلچسپ تفصیلات اخبار فاروق میں شائع شدہ ہیں جن سے آپ کی حاضر جوابی کی حیرت انگیز قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے غیر احمدی علماء ہی نہیں مشہور پادری اصحاب بھی خوفزدہ ہو جاتے تھے اور آپ کے نام سے ہی اُن پر گویا لرزہ طاری ہو جاتا تھا ۱۵، ۱۶، ۱۷ر جون ۱۹۳۲ء کو چکوال میں عیسائیوں کا جلسہ تھا۔ پادری ایس ایم پال صاحب کی تقریر تھی اور پریذیڈنٹ پادری عبدالحق صاحب تھے۔ ملک صاحب نے وقفہ سوالات میں سوال کرنا چاہا مگر پادری عبدالحق صاحب جو آپ کے نام سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ آپ کو وقت دینے سے صاف انکار کر دیا بعد ازاں سیکرٹری انجمن احمدیہ چکوال نے مناظرہ کا کھلا جواب دیا۔ جس پر پادری صاحب موصوف نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ ہم ملک عبدالرحمن صاحب سے

---

[1] "نیرِ صداقت" صہ ۲۴ ؛ [2] یہ تنظیم ۱۹۳۲ء میں معرضِ وجود میں آئی اور اس کا نام محترم قاضی محمد اسلم صاحب امیر جماعت لاہور نے تجویز فرمایا تھا۔ ۳۳-۱۹۳۲ء میں محترم ملک صاحب مرحوم اسکے صدر تھے

[3] تاریخ انعقاد ۱۷، ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۱ء (فاروق ۷ر دسمبر ۱۹۳۱ء) ؛ [4] منعقدہ ۲۸، ۲۹ر نومبر ۱۹۳۱ء (فاروق ۳۲ ۱۹ء صلا) ؛ [5] منعقدہ ۶، ۷ر دسمبر ۱۹۳۱ء (فاروق ۱۴ر مارچ ۱۹۳۲ء) ؛ [6] منعقدہ ۲۴، ۲۵ر فروری ۱۹۳۲ء (فاروق ۲۱ر مارچ ۱۹۳۲ء صنہ)

گفتگو کرنے کو تیار ہیں نہ مناظرہ طے کرنے کے لیے۔ پادری صاحبان اس اعلان کے بعد چکوال میں مختصر سا قیام کر کے جہلم بھاگ آئے[1]

آپ کے بڑے صاحبزادے ملک عبد الباسط صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"آپ دُور دُور جا کر احمدیت کے مخالفین سے مناظرے کرتے تھے اور بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی بلکہ میں ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب و کامران ہی واپس آتا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور کئی مناظروں کے لیے مجھے منتخب فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت، تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے"[2]

۱۹۳۴ء میں پہلی دفعہ آپ نے بطور نمائندہ مشاورت میں شرکت کی۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے لاء کالج سے قانون کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال جلسہ سالانہ قادیان کے مقدس سٹیج سے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کو آپ کی پہلی بار تقریر ہوئی عنوان تھا "وابستگانِ خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت"[3]۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے گجرات میں پریکٹس کا آغاز کیا۔ اس سال ۳ ستمبر کو آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے محترمہ زمانی بیگم صاحبہ عرف سوزی (دختر خان بہادر آصف زمان خان صاحب کلکٹر بیلی بھیت) سے دس ہزار مہر پر پڑھا[4] ۱۹۳۸ء میں آپ کے ہاتھوں گجرات شہر میں "حلقہ ادب" کی بنیاد رکھی گئی جس کے صدر آپ تھے[5] ۱۹۳۹ء میں آپ نے مجلس مشاورت میں سرگرم حصہ لینا شروع کیا۔ چنانچہ اس سال کی مشاورت میں آپ نظارت علیا کی سب کمیٹی کے ممبر نامزد کیے گئے۔ صدر کمیٹی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب تھے۔ اس مشاورت کے دوران آپ نے جلسہ جوبلی کے پروگرام کی بحث میں بھی حصہ لیا اور حضرت مصلح موعودؓ کے حضور نہایت عمدگی سے اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا[6]

---

[1] "اخبار فاروق" قادیان ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۔۱۲ ؛ [2] "الفرقان خادم نمبر" جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۸

[3] الفضل دسمبر ۱۹۳۶ء ؛ [4] اولاد:۔ ملک عبد الباسط صاحب۔ ملک عبد الماجد صاحب۔ امۃ الحکیم صاحبہ۔ امۃ الجمیل صاحبہ

[5] "پیام" گجرات یکم ستمبر ۱۹۵۶ء ؛ [6] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء

۱۹۴۰ء سے آپ نے رمضان المبارک میں پورے قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا جو ۲۲ سال تک جاری رہا[۱]
۱۹۴۴ء میں آپ امیر شہر گجرات منتخب ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں آپ امیر ضلع گجرات کے عہدہ پر ممتاز کیے گئے
جسے آپ نے زندگی کے آخری سانس تک کمال خوش اسلوبی سے نباہا۔

آپ ۱۹۳۰ء سے مسلم لیگ گجرات کے ممتاز ممبر تھے اور تحریک پاکستان کی جدوجہد میں ایک انتھک مجاہد کی حیثیت سے گرانقدر خدمات بجالا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۶ء میں پنجاب مسلم لیگ نے خضر وزارت کے خلاف جو تحریک شروع کی اس میں آپ ڈیفنس کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔ جب حکومت کی طرف سے صلح کی بات چیت شروع ہوئی تو پنجاب کے مقتدر لیڈروں نے قائداعظم سے مشورہ کرنے کے لیے آپ کو کراچی بھیجا اسی سال آپ کے زیر انتظام گجرات میں ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا[۲] ۲؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گجرات میں ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں راجہ غضنفر علی خاں صاحب وزیر پاکستان اور آپ کے مشورہ سے آزاد کشمیر حکومت کے قیام کا مسودہ تیار کیا گیا اور ۳؍اکتوبر کو پیرس ہوٹل راولپنڈی کے خصوصی اجلاس میں مسودہ کی منظوری دی گئی اور آزاد کشمیر حکومت کا اعلان کر دیا گیا[۳] حضرت مصلح موعودؓ کے حکم پر جولائی ۱۹۵۲ء میں جماعت احمدیہ کا ایک وفد کراچی گیا اور اُس نے خواجہ ناظم الدین صاحب وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کی اور اختلافی مسائل میں جماعت احمدیہ کے دینی مسلک کی تین گھنٹے تک ترجمانی کی اس وفد کے آپ بھی رکن تھے[۴]

۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت پنجاب میں آپ نے جماعت احمدیہ پر اعتراضات کا جواب اس شان سے دیا کہ فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں اس کا نام لے کر بطور خاص ذکر کیا اور آپ کی غیر معمولی تحقیق و تفحص کی داد دیتے ہوئے لکھا کہ آپ نے "کتب قدیمہ کی تلاش و تجسس میں بڑی محنت کی ہے۔" (رپورٹ اردو صفحہ ۲۱)

۱۹۵۶ء میں آپ نے فتنہ منکرین خلافت کی سرکوبی اور تعاقب میں اپنی جان تک کی بازی لگا دی جس کے بعد آپ پلورسی کی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے جو بالآخر جان لیوا ثابت ہوئی ۱۹۵۶ء کے جلسہ سالانہ پر ۲۷؍دسمبر کو آپ نے "مصلح موعود" کی پیشگوئی اور اس کا ظہور" کے موضوع پر ایک زبردست اور پُرجوش

---

[۱] "الفرقان" خادم نمبر صفحہ ۲۵ ؛ [۲] "پیام" گجرات یکم ستمبر ۱۹۵۶ء ؛ [۳] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان سردار گل احمد خاں صاحب کوثر سابق چیف پبلسٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر (تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۶۵۵ بحوالہ "ہلال کشمیر" مظفر آباد ۲۴؍اکتوبر ۱۹۵۳ء ؛ [۴] تفصیل ۱۹۵۲ء کے حالات میں گزر چکی ہے۔

تقریر فرمائی۔ تقریر کے دوران جلسہ گاہ کی فضا بار بار نعروں سے گونجتی رہی۔ یہ معرکہ آرا تقریر آپ کی زندگی کی آخری تقریر تھی اگلے روز ۲۸؍دسمبر کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہزارہا کے مجمع میں مولانا جلال الدین صاحب شمس مولانا ابوالعطاء صاحب اور آپ کو خالد کا خطاب عطا فرمایا۔

اگلے سال ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۷ء کو آپ کی بیماری تشویشناک صورت اختیار کرگئی۔ داخل کرا دیئے گئے۔ اکتوبر کے پہلے عشرہ کے آخر میں حضرت مصلح موعودؓ لاہور تشریف لائے تو حضور نے ہومیو پیتھی دوائیں تجویز فرمائیں اور پھر از راہ شفقت وہ دوائیں خود ہی منگوادیں۔ نومبر کے آخر میں آپ تیزی سے صحتیاب ہونے لگے۔ اب جلسہ سالانہ کے ایام قریب تر آ گئے تھے آپ نے فیصلہ کیا کہ ۲۵؍دسمبر کو لاہور سے روانہ ہوکر جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی جائے لیکن مشیت خداوندی کو کچھ اور ہی منظور تھا ۲۴؍دسمبر کو یکایک آپ کی دائیں ٹانگ سخت متورم ہوگئی اور آپ ساری رات درد سے سخت بیقرار رہے۔ ۲۵؍دسمبر کو آپ نے درد کی ناقابل برداشت کیفیت ہی میں اپنے محبوب آقا حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ کی خدمت اقدس میں اپنے ہاتھ سے حسب ذیل عریضہ لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میو ہسپتال کمرہ نمبر ۵

سیدی ومولائی حضرت مصلح موعودؓ ایدکم اللہ بنصرہ العزیز

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اللہ تعالیٰ حضور کا حافظ و ناصر ہو۔ حضور کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور اسلام اور احمدیت کی ترقی و فتوحات کے وعدے حضور کے ذریعہ اور حضور کی زندگی میں پورے فرمائے۔ آمین

میری اصل بیماری یعنی پلورسی تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں اور توجہ سے ٹھیک ہو چکی تھی۔ ۱۹؍دسمبر ۱۹۵۷ کو ڈاکٹر پیرزادہ نے یہ کہدیا تھا کہ اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں لیکن مناسب ہے کہ احتیاطاً چند دن اور ٹھہریں۔ اس خیال سے کہ مبادا دوبارہ پھیپھڑے کی جھلی میں پانی پیدا نہ ہو جائے۔

لہ اصل مکتوب میں امیر المومنین کے لفظ تھے۔ ناقل

ان حالات میں مَیں اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ انشاء اللہ اب جلسہ سالانہ سے پہلے یہاں سے چھٹی مل جائے گی اور مَیں جلسہ پہ حاضر ہو کر حضور کی زیارت کے علاوہ حضور کے انفاسِ قدسیہ سے اور جلسہ کی برکات سے بہرہ یاب ہو سکوں گا۔ لیکن بدقسمتی سے کل ۲۴ر دسمبر کو دوپہر کا کھانا کھانے کے معاً بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ میری دائیں پنڈلی میں تھوڑی سی سوجن ہے۔ مَیں کھانا کھا کر لیٹا تو بُن ران میں سخت درد ہونے لگا اور پنڈلی کی سوجن بڑھتے بڑھتے ساری دائیں ٹانگ میں پھیل گئی اور ٹانگ میں بھی شدید درد ہونے لگا۔ ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق یہ دائیں ران کی خون والی رگ میں THRUMBOSIS کا نتیجہ ہے۔ اور ان کے نزدیک اس تکلیف کے ٹھیک ہونے میں کافی دن لگیں گے۔ گزشتہ دن کا بقیہ حصہ اور گزشتہ رات سخت بے چینی میں گذری اور آج دن میں بھی دائیں ٹانگ میں شدید درد ہے۔ اگرچہ اے۔ پی۔ سی کے استعمال سے عارضی افاقہ ہے۔

اندریں حالات میں جلسہ سالانہ میں شمولیت سے محروم ہو گیا ہوں۔ جس کا مجھے بحد قلق ہے۔ ۱۹۱۶ء سے لے کر آج تک یہ دسمبر کا پہلا جلسہ ہے جس میں شمولیت سے میں محروم ہو رہا ہوں۔ حضور کی خدمت میں عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ حضور اپنے اس غلام کے لیے خاص طور پہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد مکمل صحت و تندرستی و توانائی عطا فرمائے۔ نیز اپنی رضا کی راہوں پہ چلنے اور دین کی بے لوث خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضور از راہ شفقت جلسہ سالانہ پہ حاضر ہونے والے احباب کو میرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پہنچا کر بھی ممنون فرمائیں۔ والسلام حضور کا ادنیٰ ترین غلام۔

(از لاہور۔ ملک عبدالرحمٰن خادم)

اس مکتوب کے ساتھ ہی آپ نے مولانا ابوالعطاء صاحب کو جلسہ سالانہ کے لیے ایک پیغام بھیجا جس میں حضرت مصلح موعودؓ اور احباب جماعت کی رقّت آمیز دعاؤں اور صدقات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلد صحت یابی کے لیے مزید دعاؤں کی درخواست تھی۔ مولانا ابوالعطاء صاحب نے یہ پیغام ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو جلسہ میں پڑھ کر سنایا[1]

---

[1] ملخص از الفضل ۲ر جنوری ۱۹۵۸ء۔ "الفرقان خادم نمبر" ص۵۷

پیغام کیا تھا دینِ حق کے ایک عظیم مجاہد کے دل کی دردناک پکار تھی۔ سامعین رقت سے بھر گئے اور خادم احمدیت کو جلسہ میں نہ پاکر ان کا دل خون ہو کے رہ گیا۔ جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء تو خدا کے فضل سے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا مگر ۳۱ دسمبر کی صبح کو حضرت ملک صاحب کا سانس یکایک پھول گیا اور قوت گویائی جواب دینے لگی۔ اسی دوران حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین (آف سکندر آباد دکن) جلسہ میں شرکت کے بعد بغرض عیادت تشریف لائے اور ایک لمبی اور پُرسوز دعا کرائی۔ ایک بجے کے قریب حالت تشویشناک ہوگئی۔ ڈیڑھ بجے آپ نے لمبا سانس لیا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور احمدیت کا پُرجوش مبلغ اور سلسلہ کا نڈر اور بہادر سپاہی جو ۴۷ سال تک شیروں کی طرح غرّاتا اور للکارتا رہا ہمیشہ کے لیے جدا ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا تابوت اگلے روز سوا دو بجے بعد دوپہر لاہور سے ربوہ لایا گیا۔ ۴ بجے بعد نماز عصر حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد مبارک کے عقبی میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اور نعش کو کندھا دیا جنازہ میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد، بزرگان سلسلہ مثلاً حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب اور دیگر کثیر تعداد احمدیوں نے شرکت کی چھ بجے آپ مقبرہ بہشتی کی سرزمین میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ قبر تیار ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کرائی[1]

حضرت صاحبزادہ صاحب نے تدفین کے بعد ایک نوٹ میں تحریر فرمایا:۔

"تدفین کے وقت معلوم ہوا کہ ان کی عمر صرف ۴۷ سال کی تھی۔ اس وقت مجھے اچانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام یاد آیا کہ:۔

"سینتالیس سال کی عمر میں کفن میں لپیٹا گیا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم مغفور کی وفات کے قریب ہوا تھا۔ اور اس الہام کا پہلا مصداق حضرت مولوی صاحب کی ذات والا صفات ہی تھی۔ لیکن چونکہ بعض اوقات خدائی کلام میں تنوع ہوتا ہے اور ایک ہی الہام میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے اس لیے اس الہام کا دوسرا جلوہ قریباً ۲۵ سال بعد حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم کی وفات میں نظر آیا۔ کیونکہ حضرت حافظ صاحب مرحوم بھی سینتالیس[2] کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور اب قریباً مزید اٹھائیس سال بعد

---

[1] الفضل ۳ جنوری ۱۹۵۸ء صـ۱

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ بھی ۴۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ تبلیغ حق کے میدان میں ان تینوں اصحاب کا انداز بھی کم و بیش ایک جیسا ہی تھا یعنی وہی غیر معمولی جوش و خروش وہی تیغ عریاں کا رنگ وہی بلاخوف لامۃ لائم اظہار حق کا انداز مگر جو اوّل ہے وہ اوّل ہے"[1]

تأثرات حضرت ملک صاحب کی عظیم شخصیت احمدی اور غیر احمدی حلقوں میں محبت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھی جس کا کسی قدر اندازہ درج ذیل تأثرات سے ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

(الف) "خادم صاحب مرحوم ایک بہادر مردِ مجاہد تھے۔ اور جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا تقریری اور تحریری تبلیغ کے میدان میں صف اوّل میں رہے۔ اور مخالفوں کے مقابل پر گویا ایک برہنہ تلوار تھے اور عقائد صحیحہ میں اُن کا قدم ہمیشہ ایک مضبوط چٹان پر قائم رہا اور اندرونی اور بیرونی مخالفت نے اُن کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آنے دی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (النساء: ۹۶)

یعنی ہم نے دین کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو غیر مجاہد مومنوں پر بھاری امتیاز اور بھاری درجہ عطا کیا ہے اس لیے امید ہے کہ خادم صاحب مرحوم کو اپنی جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ مذہبی مباحثات کے میدان میں خادم صاحب کا وجود گویا حوالجات کا ایک وسیع خزانہ تھا۔ اور ان کی تصنیف "احمدیہ پاکٹ بک" ہمیشہ ایک یادگاری تصنیف رہے گی جیسا کہ میں نے حضرت عرفانی مرحوم کی وفات پر نوٹ لکھتے ہوئے ذکر کیا تھا سال ۱۹۵۷ء میں ہمیں بہت سے بزرگوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے بلکہ عرفانی صاحب کے بعد بھی تین اور ممتاز بزرگ اور دوست بھی ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ عرفانی صاحب کی وفات کے دو دن بعد حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب نے کراچی میں وفات پائی۔ سیٹھ صاحب مرحوم بہت مخلص اور ٹھوس اخلاص والے بزرگ تھے جنہوں نے اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ اور پھر سارا زمانہ بڑی وفاداری اور محبت اور اخلاص اور نیکی میں گزارا۔ اس کے بعد عین جلسہ کے ایام میں محترم شیخ عبدالحق صاحب سابق نائب ناظر ضیافت کی وفات ہوئی۔ شیخ صاحب مرحوم ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ اور بہت مخلص اور فدائی رنگ میں رنگین اور محبت کرنے والے تھے۔ جن کے ذریعہ ضلع گورداسپور میں کثیر التعداد لوگ احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔ اور اب سال

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۵ جنوری ۱۹۵۸ء صد۳

کے آخری دن میں خادم صاحب نے داغ جدائی دیا ہے۔ وکل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام........ کے تحقیقاتی کمیشن میں اور اس کے بعد گزشتہ فتنہ کے تعلق میں بھی خادم صاحب کی خدمات بہت قابلِ قدر ہیں۔ اور مناظرہ کے میدان کے تو وہ ایک بہادر شیر تھے جو کسی مخالف طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ حق کی تائید میں انہیں اس درجہ خدا پر بھروسہ تھا کہ گھبراہٹ تو دور کی بات ہے وہ اپنی حاضر جوابی اور لطائف سے مناظرہ میں بھی شگفتگی پیدا کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بیوی بچوں اور دیگر عزیزوں کو جو ان کے نقشِ قدم پر ہیں اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے اور دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو اور ان کے بھٹکے ہوئے عزیزوں کو بھی ہدایت فرمائے آمین۔) (الفضل ۳ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۲)

(ب) ہر ترقی یافتہ انسان کی زندگی کا ایک خاص پہلو ہوا کرتا ہے۔ جس میں وہ اکثر دوسرے لوگوں سے امتیاز پیدا کر کے ان کے لیے گویا ایک نمونہ بن جاتا ہے اور فرض شناس لوگ اس کی مثال سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگیوں میں ترقی کا راستہ کھولتے ہیں۔ یہی صورت ملک عبدالرحمن صاحب خادمؔ کی زندگی میں نظر آتی ہے جنہوں نے آج سے ایک سال قبل گویا بالکل جوانی کے عالم میں وفات پائی۔ خادمؔ صاحب مرحوم گجرات صوبہ پنجاب کے رہنے والے تھے اور کسی ایسے خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے جس میں علمی تبحر اور تبلیغی ذوق و شوق کی کوئی خاص روایات پائی جاتی ہوں۔ بلکہ خود ملک صاحب مرحوم نے بھی کسی دینی درس گاہ میں تعلیم نہیں پائی اور نہ کسی عالمِ دین کی باقاعدہ شاگردی اختیار کر کے دین کا علم سیکھا۔ ان کی درسی اور عرفی تحصیلِ علم صرف اس قدر تھی کہ انگریزی کالجوں کی فضاء میں بی۔اے پاس کر کے وکالت کا امتحان دیا۔ اور پھر بظاہر ساری عمر عدالتوں میں گشت لگا کر اپنی روزی کماتے رہے۔ مگر باوجود اس کے خادمؔ صاحب مرحوم نے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ کمال پیدا کیا کہ جہاں تک مذہبی مباحثہ اور اس میدان کے علمی حوالہ جات کا تعلق ہے وہ جماعتِ احمدیہ کے کسی موجودہ عالم سے کم نہیں تھے۔ بلکہ مناظرات میں جوابوں کی فراوانی اور برجستگی میں انہیں گویا ایک جیتی جاگتی انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیے۔ ہر اعتراض کا جواب ان کی زبان پر تیار کھڑا ہوتا تھا۔ ہر ضروری حوالہ ان کے منہ سے اس طرح نکلتا تھا جس طرح ٹکسال کی مشین سے سکے بن بن کر نکلتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ یہ سب کچھ کسی درسی تعلیم کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ محض ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ جس نے ان کو مذہبی مناظرین کی صفِ اوّل میں لا کھڑا کیا تھا

اور اس پر ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ جب کسی قلمی یا لسانی جہاد کا بگل بجتا تھا۔ تو وکالت کو الوداع اور ذاتی آرام و آسائش کو خیر باد کہنے کا منظر نظر آتا تھا۔ اور خادم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے آگے آجاتے تھے یہی وہ رضا کارانہ جذبہ تھا۔ جس نے قرونِ اُولیٰ میں اسلام کو سربلند کیا۔ اور یہی وہ رستہ ہے جس پر گامزن ہو کر احمدیت کے فرزند آج پھر دوبارہ اسلام کا سر اونچا کر سکتے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ خدائے عرش نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام کیا کہ :۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے

محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

"یعنی خوشی کی چال چل کہ اب وہ وقت نزدیک ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیوؤں کا پاؤں زمین کی پستی کی بجائے میناروں کی بلندی پر پڑے گا۔"

پس ہمارے نوجوانوں کو خادم صاحب مرحوم کی زندگی سے سبق لینا چاہیئے۔ انہوں نے دنیا کے کاموں میں حصہ لیتے ہوئے اور وکالت کے فرائض ادا کرتے ہوئے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ مقام حاصل کیا جو کئی پورے وقت کے مبلغوں کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے دل میں خدمتِ دین کا بے پناہ جذبہ پیدا کیا۔ مذہبی مباحثات کے علم میں کمال کو پہنچے اور بظاہر واقفِ زندگی ہونے کے بغیر عملاً اپنے اوقات کو خدمتِ اسلام اور خدمتِ احمدیت کے لیے وقف رکھا ایسے نمونے خدا کی طرف سے جماعت کے لیے حجت ہوا کرتے ہیں اور خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ جب تمہیں میں سے ایک نوجوان اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی ولولہ کے نتیجہ میں یہ مقام حاصل کر سکتا ہے تو تم کیوں نہیں کر سکتے ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک الہام میں نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کو حجۃ اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یعنی "خدا کی طرف سے لوگوں پر ایک حجت" اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک ریاست کے نوابی خاندان کے نوجوان فرد کو جس کے لیے ہر قسم کے عیش و آسائش کے سامان مہیا تھے احمدیت کی صداقت کو اس زمانہ میں قبول کرنے کی توفیق دی جب چاروں طرف مخالفت کا زور تھا تو دوسرے صاحبِ دولت و ثروت خاندانوں کے لیے نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم کا احمدیت کو قبول کرنا قیامت کے دن ایک حجت ہو گا۔ کہ جب اس نے اپنے ماحول سے نکل کر صداقت کو قبول کیا۔ تو تم اپنے عیش و عشرت

میں کیوں محوِ خواب رہے؟ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ خادم صاحب مرحوم کا وجود بھی جماعت کے ایک طبقہ کے لیے حجت ہے کہ جب خادم مرحوم نے اپنے ذاتی شوق اور ذاتی کوشش اور ذاتی جدوجہد کے ذریعہ دین کا پختہ علم حاصل کیا اور وکالت جیسے غافل رکھنے والے پیشہ میں مصروف ہونے کے باوجود دین کا پُرجوش خادم رہ کر زندگی گذاری تو تم کیوں اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتے؟

پس اے وکیلو اور ڈاکٹرو اور اے تاجرو اور صنّاعو اور اے زمیندارو اور اے دوسرے پیشہ ورو! تم پر خادم مرحوم کی زندگی یقیناً ایک حجت ہے کہ تم دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے بھی دین کا علم حاصل کر سکتے اور دین کی خدمت میں زندگی گذار سکتے ہو۔ اسلام تم سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ ساری کی ساری جماعت دنیا کے کاروبار چھوڑ کر دین کی خدمت کے لیے کلیتہً وقف ہو جائے بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جماعت کا ایک حصہ تو پورے طور پر دین کی خدمت کے لیے وقف ہو۔ (جیسا کہ فرمایا ولتکن منکم اُمّۃ) اور دوسرا حصہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے اور جائز طریق پر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی کماتے ہوئے اپنے اوقات اور اپنے اموال اور اپنے جسم اور اپنے دل و دماغ کے قویٰ میں سے خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح اور اس کے دین کا واجبی حق نکالے تا وہ دجّال کی طرح اندھا نہ ہونے پائے بلکہ اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوں اور اس کی زندگی میں دنیا یہ نظارہ دیکھے کہ:۔

دل با یار و دست با کار

پس عزیزو اور دوستو! خادم مرحوم کی زندگی سے سبق سیکھو تا اس مرحوم نوجوان کی زندگی اور اس کی موت دونوں خدا کی رحمت سے حصہ پائے۔ زندگی اس لیے کہ اس نے غیر معمولی حالات میں اپنی زندگی کو اسلام اور احمدیت کی خدمت میں لگایا۔ اور اپنے آپ کو اس کا اہل بنایا۔ اور موت اس لیے کہ اس کی وفات سے متأثر ہو کر تم نے اس کی زندگی سے خدمتِ دین کا سبق حاصل کیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۹ ر دسمبر ۱۹۵۸ء

۲۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

"ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کو اس وقت سے جانتا ہوں۔ جب وہ مڈل میں تھے۔ مجھے گجرات سلسلہ کے کام کے تعلق میں جانا پڑا۔ اور وہاں مجھے جماعت کے نوجوانوں کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا۔ اور اس اجلاس میں ایک تقریر یہ خادم صاحب نے کی مجھے ان میں غیر معمولی ذہانت کا احساس ہوا۔ اس کے بعد جب بھی گجرات جانے کا موقع ہوا ایک جلسہ منعقد کیا جاتا۔ اور خادم صاحب اور ان کے ساتھی تقریریں کرتے یہانتک کہ انٹرنس پاس کرنے تک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتابوں اور سلسلہ کے لٹریچر سے ان کی واقفیت کافی ہو چکی ہوئی تھی۔ کالج میں داخل ہوئے تو ان کا شوق مطالعہ اور تقریر نمایاں تھا۔ اور بحیثیت ناظر دعوت و تبلیغ انہیں طالب علم مبلغین کے ساتھ جلسوں اور مباحثات میں بھیجنا شروع کیا ہونے ہوتے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر یہ جس صورت میں نمایاں ہوئے اور جس طریق سے خدمت سلسلہ کی توفیق ان کو ملی وہ محتاج اعادہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خادم مرحوم کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی اپنے والد بزرگ کے اسوۂ حسنہ و تلقین کے ماتحت اپنے تئیں از خود خدمت سلسلہ کے لیے تیار کرنے کی توفیق ملی۔ جو ہم میں سے ہر ایک کے لیے قابلِ رشک اور سبق آموز ہے۔ بہت سے طلبہ تدریسِ نصاب مدرسہ یا کالج کا محض بہانہ ہی بناتے ہیں۔ کہ ان کا مطالعہ۔ دینی کتب کے مطالعہ کے لیے وقت نہیں چھوڑتا۔ اگر شوق ہو یا دینی خدمت کی ضرورت کا سچا احساس ہو تو وقت نکالنا کیا مشکل ہے جو حل نہ ہو سکے۔ ایسا عذر کرنے والے بسا اوقات گپ شپ میں اپنا وقت عزیز ضائع کر دیتے ہیں۔ خادم مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق ہمیشہ کے لیے یادگار رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان ہماری جماعت میں بیسیوں پیدا کرتا رہے۔ تا یہ سلسلہ اپنی جدوجہد مسلسل جاری رکھنے کی توفیق پاتا رہے۔"[1]

۳۔ راجہ علی محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ گجرات

"میرے پیارے مرحوم ملک عبدالرحمٰن خادم احمدیت کے ایک بہادر فرزند اور قابلِ فخر نڈر مجاہد تھے ان کی زندگی کے ہر باب کا ہر ورق خواہ وہ عہد طفولیت کا ہے۔ یا زمانہ طالب علمی یا معاشرتی جدوجہد کا ایثار و قربانی کا مرقع ہے

---

[1] "الفرقان" جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶۰

ان کی طفولیت فضول لہو ولعب بے مقصد کھیل کود ناہموار طفلگی اور ضروری محنت اور مشقت سے جی چرانے کے عیوب سے پاک تھی۔ ابھی وہ اس عہد غیر معتدل سے پورے طور پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کو اہم دینی کتابوں اور اپنے سلسلہ احمدیہ کے روح پرور پاکیزہ مُزکی لٹریچر کے مطالعہ کا ہمہ تن مصروف اور خود فراموش شائق پایا گیا۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے عالم جوانی میں انہوں نے اپنے نفس کو تہذیب کامل سے آراستہ کر لیا۔ گویا کہ عنفوان شباب سے ہی ذاتی ذمہ داری کا احساس اخلاقی قدروں کا احترام و اکرام۔ ان کا شعار اور طرۂ امتیاز تھا۔ گو عمر میں تو اس وقت وہ چھوٹے تھے مگر علم و عقل و دانش اور اخلاقی میزانوں اور ذمہ داریوں کے جائزہ اور محاسبہ میں انکا نفس اکثر سال خوردہ لوگوں سے بہت اُونچے مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ نہ کسی نے ان کی طفلگی دیکھی۔ اور نہ کبھی کسی نے اطوار کے لحاظ سے انکو طفل پایا۔ شروع سے ہی ہمیشہ ایک مرد عاقل و عاقبت اندیش کی مانند علمی مجالس اور مذاکرات اور پاک و بے عیب صالحانہ مجلسوں میں رہ کر تحصیلِ علم کا شوق اور اخلاقی مذہبی مسائل پر از خود غور و فکر کرنا ان کا مسلک زندگی رہا۔

وہ گلستانِ احمدیت میں وہ عندلیب خوشنوا تھے۔ جس کے چہچہوں کی یاد اور جس کی نغمہ سرائیوں (سالانہ جلسہ کی تقریروں) کا محفوظ ریکارڈ ہمارے لیے ایک مضراب الم سے کم نہیں۔ اس سے ہماری ہر رگِ ناتواں اب بیتابانہ پھڑک اٹھتی ہے۔ اور ان کی دید و گفتار کی حسرتیں اور ارمان ایک سوہان روح ہیں کہ جس سے ان کے محبوں اور قدردانوں کا ایک کثیر گروہ بے چین رہتا ہے۔

ان کی زندگی صادق القول احمدی " دین کو دنیا پر مقدم کرونگا " کی مثالی زندگی تھی۔ اور یہ قول ہی ہے جو دراصل احمدیت کی جان ہے۔ اور اس کے قیام کی غرض و غایت۔

ہر احمدی جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کو جانتا ہے ان کی مفارقت کے غم میں ان کیلئے بدرگاہِ عالی دعاگو ہے۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں دراصل اس کے غم کا حقیقی مداوا ہی اب یہ دعا ہے۔

سال ۱۹۲۷ء میں میری پہلی بیوی کے مرنے کے بعد میری دوسری شادی بزرگوارم حضرت ملک برکت علی صاحب کی بڑی لڑکی جو ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی حقیقی بڑی ہمشیرہ ہیں کے ساتھ ہوئی تب سے عزیز موصوف کے دم واپسیں یعنی ۳۱ دسمبر ۵۷ ۱۹ء تک ان سے میرے تعلقات ان کے خاندان کا ایک فرد ہونیکی حیثیت سے متواتر محبت اور شفقت اور باہم اکرام و تکریم کے رہے ہیں۔ اس طرح جب اکیس سال پیچھے جائیں تو خادم صاحب

کا وہ زمانہ سولہ سترہ سالہ لڑکپن کا زمانہ تھا۔ کہ جب سے مَیں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا۔ وہ اسوقت انٹرنس پاس کر کے ایف اے میں زمیندارہ کالج گجرات میں پڑھتے تھے۔ مگر اپنی تبلیغی لگن۔ ذاتی سنجیدگی اور خود ضبطی کی وجہ سے اس وقت بھی وہ خاندان میں غیر معمولی طور پر عزّت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ان کو اس وقت بھی صرف علمی باتوں میں دلچسپی تھی اور علمی مجلسوں میں نہایت ذوق و شوق سے شامل ہوتے تھے اور سکول سے باہر تقریباً سارا وقت کتب بینی یا تبلیغی سرگرمی میں صرف کرتے تھے۔ اپنی عمر کے تقاضا کے مطابق وہ کسی ایسے ماحول میں شاذ و نادر ہی شامل ہوتے تھے۔ جہاں ان کے وقت کا ضیاع ہو۔ یا جہاں اخلاقی ناہمواری کا امکان ہو ان کا شغل مطالعہ اور بالخصوص اپنے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ تھا۔ ان کو احمدیت کی تبلیغ کی ایک فطرتی لگن تھی۔ اس لگن کے تحت وہ نہایت درجہ ذاتی کاوش و فکر سے بہت دقیق اور گہرا مطالعہ ہر قسم کے ضروری لٹریچر کا کرتے تھے۔ محض ان کا ذاتی مطالعہ اور سعی و کوشش ہی ان کی علمی ترقی اور کمال کا موجب تھے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے کریکٹر میں خود داری اور خود اعتمادی بدرجۂ کمال تھی۔ جو ہر موقعہ پر ایک جوہر نمایاں کے طور پر ان میں چمکتی تھی۔ انہوں نے اس جوہر صافی کی بدولت اپنے گرد ایک ایسا ماحول صافی پیدا کر لیا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے ان کی تربیت کے بارہ میں بھی ان کے والد صاحب بزرگوار فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان کو کبھی پدرانہ نگرانی یا ناصحانہ تشویش لاحق نہ ہوئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے خادمؔ کی فطرت میں ہی یہ جوہر ودیعت کیے ہوئے تھے۔ جو بلا خارجی اسباب استمداد اپنے وقت پر غنچۂ گل کی طرح کھلتے گئے اور ریاض احمدیت میں ظہور پذیر ہو کر مہکنے لگے۔

خادمؔ صاحب کی احمدیہ پاکٹ بک ان کے مختلف مذاہب کے مذہبی لٹریچر کے وسیع اور گہرے مطالعہ پر شاہد ہے۔ پہلی پاکٹ بک میرے علم کے مطابق انہوں نے جبکہ ان کی عمر ۱۷، ۱۸ سال تھی مرتب کی تھی۔ وہ چھوٹی تقطیع پر اسم با مسمّٰے مختصر پاکٹ بک تھی۔ بعد میں اس کی نظر ثانی کرتے رہے اور آخری پاکٹ بک جس کے شروع میں ان کی تصویر بھی لگی ہوئی ہے۔ اور جس پر ایک نظر پڑتے ہی دل میں غم و اندوہ کے احساسات تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کے چھٹے ایڈیشن پر مشتمل ہے۔ یہ اب ۱۲۰۰ صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ مؤلف کی محنت کوشش اور اس کے وسیع مذہبی مطالعہ اور ناقدانہ نظر کی گواہ تو یہ خود پاکٹ بک اور اس کا قیمتی اور مفید مواد ہے۔ اور اس کی افادیت اور قبولیت عامہ اس کے بار بار چھپنے اور حجم میں متواتر اضافہ سے

ظاہر ہے۔

خادم صاحب کا سالانہ جلسہ کی سٹیج پر سے مقررین میں انتخاب پہلی دفعہ سال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ جبکہ ان کی تقریر کا موضوع " وابستگان خلافت کی منکران خلافت پر فضیلت" تھا۔ اس کے بعد متواتر ۱۹۵۶ء تک (۱۹۵۷ء کے جلسہ میں بوجہ بیماری شامل نہ ہوئے اور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو فوت ہو گئے) وہ مقررین میں انتخاب کیے جاتے رہے۔ ان کا یہ متواتر انتخاب ان کے علم نافع الناس ان کے ملکۂ تقریر ان کے مکارم اخلاق اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ فدایانہ تعلق اور خدمت کے والہانہ جذبہ کا ثبوت ہے۔ جلسہ پہ سامعین ان کی تقریر سُننے کے خاص طور پر شائق ہوتے تھے۔ اور تقریر کی پسندیدگی کا اعلان ان کی طرف سے بکثرت وجدانی نعرہ ہائے تکبیر سے کیا جاتا تھا۔

انہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ اوّل سے آخر تک اس عہد پر کہ " دین کو دنیا پر مقدم کرونگا" قائم رہ کر خدمت دین بجالاتے رہے۔ کبھی کوئی روک اس راہ میں ان کے لیے روک نہ بنی۔ اور نہ ہی کوئی مشکل مشکل وہ یہ خدمت بغرض ثواب اور خوشنودی اور رضائے مولیٰ کریم بصدق دل اور مومنانہ جذبہ اور عزم کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔ اور جس طرح ان کی زندگی کے شروع میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔ اسی طرح ان کے دم واپسین تک وہ ان میں موجزن رہا۔

امیر جماعت شہر و ضلع گجرات کی حیثیت سے بھی خادم صاحب کا ذکر بعض ان کی خصوصیات کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خادم صاحب سال ۱۹۴۴ء سے برابر امیر جماعت شہر گجرات اور بعد میں امیر ضلع گجرات بالاتفاق بلا کسی خفیف تردد یا امکاناً شکایت کے منتخب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے خادم صاحب کا مقام کیا بلحاظ ایثار و قربانی اور کیا بلحاظ علم و فضیلت اور کیا بلحاظ خلوص و نمونہ پرہیزگاری اتنا اونچا تھا۔ کہ کسی کے دل میں ان کے خلاف کوئی تردد یا شکایت پیدا ہی نہ ہوسکتی تھی۔ ان کی خدمات کی پوری تفصیل کا پیش کرنا نہ میرا مقصد ہے۔ اور نہ میں کر سکتا ہوں۔ لیکن میں صرف چند موٹی موٹی خصوصیات بطور ذکر بقائے خیر کے عرض کروں گا۔

وہ عالم دین تھے اور انہوں نے بے دریغ اپنی صحت و توانائی کا لحاظ کیے بغیر اپنے اس رزق خداداد کو جماعت پر جوان کی زیر تربیت تھی۔ خرچ کیا۔ وہ امیر شہر گجرات تو ۱۹۴۴ء میں منتخب ہوئے

لیکن قرآن شریف کا درس دینا انہوں نے اس سے پہلے ۱۹۴۰ء سے شروع کر دیا تھا۔ میرے محترم جناب چوہدری اعظم علی صاحب سشن جج ریٹائرڈ جوان دنوں گجرات میں سینئر سب جج تعینات تھے۔ اور ۱۹۴۴ء تک جماعت احمدیہ کے امیر شہر بھی رہے تھے۔ چند روز ہوئے کہ خادم صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ اور ان کی محترمہ اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالے نے خادم صاحب کو قرآن شریف کے فہم میں ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا۔ وہ نہایت محنت اور شوق و ذوق سے درس قرآن مجید دیا کرتے تھے۔ اور بعض اعلیٰ طبقہ میں سے غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی درس میں التزاماً شامل ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ ۱۹۴۴ء کے بعد نہایت ہی اہتمام کے ساتھ سوائے ایک دو سال کے جبکہ وہ اپنی شدید بیماری کی وجہ سے درس نہ دے سکے ....

وہ ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں پورے قرآن مجید کا درس ختم کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اور اوقات میں بھی وہ قرآن شریف کا درس کئی سالوں تک دیتے رہے۔

سال گذشتہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء کے ماہِ رمضان المبارک کا جب درس شروع کیا۔ تو اس کے پہلے خطبہ جمعہ میں جماعت کے احباب کو درس سُننے کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔ کہ شروع میں مجھے اپنی بیماری اور ناتوانی کی وجہ سے کچھ تردد تھا۔ کہ درس دینا شروع کروں یا نہ کروں۔ لیکن آخر یہ سوچ کر کہ پھر شائد یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔ مَیں نے درس دینا شروع کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی چاہیئے کہ فائدہ اٹھائیں۔ شاید پھر آپ کو یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ نوجوان متقی۔ امیر جماعت کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیّت ایزدی کو لبیک کہہ رہے تھے۔ ایسی کرامت ان کے حصہ میں ہی آتی ہے۔ جو اپنی زندگی میں دین کو دنیا پر مقدم کرکے تادم آخر صادق القول ثابت ہوتے ہیں۔

خادمؔ صاحب کے عہد امارت کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے۔ اور اس لیے قابلِ ذکر ہے کہ ان کے عام عہد امارت میں عام طور پر مرکز سے مبلغ یا مناظر منگوانے کی کم ہی ضرورت پڑی۔ وہ ان تمام ضروریات پر خود حاوی تھے۔ گویا اپنی زیر امارت جماعتوں کے انتظامی نگران کے علاوہ ایک عالم دین یا مبلغ کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کی خصوصیت ان کو حاصل تھی۔

علاوہ ازیں ضلع کے صدر مقام پر ان کی موجودگی جماعتی وقار کا موجب تھی۔ عالم تھے اور صائب

الرائے اور پبلک کے معزز طبقہ میں اپنی اصابت رائے کی بدولت ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے ان کا یہ اثرورسوخ اور قانون دانی ایک ایسا سرمایہ تھا۔ جس سے ضلع کی بیرونی جماعتیں اور دیگر احمدیہ احباب متمتع ہوتے تھے۔ اور ان کے ممنون احسان تھے۔ اور اس کا جماعت اور نظام سے وابستگی پر بہت نیک اثر تھا۔ وہ چونکہ بلحاظ نمونۂ ایثار و قربانی اور تیز عالم دین اور مبلغ کی حیثیت سے تمام احمدی افراد میں قابل احترام و عزت تھے۔ اس لیے ان کو ایک ایسا اثرورسوخ اور وقار حاصل تھا۔ جس کے طفیل وہ مرکز سے آئی ہوئی ہدایات کے مطابق نظام سلسلہ کی بہتر طور پر خدمت سرانجام دے سکتے تھے اور دیتے تھے۔ ان کے چودہ سالہ عہد امارت میں جہانتک مَیں نے سُنا ہے اور جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کبھی بھی کوئی ایسا اہم معاملہ پیش نہ آیا۔ جس کو انہوں نے بروقت خود نہ سنبھال لیا ہو۔ یا جس کو خود ہی خوش اسلوبی کے ساتھ طے نہ کیا ہو۔

استقلال طبیعت

خادم صاحب راسخ العزم پختہ مزاج اور مستقل طبیعت کے انسان تھے اگر ہم یہ کہیں۔ کہ وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔ تو شاید یہ کہنا ان کی طبیعت کے متعلق زیادہ صادق الحال ہوگا۔ لیکن بنظر غائر اس بارہ میں بھی ان کی طبیعت کے دو رُخ نظر آتے ہیں دنیوی یعنی معاشرتی معاملات میں جب وہ کسی بات پر جس کو وہ اپنے خیال کے مطابق صحیح سمجھتے۔ بعض اوقات ایسے بضد اس بات پر جم جاتے۔ کہ پھر مصلحت بینی یا مصلحت اندیشی کے طور کے دلائل ان پر بہت کم کارگر ثابت ہوتے۔ لیکن دینی معاملات میں ان کی طبیعت کا رنگ جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے۔ اس سے مختلف تھا۔ میری مُراد اس سے ان کے عقائد کے بارے میں ان کے استقلال کے متعلق ذکر کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے عقائد میں وہ بفضلہ تعالیٰ ایسی مضبوط چٹان تھے۔ جس سے ہر قسم کی مخالفت کی پُر جنون دیوانہ لہریں جب ٹکراتیں۔ تو ہمیشہ اوندھے منہ بل کھاتی ہوئی واپس ہوتیں۔ بلکہ میری مُراد یہ ہے۔ کہ وہ عقیدہ کے مخالف لوگوں سے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ داروں سے ہمیشہ تلطف اور تالیف قلب کو کام میں لاتے۔ اور بعض حالات میں ان کے احساسات کو اپنے احساس پر ترجیح دینے میں بھی مصلحت سے کام لیتے۔ اس میں مآل اندیشی کا محرک دوسروں کی دینی بھلائی ہوتی تھی۔ ویسے عام معاملات میں وہ طبیعت کے کھرے اور صاف گو تھے۔ جو بات وہ کسی کو کہتے اس پر خود اپنی دوراندیشی کی بدولت جمے رہتے۔ اور اس سے انحراف کو نہ اپنے لیے اور نہ کسی اور کے لیے پسند کرتے۔

مَیں یہاں ان کی طبیعت کے استقلال کا ایک واقعہ جو بہت کے لیے سبق آموز ہے۔ بیان کرتا ہوں۔

خادم صاحب کے والد بزرگوار حضرت ملک برکت علی صاحب سال ۱۹۵۲ء میں فوت ہوئے تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے رفیق اور موصی تھے۔ ان کی وصیت کا حساب۔ ان کی وفات پر فوراً بے باق کر دیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے خادم صاحب نے اپنی اس خواہش کے تابع کہ اپنے والد مرحوم کی قبر پہ ان کو دعا کرنے کا موقعہ حاصل رہے۔ ان کی میت کو امانتاً صندوق میں گجرات میں ہی دفن کرایا۔ اور قبر اندر سے پختہ اینٹوں کی اس طرح محرابی بنوائی گئی۔ کہ صندوق کو ممکن طور پر کم نقصان پہنچے۔ اور جب میت قادیان مقبرہ بہشتی میں دفنانے کے لیے جانی ہو۔ تو بآسانی قبر سے وہ برآمد ہو سکے۔

اس کے بعد سال ۱۹۵۲ء سے اپنی وفات تک ان کا بلاتساہل اور بلا بھول چوک یہ معمول رہا۔ کہ سوائے کسی اشد مجبوری کے وہ ہر جمعہ پڑھانے کے بعد براہ راست بلا لحاظ شدت موسم خواہ بارش ہو یا کڑاکے کی سردی یا گرمی جس کے لیے وہ چھتری سائیکل پہ ساتھ رکھتے تھے۔ پہلے وہ قبرستان جاتے اور اپنے والد مرحوم کی قبر پہ دعا کر کے گھر واپس لوٹتے۔ کہنے کو یہ بات ایک معمولی بات ہے۔ لیکن اس مداومت اور استقلال پہ جب فی زمانہ عام انسانی غفلت اور تساہل اور والدین کے احسانات سے خود کش فراموشی کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں۔ تو یہ ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جو صرف ایسے مجاہد نفس سے صادر ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ پہ اور عالم معاد پہ کامل یقین کے ساتھ والدین کی محبت میں روح کی تازگی اور روحانی زندگی بھی حاصل ہو۔

دنیوی ذاتی معاملات میں جہاں تک مَیں نے ان کو پایا ہے۔ وہ ہمیشہ آپس کے معاملات میں مقدمہ بازی جھگڑا یا فساد سے بچتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک اس میں تضیع اوقات و زر کے علاوہ تضیع اخلاق کا بھی خطرہ تھا۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح کسی قدر نقصان یا حرج کے ساتھ بھی ایسے معاملات کا تصفیہ ہو جائے۔ کہ دل کی پریشانی سے آدمی جتنا بچے اتنا ہی بہتر ہے۔ لیکن دینی معاملات میں مَیں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس معیار کو وہ سامنے رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اختلافی معاملات یا مسائل کو غائت درجہ حل کرنے یا کامل تصفیہ تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور وہ یہ ذوق اور شوق بکمال استقلال کرتے تھے۔

زندہ دلی

فطری طور پر خادم صاحب شگفتہ مزاج تھے ۔ مگر طبیعت پر ضبط تھا ۔ شگفتگی اور کرختگی حسب حالات کچھ اختیاری تھی ۔

ان کے بے تکلف دوست اور ان کے ایوان ظرافت کے تحمل کے زائرین ان کی اس سیرت کے بیحد مداح اور قائل ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ دم ساز دوستوں کی ہلکی پھلکی محفل میں وہ مجلس کا سنگار تھے ۔ مجلس پر چھا کر ہر ایک کے وہی مرجع دل ہوتے ۔ اور ہاتف غیبی سے تائید یافتہ ۔ اپنے علم وفضل کے دامن سے ظرافت کے ہلکے پھلکے پھول اٹھاتے اور خاص مشار الیہ پر اس انداز سے پھینکتے ۔ کہ پھول لگے مگر کانٹا نہ چبھے ۔

یہ سچ ہے کہ لطیف ظرافت ہی صرف صحیح الفکر ظرافت میں داخل ہے ۔ یعنی ایسی ظرافت کہ جس کو کثافتِ ذہنی یا میلِ خاطر نے نہ چھوا ہو ۔ اور جو روح کے پردوں میں نامعلوم طور پر گھس کر بہجت آگین ہیجان ۔ اور وجدان پیدا کرے ۔ باقی سب درد اور بارِ خاطر ۔

جولانیٔ طبع اور جودت میں قدرت نے خادم صاحب کو ایک وافر حصہ دیا تھا ۔ اس کے ساتھ علم وفضل کا آئینہ اس حسن کو دوبالا کرنے والا تھا خواص چھوڑ عوام جن کے ساتھ بے تکلفی تھی ۔ وہ ان کی اس سیرت کو بحسرت تمام یاد کر کے روتے ہیں ۔

مناظرات ومباحثات میں بھی ان کی اس سیرت کا پرتو بے ساختہ جھلک اٹھتا تھا ۔ مگر ضبط اور نفاست کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا ۔ ایسی باریک چوٹ کرتے تھے ۔ کہ دشمن کھسیانہ ہو کر دم بخود ہو جاتا اور ان کی بے ہراس دلجمعی اور شگفتگی جو علامت کامرانی اور کامیابی ہے ۔ سامعین کے نزدیک ان کی فتح کی دلیل ہوتی ۔

لوکل بار روم ہی ان کی اس سیرت کی زیادہ موزون جولان گاہ تھی ۔ وہاں برابر کی چوٹ تھی مگر ان کی فوقیت مسلّم ہے ۔ خادم صاحب نے اپنے ذوق کی مناسبت سے ریڈیو لاہور پر ایک تقریر جس کا غالباً عنوان " عدالتوں میں نوک جھوک " تھا کی تھی ۔ بہت دلچسپ تھی ۔

خادم صاحب کی دوستی کا رنگ

خالص دوستی کا جذبہ ایک ممتاز شرف ہے اور انسانیت کا زیور خودغرض نہ کسی کا دوست ہے اور نہ وہ دوستی کے قابل ۔

جہاں تک میں نے خادم صاحب کو دیکھا ہے وہ دوستی کے معاملہ میں ۔ ایک رفیق القلب اور رنگ بدر انسان تھے ۔ ابتدائی طالب علمی کے زمانہ سے اب اخیر تک اپنے قدیم دوستوں کے ساتھ

ان کا تعلق یکساں خلوص و بے تکلفی کا تھا ۔

کسی کے جذبۂ دوستی کی حقیقی قدر و منزلت کا حال تب کھلتا ہے ۔ جب وہ اپنی زندگی کا ابتدائی طالب علمی کا دور طے کر کے مروجہ تمدن کی مختلف المدارج سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے ۔ اگر اپنی اس نئی منزل میں بھی اس کا سلوک سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم کے علی الرغم اپنے قدیم ہمجولیوں اور ہم نشینوں سے ویسا ہی رہتا ہے ۔ جیسا کہ ان سے کبھی پہلے تھا ۔ تو پھر سمجھو ۔ کہ وہ شخص حقیقی دوستی کے جذبہ کا امین ہے اس معیار پہ اگر خادم صاحب کی دوستی کو جانچا جائے ۔ تو صاف نظر آئے گا ۔ کہ ان کا زیادہ یگانگت اور خیر سگالی کا تعلق ایسے مخصوص دوستوں سے تھا جو بظاہر سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم میں کسی جہت سے ان سے نچلے طبقہ میں تھے ۔ کیونکہ خادم صاحب ان کی خاطر داری کا خیال اور دلداری کا اہتمام اب بھی اسی طرح کرتے تھے ۔ جیسا کہ ماضی کے بعید ایام میں ۔

دوستانہ ہوا خواہی کا سرچشمہ دل ہے ۔ اور وہاں تک ایک غیر کی نظر کو خواہ وہ کتنی ہی تیز اور سریع کیوں نہ ہو ۔ قابلِ اعتبار رسائی نہیں ۔ اس لیے میں حالات چشم دید کی بناء پر ان کے دوستوں میں کوئی قابلِ اعتبار تقسیم تو نہیں کر سکتا ۔ مگر یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو بظاہر ان کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع نظر آتا ہے ۔ اس کی اگر باہمی اخلاص مروت اور قربانی کی ترتیب سے حد بندی کی جائے ۔ تو کچھ لوگ اس حلقہ سے باہر کھڑے نظر آئیں گے ۔ مگر اس میں کسی کا قصور نہیں ۔ ہمارے مادی تمدن مادی ماحول مادی نظریہ زندگی کے اس روح کش زمانہ میں جیسا کہ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ چشمہ شیریں کے گرد مورد ملخ " اور ایک سیاسی شخصیت ملک و سلطان کی صحبت میں نفع گیر مصاحبین جمع ہو جاتے ہیں ۔ ویسے ہی کسی مفید وجود کی طرف جو اپنے ذہن رسا ۔ عملی قوت ۔ پختگی عزم اور اثر و رسوخ کی بدولت قابلِ قدر ہو ۔ متمدن مصلحت کوش فرزانوں کا رخ کرنا بعید از قانون قدرت نہیں ۔ خادم صاحب حقیقتاً خادمِ اسلام تھے ۔ اور فقط یہ خوبی ان کی وجہ امتیاز تھی ۔ یہانتک کہ ان کے عقیدہ کے مخالف بھی ان کی اس خوبی کریکٹر کے بادل نخواستہ قائل تھے ۔ اس کے ساتھ وہ پختہ مغز ۔ مدبر ۔ عاقبت اندیش مشیر اور راسخ العزم با ہمت جوان تھے ۔ اور ان چیزوں کی اس دنیا میں بہت مانگ ہے اس لیے ایسے وجود کے دامن سے اگر بعض مصلحت کیش بھی وابستہ نظر آئیں ۔ تو کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیئے ۔

ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گجرات نے اپنی قرار داد تعزیت مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۸ء میں خادم

صاحب کی اچانک اور بے وقت وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ " ان کی وفات سے نہ صرف ایک دیرینہ ہمدرد دوست کی رفاقت سے ہم محروم ہو گئے ہیں۔ بلکہ ایک عالم ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ جو ہمہ گیر لیاقت اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل تھا۔

رشتہ داروں کے ساتھ سلوک میں جو خاص بات میں نے دیکھی اور تواتر کے ساتھ جس کا تجربہ کیا۔ وہ یہ تھی۔ کہ کسی سے ہمدردی کے موقعہ پر ان کا دل جس کے تابع ان کا عمل ہوتا تھا۔ زیادہ حرکت کرتا۔ اور زبان کم۔ وہ کسی کا کام کر کے اس کو احسان جتانا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے تھے۔ صرف یہ نہیں۔ بلکہ اگر ان کے سامنے کوئی احسان پذیرائی ظاہر کرنا چاہے تو ان کے چہرہ پر ناگواری کی خشونت کے آثار نظر آنے لگتے تھے۔ وہ رشتہ دار سے رشتہ داری کے تعلق میں کسی قسم کا فائدہ اٹھانا عار خیال کرتے تھے۔ بحیثیت وکیل یا کسی اور رنگ میں بھی اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں اور بے کس غریب ناداروں کی بلا وجہ معاوضہ خدمت کرتے مگر خود حتی الوسع کسی اپنے ذاتی کام کے لیے فرمائش کرنے سے کتراتے تھے۔

عوام سے جو ان کی اس سیرت سے واقف تھے بالخصوص ضلع کے اندر جماعت کے کمزور اور بے کس افراد جو اپنی ہر مشکل کے موقعہ پر ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اب ان کی مفارقت کو بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

عزیزم خادم صاحب کو مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ اپنی بہت اوائل ایام تبلیغ سے محبت اور مودت کے تعلقات تھے وہ مولانا صاحب موصوف کی علمی صلاحیتوں کے مداح تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان صلاحیتوں کے علاوہ وہ صوفی منش ہیں اب خادم صاحب کی وفات کے بعد ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق ان کی جدائی کو محسوس کرتا ہے [۱]"

۴۔ چوہدری بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ گجرات۔

"میں محترم خادم صاحب مرحوم و مغفور کو اوائل طالب علمی سے جانتا ہوں۔ وہ میرے مخلص ترین اور وفادار دوست تھے۔ سکول اور کالج کی تعلیم کے زمانہ سے تبلیغ ان کا مرغوب مشغلہ رہا۔ پڑھائی کی طرف بہت کم توجہ تھی۔ جب آپ نے مڈل کا امتحان پاس کیا تو ہم نے مل کر احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن

---

[۱] الفرقان جنوری ۱۹۵۹ء ص۳۳ تا ۴۰

گجرات کی بنیاد رکھی ۔ جس کے ہفتہ وار تبلیغی اجلاس منعقد ہوتے تھے ۔ محترم خادم صاحب اس ایسوسی ایشن کے صدر اور روح رواں تھے ۔

" ابھی آپ نویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ مقامی عیسائیوں نے مشن ہائی سکول گجرات کے وسیع کمپاؤنڈ میں ایک عظیم الشان پبلک تبلیغی جلسہ کے انعقاد کا اعلان کیا اور پادری عبدالحق صاحب کو خاص طور پر اس جلسہ میں لیکچر دینے کے لیے بلایا گیا ۔ پادری صاحب کی تقریر کے بعد تقریر پر اعتراضات پیش کرنے کا اعلان کیا گیا ۔ اس پر ہمارا نوآموز مجاہد خادمؔ خدا کا نام لے کر میدان میں کود پڑا ۔ اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ جس نے بالآخر ایک باقاعدہ مناظرہ کی صورت اختیار کر لی ۔ پادری عبدالحق صاحب کو اپنی منطق اور عربی دانی پر بہت ناز اور گھمنڈ تھا ۔ خادم صاحب نے آدھ گھنٹہ کے اندر اندر اپنے برجستہ اور ٹھوس دلائل سے پادری صاحب کو لاجواب کر دیا ۔ اور پادری صاحب جلسہ چھوڑ کر فرار ہو گئے ۔ جس پر غیر عیسائی حاضرین جلسہ نے پادری صاحب پر شیم شیم کے نعرے لگائے ۔ محترم خادم صاحب کا یہ پہلا پبلک مناظرہ تھا ۔ جس سے ان کی آئندہ وسیع تبلیغی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے ۔ اس کے بعد آپ نے احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن گجرات کے زیر اہتمام مقامی آریہ سماج اور غیر احمدی علماء سے پے درپے متعدد کامیاب پبلک مناظرے کیے ۔ رفتہ رفتہ آپ کی شہرت تمام جماعت میں پھیلنی شروع ہو گئی ۔ اور آپ اپنے تعلیمی مشاغل کو پس پشت ڈال کر ملک کے طول و عرض میں میدانِ مناظرہ پر چھا گئے ۔ آپ نے مشہور زبان دراز دریدہ دہن مخالفین سلسلہ پر اپنی خداداد قابلیت اور لاجواب فنِ خطابت سے ہیبت طاری کر دی ۔

۱۹۳۴ء میں محترم خادمؔ صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے کلاس میں پڑھتے تھے ۔ ان دنوں جناب قاضی محمد اسلم صاحب جماعت لاہور کے امیر تھے قاضی صاحب موصوف کی سرپرستی میں ہم نے احمدیہ فیلو شپ آف یوتھ لاہور کی بنیاد رکھی ۔ محترم خادمؔ صاحب اس مجلس کے صدر تھے ۔ اور ان کی صدارت میں احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ لاہور نے تبلیغ کا ایک وسیع پروگرام مرتب کر کے اسے عملی جامہ پہنایا ۔ اور کثیر تعداد میں تبلیغی لٹریچر شائع کیا ۔ جب تک آپ لاہور میں بسلسلہ تعلیم مقیم رہے نشرواشاعت کا یہ سلسلہ باقاعدہ جاری رہا ۔

۱۹۳۷ء میں آپ نے وکالت شروع کی لیکن زیادہ تر آپ سلسلہ کی خدمات میں سرگرم عمل رہے اور آپ نے ہمیشہ پیشہ وکالت کو ایک ثانوی حیثیت دی ۔ ۱۹۴۶ء سے وفات تک جماعت گجرات کے

امیر رہے۔اور اپنی ذمہ داریوں کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

محترم خادم صاحب کے رگ وریشہ میں احمدیت رچی ہوئی تھی۔حضرت...... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے۔اور ان کی عالی مرتبہ شان کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ سننا گوارا نہ کرتے تھے۔۱۹۴۶ء میں ایک دن میں بار روم گجرات میں داخل ہوا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ بار روم میں ایک شور برپا ہے۔خادم صاحب کے ہاتھ میں جوتا ہے۔جس سے ایک ہندو وکیل کو بے تحاشا مار رہے ہیں۔تمام ہندو اور مسلمان وکلاء سہمے ہوئے بیٹھے ہیں۔اور کسی کو جرأت نہیں پڑتی کہ وہ اس ہندو وکیل کو خادم صاحب کے پنجہ سے چھڑائے۔خادم صاحب نے اس قدر مارا کہ اس کے سر سے خون جاری ہوگیا۔اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔وکلاء نے بڑی مشکل سے اسے اٹھایا اور دوسرے کمرہ میں پہنچایا۔دریافت کرنے پر خادم صاحب نے بتایا کہ اس خبیث نے مسلمان وکلاء کے سامنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے تھے جن کی وجہ سے انہوں نے اسے پیٹا ہے۔تاکہ آئندہ کوئی ہندو وکیل ہماری غیرت کا امتحان لینے کی جرأت نہ کرسکے۔

محترم خادم صاحب جہاں ایک بہترین مقرر اور مناظر تھے۔وہاں ایک کامیاب وکیل بھی تھے۔اور مقامی بار میں نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔آپ ایک مخلص اور قابل فخر دوست تھے۔طبیعت نہایت شگفتہ اور بذلہ سنج واقعہ ہوئی تھی۔وہ مجلس کا رونق اور منگار تھے

محترم خادم صاحب مرحوم و مغفور کو سب سے بڑا خراج عقیدت جو نونہالانِ جماعت پیش کرسکتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی قابلِ رشک روایات کو زندہ رکھیں اور اپنے اندر خدمت دین کا سچا جذبہ پیدا کریں۔

~ بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا[1]

۵۔محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور

"میں ۱۹۲۹ء میں انگلستان سے دو سال مزید تحصیل علم کے بعد واپس لاہور لوٹا۔مجھے انگلستان جانے

---

[1] غیر مطبوعہ

سے پہلے بھی اور وہاں کے قیام کے دوران میں بھی تبلیغ اور اشاعت کے کاموں سے دلچسپی تھی۔ جب مَیں واپس آیا تو مَیں سب سے گہرا اثر یہ لے کر آیا کہ سلسلہ کے پڑھے لکھے نوجوان ایسے ہوں جو انگریزی کالجوں کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں اور عربی اور اسلامی علوم سے بھی خوب واقف ہوں تا یہ مشرقی و مغربی علوم کا اجتماع جو ہمارے سلسلے کا امتیاز رہا ہے۔ قائم رہے اور آئندہ ترقی کرتا چلا جائے۔

واپسی پر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ باتیں کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ حضور ایدہ اللہ لاہور میں قیام فرما تھے۔ اور ماڈل ٹاؤن میں مکرمی چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی میں فروکش تھے ایک مجلس میں دو ذہین طالب علم نمایاں نظر آئے: مَیں نے اس موضوع پر حضور کی خدمت میں کچھ گذارش کر رکھی تھی۔ اس مجلس میں اشارہ کافی تھا مَیں نے کہا کاش! کالجوں میں پڑھنے والے نوجوان بھی سلسلہ کے علوم میں ایسے حاذق ہوں۔ جیسے کوئی بڑے سے بڑا مبلغ مَیں نے اس خیال کو پھر پیش کر دیا۔ میرے فقرے میں کچھ بے اطمینانی تھی حضور ایدہ اللہ نے سُنتے ہی مجلس میں ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا آپ انہیں نہیں جانتے ؟ حضور کے اشارے میں میرے فقرے کا جیتا جاگتا جواب تھا۔ یہ نوجوان جو گفتگو کے لحاظ سے بڑا ذکی اور ذہین، ایک عجیب خود اعتمادی اور اولوالعزمی لیے ہوئے تھا۔ گورنمنٹ کالج کا سرخ بلیزر پہنے ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والا ہمارا **عبدالرحمن خادم** تھا۔ جسے قرب سے اور بار بار ملنے اور جس کی تقریر اور تحریر کو سُننے دیکھنے کے مواقع مجھے بار بار ملنے والے تھے۔ خادم صاحب کو دیکھتے ہی میرا اپنا حوصلہ بڑھ گیا۔ پھر کیا تھا۔ لاہور میں کئی سال ان کی تقریروں اور تحریروں کے غلغلے ہوتے رہے اور ہر روز کوئی نیا محاذ کوئی نئی فتح، انہی دنوں کی بات ہے موچی دروازے کے باہر ایک مشہور مناظر کو خادم صاحب نے (اس طالب علمی کے عالم میں!) للکارا۔ اور ایسا ساکت کیا کہ سلسلے کے مخالف بھی، نہ صرف محسوس کر گئے۔ بلکہ منہ سے مان گئے کہ ان کے مولوی صاحب سے کچھ نہیں بنا۔

اس کے بعد مَیں نے خادم صاحب کو گنج میں، مصری شاہ میں اور کئی دوسری جگہ بحیثیت مناظر دیکھا اور بحیثیت رونق مجلس اور لیکچرار تو بے شمار جگہ۔ ان کی ایک نہایت ہی کامیاب تقریر سیرت کے موضوع پر گورنمنٹ کالج لاہور میں اس زمانے کی مسلم ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام ہوئی۔ جسے سُن کر کالج کے مسلمان و غیر مسلمان پروفیسر دنگ رہ گئے۔ وہ تقریر ایسی سحر انگیز تھی کہ اس کے بعد ایسی تقریروں کا سلسلہ بند ہو گیا۔

خادم صاحب کی قلمی مساعی میں لاہور کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن کا ذکر آتا ہے۔ جس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ تھا۔ اس کے کرتا دھرتا خادم صاحب ہی تھے۔ انہی کا ایک حلقہ تھا جو اس کے لیے چندہ دیتا یا جمع کرتا تھا۔ جس سے اس کے پمفلٹ شائع ہوتے تھے۔ بالعموم کسی یوم التبلیغ پر یا کسی اور اہم تقریب پر ایک پمفلٹ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی رقم فرمایا اور اسی فیلوشپ کو چھاپنے کے لیے دیا۔

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کے پمفلٹوں کا فائل محفوظ کرنے کے قابل ہے۔ اُمید ہے ہماری لائبریریاں اس کی طرف توجہ کریں گی۔

مَیں اس فیلوشپ کے کاموں کو قریب سے جانتا تھا۔ میرے مشورے اس میں شامل ہوتے تھے۔ بلکہ اس زمانہ میں لاہور کا امیر ہونے کی وجہ سے ان پمفلٹوں کی اشاعت میں میری عام ذمہ داری بھی شامل ہوتی تھی۔ احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ میرا ہی تجویز کیا ہوا نام تھا۔ انگلستان کی ایک ایسی ایسوسی ایشن کا نام تھا جو مجھے پسند آگیا اس زمانے میں لاہور میں ہم نے ایک سٹڈی سرکل کی بنیاد رکھی جس میں علمی مقالے پڑھے جاتے۔ سال بھر کا پروگرام طے کر لیا جاتا۔ ہر مقالے کے وقت مخصوص اور محدود حاضری ہوتی اور مقالے پڑھے جانے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوتا۔ ہماری جماعت کے مشاہیر نے مثلاً اخویم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے آدم فی القرآن پر، حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بشارات بائبل پر، مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے جہاد فی القرآن پر بیش قیمت مقالے خاص تیاری کے بعد پڑھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شائع بھی ہوئے غالباً یہ تینوں تو ضرور شائع شُدہ ہیں۔ بیرونِ جماعت دوست بھی جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے۔ اس سرکل میں شامل ہوتے اور مقالے بھی پڑھتے اور ایک خوشگوار اور مفید علمی و دینی تحقیق کا سلسلہ باہمی ادب اور تعاون کی شکل میں جاری رہتا۔

اس سٹڈی سرکل میں خادم صاحب نے نہایت عمدہ مقالہ پڑھا۔ ان کو جب دعوت دی گئی تو مجھے خیال ہوا خادم صاحب کی طبیعت کے لیے بحث کا میدان جس میں ترکی بہ ترکی جواب دینا ہوتا ہے شاید زیادہ موزوں ہو۔ سٹڈی سرکل کا ماحول ان کے لیے زیادہ موزوں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں نسبتاً ٹھنڈے طریق کی ضرورت تھی۔ اور کچھ رسمی قسم کے علمی طریق کی جس کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ ایسی علمی باتیں بھی بیان کی جائیں جن کا کسی جذباتی اور وقتی بحث سے زیادہ تعلق نہ ہو۔ خادم صاحب نے کہا

کہ وہ سب کچھ منظور کرتے ہیں۔ خادم صاحب نے موضوع کیا چُنا؟ حسّان بن ثابتؓ کی شاعری۔ ہمارے دوست جانتے ہیں کہ حسّان بن ثابتؓ کے ایک شعر نے ابتداء اسلام کے اس شاعر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور عاشق کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اس شعر کی تقریب کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اور آپ کے متّبعین نے اور علی الخصوص ہمارے موجودہ امام اور خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خوب اُجاگر کیا ہے۔ حسّان بن ثابت نابینا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انہوں نے اس شعر میں کہا کہ :-

تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ یعنی مجھ اندھے کی دنیا تیری وجہ سے روشن تھی اب تیرے مرنے کے بعد مجھے پرواہ نہیں کون جیتا اور کون مرتا ہے۔

خادم صاحب کے دل و دماغ میں سلسلہ کی تحریریں، سلسلہ کا مخصوص علم۔ اور طرزِ کلام پوری طرح راسخ تھا۔ (ہاں اس طالب علمی کے زمانے میں!) آپ نے ایک علمی موضوع کے لیے اسی خزانے کی طرف رجوع کیا۔ اشارہ وہاں سے مل گیا۔ اپنے مطالعے سے اسی اشارے کو پھیلا کر آپ نے پورا مضمون تیار کر لیا۔ حسان بن ثابتؓ کا مجموعۂ کلام لائبریری سے لے کر چھان مارا۔ زندگی کے حالات سب قسم کے ماخذوں سے جمع کر کے مرتب کر لئے۔ اور سیرت نبویؐ اور زمانہ ابتداء اسلام کے اس فدائی رسول اور فدائی اسلام کی سیرت اور شاعری کو ایسے عمدہ طریق سے مربوط کیا کہ سُننے والے عش عش کر اٹھے۔ مقالہ سٹڈی سرکل کا شاہکار ثابت ہوا۔ احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں اجلاس ہوا اجلاس میں لاہور کے کئی پروفیسر موجود تھے ان میں عربی ادب اور اسلامی تاریخ کے استاد بھی تھے۔[1]

۶۔ محترم چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور

"برادرم مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم و مغفور کے ساتھ مجھے دیرینہ تعلق تھا۔ ابھی وہ لاء کالج میں وکالت کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ میرا ان سے بے تکلف رابطہ ہو گیا تھا۔ مَیں نے ان کو نہایت باغیرت پکّا اور سچّا مومن احمدی مسلمان پایا۔ ان کا دینی علم بہت گہرا اور وسیع تھا۔

کالج کے زمانہ میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی تھی۔ جس کے ممبران کی تعداد دس تھی۔ اور اس

---

[1] الفرقان جنوری ۱۹۵۹ء صـ۱۷ تا ۲۰

مناسبت کے باوصف اس کا نام "عشرہ مبشّرہ" رکھا گیا تھا۔ ملک صاحب مرحوم مضامین لکھتے تھے جو ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ اور تبلیغ کا اس قدر وسیع کام ہوتا تھا۔ کہ اس انجمن کے ہر ممبر کے لیے دل سے دعا نکلتی تھی۔ مضامین صرف جوابی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے نظریات بھی پیش کیے جاتے تھے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نتائج نہایت شاندار حاصل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی جدّوجہد کے ذریعہ سے سلسلہ حقہ احمدیہ کو کئی نوجوان مخلص خادم بھی عطا فرمائے۔ جو آج بھی اس انجمن کے ممبران کے لیے بطور صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مالک اس نہایت ہی مفید کام کے صلے میں مکرم ملک صاحب مرحوم اور باقی تمام ممبران کو نہایت اعلیٰ درجہ کے انعامات سے نوازے آمین

کالج کے زمانہ کے بعد ملک صاحب مرحوم کو جس والہانہ انداز میں اسلام کی تبلیغ کے جذبہ سے سرشار دیکھا بہت ہی کم نوجوانوں میں وہ جذبہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تمام لوگ جانتے ہیں۔ کہ وکالت کا کام بہت محنت اور توجہ چاہتا ہے اور ملک صاحب مرحوم اپنے کام میں کامیاب تھے۔ اس لیے انہیں بہت کم فارغ وقت مل سکتا ہو گا۔ پھر بھی جب کبھی دین کی ضرورت کا انہیں علم ہوتا۔ وہ بغیر کسی عذر کے فوراً خدمت کے لیے تیار ہو جاتے۔ ان کی اس بے لوث دینی مستعدی کی وجہ سے ان کا تخلص خادمؔ نہایت موزوں تھا۔

بعض لوگ وقت کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں مال کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن اپنے آرام کی قربانی میں سستی دکھا جاتے ہیں۔ ملک صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر قسم کی قربانی پر طیب خاطر اور کما حقہٗ ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ کے ایک دُور افتادہ گاؤں میں مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ جہاں مکرم ملک صاحب کو احمدیہ نقطۂ نگاہ پیش کرنے کے لیے بلوایا گیا تھا۔ راقم الحروف کو بھی اس مجلس میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ اختتام مناظرہ پر ریلوے سٹیشن نارنگ تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ اس لیے ہم پیدل ہی آئے فاصلہ قریباً آٹھ میل ہو گا میں نے دیکھا کہ باوجود دو دن مناظرہ میں متعدد تقریریں کرنے کے مکرم ملک صاحب مرحوم نے یہ فاصلہ بغیر کسی تھکاوٹ کا اظہار کرنے کے طے کیا حالانکہ ہمارے ساتھ کے کئی احباب تکان سے بےحال ہو رہے تھے۔ دینی خدمات کے ضمن میں ملک صاحب مرحوم کے لیے کوئی رکاوٹ روک پیدا نہ کر سکتی تھی۔

غیرتِ دینی اور پابندئ نظام میں بھی مکرم ملک صاحب معزز حیثیت رکھتے تھے اور ان کو دیکھ کر ہمیشہ دل سے ان کے لیے دعا نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرمائے

اور ان کے بچوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق وافر عطا فرمائے۔ آمین۔

ملک صاحب مرحوم عملی زندگی میں انقطاع الی اللہ کی نہایت پُرمنفعت مثال تھے۔ وہ دنیا میں رہتے تھے پر دنیا سے بالکل بے پرواہ ہو کر۔ باوجود ایک نہایت ہی دنیا دارانہ پیشہ اختیار کرنے کے انہوں نے دنیا کو کبھی اختیار نہ کیا تھا۔ اور ان کی دینی عملی زندگی دیکھ کر ہمیشہ رشک آیا کرتا تھا۔ لیکن یہ خاصیت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ زورِ بازو سے نہیں۔

اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے میں مکرم ملک صاحب مرحوم نہایت نڈر تھے اور ان کی زبان اور نطق میں اللہ تعالیٰ نے بے انداز برکت رکھی تھی۔ فساداتِ پنجاب (۱۹۵۳ء) کے تحقیقاتی کمیشن کے روبرو دینی حصہ کو پیش کرنے میں جس بے لوث اور جرأت مندانہ انداز میں آپ نے جماعت احمدیہ کی وکالت کی وہ فاضل جج صاحبان سے بھی خراجِ عقیدت حاصل کر گئی۔ جس کا انہوں نے اپنی رپورٹ میں نہایت زوردار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ جتنی دیر ملک صاحب تقریر کرتے رہے تمام سامعین گویا مسحور ہی رہے۔

جماعت احمدیہ کو ماضی قریب میں بہت سے مخلص اور پُرجوش خدام سے جُدا ہونا پڑا ہے وہ لوگ تو اپنا عہد اللہ تعالیٰ سے باندھ کر اُسے کماحقہٗ نباہ کر اُس کے پاس چلے گئے۔ لیکن جو ابھی تک اس سجن المومنین میں موجود ہیں اُن پر ایک نہایت ہی عظیم ذمہ داری کا بوجھ آپڑا ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہر آن ہم میں صادق اور عرفانی اور خادم پیدا ہوتے رہیں۔ تاکہ خدا کے کام میں روک پیدا نہ ہو بلکہ اس کا کام پہلے سے بھی بڑھ کر وسیع اور کامیاب ہو۔"[1]

۷۔ جناب بشیر احمد صاحب چغتائی بی۔ایس۔سی واہ کینٹ۔

"میں ۱۹۲۵ء میں گجرات انٹرمیڈیٹ کالج میں دسویں میں جا کر داخل ہوا۔ تو محترم بھائی ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم و مغفور سے تعارف حاصل ہوا۔ عربی اور اردو ہمارے مشترک مضامین تھے۔ چند دن ان کے گھر پر میٹرک کے امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں عربی اکٹھی بھی پڑھتے رہے۔ دوستانہ تعلقات بڑھتے تو رفتہ رفتہ گہرے برادرانہ تعلقات ہو گئے۔ اس زمانہ میں بھی ان کا بہترین اور محبوب مشغلہ

---

[1] الفرقان جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۰، ۲۱

تبلیغ ہی تھا۔ لوگ احمدیت پہ اعتراض کرتے اور وہ ان کا رد کیا کرتے۔ بازار میں ہی بعض اوقات گفتگو شروع ہو جاتی تو گھنٹوں جاری رہتی لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے اور احمدیت کی صداقت کے دلائل ایک طالب علم کی زبانی سُنا کرتے۔

اس زمانہ میں بھی کسی کے علم سے مرعوب نہ ہوتے اور کامل وثوق کے ساتھ مدلل طور پہ اپنی بات کو پیش کرتے۔

عام طور پہ جب حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر پہ کوئی شخص اعتراض کرتا تو خادم صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آگے پڑھو۔ معترض رکتا اور وہ اصرار کرتے کہ آگے پڑھو کیونکہ سیاق و سباق خود ہی اعتراض کو حل کر دیتے۔

لاہور کالج کے زمانہ میں جب امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کی اجازت سے احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ بنائی تو ٹریکٹوں کے شائع کرتے میں اس قدر انہماک تھا کہ بعض اوقات آدھی آدھی رات تک پریس والوں اور کاتبوں وغیرہ کی طرف چکر لگاتے رہتے اور پھر سارے لاہور شہر میں اس طرح تقسیم کراتے کہ شہر میں ایک شور پڑ جاتا۔

کھیلوں میں سے کرکٹ اور والی بال کا شوق تھا اور کیرم بورڈ بھی خوب کھیل لیتے تھے۔

بعض دوستوں کو جن سے گہرے تعلقات ہوتے بہت خطوط لکھتے بلکہ بعض اوقات ایک ایک دن میں دو دو تین تین خط لکھ دیتے۔

سکول اور کالج ڈیبیٹ میں ہمیشہ حصہ لیتے اور بحث میں شگفتگی پیدا کر دیتے۔

بچپن ہی سے پان بہت کھاتے تھے۔ شربت یا سوڈا واٹر بے حد برف ڈال کر خوب ٹھنڈا کر کے پیتے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ سے اور پھر اس کے بعد تک چائے خوب گرم پیتے۔ بچپن کے زمانہ یعنی سکول کے وقت سے ہی نظم لکھتے تھے۔ واقعات کو دلچسپ پیرائے میں منظوم کر لیتے۔ اگر کسی لڑکے سے پرخاش ہو جاتی تو پھر اس کی ہجو بھی لکھتے۔ اور ہم جماعت لڑکوں کو اکٹھا کر کے فرصت کے وقت میں سناتے اور خاصہ مشغلہ ہو جاتا۔ ایک زمانہ میں کچالو کھانے کا بہت شوق ہو گیا تھا۔ بعض اور دوست کچالو کھانے کے شوقین تھے۔ ان کے ساتھ مل کر بہت کچالو کھایا کرتے۔ مٹھائی میں برفی بہت پسند تھی مچھلی بھی بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ میں موری دروازہ لاہور کے

باہر باغ میں مختلف قسم کے مذہبی خیالات کے لوگ شام کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے۔ اس میں دہریہ بھی ہوتے آریہ اور سناتن دھرمی بھی۔ خادم صاحب اکثر اس مجلس میں شامل ہوتے اور خوب بحث مباحثہ رہا کرتا۔ اور بعض اوقات اچھا خاصا مجمع ہو جایا کرتا۔

مجھے ایک مثال بھی یاد نہیں کہ خادم صاحب سے کسی نے احمدیت پر کسی اعتراض کا جواب پوچھا ہو۔ اور انہوں نے کہا ہو کہ مجھے ابھی فرصت نہیں کہ یا موقع نہیں یا پھر کسی وقت آیئے۔ طبیعت میں شگفتگی تھی اور بعض محاورات کو مزاحیہ رنگ میں دے کر اسے بار بار دہراتے تو ایک مذاق بن جاتا اور پھر دوسرے بھی اس کی نقل کرنے لگتے۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں طبیعت صاف کر دوں گا۔ اس کی بجائے کہتے کہ میں طبیعت کپڑ چھان کر دوں گا وغیرہ۔ نظم خوب کہہ لیتے تھے۔ مگر میں نے کبھی ان کو اپنی نظموں کا ریکارڈ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ اکثر اپنی دینی نظمیں الفضل وغیرہ میں شائع کروا دیا کرتے۔

اکثر حوالے انہیں ازبر یاد ہوتے اور جب دوران تقریر میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ تحدیانہ تحریریں جو حضور نے مخالفین کو چیلنج کر کے لکھیں ہیں زبانی جوش کے ساتھ فر سناتے تو ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی۔

الزامی جواب ان کی طرف سے خاص طور پر زور آور ہوا کرتا تھا۔ اور معترض بعض اوقات سٹ پٹا اٹھتا تھا۔

حضرت .... خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعا اور توجہ پر کامل یقین تھا۔ اور اطاعتِ امام کے نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔ حضور سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ عزیز عبدالباسط صاحب کو بہت تیز بخار تھا۔ ادھر حضور نے خادم صاحب کو طلب فرمایا ہوا تھا۔ بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔ اس کی شدید بیماری کے متعلق تشویش اتنی تھی کہ جب گجرات اسٹیشن پر آکر معلوم ہوا کہ گاڑی لیٹ ہے اور ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ تو اسٹیشن سے پھر گھبرائے ہوئے گھر بچہ کو دیکھنے آئے۔ لیکن بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عزیز کی بیماری کا ذکر کیا۔ اور کہتے تھے کہ حضور نے جس توجہ سے سنا۔ مجھے اسی وقت یقین ہو گیا کہ حضور کی دعا سے بچہ کی بیماری جاتی رہے گی۔ چنانچہ بعد میں جب گھر واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ بچہ کا بخار اسی وقت ہی اتر گیا تھا۔"

("الفرقان" جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۷)

۸۔ مکرم جناب محمد عبدالحق مجاہد امرتسری گنج مغلپورہ (لاہور)

"حضرت ملک عبدالرحمن صاحب خادم سے میرا تعارف ۱۹۳۲ء میں ہوا جبکہ آپ نے "احمدیہ فیلو شپ آف یوتھ" کے نام سے ایک انجمن قائم کی اس انجمن کے اغراض ومقاصد یہ تھے کہ تبلیغ احمدیت کے لئے لٹریچر شائع کرنا اور احمدیت پر اعتراضات کے جواب دینا خواہ وہ اعتراض تقریری رنگ میں ہوں یا تحریری آپ اس انجمن کے پہلے پریذیڈنٹ تھے ۔ ہر ماہ ایک ٹریکٹ چار صفحات کا شائع ہوتا تھا جو مرحوم خادم صاحب خود تحریر فرماتے تھے اور ہر ممبر کو ۲۵ عدد ٹریکٹ تقسیم کیلئے ملتے تھے آپ کے ان ٹریکٹوں نے لاہور میں ایک آگ لگا دی مخالفین نے احمدیت کی مخالفت ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اخبار زمیندار میں مضامین شائع کرنے کے علاوہ اسلامیہ کالج کی مسجد مبارک کو بطور اڈا مقرر کیا گیا ۔ ہفتہ میں تین بار اس مسجد میں احمدیت کے خلاف تقریریں ہوتی تھیں اس کے جواب میں احمدیہ بیت لاہور میں خود جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم ان تقریروں کا جواب دیتے تھے یہ سلسلہ برابر کئی ہفتے چلتا رہا آخر حکومت کی طرف سے دونوں فریقوں کو نوٹس دیئے گئے اور مقدمہ دائر کیا گیا جماعت کی طرف جناب عزت مآب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پیش ہوئے اور تمام احمدی احباب کو ضمانتوں پر رہا کیا گیا مگر فریق مخالف نے ضمانت دینے سے انکار کر دیا ۔ اور ان کو جیل بھیج دیا گیا مقدمہ انگریز مسٹر ڈزنی کی عدالت تھا مخالف علماء نے مرحوم خادم صاحب پر متواتر ۴ گھنٹے جرح کی اور پہلے ہی دن مخالفین کو شکست ہوئی اس مقدمہ کو سننے کے لیے امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب و حبیب اللہ صاحب کلرک خاص طور پر لاہور آئے ہوئے تھے آپ کے دلائل اس قدر برجستہ اور وزن دار تھے کہ مسٹر ڈزنی بہت متاثر ہوئے آپ کی تقریر میں ایک خاص رنگ ہوتا تھا آپ سامعین پر چھا جاتے تھے ۔ گنج مغلپورہ میں احرار کا بہت زور تھا ہر پندرہ دن کے بعد ہمارے خلاف جلسہ کیا جاتا تھا اس کے جواب میں مرحوم خادم صاحب چھ چھ گھنٹے متواتر تقریر کرتے تھے اس قدر لمبی تقریر آپ نے سوائے مغلپورہ میں اور کسی جگہ نہیں کی ایک دفعہ احرار نے بغیر اشتہار چھپوائے جلسہ کیا حاضرین کی تعداد ہزاروں تھی لال حسین اختر نے اس جلسہ میں بڑی تعلیوں سے کام لیا اور کہا کہ خادم میرے مقابلہ میں نہیں آسکتا اتفاق سے آپ سیر کرتے ہوئے گنج میں آ گئے اور بیت میں دوستوں کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ کیا مشورہ ہو رہا ہے یہ بتانے پر کہ لال حسین نے یہ فقرہ آپ کے متعلق کہا ہے فرمانے لگے یہ اس کا آخری جلسہ ہے پھر کبھی وہ اس جگہ نہیں آئے گا یہ

کہہ کر آپ جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے لال حسین اختر تقریر کر رہا تھا کہ آپ نے گرج کر کہا سائیں صاحب خادم آ گیا ہے آپ کا یہ کہنا تھا کہ جلسہ گاہ پر سناٹا چھا گیا اور کئی منٹ تک خاموشی طاری رہی آخر مناظرہ کی طرح ڈالی گئی اور ۲/۱ ۳ گھنٹہ آپ نے مناظرہ کیا اس کے بعد آج تک احرار کی طرف سے گنج مغلپورہ میں کوئی جلسہ نہیں ہو سکا اس کے مقابل جماعت احمدیہ مغلپورہ متواتر اپنا سالانہ جلسہ کرتی رہی جو کامیابی کے ساتھ ہوتا رہا یہ واقعات ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک کے ہیں۔

۹۔ اہلحدیث عالم جناب مولوی ابو یحییٰ امام خاں صاحب نوشہروی

"میری ان کی ملاقات کی تقریب میری طرف سے ان کی اور ان کے مسلک کی دشمنی سے شروع ہوئی۔ جو بعد میں ان کی محبت مگر ان کے مسلک کے معاملہ میں بدستور دشمنی پر قائم رہی۔ کاش اس بارہ میں اور شدت کی گنجائش ہوتی اور اے کاش خادم صاحب کی محبت میں اور ازدیاد ہو سکتا۔

تقسیم وطن سے چودہ سال قبل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں "تحریک احمدیت" کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی گئی۔ اُدھر سے باقاعدہ کام شروع ہو گیا ادھر سے احراری خیالات کے طلبہ نے بے قاعدگی سے استقبال شروع کر دیا۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم کو دعوت دی گئی سید بخاری کو بلایا گیا اور یونیورسٹی کتاب "قادیانی مذہب" مرتبہ الیاس برنی کا عملی رخ بن گئی۔ آپ کے فرقہ کے سالانہ جلسہ سیرۃ النبیؐ کا اعلان ہوا۔ ہم لوگ پہلے سے منتظر تھے۔ جلسہ شہر کی مشہور عمارت لائل لائبریری میں ہونا تھا۔ احراری طلبہ نے کسی اشتہار کے بغیر یونیورسٹی کے ایک ایک فرد کو اطلاع کر دی۔ قرار پایا کہ جلسہ گاہ کے دروازہ پر پکٹ لگائی جائے احراری طلبہ میں سے کوئی صاحب عملاً گیٹ پر کھڑے نہ ہو سکے بخلاف ان کے آپ کے گروہ کے مشہور ممبر ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب فریق مخالف پر نگرانی کے لیے آتے جاتے رہے۔ جلسگاہ کے داخلہ کا ایک ہی گیٹ تھا۔ جس پر پکٹ کے لیے مجھے نامزد کیا گیا۔ قابل دید منظر تھا گیٹ سے باہر دُور تک کالی شیروانی اور ٹرکش کیپ والے طالب علم کھڑے تھے اور ایک طرف بشریٰ نظارے باز تھے۔ گیٹ پر صرف ایک طرف راقم السطور اور دوسری طرف عبد السلام عمرؔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن نومسلم نیز دو ایک اور صاحب تھے۔ پکٹ جاری رہی اتنے میں آپ کے سلسلہ کے داعظین تشریف لائے

ان میں ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بھی تھے۔ اس وقت تک ہم دونوں ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے۔ جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق جاری رہا۔ گیٹ پر سے پرندہ بھی ہو کر نہ گزرا صرف ایک شہری دیوار پھاند کر ہال میں گئے۔ بعد میں انہوں نے مجھ سے معافی طلب کی... اس سے دس سال بعد ۱۹۴۱ء میں گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ ممدوح کی مدوّنہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھی۔ جو فنی طور پہ نہایت سلیقہ سے مرتّب کی گئی ہے۔ ایسے باکمال مصنّف سے ملاقات کے بغیر واپس جانا شیوہ انصاف سے بعید ہے پہلی ملاقات پہ عرض کی۔

"علی گڑھ کے آخری جلسۂ سیرۃ میں جس شخص نے آپ حضرات کے مقاطعہ کے لیے پکڑ کی تھی وہ مَیں ہوں۔ میرا عقیدہ اور عمل اب بھی اس انداز پہ ہے لیکن آج آپ کی مؤلفہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھ کر خیال گزرا کہ آپ جیسے صاحبِ فن کی ملاقات کے بغیر لوٹنا شیوہ انصاف سے بعید ہے۔

کتاب الف سے لے کر ی تک غلط سہی لیکن فنّی طور پہ اس میں کوئی سقم نہیں ملک صاحب آپ نے غضب ڈھا دیا۔"

ممدوح نے جلسہ اور سلسلہ کی کوئی بات نہیں کی مگر اس روز کا الفضل مجھے پورا سُنا دیا۔ جس سے مَیں تلملا اٹھا دوسرے روز پھر حاضر ہوا آج بھی تازہ الفضل کا ایک ایک حرف سُنا ڈالا تیسرے روز بھی یہی انداز! مجھے ان کی اس رفتار پہ حیرت نہ تھی۔ کذالك یفعلون۔ تعجّب اس پہ تھا کہ اگر ان سے اس طرح سُنتا رہا تو یہ مجھے کہیں کا رہنے نہ دیں گے؟ مَیں نے مولانا احمد یار خان صاحب سے ان کے مناظرہ کی طرح ڈال دی۔ مولانا ممدوح ہمارے عقیدہ میں بریلوی ہیں۔ باخبر! یہ مناظرہ ممدوح کی مسجد کے ایک حجرہ میں ہوا۔ مضمون یاد نہیں دونوں صاحبوں نے سلجھی ہوئی باتیں کیں! کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ملک صاحب کی رفتار کا یہی عالم دیکھنے میں آیا بلا تکان مصروف گویائی ہیں۔

اس سے پہلے ان کا ایک مناظرہ وزیرآباد میں مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ سُنا۔ مولانا ممدوح اپنے شکار کو گھیرنے میں بڑے ہوشیار تھے یہ عمل یہاں بھی جاری تھا۔ خادم صاحب ان کی گرفت سے اس لیے نہ گھبرائے کہ وہ صرف اسی ایک موضوع پہ گفتگوئے مناظرہ کا عمل پیرا ہے ورنہ مولانا امرتسری کے سامنے کس کے قدم جم سکتے تھے۔ آخر اس شعر پہ جھگڑا ہو گیا۔

بڑا مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوے
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لیے

اتنے میں مولوی ظفر علی خاں صاحب تشریف لے آئے اور ثالث کی حیثیت سے خادم صاحب کے دعویٰ پر خلاف ڈگری دی۔ گجرات کی ملاقاتوں میں ملک صاحب کی طرف سے تواضع کا ذکر قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی تفصیل کا مقتضی تھا۔

ممدوح سے آخری ملاقات لاہور ریواز ہال بلڈنگ کے اس جلسہ سے باہر ہوئی جس میں تقسیم کے بعد خلیفہ صاحب کی غالباً پہلی تقریر تھی۔ یہ ملاقات تھی۔ وقت کے اعتبار سے مختصر مگر کیفیت کے لحاظ سے مسرت انگیز تھی۔ ملک صاحب مجھ سے کتابوں کے حصول کا تذکرہ فرمایا کرتے۔ آج بھی ہیں اذکار رہتے۔ ایک مرتبہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تالیف اقتراب الساعۃ کے لیے فرمایا یہ کتاب ہمارے سلسلہ کے ایک دوست محمد علی صاحب تارکش جے پوری کے پاس تھی۔ میں نے خادم صاحب کے نام بھجوا دی اور خود جو قیمت تجویز کی ممدوح نے انہیں منی آڈر کر دیا۔

میں اپنے جن شناساؤں کے متعلق دریافت کرتا رہتا ہوں ان میں سے ملک صاحب ممدوح بھی ہیں۔ ربوہ میں ۱۹۵۷ء کے جلسہ سالانہ کا پروگرام پڑھا تو ان کا نام نہ تھا۔ لیکن جنوری میں احمد حسین صاحب ہیڈ کاتب الفضل سے یہ سن کر سکتہ ہوگیا۔ کہ ممدوح تو جلسہ کے دوران میں میو ہسپتال میں تھے اور یہیں انتقال فرمایا۔ (ابو یحیٰ امام خان نوشہروی یکم فروری ۱۹۵۸ء)[1]

خالد احمدیت ایک شاعر کی حیثیت سے

حضرت ملک صاحب کا ادب و تنقید اور شاعری میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔

آپ پوری عمر گجرات کے ادبی حلقوں پر چھائے رہے۔ معروف پنجابی شاعر استاد امام دین صاحب گجراتی نے "بانگ دہل" شائع کی جس کا دیباچہ آپ نے لکھا جو آپ کے پاکیزہ اور نفیس ذوقِ سخن کا آئینہ دار تھا۔ اخبار "فاروق" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شعری کلام ۱۹۳۱ء

---

[1] مراسلہ بنام ملک مبارک احمد خاں ایمن آبادی۔ مدیر "رفتار زمانہ"۔ (مطبوعہ الفرقان جنوری ۱۹۵۹ء، صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۵)

سے جماعت احمدیہ کے پبلک حلقوں میں شائع ہونا شروع ہو چکا تھا[1]۔ آپ کے پُرجوش تبلیغی کلام میں سے درج ذیل ایمان افروز اور پُرشوکت نظم کو جماعت میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔

جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

خدائے بے مثال و بے چگوں کی ہے قسم مجھ کو
خدائے واقفِ رازِ دلوں کی ہے قسم مجھ کو
قسم مجھ کو خدائے پاک کی شانِ جلالی کی
قسم ہے مجھ کو ربِّ کعبہ کی درگاہِ عالی کی
قسم مجھ کو زمیں پر بارشیں برسانے والے کی
ردائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی
قسم مجھ کو خدائے پاک و برتر کی خدائی کی
قسم مجھ کو الٰہُ العالمین کی کبریائی کی
قسم اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
قسم اُس ذات کی جس نے قمر کو نور بخشا ہے
قسم اس ذات کی جو بے بدل ہے اور یکتا ہے
قسم نرگس کو متوالی نگاہیں دینے والے کی
گلوں کو حُسن اور بُلبل کو آہیں دینے والے کی

---

[1] فاروقی میں مطبوعہ چند ابتدائی نظمیں "گدائے لم یزل بجواب شکوہ زمیندار" (فاروق، نومبر ۱۹۲۱ء صا) "نقاش خفاش" (فاروق، ۷ر دسمبر ۱۹۲۲ء صا)

قسم عشّاق کے دل میں محبّت بھرنے والے کی
رُخِ خوبانِ عالم کو منوّر کرنے والے کی
قسم ہے اس عزیز و غالب و مختار ہستی کی
ہے جس کے ہاتھ میں ہر شئے بلندی اور پستی کی
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائے گی
مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی
یقیناً لشکرِ شیطان شکستِ فاش کھائے گا
عَلَم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا
ہماری فتح کا نقارہ بجتا کُو بکُو ہو گا
مرے محمُود کا شہرہ جہاں میں چار سُو ہو گا
اسیرانِ جہاں کی رستگاری بالیقیں ہو گی
مُفاسد سے سراسر پاک یہ ساری زمیں ہو گی
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہو گی
مدد انصارِ دیں کی آسماں سے بے گماں ہو گی
عدوانِ محمّد کو سزا عبرت نشاں ہو گی
خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سُو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
وُہ منظر کس قدر خادمؔ مسرت آفریں ہو گا
زمانے پر مسلط جب مرے آقا کا دیں ہو گا[1]

[1] الفرقان جنوری ۱۹۵۹ء

تصنیفات

۱۔ "پیشگوئی متعلقہ مرزا احمد بیگ وغیرہ" (۱۹۳۳ء)

۲۔ مذہبی انسائیکلو پیڈیا یا مکمل تبلیغی پاکٹ بک[۱] (پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۳۲ء[۲])

۳۔ چوہدری محمد حسن چیمہ کی افتراء پردازیوں کا جواب (۱۹۵۷ء)

پمفلٹ :۔ ۱۔ "نیرّ صداقت" اشاعت ۱۹۲۸ء ناشر انجمن احمدیہ ضلع گجرات[۳]

(الف) ۲۔ اسلام اور آریہ دھرم

۳۔ اجرائے نبوت بہ ردّ انقطاع نبوت

۴۔ خدا کی عبادت کیوں اور کیسے کرنی چاہیئے۔؟

۵۔ قرآن کریم کی رو سے سلسلہ نبوت جاری ہے (احسان کے سلسلہ مضامین کا جواب[۴]) محررہ [illegible]

---

[۱] جیبی تقطیع کی سب سے پہلی "احمدی پاکٹ بک" سیّد عبدالحی عرب صاحب نے خلافت اولیٰ میں شائع کی خلافت ثانیہ میں ایک پاکٹ بک مولوی غلام احمد صاحب فاضل بدوملہی نے تصنیف فرمائی اور ایک فخر الدین ملتانی مالک احمدیہ کتاب گھر قادیان نے مولانا ابوالعطاء صاحب، مولوی قمر الدین صاحب اور دوسرے علماء کی مدد سے شائع کی۔ ایک احمدیہ پاکٹ بک حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کے قلم سے بھی نکلی۔ ان سب سے سلسلہ کے لٹریچر میں مفید اضافہ ہوا مگر قبول عام اور شرف دوام کی سند خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملک صاحب مرحوم کی پاکٹ بک ہی کو حاصل ہوئی۔ یہ معرکہ آراء کتاب بلا مبالغہ ایک علمی شاہکار ہے جس کے چھ ایڈیشن آپ کی زندگی میں چھپے۔ آخری اور چھٹا ایڈیشن

درستی کے فرائض مولوی محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مبلغ سلسلہ نے انجام دیے ساتواں ایڈیشن ۱۹۹۸ء میں نظارت اشاعت ربوہ نے شائع کیا

درستی کے فرائض مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی مبلغ سلسلہ احمدیہ نے انجام دیئے۔

[۲] اس کی پہلی اشاعت پر حضرت میر قاسم علی صاحب نے اخبار فاروق ۲۱-۱۴ دسمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۵، ۱۶ پر مفصل اشتہار دیا جس کے آخر میں لکھا "میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس پاکٹ بک کو جیب میں رکھ کر کوئی شخص کسی میدان میں بھی شرمندہ نہیں ہو سکتا بلکہ باطل کو کچلنے اور حق کا بول بالا کرنے میں یقینی طور پر فتحیابی

فروری ۱۹۳۵ء ناشر سیکرٹری انجمن احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور)

۶۔ ۱۳۴۰ھجری بھی گزر گیا۔ ۷۔ معیار الصادق

۸۔ کیا مسیح ناصریؑ نے مردے زندہ کیے۔ ۹۔ یاجوج ماجوج

۱۰۔ کشف الحجاب فی تعبیر الخواب۔ ۱۱۔ امام وقت کی بیعت ضروری ہے؟

(مندرجہ ذیل پمفلٹ "احمدیہ' فیلوشپ آف یوتھ لاہور" نے اسی ترتیب سے شائع کیے)

۱۲۔ پیارا مسیح موعودؑ۔ ۱۳۔ ردّ فضیلتِ مسیح۔ ڈیکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱۴۔ خدا کا مسیح موعودؑ۔ (جنوری ۱۹۳۳ء)

۱۵۔ معیار صداقت (مولوی میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اشتہار "معیار نبوت" کا جواب) مطبوعہ غالب پریس سیالکوٹ سرائے مہاراجہ روڈ

۱۶۔ کرشن اوتار ۱۷۔ مسیح موعود کی صداقت پر بائبل کی شہادت (۱۵ر اپریل ۱۹۳۳ء)

۱۸۔ اسلام کا مسیح موعودؑ (۱۶ر اپریل ۱۹۳۳ء)۔ ۱۹۔ احمدی فریق لاہور کے عقائد

۲۰۔ سلطان القلم مسیح موعودؑ۔ ۲۱۔ نشاناتِ صداقت (۱۳ر جولائی ۱۹۳۳ء)

۲۲۔ اولوالعزم مسیح موعودؑ (۸ر اگست ۱۹۳۳ء)

۲۳۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا؟ (۵ر نومبر ۱۹۳۳ء)

۲۴۔ "اسلام اور عیسائیت" (۴ر مارچ ۱۹۳۴ء)

۲۵۔ علم قرآن مسیح موعودؑ (۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۴ء)

۲۶۔ ملاؤں کی نشانی (۱۹ر دسمبر ۱۹۳۴ء)

(بقیہ حاشیہ ص۷۱۴) ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ کریسنٹ سٹیم پریس گجرات سے چھپا۔ اسکے سرورق پر لکھا تھا "نیر صداقت یعنی (غیر مبائعین کے رسالہ) تناقضات مابین اقوال حضرت صاحب و میاں صاحب کا دندان شکن جواب مؤلفہ ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن گجرات (پنجاب)

؎ فہرست اذا الصحف نشرت ص۲۲ ناشر میاں عبدالعظیم صاحب درویش قادیان۔

۲۷۔ گالیوں کا جھوٹا الزام (۴؍فروری ۱۹۳۵ء)

۲۸۔ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم (۲۲؍جون ۱۹۳۵ء)

یہ پمفلٹ "سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ گجرات کی جانب سے شائع ہوا۔

فصلِ چہارم

۱۹۵۷ء / ۱۳۳۶ھش کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ میں تقاریب مسرت

۱۔ ۲۱ / نومبر ۱۹۵۷ء کو صاحبزادی امۃ المتین بیگم صاحبہ بنت سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ آپ کا نکاح جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء کے موقع پر حضورؓ نے حضرت سید محمد اسحٰق صاحب کے فرزند سید محمود احمد صاحب ناصر سے پڑھا تھا۔

۲۔ ۵ / دسمبر ۱۹۵۷ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا نکاح سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب سے حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھا۔ ۹ / دسمبر کو شادی کی مبارک تقریب ہوئی اور ۱۱ / دسمبر بروز بدھ دعوتِ ولیمہ کا انعقاد ہوا جس میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی دعوت پر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگ افراد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب نیز حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور بعض دیگر رفقاءِ حضرت اقدس اور ناظر اور وکلاء صاحبان نے شرکت کی۔[1]

ولادت

۱۔ صاحبزادی امۃ الغفور صاحبہ بنت صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ (بیگم پیر معین الدین صاحب) ۱۶ / مئی ۱۹۵۷ء[2] ۲۔ صاحبزادہ طاہر احمد صاحب ابن صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ (بیگم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال) ۔ ۷/۸ جون ۱۹۵۷ء[3]

---

[1] الفضل ۲۳ / نومبر ۔ ۷ / دسمبر ۔ ۱۱ / دسمبر ۔ ۱۵ / دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

[2-3] الفضل ۱۸ / مئی ۔ ۹ / جون ۔ ۱۱ / دسمبر ۔ ۱۳ / اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

۳۔ سیدہ امۃ الرؤوف صاحبہ بنت صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ (بیگم سید داؤد مظفر احمد شاہ صاحب) ۶ر ستمبر ۱۹۵۷ء[1]۔

۴۔ صاحبزادہ مرزا عبدالصمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۷ء[2]

نمایاں کامیابی

یہ سال بھی احمدی جوانوں اور احمدی خواتین کی علم و عمل میں کامیابیوں کا پیغام لے کر آیا۔

۱۔ تعلیم الاسلام کالج یونین کے نمائندہ جناب عبداللہ ابوبکر صاحب متعلم سال دوم نے خیبر یونیورسٹی کی طرف سے منعقدہ انگریزی مباحثے میں سوم پوزیشن حاصل کی[3]

۲۔ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب۔ ایم۔ ایس۔ سی، پی ایچ ڈی ہائیڈرولک انجینئر مغربی پاکستان کو مغربی پاکستان انجینئرنگ کانگرس کی طرف سے اس کے اکتالیسویں اجلاس میں تونسہ بیراج کے سلسلہ میں نئی تحقیقات میں بہترین تحقیقی مقالہ پیش کرنے پر کانگرس گولڈ میڈل دیا گیا[4]

۳۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے یونیورسٹی بوٹ ریس میں چیمپئن شپ جیت لی یہ اعزاز کالج کو گذشتہ آٹھ سال سے حاصل تھا[5]

۴۔ زاہدہ پروین صاحبہ طالبہ۔ نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ (بنت حافظ عبدالسلام صاحب) میٹرک کے بورڈ کے امتحان طالبات میں سوم آئیں[6]

۵۔ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج احمدیہ مشن امریکہ کو مورخہ ۹ر جون ۱۹۵۷ء پولیٹیکل سائنس میں پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی[7]

۶۔ مغربی پاکستان سٹیٹ میڈیکل فیکلٹی کے زیر اہتمام ایل۔ ایس۔ ایم۔ ایف کا امتحان ہوا جس میں کوثر تسنیم صاحبہ (بنت مکرم خان اختر احمد خان صاحب سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ زرعی کالج لائلپور (فیصل آباد) اوّل آئیں[8]

[1-2] الفضل ۱۸ر مئی۔ ۹ر جون۔ ۱۱ر ستمبر۔ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۷ء صا ؛ [3] الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۵۷ء صا ؛ [4] الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۵۷ء صہ ؛ [5] الفضل ۲۷ر فروری ۱۹۵۷ء صہ ؛ [6] الفضل ۱۹ر جون ۱۹۵۷ء صہ ؛ [7] الفضل ۱۹ر جون ۱۹۵۷ء صا
[8] الفضل ۱۸ر جولائی ۱۹۵۷ء صہ

۷۔ خلیل حی صاحب (ابن مکرم محمد عبدالحی صاحب) چھلی بندی حیدر آباد (دکن) میٹرک کے امتحان میں اعلیٰ ریاضی میں سو فی صد نمبر لے کر اوّل رہے۔ اس امتحان میں تین ہزار دو صد طلباء شریک ہوئے تھے[1]

۸۔ منور احمد صاحب (ابن مکرم ظفر علی صاحب چدھڑ صدر جماعت احمدیہ گکھڑ) ایف ایس سی میڈیکل میں ۶۷۴ نمبر لے کر پنجاب یونیورسٹی میں سوم رہے[2]

۹۔ سیدہ نسیم شفیع صاحبہ (بنت حضرت سید ابوالبرکات ڈاکٹر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی) ایم۔ اے اسلامیات میں یونیورسٹی کی تمام طالبات میں اوّل آئیں اور ۴۲۵ نمبر حاصل کیے۔ اور ان کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ رضیہ شفیع صاحبہ ایف اے کے امتحان میں بورڈ کی طالبات میں چھٹے نمبر پر رہیں[3]

۱۰۔ چوہدری محمد سلطان اکبر صاحب ربوہ بی۔ اے آرٹس پنجاب یونیورسٹی میں چہارم[4] اور بی اے عربی میں دوم آئے[5]

۱۱۔ طیبہ جبین صاحبہ (بنت مکرم مرزا نثار احمد فاروقی پشاور) ایف ایس سی میڈیکل کے امتحان میں ۴۳۲/۵۰۰ نمبر لے کر یونیورسٹی بھر میں اوّل رہیں[6]

۱۲۔ منیر احمد صاحب رشید قلعہ گوجر سنگھ لاہور۔ ایم۔ اے ریاضی میں ۴۳۷/۶۰۰ نمبر لے کر پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آئے[7]

۱۳۔ منظور النساء بیگم صاحبہ (بنت جناب محمد اسمٰعیل صاحب معتبر سابق آڈیٹر تحریک جدید) ایم اے عربی میں جملہ طالبات میں اوّل رہیں[8]

۱۴۔ چوہدری منظور احمد صاحب باجوہ (ابن چوہدری محمد عالم صاحب نمبردار فتح پور ضلع سیالکوٹ) ایم۔ ایس سی کیمیکل ٹیکنالوجی میں ۸۰۳ نمبر لے کر پنجاب یونیورسٹی میں سوم آئے[9]

۱۵۔ جناب صلاح الدین صاحب (ابن مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ) نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے امتحان میں یونیورسٹی میں چوتھی پوزیشن حاصل کی[10]

---

[1] بدر قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۸ ؛ [2] الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ ؛ [3] الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ ؛ [4] الفضل ۱۳ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ ؛ [5] الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [6] الفضل ۱۶ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ ؛ [7] الفضل ۲۰ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ ؛ [8] الفضل ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ ؛ [9] الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ ؛ [10] الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۸

۱۶۔ تعلیم الاسلام کالج کی یونیورسٹی فٹ بال ٹیم نے گارڈن کالج[1] اور اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کی ٹیموں کو شکست دی۔[2]

۱۷۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی کرکٹ ٹیم نے ضلع جھنگ کے ہائی سکولز ٹورنامنٹ میں ڈسٹرکٹ چیمپئن شپ جیت لی۔[3]

اسلام لاء کالج کولمبو کے طلباء قادیان اور ربوہ میں

اسلام لاء کالج کولمبو کا ایک وفد بھارت اور پاکستان کے دورہ پر ۲۴ دسمبر ۱۹۵۶ء کو مدراس بھی پہنچا جو پانچ مسلمان اور ایک بُدھسٹ پر مشتمل تھا[4]۔ جماعت احمدیہ مدراس کی طرف سے انہیں ڈنر دیا گیا۔ نیز ایڈریس اور لٹریچر پیش کیا گیا۔ ان دنوں مولوی شریف احمد صاحب امینی احمدیہ مشن مدراس کے انچارج تھے۔

یہ وفد ۳ جنوری ۱۹۵۷ء کو بمبئی[5] اور دلّی سے ہوتے ہوئے قادیان پہنچا[6]۔ ان مقامات کی جماعتوں نے ان کے قیام کے نہایت عمدہ انتظامات کیے جس سے یہ وفد نہایت متاثر ہوا۔ قادیان میں بھی ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا گیا اور سلسلہ کا لٹریچر پیش کیا گیا۔ وفد نے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ تبلیغی گفتگو کے سلسلہ میں شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔ اے نے خاص طور پر حصہ لیا۔[7]

یہ وفد قادیان کی زیارت کے بعد پاکستان آیا اور ۴ جنوری کو بوقت شام لاہور سے ربوہ پہنچا

---

[1] الفضل ۱۴ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۔ [2] الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۔ [3] الفضل ۳ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۔

[4] نام درج ہیں۔ ایل۔ ایم۔ منصور (لیڈر) جعفری ہاشم نمائندہ ڈیلی نیوز کولمبو، ایم۔ صلاح الدین، ایس۔ ایل۔ ایم۔ ابراہیم، اے۔ آر منصور اور کے۔ کے۔ دیکا گاما

[5] جماعت احمدیہ بمبئی نے بھی وفد کا پرتپاک استقبال کیا اور دارالتبلیغ (الحق بلڈنگ) میں اس کے قیام و طعام کا خاص اہتمام کیا۔ قاضی سید امیر الدین صاحب آف دھارواڑ، نور حسین صاحب۔ سرفراز احمد صاحب بی اے اور مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج دارالتبلیغ بمبئی نے وفد کو جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا۔ (بدر ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱)

[6] بدر ۵ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ و صفحہ ۸

ممبرانِ وفد نے ربوہ کے مختلف ادارے دیکھنے کے علاوہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا نیز حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ ۵ رجنوری کی شام کو وکالت تبشیر کی طرف سے وفد کے اعزاز میں عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقعہ پر وفد کے لیڈر جناب وائی۔ ایل۔ ایم۔ منصور نے تقریر کرتے ہوئے اکنافِ عالم میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ تقریر کے دوران انہوں نے گزشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں کی ابتر حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کو پھر سے اٹھانے اور انہیں بامِ عروج پر پہنچانے کے لیے ان میں اعلیٰ روحانی اقدار پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ کام ایک ایسی تنظیم کے ذریعہ ہی انجام پاسکتا تھا جو سیاست سے بالا رہتے ہوئے روحانی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کرے۔ سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کے ہاتھوں اس اہم کام کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس جماعت کو مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن اصلاح و ترقی کا کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں ہے جس میں مخالفت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ مدراس سے لے کر ربوہ تک راستہ میں جماعت احمدیہ کی مختلف شاخیں ہمیں خوش آمدید کہتی رہی اور ہمیں خوش آمدید کہتی رہی ہیں۔ ان سے مل کر اور حالات کا بچشم خود مطالعہ کرکے ہمیں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے متعلق بہت کچھ علم حاصل ہوا ہے اور جو اہم کام یہ جماعت سرانجام دے رہی ہے اس سے ہم لوگ بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

جناب وائی۔ ایل۔ ایم۔ منصور نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا لاہور وغیرہ میں بعض لوگوں نے یہ کوشش بھی کی کہ ہم ربوہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔ لیکن ہم جماعت احمدیہ کا مرکز دیکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ ہم یہاں آئے۔ ہمارا تاثر یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے عقائد پھیلانے میں کسی جبر یا دباؤ سے کام نہیں لیتی۔ وہ صرف عقل کو اپیل کرتی ہے اور فیصلہ دوسرے پر چھوڑ دیتی ہے کہ وہ ذاتی کوشش اور جدوجہد کے نتیجہ میں حق کو قبول کرے[1]

ربوہ میں ٹیلیفون کا اجراء ۸ جنوری ۱۹۵۷ء کا دوسرا ہفتہ مرکز احمدیت ربوہ کی ترقی کے لیے ایک

---

[1] الفضل ۸ رجنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۸

نیا سنگِ میل ثابت ہوا کیونکہ اس دوران یہاں ٹیلیفون جاری ہوگیا اور ۱۰ر جنوری ۱۹۵۷ء کو ٹیلیفون ایکسچینج کھول دیا گیا۔ ابتداء میں حسب ذیل چوبیس۲۴ ٹیلیفون نصب ہوئے۔

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود، پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح، مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے، مرزا مبارک احمد صاحب، مرزا منور احمد صاحب، نواب محمد احمد خاں صاحب، مرزا حفیظ احمد صاحب، ناظر صاحب بیت المال، افسر صاحب امانت، پرنسپل صاحبہ جامعہ نصرت، وکیل الزراعت صاحب تحریک جدید، خدام الاحمدیہ مرکزیہ، اخبار الفضل، ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ناظر حفاظت، ناظر صاحب امور عامہ، جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ، فضل عمر ہسپتال، افسر انچارج صاحب ایم۔ این سنڈیکیٹ، میاں غلام محمد صاحب اختر، ٹیلیفون ایکسچینج انکوائری، پبلک کال آفس، سرگودہا ٹرنک کال، سیکرٹری میونسپل کمیٹی۔ ربوہ[1]

صدر شام شکری القوتلی کو تحفہ قرآن

جماعت احمدیہ ڈھاکہ کے ایک وفد نے جناب عبد القادر صاحب[2] مہتہ کی زیر قیادت مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۹۵۷ء گورنمنٹ ہاؤس میں شام کے صدر السید شکری القوتلی[3] سے ملاقات کر کے ان کی خدمت میں انگریزی ترجمۃ القرآن کا تحفہ پیش کیا صدر موصوف اپنے دس روزہ دورۂ پاکستان کے سلسلہ میں ڈھاکہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ تحفہ ایک نہایت خوبصورت بکس میں جو اس غرض کے لیے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ صندوقچے میں چاندی کی ایک تختی پر صدر موصوف کا نام کندہ تھا۔ نیز اس پر ایک طرف ممبران وفد کے نام درج تھے۔ علاوہ ازیں صدر موصوف کی خدمت میں اس موقعہ پر عربی زبان میں نہایت نفاست سے فریم کیا ہوا خوش آمدید کا ایک ایڈریس بھی پیش کیا گیا۔ ایڈریس کا خلاصہ یہ تھا کہ

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۸۔ [2] ابن حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی۔

[3] ولادت ۱۸۹۱ء وفات ۱۹۶۷ء مشہور عربی سیاسی مدبر۔ شام کو فرانسیسی استعمار سے آزادی ملی تو ملک کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ بعد ازاں کئی بار انتخاب میں کامیاب ہوئے۔ آخری انتخاب ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ آپ اتحاد شام و مصر کے زبردست حامیوں میں سے تھے مگر بعض حالات کے باعث یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا اور آپ نے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی۔

جماعت احمدیہ اگرچہ بلحاظ تعداد ایک چھوٹی سی جماعت ہے تاہم اس نے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو سر بلند کرنے اور اس کی اشاعت کا فریضہ ادا کرنے کے سلسلہ میں ایک عظیم ذمہ داری اپنے کندھوں پہ اٹھائی ہوئی ہے اس جماعت کے افراد اپنے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کی زیر ہدایت روحانیت کی پیاسی دنیا کے دور دراز علاقوں تک دین حق کے نور کو پھیلانے میں مصروف ہیں نہ افریقہ کے بیابان جنگل اور تپتے ہوئے صحرا جہاں نئی تہذیب اور نئے تمدن کا ابھی سایہ بھی نہیں پڑا ان کی پہنچ سے باہر ہیں اور نہ مغرب کے وہ متمدن شہر جنہیں اپنی مادی اور سائنسی ترقی پہ ناز ہے اِن کے دائرہ عمل سے خارج ہیں مشرق و مغرب میں دین حق کو سر بلند کرنے کی ایک سعی پیہم ان کا طرّہ امتیاز ہے۔

اس وقت جماعت کے سینکڑوں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جو پاکستانیوں، عربوں، جرمنوں، امریکیوں اور دوسری قوموں کے افراد پر مشتمل ہیں خدمتِ دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ ایسے ایثار پیشہ نوجوانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور وہ دنیا کے دور دراز علاقوں میں خدمتِ دین کا فریضہ ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کا پیغام روئے زمین پہ بسنے والی تمام قوموں تک پہنچ جائے۔ اور وہ سماجی انصاف اور اخوت و مساوات کی اسلامی تعلیم سے کماحقہٗ واقف ہو کر اس کو اپنانے پر آمادہ ہو جائیں اسی غرض کے پیش نظر جماعت احمدیہ نے دنیا کی تمام اہم زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے علاوہ ازیں دنیا کے مختلف علاقوں میں بیوت الذکر تعمیر ہو رہے ہیں۔ آپ دوستی اور اخوت کے ان رشتوں کو اور زیادہ مستحکم کرنے کی غرض سے تشریف لائے ہیں جو اسلام کی بعثت کے وقت سے ہمارے اور آپ لوگوں کے درمیان قائم چلے آرہے ہیں۔ ہم سب ایک ہی جسم (یعنی ملت) کے مختلف اعضاء ہیں۔ ہم سب کا دین ایک۔ کتاب ایک۔ قبلہ ایک ہے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے ایک ہی رسول کی اُمّت اور اس کے تابع فرمان ہیں۔

ہم ہیں آنمحترم کے انتہائی مخلص

ممبران وفد جماعت احمدیہ

(۱) عبدالقادر مہتہ (قائد وفد) (۲) چوہدری مختار احمد

(۳) ملک محمد طفیل (۴) خواجہ عبدالکریم

(۵) دولت احمد خاں خادم (۶) مولوی غلام احمد مربی انچارج[1]

ربوہ میں ایک احتجاجی جلسہ

حکومتِ بھارت کی طرف سے کشمیر کو بھارت میں مدغم کرنے کے اعلان پر ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء کو ربوہ میں یوم احتجاج منایا گیا۔ اس روز ربوہ میں صدر انجمن اور تحریک جدید کے جملہ دفاتر اور تعلیمی اداروں میں تعطیل عام رہی تمام دکانیں اور تجارتی کاروبار بند رہے اس روز بیت مبارک میں ایک احتجاجی جلسہ مولانا جلال الدین صاحب شمس کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں آپ کے علاوہ میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی، مولانا ابوالعطاء صاحب قائد عمومی انصاراللہ مرکزیہ، مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ، چوہدری ظہور احمد صاحب سیکرٹری ری پبلکن پارٹی ربوہ نے خطاب کیا اور قرارداد کے ذریعہ اقوام متحدہ حکومت پاکستان اور عوام کو کشمیر کی آزادی کی طرف توجہ دلائی نیز یقین دلایا کہ "اس سلسلہ میں اگر حکومت پاکستان کوئی قدم اٹھائے تو جماعت احمدیہ ہر ممکن قربانی کے لیے تیار ہے"[2]

انڈونیشین قونصل قادیان میں

اسی روز یعنی ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء کو جناب صدرالدین یحییٰ پونتو صاحب انڈونیشین قونصل بمبئی معہ اہلیہ زیارت قادیان دارالامان کے لیے تشریف لے گئے۔ صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان نے اسٹیشن پر ان کا پرجوش استقبال کیا اور احمدیہ چوک میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب (قائمقام امیر مقامی و ناظر اعلیٰ) نے آپ کو اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَباً کہا۔ مرکز احمدیت کی برکات و فیوض سے متمتع ہونے کے بعد یکم مارچ ۱۹۵۷ء کو واپس تشریف لے گئے۔

جناب صدرالدین صاحب انڈونیشیاء کے اُن خوش نصیب احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے قادیان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت پائی اور اس مقدس بستی میں ۱۹۴۰ء تک قیام پذیر رہے[3]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۸ ۔ [2] الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

[3] اخبار بدر ۲ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ (آپ قبل ازیں پاکستان میں انڈونیشین سفارت خانہ کے فرسٹ سیکرٹری رہے۔)

گورنر مغربی بنگال کو تحفہ قرآن کریم

۲۸ جنوری ۱۹۵۷ء کو لجنہ اماء اللہ کلکتہ کے ایک چار رکنی وفد نے زیب النساء بیگم صاحبہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کلکتہ کی قیادت میں گورنر مغربی بنگال ہز ایکسی لینسی شریمتی پرمجا نائیڈو سے راج بھون میں ملاقات کی اور ان کی خدمت میں قرآن مجید اور کتاب "احمدیت" کے انگریزی تراجم تحفۃً پیش کیے نیز ایک سپاسنامہ کے ذریعہ جماعت احمدیہ، اس کے عقائد، اغراض و مقاصد اور عالمگیر تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی۔ گورنر صاحبہ نے سپاسنامہ سے متعلق متعدد سوالات کیے جن کے جوابات سیکرٹری لجنہ اماء اللہ نے دیئے۔ ممبرات کو برقعہ پوش دیکھ کر پردہ کا بھی ذکر آیا۔ جماعت کا ذکر انہوں نے تعریفی الفاظ میں کیا۔ اور کہا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ جماعت کا تھوڑا بہت علم ہے۔ انہوں نے احمدی مستورات کی تعداد اور تعلیمی کوائف دریافت کیے اور نصف گھنٹہ تک نہایت محبت و پیار اور سکون و اطمینان کے ساتھ گفتگو کی۔[1]"

کلکتہ میں جلسہ پیشوایان مذاہب

جماعت احمدیہ کلکتہ کے زیر اہتمام ۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد ہوا۔ جلسہ کی اطلاع کے لیے اردو، بنگلہ اور انگریزی میں تین ہزار پوسٹر کلکتہ کے مختلف علاقوں میں چسپاں کیے گئے اور ۱۵ ہزار ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ اخبارات میں بھی اعلانات کیے گئے۔ انگریزی میں ایک ٹریکٹ ۵ ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔

جلسہ کی ابتدائی کارروائی ڈاکٹر کالی داس صاحب ناگ۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی صدارت میں شروع ہوئی۔

مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ دہلی نے افتتاحی تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ انچارج منشی شمس الدین صاحب امیر جماعت کلکتہ نے حضرت مصلح موعود اور سر رادھا کرشنن نائب صدر جمہوریہ ہند[2] کے پیغامات سنائے بعد ازاں صدر صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اس نوع کے جلسوں پر خوشی کا اظہار کیا اور جماعت احمدیہ کی صلح کل پالیسی کو سراہا اور فرمایا آج کا یہ اجتماع مختلف مذاہب کے نمائندوں ہی کا اجتماع نہیں بلکہ ایک روحانی ساز بھی ہے جس میں سے مختلف نیک آوازیں نکل رہی ہیں۔ اس جلسہ

---

[1] بدر ۲ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۵۔ [2] وفات ۱۹۷۵ء

سے درج ذیل مقررین نے خطاب کیا۔

جناب بسواس ریٹائرڈ پریذیڈنسی مجسٹریٹ (سیرت حضرت مسیح علیہ السلام)

پنڈت ویزبل ۔(مہاتمہ بدھ کی تعلیم اور سیرت)

کیپٹن بھاگ سنگھ ۔ جنرل سیکرٹری سکھ کلچرل سنٹر کلکتہ (سوانح حضرت گورونانک)

پروفیسر اختر احمد صاحب اختر اورینوی ایم اے پروفیسر پٹنہ یونیورسٹی (سیرت حضرت مسیح موعودؑ)

پنڈت اجودھیا پرشاد صاحب بی اے اپدیشک آریہ سماج (وید۔ قرآن ۔ مذہبی رواداری)

مسٹر اردشیر دین شاہ (سوانح حضرت زرتشت)

مولانا بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ دہلی (سیرت حضرت سری کرشن)

ریورنڈ منی سین (برہمو سماج کی تعلیم)

مولانا غلام احمد فاضل (سیرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

مولوی عبد الرحمان صاحب فانیؔ مبلغ مرشدآباد (سیرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

جناب بسواس صاحب ریٹائرڈ مجسٹریٹ کی تقریر کے بعد مولانا بشیر احمد صاحب نے جناب ڈاکٹر کالی داس صاحب کو قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بطور تحفہ پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ آسمانی تحفہ پورے ادب و احترام کے ساتھ قبول کیا اور فرمایا کہ میں جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ اہم کتاب مجھے مطالعہ کے لیے دی۔ انہیں چونکہ ایک اور جلسہ میں صدارت کے لیے جانا تھا جلسہ کی بقیہ کارروائی پروفیسر ہیرا لال صاحب چوپڑہ کی زیرِ صدارت ہوئی تقاریر کے آخر میں انہوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت عمدہ اور دلکش انداز میں خراج عقیدت پیش کیا[1]

دو نئی احمدی بستیاں:۔ اس سال صوبہ سندھ میں دو نئی بستیاں وجود میں آئیں۔

۱۔ قادسیہ ڈاکٹر عبد القدوس صاحب[2] نے سکرنڈ ضلع نواب شاہ میں اپنی اراضی پر جو تین سو ایکڑ پر مشتمل تھی ایک نیا گاؤں آباد کیا جس کا نام حضرت مصلح موعود نے قادسیہ تجویز فرمایا۔ یہ گاؤں قاضی احمد سے دو سو میل پر واقع ہے اور اس علاقہ میں چانڈیا بلوچ قوم آباد ہے[3]

---

[1] بدر ۱۶؍ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۸ [2] الفضل ۱۱؍ اپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ [3] آپ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو شہید کر دیئے گئے۔

۲۔ انور آباد جماعت احمدیہ کھنڈو ضلع لاڑکانہ کے احمدیوں نے اپنی زمین میں کھنڈو کے ماحول میں ایک نیا گاؤں آباد کیا جس کا نام حضور نے انور آباد تجویز فرمایا۔[1]

رسالہ تشحیذ الاذہان کا احیاء جماعت احمدیہ کا مرکزی رسالہ تشحیذ الاذہان جسے یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو سیدنا محمود المصلح الموعودؓ نے جاری فرمایا تھا اور جو مارچ ۱۹۲۲ء میں ریویو آف ریلیجنز میں مدغم کر دیا گیا۔ خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب کی ذاتی کوشش سے یکم جون ۱۹۵۷ء سے دوبارہ جاری ہوا اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر نگرانی اطفال الاحمدیہ کے ترجمان کی حیثیت سے بہت جلد ترقی کی راہ پر گامزن ہوگیا۔

جون ۱۹۵۷ء سے جنوری ۱۹۹۲ء تک جن اہلِ قلم حضرات نے اس کی ادارت کے فرائض انجام دیئے ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل (آٹھ سال تک مدیر رہے) جناب جمیل الرحمٰن صاحب رفیق بی۔ ایس۔ سی، جناب رفیق احمد صاحب ثاقب۔ جناب عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔ اے۔ جناب محمد شفیق صاحب قیصرؔ قریشی، محمد اسلم صاحب صابرؔ، لئیق احمد صاحب طاہرؔ مولوی نصیر احمد صاحب قمرؔ، عبدالماجد صاحب طاہرؔ، قمر داؤد احمد صاحب کھوکھر اور فضیل عیاض احمد صاحب۔

جامعہ احمدیہ کے نئے پرنسپل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے ارشاد مبارک پر یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین کا باہمی الحاق عمل میں آیا اور آپ نے ۷؍جولائی کو سید داؤد احمد صاحب کو اس ادارہ کا پرنسپل مقرر فرمایا۔[3]

حضرت مصلح موعودؓ کا خصوصی پیغام سیدنا حضرت مصلح موعود نے مدراس کے ہفتہ روزہ "آزاد نوجوان" کے بقرعید نمبر کے لیے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا جو ۹؍جولائی ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا۔

---

[1] الفضل ۱۰؍نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۶ [2] تاریخ شہادت ۱۰؍اگست ۱۹۸۵ء (ریٹائرڈ)

[3] سیرت داؤد صفحہ ۴۷ ناشر الجمعیۃ العلمیہ بالجامعۃ الاحمدیہ ربوہ مارچ ۱۹۷۴ء

"اخبار نوجوان کے لیے مجھ سے مضمون طلب کیا گیا ہے ۔جب میں اچھا تھا تو دن میں دو دو سو کالم بھی لکھ لیتا تھا میری کتاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام جو نہایت ہی مفید کتاب ہے ۔ اور یورپ اور امریکہ میں بہت مقبول ہے ۔ اس کا حجم پانچ صد صفحہ کا ہے ۔ یہ کتاب صرف تین دن میں لکھی گئی تھی ۔ اب عمر اور بیماری کی وجہ سے میرے لیے پرانے کام کا سواں حصہ بھی کرنا ممکن نہیں ہے ۔ مگر یہ بہر حال چونکہ ایک دوست نے خواہش کی ہے ۔ ان کی خواہش کے احترام میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں ۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت صحیحہ دیکر پیدا کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا ۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت کو اختیار کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے یعنی انسان کو اپنے کاموں میں رہنمائی کے لیے زیادہ تر اپنے دل کی طرف نگاہ رکھنی چاہیئے کہ کیا اس کا دل اسے مجرم قرار دیتا ہے یا بری ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ استفت قلبك ولو افتاك المفتون[1] یعنی اپنے دل سے فتویٰ لے اور اسی پر عمل کر خواہ ہزاروں مفتی اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہوں ۔ پس اسی اصول کے ماتحت انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل سے فتویٰ لینے کی عادت ڈالے ۔ اور محض مولویوں کے فتووں پر اسے نہیں جانا چاہیئے اگر اس کا دل کہے کہ جو کچھ تو کرتا ہے اگر یہی کام تیرا ہمسایہ کرے تو تجھے خوشی پہنچے گی اور تو اس پر عیب نہیں لگائے گا تو اسی صورت میں اس کام کے کرنے میں تجھے کوئی حرج نہیں ۔ لیکن اگر اس کا دل یہ کہے کہ اگر میرا ہمسایہ یہ کام کریگا تو میں اسے بہت بُرا سمجھوں گا ۔ تو سمجھ لے کہ وہ کام درحقیقت بُرا ہے ۔ پس اس اصول پر انسان اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے ۔ چاہیئے کہ وہ اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھے کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی یہی ہے"

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)[2]

---

[1] التاریخ للبخاری عن وابصہ بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی جلد اصفحہ ۳۹ ناشر المکتبۃ الاسلامیہ سمندری پاکستان

[2] اخبار بدر قادیان یکم اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۲

امام سلطان محمد شاہ آغا خاں ثالث کا انتقال

فرقہ اسمٰعلیہ کے اڑتالیسویں امام سلطان سر محمد شاہ آغا خاں ثالث جنیوا میں ۱۱ ، جولائی کو انتقال کر گئے ۔

آپ ۲۵ شوال ۱۲۲۴ھ / ۲ ، نومبر ۱۸۷۷ء کو کراچی میں پیدا ہوئے ۱۷ ، اگست ۱۸۸۵ء کو امام بنے آپ کی پوری عمر مسلمانوں کی خدمت میں گزری ۔ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مسلمانانِ ہند کے جس وفد نے لارڈ منٹو سے ملاقات کر کے مسلمانوں کے سیاسی مطالبات پیش کیے ، اس کی قیادت کے فرائض آپ ہی نے انجام دیئے آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے بانی ارکان میں سے تھے اور ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۳ء تک اس کے صدر رہے ۔ بعد ازاں گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء) میں مسلمانوں کی نمائندگی کی ۔ ۱۹۳۷ء میں جمعیت الاقوام (LEAGUE OF NATIONS) کی صدارت کی[1]

برّصغیر کے جن صفِ اوّل کے مسلم زعماء نے مسلمانانِ ہند کی سیاسی جدوجہد میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی مساعی جمیلہ کو نہایت درجہ قدر و احترام سے دیکھا اور کانگرس نواز مسلمانوں کی شدید مخالفت کے باوجود گہرا تعاون فرمایا ، ان میں سر آغا خاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں حضرت مصلح موعود کو مرحوم کی وفات پر گہرا رنج ہوا جس کا اظہار حضور نے بیگم سر آغا خاں کے نام درج ذیل تعزیتی تار میں کیا :۔

”آپ کے قابلِ احترام شوہر کی المناک وفات سے مجھے سخت صدمہ ہوا ۔ آغا خاں مرحوم کے ساتھ میرے بڑے پرانے تعلقات تھے ۔ میں نے ان کو نہ صرف اپنا ہی ایک مخلص دوست پایا تھا بلکہ وہ ایک بڑے محبِ وطن اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا غیر معمولی جذبہ رکھنے والے تھے ۔ برائے

---

[1] ”تاریخ ائمہ اسماعیلیہ حصہ چہارم صفحہ ۵ تا صفحہ ۱۳۸ ناشر ہز ہائی نس پرنس آغا خاں شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان کراچی ۔ طبع اوّل جنوری ۱۹۸۳ء جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ ۔ ۱۲۹ ناشر

GREAT SOVIET ENCYCLOPEDIA MACMILLAN, INC NEW" YORK. " COLLIER MACE MILLAN PUBLISMERS LONDON

اردو انسائیکلو پیڈیا طبع سوم صفحہ ۲۳ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۔ جنوری ۱۹۸۴ء

مہربانی میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اور میرے یہ جذبات پرنس علی خان اور پرنس صدرالدین تک پہنچا کر بھی ممنون فرمائیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ ۱۳/۷/۵۷" [1]

ناظر صاحب امور خارجہ نے یہ تار دیا کہ:۔

"جماعت احمدیہ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کو آپ کے قابلِ تعظیم خاوند کی وفات سے گہرا صدمہ ہوا ہے۔ سر آغا خاں مرحوم مسلمانوں کے خیر خواہ اعلیٰ ذاتی اوصاف کے حامل اور بے نظیر لیڈر تھے۔ ان کی وفات پاکستان اور تمام عالم اسلام کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ ہماری طرف سے دلی ہمدردی قبول فرمایئے اور پرنس علی اور پرنس صدرالدین کو بھی ہمارا تعزیتی پیغام پہنچا دیجیے۔" [2]

پرنس کریم آغا خان نے جوابی پیغام میں کہا

"I WAS DEEPLY TOUCHED BY KIND MESSAGE OF AHMADIYYA COMMUNITY"

یعنی جماعت احمدیہ کے ہمدردانہ پیغام نے میرے دل پر نہایت گہرا اثر کیا ہے۔ [3]

ناظر صاحب امور عامہ نے سر آغا خان کے جانشین پرنس کریم آغا خاں کی خدمت میں حسب ذیل تہنیتی تار دیا۔

"جماعت احمدیہ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کی جماعت اسماعیلیہ کے انچاسویں امام مقرر ہونے اور آغا خاں چہارم کے خطاب سے سرفراز ہونے کی تقریب پر دلی مبارکباد قبول کیجیے۔ ہماری دعا ہے کہ خدائے قادر و قیوم آپ کی راہ نمائی فرمائے۔" [4]

بطلِ احمدیت اور عالمی عدالت انصاف کے جج اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سر آغا خان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

"آغا خاں نے عالم اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے جو زبردست خدمات انجام دیں اس کے لیے دنیا بھر کے مسلمان مرحوم کے شکر گزار رہے ہیں۔ وہ ایک بہت بڑی شخصیت تھے۔ انہوں نے ہر نیک مقصد اور ہر ضرورت مند کی فراخدلانہ امداد کی ان کا انتقال ایک ایسے دور کا خاتمہ ہے جس میں آغا خان

---

۱ الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۵۷ء صا ؛ ۲ الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء صا کالم آخر ؛ ۳ الفضل ۸ اگست ۱۹۵۷ء صہ ؛ ۴ الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء صا

نے یورپ اور ایشیاء دونوں جگہ نمایاں کردار ادا کیا[1]

سر آغا خان کے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ گہرے مراسم تھے جس کا کسی قدر اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے۔ سر آغا خان تحریر فرماتے ہیں: -

۱-

I myself presiding as host, and Mr. Jinnah and Sir Muhammad Shafi negotiating on one side and Mahatma Gandhi on the other.

They were informal talks and no record was kept. I said little and left the bulk of the discussion to Mr. Jinnah and Sir Muhammad Shafi and to the other delegates who from time to time took part, notably Sir Zafrullah Khan, Mr. Shoukat Ali, and the late Shafaat Ali Khan.'

(The Memoirs of Aga Khan- Page 228Cassell and company Ltd. London-1954)

(ترجمہ) میں مسلمانوں کی طرف سے میزبانی کے فرائض ادا کرتا رہا البتہ مسٹر جناح اور سر محمد شفیع مسلمانوں کی طرف سے اور دوسری طرف سے مہاتما گاندھی گفت و شنید میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ یہ غیر رسمی ملاقاتیں تھیں جن کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔ میں تو بہت ہی کم بولتا تھا جبکہ گفت و شنید کا زیادہ بوجھ مسٹر جناح اور سر محمد شفیع نے اٹھایا ہوا تھا یا پھر دوسرے اراکین وفد نے جو وقتاً فوقتاً شامل گفتگو رہا کرتے تھے جن میں سر محمد ظفر اللہ خان، مسٹر شوکت علی اور مرحوم شفاعت علی خاں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

۲-

'A former distinguished colleague of mine, at the Round Table Conference and the committees which followed, Zafrulla khan, is at present Foreign Minister; and the brings to his herculean

---

[1] الفضل ۱۴ر جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

responsibilities sagacity, forensic ability, and great experience in the field of international affairs.'

(The Memoirs of Aga Khan- Page 321)

(ترجمہ) گول میز کانفرنس کے زمانہ اور اس کے بعد کی کمیٹیوں کے میرے ممتاز ساتھی ظفر اللہ خان وزیر خارجہ ہیں جو بین الاقوامی معاملات میں اپنے وسیع تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اس وزارت کی انتہائی مشکل ذمہ داریوں کو اپنی بھرپور ذہانت اور قانون مہارت سے بحسن وخوبی نباہ رہے ہیں

۳۔

'It is formality to say that it was an honour to be chosen to lead so notable a body of man including personalities of the calibre of Mr. M.A. Jinnah, later to be the creater of Pakistan and the Quaid-i-Azam or Sir Muhammad Zafrullah Khan for many years India's representative at humerous international congress and first Foreign Minister of Pakistan, or my old and tries friend Sir Muhammad Shafi, one of the founder of Muslim League.'

(The Memoirs of Aga Khan- Page 214-215)

(ترجمہ) بغیر کسی تکلف کے میں یہ کہتا ہوں کہ ایسی قابل ترین ممتاز شخصیتوں پر مشتمل وفد کی رہنمائی میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا جیسے مسٹر محمد علی جناح جو بعد میں پاکستان کے بانی اور قائد اعظم کہلائے یا سر ظفر اللہ خاں جو کئی سال بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہندوستان کی نمائندگی کرتے رہے اور پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنے یا میرے پرانے مخلص دوست سر محمد شفیع جو کہ مسلم لیگ کے بانیوں میں سے ایک تھے۔

بہائیوں سے کامیاب مناظرہ

اس سال بہائیوں نے چکوال (ضلع جہلم) میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ بلکہ تین چار مسلمان بہائی بھی ہو گئے جس سے علاقہ

میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا - اس پر مسلمانوں کے ایک وفد نے احمدیہ بیت الذکر چکوال میں انچارج مربی مولوی محمد اشرف صاحب ناصر سے ملاقات کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی میں بہائیوں سے گفتگو کریں۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۵۷ء احمدیہ بیت الذکر میں ۴½ شام سے ۶½ بجے تک "اسلامی شریعت اور بہائی شریعت میں موازنہ" کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ بہائیوں کی طرف سے ان کے مشہور مبلغ اور لیڈر سید محفوظ الحق صاحب علمی[1] اور مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد اشرف صاحب ناصر[2] پیش ہوئے۔ تقریر کے لیے نصف نصف گھنٹہ وقت مقرر کیا گیا۔ پہلی اور آخری تقریر مولوی محمد اشرف صاحب نے فرمائی۔ احمدیہ بیت الذکر کا صحن سامعین سے بھرا ہوا تھا اردگرد کے علاقہ کے مسلمان بھی اس میں شامل تھے - صدر جلسہ کے فرائض مولوی نور محمد صاحب خطیب مسجد خواجگان نے ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مناظرہ میں اسلام کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ ایک بہائی نے تو اسی وقت برسر عام بہائیت سے توبہ کی۔ صاحب صدر نے احمدی مناظر کو مخاطب کر کے فرمایا

"آپ نے آج مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے جس کے لیے میں مسلمانانِ چکوال کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں[3]۔"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فرضی تصویر پر احتجاج

وسط ۱۹۵۷ء کا یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ جنوبی بھارت میں ندیب فوٹو پبلشر کمپنی حیدر آباد دکن کی طرف سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی فرضی تصویر شائع ہوئی۔ اس شرمناک حرکت کا ناظر صاحب دعوت تبلیغ قادیان نے فوری نوٹس لیا اور اس پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا:-

اس قسم کا فرضی فوٹو آنحضرت صلعم کا شائع کرنا اور پھر اس کے لئے نذرانہ طلب کرنا بہت معیوب قابلِ اعتراض اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانے کا باعث ہے۔ اور ہم اس کی اشاعت

---

[1] ولادت ۱۸۹۴ء وفات ۸ر فروری ۱۹۶۸ء [2] ولادت ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۲ء - وفات ۹ر ۱۰ر جولائی ۱۹۹۱ء [3] الفضل ۳ر اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۶

پر سخت نفرت اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔[1]

اہلِ ربوہ کا مثالی وقارِ عمل

۲۸ راگست ۱۹۵۷ء کو دریائے چناب میں سیلاب کے بڑھتے ہوئے زور کی وجہ سے ربوہ کے قریب دریائے چناب پر ریلوے پُل کے حفاظتی پُشتے میں ایک سو فٹ لمبا شگاف پڑ گیا اور پُل کے تباہ ہونے کا فوری خطرہ پیدا ہو گیا۔ چاروں طرف سے راستے مسدود ہونے کی وجہ سے ریلوے حکام بالکل بے بس ہو گئے اور فوری امداد بہم پہنچانے سے قاصر تھے اس لیے ریلوے انجینئر صاحب لائلپور (فیصل آباد) نے بذریعہ تار ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سے درخواست کی کہ کم از کم ایک سو مزدور فوراً پُل پر بھجوانے کا انتظام فرمائیں۔ نمائندہ روزنامہ الفضل کی اطلاع کے مطابق یہ اطلاع ملتے ہی ناظر امور عامہ صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب کی زیر نگرانی لوکل انجمن احمدیہ، مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ اور مجلس انصار اللہ ربوہ کے امدادی دستے پوری طرح حرکت میں آ گئے۔ نیز صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے جملہ دفاتر بند کر دیئے گئے اور دو صد پچاس افراد جن میں کالج کے پروفیسر صاحبان دفاتر کے افسران، صیغہ جات کے عملے کے دوسرے ارکان اور ربوہ کے نوجوان دکاندار الغرض ہر شعبہ اور حرفہ کے لوگ شامل تھے۔ وہ سب شدید دھوپ اور گرمی میں دو میل کی مسافت پیدل طے کر کے دریائے چناب کے پُل پر پہنچ گئے اور وہاں پر انہوں نے جناب ایم۔ ایس شوکت صاحب آئی۔او ڈبلیو (انسپکٹر آف ورکس) کی زیر ہدایت دریا کے دوسرے کنارے سے بھاری بھاری پتھر لا کر شگاف میں ڈالنے شروع کر دیئے اور نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کر کے وہ قریباً آٹھ ہزار مکعب فٹ پتھر شگاف میں بھر کر فوری خطرہ بڑی حد تک دور کر دیا ان اڑھائی صد احباب کے جوش و خروش کے ساتھ کام کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ ہر شخص کس طرح بھاری پتھر اٹھا کر لیے جا رہا ہے۔

خدام کے کام اور ان کے جوش و جذبہ سے متاثر ہو کر آئی۔او۔ ڈبلیو صاحب نے نمائندہ الفضل سے کہا خود ریلوے کے مزدور بیس روز میں جو کام کرتے وہ ان باہمت نوجوانوں نے چند

---

[1] اخبار بدر یکم اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ :: ایضاً الفضل ۷ راگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۴

گھنٹوں میں کر دکھایا ہے۔ مزید کہا دراصل رضاکارانہ خدمت کا جذبہ ان سے یہ سب کچھ کروا رہا ہے۔
آپ نے بتایا کہ گزشتہ رات سے شگاف لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا اور کسی سمت سے امداد کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ میں نے دریا کے قریب پہاڑیوں پر پتھر نکالنے والے پٹھانوں کو تین تین روپے فی مزدور کی پیشکش بھی کی لیکن انہوں نے پیشگی اُجرت کا بہانہ کر کے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ ایسے نازک موقع پر انہوں نے جس بُری ذہنیت کا مظاہرہ کیا اس سے مجھے بہت افسوس ہوا۔ اگر ربوہ والوں کی طرف سے بروقت امداد نہ ملتی تو اب تک پُل کو بہت نقصان پہنچ چکا ہوتا۔
شام تک مسلسل پتھر ڈھونے کے باعث خدام و انصار تھک کر چور ہو چکے تھے کہ ریلوے کے آئی۔او۔ڈبلیو صاحب نے درخواست کی کہ بیس[۲۰] ایسے باہمت نوجوان ورکار ہیں جو رات کو بھی پُل پر موجود رہیں تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ ریلوے کے بیس مزدوروں کے ساتھ مل کر جو پہلے سے وہاں موجود تھے مزید پتھر ڈال کر شگاف کو بڑھنے نہ دیں۔ اس پر قائد صاحب ربوہ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے ایسے باہمت خدام کو دعوتِ خدمت دی چنانچہ خدام نے بڑے اشتیاق سے آگے بڑھ بڑھ کر اس خدمت کے لیے اپنے نام لکھوانے شروع کر دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بیس[۲۰] نام آگئے جس پر باقی سب احباب کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی[۱]

رانچی میں جلسہ سیرت النبیؐ

۸ ستمبر ۱۹۵۷ء کو صوبہ بہار (بھارت) کے مشہور مقام رانچی میں پبلک لائبریری ہال میں زیر صدارت بابو دیگمبر رام (چیئرمین رانچی میونسپلٹی) سیرت النبیؐ کا جلسہ منعقد ہوا۔ مقررین کے اسماء یہ ہیں۔ جناب حبیب اللہ صاحب پروفیسر لاء کالج رانچی۔ مولانا ابوالبیان واعظ بھاگلپوری۔ جناب محمد عباس صاحب وکیل نمازوی۔ مسٹر ہری کرشن لال ایم ایل سی بہار (آپ نے اپنی تقریر میں حضور اکرمؐ کے بارہ میں کہا "انسانی زندگی کے کوئی پہلو ایسے نہیں جن کے لیے آپ کی تعلیم مکمل نہ ہو۔ آپ کی تعریف کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے"
سید محی الدین احمد صاحب چیف ایڈیٹر اخبار دی سینٹل رانچی۔ بابو دیگمبر رام نے اپنی صدارتی تقریر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ مدنیہ سے رونما ہونے والے عالمی انقلاب کا تذکرہ کرتے

---

[۱] الفضل ۳۰ اگست ۱۹۵۷ء ص ۱ ـ ۸

ہوئے بتایا کہ آنحضرتؐ کسی خاص قوم یا خاص دیش یا صرف مکّہ کے لیے نہیں .... بلکہ تمام دنیا کی قوموں کی اصلاح کے لیے آپ بھیجے گئے تھے آپ نے ہر قسم کی بُرائی کو دور کرنے کی کوشش کی اور اس میں شاندار طور پر کامیاب ہوئے[1]

ربوہ سے رسالہ "البشریٰ" کا اجراء

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے جنوری ۱۹۳۵ء میں حیفا (فلسطین) سے ماہنامہ "البشریٰ" جاری فرمایا تھا اس سال آپ نے اکتوبر ۱۹۵۷ء سے ربوہ میں بھی اسی نام سے ایک عربی رسالہ کا آغاز فرما دیا اور پرنسپل جامعہ احمدیہ جناب سیّد داؤد احمد صاحب کو پیشکش کی کہ "اگر البشریٰ پسند ہو تو جامعہ احمدیہ اسے بخوبی اپنا سکتا ہے آخر جامعہ ہمارا ہے اور ہم جامعہ کے" سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ اقدس میں جب یہ تجویز پیش ہوئی تو حضور نے اس امر کی بخوشی اجازت مرحمت فرما دی اور یہ رسالہ وسط جنوری ۱۹۵۹ء سے پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ کی نگرانی میں آگیا اور ملک مبارک احمد صاحب[2] اُستاذ الجامعہ اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ مئی ۱۹۵۹ء میں اس کا پہلا شمارہ نئے انتظام کے تحت منصۂ شہود پر آیا۔ جو ظاہری اور باطنی خوبیوں کا مرقع تھا۔ اس کے معیاری اور بلند پایہ مضامین اور نفیس طباعت اور بہترین دبیزی کاغذ کو دیکھ کر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب نے غایت درجہ خوشنودی کا اظہار فرمایا[3]

رسالہ "البشریٰ" مرکز احمدیت کا واحد عربی رسالہ تھا۔ اور اس نے سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی خصوصی سرپرستی اور ملک مبارک احمد صاحب کی مثالی ادارت میں شاندار اور ناقابل فراموش علمی خدمت سرانجام دی اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی متعدد مقدس تحریرات کو نہایت فصیح و بلیغ اور بامحاورہ عربی میں منتقل کر کے انہیں عرب ممالک کے بلند پایہ علمی حلقوں تک پہنچایا۔ چنانچہ "البشریٰ" میں "کشتی نوح" اور "الوصیت" کے اقتباسات کے علاوہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کا مکمل عربی ترجمہ اشاعت پذیر ہوا اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ

---

[1] بدر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ و صفحہ ۱۱ [2] ولادت ۱۹۲۲ء وفات ۱۹۸۸ء

[3] سیرت داؤد صفحہ ۷۳، ۷۴۔ ناشر الجمعیۃ العلمیہ بالجامعۃ الاحمدیہ ربوہ تاریخ طبع مارچ ۱۹۷۴ء

کی تصنیف تفسیر کبیر، اور دعوت الامیر، کے بعض حصوں کا نیز دعوت اتحاد' اور" رحمۃ للعالمین" کا مکمل عربی ترجمہ اس میں چھپا ۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اہلِ قلم بزرگوں اور نوجوانوں کے بلند پایہ مضامین بھی اس میں اشاعت پذیر ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ۔ شیخ نور احمد صاحب منیر ۔ شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت ۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر ۔ جناب سید عبدالحی صاحب ۔ شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ ۔ صوفی محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ لائبیریا ۔ قاضی محمد اسلم صاحب صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی ۔ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق مولوی محمد یعقوب صاحب امجد ۔

بیرونی ممالک کے احمدیوں میں سے خالد وتلف (جرمنی) عبدالسلام میڈیسن (ڈنمارک) الاستاذ رشدی البایکر البسوطی (سابق رئیس الجماعۃ الاحمدیہ حیفا) اور السید عبدالحمید عبدالمجید خورشید (مصر) کی نگارشات بھی رسالہ کی زینت بنیں۔

انگلستان سے واپسی

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور سید محمود احمد صاحب ناصر جو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے منشاء کے مطابق بغرض تعلیم کچھ عرصہ سے انگلستان میں قیام فرما تھے اس سال اکتوبر میں واپس ربوہ تشریف لے آئے۔[۲]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ

۱۹؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی طرف عالمی عدالتِ انصاف حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔

جس میں ممبران ایسوسی ایشن کے علاوہ بزرگانِ سلسلہ ناظر و وکلاء صاحبان اور لائلپور (فیصل آباد) اور سرگودہا کے بعض صحافی حضرات بھی شریک ہوئے اس موقعہ پر مختلف احباب سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے متعدد علمی اور عوامی دلچسپی سے تعلق رکھنے والے بعض موضوعات پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی اور اس طرح حاضرین کو آپ کے زریں خیالات سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔

---

[۱] حال وکیل التصنیف ربوہ ۔ [۲] الفضل ۱۳؍۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

دورانِ گفتگو جب آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی گئی کہ بعض حلقوں میں نماز اردو میں پڑھنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے تو اس امر کو غیر مستحسن قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ انگریز کا راج ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے لیے انگریزی زبان سے تعلق یکسر منقطع کر لینا ممکن نہیں ہے۔ ہم مجبور ہیں کہ ابھی انگریزی کو کسی نہ کسی رنگ میں برقرار رکھیں کیا وہ زبان جس میں قرآن مجید نازل ہوا اور جسے دینی نکتہ نگاہ سے بنیادی اہمیت حاصل ہے اس قابل ہے کہ ہم اس سے اپنا تعلق منقطع کر لیں؟؟ ۔ ہمیں تو چاہیئے کہ ہم عربی زبان کو زیادہ سے زیادہ اپنائیں اور اسے زیادہ سے زیادہ مقبول بنائیں۔ اس کا ایک آسان طریق یہ ہے کہ ہم نے غیر زبانوں کے جو مشکل الفاظ اختیار کر رکھے ہیں حالانکہ ہم میں سے اکثر ان کے صحیح معنی اور مفہوم سے پورے طور پر آشنا بھی نہیں ہوتے انہیں ہم ترک کرنے کی کوشش کریں اور ان کی بجائے اپنی روزمرہ بول چال میں زیادہ سہل عام فہم اور موزوں و مانوس الفاظ استعمال کرنے کی عادت ڈالیں مثال کے طور پر آپ نے فرمایا عام طور پر ہمارے ہاں کھانے پینے کی دکانوں کے لیے ہوٹل اور کیفے کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کی بجائے بآسانی عربی الفاظ اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ اگر کھانے وغیرہ کی دکان کے لیے مطعم کا لفظ استعمال کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ اسی طرح ہوائی جہازوں کے اُترنے کی جگہ کے لیے ہم نے ہوائی اڈہ کا لفظ اختیار کر رکھا ہے کوئی وجہ نہیں کہ ہم عربی زبان سے اپنے لگاؤ اور تعلق کی بناء پر اس کے لیے مطار کا عربی لفظ استعمال نہ کریں جو زیادہ سہل اور مختصر ہے اس طرح روزمرہ کی بول چال میں عربی زبان کو رواج دینے سے ہم عربی زبان سے اپنے تعلق اور لگاؤ کو بڑھا سکتے ہیں[1]

بیرونی مشنوں کی سرگرمیاں

اب بیرونی احمدیہ مشنوں کی (۱۹۵۷ء میں) تبلیغی سرگرمیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔

انگلستان مشن

مشن کے انچارج مولود احمد خاں صاحب نے اس سال کی پہلی سہ ماہی میں بارہ مختلف روٹری کلبوں میں لیکچر دیئے جن کا بالعموم موضوع اسلام تھا۔ ان تقاریر پر برطانوی پریس کا تبصرہ بہت دلچسپ تھا۔ چنانچہ اخبار میکنے گزٹ لنڈن ایڈورٹائزر (MRCHVE GAZETTE

---

[1] الفضل ربوہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۷ء صا

(LONDON ADVERTISE نے اپنی ۸ر فروری ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں لکھا کہ یہ افسوسناک امر ہے کہ یہاں مذہبی امور میں دلچسپی ظاہر نہیں کی جاتی مگر میکنے روٹری کلب کے ہفتہ وار اجلاس میں جو ابھی منگل کو منعقد ہوا یہ معاملہ برعکس ثابت ہوا۔ شاید یہ بیت الفضل لندن کے امام مسٹر مولود احمد خاں کی (جو وانڈرز ورتھ روٹری کلب کے ممبر ہیں) اسلام سے متعلق عالمانہ لیکچر کا نتیجہ تھا۔ سوالات کے وقفہ کے دوران ممبران نے کئی سوالات کیے لیکن ایک سوال حاضرین کی توجہ کا مرکز بنا جو میتھوڈسٹ سنٹرل ہال کے پادری جان سٹیون فشر (STEVEN FISHER) کا سوال تھا اور وہ یہ کہ عورتوں کے بارہ میں اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ معزز مقرر کے جواب سے معلوم ہوتا تھا کہ اسلام نے عورتوں کو بھی ان کے حقوق دیئے ہیں اور ان میں ملکیت، وراثت اور طلاق وغیرہ کے معاملات بھی شامل ہیں لیکن انہوں نے مزید بتایا کہ عورتوں کی نگہداشت کا فرض مرد کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ طلاق کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسلام طلاق کو جائز قرار دیتا ہے اور اس معاملہ میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق مقرر ہیں۔

اسی طرح اخبار دی گریٹر لنڈن روڈیس میگزین (THE GREATER LONDON RODIUS MAGAZINE) نے لکھا روٹری کلب کے حالیہ اجلاس میں مولود احمد خاں امام بیت الفضل لنڈن نے ایک غیر معمولی تقریر بعنوان اسلامی دنیا کی اسلام کے متعلق ان کے نظریات نے اس درجہ شوق پیدا کر دیا۔ کہ صدر مجلس کو سلسلہ سوالات بند کرنے میں خاص دشواری پیش آئی۔ فاضل مقرر نے تعدد ازدواج کو اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز قرار دیا۔

روٹری کلب کے علاوہ سلاؤ (SLOUGH) کی ورکرز یونین کے ممبران سے بھی آپ نے خطاب کیا اور اسلام کی عالمگیر تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے سامعین کو قبولِ اسلام کی دعوت دی یہ تقریر بہت خاموشی سے سنی گئی اختتام پر بہت سے سوالات دریافت کیے گئے۔

انگلستان مشن کے زیر انتظام پندرہ روزہ لیکچروں کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔ جن میں لنڈن کے علاوہ نائیجیریا، گیمبیا، ٹرینیڈاڈ اور بھارت کے طلبہ نے بھی شرکت کی ۱۹۵۷ء کا پہلا پندرہ روزہ لیکچر ماہ جنوری میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے دیا جس میں آپ نے ناقابلِ تردید عقلی دلائل و براہین سے تثلیث کا رد فرمایا۔ لیکچر کے اختتام پر ایک مسیحی طالب علم نے اعتراف کیا کہ فاضل مقرر

نے جو دلائل بیان فرمائے ہیں ہمارے پاس ان کا فی الحقیقت کوئی جواب نہیں۔

پندرہ روزہ لیکچروں میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر ایک مباحثہ تھا جو "اسلام اور غلامی" کے موضوع پر ہوا۔ سب سے پہلے تمام حاضرین کو اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دی گئی اس طرح تمام مخالف اور موافق پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہوئی۔ پھر اگلے اجلاس میں میر عبدالسلام نے اسی موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک جامع لیکچر دیا۔

۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو ٹیلیویژن کے ایک پروگرام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے جس پر مولوی احمد خاں صاحب اور ایک احمدی ڈاکٹر محمد نسیم صاحب نے احتجاج کیا اور متعلقہ ڈائریکٹر کو لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مذہبی رہنما ہیں۔ حضورؐ کی شان کیخلاف نازیبا الفاظ کے استعمال سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اس پر ڈائریکٹر نے معذرت کی اور یقین دلایا کہ ایسے الفاظ کا اعادہ نہیں ہوگا۔

لنڈن کے ایک کلب کے پچاس ممبر بیت الفضل میں آئے جن سے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے پون گھنٹہ تک خطاب فرمایا جس میں اسلام کا دیگر مذاہب عالم سے موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام خدا کی وحدانیت کا قائل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کو سچے اور خدا کے رسول تسلیم کرتا ہے۔

مشن کی سہ ماہی رپورٹ کے مطابق نائیجیرین طلبہ کے ایک گروپ سے مولوی مبارک احمد صاحب ساقی نے تین گھنٹہ تک تبادلہ خیالات کیا[1]

ہالینڈ مشن

اس سال کے وسط میں نائیجیریا کے ممتاز سیاسی لیڈر اور وزیر آنریبل مالم حاجی ابوبکر تفاوا بلیوا (MALAM ABUBAKR) احمدیہ مشن ہاؤس ہیگ میں تشریف لائے اور اس روحانی و دینی مرکز کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس موقع پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ان سے پون گھنٹہ تک مختلف امور پر تبادلہ خیالات فرمایا اور مشن کی طرف سے انگریزی ترجمہ قرآن عطا فرمایا۔ جسے انہوں نے قدر دانی کے گہرے جذبات

---

[1] الفضل ۱۸ جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۳، ۴ (خلاصہ رپورٹ مرسلہ مولوی مبارک احمد ساقی)

سے قبول کیا۔[1]

سوئٹزرلینڈ مشن شیخ ناصر احمد صاحب انچارج مشن سوئٹزرلینڈ نے ۲۴ر جنوری ۱۹۵۷ء کو بازل شہر میں تبلیغی جلسہ سے، ۸ر مارچ کو شاف ہوس میں پراٹسٹنٹ کلب سے اور ۲۲ر مارچ کو بون میں ایک پرہجوم اجلاس سے خطاب کیا۔ پانچ اخبارات میں مشن کے متعلق خبریں شائع ہوئیں آپ نے قرآن کریم کے روسی ترجمہ کے سلسلہ میں ابتدائی معلومات مہیا کر کے ترجمہ کا نمونہ تیار کروایا۔[2]

اس سال صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر یورپ کے تبلیغی جائزہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو ان کی رفاقت میں آپ ۲۸ر جولائی کو آسٹریا کے دارالحکومت ویانا گئے اور ۲۹ر جولائی کو آسٹریا کے چانسلر صاحب کو قرآن مجید کا جرمن ترجمہ پیش کیا۔[3] جو اُن کے نمائندہ خصوصی نے وصول کیا۔ چانسلر صاحب مسٹر جولیس راب نے جرمن ترجمہ قرآن کی پیشکش پر اظہار تشکر کیا اور شیخ ناصر احمد صاحب کے نام خط میں لکھا:-

"مجھے اس امر کا حد درجہ قلق ہے کہ جب آپ مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۵۷ء کو فیڈرل چانسلری میں تشریف لائے تو مَیں بوجہ ویانا سے باہر ہونے کے آپ سے ذاتی طور پر نہ مل سکا۔ اُمید ہے کہ آپ اب اس خط کے ذریعہ میرا پُرخلوص شکریہ قبول کریں گے کہ آپ بذاتِ خود تشریف لائے اور میرے لیے قرآن کریم کے پہلے ثقہ اور مستند عربی جرمن ایڈیشن کا ایک نسخہ پیش کیا۔ مَیں نے دنیائے اسلام کی اس حد درجہ اہم اور مقدس کتاب پر بڑے شوق سے نظر ڈالی ہے اور مَیں دلی مسرت کے ساتھ اسے اپنی لائبریری کا ایک قیمتی جزو بناؤں گا۔

مرزا مبارک احمد صاحب کے نام بھی اس مضمون کا ایک خط علیحدہ بھجوا رہا ہوں۔ پُرخلوص جذبات کے ساتھ آپ کا جولیس راب"[4] (ترجمہ)

---

[1] آپ ۱۹۵۹ء کے انتخاب کے بعد ملک کے وزیراعظم بنے۔ آپ آزاد نائیجیریا کے پہلے مسلمان تھے۔ جو اس منصب پر فائز ہوئے۔ افسوس۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۶ء کو فوج نے آپ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور آپ شہید کر دیئے گئے۔ [2] الفضل ۱ر مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳ خلاصہ رپورٹ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب [3] الفضل ۱۱ر جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [4] بدر قادیان ۲۶ر ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱

سپین مشن

چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین میڈرڈ سے بارسیلونا شہر تشریف لے گئے جہاں ۱۰ر جولائی ۱۹۵۷ء کو ایک لیکچر دیا جس کے بعد آپ نے حاضرین کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ یہ علمی مجلس بہت دلچسپ اور کامیاب رہی۔ روزنامہ طاراسا (TARRASA) نے اپنی ۱۳ر جولائی ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں اس کا مفصل تذکرہ کیا۔ طاراسا کے نوٹ کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

گزشتہ بدھ کے روز رات کے وقت اخبار طاراسا (TARRASA) کے نامہ نگاروں اور صحافیوں کی ایک جماعت نے دین حق کے مبلغ کرم الٰہی ظفر سے جو امن و سلامتی کا پیغام لے کر آئے ہیں، انٹرویو کیا۔ ظفر صاحب جماعت احمدیہ کے مبلغ ہیں جن کا مرکز قادیان ہے۔ ظفر صاحب نے پہلے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اس کے بعد سوالات کا موقعہ دیا گیا جو اچھا خاصا دلچسپ تبادلہ خیالات کا رنگ اختیار کر گیا۔ بہت سے مسائل اسلام اور عیسائیت میں مشترک پائے گئے۔

آپ قریباً نو سال سے میڈرڈ میں مقیم ہیں اور عطر کی معمولی تجارت کے ساتھ گزارہ چلاتے ہیں۔ جب پہلی دفعہ سپین وارد ہوئے تو ہسپانوی زبان بالکل نہیں جانتے تھے۔ اب اچھی خاصی مہارت ہو چکی ہے۔ ان کی قومی زبان اردو ہے جو زیادہ تر شمالی ہندوستان میں عام بولی جاتی ہے مگر ان کے لیے مقدس زبان عربی ہے جس میں قرآن کریم لکھا ہوا ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کے لیے مقدس مذہبی کتاب ہے۔ پہلے ان کو مرکز سے کچھ مدد ملتی تھی مگر جب سے برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی ہے یہ مالی مدد بھی ان کو نہیں ملتی۔ اب یہ خود پھیری لگا کر گذارہ کرنے میں یا کسی قدر آمد ایک کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" کی ہو جاتی ہے۔ تقریر سے پہلے آپ نے کچھ عربی زبان میں "تلاوت" کی۔ بعد میں اپنے مشن کی غرض کو تفصیل سے بیان کیا اور بتایا کہ آج دنیا کے مصائب و آلام کی وجہ یہی ہے کہ گمراہی اور ضلالت کا عام دور دورہ ہے۔ روحانیت اور اعلیٰ اخلاق کی جگہ مادہ پرستی اور اخلاق رذیلہ نے لے لی ہے جس کا خطرناک انجام سوائے تباہی اور ہلاکت کے اور کوئی نہیں۔ ہاں اگر بنی نوع انسان اپنے معبودِ حقیقی کی طرف رجوع کریں تو ان تمام مصائب سے نجات پا سکتے ہیں اور حقیقی اور دائمی خوشی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں جس کا راز عربی کے ایک سادہ مگر وسیع المعانی لفظ "اسلام" میں پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کی جائے۔ قرآن کریم کی بعض آیات ظفر صاحب نے حوالہ

کے طور پر پیش کیں جو یوحنا کے کشف اور سورج اور چاند گرہن کی پیشگوئی کی مانند نظر آتی ہیں۔ اپنی تقریر کے دوران ظفر صاحب نے حزقیل نبی کی پیشگوئی بھی پڑھ کر سنائی جس میں یاجوج ماجوج کی لڑائی کا ذکر ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک یاجوج ماجوج سے امریکہ اور روس کے ساتھی یعنی اتحادی بلاک اور روس اور اس کے ساتھی یعنی کمیونسٹ بلاک مراد ہیں۔ اور یہ جنگ بنی نوع انسان کی اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض محض یہ ہے کہ بھولی بھٹکی مخلوق اپنے خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرکے اس کی طرف رجوع کرے تا وہ رحیم و کریم اعلیٰ ہستی اپنے بندوں پر آسمان سے رحم نازل فرمائے۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے اور باعث دلچسپی ہے کہ یہ امن کا پیغام ہمارے مقدس پوپ دوازدہم کے پیغام سے ملتا ہے جس میں انہوں نے بھی دنیا کو آگاہ کیا ہے کہ اگر قومیں ہدایت کے راستہ پر گامزن نہ ہوں گی تو دنیا ایک خطرناک ہلاکت میں مبتلا ہو جائے گی۔

ہم قارئین کی توجہ ایک خاص امر کی طرف دلانا چاہتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا غیر عیسائی مذہب ہے جو عیسائیت کے قریب تر ہے (قرآن کریم کا بھی یہی دعا ہے کہ عیسائیت اسلام کے زیادہ قریب ہے) اور قرآن کریم کے بہت سے اصول اور تعلیم تورات کے مطابق ہے۔ اسلام تورات کے تمام انبیاء کو مانتا ہے۔ مسلمان حضرت مریم کو مقدس مانتے ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پاک دامن کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ انجیل کے بعض حصوں کو درست سمجھتے ہیں۔ مگر افسوس .... خدا تعالیٰ کے معجزوں پر کامل ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہماری تثلیث کے اعلیٰ راز کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ قدرتی طور پر یہ وہ مسائل ہیں جو عیسائیت اور اسلام کے اتحاد میں روک ہیں۔ مگر کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ امر ہم کیتھولک لوگوں کے لیے ہرگز کسی قسم کے تعصب کا موجب نہیں بننا چاہیئے کہ ہم اسلام کی خوبیوں کا اعتراف نہ کریں۔ اسلام بنی نوع انسان میں عالمگیر محبت کا سبق دیتا ہے اور دنیا میں مختلف طبقات کے لوگوں میں حقیقی طور پر امن و سلامتی کا ضامن ہے۔

(کارلوس موزاس)

امریکہ مشن

اس سال کے دو واقعات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اوّل:۔ پہلا اہم واقعہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مارچ۔ اپریل ۱۹۵۷ء کا قیام امریکہ ہے جس کے ذریعہ حق و صداقت کا پیغام ملک کے اعلیٰ سماجی علمی اور مذہبی حلقوں تک پہنچا۔ آپ کے قیام کے دوران میں جماعت نیویارک کو مشن ہاؤس کے لیے پہلے کی نسبت کہیں بہتر جگہ حاصل ہو گئی اس نئے مشن کا افتتاح آپ نے یکم مارچ ۱۹۵۷ء کو نماز جمعہ کی امامت کے ساتھ فرمایا اور ایک بصیرت افروز خطبہ دیا۔ پھر عید الفطر کے روز آپ نے نماز عید کی امامت فرمائی۔ نیویارک مشن نے غیر مسلموں کو بھی کارڈوں کے ذریعہ سے اس تقریب کی دعوت دی تھی۔ اس طرح اشاعت دین کا ایک نہایت عمدہ موقع پیدا ہو گیا۔ ان اجتماعات کے علاوہ آپ نے اس عرصہ میں کئی لیکچرز مختلف یونیورسٹیوں۔ کالجوں۔ کلبوں اور ایسوسی ایشنز میں اسلام کے متعلقہ مضامین پر دیئے۔ آپ کا پہلا لیکچر کولمبیا یونیورسٹی کے BERNARD COLLEGE FOR WOMEN میں "اسلام" کے موضوع پر ہوا اس میں آپ نے اسلامی تعلیمات کا ایک بنیادی خاکہ غیر مسلم طلبہ کی واقفیت کے لیے پیش فرمایا۔ قریباً ہر لیکچر کے بعد یہاں کے دستور کے مطابق سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جس میں تقریر کے موضوع سے متعلق مزید معلومات سے آپ مستفید فرماتے رہے۔

کولمبیا یونیورسٹی میں مسلم طلبہ کی ایسوسی ایشن نے آپ کے لیکچروں کے ایک سلسلہ کا انتظام کیا۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح صرف بنیادی امور کی بجائے تعلیم اسلام کی گہری اور تفصیلی واقفیت علم دوست طبقہ کو دی جائے۔ اس سلسلہ میں پہلا لیکچر ISLAM-THE FAITL یعنی "اسلام بحیثیت مذہب" کے موضوع پر ۲۶ فروری کو ہوا۔ دوسرا لیکچر ۱۲ مارچ کو THE MORAL AMD SPIRITUAL VOLNCS OF ISLAM کے عنوان پر دیا گیا جس میں اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیم کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ تیسرا لیکچر THESOCIAL AND ECONOMIC VALUES OF ISLAM. کے موضوع پر ۷ مارچ کو ہوا۔ ان لیکچرز میں یونیورسٹی کے طلبہ اور پروفیسروں کے علاوہ باہر سے ذی علم احباب جمع ہوتے رہے اور تقاریر کے بعد تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

آپ کا ایک لیکچر امریکہ کے شمالی مشرقی ریاست MAINE کے ایک کالج BOWDOIN COLLEGE میں ۷ مارچ کو ہوا۔ عنوان یہ تھا: UNIVERSE DESIGN OR ACCIDENT ? ISLAMIC VIEW یعنی "تخلیقِ عالم اسلامی نقطۂ نگاہ سے محض حادثہ ہے یا تدبیرِ الٰہی؟" آپ کی ایک نہایت اہم تقریر AMERICAN FRIEND OF THE MIDDLE EAST کے سالانہ اجلاس میں ۲۶ مارچ کو ہوئی اس موقعہ پر ملک کے اطراف و جوانب سے اس آرگنائزیشن کے نمائندگان نیویارک میں اپنی سالانہ کانفرنس کے لیے جمع ہوئے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے اپنی تقریر میں بتایا کہ مشرقِ وسطیٰ کی الجھنوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے مذہب یعنی اسلام کی روح کو سمجھا جائے اور خاص طور پر اس امر کی اہمیت کو بھی کہ اسلام کا مقدس صحیفہ نہ صرف مکمل طور پر وحی الٰہی بلکہ آنے والے ہر زمانہ کی تمام قسم کی مشکلات کا حل پیش کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ تقریر اس اہم مجمع میں بڑے غور سے سُنی گئی بعد میں صاحب صدر نے کہا کہ تقریر سے قبل میں نے مقرر کا تعارف ایک مشہور عالم سیاست دان اور قانون دان کی حیثیت سے کرایا تھا۔ لیکن اب میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک بڑے فلاسفر اور عالم بھی ہیں۔

۱۲ اپریل کو آپ کی ایک تقریر ڈی۔ ایم۔ سی۔ اے واشنگٹن کی BREAKFAST CLUB میں ہوئی۔ یہ ایسٹر کا تہوار بھی تھا۔ اس لیے موقعہ کی مناسبت سے آپ نے "حضرت مسیحؑ کا مقام مسلمانوں کی نظر میں" کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ اور اس سلسلہ میں واقعۂ صلیب اور سفرِ کشمیر کے واقعات بھی بیان کیے۔ ۲۲ اپریل کو آپ کا ایک خاص لیکچر اسلامک سنٹر واشنگٹن میں ہوا۔ اس موقعہ پر مسجد واشنگٹن کا لیکچر ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اسلام اور عہدِ حاضر کی زندگی (ISLAM AND MODERN LIFE) کے موضوع پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی۔

ان لیکچروں کے علاوہ آپ ہر ہفتہ میں دو بار کولمبیا یونیورسٹی کے دو مذاکرات (SEMINARS) میں بھی شریک رہے۔ ان میں سے ایک تو "امنِ عالم" کے موضوع پر تھا اور دوسرا مشرقِ اوسط کے معاملات پر۔ ان میں کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر اور بعض دوسرے سکالرز بھی شریک ہوتے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب ان مضامین پر اسلامی اور پاکستانی نقطۂ نگاہ

بیان فرمایا۔

مورخہ ۱۴ر اپریل کو آپ CHURCH PEACE UNION کے ایک لنچ پر مدعو تھے جس میں اس امر پر تبادلۂ خیالات ہوا کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس کی مضبوطی کے لیے کیا مساعی کی جا سکتی ہیں ؟ ؎۱

۲۔ جماعت احمدیہ امریکہ کی دسویں کامیاب سالانہ کانفرنس اس سال ۳۱ر اگست تا ۲ر ستمبر ۱۹۵۷ء ڈیٹن میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں امریکہ کے بیس شہروں کے احمدی مندوبین نے شرکت فرمائی۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کا پُرجوش پیغام خاص دلچسپی سے سُنا گیا۔ دو مخلصین جماعت نے نئے مشن ہاؤس کے لیے اپنی جائیدادیں وقف کرنے کا اعلان کیا۔ جملہ نمائندگان کے یہ دن دعاؤں کے پُرکیف ماحول میں گزرے اور وہ ایک خاص جذبہ، اثر اور نئے عزائم لے کر گئے ؎۲

مشرقی افریقہ مشن

۱۵ر مارچ ۱۹۵۷ء کو مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے بیت سلام ٹانگانیکا کا افتتاح کیا۔ اس تقریب میں احمدی احباب کے علاوہ متعدد افریقن۔ ایشین اور یورپین معززین نے بھی شرکت کی ٹانگانیکا کے دارالسلطنت دارالسلام کے وسط میں یہ پہلی عبادت گاہ تھی جسے وہاں کی جماعت احمدیہ نے خدائے واحد کی عبادت کے لیے تعمیر کیا۔

افتتاح سے قبل مولانا موصوف نے سواحیلی زبان میں مختصر مگر مؤثر الفاظ میں اسلامی مساجد کی غرض وغائیت اور اسلامی مساوات کو پیش کیا۔ اور بتایا کہ انہیں مقاصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعودؑ کے طور پر مبعوث کیا اور احمدیہ جماعت دین حق کے ان مقاصد کی اشاعت کے لیے ہر حالت میں کوشش کو جاری رکھے گی۔ آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ خدا کا یہ گھر خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف ہے اور ہر مذہب و ملت کا آدمی بلا روک

؎۱ "روزنامہ الفضل" ربوہ ۱۶ر جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ (رپورٹ سید جواد علی صاحب سیکرٹری امریکہ مشن)

؎۲ الفضل ۵ر ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ (رپورٹ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مبلغ امریکہ)

دلوگ عبادت بجالا سکتا ہے اس تقریر کا ترجمہ اردو اور انگریزی زبان میں حاضرین تک پہنچایا گیا۔

کارروائی کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا جو ایک غیر احمدی عالم دین شیخ حمد رمضان صاحب نے نہایت خوش الحانی سے کی۔ ازاں بعد جماعت احمدیہ دارالسلام کے سیکرٹری سید محمد سرور شاہ صاحب ایم اے نے انگریزی زبان میں مختصر طور پر پروگرام کی تفصیل بتائی۔ پھر مکرم سید محمد اقبال شاہ صاحب آف نیروبی نے تمام پیغامات پڑھ کر سنائے جو مقامی افسران اور احباب کی طرف سے موصول ہوئے تھے۔ یا بیرونی جماعتوں اور مشنوں نے بھجوائے تھے۔ سب سے پہلے سیدنا المصلح الموعودؓ کا تار سنایا گیا۔ جس میں حضور نے اس کا نام بیت سلام تجویز فرمایا تھا۔

گورنر صاحب ٹانگانیکا کے پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا۔ ہز ایکسی لینسی نے مجھے ہدایت کی ہے کہ ان کی طرف سے دارالسلام میں نئی مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر خوشی کے جذبات آپ تک پہنچا دوں۔

یوگنڈا کے قائم مقام گورنر صاحب کا پیغام:۔ میں آپ کو اور آپ کی وساطت سے آپ کی تمام جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں جو لوگ اس مسجد کو استعمال کریں گے ان تک بھی میرے خوشی کے جذبات پہنچا دیجیئے۔

کینیا کولونی کے گورنر صاحب کا رقعہ۔ دارالسلام میں آپ کی نئی مسجد کے افتتاح کے موقع پر آپ کو اور آپ کی مقامی جماعت کو جسے ہز مجسٹی اپنی وفادار رعایا میں سے شمار کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہیں نہایت گرمجوشی سے مبارکباد دیتا ہوں۔

نیروبی کے میئر صاحب کا پیغام:۔ افتتاح کے موقع پر مخلصانہ جذبات بھجوانے میں مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ایمان اور ان کی دعائیں اس امر کی ضامن ہیں کہ یہ نئی عمارت ان کی روحانی تقویت کا باعث ہوگی اور دوسرے لوگوں کے لیے ان تمام عمدہ تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ ہوگی جو اسلام سکھاتا ہے اور جن کے ذریعہ قوموں میں امن اور صلح قائم ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ نیروبی کے احمدی اور ان کے احباب اس اُمید کے اظہار میں میرے ساتھ شریک ہوں گے کہ یہ عبادت گاہ صرف انہیں کے لیے مذہبی مرکز نہیں بنے گی بلکہ اس کے ذریعہ سے مختلف عقاید رکھنے والی جماعت کے افراد عمدہ شہریت کے اصول سیکھیں گے۔

جماعت احمدیہ کی رواداراَنہ تعلیم اور جذبہ ہمدردی مخلوق ان علاقوں کی زندگی پر عمدہ اور عظیم الشان

اثر رکھتے ہیں اور اِن کے ذریعہ سے مشرقی افریقہ کے لوگوں اور اُن کے خیالات کو متحد کیا جا سکتا ہے ۔

کینیا کے وزیر بے محکمہ مسٹر مدن (MR. MADAN) نے لکھا مجھے افسوس ہے کہ میں اس تقریب میں شامل نہیں ہو سکوں گا ۔ تاہم میں آپ کی اور آپ کی جماعت کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں ۔ میری دعا ہے کہ آپ کی تعلیم کے ذریعہ انسانوں میں باہمی مفاہمت پیدا ہو ۔ حقیقی رواداری اور آپس میں مل بیٹھنے کا جذبہ پیدا ہو ۔ لوگ لڑائی جھگڑے کی بجائے باہمی الفت میں متحد ہوں ان میں حقیقی برادرانہ محبت پیدا ہو جو کہ میرے ناقص خیال میں تمام خدا پر ایمان لانے والوں کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے ۔

خدا تعالیٰ کی رحمت بے پایاں آپ کی رہنمائی کرے تا آپ دُکھی مخلوق میں امن اور قناعت پیدا کرنے کی کوششوں میں کامیاب ہوں ۔ ان تمام معاملات میں میں آپ کی عظیم الشان کامیابی کا خواہاں ہوں ۔

یوگنڈا کے وزیر مواصلات مسٹر ناتھ مینی (MR. NATH MAINI) نے اپنے پیغام میں کہا : ۔ اس بابرکت موقع پر میں آپ کو اپنا مخلصانہ سلام اور دلی جذبات پیش کرتا ہوں کاش میں اس موقعہ پر قریب تر ہوتا اور اس میں شامل ہو سکتا میری دعا ہے کہ یہ خدا کا گھر جو آپ نے تعمیر کیا ہے اس طبعی تڑپ کو پورا کرنے والا ہو ۔ جو حق کی تلاش کے لیے ہر نسل اور ہر مذہب کے انسان میں ودیعت کی گئی ہے ۔

مشرقی افریقہ کے ریلویز اینڈ ہاربرز (RAILWAYS AND HARBOURS) کے جنرل مینجر سر آرتھر کربی نے تحریر فرمایا : ۔ مضبوط مذہبی عقاید اور مخلصانہ مذہبی اعمال کسی بھی جماعت کی تنومندی کے لیے نہایت اہم ہوتے ہیں یہ عبادت گاہ جو آپ نے نہ صرف احمدیوں کی مذہبی اور مجلسی بہبود کے لیے بنائی ہے بلکہ ہر مذہب کا پیرو اسے عند الضرورت استعمال کر سکتا ہے ، اس کا ایک منہ بولتا نشان ہے ۔ ساحلی علاقہ کے مسلمان حاکم شیخ مبارک علی خادی صاحب نے لکھا : ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں برکت ڈالے اور آپ کو عظیم الشان ذمہ داریاں ادا کرنے میں کامیاب کرے[1]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳ رمئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳

خدا کی قدرت! تین سال پیشتر جب ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء کو اس بیت الذکر کی بنیاد رکھی گئی تھی تو شہر میں احمدیوں کے خلاف بہت اشتعال تھا۔ افریقن شیوخ نے اپنے جاہل مریدوں میں عام تحریک پھیلائی ہوئی تھی کہ احمدیوں پر پتھر پھینکے جائیں اور راستہ میں جہاں کہیں احمدی مبلغ یا کوئی اور احمدی ملے۔ بچے شور و غل مچائیں اس مخالفت کے پیش نظر بنیاد رکھنے کے موقع پر کسی کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ اور خاموشی سے دعا کے بعد سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا۔ پولیس کی طرف سے امکانی شرارت کا مقابلہ کرنے کا پورا انتظام موجود تھا۔ لیکن درمیان کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا انقلاب پیدا کیا کہ وہی شیوخ جو ہر مجلس میں عزت و احترام کے ساتھ بٹھائے جاتے تھے اب ان پر لوگ آوازے کستے تھے اور کوئی ان کی بات سُنتا تو کجا ان کو پاس بٹھانے کے لیے بھی تیار نہ ہوتا تھا بعض سیاسی حرکات کی وجہ سے مسلمان افریقن اس نتیجے پر پہنچے کہ شیوخ غدار ہیں۔ اور افریقنوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں یہی وجہ تھی کہ افتتاح کے موقع پر افریقن معززین شوق کے ساتھ شامل ہوئے اور یہ تقریب سیدنا حضرت المصلح الموعود کی خاص توجہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کی دعاؤں سے غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مقامی پریس نے بھی خاص دلچسپی لی انگریزی اخبارات ٹانگانیکا سٹینڈرڈ۔ سنڈے نیوز۔ اور سواحیلی اخبارات ZUHRA اور MWANGAZA نے افتتاح سے پہلے اور بعد میں عمدہ نوٹ شائع کیے اور پبلک کو بار بار اس تقریب کی طرف متوجہ کیا۔ روزنامہ انگریزی اخبار ٹانگانیکا سٹینڈرڈ نے افتتاح کی رپورٹ نہایت شاندار الفاظ میں شائع کی۔ اس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے حکام اور عوام کے دلوں سے جھوٹے پراپیگنڈے کا اثر زائل ہو گیا۔ بہت سے افریقن اصحاب نے بعد میں کہا کہ ہمیں تو بتایا جاتا تھا کہ احمدی نہ کلمہ شہادت پڑھتے ہیں نہ اذان کہتے ہیں اور نہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہم نے دیکھ لیا ہے کہ یہ سب جھوٹ تھا۔[1]

۲۔ بیت اسلام کے افتتاح کے چار ماہ بعد شیخ مبارک احمد صاحب نے ۲۷ جولائی ۱۹۵۷ء کو بیت احمدیہ جنجہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ بعد ازاں مختصر تقریر فرمائی جس کا انگریزی میں ترجمہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب نے کیا۔ چوہدری صاحب موصوف نے اپنے بیٹے کی طرف سے ۵۰۰ شلنگ کا چیک دیا۔ اسی طرح ڈاکٹر

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۔

لعل دین صاحب، شیخ عبد الغنی صاحب (کمپالہ) فضل الٰہی صاحب (کمپالہ) ممتاز احمد صاحب، بھائی غلام حیدر صاحب۔ عبد الشکور صاحب بٹ نے خانہ خدا کی تعمیر کے لیے رقوم پیش کیں[1]۔

۳۔ اس سال کے دوران مشن کے زیر اہتمام مئی ۱۹۵۵ء سے ماہانہ انگریزی اخبار "ایسٹ افریقن ٹائمز" جاری ہوا اور اس کے مدیر مولوی نور الدین صاحب منیر مقرر ہوئے۔ یہ اخبار بہت جلد ملک کے مختلف حصوں میں مقبولیت اختیار کر گیا[2]۔ چنانچہ ممباسہ ٹائمز نے اپنے ایڈیٹوریل کے صفحہ پر اس اخبار کے متعلق لکھا: "احمدیہ مشن نے ایسٹ افریقن ٹائمز کے نام سے جو انگریزی ماہانہ جاری کیا ہے وہ خوب مقبول ہو رہا ہے۔ یہ اخبار خدمتِ اسلام کے لیے وقف ہے اور اسلامی نکتۂ نگاہ کو سمجھنے کے لیے بہت عمدہ مواد پیش کرتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد روحانیت کو زندہ کرنا اور اِن سوالات کا اسلامی حل پیش کرنا ہے جو موجودہ دور میں درپیش ہیں۔ اس کے علاوہ یہ اخبار افریقہ میں بسنے والی قوموں میں مِل جُل کر رہنے کی روح بھی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا[3]۔

۴۔ مولوی نور الدین صاحب منیر نے افریقن مسلمان لڑکیوں کے لیے الگ سکول جاری کرنے کی تحریک اٹھائی چنانچہ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مسٹر انگالا نے یقین دلایا کہ حکومت اس بارہ میں کارروائی کرے گی۔ اس سلسلہ میں پراونشل کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ایجوکیشن آفیسر سے بھی ملاقات کر کے انہیں تعلیمی حالت بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی[4]۔

۵۔ مشرقی افریقہ میں قبل ازیں احمدیہ مشن کی طرف سے انگریزی اور سواحیلی زبانوں میں دو اخبارات جاری تھے اور بہت مقبول تھے۔ اِس سال جماعت احمدیہ یوگنڈا کے زیر انتظام لوگنڈا زبان میں بھی ایک ماہنامہ DOBOZI LY OBU ISLAM (صوتِ اسلام) نکلنا شروع ہوا[5]۔

۶۔ چوہدری عنایت اللہ صاحب مبلغ ٹانگا نیکا نے دورانِ سال ملک کے ۹ مقامات کا دورہ کیا۔

---

[1] الفضل ۱۳ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۴ (رپورٹ حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب)

[2] الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ :: [3] الفضل ۵ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ :: [4] الفضل یکم مارچ ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ :: [5] الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

۶۳۰۰ ٹریکٹ تقسیم کیے ایک ہزار سے زائد افراد تک پیغام حق پہنچایا ۔ ایک عرب نوجوان اور ۴۲ افریقن داخل احمدیت ہوئے اور بچوں وغیرہ کو ملا کر کل ۸۳ افراد کو سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی[1]

گولڈ کوسٹ (غانا) مشن

۱۔ گولڈ کوسٹ کی جماعت ہائے احمدیہ کا سالانہ جلسہ اس سال بھی ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ رجنوری ۱۹۵۷ء کو منعقد ہوا ۔ ۹ رجنوری کو احمدیت کے عشاق مرکز جماعت سالٹ پانڈ میں وارد ہونے شروع ہوئے ۔ احمدی مردوں عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی لاریاں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور مختلف دعاؤں کے دلکش زمزمے کے درمیان دار التبلیغ میں آکر رکتیں تو فضا نعروں سے گونج اٹھتی تھی ۔ فرزندانِ احمدیت کی آمد کا یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا ۔ صبح تک چار پانچ ہزار افراد جمع ہو چکے تھے ۔

۲۔ الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر امیر جماعت ہائے احمدیہ گولڈ کوسٹ نے اپنی افتتاحی تقریر میں ان کامیابیوں کا ذکر کیا ۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۵۶ء میں حاصل ہوئیں ۔ ان میں سے اوّل الذکر احمدی سیکنڈری سکول کماسی کا امدادی فہرست (.....) پر آنا اور اس کے معین عملہ اور خصوصاً پرنسپل صاحب کا میسر آنا ہے ۔ ثانی الذکر جیسز سویڈرو کے عربی مدرسہ کی عمارت کی تکمیل اور اس کے لیے ایک عربی سکالر کا بطور انچارج میسر آنا ہے ۔ آپ نے بتایا کہ سویڈرو کے علاقہ کے لوگوں کی متواتر دو سال سے یہ خواہش تھی کہ ان کے بچوں کی عربی اور دینی تعلیم کے لیے ایک عربی سکول کا اجراء کیا جائے اگرچہ اسکول غیر رسمی صورت میں شروع ہو چکا تھا ۔ تاہم اس کے لیے نہ تو ضروری عملہ تھا اور نہ ہی عمارت ۔ یہ دونوں چیزیں بفضل خدا گزشتہ سال کے اختتام تک حاصل ہو گئیں ۔

ان کامیابیوں کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے سال رواں کی ذمہ داریوں کی طرف جماعت گولڈ کوسٹ کی توجہ مبذول کرائی جس میں اکرا مشن کو مضبوط کرنے اور مشن ہاؤس کی تعمیر کی ضرورت ۔ شمالی علاقہ میں عیسائی مشنوں کی خطرناک سکیم کا مقابلہ وغیرہ کا پروگرام شامل تھا ۔ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ گولڈ کوسٹ کے شمالی علاقہ میں فروغ عیسائیت کے لیے مختلف مشن کیا کیا کوششیں کر رہے ہیں ۔ اور ہمیں ان کو ناکام

---

[1] الفضل ۱۷ ر نومبر ۱۹۵۷ء صـ۳ ر ۴

بنانے کے لیے کس قسم کے مقابلہ کی ضرورت ہے ؟

دوسری تقریر وا (ﷲ) کے علاقہ کے ایک مخلص دوست الحاج معلم صالح صاحب نے کی۔ آپ نے اپنے علاقہ کی تبلیغی سرگرمیوں اور جماعت کی حالت کا ذکر کیا۔ پھر اشانٹی کے علاقہ کے مبلغ انچارج ملک خلیل احمد صاحب اختر شاہد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ جن کا تعلق خارق عادت امور سے ہے۔

دوسرے اجلاس میں سب سے پہلے حلقہ ریکھنی کے چیف رئیس نے اپنے حلقہ کی رپورٹ پیش کی۔ بعد ازاں مقامی افریقن مبلغین کے تبلیغ کی اہمیت کے موضوع پر تقریر کی۔ آخری تقریر کماسی کالج کے وائس پرنسپل سعود احمد خاں صاحب دہلوی نے "احمدی نوجوانوں کو خطاب کے موضوع پر فرمائی اور مؤثر پیرایہ میں نوجوانوں کو آگے بڑھنے اور خدمت کا مقدس فریضہ اپنا نصب العین بنانے کی تلقین کی۔

دوسرے دن کے پہلے اجلاس میں کماسی احمدیہ کالج کے پرنسپل صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ایم اے نے تقریر فرمائی۔ جس کا عنوان تھا۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام دینِ حق کے سالار اعظم ہیں"۔ آپ کی تقریر کے بعد اسلامی وراثت کے متعلق ایک ریزولیشن پاس کیا گیا۔ جس میں جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ آئندہ ورثہ میں احمدیوں کے بچوں اور بیویوں کو بھی حقدار تسلیم کیا جائے۔ اس سے قبل ملک کا ایک معتد بہ حصہ جو آکان قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس حق وراثت سے کلیتہً محروم تھا۔ اس کے بعد مولوی صالح محمد صاحب فاضل نے "مسیح موعودؑ کا بیٹا" کے عنوان پر تقریر کی۔

تقریروں کے پروگرام کے بعد جب احمدیت کے جاں نثاروں کے ایثار اور اخلاص کے عملی مظاہرہ کا وقت آپہنچا تو سٹیج سے مالی جہاد کی صدا بلند ہوئی۔ اس آواز کا اٹھنا تھا کہ مخلصین جماعت بڑھ بڑھ کر اپنی قربانیاں پیش کرنے لگے۔ ادھر رقوم جمع ہو رہی تھیں اور اُدھر ایک بزرگ درود اور دعاؤں پر مشتمل گیتوں کے ذریعہ حاضرین کے قلوب گرما رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاصی رقم جمع ہو گئی۔

بعد ازاں مکرم جناب امیر صاحب نے "خلافت کی اہمیت" اور اس کی برکات" پر خطبہ جمعہ دیا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مالی قربانی پیش کرنے کا سلسلہ پھر شروع ہوا اس موقعہ پر ۵۸۶ پونڈ جمع ہوئے۔

اختتامی اجلاس میں مولوی فضل الہٰی صاحب انوری نے تحریک جدید کے موضوع پر پہلے عربی پھر انگریزی زبان میں خطاب کیا[1]

۲- ۱۴۸۲ء میں پرتگیزوں نے گولڈ کوسٹ میں پہلی یورپی بستی بسائی ۱۸۷۴ء میں برطانوی شاہی نوآبادی وجود میں آئی جس کے بعد یہ ملک ایک لمبے عرصہ تک برطانوی استعمار کی زنجیروں میں جکڑا رہا اور بالآخر ڈاکٹر کوامی کرومہ (DR: NKRUMAH) ان کی پارٹی کی برسوں کی زبردست آئینی وسیاسی جدوجہد سے آزاد ہوا[2] اور خود مختاری حاصل کر کے غانا کے نام سے دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں داخل ہو گیا۔ جس سے دنیائے احمدیت میں بھی خوشی اور مسرت کی نئی لہر دوڑ گئی۔ مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد سابق مبلغ گولڈ کوسٹ نے اس موقع پر لکھا کہ:-

"مغربی افریقہ میں چار برطانوی مقبوضات میں سے گولڈ کوسٹ ایسا ملک ہے جس کے باشندوں نے سب سے زیادہ تعداد میں امیروں کے رستگار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے ارسال کردہ مبلغین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے احمدیت کو قبول کیا اور خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ اس نے افریقہ کے جنوب اور مغرب میں سب سے پہلے آزادی وخود مختاری کی نعمت سے نوازنے کے لیے گولڈ کوسٹ (حال غانا) کو ہی چنا۔ گولڈ کوسٹ کی کل آبادی پینتالیس لاکھ ہے اور وہاں اب تک تیس ہزار سے زائد افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد روز بروز اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ عیسائیوں میں تشویش اور مایوسی کے اثرات واضح طور پر نمایاں ہو رہے ہیں۔ جن کا اظہار وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں کرتے رہتے ہیں۔

پھر حکومت کے عمائدین اور اونچے طبقہ کے لوگوں میں بھی احمدیت کا نفوذ بڑھ رہا ہے چنانچہ وزیراعظم کوامی کرومانے (تحریک آزادی کو کامیابی سے چلانے کا سہرا جن کے سر ہے) ایک دفعہ کماسی میں ہمارے احمدیہ سیکنڈری سکول میں تقریر کرتے ہوئے احمدیت کی تعلیم کو سراہا اور طلباء کو اسلام کا

---

[1] الفضل ۱۱ر فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ [2] AFRICA WINS FREEDOM P: 59-65 مؤلف ایم براگنسکی (M. BRAGINSKY) - طبع دوم ناشر PROGRESS PUBLISHERS, MOSCOW

مطالعہ کرنے کی تلقین کی ۔ اسی طرح کفرد ڈوا نامی ایک شہر میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "صحیح رنگ میں احمدی مسلمان ہیں۔ اور احمدی جس رنگ میں اسلام کو پیش کرتے ہیں وہ ہمارے لیے قابلِ قبول اور مفید ہے"۔

اس کے علاوہ اکرا کمیونٹی سنٹر میں ہمارے ایک جلسہ کی صدارت گولڈ کوسٹ کی مجلس دستور ساز کے صدر سر ایمینوئیل کیسٹ نے کی۔ اور جلسہ کے اختتام کے بعد صدارتی ریمارکس میں انہوں نے احمدیہ مشن کے کام اور احمدیت کی تعریف کرتے ہوئے اسے اپنے ملک و ملت کے لیے مفید قرار دیا۔ نیز احمدیہ مشن کو تحمل، امن اور رواداری کا مکمل نمونہ قرار دیتے ہوئے دوسرے مشنوں کو بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی۔ پس گولڈ کوسٹ کی آزادی اور خود مختاری منصف اور حق پسند دنیا کے لیے عموماً اور احمدیہ جماعت کے لیے خاص طور پر خوشی اور مسرت کا باعث ہے"[1]

۳۔ غانا کی یوم آزادی کی تقریبات پر ہررائل ہائی نس ڈچز آف کینٹ ملکہ انگلستان کے ذاتی نمائندہ کی حیثیت میں شامل ہوئیں ۔ احمدیہ مشن غانا کے مبلغ انچارج مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو انگریزی ترجمہ القرآن کی ایک جلد بطور تحفہ ارسال کی ڈچز آف کینٹ نے اس بیش بہا تحفہ کے موصول ہونے پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت کی کہ وہ ان کی طرف سے شکریہ ادا کریں چنانچہ انہوں نے انچارج احمدیہ مشن کے نام لکھا:۔

(ترجمہ) گورنمنٹ ہاؤس ۔ اکرا۔

۵۔مارچ ۱۹۵۷ء

جناب عالی! ڈچز آف کینٹ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ نے ازراہِ نوازش ہررائل ہائی نس کی خدمت میں قرآن مجید کا ایک نسخہ جو بطور تحفہ بھیجا ہے۔ اس پر آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کردوں ہر ہائی نس اس جذبے کی بہت قدر کرتی ہیں۔ آپ کا یہ تحفہ انہوں نے بہت خوشی سے قبول کیا ہے۔

آپ کا مخلص : دستخط (   ) پرائیویٹ سیکرٹری (ترجمہ)

ان تقریبات میں دیگر کئی ملکوں کے نمائندہ وفود نے شرکت کی جنہیں مولوی نذیر احمد مبشر نے انگریزی

---

[1] الفضل ۷۔مارچ ۱۹۵۷ء صہ

ترجمۃ القرآن اور دوسرا اسلامی لٹریچر پیش کیا[1]

۸، ۹ اور ۱۰ ر نومبر ۱۹۵۷ء کو علاقہ اشانٹی کے احمدی نوجوانوں کا دوسرا سالانہ اجتماع منعقد ہوا تا ان کی ہمہ جہتی دینی، روحانی، تبلیغی اور جسمانی تربیت کا کماحقہٗ اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پانچ اجلاسوں کے دوران جماعت کے مربیان، عہدیداران، بزرگوں اور دیگر مقررین نے مختلف موضوعات پر سیر حاصل تقاریر کیں۔ الحاج حسن عطاء صاحب ایم۔ بی۔ ای نے "نوجوانوں کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور ایک پرانے اور ضعیف العمر احمدی مسٹر علی آف کوٹوکوم جن کی عمر غالباً ایک سو سال سے زائد تھی، نے غانا میں احمدیت کے ابتدائی حالات بیان فرمائے۔ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے "برکاتِ خلافت" اور "حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ طیبہ" کے موضوعات پر تقاریر کیں[2]

نائیجیریا مشن

نائیجیریا مشن کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اس سال ملک میں دین حق کے غلبہ اور اثر و نفوذ کے ایسے واضح آثار نمایاں ہوگئے۔ کہ لیگوس کے مشہور انگریزی اخبار "ڈیلی ٹائمز" نے ۱۸ رمئی ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں لکھا کہ مغربی نائیجیریا کے نامی پادریوں نے اس امر پر انتہائی تشویش اور گھبراہٹ کا اظہار کیا ہے کہ نائیجیریا میں اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ نائیجیریا میں اسلام کی فتوحات عیسائیت کے لیے زبردست خطرہ ہیں۔ اسلام کی اس بڑھتی ہوئی رَو کے نتیجے میں عیسائیوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ اور اپنے معتقدات کے بارے میں ان کا ایمان اور یقین متزلزل ہوتا جارہا ہے۔

چند ماہ بعد لیگوس کے بشپ صاحب نے یہ رائے دی کہ تمام نائیجیریا اور خصوصاً اس مرکز لیگوس سے زیادہ سے زیادہ نفوس حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں یہی حال ابادان کا ہے جو تعلیمی مرکز ہے[3]
جماعت احمدیہ نائیجیریا کا جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶ ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو لیگوس میں منعقد ہوا جو ہر لحاظ سے کامیاب رہا[4]

---

[1]: ۔ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ راپریل ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ [2]: الفضل ۱۳ ر دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ [3]: ۔ الفضل ۲۱ رمئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ و ڈیلی ٹائمز (لیگوس) ۷ ر دسمبر ۱۹۵۷ء بحوالہ "جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام اور اس کے نتائج" صفحہ ۶ (تقریر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء) [4]: ۔ الفضل ۱۳-۱۴ ر فروری ۱۹۵۸ء ۞

سیرالیون مشن

سیرالیون مشن نے ایک وسیع تبلیغی دورے کا انتظام کیا۔ یہ تبلیغی دورہ یکم ستمبر سے لیکر یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء تک جاری رہا جس کے نتیجہ میں تقریباً تین ہزار افراد تک احمدیت کی آواز پہنچی۔ ۴۳ افراد داخل احمدیت ہوئے اور تین نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔

اس یادگار دورے کا خلاصہ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج مشن کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"یکم ستمبر ۱۹۵۰ء کو میں الفاہم فوڈے صالحو اور برادر داؤد سونگو نے احمدیہ مشن سیرالیون کے شعبہ تبلیغ کے نظام کے تحت جماعت کے مرکز "بو" سے امیر سیرالیون اور مخلصین جماعت کی دعاؤں کے ساتھ وقفِ عارضی کے دورے کا آغاز کیا اور بذریعہ ٹرین کینیما (KENEMA) روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر ایک روز انفرادی تبلیغ کی اور لٹریچر تقسیم کیا اگلے روز ۹ میل کا پیدل سفر طے کر کے ایک گاؤں گیئیما (MIEMA) پہنچے۔ گاؤں کے چیف نے ہماری درخواست پر سب لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا اور ہم نے اسلام اور احمدیت پر دو لیکچر دیئے۔ عیسائیت کے مقابل اسلام کی برتری ثابت کی۔ امام مہدی علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری سُنائی اور سوالات کے جواب دیئے کچھ دینی کتب بھی فروخت کیں۔ اگلے روز چار میل پیدل طے کر کے ایک گاؤں کینجو (KENJU) پہنچے۔ دو گھنٹے ٹھہر کر گاؤں والوں کو اللہ تعالےٰ کی عبادت کا اسلامی طریق۔ اسلام کی سچائی اور نماز کے فوائد بتائے اور امام مہدی کی خبر دی۔ کچھ مخالفت ہوئی مگر اکثر لوگ جو مشرک تھے سُن کر خوش ہوئے اور ہماری خاطر بھی کی۔ وہاں سے آگے پانچ میل پیدل چل کر ہم ایک گاؤں کونیا (KONIA) پہنچے وہاں پر خدا کے فضل سے ہماری ایک پرانی جماعت قائم ہے ان کے زیر اثر لوگوں کو تبلیغ کی رات کو گاؤں میں عام وعظ کیا اور سوالات کے جواب دیئے رات کو اٹھ کر اپنی جماعت کے ساتھ باجماعت نماز تہجد ادا کی اور فجر کی اذان کے بعد گاؤں والوں کو نماز کے لیے بیدار کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تلقین کی نماز فجر کے بعد مسجد میں تعلیم و تربیت میں مشغول رہے جماعت کے چندوں وغیرہ کا حساب دیکھا۔ وہاں آگے پانچ میل چل کر ایک گاؤں پاٹو (PATO) پہنچے اور گھر گھر دستک دے کر ایک خدا ایک رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک کتاب قرآن کریم پر ایمان لانے اور حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی جماعت میں داخل ہونے کی تلقین کی۔ لوگوں نے توجہ سے ہماری باتیں سُنیں اور مہمان نوازی بھی کی۔ وہاں سے آگے چھ میل پیدل چل کر ایک گاؤں تاہوان (TAHWAN) گئے ٹاؤن چیف کو کہا کہ لوگوں

کو جمع کرے گر اس نے تعاون نہ کیا۔ ہم نے گھر گھر جا کر انفرادی طور پر اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچایا یا امام مہدی کی آمد کی بشارت دی اور رات گزار کر اگلے روز وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بامباہوں (BAMBAHUN) پہنچے جہاں ہم نے دو لیکچر دیئے اور انفرادی تبلیغ بھی کی اور لٹریچر تقسیم کیا گاؤں والے ہماری تبلیغ سے بہت خوش ہوئے اور دوبارہ آنے کو کہا دو پونڈ بطور امداد مشن کو ہمیں دیئے وہاں سے چار میل پیدل چل کر ایک گاؤں "پیری" (PEERI) پہنچے۔ لوکل چیف کے تعاون سے ہم نے پبلک لیکچر دیا۔ بہت اچھا اثر ہوا۔ چیف نے ہماری مہمان نوازی بھی کی اور خدا کے فضل سے دو افراد جماعت میں شامل ہوئے وہاں سے ہم چانگو (CHANGO) پہنچے یہ مخالف گاؤں تھا انہوں نے ہمیں ٹھہرنے نہ دیا اس لیے ایک گھنٹہ کے بعد ہم آگے روانہ ہو گئے اور تین میل پیدل چل کر ایک گاؤں "کاوونا" پہنچے اور گاؤں میں پھر کر اعلان کیا کہ ہم تقریر کریں گے کیونکہ ٹاؤن چیف گاؤں سے باہر تھا اور بڑے بڑے لوگ مخالف تھے لوگ میدان میں جمع ہو گئے انہیں اسلام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور امام مہدی کی بشارت دی اور سوالات کے جوابات دیئے ہم صبح سے بھوکے تھے۔ اور کئی میل پیدل چل چکے تھے مگر مخالفت کی وجہ سے کسی نے ہمیں پانی تک نہ پوچھا۔ جنگل میں خرید و فروخت بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے بھوکے ہی آگے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے بذریعہ کشتی ایک دریا عبور کیا اور تین میل چل کر ایک گاؤں "باگو" پہنچے۔ بارش سے ہمارے کپڑے تر تھے کیونکہ گزشتہ تین میل بارش میں سفر کیا تھا یہاں بھی ہماری بہت مخالفت ہوئی اور ہم آدھ گھنٹہ سستا کر ناچار آگے چل پڑے اور دو میل طے کر کے ایک گاؤں کامبیما (KHMBEMA) میں تین روز قیام کر کے دن رات خوب تبلیغ کی۔ لوگ بہت اچھی طرح پیش آئے مہمان نوازی بھی کی اور ہمیں بہت آرام دیا اور خدا کے فضل سے آٹھ افراد معہ امام مسجد بیعت کر لی۔ الحمدللہ کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک نئی جماعت عطا فرما دی اور جس کی تعلیم و تربیت کے لیے بعد میں مرکزی مشن کی طرف سے مکرم ملک غلام نبی صاحب مبلغ سیرالیون کو بھیجا گیا۔

وہاں سے ہم دو میل پر ایک گاؤں "فوٹو" پہنچے ایک روز قیام کیا انفرادی تبلیغ کی ایک دکان پر دو گھنٹے مذہبی گفتگو اور سوال و جواب ہوتے رہے۔ گاؤں میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اگلے روز تین میل چل کر ایک گاؤں "پانڈے بو" پہنچے دو روز قیام کیا اور سارا سارا دن تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں گزرتا رہا۔ لوگوں نے ہماری باتیں بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنیں۔ چار افراد نے بیعت کی۔ باقی لوگوں نے غور کر کے فیصلہ

کرنے کا وعدہ کیا مگر ہمارے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہے۔ آگے چار میل کا سفر طے کر کے ایک گاؤں "باماہون" پہنچے چار روز قیام کیا۔ یہاں کے لوگوں کو ہم نے بہت اچھا پایا دو لیکچر دیئے انفرادی تبلیغ کی گھر گھر حضرت امام مہدیؑ کا پیغام پہنچایا اور بالآخر یہاں خدا کے فضل سے ۲۸ افراد نے احمدیت قبول کی اور ایک نئی جماعت قائم ہو گئی اس گاؤں میں داخل ہوتے ہی ابتداء میں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ایک بااقتدار شخص نے ہمیں گالیاں دیں اور گاؤں سے نکل جانے کا حکم دیا ہم خاموشی سے اُٹھ کر چل دیئے پھر خیال آیا کہ گاؤں کے دوسری طرف جا کر دیکھیں چنانچہ ادھر جا کر تبلیغ کی تو کئی سعید الفطرت لوگوں نے حق کو قبول کر لیا اور ہماری خوب خاطر مدارات کی اور بڑی عزت اور محبت سے پیش آئے بعد میں وہاں احمدیہ بیت بھی تعمیر ہو گئی اور وہ گاؤں اس علاقہ میں خدا کے فضل سے احمدیت کا مرکز بن گیا۔ اس گاؤں سے پھر ہم ۹ میل پیدل سفر کر کے ایک گاؤں "کیجیما" پہنچے اور سیدھے ٹاؤن چیف کے پاس پہنچے۔ راستے میں شدید بارش سے ہمارا بُرا حال تھا۔ بھوک نے بھی نڈھال کر رکھا تھا لیکن اس مخالف نے ہماری باتیں سننے اور گاؤں میں قیام کرنے کی اجازت سے انکار کر دیا۔ ناچار ہم آگے روانہ ہوئے ہم پہلے ہی سخت تھکے ماندے تھے اور کپڑے بارش سے تر تھے کہ راستے میں ہمیں پھر بارش نے آ لیا۔ رات سر پر تھی راستہ بھی دشوار گزار اور خطرناک تھا اس اضطراری حالت میں ہم نے بڑے سوز و گداز اور الحاح سے دعا کی کہ اے ہمارے رحیم و کریم خدا! ہم تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور تیرے مہدی علیہ السّلام کے فدائی ہیں اور محض تیرا نام بلند کرنے اور تیرے دینِ حق کی تبلیغ کے لیے اپنا کام کاج گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑ کر ان جنگلوں میں پھر رہے ہیں بھوک کی شدت سے ہمارے تھکے ماندے جسم بھی اب جواب دے رہے ہیں تو غیب سے ہماری مدد فرما چنانچہ اس سمیع و مجیب نے اپنے کرم سے ہماری دعا سنی اور وہ موسلا دھار بارش یکدم بند ہو گئی اور چار میل تک بند رہی۔ پھر ہماری پگڈنڈی کے ایک طرف بارش ہونے لگی لیکن دوسری طرف بالکل خشک موسم رہا اور اس طرح خارق عادت طور پر ہم بارش سے محفوظ رہ کر خدا تعالیٰ کی مہربانی پر شکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے چنانچہ چار میل مزید چل کر ہم رات گئے ایک گاؤں "ماذکولاجون" پہنچے جہاں ہماری ایک بڑی پرانی اور مخلص جماعت موجود ہے جماعت کے صدر گاؤں سے باہر ہی ہمیں مل گئے ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہم نے رات اپنے احمدی بھائیوں کے پاس گزاری مسجد میں جماعت کو اپنے سفر کے حالات بتائے اور وعظ و نصیحت کی اور

اور اگلے روز چل کر چار میل پر ایک قصبہ "کو مینڈے" اور پھر ہانگا میں کچھ دیر ٹھہر کر لٹریچر فروخت کیا اور تبلیغ بھی کی پھر بذریعہ لاری "بونگو" آئے اور وہاں احمدی بھائیوں کے ہاں قیام کیا۔ اور دو روز تبلیغ تربیت میں مصروف رہے وہاں سے ایک اور احمدی گاؤں "جوئی" پہنچے اور دو روز قیام کیا یہاں بھی ہمارے احمدی بھائیوں نے ہماری خوب خاطر مدارت کی بہت خوش ہوئے اور ہمیں ہر قسم کا آرام پہنچایا ہم نے گاؤں کے غیر احمدی طبقہ میں بڑے اچھے ماحول میں تبلیغ کی وہاں سے چند میل چل کر ہم ضلع کے مرکزی قصبہ کینما (KENEMA) آئے چونکہ ہمارے وقفِ عارضی کا مہینہ ختم ہوگیا تھا اس لیے ہم یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کو بذریعہ ریل گاڑی ۴۵ میل کا سفر طے کر کے بخیریت اپنے مرکز "بو" پہنچ گئے۔
فالحمد للہ اولاً و آخراً۔

اس تبلیغی دورہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے ۱۱۰ میل پیدل، ۶۵ میل بذریعہ لاری اور ۱۲۶ میل بذریعہ ریل سفر کیا تقریباً تین ہزار افراد کو پیغامِ حق پہنچایا اور خدا کے فضل سے ۴۲ افراد ہمارے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور تین جگہ بالکل نئی جماعتیں قائم ہوئیں"۔[1]

۲۔ جماعت احمدیہ سیرالیون کے ایک وفد نے جو مولوی محمد صدیق امرتسری امیر و مبلغ انچارج مولوی محمود احمد صاحب چیمہ اور ملک غلام نبی صاحب شاہد پر مشتمل تھا ۸ راکتوبر ۱۹۵۷ء کو وزیراعظم سیرالیون ڈاکٹر ایم اے ایس مارگائے سے ملاقات کی۔

اس موقع پر آنریبل ایم ایس مصطفیٰ وزیر معدنیات و زراعت نے جماعت احمدیہ کے مبلغین اور مشن کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ:-

یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے اس خطہ سیرالیون میں اسلامی نور کی شعاعوں کو تیز ترین کر کے ہمیں جگا دیا ہے۔ یہ لوگ تقریباً عرصہ ۲۰ سال سے مصائب و مشکلات برداشت کرتے ہوئے اس ملک کی دینی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں مشغول ہیں .... یہ امر بھی قابلِ ستائش ہے کہ ان نوجوان مشنریوں کی انتھک خدمات صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں اور انہیں تک محدود نہیں بلکہ یہ لوگ ہر ایک کا بھلا چاہتے اور خدمتِ خلق کا جذبہ ان کے ہر کام اور سکیم میں نمایاں نظر آتا ہے۔ تعلیمی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الفضل ۳۰ر نومبر۔ یکم دسمبر ۱۹۵۷ء

لحاظ سے اس ملک کے سینکڑوں بچے ان کے سکولوں میں پڑھ کر اور ان کے زیر تربیت رہ کر بہترین شہری بن چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احمدیہ جماعت کے مشن دنیا کے تمام ممالک میں کام کر رہے ہیں اور ہر جگہ ان کے فیض سے ہزاروں لوگ مستفید ہو رہے ہیں ۔ مَیں ان کے یورپین مشنوں کو جانتا ہوں اور بعض میں خود بھی گیا ہوں اور لنڈن کے سب اسلامی سنٹروں میں مَیں نے لیکچر دیئے ہیں ۔ اس جماعت کی لنڈن مسجد میں دو تین دفعہ لیکچر دینے کے لیے بھی بلایا گیا اور اسی طرح مجھے ان کا قابلِ قدر کام لنڈن میں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرنے کا موقع ملا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گو مَیں مالکی سکول آف تھاٹ کا مسلمان ہوں اور احمدی نہیں ہوں مگر ان احمدی مبلغین کی مساعی کو دیکھ کر اور ان کی بے لوث قربانیوں کی وجہ سے ہمیشہ ان کا مداح رہا ہوں اور جس رنگ میں بھی ان کے اس مقدس کام میں ان کا ہاتھ بٹا سکتا ہوں بٹاتا رہوں گا ۔ افسوس ہے مسلمانانِ سیرالیون کے اس سیکشن پر جو ابھی تک ان لوگوں کی پہچان نہیں کر سکے اور ان کے راستہ میں مخالفانہ روڑے اٹکاتے ہیں ۔

اس کے بعد مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے قرآن کریم انگریزی ترجمہ اور لائف آف محمدؐ کا ایک نسخہ وزیر اعظم سیرالیون کو پیش کیا جسے انہوں نے نہایت ادب و احترام کے جذبات سے قبول کیا اور فرمایا :-

"میرے لیے یہ خوشی اور عزت کا مقام ہے کہ آج مجھے جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن کریم انگریزی اور لائف آف محمدؐ جیسے بیش قیمت اور نادر تحائف پیش کیے جا رہے ہیں ۔ مَیں احمدیہ مشن اور ان مبلغین کی مساعی ، قربانیوں اور سادہ طرز رہائش سے بہت متاثر ہوں مبلغین کو وہ اسباب و سامان اور آسانیاں میسر نہیں ہیں جو اس ملک کے دوسرے مشنوں کو ہیں مگر پھر بھی احمدی مبلغین ہمہ تن اس ملک کی دینی اور تعلیمی بہبود میں منہمک نظر آتے ہیں ۔

"اخبار "ڈیلی میل" نے صفحہ اوّل پر اس تقریب کا فوٹو دیکر کارروائی شائع کی اور ریڈیو سے بھی اسے نشر کیا گیا ؎

۲۶ ۔ ۲ ، نومبر ۱۹۵۷ء کو سیرالیون کے وزیر پبلک ورکس آنریبل چیف کانڈے بور سے جنوبی صوبہ

؎ الفضل ۳۰ ، ۳۱ ، اکتوبر ۱۹۵۷ء (خلاصہ رپورٹ چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ)

کا دورہ کرتے ہوئے احمدیہ سنٹرل سکول" بو" میں تشریف لے آئے قاضی مبارک احمد صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول اور سٹاف نے اُن کا خیر مقدم کیا آپ نے سکول کے اسمبلی ہال میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

" ہر وہ انسان جو کسی دور دراز کے ملک سے کسی دور دراز ملک میں جاتا ہے اس کے مدنظر کچھ وجوہ اور مقاصد ہوتے ہیں بلکہ ہر اجنبی جو کسی دوسرے مقام سے آتا ہے اس کی آمد کے لیے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے ۔ یہ احمدیہ مشنری جنہیں آج ہم اپنے درمیان دیکھ رہے ہیں یہ بھی ایک خاص غرض اور خاص مقصد کے پیش نظر یہاں آئے وہ غرض اور مقصد کیا تھی؟ وہ اسلام کی اس ملک میں ڈگمگاتی کشتی کی ناخدائی تھی ۔ دیکھنے اور سننے والوں نے دیکھا اور سُنا بعض نے ان پر ہنسنا شروع کر دیا اور شدید مخالفت کی بعض نے ایک حد تک توجہ بھی دی لیکن محض سُننے کی حد تک اور بعض نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا کیونکہ اس وقت کہ جب ان کے پہلے احمدیہ مشنری الحاج نذیر احمد علی مرحوم نے سرزمین سیرالیون پر قدم رکھا یہ زمین عیسائیت سے انتہائی طور پر متاثر تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام کو عیسائیت کے مقابل پر دیکھنا یا کھڑا کرنا اب ناممکن اور محال ہے لیکن چند اسلام کے محبوں نے اس مبلغ کی دعوت پر توجہ دی اور لبیک کی صدا بلند کی ۔ آج کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ وہی احمدیت یا حقیقی اسلام جس کے متعلق اس وقت یعنی آج سے تقریباً بیس سال قبل یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ ایک چھوٹا سا پودا ہے جو چند یوم کے بعد اپنی موت خود مر جائے گا۔ وہی پودا آج پنپ رہا ہے اور اپنی جڑوں کو اس مضبوطی سے سرزمین سیرالیون میں پیوست کر چکا ہے کہ اب خطرناک سے خطرناک آندھی بھی اس کو اکھاڑنے کی متحمل نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا احمدیت نے ان چند سالوں میں باوجود مخالفت کی آندھیوں اور ناساعد حالات کے جو غیر معمولی اور حیرت انگیز ترقی کی ہے یہ اس امر کا پیش خیمہ ہے کہ ایک بڑا انقلاب جلدی احمدیت کے ذریعہ اس ملک کی کایا پلٹ دینے والا ہے اور وہ وقت بھی کوئی بہت دور نہیں جب سیرالیون کا ہر فرد لوائے احمدیت کے نیچے کھڑا ہو کر اسلام اور توحید کا نعرہ بلند کر رہا ہوگا گو آج اس دعویٰ کو مجنوں کی بڑ ہی سمجھا جائے گا اور اس پر طاقتور عیسائی مشن ہنسی اڑائیں گے ۔ انہوں نے فرمایا عملی طور پر میں پہلے بھی احمدی تھا ۔ اب بھی احمدی ہوں اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمیش احمدی رہوں گا ۔ یہ میری ذاتی کمزوری ہے کہ بعض مجبوریوں کی بنا پر میں ظاہری طور پر اپنے قبیلے کے مذہبی نظام میں منسلک ہوں میں ان کا لیڈر اور چیف ہوں اس لیے اُن کے قدیمی عقائد کا احترام بطور چیف میرا فرض ہے ۔

لیکن آپ لوگ جو احمدیہ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا تعلیم دے رہے ہیں یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ کہ احمدیت اور اسلام کو صحیح طور پر سمجھیں اس شمع اسلام سے اپنے قلوب میں روشنی اور نور کا ذخیرہ جمع کر لیں تاکہ جب اس اسکول سے فارغ ہوں اس نورِ ہدایت اور شمع روشن کے ذریعے دوسرے کے دلوں اور ارواح کو روشن اور منور کریں۔ مسلمانوں کو ان کی پوری پوری مدد اور ہر طرح ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے تا اسلام کی یہ ناؤ جو ابھی تک منجدھار میں چکر لگا رہی ہے اپنے چکر سے نکلنے اور اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو اس سلسلے میں مَیں اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہوں اور ان مبلغین کی مدد ہو اور گورنمنٹ سے بھی ان کے لیے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں اور آئندہ بھی میرا یہی مسلک رہے گا۔ مجھے احمدیہ اسکول کے سٹاف ہیڈ ماسٹر اور مشن کے جنرل سپرنٹنڈنٹ کا حسنِ انتظام اور تعلیمی ترقی دیکھ کر بہت خوشی اور مسرت ہوئی ہے اور اتنا اچھا کام مَیں نے شاید ہی کسی اور اسکول میں دیکھا ہو جو اس امر کا مظہر ہے کہ یہ سکول چند سالوں کے بعد سیرالیون کا بہترین سکول ہوگا۔ اس سال بھی جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے اس سکول میں سے سیکنڈری سکولز اور کالجز کے لیے تیرہ طلبہ کامیاب ہوئے ہیں جن میں ایک کو گورنمنٹ کی طرف سے وظیفہ کی پیشکش بھی ہو چکی ہے یہ تعداد نہ صرف حوصلہ افزا بلکہ قابلِ ستائش اور فخر ہے لیکن ہمیں اس پہ اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنی تعداد کو اپنی کوششوں اور ہمت کے ذریعہ ڈبل کروانا چاہیئے۔ تاکہ جس امر کے حصول کے لیے ہم کوشاں اور مساعی ہیں اس کو جلد از جلد حاصل کریں۔ .... ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی مدد آپ بھی کریں اور وہ اس طرح کہ ان مبلغین سے جو دینی اور دنیاوی۔ انگلش اور عربک دونوں قسم کی تعلیمات دینے آئے ہیں ان سے ان علوم کے حصول کی انتہائی کوشش کریں۔ ان کی ٹریننگ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور بہترین مسلمان بن کر اوروں کو شمع اسلام کا دیوانہ بناتے ہیں ان کی مدد کریں۔

آپ نے ہمارے ایک احمدی نوجوان کو گو (جو کہ ان کے ٹمنی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے) خاص طور پر مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"مسٹر مانسرے! یہ میرے قبیلے کے لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ احمدی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس کا انہیں کوئی فائدہ نہیں بلکہ بہت نقصان ہو رہا ہے کیونکہ اگر وہ سب احمدی ہو کر ان مبلغین کی مدد کریں جو اتنی اچھی عمارتیں اور اچھا کام ہم "بو" میں دیکھ رہے ہیں اس سے کئی گنا اچھا کام یہ لوگ ہمارے لیے

فری ٹاؤن میں کر دکھائیں اور وہاں ہم اپنے مذہب اور تعلیم کو غیر معمولی طور پر مضبوط کر سکیں مگر کیا کروں یہ پرانے فیشن کے لوگ میری بات نہیں مانتے تاہم میرا دل جانتا ہے اور میرا خدا بھی جانتا ہے کہ دل سے میں احمدی ہوں۔" آپ نے مزید فرمایا کہ :۔

"سچا مذہب وہ ہے جو کہ عملی اور اخلاقی تبدیلی اپنے پیرؤوں میں پیدا کردے احمدیت کی تائید یا مخالفت میں کتابی دلائل شاہد ہیں۔ اور آپ پورے طور پر نہ سمجھ سکیں کیونکہ ہم مذہبی تعلیم سے پوری طرح آشنا نہیں ہیں اور نہ ہم عربی جانتے ہیں لیکن درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور کڑوے اور خراب درخت کے پھل کبھی میٹھے نہیں ہوتے اسی طرح جھوٹا مذہب اور جھوٹے مذہبی لیڈر اپنے ماتحت لوگوں کے اخلاق بلند نہیں کر سکتے اور ان میں کوئی نیک تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

میں عام احمدیوں کے متعلق کچھ کہہ سکتا مگر میرے ذریعہ میرے خاندان اور قبیلے کے کئی آدمی احمدی ہوئے ہیں میرے قبیلے کے ان لوگوں میں احمدیت نے جو اخلاقی تبدیلی مذہبی دلچسپی پیدا کی ہے وہ یقیناً حیرت انگیز ہے میں نے کئی بار عام مجالس میں اس امر کا ذکر کیا ہے حتیٰ کہ بعض عام جلسوں میں جہاں کہ بعض نے احمدیت کے خلاف بھی تقریریں کیں میں نے اس بات کو احمدیت کی صداقت میں پیش کرتے ہوئے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ احمدی کوئی برا کام تو نہیں کرتے ہیں۔ آخر تم میں سے جو چند لوگ نکل کر اُن سے مل گئے ہیں وہ چور ڈاکو جھوٹے تو نہیں بن گئے اِن کی اخلاقی حالت تو پہلے سے اچھی نظر آ رہی ہے۔ جو لوگ ان سے معاملہ کرتے رہیں وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ان کا معاملہ منصفانہ اور نیکوں والا ہے۔ اگر احمدی حضرات مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں تو ہمارا کیا بگاڑتے ہیں آخر ہمارے لوگوں کی حالت کو سدھارتے ہی ہیں آپ کو معلوم ہے کہ فری ٹاؤن کے احمدیوں کی اکثریت ٹمنی لوگوں کی ہے (یعنی ان کے اپنے قبیلے کے لوگ) اور یہ عجیب بات ہے کہ میری کورٹ میں ہر قسم کے لوگوں کے خلاف مقدمات پیش ہوتے ہیں مگر اب تک کہ مجھے آپ لوگوں کا چیف بنے تیرہ۱۳ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ میرے پاس کبھی کسی ٹمنی احمدی کے خلاف کوئی مقدمہ آج تک نہیں آیا حالانکہ بطور ٹمنی میری چیف کورٹ میں میرے اور میرے وزراء کے پاس سینکڑوں مقدمات پیش ہوئے ہیں۔ کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں کہ احمدی چونکہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں اس لیے انہیں کورٹ

میں نہیں لایا جاتا۔

آخر اگر دوسرے سُنّی لوگوں میں سے کئی چوریاں کرتے ڈاکے مارتے جھوٹ بولتے حرام کھاتے بیویوں سے بدسلوکی کرتے اور دوسروں کے حقوق غصب کرتے ہیں تو احمدیہ جماعت کے افراد کیوں ان باتوں میں ملوث نہیں ہوتے یہ امر واضح کرکے ہمیشہ احمدیت کی مخالفت کرنے والوں سے کہتا ہوں کہ اگر تم احمدی نہیں ہونا چاہتے تو نہ ہو مگر تمہیں چاہیئے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کیونکہ تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ عملاً تمہاری مدد ہے اور وہ ہمارے لوگوں کی عملی اصلاح کر رہے ہیں انسان کا انجام بخیر اس کے اعمال نے کرنا ہے۔ مسلمان کے اس اسلام کا کیا فائدہ جو دن رات احمدیوں کی مخالفت کرتا ہے لیکن اعمال اس کے کافروں سے بھی بدتر ہوں ہمارا مخالفت کرنا تب ہی ہمیں فائدہ دے سکتا ہے جب کہ ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال اور اخلاق کے لحاظ سے بھی احمدیوں سے بالاتر ثابت کر سکیں مگر معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے اور اخلاقی لحاظ سے ہم میں اور اُن میں بہت فرق ہے

مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مبلغین کا خود ممد و معاون ہو اور جس مقصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی حتی المقدور اس فرض کو بجا لاسکیں تاکہ ہمارا ملک اس اسلامی تعلیم و تہذیب اور ثقافت سے مالا مال ہو اور دنیا میں بہترین رول ادا کر سکے مجھے "بو" میں آپ کا کام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے میری باتیں خواہ کسی کو اچھی لگیں یا بُری مَیں حقیقت کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"[1]

واپسی سے قبل آپ نے سکول کی لاگ بُک اور مشن کی وزیٹرز بک میں مندرجہ ذیل ریمارکس لکھے:۔

"مَیں نے احمدیہ سکول دیکھا جس میں بچوں کو عمل یعنی ہاتھ سے کام کرتے ہوئے پایا جو پروڈیکٹوریٹ کے سکولوں کی ایک بہترین نشانی ہے طلبہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا جاتا ہے اور اساتذہ بمع جنرل سپرنٹنڈنٹ اور ہیڈ ماسٹر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بصورت احسن انجام دینے کی کوشش کر رہے ہیں مجھے اس اسکول کو دیکھ کر یقین ہوگیا ہے کہ یہی وہ ایک مسلم اسکول ہے جس پر آئندہ اسلامی تہذیب اور ثقافت کا مرکز ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے (کانڈے بورے منسٹر آف ورکس)"[2]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ر جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ و ۴

[2] روزنامہ الفضل ۲۰ر جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

۴۔ جماعت احمدیہ سیرالیون کا سالانہ جلسہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو بمقام "بو" میں منعقد ہوا۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے افتتاحی خطاب میں اس الٰہی تائید و نصرت کا ذکر کیا جو جماعت کو حاصل ہے آپ کے علاوہ جن مقررین نے خطاب کیا ان میں بعض یہ ہیں۔

ا۔ سوشل ویلفیر آفیسر مسٹر انتھونی۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں جماعت احمدیہ کے کام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ کیونکہ یہ ایک بہترین منظم جماعت ہے۔"

مبلغین احمدیت کی آمد اور روانگی

اس سال جو مجاہدین فریضہ تبلیغ کی بجا آوری کے بعد واپس مرکز احمدیت میں تشریف لائے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ شیخ نور احمد صاحب منیر۔ ۲۵ فروری (لبنان سے)[1]

۲۔ سید منیر احمد صاحب باہری (برما سے)[2]

۳۔ مولانا ابوبکر ایوب صاحب (ہالینڈ سے)[3]

۴۔ سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ (انڈونیشیا سے)[4]

۵۔ ملک عزیز احمد صاحب (انڈونیشیا سے)[5]

۶۔ بشیر احمد آرچرڈ صاحب (غرب الہند سے)[6]

۷۔ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی۔ ۲ نومبر (نائیجیریا سے)[7]

نئی مطبوعات

اس سال درج ذیل کتب شائع ہوئیں جن سے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں عمدہ اضافہ ہوا۔

۱۔ روزہ۔ (ملک محمد عبداللہ صاحب لیکچرار ٹی آئی کالج۔ ربوہ)

۲۔ اہلی زندگی کے متعلق اسلامی تعلیم (از پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب) ایم اے صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی۔

---

[1] الفضل ۲۶ فروری ۱۹۵۷ء صا ; [2] الفضل ۱۶ اگست ۱۹۵۷ء صا ; [3] الفضل ۲۴ اگست ۱۹۵۷ء صا [4] [5] الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء صا ; [6] الفضل ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء صا ; [7] الفضل ۳ دسمبر ۱۹۵۷ء صا

۳- THE GREAT HERITAGE (نفیس الرحمٰن صوفی عبدالغفور صاحب)

۴- احمدیت کا مستقبل (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

۵- ذکر حبیب (تقریر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب)

۶- قرآن کا اوّل و آخر۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

۷- اصحاب احمد جلد سوم (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان)

۸- اصحاب احمد جلد چہارم (ملک صلاح الدین صاحب " " " ")

۹- حیاتِ قدسی حصہ پنجم۔ (حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی راجیکی)

۱۰- قولِ بلیغ (قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری)

۱۱- فسادات ۱۹۵۳ء کا پس منظر۔ (ملک مہاشہ فضل حسین صاحب مہاجر)

۱۲- ہماری تعلیم (عربی ایڈیشن)

۱۳- چونویں پھل (گور مکھی)۔ (گیانی عباد اللہ صاحب۔ (ریسرچ سکالر سکھ لٹریچر (ناشر نظارت دعوت و تبلیغ قادیان)

۱۴- چوہدری محمد حسن چیمہ کی افتراء پردازیوں کا جواب (خالد احمدیت حضرت ملک عبد الرحمان صاحب خادم امیر جماعت احمدیہ ضلع گجرات)

۱۵- "اسلام پر ایک نظر (اردو ترجمہ کتاب AN INTERPETATION OF ISLAM مصنفہ اطالوی خاتون پروفیسر ڈاکٹر وگلیری[1] مترجم شیخ محمد احمد صاحب مظہر

---

[1] نیپلیز یونیورسٹی میں عربی اور اسلامی تہذیب کے مضامین کی پروفیسر۔ انہوں نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر نہایت عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی اور صاف تسلیم کیا کہ آپ خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر الڈو کیل نے کیا اور پیش لفظ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سپرد قلم فرمایا۔
مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے کتاب کے ترجمہ پر یہ تبصرہ کیا کہ:
"شیخ محمد احمد صاحب مظہر (ایڈووکیٹ لائلپور) کا علمی و اسلامی ذوق قابل تحسین ہے

(بقیہ حاشیہ صد۷۶۶ سے آگے) کہ انہوں نے ڈاکٹر وگلیری کی اس کتاب کا اردو ترجمہ بے حد احتیاط و اہتمام سے کیا۔ چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کا لکھا ہوا ایک دیباچہ بھی شامل ہے۔ میرے نزدیک ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو باعث ازدیاد ایمان ہوگا۔" ؎

؎ : الفضل ۶ نومبر ۱۹۶۷ء صہ ؛

ضمیمہ

تاریخ احمدیت جلد ۱۹

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی تصانیف اور آپ کا کام

(مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل ہائیکورٹ یادگیر کے قلم سے)

خدا تعالیٰ کے مامور کے ذریعہ جو روحانی انسان دنیا میں اس کے فیض سے فیض یافتہ ہو کر تیار کیے جاتے ہیں اس کی ایک مثال حضرت عرفانی الاسدی صاحب کا وجود تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض کی برکت سے آپ کے اندر قرآن کا عشق اور دینی خدمات کا ایسا اعلیٰ جذبہ پیدا ہوا کہ آپ آخری گھڑیوں تک اسی نشہ میں سرشار رہ کر رضائے الٰہی کا مرتبہ پا گئے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔

حضرت عرفانی صاحب کے کام بے شمار اور رہتی دنیا تک یادگار ہیں۔ جن میں سے آپ کے بعض خصوصی کام تفصیلی طور پر درج ذیل ہیں:-

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ذیل کے شعر میں جس جذبہ خدمت قرآن کا ذکر ہے حضرت عرفانی صاحب نے ہمیشہ اس کو اپنے سامنے رکھکر اس شعر کو اپنی تحریرات میں کثرت کے ساتھ استعمال فرمایا اور عملی طور پر اس کے پابند رہے ؎

اے بے خبر بہ خدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آں فلاں نماند

چنانچہ "ادارہ حقائق معارف قرآنیہ" کے نام سے خود حضرت عرفانی صاحب نے حسب ذیل کتاب تصنیف تالیف وشائع فرمائیں جس کے لیے مسلسل کئی سال شب و روز محنت فرمائی اور آخری عمر میں اس امر کی پرواہ نہ کی کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں یا بیمار رہتے ہیں۔ یا ان کی کتب کے سامان مہیا نہیں ہیں۔ جونہی کسی کتاب کی اشاعت کا سامان مہیا ہو جاتا آپ فوراً بلا تاخیر غیر ضروری اس کی تصنیف فرماتے اور کم از کم

بار اوّل کی اشاعت اس کو پانچ سو کی تعداد میں مزید شائع فرماتے۔ اور اگر کسی کتاب کی اشاعت کا سامان نہ بھی ہوتا تو جو عزم اُن کے دل میں کسی کتاب کی تصنیف یا تالیف کا پیدا ہوجاتا اس کو پورا کر لیتے۔ جیسے جیسے کاغذ اور اشاعت کے اخراجات آتے جاتے وہ اس کو شائع فرما دیتے اور یہ بھی حضرت عرفانی صاحب کی شروع سے عادت تھی کہ وہ علاوہ عمومی تحریرات کے خصوصی تحریک کے رنگ میں وہ اپنے کسی بے تکلف دوست یا عزیز یا جماعت کے فرد کو جو مخیّر ہوتا یا خدمتِ دین کا جذبہ رکھتا یا اس کے دل میں اشاعت معارف قرآن کی تڑپ ہوتی تحریک فرماتے۔ پھر جو اس خدمت کے لیے آگے آیا اس کا ذکر مختلف تصانیف میں حضرت عرفانی صاحب نے فرما دیا اور بعض دفعہ اس کی امداد کی بھی صراحت کی ہے۔

پچھلے ۲۵ سال سے حضرت عرفانی صاحب کا کام حیدرآباد سکندرآباد دکن میں ہوا کیونکہ وہ سکندرآباد ہی میں مقیم تھے۔ اس لیے۔ اوّلاً یہاں کے کاتبوں کا نام جنہوں نے حیاتِ احمد یا سیرۃ یا سلسلہ کی دوسری کتب لکھیں اور جن کا کام حضرت عرفانی صاحب کے ذریعہ انجام پایا لکھتا ہوں تا وہ آئندہ سلسلہ کے ریکارڈ میں رہ سکیں۔ اس میں سب سے زیادہ کتابت کا کام محمد جعفر صاحب کاتب ساکنہ علیٰ میاں بازار حیدرآباد نے انجام دیا ہے وہ اب بھی سلسلہ کا زیادہ کام کرتے ہیں (یہ غیر احمدی ہیں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں احمدیت سے منسلک کر دے)

کاتبوں کے نام:۔ (۱) محمد جعفر کاتب (۲) ولی الدین کاتب (۳) فخرالدین کاتب (۴) عبدالکریم کاتب (۵) ست نرائن کاتب (۶) امیر خاں کاتب (۷) عبدالرؤف کاتب (۸) عبدالحفیظ کاتب۔

وہ مطابع جن میں یہ کتابیں چھپتی رہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

مطابع کے نام۔ (۱) دستگیری پریس حیدرآباد دکن (۲) محمودیہ مشین پریس حیدرآباد دکن (۳) رفیق مشین حیدرآباد (۴) اسلامی پریس حیدرآباد (۵) اشوک پرنٹنگ پریس حیدرآباد (۶) انتظامی پریس حیدرآباد (۷) نامی پریس حیدرآباد (۸) مکتبہ ابراہیمیہ پریس حیدرآباد دکن (۹) نظام دکن پریس حیدرآباد دکن۔ (۱۰) تاج پریس حیدرآباد دکن۔

اُن معاونین میں سے بعض خصوصی معاونین کے نام جنہوں نے حضرت عرفانی صاحب کی تصانیف میں امداد دی۔

معاونین کے نام:۔ (۱) حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب معہ خاندان (۲) سیٹھ یوسف الٰہ دین صاحب وسیٹھ علی محمد صاحب وحافظ صالح محمد صاحب وسیٹھ الدین الٰہ دین وبشیرالدین صاحب الٰہ دین وغیرہم۔

(۳) شیخ داؤد علی صاحب عرفانی فرزند حضرت عرفانی صاحب وارنگل۔ (۴) سیٹھ شیخ حسن صاحب احمدی یادگیر اور اُن کا خاندان خصوصاً سیٹھ محمد عبدالحی صاحب احمدی یادگیر۔ (۵) محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل ہائی کورٹ یادگیر (عاجز راقم)۔ (۶) مکرم غلام قادر صاحب شرقی سکندرآباد دکن معہ خاندان۔ (۷) مکرم سید حسن صاحب کاچی گوڑہ معہ خاندان۔ (۸) مولوی محمد عثمان صاحب والد محمد عبداللہ صاحب بی۔ایس۔سی حیدرآباد۔ (۹) مکرم محمد عبداللہ صاحب بی۔ایس۔سی۔ایل۔ایل۔بی حیدرآباد دکن۔ (۱۰) سیٹھ محمد حسین صاحب چنت کنٹہ اور اُن کے لڑکے سیٹھ معین الدین صاحب چنت کنٹہ۔ (۱۱) دیگر معاونین جن کا ذکر تصانیف میں موجود ہے۔ وہ قارئین خود مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

(۲) اخبار الحکم قادیان کے تو حضرت عرفانی الاسدی موسّس و ایڈیٹر اوّلی تھے جس کا آغاز ۱۸۹۷ء سے ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے الحکم کو سلسلہ کی خدمت کے اعتبار سے ایک بازو قرار دیا تھا) اور ۱۹۵۴ء تک اس اخبار کی (۵۷) ستاون جلدیں مکمل ہوئیں اور یوں ساٹھ برس مسلسل خدمت کا موقعہ ملا۔ خود یہ بڑا عظیم الشان کام ہے جس کے اعتبار سے آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار نویس کہلائے مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ کو دوسرے رنگ میں جو دین کی خدمت اور اشاعت کی تڑپ تھی۔ اس کا ذکر خود حضرت عرفانی صاحب اپنی کتاب اسماء القرآن فی القرآن ص۲۹۴ پر فرماتے ہیں۔

"الحکم کے ساتھ ہی مجھے دو باتوں کا زبردست جوش رہا ایک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات کی اشاعت اور آپ کے پُرانے مضامین و مکتوبات کی حفاظت دوسرے قرآن مجید کے حقائق و معارف کے لیے دلچسپی پیدا کرنا۔

چنانچہ الحکم سب سے پہلا منادی ہے جس نے قرآن مجید کے تفسیری نوٹ (جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) نے فرمائے تھے۔ شائع کرنے شروع کیے۔ پھر اسی سلسلہ میں سورۃ بقرہ کی پوری تفسیر اور ترجمۃ القرآن کے رنگ میں تقریباً دس پاروں کا ترجمہ اور نوٹ شائع کر دیئے۔ (اسماء القرآن ص۲۹۴)

۲۔ **ترجمۃ القرآن اور اس کی تفصیل**:۔ (۱) ترجمۃ القرآن پارہ ۱۵ بنی اسرائیل سے سورۃ کہف تک۔ کل صفحات ۱۰۸۔ تاریخ اشاعت ستمبر ۱۹۱۱ء۔ شائع شدہ مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان۔

(۲) ترجمۃ القرآن پارہ ۱۶ سورہ مریم سے طٰہٰ تک۔ کل صفحات ۱۰۴ تاریخ اشاعت ۱۹۱۹ء شائع شدہ مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان۔

نوٹ:۔ عہدِ خلافت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ میں یہ پہلا پارہ شائع ہوا

(۳) ترجمۃ القرآن پارہ ۱۷ سورہ انبیاء سے سورہ حج تک۔ کل صفحات ۹۲۔ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور۔

(۴) ترجمۃ القرآن پارہ ۳۰ سورۃ نبا سے والناس تک کل صفحات ۱۲۰ ....

(۵) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۹ سورہ ملک سے مرسلات تک۔ کل صفحات ۶۸

(۶) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۳ زمر سے حم السجدہ تک۔ تاریخ اشاعت ۷؍دسمبر تک ۱۹۰۸ء

(۷) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۴ ....

(۸) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ سے جاثیہ تک۔ صفحات ۱/۲ تا ۱۶۶/۲

(۹) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۶ سورۃ احقاف سے ذاریات تک ص ۱۴۹ تا ۱/۲ ص ۹۳/۲ تک تاریخ اشاعت ۲۵؍دسمبر ۱۹۰۸ء مطبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان۔

(۱۰) ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ سے سورہ تحریم تک کل صفحات ۱۰۰ شائع شدہ نومبر ۱۹۰۹ء دیپک راجپوت پرنٹنگ پریس لاہور۔

گویا تفسیر القرآن پارہ اوّل و تفسیر القرآن پارہ دوم اور پارہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ اور پارہ ۲۳ سے پارہ ۳۰ تک مکمل ترجمۃ مع تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے نوٹوں سے مرتب کرکے شائع فرمائے۔

(۴) **حقائق و معارف قرآن کے کام:۔** حضرت عرفانی صاحب اپنی کتاب اسمآء القرآن کے ص ۲۹۴ پر لکھتے ہیں کہ:۔۔۔ "ترجمۃ القرآن کے کام کو جب مَیں جاری نہ رکھ سکا تو مَیں نے قرآن مجید کی مہم کے لیے ایک دوسرا طریق اختیار کیا کہ اس سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کروں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حسبِ ذیل کتابیں شائع ہوئیں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت عرفانی صاحب نے ایک جگہ پر لکھا ہے کہ قیامت کے روز میں علاوہ دوسرے نیک کاموں کے اس خدمتِ قرآن کو بھی خدا کے حضور پیش کرکے اپنی معفرت کا طلبگار ہوں گا اور حضور کا ذیل میں شعر کہ ؎

اے بے خبر بہ خدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

یہ تو آپ اپنی ہر تصنیف یا تالیف پر ضرور لکھتے تھے۔

ادارہ حقائق معارف قرآنیہ کی طرف سے شائع شدہ کتب:۔ (نوٹ) اس ادارہ کو اکیلے حضرت عرفانی

صاحب ہی چلاتے تھے۔(اسماعیل)

کتب کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ اسماء الحسنیٰ کل صفحات ۱۰۴ تعداد ۱۰۰۰ بار اوّل۔ مطبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان۔

نوٹ:۔ سکندرآباد سے یہ کتاب بار دوم بھی چھپی ہے۔

۲۔ مقطعات قرآنی کی فلاسفی۔ کل صفحات مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تاریخ اشاعت

۳۔ اسماء القرآن فی القرآن کل صفحات ۲۹۶ بار اوّل تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت ۵۰۰ ۲۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء

۴۔ قرآنی دعاؤں کے اسرار کل صفحات ۲۳۸ بار اوّل تعداد (۵۰۰) تاریخ اشاعت ۳۰ر جون ۱۹۴۸ء

۵۔ البیان فی اسلوب القرآن کل صفحات ۳۲۸ بار اوّل تعداد (۵۰۰) ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۹ء

۶۔ اعجاز القرآن بما یثبت بہ القرآن ص۳۷۲ بار اوّل تعداد (۵۰۰) ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۹ء

۷۔ کتاب الصیام ص۳۰۸ بار اوّل تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت ۳۰ر مئی ۱۹۵۰ء

۸۔ کتاب الحج ص۲۹۶ بار اوّل ۵۰۰ تاریخ اشاعت نومبر ۱۹۵۰ء

۹ کتاب الزکوٰۃ ص۲۷۲ بار اوّل تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت ۲۵ر مارچ ۱۹۵۱ء

۱۰۔ کتاب الاداب حصہ اوّل ص۲۴۴ بار اوّل تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت یکم نومبر ۱۹۵۱ء

نوٹ:۔ ارکان اسلام کی فلاسفی کے سلسلہ میں "حقیقت نماز" پر ایک کتاب حضرت عرفانی صاحب نے مئی ۱۹۰۷ء میں شائع فرمائی تھی۔

۱۱۔ احکام القرآن حصہ اوّل ص۳۵۲ ۵۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت ۱۵ر مارچ ۱۹۵۲ء

۱۲۔ امثال القرآن ص۱۷۶ تعداد ۵۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت ۹ر جون ۱۹۵۲ء

۱۳۔ احکام القرآن حصہ دوم ص۱۷۶ بار اوّل تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت نومبر ۱۹۵۲ء

۱۴۔ حکمۃ الرحمان فی آیات القرآن ص۱۱۶ تعداد ۵۰۰ بار اوّل کی تاریخ اشاعت ۱۵ر جنوری ۱۹۵۳ء

۱۵۔ تاریخ القرآن ص۱۱۲ تعداد ۵۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت ۵ر اگست ۱۹۵۳ء

۱۶۔ تفسیر القرآن ص۱۷۶ تعداد ۵۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت یکم جنوری ۱۹۵۵ء

۵۔ دوسری کتب کی تفصیل جو حضرت عرفانی الاسدی صاحب نے شائع فرمائیں۔

۱۔ رحمۃ للعالمین فی کتاب مبین حصہ اوّل ص۳۲ تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت ۲۰ر مئی ۱۹۵۰ء

۲۔ رحمۃ للعالمین فی کتاب مبین حصہ دوم ص۴۳۲ تعداد ۵۰۰ تاریخ اشاعت نومبر ۱۹۵۰ء

۳۔ نادر و نایاب تحریریں ص۱۳۶ بار اوّل تعداد ۵۰۰۔ تاریخ اشاعت ۱۵ر نومبر ۱۹۵۲ء

۴۔ الاعمال و العقائد کے متعلق حضرت ...... خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبات کا مجموعہ۔ مرتبہ حضرت عرفانی صاحب الاسدی۔ نوٹ یہ کتاب سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب نے شائع فرمائی۔

۵۔ حیاتِ حسن۔ حالات زندگی حضرت سیٹھ حسن صاحب احمدی یادگیر رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتبہ حضرت عرفانی صاحب شائع کردہ اولاد سیٹھ صاحب یادگیر۔

۶۔ سیرت حضرت اماں جان حصہ اوّل ص۲۶۴ تعداد ۳۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۹۴۳ء مطبوعہ انتظامی پریس حیدر آباد

۷۔ سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم ص۲۳۲ تعداد ۳۰۰ بار اوّل تاریخ اشاعت ۲۵ر فروری ۱۹۴۵ء

۸۔ رپورٹ جلسہ سالانہ قادیان ۱۸۹۷ء

۹۔ الانذار (۱۰) اصلاح النظر۔ (۱۱) سلک مروارید حصہ اوّل (۱۲) سلک مروارید حصہ دوم۔

۱۳۔ خطبات کریمیہ۔

۱۴۔ آئینہ حق نما بجواب الہامات مرزا کل صفحات ۲۲۴ تاریخ اشاعت ۱۹۱۲ء بار اوّل تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰)

۱۵۔ جانِ پدر کل ۶۳ خطوط۔ حضرت عرفانی الاسدی صاحب کے خطوط جو آپ نے اپنے بیٹے مکرم محمود احمد عرفانی مجاہد مصر کے نام لکھے تھے۔

۱۶۔ قرآن کریم اور اس کی اعجازی قوت۔ حضرت عرفانی صاحب لیکچر فیروزپور۔ تاریخ اشاعت ۲۹ر مئی ۱۹۰۹ء انوار احمدیہ مشین پریس قادیان۔

۱۷۔ مشاہدات عرفانی یعنی سیاحت یورپ و بلاد اسلامیہ

۱۸۔ اشتہارات اور الہامات معہ رسالہ الوصیت ۱۹۰۵ء تاریخ اشاعت ۴ر مارچ ۱۹۰۶ء کل صفحات ۱تا۲۴

نوٹ: اس کے ۵ نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کام حضرت میر ناصر نواب صاحب کی خواہش پر آپ نے انجام دیا تھا۔

۱۹۔ ارمغان عرفانی فی حیاۃ عثمانی کل صفحات ۴۰۰ نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام دکن کے سلور جوبلی پر دکن یادشاہوں کی تاریخ و دیگر کاموں کی تفصیل ہے۔ شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر سالار بمبئی۔

۲۰۔ محامد المسیح۔ شائع کردہ حضرت عرفانی صاحب۔

۲۱۔ حیاتِ ناصر مصنفہ حضرت عرفانی صاحب تراب مطبوعہ ۱۹۲۷ء

۲۲۔ واقعہ ناگزیر مطبوعہ نومبر ۱۸۹۸ء الزار احمدیہ قادیان

۲۳۔ حقیقت نماز مطبوعہ مئی ۱۹۰۷ء (اس کا ذکر اس سے قبل کیا گیا ہے۔)

۲۴۔ ذکرِ حبیب تقریر جلسہ سالانہ قادیان کل صفحات ۴۸ تعداد (۲۵) بار اوّل تاریخ اشاعت ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء اشوک پرنٹنگ پریس۔ حیدر آباد۔ تعداد (۱۲۵) ۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء

نوٹ:۔ یہ تقریر مکرم محمد عبداللہ صاحب بی۔ایس۔سی نے جلسہ پر پڑھ کر سنائی تھی) (۲۶) ذکرِ حبیب تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۲ء کل صفحات ۲۰، دسمبر ۱۹۵۲ء (۲۷) خلافت محمود مصلح موعودؑ [1]

---

[1] بدر قادیان ۲۳ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۹/۱۰

اشاریہ

جلد۱۹

مرتبہ: ریاض محمود باجوہ شاھد

شخصیات :- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳

مقامات :- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۹

کتابیات :- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۷

اسماء

آ

آتھم، عبداللہ ۔ ۶۷۷
آدم خاں، منشی ۔ ۱۸۲
آصف زمان خاں ۔ ۶۸۰
آصفہ بیگم، سیّدہ ۷۱۷
آصفہ بیگم بنت مولوی محمد احمد ۴۶۵
آفتاب احمد نظام، میجر ۳۱۲
آمنہ بیگم بنت بھائی عبدالرحیم ۶۰۹
آمنہ بیگم بنت مستری نظام الدین ۳۱۲
آمنہ صدیقہ ۳۰۶
آنسہ بیگم ۴۶۹

ا

حضرت ابراہیم علیہ السّلام ۱۷۴ - ۴۷۲
ابراہیم علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ۔ ۵۰۲
ابراہیم حاجی ۳۸۷
ابراہیم بن ادھم ۲۷۸
ابراہیم بن محمد ۳۹۸ - ۳۹۹
ابراہیم عابد، میاں ۵۱۰
ابراہیم لنکن صدر امریکہ ۲۲۱ - ۲۲۲
ابنا پرشاد، صوفی ۶۳۸
ابن خلدون، علّامہ ۱۶۶
ابن رشد، علّامہ ۵۱۸
ابن قیّم ۲۷۸
ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد ۲۴۹
ابوالبشارت عبدالغفور ۳۲۰
ابوالبیان واعظ بھاگلپوری ۷۳۵
ابوالحسن الماوردی ۱۶۷ - ۱۶۸
ابوالعطاء جالندھری ۸۴ - ۱۵۶ - ۱۶۲ - ۱۶۸ - ۱۷۷ - ۱۹۸ - ۲۳۱ - ۲۳۴ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۷۹ - ۲۸۴ - ۳۵۵ - ۴۵۸ - ۴۶۵ - ۴۷۶ - ۴۹۵ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۲۰ - ۵۳۸ - ۶۵۴ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۹۸ - ۷۱۴ - ۷۲۴ - ۷۲۷ - ۷۳۲ - ۷۳۷ ۔
ابوالمنیر نورالحق ۴۲۰ - ۵۱۴ تا ۵۲۰ - ۵۲۷ - تا ۵۳۱ - ۵۳۴ تا ۵۴۰ - ۵۴۹ - ۷۲۴ ۔
ابوالہاشم خاں ۳۲۸
ابوبکر ایوب ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۴۸۵ - ۴۹۵ - ۷۶۵
ابوجہل ۲۷۶
ابوسعید عرب ۲۹۲
ابوبکر صدیق ۱۱۷ - ۱۴۲ - ۱۹۷ - ۳۷۱
ابوعبیدہ بن الجراح ۱۶۷
ابویحییٰ امام خاں نوشہروی ۷۰۹ - ۷۱۱
اتھسلین ولیس ۵۴۷
اجل سنگھ، سردار ۴۲۷
اجودھیا پرشاد، پنڈت ۱۲۴
احسان اللہ ملک ۱۹۵
احسان الٰہی ۵۹۴
احمد الدین بی۔اے، چوہدری ۳۱۵ - ۳۲۰
احمد انور راڈن ۲۳۷
احمد شہید بریلوی، سیّد ۲۰۷ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۷۸ - ۴۷۳ تا ۴۷۵
احمد بن عبداللہ ۳۹۸
احمد بودہ ۔ الجزائر ۳۵۵
احمد بی بی بنت مستری نظام الدین ۳۱۲
احمد بی بی بنت میاں فضل محمد ۳۲۰
احمد بیگ، مرزا ۱۸۹
احمد جان، چوہدری ۱۸۲ - ۴۹۵

احمد جان، منشی۔ لدھیانہ۔ ۶۳۵ - ۶۳۷

احمد حسین۔ کاتب ۷۱۱

احمد خاں نسیم ۱۹۸ - ۲۹۳

احمد دین، چوہدری گجرات۔ ۵۸۶ تا ۵۹۱

احمد دین، ڈاکٹر ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۴۲۹ - ۶۲۲ - ۶۲۳

احمد دین، شیخ ۲۸۷

احمد دین۔ گنری ۱۹۳

احمد دین، منشی ۱۹۲

احمد دین، میاں ۱۹۱

احمد دین، میاں کمپونڈر ۶۲۷

احمد دین، میاں۔ لاہور ۱۸۸

احمد دین آف کوئٹہ ۱۲

احمد رشید ۲۸۰

احمد رمضان، شیخ ۷۴۷

احمد سانسہ ۳۸۵

احمد سرہندیؒ، سید ۴۷۴

احمد سوکارنو، ڈاکٹر ۴۱۵

احمد شاہ، پیر ۱۸۷

احمد شاہ، سید ۱۹۵

احمد شاہ، میر ۶۲۷

احمد صادق، مفتی ۵۶۹ - ۵۷۴

احمد علی، سید ۱۵۷

احمد علی، منشی دوالمیال ۱۸۹

احمد غزنوی ۱۷۳

احمد گل پراچہ ۴۸

احمد مختار، چوہدری ۱۸۱

احمد نور ۵۴۶

اختر احمد، پروفیسر ۲۳۴

اختر احمد اورینوی، سید ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۷۲۶

اختر حسین، ملک جنرل ۲۶۵

اردشیر ڈین شاہ ۷۲۶

اسد اللہ خاں، چوہدری۔ ۱۴۔ ۱۶۔ ۱۷ - ۳۶ - ۱۱۱ - ۱۲۱ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۴۸۴ - ۴۸۹ - ۴۹۵ - ۷۰۳

اسد اللہ شاہ، سید ۵۷۴

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ۶۳ - ۴۱۰ - ۴۲۰ - ۴۷۴

اسمٰعیل، سید ۵۷۶

اسمٰعیل آدم، سیٹھ ۶۶۴ تا ۶۶۹

اسمٰعیل آرڈ ۳۹۹

اسمٰعیل شہیدؒ ۴۷۴

اسمٰعیل کاشگری، چوہدری ۱۸۶

اسمٰعیل آف کماسی ۳۹۹

اسمٰعیل آف نائیجیریا ۳۹۵

اسمٰعیل بن عبدالعزیز ۴۰۹

اُسید بن حضیر ۱۶۷

اشفاق احمد، چوہدری ۵۱۳

اشولا دیدا اولوکوڈانا، امام ۷۵۵

اظہار الحسن، پیرزادہ ڈاکٹر ۲۹۰

اظہر احمد، مرزا ۳۳۸

اعجاز احمد، شیخ ۱۹۳ - ۴۳۰

اعجاز الحق، ڈاکٹر ۴۸۹

اعجاز ربانی، کرنل ۶۳۰

اعظم ۳۲۴

اعظم علی، چوہدری ۶۹۳

افتخار احمد، پیر ۵۷۴

افضل حق، چوہدری ۶ - ۸

اقبال، پروفیسر ۱۰۹

اقبال الدین، شیخ ۱۸۳

اقبال شاہ، سید۔ پھگلہ ۲۰۸

اقبال احمد خاں، کیپٹن ڈاکٹر ۱۸۳

اقبال احمد شاہد ۱۹۵

اکبر ۶

اکبر، شہنشاہ ۲۹۰

اکبر علی ۱۹۲

اکبر یار جنگ، نواب ۳۲۴ - ۴۲۲ - ۶۷۳ تا ۶۷۵

اکرام ربانی ۶۳۰

اکمل، قاضی ظہور الدین - ۱۸۴ - ۳۲۹

الڈو کسیلی، پروفیسر ڈاکٹر ۷۶۶

الطاف ربانی ۶۳۰

الفاڈ نمالہ ۳۹۶

الفریڈ گوشیلام ۴۰۷

القاہم فوڈسے صالحو ۷۵۶

اللہ بخش، چوہدری والد مولوی کرم الٰہی ظفر ۲۸۸

اللہ بخش، چوہدری۔ مالک سٹیم پریس قادیان ۶۱۷ تا ۶۲۵

اللہ بخش، حاجی بنگوے ۵۱۲
اللہ بخش، شیخ ۳۲۱
اللہ بخش آف ساندے کلاں ۶۱۷
اللہ بخش ضیاء ۴۷۵
اللہ دتہ، الحاج مرزا ۸۱
اللہ دتہ، چوہدری ۱۹۰
اللہ دتہ، ہرسیاں ۳۱۷
اللہ دتہ، میاں ۱۸۷
اللہ دیا، شیخ ۶۳۷
اللہ رکھا ۲۰ تا ۲۸ - ۳۶ - ۴۲ - ۴۴ - ۴۵ - ۵۵ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۳ تا ۶۵ - ۷۰ - ۷۱ - ۱۲۰ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۹ - ۱۶۵ - ۲۰۲
الٰہی بخش، شیخ ۵۹۱
الٰہی بخش، کرنل ۵۰۵
الٰہ دین۔ قادیان ۱۹۱
الیاس برنی ۷۰۹
الیگزنڈر روب ۵۶۳
اماں جی ۳ - ۶۱۰ - ۳۲۳ - ۳۲۶
امام الدین، بابا ۵۹۱
امام الدین، مرزا ۶۲۳
امام الدین، مولوی ۱۹۵ - ۴۱۶
امام الدین، میاں سیکھوانی ۳۱۷
امام الدین، میاں کمپونڈر ۶۲۷
امام الدین خان، نواب ۶۳۵
امام الدین گجراتی، استاد ۷۱۱
امامہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ۵
امۃ الباری، سیدہ ۳۴۲
امۃ الباسط، سیدہ ۴۲۸
امۃ الجمیل، سیدہ ۴۲۸ - ۷۱۷
امۃ الجمیل بنت ملک عبد الرحمٰن ۶۸۰
امۃ الحفیظ بنت قریشی محمد مطیع اللہ ۳۴۱
امۃ الحفیظ بنت ملک عطاء اللہ ۶۳۰
امۃ الحکیم، سیدہ ۷۱۸
امۃ الحکیم بنت ملک عبد الرحمٰن ۶۸۰
امۃ الحمید بنت چوہدری احمد جان ۴۷۶
امۃ الحمید بنت ملک عطاء اللہ ۶۳۰
امۃ الحی بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاول ۱۱۰
امۃ الحی بنت ملک عطاء اللہ ۶۳۰
امۃ الرحمٰن بنت چوہدری اللہ بخش ۶۲۱ ۶۲۳ - ۶۲۵
امۃ الرشید بنت ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۸۲
امۃ الرشید بنت ملک عطاء اللہ ۶۳۰
امۃ الرؤوف، سیدہ ۷۱۸
امۃ السلام بنت ماسٹر خیر الدین ۵۸۶
امۃ السلام بنت ملک عطاء اللہ ۶۰۰
امۃ العزیز بنت ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۹۰
امۃ العزیز بنت ملک عطاء اللہ ۶۳۰
امۃ العزیز بیگم ۳۰۶
امۃ الغفور، سیدہ ۷۱۷
امۃ القادر بنت ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۸۲
امۃ القیوم، سیدہ ۴۷۸ - ۴۸۱
امۃ الکریم بنت چوہدری اللہ بخش ۶۲۵
امۃ اللطیف خورشید ۳۴۵
امۃ اللہ بیگم بنت بھائی عبد الرحیم ۶۰۹
امۃ اللہ بیگم بنت ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۸۲
امۃ اللہ بیگم بنت مولوی رحمت علی ۵۹۴
امۃ المتین، سیدہ ۲۱۰ - ۷۱۷
امۃ المنان بنت چوہدری اللہ بخش ۶۲۱ - ۶۲۵
امۃ النصیر، سیدہ ۴۲۹ - ۷۱۷
امجد علی شاہ، سید ۱۸۷ - ۵۱۱
امر سنگھ، سردار ۶۳۸
امری عبیدی، شیخ ۴۱۸
اُمِّ طاہر، سیدہ (مریم بیگم) ۱۰
اُمِّ متین، سیدہ (مریم صدیقہ) ۴۷ - ۲۱۰ - ۳۴۵ - ۴۲۸ - ۵۲۶ - ۵۷۲
اُمِّ ناصر، سیدہ (محمودہ بیگم) ۲۱۰
امیر احمد قدوائی ۱۱۹
امیر الدین، سٹورکیپر ۱۲
امیر الدین، سید ۲۸۴
امیر الدین، قاضی سید ۷۲۰
امیر الدین، مولوی ۵۹۱
امیر الدین ٹھیکیدار، مرزا ۵۹۱
امیر حسین، قاضی سید ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲
امیر خاں کاتب ۷۶۹

امیر عالم، حاجی ۱۸۱
امینی، مولوی شریف احمد ۲۳۵
انتھونی ۷۶۵
اندرا گاندھی ۲۸۲
انڈرسن۔ پروفیسر ۳۰۶
انڈریو کوہن، سر ۳۸۷
انس احمد، مرزا ۵۱۷
انگالا ۵۰۷
انوار احمد، منشی ۵۵۰
انوار احمد کاہلوں، چوہدری ۳۳۹
انور بیگ، مرزا ۲۱۱
انور شاہ دیوبندی، مولانا ۳۴۸
اورنگ زیب عالمگیر ۵۵۷
اوصاف علی خاں، کرنل ۳۳۸
اونکو اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن ۴۰۹ تا ۴۱۴
اونکو فاطمہ ۴۱۴
اے۔ آر منصور ۷۲۰
اے۔ آر نگہت ۵۸۶
اے جے جان ۲۸۶
ایس۔ آر۔ داس، سری ۲۰۶
ایس۔ اے۔ رحمان ۵۱۸
ایس۔ ایل۔ ایم ابراہیم ۷۲۰
ایس۔ ایم پال پادری ۷۶۹
ایس۔ این۔ سین، ڈاکٹر ۷۸۶
ایم ایس شوکت ۷۳۴
ایم ایس مصطفٰے ۷۵۹
ایم۔ اے ناصر ۲۸۸
ایم صلاح الدین ۷۲۰
ایمیرائٹس، پروفیسر ۳۴۴
ایمینوئیل کیسٹ، سر ۴۴۹ - ۷۵۴
اینک پاول ۳۷۶ - ۳۷۷
ایوب بیگ، مرزا ۶۱۴

ب

بارڈون، مس ۵۹۴
باقیؒ باللہ ۲۷۸
باکارلے۔ اے۔ آر ۳۹۷
بانشر، مسٹر ۵۹۴
بدرالدین، ڈاکٹر ۲۷۴
بدر سلطان اختر ۲۱۰
بدرالدین بھکری، سید ۵۷۵
برگنسکی، ایم ۴۴۸ - ۷۵۱
برٹش بھان ۴۲۵
برکات احمد ۲۶۲
برکات احمد، سید ۲۶۰
برکات احمد راجیکی ۲۸۲ - ۳۶۹
برکت بی بی ۳۲۰
برکت علی، چوہدری ۸ - ۹
برکت علی، مرزا۔ ربوہ ۱۸۵
برکت علی، مرزا۔ قادیان ۴۷۶ - ۵۵۰
برکت علی، ملک۔ گجرات ۵۹۱ - ۶۷۵ - ۶۹۰ - ۶۹۵
برکت علی مولوی۔ سیالکوٹ ۱۸۷
برکت علی بیگ، مرزا ۶۲۱
برکت علی خاں ۴
برکت علی لائق لدھیانوی ۴
برونوف، وی۔ جی۔ پروفیسر ۳۴۳ - ۳۴۴
برنارڈ جی۔ اے۔ پروفیسر ۳۷۴
بسواس ۷۲۶
بشارت احمد ڈاکٹر ۵۷۷
بشارت احمد بشیر ۱۹۵ - ۳۵۴ - ۴۸۵ - ۴۸۹ - ۷۳۷
بشارت احمد نسیم ۱۹۵
بشارت احمد ولد محمد شریف، چوہدری ۱۸۰ - ۴۴ - ۴۶
بشارت تسنیم ابن مرزا مولا بخش ۵۹۲
بشارت ربانی، ملک ۶۳۰
بشریٰ بیگم بنت غلام نبی بلانوی ۳۳۲
بشن داس ۶۰۳
بشیر احمد، منشی ۴۲۹
بشیر احمد (محمد اسمٰعیل غزنوی کا پروردہ) ۱۴ - ۱۴۵
بشیر احمد، چوہدری گجرات ۱۸۱ - ۵۹۰ تا ۵۹۲ - ۶۷۸ - ۶۹۸
بشیر احمد، چوہدری ۴۳۰
بشیر احمد، ڈاکٹر درویش قادیان ۱۲ - ۲۱
بشیر احمد، راجہ ۳۳۷
بشیر احمد آرچرڈ ۴۰۷ - ۷۶۵
بشیر احمد ایڈووکیٹ، سردار ۱۹۴

بشیر احمد ایڈووکیٹ، شیخ ۵ - ۶ - ۱۰ - ۱۲
۱۱۰ - ۱۸۳ - ۲۳۴ - ۳۲۴ - ۳۶۱ -
۵۱۴ - ۵۱۶ -
بشیر احمد ایم۔اے، مرزا ۱۶ - ۴۲ -
۴۴ تا ۴۶ - ۵۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۹ - ۷۰ -
۷۰ - ۸۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۳۰ - ۱۵۶ - ۱۶۹
۲۷۰ - ۳۰۷ - ۳۲۹ - ۳۴۰ - ۳۶۲ - ۳۶۴
۳۷۰ - ۴۱۹ - ۴۳۸ - ۴۴۰ - ۴۶۹ - ۴۷۸
۴۷۹ - ۵۷۱ - ۵۷۳ - ۵۸۰ - ۵۸۲ - ۵۸۴
۶۰۵ - ۶۰۷ - ۶۰۹ - ۶۱۶ - ۶۵۲ - ۶۵۴
۶۸۸ - ۶۶۹ - ۶۸۵ - ۶۸۸ - ۷۱۷ - ۷۲۱
۷۲۲ - ۷۳۷
بشیر احمد باجوہ، چوہدری ۵۱۲ - ۵۱۳
بشیر احمد بھٹی، قاضی ۱۹۳
بشیر احمد چغتائی ۷۰۵
بشیر احمد خادم ۲۸۱ - ۲۸۴
بشیر احمد خان ۱۹۵
بشیر احمد رازی، راجہ ۱۲۰
بشیر احمد شمس ۱۹۵
بشیر احمد فاضل مبلغ یوپی، دہلی ۲۸۰ - ۲۸۲
۲۸۴ - ۲۸۵ - ۴۲۱ - ۴۲۵ - ۷۲۵ - ۷۲۶
بشیر احمد نظام ۳۱۳
بشیر احمد ولد شاہ محمد، چوہدری ۲۴
بشیر الابراہیمی، علامہ ۳۵۵
بشیر الدین ۴۲۵
بشیر الدین آف نانا ۳۹۷

بشیر الدین احمد سامی ۴۲۵
بشیر الدین اسامہ ۳۸۲
بشیر الدین الہ دین ۶۵۱ - ۶۶۹
بشیر الدین حقانی، چوہدری ۱۸۹
بشیر الدین طاہر ۵۸۶
بشیر الدین عبیداللہ، حافظ ۱۹۵ - ۳۸۹
۷۵۰ -
بشیر الدین محمود احمد، مرزا۔ المصلح الموعود
خلیفۃ المسیح الثانی ۱ تا ۵ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۴
۱۷ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶ - ۲۸ - ۳۰ تا ۴۹
۵۳ - ۵۵ - ۵۶ - ۶۰ - ۶۵ تا ۷۳ - ۸۱ - ۸۴
۸۵ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۷ - ۹۸ - ۱۰۰ - ۱۰۲
۱۰۳ - ۱۰۹ - ۱۱۱ - ۱۱۴ - ۱۱۶ - ۱۱۸ تا
۱۲۶ - ۱۲۸ - ۱۳۰ تا ۱۳۷ - ۱۴۳ - ۱۵۳
۱۵۵ تا ۱۶۲ - ۱۶۸ تا ۱۷۲ - ۱۷۹ - ۲۰۰
۲۰۶ تا ۲۱۵ - ۲۲۲ - ۲۲۸ - ۲۳۳ -
۲۳۵ تا ۲۳۷ - ۲۵۶ - ۲۶۲ تا ۲۷۰ -
۲۷۸ - ۲۸۰ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۷ - ۳۱۸
۳۲۴ - ۳۲۶ - ۳۳۰ تا ۳۳۲ - ۳۳۶ - ۳۴۲
۳۵۰ تا ۳۵۳ - ۳۶۵ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۵
۴۰۷ - ۴۱۳ - ۴۱۵ - ۴۲۳ تا ۴۲۷ - ۴۲۸
۴۳۳ - ۴۳۶ - ۴۴۱ - ۴۴۷ - ۴۴۹ - ۴۵۰
۴۵۳ - ۴۵۸ - ۴۶۲ - ۴۶۴ - ۴۶۸ - ۴۷۱
۴۷۷ تا ۴۷۸ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۴ - ۴۹۶
۵۰۳ تا ۵۰۷ - ۵۱۳ تا ۵۱۹ - ۵۲۲ تا ۵۲۴
۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۳۰ تا ۵۳۶ - ۵۴۱ تا ۵۴۳

۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۷ -
۵۶۷ تا ۵۷۲ - ۵۸۱ - ۵۸۵ - ۵۹۱ -
۶۰۵ - ۶۰۸ - ۶۱۳ - ۶۱۶ - ۶۲۰ - ۶۲۲ -
۶۲۳ - ۶۲۳ - ۶۳۴ - ۶۴۲ - ۶۵۰ -
۶۶۷ تا ۶۷۴ - ۶۷۸ - ۶۸۰ تا ۶۸۴
۷۰۰ - ۷۰۷ - ۷۱۳ - ۷۱۷ - ۷۲۱ تا
۷۳۰ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۴۷ - ۷۴۹
بشیر بن سعد ۱۶۷
بشیر شاہ، سید ۴۱۵
بلونت سنگھ، باوا ۲۳۵
بندرا نائیکے ۴۱۰
بنوری، علامہ ۳۵۱
بہادر خان، ملک ۳۲۸
بہادل شاہ، سید ۱۴ - ۳۶
بہاؤ الدین نقشبندی ۲۷۸
بی راما کرشنا راؤ، شری ۴۲۷
بی عبداللہ فاضل ۱۸۴
بیکر، اے جارج ۵۶۳
بیگم جی ۲۹۳
بھاگ، بابا۔ امرتسری ۲۹۹
بھاگ سنگھ۔ کیپٹن ۷۲۶
بھیم سین سچر ۲۸۴ - ۴۲۶

پ

پاتسما، پادری ۳۷۹
پرائس، آئی ایچ ۳۹۴
پرتاپ سنگھ کیرون، سردار ۳۶۸ - ۴۲۵

پرویز پروانوی ۳۴۲
پشاوری ال ایڈووکیٹ ملالہ ۲۸۴
پگٹ، مسٹر ۵۶۳
پورن سنگھ، سردار ۲۲۳
پیر بخش، ڈاکٹر ۲۸۹
پیر محمد۔ پیرکوٹ ثانی ۱۹۰
پیلو، اے ایس ۳۶۱

ت

تسنیم احمد خالد ۳۲۸
تقیؒ، امام ۵۰۶
تنویر احمد، خواجہ ۳۴۲
توان عبدالجلیل حسن ۴۱۳
توفیق ارسن ۲۶۳

ٹ

ٹرنر (شکاگو کا سیاح) ۵۹۴
ٹلٹاک، پروفیسر ۲۷۳ - ۲۷۵ - ۲۷۶
ٹھاکر سنگھ، صوبیدار ۲۴۴

ث

ثناء اللہ امرتسری ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۶۱۸ - ۷۱۰ -

ج

جارج پنجم، شہنشاہ ۵۹۷
جارج الفریڈ لیفرائے ۵۹۲
جان محمد، چوہدری ۴۷۵
جان ہارورڈ ۳۸۲
جبرائیل آدم ۲۹۸
جبرائیل۔ چیف رئیس ۲۹۸
جعفری ہاشم ۷۲۰
جگت سنگھ۔ کیپٹن ۵۴۷
جلال الدین۔ پولیس انسپکٹر ۱۴۱
جلال الدین، شیخ ۷۷۵
جلال الدین، شیخ۔ کراچی ۱۸۹
جلال الدین، منشی ۶۰۲ - ۶۰۳
جلال الدین بخاری، سید ۵۷۵
جلال الدین شمس، مولانا ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۲۱ - ۱۵۶ - ۱۹۸ - ۲۷۹ - ۳۵۳ - ۴۱۹ - ۴۳۸ - ۴۹۵ - ۵۱۴ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۴۴ - ۵۳۸ - ۵۴۹ - ۶۷۵ - ۶۸۲ - ۷۰۲ - ۷۲۴ -
جلال الدین قمر ۱۹۵
جماعت علی شاہ، پیر ۴۷۷
جمال الدین، میاں سیکھوانی ۳۱۷ - ۳۱۸
جمال عبدالناصر ۲۵۰ - ۲۵۶
جمنا۔ کماسی ۳۹۹
جمیل الرحمٰن رفیق، ملک ۱۹۵ - ۷۲۷ - ۷۲۷
جنید بغدادی ۲۶۸
جواد علی، سید ۱۹۵ - ۳۸۲ - ۴۷۷ - ۷۲۶
جونز، ایچ۔ پروفیسر ۳۴۲
جولیس راب۔ چانسلر ۷۲۱
جی آر سیٹھی ۴۲۷
جیمز ایل ۵۶۳
جیمز ولسن، سر ۳۱۲
جھنڈا سنگھ، سردار ۲۲۴

چ

چراغ دین، میاں ۲۲۳
چرنجی لال، لالہ ۶۳۷
چنن سنگھ، سردار ۲۲۶
چندولال، ماسٹر ۶۳۸
چندولال۔ مجسٹریٹ ۵۹۶
چو۔ این۔ لائی ۲۸۶ - ۳۷۶

ح

حاشر الدین انعامی ۴۰۴
حاکم علی ۳۰۴
حامد شاہ سیالکوٹی، میر ۳۱۳ - ۳۷۲
حامد علی، حافظ ۲۹۵
حامد علی، شیخ ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۵۵۷
حبیب احمد، منشی ۲۹۳
حبیب الدین، میاں ۱۸۵
حبیب اللہ، پروفیسر ۷۳۵
حسان بن ثابتؓ ۷۰۳
حسنؓ، امام ۸۴ - ۱۵۸
حسن آف یادگیر، شیخ سیٹھ ۳۳۳ - ۷۷۰ -
حسن بصریؒ ۲۶۸
حسن خاں حجانہ ۵۵۶ - ۵۵۷
حسن دین، مستری ۳۱۰
حسن سی بی، شناسی ۲۵۶ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۴ - ۲۶۵ -

حسن شاہ، سید ۱۹۲
حسن عطاء، الحاج ۷۵۵
حسن علی۔ ایڈیٹر "نور افشاں" ۶۳۷
حسن علی، مولانا ۳۱۷
حسن کامی، سید ۷۷۰
حسن محمد۔ باڈی گارڈ ۲۱۱
حسن محمد خاں عارف ۴۹۵
حسن نظامی، خواجہ ۵۴۶
حسن ولد پروفیسر علی احمد بھاگلپوری ۵۹۵
حسینؓ، امام ۱۵۴
حسین۔ کٹھالہ ۵۷۹
حسین شہید سہروردی ۴۶۳
حسین کامی۔ سفیر ترکی ۳۱۰
حسین ملک ۴۳۵
حسین ولد پروفیسر علی احمد بھاگلپوری ۵۹۵
حشمت اللہ خاں، حکیم ۱۹۲
حشمت اللہ خاں، ڈاکٹر ۱۵۶ - ۱۸۴
۲۱۰ - ۴۳۸ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۶۰ -
۶۷۱ -
حضرت اللہ پاشا، سید ۴۳۷
حفیظ احمد ۳۵۹ - ۳۶۰
حفیظ اللہ، چوہدری ۶۲۵
حفیظ الٰہی، شیخ ۲۸۷
حمدی، ڈاکٹر ۲۶۰
حمید احمد، خواجہ ۳۳۲
حمید احمد خاں ۴۶۹

حمید الدین، خلیفہ ۶۳۸
حمید اللہ چوہدری ۶۲۵
حمید اللہ، شیخ ۲۸۱
حمید اللہ خاں ۳۴۱
حلیمہ بیگم بنت مستری نظام الدین ۳۱۳
حلیمہ بیگم بنت میاں فضل محمد ۳۲۰
حیدر شاہ گرداور ۵۷۹

خ

خادم حسین ملک ۱۲۱ - ۱۳۶ - ۷۷۵ -
خالد بن ولیدؓ ۴۳۶
خان کابلی ۶
خدا بخش مرزا ۵۱
خدا بخش۔ ملک ۳۰۹
خدا بخش، میاں ۱۹۲
خدا بخش عرف مومن جی ۱۸۵
خدیجہ بیگم ۶۰۹
خلیل احمد ۵۹۲
خلیل احمد اختر ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۷۵۲
خلیل احمد انعام ۳۱۴
خلیل احمد مونگھیری، حکیم ۲۸۳ - ۲۸۴
خلیل احمد ناصر، چوہدری ۱۱۱ - ۲۷۴ - ۳۸۱ -
۳۸۲ - ۴۱۸ - ۷۲۶ -
خلیل الرحمٰن، سیٹھی ۱۹۴
خلیل الرحمٰن، شیخ ۴۲۸
خلیل حئی ۷۱۹
خورشید احمد، چوہدری ۱۸۳

خورشید احمد، شیخ ۱۵۶ - ۷۲۶
خورشید احمد پربھاکر ۲۸۰
خورشید احمد شادؔ ۱۷
خورشید بیگم ۲۰۸
خیر الدین، ماسٹر ۵۸۴ - ۵۸۵
خیر الدین سیکھوانی، میاں ۳۱۷ - ۵۷۹
۶۰۳
خیر دین زرگر ۱۸۷

د ڈ ذ

داتا گنج بخشؒ ۲۷۸ - ۵۹۱
ڈائی ایل۔ اے منصور ۷۲۰ - ۷۲۱
داؤد احمد (ملازم) ۲۱۱
داؤد احمد، سید میر ۱۹۵ - ۳۷۹ - ۷۲۷
۷۳۶ -
داؤد احمد، مرزا ۱۲۱ - ۲۳۷ - ۳۳۵
۷۳۴ -
داؤد احمد عرفانی، شیخ ۶۵۱ - ۶۶۰
۶۶۴ - ۷۷۰ -
داؤد سونگو ۷۵۶
داؤد مظفر احمد شاہ، سید ۴۲۸ - ۴۲۹
۷۱۸ -
دردؔ، خواجہ میر ۲۷۸
دوری، پروفیسر ۳۵۱
دوست محمد خاں حجانہ ۴۳۳ تا ۴۳۶
دوست محمد شاہدؔ ۱۰۸
دوست محمد علاؤ الدین ۴۲۲

دولت احمد خاں خادم ۴۲۷
دولت خاں ۱۸۸
دھرماند سنگھ، سردار ۴۲۴-۴۲۵
دھیبر، شری ۲۸۲
دیوان سنگھ مفتون، ۹۷-۳۶۷-۵۴۳
-۵۴۴
دیورتن، پنڈت ۶۲۸
دین محمد، ڈاکٹر حکیم ۱۸۵
دین محمد، میاں ۱۸۹
دین محمد مالی ۱۸۵
دی ینگ، ڈاکٹر ۳۸۰
ڈانا تھامس ۲۲۰ - ۲۲۱
ڈانسن، ڈاکٹر ۵۰۲
ڈبلیو کے بے مین، پروفیسر ۳۷۴
ڈچز آف کینٹ ۴۵۷
ڈرسکل، مسٹر ۳۷۵
ڈریوس، ڈاکٹر ۳۷۷
ڈگلس، کرنل ۴۳۸ - ۴۴۶
ڈوئی، ڈاکٹر الیگزنڈر ۲۱۵
ڈی سی ورما ۲۸۴
ذکریا، معلم ۳۸۸
ذکی ولیدی طوگان، ڈاکٹر ۲۶۰
ذینی دھلان ۴۱۵

ر ، ز

رادھا کرشنن، ڈاکٹر ۲۸۶ - ۴۲۵
راشد احمد الدین ۶۵۱
رام رائے ۹۸
رام سنگھ، سردار ۴۲۴
رتن لال ۵۰۸
رجب الدین، خلیفہ ۵۹۸
رحمانی بیگم ۵۸۲
رحمت بی بی ۵۹۴
رحمت خاں ۱۹۰
رحمت خاں، چوہدری ۱۹۸
رحمت اللہ، حکیم۔ ربوہ ۱۸۶
رحمت اللہ، حکیم شیخ۔ کراچی ۱۸۹
رحمت اللہ، ڈاکٹر ۵۱۳
رحمت اللہ، شیخ ۳۰۹ - ۴۳۰
- ۶۱۴ - ۶۶۶ -
رحمت علی، ڈاکٹر ۵۷۶
رحمت علی، مرزا ۳۰۴
رحمت علی، مستری ۱۸۸
رحمت علی، مولانا ۱۰۰-۱۰۱
رحمت علی آف بھیرو چیچی ۵۹۲ - ۵۹۳
رحیم بخش، چوہدری۔ چونڈہ - ۱۸۶
رحیم بخش، شیخ ۵۹۱
رحیم بخش، میاں ۵۹۱
رحیم بی بی ۳۲۰
رستم علی، چوہدری ۳۱۰ - ۶۳۷
رسول بخش، ملک ۱۹۲
رشدی الباکیر السیوطی جیفا ۴۳۷
رشید احمد، ڈاکٹر ۳۱۴
رشید احمد، قاضی ۳۰۶
رشید احمد، مرزا ۴۱۷
رشید احمد سرور ۱۹۵
رشید الدین، پیر سائیں۔ جھنڈے والے
۶۶۵
رشید الدین، چوہدری ۱۹۵، ۵۱۶، ۵۱۷
رشید رضا، شیخ ۱۹۶
رشیدہ بیگم ۳۳۲
رشیدی صالح ۳۸۵
رضیہ بیگم ۳۰۶
رضیہ سلطانہ ۶۳۰
رضیہ شفیع، سیتہ ۴۱۹
رضیہ صادق ۵۷۴
رفیع احمد، مرزا ۱۹۵-۴۱۵-۴۱۹
۴۹۵ - ۷۱۸ - ۷۳۵ -
رفیق احمد ثاقب ۴۲۷
روشن دین ۱۹۵
روشن علی، علامہ حافظ ۲۹۲-۳۲۸-۳۳۰
۶۷۸ - ۶۸۴ -
ریاض احمد ۳۴۲
ریاض النبی ۳۳۲
ریاض قدیر ڈاکٹر ۱۰۹
ریورنڈ کے ایم ماتھن ۲۸۴
ریورنڈ منی سین ۴۲۶
زار ۳۴۵

زاہد ۶۲
زاہدہ پروین ۷۱۸
زمان شاہ، پیر ۲۰۸
زمانی بیگم ۶۸۰
زیب النساء بیگم ۷۲۵
زیب النساء بنت ڈاکٹر پیر بخش ۲۹۰
زید جنجہ، شیخ ۳۸۸
زین العابدین، مولوی ۳۰۴ - ۳۰۵
زین العابدین ابراہیم ۶۶۷
زین العابدین ولی اللہ شاہ، سید ۱۵۶
۱۸۵ - ۱۹۸ - ۲۵۰ تا ۲۵۴ - ۲۷۶
۳۵۳ - ۳۵۴ - ۴۱۸ - ۵۱۸ - ۵۱۹
۶۸۹ - ۷۰۲ - ۷۳۶
زینب بیگم بنت بھائی عبدالرحیم ۶۰۹
زینب بیگم بنت سید سیف اللہ شاہ ۵۷۵

س - ش

سالم مولیٰ ابی حذیفہ ۱۶۷
سانی، ایم۔ اے ۳۹۷
ست نرائن کاتب ۷۶۶
سٹیکلین، پروفیسر ۳۴۳
سراج الحق، مولوی ۲۸۰ - ۲۸۲
سراج الحق نعمانی، پیر ۴۰۲
سربلند خاں، چوہدری ۱۸۸
سردار علی خاں ۱۹۰
سردار علی، سید ۱۹۱
سرفراز احمد بی۔ اے ۷۲۰
سرمدؒ ۲۲۲
سرور سلطانہ ۱۱ - ۳۳۳
سرہندیؒ۔ مجدد ۲۷۸
سرن سنگھ، سردار ۴۲۴ - ۴۲۵
سعادت احمد، ملک ۴۹۵
سعدؓ ۴۲۶
سعد الدین تفتازانی، علامہ ۱۶۷
سعد بن معاذؓ ۴۹۹
سعدیؒ، شیخ ۶۹۷
سعود احمد دہلوی ۳۹۸ - ۳۹۹
سعید احمد، ڈاکٹر ۲۰۵
سعید احمد خاں، خاں ۳۳۸
سعیدہ بیگم ۳۲۸
سعیدہ عمر ۵۷۴
سکینہ بی بی ۲۹۳
سکینہ بیگم ۵۸۲
سلام اللہ، مرزا ۱۸۶ - ۶۲۱
سلامت شاہ ۵۷۷
سلطان علی، شیخ ۶۳۵
سلطان محمد شاہ آغا خاں ثالث، امام ۷۲۹ تا ۷۳۱
سلطان محمود غزنوی ۵۵۷
سلیم الجابی، السید ۲۳۴ - ۴۸۶
سلیم چشتیؒ ۲۷۸
سلیمان منصور پوری، قاضی سید ۳۴۸
سلیمان ندوی، سید ۶۷۴
سمیع احمد ظفر ۵۹۲
سمیع اللہ، مولوی ۲۸۰ - ۷۲۰
سندر سنگھ، سردار (سردار فضل حق)
۵۹۸ - ۶۰۰ - ۶۰۳ - ۶۰۴
سوتن ہارون الرشید ۳۵۴
سوڈیرو ۴۱۵
سوئیکارنو ۴۹۲
سویم خانم ۲۶۰
سی پی این سنگھ، شری ۲۰۴
سید احمد، سید ۵۸۲
سید احمد، مولوی ۶۳۸
سید بخاری ۷۰۹
سیف الرحمٰن، ملک ۱۲۱ - ۱۸۰
۳۵۵ - ۵۱۴ - ۵۱۶ تا ۵۱۸ - ۵۳۹ -
سیف اللہ شاہ، سید ۵۷۴
سیفی کاشمیری ۳۴۶
سینتی کمار چیٹرجی، ڈاکٹر ۲۸۶
شادی خاں، میاں ۱۸۷ - ۵۷۹
شافعی باتوہ ۴۱۶
شاہ محمد، سید ۴۱۵ تا ۴۱۸ - ۴۸۵
۴۸۸ - ۴۹۲ - ۴۹۵ - ۷۶۵
شاہ مبتیہ، ڈاکٹر ۲۸۶
شاہ نواز خاں، ڈاکٹر ۴۷ - ۱۵۷
شاہ ولی اللہؒ۔ محدث دہلوی ۲۷۸ - ۴۷۴
شبلیؒ، علامہ ۲۷۸
شبیر احمد، چوہدری ۱۸

شبیر احمد، خواجہ ۳۳۲
شرافت خاں آف اڑیسہ ۵۴۸
شرف الدین، میاں ۶۷۷
شریف (ملازم) ۶۵۰
شریف احمد ڈاکٹر ۱۹۴
شریف احمد، مرزا ۱۳-۴۹-۱۵۰
-۱۶۹-۶۰۵-۷۱۷-
شریف احمد امینی ۲۸۰ تا ۲۸۲-۴۲۱
-۷۲۰
شعبان کرونڈے ۳۸۸
شعیب، شیخ ۳۸۶
شفاعت علی خاں ۷۳۱
شفیع ۶
شکری القوتلی، السیّد ۷۲۲
شکیل احمد منیر ۱۱
شمس الدین، منشی ۷۲۵
شمس الدین خاں، خان ۱۸۱
شمس تبریزؒ ۲۲۱
شمیم احمد، میجر ۴۲۸
شنکر داس مہرہ، ڈاکٹر ۴۲۵
شورش کاشمیری ۳۶۵-۳۶۷
شوکت علی، مولانا ۷۳۱
شوکت علی تھانوی ۵۸۳
شہاب الدین، خواجہ ۴۸۰
شہاب الدین، میاں ۵۰۹
شہاب الدین سہروردیؒ ۲۲۱-۲۷۸

-۴۷۲-۴۷۳-
شیر بہادر قیصرانی، سردار ۳۲۱
شیر علی، مولانا ۲۶۳
شیر محمد، بھائی ۱۹۱
شیر ولی خاں ۲۱۰-۴۳۸

ص ض

صابرہ بیگم ۳۵۰
صاحب دین، شیخ ۱۳۵-۱۳۶
صادقہ بیگم ۳۲۰
صالح ۳۹۹
صالح بیگم ۳۱۳
صالح فاطمہ ۳۲۰
صالح محمد، مرزا ۱۹۴-۳۹۸
صالح محمد، مولوی ۳۲۰
صالح محمد الہ دین ۶۵۱-۷۶۹
صالح محمد فاضل ۷۵۲
صبغۃ اللہ، چوہدری ۶۲۵
صبیحہ خانم ۲۶۴
صداقت بیگم ۶۵۱
صدر الدین، پرنس ۷۳۰
صدر الدین، مولوی ۳۷-۳۹-۴۰
-۱۰۵-۱۱۹-
صدر الدین یحییٰ پونتو ۷۲۴
صدیق حسن خاں، نواب ۷۱۱
صفیہ بیگم ۳۰۶
صلاح الدین، پیرزادہ ۴۲۹

صلاح الدین، چوہدری ۱۵۵
صلاح الدین، خلیفہ ۴
صلاح الدین ابن جلال الدین شمس ۷۱۹
صلاح الدین ایم۔ اے، ملک ۱۸۳-۲۸۲
-۳۶۹-۶۵۰-
صلاح الدین خاں ۱۹۵
صمصام الدین، مولوی سید ۲۸۰
صوبہ بیگم اہلیہ میاں فضل محمد ۳۲۰
ضرارؓ، حضرت ۴۳۶

ط - ظ

طاہر احمد، مرزا خلیفۃ المسیح الرابع ۸۳
-۸۴-۳۵۰-۳۵۲-۳۷۵-۳۷۶-
-۵۱۶-۷۱۷-۷۳۶-۷۳۹-۷۴۰-
طاہر احمد ہاشمی ۴۷۵
طاہرہ بیگم ۳۳۸
طاہرہ نسرین فاروقی ۳۴۲-۶۰۴
طفیل مسیح، پادری ۴۲۵
طیبہ جبیں ۷۱۹
ظاہر احمد ۷۱۷
ظفر علی خاں، مدیر ”زمیندار“ ۲۷۳ تا ۲۷۶
-۷۰۹-۷۱۱-
ظفر احمد کپورتھلوی، منشی ۶۵۲
ظل الرحمٰن بنگالی ۱۰۰
ظہور احمد، چوہدری ۱۰۱-۵۱۵-۷۲۴
ظہور احمد باجوہ، چوہدری ۱۹۵-۴۹۵
ظہور القمر ۲۶-۳۶

ع

عارف الزمان، میجر ۱۱۹
عائشہ ۷۹
عائشہ۔سیالکوٹ ۶۲۷
عائشہ۔کماسی ۳۹۹
عائشہ بیگم ۵۵۰
عائشہ بیگم اہلیہ یوسف احمد الہ دین ۶۵۱
عائشہ بیگم بنت بھائی عبدالرحیم ۶۰۹
عائشہ صدیقہؓ (اُمّ المومنین) ۸۸
عائشہ محمودہ بیگم ۴۷۶
عباد اللہ، گیانی ۲۳۴ - ۲۸۴
عباس محمد، مستری ۱۸۹
عبدالاحد، مولوی ۴۱۵
عبدالباری ندوی ۶۷۴
عبدالباسط، ملک ۶۸۰
عبدالباقی بہاری ایم۔اے ۳
عبدالرب یلغار ۲۶۰
عبدالجبار غزنوی ۳۴۸
عبدالجلیل، حافظ ڈاکٹر ۱۸۸
عبدالحسیب ۲۵۵
عبدالحفیظ کاتب ۷۶۹
عبدالحق، پادری ۳۲۲ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۹۹۹ -
عبدالحق، چوہدری ۱۹۲
عبدالحق، ڈاکٹر ۴۸۹
عبدالحق، شیخ۔ ڈرائیور ۲۱۱
عبدالحق، شیخ معاون ناظر ضیافت قادیان ۶۷۰ تا ۶۷۲ - ۶۸۵
عبدالحق، منشی ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۴ - ۵۴۹ -
عبدالحق، مولوی ۱۸۷
عبدالحق، مولوی۔ مبلغ چمبہ ۲۸۱
عبدالحق ایڈووکیٹ، مرزا ۲۳ - ۱۲۲ - ۱۲۹ - ۱۸۰ تا ۱۸۳ - ۳۲۸ - ۴۸۶ -
عبدالحق خوش نویس ۱۸۴ - ۱۹۳
عبدالحق رامہ ۱۲۱ - ۴۹۵ - ۵۳۸
عبدالحکیم اکمل ۱۹۶
عبدالحکیم بگٹ، ڈاکٹر ۱۹۳
عبدالحکیم عامر ۳۶۵
عبدالحمید (مقدمہ مارٹن کلارک کا اہم کردار) ۳۱۰ - ۴۴۴
عبدالحمید، بابو ۱۸۵
عبدالحمید، ڈاکٹر ۴۲۹
عبدالحمید، راجہ ۱۹۸ - ۳۳۷
عبدالحمید، شیخ ۵۸۲
عبدالحمید ابن میاں فضل محمد ۳۲۰
عبدالحمید چغتائی، ڈاکٹر۔ لاہور ۱۸۸
عبدالحمید خاں کاٹھگڑھی ۱۹۲
عبدالحمید ڈاڈھا ۴۶ - ۱۲۰ - ۱۵۸
عبدالحمید سالکین ۴۰۹ - ۴۱۰
عبدالحمید شملوی، بابو ۱۸۹
عبدالحمید عاجز، شیخ ۲۸۲ - ۷۲۰
عبدالحئی۔ لاہور ۳۶
عبدالحئی، میاں ۳۰ - ۳۷ - ۳۲۶
عبدالحئی، میاں۔ مبلغ ۱۹۶ - ۳۴۲ - ۳۶۱ - ۴۱۶ - ۴۱۸ -
عبدالحئی۔ ونگ کمانڈر ۴۳۰
عبدالحئی پسر مولوی عبدالمغنی ۱۹۴
عبدالحئی شاہ، سید ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۷۳۷
عبدالحئی عرب، سید ۷۱۴
عبدالحئی یادگیر، سیٹھ ۲۸۵
عبدالخالق۔ مبلغ ۱۹۶
عبدالخالق، مہتہ ۳۲۴ - ۴۶۲ - ۴۶۳
عبدالرحمٰن، چوہدری ۷۴۹
عبدالرحمٰن، چوہدری۔ ملتان ۱۸۳
عبدالرحمٰن، حاجی ۱۸۲
عبدالرحمٰن۔ سجادہ نشین ۲۹۸
عبدالرحمٰن، شیخ ۲۸۷
عبدالرحمٰن، قریشی۔ میانوالی ۱۸۲
عبدالرحمٰن، قریشی۔ نمائندہ مسیح ۳۵۵
عبدالرحمٰن، میجر ڈاکٹر ۶۰۹
عبدالرحمٰن ابن میاں فضل محمد ۳۲۰
عبدالرحمٰن اللہ رکھا مدراسی، سیٹھ ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۳۱۶ -
عبدالرحمٰن امرتسری، شیخ ۶۴۹
عبدالرحمٰن انور ۵۵ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۲۱۰ - ۵۱۶ -
عبدالرحمٰن بن عوف ۱۶۸

عبدالرحمٰن بن یامین ۴۱۱
عبدالرحمٰن ٹھیکیدار، خواجہ ۵۱۰ - ۵۱۳
عبدالرحمٰن جٹ ۱۱ - ۱۲ - ۲۱ - ۱۸۳ -
۲۳۴ - ۲۳۵ - ۶۰۷
عبدالرحمٰن خادم، ملک ۷۰ - ۸۰ - ۸۳ -
۱۵۶ - ۲۷۹ - ۵۸۷ - ۶۷۷ تا ۷۱۶
عبدالرحمٰن خاں، خاں ۱۹۸
عبدالرحمٰن خاں، نوابزادہ۔ میاں ۲۱۵
عبدالرحمٰن صدیقی، ڈاکٹر ۱۸۱ - ۴۲۸ -
۴۲۹ -
عبدالرحمٰن غزنوی ۱۶۴
عبدالرحمٰن فاضل، مولوی۔ قادیان ۱۹۱
عبدالرحمٰن قادیانی، بھائی ۴۴ - ۳۲۴ - ۷۲۲ -
۷۲۴ ۔
عبدالرحمٰن لدھیانوی، قریشی۔ ۱۸۹
عبدالرحمٰن مبشر، مولوی ۱۸۳ - ۲۶۹
عبدالرحیم ۲۸۳
عبدالرحیم، بھائی۔ چوہدری ۵۹۸ تا ۶۰۸
۶۵۳ -
عبدالرحیم، مولوی سید ۶۷۵
عبدالرحیم، میاں ۵۹۵
عبدالرحیم، میاں۔ برادر منشی محبوب عالم
۶۳۸
عبدالرحیم ابن خلیفہ نورالدین جمونی ۵۷۹
عبدالرحیم ابن میاں فضل محمد ۲۲۰
عبدالرحیم پراچہ، شیخ ۴ - ۸

عبدالرحیم درد ایم۔ اے ۵ - ۱۰۰ - ۱۰۱
عبدالرحیم دہلوی، ڈاکٹر ۱۸۵
عبدالرحیم شاہ، سید ۲۰۸
عبدالرحیم عرف پولا، میاں ۶۲۶ - ۶۲۷
عبدالرحیم نیر ۶۳ - ۶۳۲
عبدالرزاق، بابو ۱۹۰
عبدالرزاق شاہ، سید۔ بھنگہ ۲۰۸
عبدالرشید، میاں۔ لاہور ۱۸۸
عبدالرشید تبسم، چوہدری ۳۲۶
عبدالرشید رازی ۱۹۶
عبدالرشید شاہد ۴۱۸
عبدالرشید غنی ۳۲۲
عبدالرؤف، ڈاکٹر مرزا ۱۸۲
عبدالرؤف کاتب ۶۶۹
عبدالسبحان۔ مسانیاں ۳۱۷
عبدالسلام (وکیل اعلیٰ) ۱۲۱ - ۲۳۸ - ۵۱۵
عبدالسلام، پروفیسر سر ڈاکٹر ۳۷۳
۳۷۴ - ۵۴۷ -
عبدالسلام، سید ۳۷۶ - ۵۷۵
عبدالسلام، مفتی ۵۶۹ - ۵۷۴
عبدالسلام، مولوی۔ سید۔ اڑلیسہ ۶۷۵
عبدالسلام، میاں ۴۹
عبدالسلام، میر ۷۴۰
عبدالسلام عمر، میاں ۴ - ۶۶ - ۶۷
۱۴۵ - ۳۲۲ تا ۳۲۷
عبدالسلام میڈیسن۔ ڈنمارک ۷۳۷

عبدالسمیع امروہی، حافظ ۱۸۴
عبدالسمیع کپورتھلوی۔ ڈاکٹر ۱۸۴ - ۴۷۵
عبدالسمیع نون، میاں ۵۱۶ - ۵۱۷
عبدالشکور بٹ ۷۵۰
عبدالشکور کنزے ۳۸۳
عبدالصمد، مرزا ۷۱۸
عبدالعزیز۔ میرٹھ ۵۷۹
عبدالعزیز، چوہدری ۴۹۵
عبدالعزیز، حکیم۔ شرق پور ۱۹۱
عبدالعزیز، ماسٹر ۳۰۵
عبدالعزیز۔ مدرس۔ ایمن آباد ۵۷۹
عبدالعزیز، مستری۔ ربوہ ۱۸۶
عبدالعزیز، مولوی۔ گوہدپور ۵۷۹
عبدالعزیز آڑھتی ۱۹۱
عبدالعزیز ابن ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۸۲
عبدالعظیم درویش، میاں ۷۱۵
عبدالغفار۔ حیدرآباد ۴۳۰
عبدالغفور، صوفی ۱۹۸ - ۵۷۹
عبدالغفور خاں، صوبیدار ۶۷۳
عبدالغنی، شیخ۔ کمپالا ۷۵۰
عبدالغنی انبالوی، بابو ۳۲۲
عبدالقادر۔ سیلون ۴۰۸
عبدالقادر، پروفیسر سید ۲۴۰ - ۳۴۱
عبدالقادر، چوہدری۔ ملتان ۱۹۰
عبدالقادر، مولانا شیخ ۱۵۶ - ۴۷۶
۵۵۰ - ۷۲۲ - ۷۲۳ -

عبدالقادر، شیخ محقق عیسائیت ۷۳۰

عبدالقادر بن مصطفیٰ المغربی ۲۵۲ - ۲۵۳

عبدالقادر جیلانیؒ، سید ۲۷۸

عبدالقدوس، ڈاکٹر ۴۸ - ۴۹ - ۷۲۶

عبدالقدیر درویش، چوہدری ۶۰۷

عبدالقدیر شاہد ۲۶۶ - ۳۹۷ - ۴۱۹ - ۴۴۹ - ۷۵۳ -

عبدالقیوم، خواجہ ۱۸۶

عبدالقیوم، صوبیدار ۲۱۰

عبدالکریم، ڈاکٹر مرزا ۱۹۱

عبدالکریم، ڈاکٹر۔ ملتان ۱۸۲

عبدالکریم، خواجہ ۷۲۴

عبدالکریم، شیخ۔ لاہور ۱۸۸

عبدالکریم معلّم ۲۹۹

عبدالکریم، میاں (برادر منشی محبوب عالم) ۶۲۸

عبدالکریم، میاں۔ لاہور ۲۳۳

عبدالکریم جہلمی ۱۹۴

عبدالکریم خالدؔ ۲۱ - ۲۲

عبدالکریم سیالکوٹیؓ ۲۰۹ - ۵۵۸ - ۵۶۱ - ۵۶۵ - ۵۶۷ - ۵۹۵ - ۶۰۱ - ۶۰۳ - ۶۰۵ - ۶۱۲ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۴۲ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۸۴

عبدالکریم شرما ۱۵۶ - ۴۱۹

عبدالکریم کاتب ۷۶۹

عبداللطیف، چوہدری ۱۹۵ - ۲۷۵ - ۴۶۷ - ۴۶۸ -

عبداللطیف، مولوی مبتلغ کنڈہ براڑی ۲۸۱

عبداللطیف آف ٹوپی، صاحبزادہ ۶۷۲ - ۶۷۳

عبداللطیف اوورسیئر، چوہدری ۱۹

عبداللطیف بیگم پوری، چوہدری ۱۲۱

عبداللطیف خاں ۲۱۰

عبداللطیف پریمی ۳۹۷ - ۴۱۹

عبداللطیف۔ دی میدان ۲۷۸

عبداللطیف شہید، صاحبزادہ ۲۸۷ - ۲۹۹ - ۳۱۲ - ۶۲۸ -

عبداللہ، منشی ۳۱۲

عبداللہ، مولوی ۵۷۹

عبداللہ آتھم ۶۰۱

عبداللہ ابوبکر ۷۱۸

عبداللہ الہ دین، سیٹھ ۲۳۶ - ۲۸۵ - ۶۵۱ - ۶۵۸ - ۶۸۴ - ۷۶۹ -

عبداللہ ایچ۔ اے۔ مولوی ۴۲۴

عبداللہ بن ابی بن سلول ۳۳ - ۴۶ - ۷۲ -

عبداللہ بن سبا ۱۲ - ۵۶ - ۱۳۲

عبداللہ بن عمرؓ ۱۶۱

عبداللہ بن عیسیٰ ۴۱۱

عبداللہ جان، مرزا ۵۵ - ۲۰۸ - ۲۱۰

عبداللہ حجام، میاں ۱۷۳

عبداللہ خاں، چوہدری ۱۵۷ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۴۲۹ - ۴۳۱ -

عبداللہ خاں چوہدری۔ قلعہ صوبا سنگھ ۱۹۳

عبداللہ خاں، نواب ۱۷۹ - ۳۱۵

عبداللہ خاں اونک ۳۷۸ - ۳۷۹

عبداللہ فاضل مبلغ مالابار ۲۸۰ - ۲۸۲ - ۲۸۴

عبدالماجد، ملک ۶۸۰

عبدالماجد خاں ۳۴۲

عبدالماجد دریا بادی ۶۷۴

عبدالماجد طاہر ۷۲۷

عبدالمالک، چوہدری۔ لاہور ۱۹۴

عبدالمالک، شہزادہ ۲۹۸

عبدالمالک خاں، مولانا ۲۳ - ۱۵۷ - ۱۹۸ - ۶۶۲

عبدالمجید، چوہدری۔ کراچی ۴۳۴

عبدالمجید، مرزا۔ پشاور ۲۱۰

عبدالمجید، مولوی۔ کراچی ۱۹۸

عبدالمجید، میاں۔ گجرات ۵۹۱

عبدالمجید خاں، ڈاکٹر ۱۹۱

عبدالمجید خورشید، سید ۷۳۷

عبدالمجید سالک ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۳۴۶

عبدالحی عرب، سید ۲۹۲

عبدالمنان، مولوی ۱۸

عبدالمغنی خاں۔ جہلم ۱۸۲ - ۱۸۹

عبدالمغنی خاں۔ مولوی ۶۷۴

عبدالمنان ۶۲۱ - ۶۲۵

عبدالمنان عمرؔ، میاں ۱۰ - ۱۱ - ۱۴ - ۱۷ تا ۱۹ - ۲۴ تا ۲۶ - ۴۶ - ۶۵ - ۶۸ - ۷۷ تا ۷۹ - ۹۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۱۱ تا ۱۳۲

۱۳۵ تا ۱۳۷ - ۱۵۰ - ۱۵۲ - ۱۵۸
۱۵۹ - ۱۶۱ - ۱۶۵ - ۱۷۲ - ۱۷۳
عبدالمنان کاٹھگڑھی، چوہدری - ۱۹۲
عبدالمنان ناہید ۵۵۰
عبدالواحد، مولوی ۴۱۵ - ۶۷۱ - ۶۷۲
عبدالواحد غزنوی، مولوی - ۵
عبدالواسع عمر میاں ۶۶ - ۶۷ - ۶۹
- ۳۲۸
عبدالوہاب، شیخ ۴۳۴
عبدالوہاب نمائندہ ٹروتھ ۲۵۵
عبدالوہاب عمر، میاں ۲ تا ۵ - ۸ - ۱۰ تا
۱۲ - ۱۴ - ۱۶ - ۱۷ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۷
۲۹ - ۳۶ - ۳۸ - ۴۳ - ۴۹ تا ۵۳ - ۵۵
۶۰ - ۶۲ - ۶۴ تا ۶۶ - ۸۳ - ۱۰۵ - ۱۰۸ تا
۱۱۳ - ۱۲۰ - ۱۲۳ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۶ -
۱۴۱ - ۱۵۹ - ۱۶۱ - ۳۲۴ - ۳۲۵ -
عبیدالرحمٰن فانی ۲۸۰ - ۷۲۶
عبیداللہ خواجہ - ربوہ ۱۸۶
عبیداللہ رانجھا، حکیم ۱۸۶
عثمان عمر، میاں ۳۲۸
عثمان غنیؓ ۱۲ - ۴۲ تا ۴۴ - ۵۶ - ۱۱۷ -
۱۵۰ - ۵۵۷ -
عثمانؓ بن مظعون ۵۰۰ تا ۵۰۲
عجب خاں، تحصیلدار - زیدہ ۶۲۸
عزیزہ ۳۵۱
عزیز احمد، چوہدری امیر حیدرآباد ۱۸۲ - ۴۲۹
عزیز احمد، مرزا ۶۶ - ۱۲۱ - ۱۷۹ - ۱۸۶
۱۹۹ - ۴۸۱ - ۴۸۶ - ۷۳۴ -
عزیز احمد، ملک ۴۱۵ - ۴۱۷ - ۴۹۵
۷۶۵ -
عزیز الدین، چوہدری - گجرات ۱۹۴
عزیز الدین زرگر - لاہور ۱۸۸
عزیز الرحمٰن، ملک ۱۲۰
عزیز الرحمٰن منگلا ۱۵۲ - ۴۸۴
عزیزہ بیگم ۱۳ - ۱۴
عصمت اللہ، چوہدری ۶۲۵
عطاء الرحمٰن - سابق وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان
۴۶۳
عطاء الرحمٰن راحت ۱۲۰
عطاء الرحمٰن، ملک ۲۷۶
عطاء الرحمٰن فاضل، قریشی ۱۸۱ - ۱۹۲
عطاء الرحیم حامد ۱۶۵
عطاء الکریم شاہد ۲۵۵
عطاء اللہ، چوہدری ۱۸۲
عطاء اللہ، ملک - گجرات ۶۲۷ تا ۶۳۰
عطاء اللہ، مہر ۱۹۳
عطاء اللہ ابن چوہدری اللہ بخش ۶۲۱
- ۶۲۵
عطاء اللہ ایڈووکیٹ، میاں ۱۸۳
عطاء اللہ ایم۔ اے، قاضی ۱۳۴
عطاء اللہ کلیم ۱۹۶
عطاء المجیب راشد ۷۲۷
عطاء محمد، ماسٹر - ربوہ ۱۸۵
عطاء محمد، مولوی - جمال پور ۱۹۲
عطاء محمد، مولوی - راولپنڈی ۱۹۲
عطاء محمد - گوہد پور ۵۷۹
عطاء محمد بنگوی - جڑانوالہ ۱۹۱
عطاء محمد ننگلی ۲۳
عطر دین درویش، ڈاکٹر ۱۹۱
عکرمہ ۲۷۶
علائی، شیخ ۲۲۱
علم الدین، ڈاکٹر ۵۹۱
علم دین، مستری - ربوہ ۱۸۶
علوی بن طاہر بن الحداد ۴۰۹ - ۴۱۲
علی احمد، ٹھیکیدار - ربوہ ۱۸۵
علی احمد بھاگلپوری، پروفیسر ۵۹۴ - ۵۹۵
علی حیدر، ملک - دوالمیال ۱۸۹
علی خاں، پرنس ۷۳۰
علی - کوٹوکوم ۷۵۵
علی کرم اللہ وجہہٗ ۴۲ - ۵۶ - ۵۷ - ۸۴
۸۵ - ۱۱۷ - ۱۵۸ -
علی گوہر - ربوہ ۱۸۶
علی انور، مولوی ۳۷۴
علی روجرز، سید ۴۰۴
علی کلو بہا، شیخ ۳۸۶
علی مانسہری ۴۰۴
علی محمد، راجہ ۵۸۹ - ۶۸۹
علی محمد، سیٹھ ۶۵۱ - ۶۶۹

علی محمد اجمیری ۱۲۰ - ۱۲۱
علی محمد الہ دین، سیٹھ ۲۳۸
علی محمد بی۔ اے۔ بی ٹی، ماسٹر ۱۸۶
علی محمد سوہلوی ۳۱۷
علی محمد گوندل، چوہدری ۱۹۱
علی ہاشمی، سید ۱۹۱
عمر ابن الخطاب ۸۴ - ۱۱۷ - ۱۴۲
- ۱۵۸ - ۱۶۷ - ۱۶۸ -
عمرالدین، چوہدری۔ لاہور ۱۸۹
عمرالدین، ڈاکٹر ۵۹۱
عمر بن معدی کرب ۴۳۶
عمردین شملوی، مولوی ۴
عمر علی ۱۹۰
عنایت اللہ، چوہدری۔ بہلولپور ۱۸۷
- ۱۹۶ - ۳۸۵ -
عنایت اللہ، چوہدری۔ مبلغ تنزانیہ ۶۱۷
۶۲۱ - ۶۲۳ تا ۶۲۵ - ۷۵۰ -
عنایت اللہ، مفتی ۵۵۸
عنایت اللہ خلیل ۱۹۵ - ۳۸۴
عنایت اللہ شاہ، ڈاکٹر ۷۰۹
عنایت اللہ ولد محبوب عالم ۵۰۷
عنایت بیگم ۶۷۰
حضرت عیسٰی علیہ السلام ۵۷ - ۱۴۳ - ۱۴۴
۱۴۸ - ۱۵۴ - ۲۱۵ - ۲۳۹ تا ۲۴۱ - ۲۷۰
۳۹۶ - ۴۲۷ - ۴۹۷ - ۵۵۸ - ۶۲۰
۶۲۱ - ۶۲۷ - ۶۷۵ - ۷۴۳ -

غ

غزالیؒ، امام ۲۷۸
غضنفر علی خاں، راجہ ۶۸۱
غلام احمد، حاجی ۳۱۴ - ۳۲۰
غلام احمد ایم۔ اے، مرزا ۵۱۷
غلام احمد بدوملہوی ۱۹۸ - ۴۷۵ - ۷۱۴
- ۷۲۴ - ۷۲۶ -
غلام احمد حفیظ ۳۸۷
غلام احمد شاہ ۲۸۰
غلام احمد عطاء ۴۲۹
غلام احمد فرخ ۴۱۹
غلام احمد قادیانی مرزا۔ مسیح موعود علیہ السلام
۱ - ۲ - ۳۰ - ۳۲ - ۳۷ تا ۳۹ - ۴۵ - ۴۹
تا ۵۲ - ۵۵ - ۵۷ تا ۶۰ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۸
۷۴ - ۷۵ - ۸۲ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۷ - ۱۰۷
۱۱۷ - ۱۳۸ - ۱۴۳ تا ۱۴۷ - ۱۵۰ تا ۱۵۲
۱۵۹ - تا ۱۶۲ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۷ - ۱۹۳
۲۰۴ - ۲۲۵ - ۲۲۸ - ۲۳۲ - ۲۳۸ تا
۲۴۱ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۶۲
۲۶۵ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۸۸ تا ۲۹۱ - ۲۹۳
۲۹۸ - ۳۰۵ تا ۳۰۷ - ۳۰۹ - ۳۲۲ تا ۳۲۶
۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۵ - ۳۵۵ - ۳۶۳
۳۶۴ - ۳۶۷ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۴۰۶ - ۴۰۷
۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۳۸ تا
۴۴۵ - ۴۵۳ - ۴۶۱ - ۴۶۵ - ۴۸۹
۴۹۷ - ۵۱۳ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۵ - ۵۴۵
۵۵۳ - ۵۵۶ - ۵۵۸ تا ۵۶۵ - ۵۶۹ تا
۵۷۴ - ۵۷۸ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۵
۵۹۴ - ۶۰۰ - ۶۰۱ تا ۶۰۸ - ۶۱۰ تا ۶۱۹
۶۲۴ تا ۶۲۸ - ۶۳۱ تا ۶۳۵ - ۶۳۷ -
۶۳۹ - ۶۴۱ تا ۶۴۵ - ۶۴۸ - ۶۵۰ -
۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۶۴ تا ۶۷۴ - ۶۷۷ -
۶۸۷ - ۷۰۳ - ۷۰۷ - ۷۴۶ - ۷۶۸ - ۷۷۰
غلام احمد نسیم ۱۹۶
غلام اللہ، ڈاکٹر۔ چوہدری ۲۰۷ تا ۲۱۰ - ۲۱۲
غلام باری سیف ۵۱۷
غلام جیلانی، منشی ۵۳۶
غلام حسن، مہر ۳۱۴
غلام حسین، چوہدری ۱۹۲
غلام حسین، چوہدری۔ حویلیاں - ۲۰۷
- ۲۱۲
غلام حسین، شیخ۔ لاہور ۱۸۹
غلام حسین ایاز ۴۱۸
غلام حسین رہتاسی ۵۸۴
غلام حمد، قاری ۲۲
غلام حیدر، بھائی ۷۵۰
غلام حیدر۔ ہیڈ کلرک کرنل ڈگلس ۳۴۴
غلام حیدر، تحصیلدار ۶۲۸
غلام حیدر، راجہ۔ ہجکہ ۳۳۶
غلام حیدر بی اے۔ بی ٹی ۵۱۲
غلام دستگیر قصوری ۶۲۹
غلام رسول، صوبیدار ۲۰۷ - ۲۱۰

غلام رسول، مولوی قلعے والے ۳۰۲
غلام رسول، مولوی۔ چانگریاں ۵۹۵
۵۹۶ - ۵۹۸ -
غلام رسول، مولوی سید بنوگھڑہ ۶۷۴
غلام رسول، میاں۔ ڈیرہ غازیخاں ۵۵۶
۵۵۷ -
غلام رسول افغان ۲۹۴
غلام رسول باورچی۔ امرتسر ۵۷۴
غلام رسول پنیتیس ۴۵ - ۴۶ - ۷۸
۱۰۹ - ۱۲۰ - ۱۵۸ -
غلام رسول وزیرآبادی، حافظ ۵۹۱
غلام سرورخاں - بالاکوٹ ۲۱۰
غلام سرورخاں دُرانی۔ مردان ۲۱۰
غلام غوث، ڈاکٹر سید ۴۷۴ تا ۵۷۷
۵۷۹ تا ۵۸۱ - ۵۹۵ - ۶۵۳۔
غلام غوث، میاں ۱۸
غلام غوث جمونی، میاں ۱۱۹
غلام فرید، ملک ۱۹۸ - ۵۵۱
غلام قادر، چوہدری اوکاڑہ ۱۸۹
غلام قادر - لاہور ۱۸۹
غلام قادر۔ مولوی ۶۳۶
غلام قادر شرقی ۷۷۰
غلام محمد اختر ۱۲۱ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۳۰
۴۳۸ - ۴۸۶ - ۴۹۵ - ۷۲۲ - ۷۲۳ -
غلام محمد، بابا۔ قادیان ۱۹۱
غلام محمد باڈی گارڈ ۲۱۱

غلام محمد فیصل آباد چک ۱۹۵ ج ب ۱۹۱
غلام محمد، چوہدری ۵۱۲
غلام محمد، خان بہادر۔ گلگت ۲۹۹
غلام محمد، سوفی ۱۹۳
غلام محمد، ماسٹر ۲۸۹
غلام محمد، ملک گورنرجنرل پاکستان ۴۲۴
غلام محمد، مولوی ۲۹۲ - ۲۹۳
غلام محمد راجپوت ۱۹۲
غلام محمد زرگر۔ سیالکوٹ ۱۸۶
غلام محمد کاٹھگڑی ۱۹۰
غلام محمد ناصر، شیخ ۶۴۱
غلام محی الدین، قریشی ۱۹۰
غلام مرتضیٰ، مرزا ۶۳۵
غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر ۲۱۰ - ۳۶۴
غلام مہدی ناصر، مولوی سید ۲۸۰
غلام نبی، ملک ۱۹۶ - ۴۱۸ - ۷۵۷
۷۵۹ -
غلام نبی مصری، مولوی ۲۹۰ تا ۲۹۷
غلام نبی، مولوی مبلغ انبیٹھہ ۲۸۰
غلام نبی بلانوی، خواجہ۔ ایڈیٹر الفضل ۲
۳۲۸ - ۳۳۰ - ۳۳۱ -
غلام نبی گھوگھیاٹ، ملک ۱۹۲
غلام یاسین، چوہدری ۱۹۶

ف

فاروق عمر، میاں ۳۲۸
فائمہ برین، ڈاکٹر ۳۷۶

فتح الدین، مولوی۔ دھرم کوٹ ۳۱۷
فتح دین، چوہدری بچکٹ ضلع خیرپور ۱۹۲
فتح علی، چوہدری۔ چونڈہ ۱۸۷
فتح علی شاہ، سید ۶۲۹
فتح محمد اسلم ۲۸
فتح محمد سیال ایم۔اے ۱۲۱ - ۱۵۶ - ۲۲۸
۴۴۶ -
فرخ مبشرات ۵۹۲
فخرالاسلام، سید۔ اوورسیئر ۱۹۱ - ۵۸۹
فخرالدین کاتب ۷۶۹
فرید احمد، مرزا ۵۱۷
فریدالدین گنج شکر ۲۶۸ - ۴۷۲
فرزند علی خاں ۲۷۴
فشرجان سٹیون ۷۳۹
فضل، ڈاکٹر۔ کوئٹہ ۴۵۲ - ۴۵۳
فضل احمد، چوہدری (نائب ناظر تعلیم) ۵۱۰
فضل احمد، چوہدری ۲۹
فضل احمد، چوہدری امیر رحیم یارخاں ۱۸۲
فضل احمد، شیخ۔ ربوہ ۱۸۶ - ۲۹۲ - ۲۹۳
فضل الدین، بابو ۵۱۱ - ۵۱۳
فضل الدین وکیل، مولوی ۲۹۱
فضل الٰہی، بھائی ۳۸۸
فضل الٰہی (کمپالا) ۷۵۰
فضل الٰہی ابن مولوی رحمت علی ۵۹۴
فضل الٰہی انوری ۱۹۶ - ۴۱۹ - ۷۵۳
فضل الٰہی بشیر ۱۹۶

فضل الٰہی بھیروی ۶۰۹ - ۶۱۶
فضل حسین، مہاشہ ۵۱۸
فضل حق خاں، سردار ۲۲۴
فضل دین، جمعدار ۶۲۱
فضل دین، چوہدری ۶۱۷
فضل دین، ڈاکٹر ۶۲۲
فضل دین، مولوی۔ بہار ۲۸۰-۲۸۲
فضل دین، مولوی۔ ربوہ ۱۸۵
فضل شاہ، سید ۵۵۹
فضل علی غنی۔ وکیل ۱۱۹
فضل عمر، مولوی سید اڑیسہ ۲۸۰
فضل کریم ابن ڈاکٹر سید غلام غوث ۵۸۲
فضل کریم برادر کرم الٰہی ظفر ۲۸۹
فضل کریم پراچہ ۴-۸
فضل محمد، میاں ۳۱۶ تا ۳۱۸
فضل محمد خاں شملوی ۴
فضیل عیاض احمد ۲۷۷
فقیہہ اللہ، چوہدری ۶۲۵
فقیر اللہ، ماسٹر۔ لاہور ۱۸۸
فقیر اللہ منٹگمری (ساہیوال) ۱۹۰
فقیر علی، بابو ۶۲۰
فلا دیو، حاجی ۳۹۵
فوڈے کاٹے ۴۰۱
فیروز الدین، شیخ ۶۳۹-۶۴۰
فیروز محی الدین، قریشی ۱۹۶-۴۱۹
فیض احمد، پیر ۱۹۱
فیض احمد، مولوی مبلغ تیماپور ۲۸۰
فیض الحسن سید ۳۴۷
فیض الرحمٰن فیضی، ملک ۱۲۰
فیض بی بی ۵۵۸

ق

قاسم، مسٹر ۳۸۷
قاسم، سیرالیون ۴۰۳-۴۰۴
قاسم الدین، بابو سیالکوٹ ۱۸۲
۱۸۷ - ۵۰۸ تا ۵۱۴۔
قاسم علی، میر ۷۱۴
قدرت اللہ، حافظ ۱۹۶-۳۷۷-۳۷۸
۳۸۰ - ۴۱۸ -
قدرت اللہ سنوری ۱۸۴
قدسیہ بنت چوہدری عبدالحمید ۴۷۶-۵۵۰
قطب الدین، مستری ۴۴۵
قطب الدین، مہر۔ ربوہ ۱۸۴
قطب الدین بختیارؒ ۲۷۸
قمر الدین، مولوی ۱۹۳ - ۴۱۷
قمر داؤد کھوکھر ۲۷۷
قمر سلیمان، سید میر ۳۲۸
قیصر، شہنشاہ روم ۴۹۹

ک گ

کالی داس ناگ، ڈاکٹر ۷۲۵-۷۲۶
کانڈے بورے ۳۹۹ - ۷۶۰
کانسی رام چاولہ۔ لدھیانہ ۲۲۴
کیو، آر۔ ایل ۵۴۷
کرلٹنڈن ۳۷۶
کرم الٰہی، مولوی۔ شاہدرہ ۱۹۱
کرم الٰہی، ڈاکٹر قاضی ۶۱۸
کرم الٰہی ابن مولوی رحمت علی ۵۹۴
کرم الٰہی ظفر ۱۹۶ - ۲۸۸ - ۷۴۲
کرم دین بھیں، مولوی ۵۷۷ - ۵۹۶
۶۲۸ - ۶۴۹ -
کریم آغا خاں، پرنس ۷۳۰
کریم الدین ۴۲۵
کریم بخش، میاں۔ چونڈہ ۱۸۷
کریم بخش بنگوی ۲۸۸
کریم بی بی ۳۲۰
کلیم الرحمٰن، شیخ۔ ربوہ ۱۸۵
کلیم احمد ۳۳۲
کلیمنٹ ریگ، پروفیسر ۵۷۵
کمال بشناسی حسن سی برکے بھائی ۲۶۰
کمال الدین، خواجہ ۱۰۵-۱۵۹-۵۲۵
کمال یوسف، سید ۱۹۶ - ۴۱۸
کنج بہاری لال ۳۶۹ - ۳۷۰
کنگ، مسٹر ۳۷۶
کنیز احمد ۳۳۲
کوامی نکروما، ڈاکٹر ۴۴۹
کوثر تسنیم ۷۱۸
کوثر وسیم ۵۹۲
کوکب امۃ الکریم ۳۳۸
کوکر، چیف ۴۰۱

کومونٹ جورڈین ۳۷۵
کونٹ ٹالسٹائی ۵۶۳
کے کے ویکاگاما ۷۲۰
کے وی کرشن ۲۸۴
گاندھی، مہاتما ۷۳۱
گل احمد خاں کوثر، سردار ۶۸۱
گل حسن، کیپٹن ڈاکٹر ۲۹۰
گلزار بیگم ۶۲۵
گلزاری لال نندا، شری ۲۸۶
گل محمد آف رہتاسی ۵۸۴
گوردیال سنگھ باجوہ ۲۳۴-۲۸۴
گوردیال سنگھ ڈھلوں ۴۲۵
گورکھ ناتھ، پنڈت ۴۲۴
گورمکھ سنگھ مسافر، گیانی ۲۸۲
گومینوں ۳۵۴
گیڈکل، شری ۲۸۶
گمبیر سنگھ جی بیرا، سردار ۲۸۶

ل

لابھ سنگھ فخر، گیانی ۴۲۵
لاڈلے، شیخ ۲۸۳
لال جی دال جی، سیٹھ ۲۲۹
لال حسین اختر ۷۰۹
لال دین۔ چونڈہ ۱۸۷
لائٹ گبر، ڈاکٹر ۲۹۹
لبھو رام نیّر ۶۲۷
لبید شاعر ۵۰۰-۵۰۱
لطف الرحمٰن، مرزا ۱۹۶
لطف الرحمٰن درد ۳۶
لطیف احمد ۵۴۰
لطیف احمد غزنوی ۳۴۱
لعل دین، ڈاکٹر ۷۵۰
لقمان شاہ، سید۔ بھگلہ ۲۰۸
لکھا سنگھ، سردار ۶۲۰
لوئیس، ڈاکٹر ۳۵۱
لئیق احمد طاہر ۴۲۷
لیکھرام، پنڈت ۶۰۴-۶۷۷
لمبا رچنڈ ۴۴۴-۴۴۵
لینن ۳۴۷

م

ماتھیو مابو ۳۸۹ تا ۳۹۲
مارٹن کلارک ۳۱۰
مارگاشے، ڈاکٹر ایم۔ اے ایس ۷۵۹
مارگنون، اے جی ۳۴۴
مالم ابوبکر تفاوا بلیوا ۷۴۰
مانٹیگو، لارڈ ۵۶۷
مانسرے ۷۶۲
مائی وادی ۳۰۲
مبارک احمد، چوہدری ۱۹۳
مبارک احمد، حافظ ۱۹۴
مبارک احمد، شیخ ۱۹۹-۳۸۳-۳۸۵-۷۴۲-۷۴۹-
مبارک احمد، قاضی ۴۰۳-۴۰۴-۷۶۱
مبارک احمد، مرزا ۲۶۵-۳۶۱-۴۶۷-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۵-۵۱۴-۵۱۶-۷۲۲-۷۴۱-۷۴۶-۷۵۵-
مبارک احمد، ملک ۵۱۷-۷۳۶
مبارک علی، مولوی ۲۸۰-۲۸۲-۴۲۱
مبارک احمد خاں امین آبادی، ملک ۸۰-۳۰۵-۳۰۶-۷۱۱-
مبارک احمد ساقی ۱۹۷-۳۹۵-۷۴۰-۷۶۵-
مبارک علی خادی ۷۴۸
مبارکہ بیگم، سیدہ نواب ۶-۲۳۶-۳۱۵-۳۲۶-۳۲۷
مبارکہ بیگم بنت غلام نبی بلانوی ۳۲۲
مبارکہ بیگم بنت مہر غلام حسن ۳۱۴
مبارکہ شوکت ۴۷۶
مبشر احمد خاں ۴۶۹
مبشرہ بیگم ۳۲۸
مٹوکوکبیا ۳۸۸
مجذوب، پروفیسر ۳۵۱
مجیب الرحمٰن درد ۴۲۶
مجید احمد، خواجہ ۳۳۲
مجید احمد، مرزا ۳۹۹-۴۵۵-۷۵۲-۷۵۵-
مجیدہ طاہرہ ۳۴۱
محب الرحمٰن، شیخ ۱۸۴

محبوب ربانی ۶۳۰
محبوب عالم ۳۰۰ - ۳۰۱
محبوب عالم، قاضی ۳۰۵ - ۳۰۶
محبوب علی، منشی ۶۳۸ - ۶۴۰ - ۶۴۱
محسن خاں، مولوی ۲۸۰
محفوظ الحق علمی ۷۳۳
محکم دین ۲۹۰
مختار احمد، چوہدری ۷۲۳
مختار احمد، چوہدری - لاہور ۱۸۸
مختار احمد بٹ ۲۳
مختار احمد شاہجہانپوری، حافظ سید
۷۰ - ۷۱ - ۱۸۴ - ۲۰۸
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳ - ۳۹ - ۴۱
۴۴ تا ۴۶ - ۵۱ - ۵۵ - ۵۷ تا ۶۰ - ۸۲ - ۸۶
۸۸ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۹ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۳۶
۱۴۲ تا ۱۴۴ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۶۰ - ۲۱۳ تا
۲۱۸ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۸ تا ۲۳۰ - ۲۳۹
تا ۲۴۲ - ۲۴۹ - ۲۶۶ - ۲۷۰ - ۲۷۲
۲۷۴ - ۲۷۶ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۳۰۰ - ۳۴۰
۳۴۹ - ۳۶۳ - ۳۷۱ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۴۲۳
۴۴۶ - ۴۵۷ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۵
۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۹۴ - ۴۹۷ تا ۵۰۰
۵۰۲ تا ۵۰۴ - ۵۶۳ - ۵۷۰ - ۵۷۶
۵۸۱ - ۵۹۱ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۷ - ۶۳۵
۶۶۵ - ۶۸۷ - ۷۰۰ - ۷۰۳ - ۷۱۲ - ۷۱۳
۷۲۳ - ۷۲۶ - ۷۲۸ - ۷۳۳ - ۷۳۵ - ۷۴۰
۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۶ - ۷۵۸ - ۷۶۶ -
محمد حنیف رئیس اڈانسی ۳۹۸
محمد، حافظ ملک - ربوہ ۱۸۴
محمد، مولوی - ڈھاکہ ۱۸۱
محمد ابراہیم بشیر آباد اسٹیٹ ۱۹۰
محمد ابراہیم، حکیم ۱۹۷
محمد ابراہیم - گوہد پور ۵۷۹
محمد ابراہیم منشی - لاہور ۱۸۸
محمد ابراہیم، مولوی ۲۸۲
محمد ابراہیم، مولوی مبلغ کمپالہ ۳۸۶
محمد ابراہیم، میاں ۵۹۰
محمد ابراہیم بقاپوری ۴۱۹ - ۶۱۵
محمد ابراہیم خلیل ۴۱۹
محمد ابراہیم سیالکوٹی، میر ۷۱۵
محمد ابراہیم فاضل، مولوی - قادیان ۱۸۳
محمد ابراہیم ناصر ۱۹۸
محمد ابوالوفاء، مولوی ۲۸۳ - ۲۸۴
محمد ادریس، مرزا ۱۹۷
محمد اجمل شاہد ۱۰۰ - ۱۰۱
محمد احسن امروہی ۵۵۴
محمد احمد، ڈاکٹر مولوی ۴۶۸ - ۴۷۰
محمد احمد، سید ۵۸۲
محمد احمد، سید ابن میر محمد اسمٰعیل ۱۹۴
محمد احمد ثاقب ۱۵۷ - ۵۱۵ - ۵۱۸
محمد احمد خاں، نواب ۷۲۲
محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ، شیخ ۱۱۹ - ۱۸۰
۱۸۲ - ۷۶۶ -
محمد احمد نظام - ربوہ ۳۱۳ - ۴۹۵
محمد اختر ۱۱
محمد اسحاق، صوفی ۱۹۶ - ۷۲۷
محمد اسحاق، مدیر الاعتصام ۲۰۲
محمد اسحاق، میر ۷۱ - ۳۲۸ - ۳۳۰ - ۳۳۱
۷۱۷ -
محمد اسلم، قریشی (شہید ٹرینیڈاڈ) ۷۲۷
محمد اسلم ایم۔اے پروفیسر قاضی ۱۴۴ - ۵۱۳
۵۱۶ - ۶۱۸ - ۶۷۹ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۲۷ -
محمد اسلم خاں آفریدی، خان ۱۵
محمد اسمٰعیل، چوہدری ۴۶۶
محمد اسمٰعیل، حکیم ۱۹۰
محمد اسمٰعیل، حکیم - سرگودھا ۱۹۳
محمد اسمٰعیل، خواجہ - بمبئی ۶۶۸ - ۶۶۹
محمد اسمٰعیل، ڈاکٹر ۵۷۶
محمد اسمٰعیل، سیٹھ ۲۸۱
محمد اسمٰعیل، قریشی ۵۲۸ - ۵۳۴ - ۵۴۰
محمد اسمٰعیل، مرزا ۶۱۹
محمد اسمٰعیل پانی پتی - شیخ ۱۵۷ - ۶۵۰ - ۶۵۱
محمد اسمٰعیل خالد ۴۲۹
محمد اسمٰعیل دیالگڑھی ۷۱۴
محمد اسمٰعیل شہید، سید ۲۰۹
محمد اسمٰعیل غزنوی ۴ - ۱۲ تا ۱۴ - ۱۴۵
۱۶۳ - ۱۶۴ -
محمد اسمٰعیل کٹکی ۲۸۵
محمد اسمٰعیل لائلپوری، شیخ ۶۱۵

محمد اسمٰعیل منیر ۱۹۷ - ۴۰۷
محمد اسمٰعیل وکیل یادگیر ۲۸۲ - ۲۸۴ - ۲۸۵
۴۲۴ - ۵۴۸ - ۶۵۱ - ۶۶۴ - ۷۶۸ - ۷۷۰
محمد اشرف ۶۲۸
محمد اشرف، مرزا ۳۲۹
محمد اشرف خاں عطاء ۳۶۵
محمد اشرف ناصر ۷۲۳
محمد اظہر الدین ۳۶۲
محمد افضل، بابو - ایڈیٹر البدر ۵۶۴
۵۷۶ - ۵۷۸ - ۵۷۹ -
محمد افضل، قریشی ۱۹۶ - ۲۹۸ - ۴۱۹
محمد افضل اوجلوی - لاہور ۱۸۹
محمد افضل پٹیالوی، چوہدری ۱۹۲
محمد اقبال شیخ ۸ تا ۱۰
محمد اقبال شاہ، سید ۷۴۷
محمد اکبر خاں، میجر جنرل ۵۰۵ - ۵۰۷
محمد اکرام، شیخ ۵۷۶
محمد اکرم خاں، شاہ جی ۳۲۳
محمد اکرم داتوی، منشی میر ۲۹۸
محمد الدین، حکیم ۲۸۰ - ۲۸۲ - ۴۲۱
محمد الدین، ڈاکٹر چکوال ۴۷۶ - ۵۵۰
محمد الدین، میاں ۵۹۱
محمد الہ داد - ربوہ ۱۸۵
محمد امین، خواجہ ۵۱۰
محمد امین، میاں ۵۱۳
محمد انور حسین، چوہدری ۱۱۹ - ۱۸۲
محمد ایوب - اے ڈی ایم ۵۴۸

محمد ایوب، مولوی مبلغ بھدرواہ ۲۸۱
محمد ایوب، مولوی مبلغ سماٹرا ۴۱۵
محمد ایوب مخدوم ۲۰
محمد ایوب مخدوم بھوگھیاٹ ۱۹۳
محمد بخش - ربوہ ۱۸۲
محمد بخش ایڈووکیٹ میر ۱۸۲
محمد بخش بٹالوی، میاں ۴۴۳
محمد بسیونی - مصر ۳۲
محمد بشیر - سیرالیون ۴۰۴
محمد بشیر احمد، الحاج ۱۸۲
محمد بشیر شاد ۱۹۷
محمد بشیر شاہ، سید - بھگلہ ۲۰۸ - ۲۱۰
- ۲۱۱
محمد بوٹا ۴۳۰
محمد بوٹے خاں - ربوہ ۱۸۶
محمد بوٹگے ۴۰۴
محمد پریل - کنڈیارو ۱۹۲
محمد پیران ۲۸۳
محمد توڑے، الحاج ۴۰۴
محمد جعفر کاتب ۷۶۹
محمد جلال شمس ۲۵۹ - ۲۶۵
محمد جی، مولوی - ربوہ ۱۸۵ - ۲۹۸
محمد حتی، ڈاکٹر ۴۱۵
محمد حسن چیمہ، حافظ ۱۰۳ - ۱۵۶ - ۱۵۹
محمد حسین، حافظ - ڈنگوی ۵۷۹
محمد حسین، سیٹھ - چنت کنٹہ ۷۷۰

محمد حسین، شیخ - چنیوٹ ۱۸۶
محمد حسین، شیخ - لاہور ۱۸۹
محمد حسین، شیخ - سمن آباد - لاہور ۱۸۸
محمد حسین، شیخ - عزیز روڈ - لاہور ۱۸۸
محمد حسین، مرزا - ربوہ ۱۸۵
محمد حسین، مولوی - سبز پگڑی والے ۱۸۵
۴۴۳
محمد حسین، میاں - کوٹ ڈسکہ ۱۸۷
محمد حسین، میاں - مالوکے بھگت ۱۸۸
محمد حسین بٹالوی ۲۴۸ - ۴۴۲
محمد حسین چیمہ ایڈووکیٹ، چوہدری ۱۳۰
محمد حسین چیمہ، کیپٹن ۲۱۰
محمد حفیظ فاضل بقاپوری ۲۸۲
محمد حنیف، شیخ - کوئٹہ ۱۸۱
محمد حیات تاثیر ۴۶ - ۱۲۱
محمد حیات، مرزا - رفیق حیات ۵۱۳
محمد خاں ایڈووکیٹ، رانا ۱۸۲
محمد دین ۱۸۷
محمد دین، ڈاکٹر - بھلوال ۱۹۲
محمد دین، مولوی ۱۲۱ - ۱۸۵ - ۵۱۰ - ۵۱۱
محمد دین فوق ۶۴۹
محمد ذکریا، مولوی ۸
محمد رشیدی الحاج ڈاکٹر ۴۸۴ - ۴۸۶ - ۴۹۴
محمد رفیع، صوفی - سکھر ۱۸۱ - ۱۹۰
محمد رمضان، شیخ ۲۸۷
محمد زبیر، ڈاکٹر ۵۸۳

محمد زمان خاں آف پوڑی ۲۱۱
محمد زمان خاں۔ بالاکوٹ ۲۱۰
محمد زہدی، مولوی ۴۱۵ - ۴۱۶
محمد سرور شاہ، سید ۲۹۲ - ۲۹۸ - ۵۵۴
محمد سرور شاہ ایم۔ اے ۷۴۷
محمد سعید، حکیم ۲۸۰
محمد سعید، میر ۶۱۳
محمد سعید انصاری ۱۹۷
محمد سعید حیدرآبادی، مولوی ۲۲۸
محمد سلطان اکبر، پروفیسر ۲۰۶ - ۵۵۰ - ۷۱۹
محمد سلیم، ملک۔ جہلم ۱۹۴
محمد سلیم، مولوی ۲۳۵ - ۲۸۰ - ۲۸۲
۲۸۵ - ۴۱۹ - ۴۲۴ -
محمد سلیمان، حافظ ۱۹۷
محمد سلیمان، سید۔ بہار ۲۳۶
محمد شاد سیفی، سید ۵۰۴ - ۵۰۵
محمد شریف، چوہدری ۱۹۷
محمد شریف، خواجہ۔ گوجرانوالہ ۱۹۰
محمد شریف، ڈپٹی ۱۵۱
محمد شریف، میاں ۱۸۴
محمد شریف ایڈووکیٹ، چوہدری ۱۸۲ - ۱۹۰
۴۲۸ -
محمد شفیع، سر ۷۳۱ - ۷۳۲
محمد شفیع، ملک والد ملک عزیز احمد مبلغ جاوا
۸۱
محمد شفیع، ملک۔ لاہور ۱۸۹

محمد شفیع، میاں ۱۰۸
محمد شفیع اسلم، ماسٹر ۲۳۵
محمد شفیع انجنیئر، چوہدری ۱۸۵
محمد شفیع نثار، ڈاکٹر ۱۴
محمد شفیق قیصر ۷۲۷
محمد صادق ۴۲۹
محمد صادق، شیخ ۳۴۳
محمد صادق۔ مدرس جموں ۵۵۱
محمد صادق، مفتی ۳۰۵ - ۳۱۲ - ۴۷۷
۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۶۱ تا ۵۶۴ - ۵۸۱ - ۵۹۴
۶۱۲ تا ۶۱۴ - ۶۱۶ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۶۷
۷۰۲ - ۷۰۵ -
محمد صادق، مولوی مبلغ سیرالیون ۳۰۶
محمد صادق سماٹری ۱۹۹ - ۴۰۵ - ۴۱۱ - ۴۱۳
۴۱۴ -
محمد صادق شاہ، سید۔ بھینگلہ ۲۰۸
محمد صادق فاروقی ۱۸۹
محمد صادق ناقد ۲۸۰
محمد صدیق، حکیم ۱۹۲
محمد صدیق، سیٹھ۔ کلکتہ ۱۸۴
محمد صدیق امرتسری ۱۹۶ - ۴۰۰ تا ۴۰۳
۷۵۶ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۵ -
محمد صدیق ایم۔ اے، چوہدری۔ لائبریرین
۴۸۶ - ۴۹۵
محمد صدیق بٹیالوی، حاجی ۲۸۷
محمد صدیق شاہد ۱۹۷ - ۳۹۹ تا ۴۰۲ - ۴۱۹

محمد صدیق ننگلی ۲۵ تا ۲۹
محمد طفیل، شیخ ۲۱ - ۵۵۵
محمد طفیل، ملک ۷۲۴
محمد طفیل۔ مدیر "نقوش" لاہور ۵۳۶
محمد طیب، قاری ۳۴۹
محمد ظفر اللہ خاں، سر چوہدری ۱۶ - ۲۴ - ۵۵
۶۰، ۷۰ تا ۸۰ - ۸۲ - ۹۳ - ۹۸ - ۱۰۳ - ۱۱۲
۱۱۳ - ۱۹۳ - ۲۱۷ - ۲۶۴ - ۳۷۷ - ۳۸۰
۴۲۴ - ۴۴۶ - ۴۶۷ - ۴۸۵ - ۴۹۵
۵۱۰ - ۵۱۶ - ۶۸۰ - ۶۸۴ - ۷۰۱
۷۱۷ - ۷۲۵ - ۷۲۹، ۷۳۲ تا ۷۳۶
۷۳۷ - ۷۴۰ - ۷۴۴ - ۷۴۶ - ۷۶۷ -
محمد ظہور الدین اکمل، قاضی ۱۸۴ - ۳۲۹
محمد ظہور خاں بٹیالوی۔ احمد نگر ۱۸۶
محمد عارف، مولوی ۲۹۴
محمد عباس وکیل ۷۳۵
محمد عثمان، مولوی ۷۷۰
محمد عبدالحق مجاہد امرتسری ۷۰۸
محمد عبدالحی، سیٹھ۔ یادگیر ۲۸۱ - ۷۷۰
محمد عبداللہ، بابو۔ سانگلہ ہل ۱۹۴
محمد عبداللہ۔ جلدساز۔ ربوہ ۱۸۵ - ۵۳۱
محمد عبداللہ، چوہدری ۵۱۳
محمد عبداللہ، ڈاکٹر۔ قلعہ صوبہ سنگھ ۱۸۷
محمد عبداللہ باجوہ۔ ظفروال ۱۰
محمد عبداللہ بی اے۔ بی ٹی، قاضی ۱۸۵
۱۹۸ - ۵۶۶ - ۵۶۷ -

محمد عبداللہ مستری۔ داتہ زیدکا ۱۸۸
محمد عبداللہ۔ منشی اسٹیٹ ۱۸۷-۴۲۹
محمد عبداللہ ابن میاں فضل محمد ۲۲۰
محمد عبداللہ بی ایس سی۔ حیدرآباد ۷۷۰-۷۷۴۔
محمد عرفان، مولوی۔ مانسہرہ ۱۸۲-۲۱۰
محمد علی، چوہدری ۵۱۷
محمد علی، چوہدری۔ سابق وزیر اعظم پاکستان ۳۶۸
محمد علی، سیٹھ ۳۲۳
محمد علی، مولوی مبلغ فیروزپوری ۳۲۳
محمد علی ایم۔ اے، مولوی ۴-۲۰-۲۱-۳۵-۴۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۲۷-۱۴۹-۱۵۹-۲۰۰-۵۲۹-۵۵۴-۵۶۰-۵۸۴-۶۲۰۔
محمد علی پٹواری باجوہ، چوہدری۔ چونڈہ ۱۸۷
محمد علی تارکش جے پوری ۷۱۱
محمد علی جناح، قائداعظم ۶۲۹-۶۸۱-۷۳۱-۷۳۲۔
محمد علی خاں، نواب ۳۱۵-۳۲۳-۵۶۰-۶۰۵-۶۰۶-۶۵۹-۶۸۷
محمد علی شاہ، سید ۱۹۳
محمد علی، شیخ والد شیخ یعقوب علی عرفانی ۶۲۵
محمد عمر، مہاشہ ۱۰۰
محمد عمر بریلوی، بابو ۲۲۲
محمد عمر سہگل، سیٹھ ۱۸۴
محمد عمر لکھنوی، ڈاکٹر ۵۸۳
محمد عیسیٰ بھاگلپوری ۱۱
محمد غوث، میاں ۲۱۷
محمد فاضل فیروزپوری، حاجی ۱۸۵
محمد فقیر اللہ۔ ربوہ ۱۸۶
محمد فیاض عباسی ۵۰۷
محمد قاسم نانوتویؒ ۴۷۳ تا ۴۷۵
محمد کریم اللہ نوجوان ۲۲۸-۲۳۶-۲۳۷-۲۸۲-۲۸۵-۴۲۱-۴۲۴۔
محمد کلوفیا ۳۸۵
محمد لائل پوری، میاں ۲۳-۲۵-۱۰۲-۱۵۶۔
محمد لطیف، میاں ۱۹۴
محمد مارما ڈیوک ۲۶۳
محمد مبارک اسمٰعیل، ماسٹر ۱۹۴
محمد محسن، سید۔ اڑلیسہ ۴۷۵
محمد محسن، شیخ۔ لائل پور ۳۵۰
محمد مسعود خاں۔ بستی مندرانی ۱۹۲
محمد معین الدین، سیٹھ ۱۸۳-۲۸۱-۳۲۳
محمد منور، مولوی ۱۹۶-۳۸۲ تا ۳۸۵
محمد منیر، چوہدری گھٹیالیاں ۱۸۷
محمد موسیٰ، مستری ۳۰۶
محمد موسیٰ ۴۲۹
محمد موسیٰ، مولوی سید ۲۸۰
محمد نذیر لائل پوری، قاضی ۵۲۰
محمد نسیم، ڈاکٹر ۷۴۰
محمد نصیر اللہ، خواجہ ۲۰۵
محمد ہارون۔ انڈونیشیا ۳۵۴
محمد یار عارف ۱۹۸
محمد یٰسین ۶۵۱
محمد یٰسین خاں۔ فیروزپور ۳۲۳
محمد یعقوب امجد ۷۳۷
محمد یعقوب خاں۔ قندھار ۱۹۰
محمد یعقوب طاہر ۱۴۲-۲۰۹-۲۱۰-۵۲۶ تا ۵۲۹-۵۳۴-۵۴۹۔
محمد یوسف ۵۷۹
محمد یوسف خاں۔ سابق پرائیویٹ سیکرٹری ۱۸۸-۲۳۶
محمد یوسف، سردار ۳۲۹
محمد یوسف، قاضی ۲۰۹-۲۱۰-۶۲۹
محمد یوسف خاں ۶۱۳
محمد یوسف ضلعدار، حافظ ۶۱۳-۶۲۹
محمد یونس، سید ۵۹۰
محمد یونس، مولوی ۱۲۱
محمود (شناسی حسن سیبر کے بھائی) ۲۶۰
محمود احمد، بھائی ۱۹۱
محمود احمد، ڈاکٹر سید ۵۴۶-۵۴۷
محمود احمد، قاضی ۳۰۶
محمود احمد شاد، چوہدری ۴۰۳-۴۰۴
محمود احمد باجوہ، چوہدری گکھانوالی ۵۹۸
محمود احمد چیمہ ۱۹۷-۷۵۹-۷۶۰
محمود احمد عرفانی، شیخ ۲۹۳-۶۳۳-۶۵۵

۶۵۹۔
محمود احمد ناصر، سید میر ۱۹۸ - ۳۵۲
۳۷۶ - ۵۱۷ - ۶۱۷ - ۶۳۷۔
محمود اللہ شاہ، سید ۴۵۲
محمود پیناس ۴۰۰
محمود حسن خاں ٹونکی، مفتی ۶۷۵
محمود عالم، سید۔ ربوہ ۱۸۶
محمود کاکری ۳۹۹
محمود نعمت اللہ، چوہدری ۶۲۵
محمودہ بیگم احمد۔ کراچی ۴۷۶ - ۵۵۰
محمودہ بیگم اہلیہ میاں عبد السلام عمر ۳۲۸
محی الدین ابن عربیؒ ۲۷۸
محی الدین احمد، سید ۷۳۵
محی الدین ایڈووکیٹ، سید ۱۸۳
مدن، مسٹر ۷۴۸
مراد بخش، حافظ ۱۹۲
مرادن، حکیم ۳۹۹
مرتضیٰ خاں، مولوی ۴۲۱
مرلی دھر، لالہ ۶۳۷
حضرت مریم علیہ السلام ۷۴۳
مریم بی بی ۳۱۴
مریم سلطانہ ۴۶۹
مسعود احمد، میر۔ سیالکوٹ ۱۸۷ - ۱۹۷
مسعود احمد، قاضی ۳۰۶
مسعود احمد جہلمی ۱۹۷ - ۶۲۷
مسعود احمد خورشید۔ لاہور ۳۶

مسعود الرحمٰن، شیخ۔ نارنگ منڈی ۱۹۱
مسیلمہ کذاب ۴۶
مسیح الدین الُردین ۶۵۱ - ۷۶۹
مشتاق احمد، ڈاکٹر میر ۷۱۸
مشتاق احمد، باجوہ، چوہدری ۱۹۷ - ۳۵۴
مصطفیٰ، ایم۔ ایس ۷۵۹
مظفر احمد، مرزا ۴۲۹ - ۴۷۸ - ۴۸۴
مظفر حسن ۲۵۰
مظفر حسن، پیرزادہ ۲۹۰
مظفر خاں، ملک۔ لاہور ۱۸۸
مظہر الحق، پیر ۱۸۴
مظہر علی اظہر ۳۴۷
معاویہ، امیر ۸۴ - ۸۵
معز احمد، سید ۲۳۸
معلم صالح، الحاج ۷۵۲
معین الدین، پیر ۴۲۸ - ۷۱۷
معین الدین، حافظ ۶۰۵
معین الدین، سیٹھ ۲۸۵ - ۷۷۰
معین الدین چشتیؒ، خواجہ ۲۷۸ - ۴۷۲
۴۷۳۔
مقبول احمد، قریشی ۱۹۷
مقبول احمد ذبیح ۱۹۷
ملک راج، پنڈت ۲۲۳
ممتاز احمد ۷۵۰
مناظر احسن گیلانی ۶۷۴
منصور حلاجؒ ۲۲۲

منصور ملک ۱۹۴
منظور احمد چنیوٹی، مولوی ۲۴۶ - ۲۴۷
۳۴۹۔
منظور احمد، مفتی ۵۷۴
منظور احمد، مولوی مبلغ یوپی ۲۸۰
منظور احمد باجوہ ۷۱۹
منظور احمد ایم ایس سی، پروفیسر مرزا ۵۵
منظور احمد عامل، مولوی سید ۲۸۰
منظور الحسن بی۔ اے پیرزادہ ۲۹۰
منظور النساء بیگم ۷۱۹
منظور بیگ، مرزا ۶۲۱
منظور محمد، پیر ۳۰ - ۶۲۰
منور احمد، ڈاکٹر مرزا ۱۸ - ۱۹ - ۱۲۱ - ۲۲۶
۴۲۸ - ۴۳۸ - ۴۷۶ - ۴۸۵ - ۵۵۰ - ۶۶۰
۷۲۲۔
منور احمد ابن ظفر علی چدھڑ ۷۱۹
منور شاہ، سید ۱۳
منیر احمد، خواجہ ۳۳۲
منیر احمد، راجہ ۳۳۷
منیر احمد، قاضی ۵۴۰ - ۶۱۸
منیر احمد ابن مرزا مولا بخش ۵۹۲
منیر احمد باہری، سید ۷۶۵
منیر احمد رشید ۷۱۹
منیر احمد عارف ۱۹۷
منیر الحصنیٰ ۴۱۹
منیر الدین احمد ۱۹۷ - ۳۳۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام ۵۷
موسیٰ سیوی ۴۰۴
موسیٰ، معلم ۳۸۸
مولا بخش، مرزا ۵۹۲
مولود احمد خاں ۳۷۵-۳۷۶-۳۸۰ تا
۷۴۰ -
موہن لال، شری ۵۴۶ - ۶۳۸
مہ آپا، سیدہ ۴۷ - ۲۱۰ - ۳۵۱
مہر النساء ۲۹۰
مہر بی بی ۶۱۸ - ۶۲۵
مہر دین، شیخ سیالکوٹ ۱۸۶
مہر دین، مستری۔ جڑانوالہ ۱۹۳
میراں بخش، مرزا ۵۹۲
میمونہ بیگم، استانی ۲۹۳
میور، سر ولیم ۱۴۸

ن

ناتھ مینی۔ وزیر یوگنڈا ۷۴۲
نارائن سنگھ ۶۴۱
نازش رضوی ۳۴۶
ناصر، خواجہ میر ۲۷۸
ناصر احمد ۴۲۶
ناصر احمد، شیخ ۷۲۷ - ۷۴۱
ناصر احمد، قاضی ۲۰۶
ناصر احمد، مرزا خلیفۃ المسیح الثالث ۱۲
۱۸ - ۲۳ تا ۲۶ - ۳۰۰ - ۳۶ تا ۳۹ - ۴۴
۴۶ - ۸۱ - ۹۳ - ۹۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۳
۲۳۷ - ۲۴۴ - ۳۴۶ - ۳۶۱ - ۳۶۲
۳۶۵ - ۵۰۷ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۳ تا ۵۱۹
۵۲۰ - ۵۳۴ - ۵۲۵ - ۵۳۹ - ۵۴۰
۵۷۵ - ۶۶۷ - ۷۲۱ -
ناصر احمد پرویز پروازی ۳۲۲
ناصر شاہ، سید ۳۷۲ - ۳۷۳
ناصر نواب، میر ۲۹۸ - ۶۰۶
ناصرہ زمان ۳۷۸
ناظر یار جنگ، نواب ۴۲۲
ناظم الدین، خواجہ ۴۸۱
نانک، باباگورو ۹۸ - ۵۶۵
نبی بخش، سید ۱۹۰ - ۵۷۵
نثار احمد، چوہدری ۱۹۳
نجم الدین، مولوی ۵۹۱
نرائن سنگھ، سردار ۲۸۴
نرنجن سنگھ، سردار ۲۸۴
نذر احمد ۴۲۹
نذیر احمد ڈرائیور ۲۱۱
نذیر احمد، منشی اسٹیٹ ۴۲۹
نذیر احمد، مرزا۔ کراچی ۴۲۵
نذیر احمد، میاں ۵۱۰
نذیر احمد باجوہ ایڈووکیٹ، چوہدری ۵۱۱
۵۱۳ -
نذیر احمد دہلوی، ڈپٹی ۵۲۵
نذیر احمد ریاض، ملک ۳۲۶
نذیر احمد سیالکوٹی، چوہدری ۲۰۶ - ۵۵۰
نذیر احمد ظفر، ڈاکٹر راجہ ۳۲۶ - ۳۲۷
نذیر احمد علی ۳۵۷ - ۴۰۱ - ۴۵۳ -
۶۲۰ - ۷۶۱ -
نذیر احمد مبشر ۱۹۸ - ۳۱۴ - ۳۹۸
۵۱۷ - ۷۵۱ - ۷۵۴ -
نذیر حسین، ڈاکٹر سید ۱۹۴
نذیر حسین، مرزا۔ لاہور ۱۸۸
نذیر حسین دہلوی، سید ۲۴۸
نذیر شاہ، سید۔ پھگلہ ۲۰۸
نذیر علی بیگ، مرزا ۶۲۱
نسیم احمد ۳۳۲
نسیم احمد خاں نسیم ۲۳۸
نسیم سیفی ۱۹۷ - ۳۸۹ - ۳۹۰
نسیم شفیع، سیدہ ۷۱۹
نسیم بیگم ۳۳۲
نصرت جہاں بیگم، سیدہ ۶۴ - ۶۵ - ۱۰۲
۶۰۶ -
نصرت جہاں بیگم ۳۰۶
نصر اللہ، میجر ۱۳
نصر اللہ خاں، چوہدری ۳۱۲ - ۳۱۳
نصیر احمد خاں ۱۹۸
نصیر احمد خاں۔ خانپور ۴۲۷
نصیر احمد خاں، پروفیسر ۳۴۳ - ۳۴۴
نصیر احمد قمر ۷۲۷
نصیر احمد ناصر، راجہ ۳۲۷
نصیر الحق، حاجی ۱۱۱

نصیر الحق، شیخ - لاہور ۱۴ - ۳۶ - ۱۸۸
نصیر الدین، شیخ ۱۹۸ - ۲۹۳ - ۲۹۴
نصیر الدین، مولوی سید ۲۸۰
نصیرہ اختر ۳۴۲
نصیرا ے شیخ ۶۱۵
نظام الدین، حکیم مولوی ۱۹۱
نظام الدین، مرزا ۶۳۲
نظام الدین، مستری - سیالکوٹ ۳۰۹ تا ۳۱۲ -
نظام الدین اولیاءؒ ۲۷۸
نکل، مسٹر ۶۴۰
نعمت اللہ پسر ماسٹر فقیر اللہ ۱۹۴
نعمت اللہ ولی ۸۲
نعمت خاں، چوہدری کریام ۲۱۴
نعمت خاں - گورداسپور ۵۷۹
نعمت خاں آف کریام ۳۲۰
نعیم احمد ۳۳۲
نعیم الدین، قاضی ۱۹۸
نعیمہ بیگم ۳۴۲
حضرت نوح علیہ السلام ۳۷ - ۵۷
نور احمد، شیخ ۶۱۳ - ۶۱۷ - ۶۱۹
نور احمد منیر، شیخ ۱۹۷ - ۷۳۷ - ۷۶۵
نور الحسن، قریشی ۱۸۷
نور الحق انور ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۹۷ - ۳۸۲ - ۳۸۳
نور الحق تنویر ۴۱۸
نور الدین، حکیم مولانا خلیفۃ المسیح الاولؓ ۲ تا ۴ - ۱۰
۱۲ - ۱۷ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۵ - ۳۷ - ۴۰
۴۹ تا ۵۲ - ۵۷ تا ۶۲ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۷
تا ۷۰ - ۷۲ - ۷۷ تا ۷۹ - ۹۷ - ۱۱۲ - ۱۱۷
۱۲۰ - ۱۳۰ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۴۳
۱۴۵ تا ۱۵۰ - ۱۵۴ - ۱۵۷ - ۱۷۱ - ۱۶۲
۱۷۳ - ۲۰۰ - ۲۳۲ - ۲۳۹ - ۲۴۲
۲۷۹ - ۲۹۱ تا ۲۹۶ - ۳۱۲ - ۳۱۴ - ۳۲۲
۳۲۳ - ۳۲۶ تا ۳۲۹ - ۳۳۴ - ۴۲۷
۴۶۵ - ۵۵۴ - ۵۵۸ - ۵۶۰ - ۵۶۶
۵۶۹ - ۶۰۲ تا ۶۰۵ - ۶۰۸ - ۶۱۹
۶۲۵ - ۶۴۳ - ۶۵۰ - ۶۵۷ - ۶۵۸
۶۶۲ - ۶۷۷
نور الدین جمونی، خلیفہ ۵۷۹
نور الدین منیر ۱۹۸ - ۳۸۵ - ۷۵۰
نور الٰہی ابن مولوی رحمت علی ۵۹۴
نور حسین ۷۲۰
نور محمد، حکیم ۱۹۰
نور محمد، مستری - لاہور ۱۸۹
نور محمد، منشی ۲۱۷
نور محمد، مولوی ۷۳۲
نور محمد علاؤ الدین ۴۲۲
نور محمد نسیم سیفی ۱۹۷ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۲
۳۹۷ - ۳۹۹ - ۵۱۷ - ۷۵۵ -
نوویؒ، امام ۱۶۷
نہرو، پنڈت ۲۱۴
نیاز احمد ۳۳۰
نیاز محمد، ملک ۱۸۹
نیوٹن (پادری) ۶۳۷

و - ہ - ی

واحد حسین، گیانی ۲۳۵
وارث دین، پادری ۴۴۶
واکر ایم - اے ۵۴۷
ورشہ سنگھ، سردار ۲۳۴
وزارت حسین، سید ۱۸۳
وزیر بخش، مرزا ۵۹۱
وسیم احمد، مرزا ۱۱ - ۲۳۴ - ۲۸۲ - ۲۸۴
۲۸۵ - ۴۲۱ تا ۴۲۴ - ۵۴۵ - ۶۰۷ -
وقار الامراء بیگم ۶۵۰
وگلیری، ڈاکٹر ۷۶۶ - ۷۶۷
ولی الدین احمد حیدر آبادی ۴۲۴
ولی الدین کاتب ۷۶۹
ولی اللہ ۳۰۰
ولی داد، چوہدری ۱۸۸
ولیم ٹب مین ۲۷۷
ولی محمد، چوہدری - خانیوال ۱۹۰
ولیہ بیگم ۵۹۲
ویزبل، پنڈت ۷۲۶
ہاجرہ بیگم، سیدہ ۵۷۵
ہارٹ، پروفیسر ۳۷۵
ہارون احمد، سید ۳۳۸
ہارون الرشید، چوہدری - حافظ آباد ۱۹۴
ہاشم اسمٰعیل سیٹھ ۶۶۲ - ۶۶۸ - ۶۶۹

ہدایت، رڈین - جاکرتا ۲۵۵ - ۴۱۷
ہدایت اللہ، ماسٹر - گجرات ۵۹۱
ہیڈنگ، ڈاکٹر ۳۷۷
ہری کرشن لال ۷۳۵
ہنٹر، مسٹر ۳۱۳
ہنری تھامس ۲۲۱ - ۲۲۲
ہنری مارٹن کلارک، ڈاکٹر ۳۰۷ - ۴۱۴ تا ۴۴۶ - ۶۴۱ -

ہوٹا گوا ۴۰۴
ہیرا سنگھ ۶۰۲
ہیرا لال چوپڑہ ۷۲۶
یار محمد مخلص - قادیان ۵۷۹
یعقوب بن عیسٰی ۳۹۷
یعقوب علی عرفانی، شیخ ۵-۴۱۹ - ۵۲۴ - ۵۹۸ - ۶۳۱ تا ۶۶۴ - ۶۶۶ - ۶۸۵ - ۷۰۵ - ۷۶۸ تا ۷۷۰

یوری ہی ٹوہگاشی فوشی - جاپان ۵۶۷
یوسف الہ دین، سیٹھ ۷۶۹
یوسف شاہ، سیّد ۵۷۳
یوسف علی عرفانی، شیخ ۶۶۴
یونک، مسٹر ۵۰۸
یونت رائے، شری ۴۲۶
یونس احمد اسلم ۶۳۵

مقامات

آ

آتماکور ۲۸۳
آزاد کشمیر ۲۳
آسٹریا ۷۴۱
آگرہ ۵۶۶

ا

ابادان ۲۹۴ - ۲۹۶
اٹاوہ ۵۶۶
اٹلی ۵۶۳
اجیبوڈے ۳۹۶
احمد آباد ۴۲۹ - ۶۰۹
احمد نگر ۳۱۵ - ۳۲۰
اُچ شریف ۵۷۵
اڑیسہ ۲۸۵ - ۶۷۵
اسرائیل ۲۵۲ تا ۲۵۵
استنبول ۲۵۹ - ۲۶۰
اسماعیلیہ ۲۵۰
افریقہ ۶۰ - ۱۴۳ - ۲۶۶ - ۲۷۳ -
۳۱۹ - ۳۸۲ تا ۳۸۴ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۱۷
۴۴۷ - ۴۵۶ - ۴۷۸ - ۴۸۷ - ۴۹۱ - ۵۴۲
۵۴۷ - ۵۷۶ - ۶۲۳ - ۷۴۶ - ۷۴۸ - ۷۵۰
افغانستان ۱۴۳ - ۲۷۶ - ۴۶۹ - ۴۸۷ -
اکال گڑھ ۲۴
اگوائی ۳۸۱
الارو ۳۹۵
الجزائر ۳۵۵
الٰہ آباد ۵۷۷
امراؤتی ۵۸۵
امرت سر ۲۸۱ - ۲۹۰ - ۳۷۰ - ۴۴۱ -
۵۸۳ - ۶۱۰ - ۶۱۷ تا ۶۲۲ - ۶۲۷ - ۶۲۹
تا ۶۴۱ - ۶۴۹ -
امریکہ ۲۴ - ۲۵ - ۶۰ - ۶۸ - ۷۹ - ۱۱۶
۱۱۷ - ۱۱۹ - ۱۲۵ - ۱۳۹ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۲۱۳
۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۲۴ - ۲۶۰ - ۲۷۶ - ۳۲۴
۳۴۳ - ۳۴۵ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۸۰ تا ۳۸۳
۳۹۳ - ۳۹۶ - ۴۱۱ - ۴۵۵ - ۴۶۷
۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۸۷ - ۴۹۱
۴۹۹ - ۵۰۶ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۹ - ۵۵۲
۵۶۳ - ۵۶۸ تا ۵۷۱ - ۷۲۸ - ۷۴۳ تا ۷۴۶
انبالہ ۳۲۲ - ۵۶۱
انڈونیشیا ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۵۶ - ۲۷۲ -
۳۵۴ - ۳۶۱ - ۳۸۲ - ۴۱۴ تا ۴۱۹ - ۴۵۳
۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۹۱ تا
۴۹۶ - ۵۴۵ تا ۵۴۷ - ۵۵۲ - ۷۲۲ -
انڈیا ناپلیس ۳۸۳
انقرہ ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۹ - ۲۶۰ -
انگلستان ۱۰۵ - ۱۷۷ - ۲۵۰ - ۲۵۴ -
۲۵۵ - ۳۵۰ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۸۰ - ۴۰۴
۴۴۳ - ۴۴۶ - ۴۶۷ - ۴۹۱ - ۵۴۸ - ۵۴۹
۵۶۳ - ۵۶۶ - ۵۶۸ - ۵۷۵ - ۷۰۰ - ۷۳۷ تا
۷۳۹ -
انور آباد ۷۲۷
اوڈنکو ۲۸۳
اوکاڑہ ۳۵۰ - ۴۲۸
ایبٹ آباد ۵۵ - ۵۶ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۹ -
۲۱۲ - ۲۹۸ - ۳۱۳ -
ایبے سینیا ۳۸۴

ایبی ۲۹۵
ایتھنز ۴۸۴
ایران ۱۶۸ - ۳۸۰ - ۵۸۷ - ۶۲۹ - ۶۷۱ -
ایشیا ۶۰ - ۵۰۶ - ۷۳۱
ایمسٹرڈم ۵۵۵

ب

باجے بو ۴۰۲ - ۴۰۳
بارسلونا ۷۴۲
بازل ۷۴۱
باسٹن ۳۸۳
باغ ۲۹۸
باگو ۷۵۷
بالاکوٹ ۲۰۶ تا ۲۱۱
بالٹن ۱۱۱
بالسیر ۶۷۶
باما ۴۰۲
بامباہون ۷۵۷ - ۷۵۸
بٹالہ ۴۰ - ۵۹ - ۲۳۳ - ۲۳۵ - ۳۰۱ - ۴۴۱ - ۵۵۸ - ۵۶۲ - ۶۰۶ - ۶۲۲ - ۶۲۵
برما ۳۳۰
برہمن بڑیہ ۱۰۰
بصرہ ۲۹۱
بغداد ۴۵۹
بگل ۲۹۸
بلاما ۴۰۲
بلجیم کانگو ۲۷۲
بمبئی ۲۸۱ - ۲۸۶ - ۵۷۶ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۹ - ۷۲۰ -
بنارس ۵۶۶
بنگلور ۲۲۹ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۵۷۲
بنگلہ دیش ۴۶۳
بنگلہ ۲۸۸
بنوں ۳۱۳ - ۳۲۱
بو ۴۰۰ - ۴۰۱ تا ۴۰۴ - ۷۵۶ - ۷۵۹ - ۷۷۱ - ۷۷۵ -
بورنیو ۲۷۴
بوسٹن ۱۱۱
بوکن ۷۴۱
بونگو ۷۵۹
بہاول پور ۲۳ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۳۳۷ - ۵۴۹ -
بیج بہاڑہ ۵۰۳ - ۵۰۵
بیجہ ۵۷۵
بیروت ۴۷۹ - ۴۸۴
بھاگلپور ۵۶۶
بھاگی ننگل ۶۲۶
بھٹیاں ۲۳۳
بھنگڑوی ۲۹۹
بھلوال ۲۳
بھوپال ۲۹۱
بھیرہ ۲۳ - ۴۸ - ۲۹۹ - ۳۳۷ - ۵۵۷ - ۵۵۸ -
بھینی ۶۷۹

پ

پاٹو ۷۵۶
پاڈانگ ۲۷۲ - ۴۱۵
پاکپتن ۵۵۲
پاکستان ۱۲ - ۲۰ - ۲۳ - ۲۵ - ۷۲ - ۹۳ - ۱۱۳ - ۱۶۰ - ۱۷۰ - ۱۶۸ - ۱۹۹ - ۲۱۸ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۳۶ - ۲۶۹ - ۲۷۷ - ۳۱۶ - ۳۱۸ - ۳۵۴ - ۳۴۶ - ۳۶۸ - ۳۸۹ - ۳۹۴ - ۴۲۲ - ۴۵۴ - ۴۵۶ - ۴۵۸ - ۴۶۰ تا ۴۶۲ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۸۵ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۹۶ - ۵۰۶ - ۵۴۱ - ۵۴۵ - ۵۴۷ تا ۵۴۹ - ۵۸۲ - ۵۸۶ - ۶۰۶ - ۶۷۲ - ۷۲۰ - ۷۲۲ - ۷۳۲
پانڈے بو ۷۵۷
پٹس برگ ۳۸۲
پشاور ۱۵۰
پنجاب ۲۳ - ۱۵۹ - ۲۸۲ - ۲۴۶ - ۳۶۸ - ۶۶۴ - ۶۸۱ -
پنڈ دادنخاں ۲۳
پورٹ آف سپین ۴۶۰
پورٹ سعید ۲۵۰
پولینڈ ۳۹۰
پونا ۳۱۲
پوہلا مہاراں ۵۱۱ - ...
پیری ۷۵۰

پیلے ۴۰۳
پینگاڈی ۲۸۳ - ۵۷۲
پیگلہ ۲۰۸ - ۲۱۰ تا ۲۱۲
پیرو جیجی ۵۹۳

ت

تاہواں ۷۵۶
ترکی ۲۵۶ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۵ - ۳۲۳ - ۳۸۰ - ۴۸۷ -
تناول ۲۹۸
تیماپور ۲۲۹ - ۲۸۳
تھائی لینڈ ۳۵۰

ٹ

ٹانگانیکا ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷
ٹبورا ۳۸۵
ٹرینیڈاڈ ۲۶۰ - ۴۸۷ - ۷۳۹
ٹکسانجہ ۳۸۷
ٹل ۴۶۸ - ۴۷۰
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۴۳۷
ٹوپی ۶۷۲
ٹوگولینڈ ۴۴۷
ٹیکس ٹاؤن ۳۸۴

ج

جاپان ۲۷۴ - ۳۸۲ - ۵۶۳
جاڈلہ ۶۵۵
جاکرتہ ۴۱۴ تا ۴۱۶
جالندھر ۶۳۵
جاوا ۲۷۲
جبووالی ۶۲۷
جدہ ۴۷۸ تا ۴۸۲ - ۴۸۴
جرمنی ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۶ - ۳۸۰ - ۴۸۷ - ۴۹۱ - ۵۰۶ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۵ -
جمال پور ۵۶۶
جموں ۵۵۸ - ۵۶۱ - ۵۶۶
جنوبی افریقہ ۲۳۱
جنوبی روڈیشیا ۲۷۳
جنوبی عرب ۲۲۹ - ۲۳۰
جنوبی ہند ۲۲۸ تا ۲۳۰ - ۲۳۳ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۵ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۴۷ -
جنجہ ۳۸۷ - ۳۸۹
جنیوا ۷۲۹
جوس ۳۹۵
جوہور ۴۰۹ - ۴۱۱ - ۴۱۳
جوئی ۷۵۹
جہلم ۲۳ - ۸۳ - ۳۰۹ - ۳۱۲ - ۶۲۸ - ۶۸۰ -
جھنگ ۱۵۲

چ

چانگریاں ۵۹۵
چانگو ۷۵۷
چڑیاکوٹ ۵۶۶
چک ۹۸ شمالی سرگودھا۔ ۴۴
چکوال ۲۲ - ۸۳ - ۶۸۰ - ۷۳۲ - ۷۳۳
چسترکنٹر ۲۸۳ - ۲۸۵
چنڈبھروانہ ۵۴۹
چنیوٹ ۹۹ - ۳۲۶ - ۳۲۷
چوہاسیدن شاہ ۲۳
چین ۳۷۴ - ۴۸۷ - ۶۲۹
چھاوڑیاں کلاں ۲۹۰
چھوہر ۲۹۸

ح

جیبوویچ ۲۹۵
حضرموت ۲۲۹ - ۲۳۰
حویلیاں ۲۰۷ - ۲۱۲
حیدرآباد دکن ۱۲۰ - ۲۲۵ - ۲۸۳ - ۲۸۵ - ۳۲۲ - ۴۲۲ - ۴۲۸ - ۵۶۶ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۷۳۳ - ۷۶۹ -
حیدرآباد سندھ ۳۵۰ - ۴۳۰ - ۴۳۷
حیفا ۴۵۹

خ

خانپور ۴۳۷
خانیوال ۴۲۸ - ۴۳۷
خیرپور ۵۴۹

د

دارالسلام ۲۷۲
داتہ ۲۹۹
داتہ زیدکا ۵۱۱ - ۵۱۲
دمشق ۴۵ - ۱۷۸ - ۲۶۶ - ۳۵۲ - ۳۵۳
دھرم کوٹ بگا ۲۸۸ - ۳۱۷ - ۶۰۳

دھرم مہوتسو ۳۰۹
دہلی ۲۸۲ - ۲۸۶ - ۲۹۰ - ۳۲۳ - ۳۶۸
۴۶۹ - ۵۲۵ - ۵۴۶ - ۵۶۶ - ۶۴۵ تا
۶۴۷ - ۷۲۰ -
دیوبند ۴۷۴
دیودرگ ۲۸۳
دیونہ ماجرا ۶۷۸

ڈ

ڈچ گی آنا ۴۸۷
ڈنمارک ۳۸۰
ڈومینکن ری پبلک ۳۸۱
ڈھاکہ ۲۴۳ - ۳۷۴ - ۵۶۶ - ۵۷۲ - ۷۲۲
ڈیٹرائٹ ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۵۶۹
ڈیٹن ۳۸۲ - ۷۴۶
ڈیرہ دین پناہ ۲۸۹
ڈیرہ غازی خاں ۲۳ - ۵۵۶ - ۵۵۷
ڈیرہ نواب ۴۳۷
ڈیریانوالہ ۲۳۴

ر

رانچی ۷۳۵
راولپنڈی ۲۴ - ۲۶ - ۲۹ - ۳۵ - ۸۷۰
۱۲۰ - ۱۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۴۴۳
۵۸۷ - ۶۸۱ -
ربوہ ۱۲ - ۱۳ - ۱۷ - ۲۴ تا ۲۶ - ۲۵ - ۳۵
۴۶ - ۴۷ - ۵۹ - ۶۵ - ۷۶ - ۸۳ - ۹۳ - ۹۹
۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۲۰
۱۲۳ - ۱۳۳ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۲۳۲ - ۲۳۶
۲۳۸ - ۲۶۶ - ۲۷۰ - ۲۹۳ - ۲۹۹ - ۳۱۸
تا ۳۲۰ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۳۵ - ۳۳۷
۳۴۳ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۴
۳۶۱ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۴ - ۴۰۷ - ۴۲۸
۴۳۷ - ۴۵۸ - ۴۶۲ - ۴۶۵ - ۴۶۹ - ۴۷۱
۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۷ - ۴۸۹ - ۴۹۱ - ۴۹۳ تا
۴۹۶ - ۵۱۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۳۰ - ۵۳۱
۵۳۶ - ۵۴۵ - ۵۴۸ - ۵۵۳ - ۵۸۰ - ۶۰۷
۶۰۸ - ۶۱۶ - ۶۲۳ - ۶۷۱ - ۶۷۳ - ۷۱۸ - ۷۲۰
۷۲۱ - ۷۲۴ - ۷۳۶ - ۷۳۷ -
رکھانوالہ ۶۲۹
رنگ پور ۵۷۲
روجن ۴۰۳
روس ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۴۴۳
۳۴۵ - ۴۹۹ - ۵۴۹ - ۷۴۳ -
روم ۴۴

ز

زائریا ۳۹۵
زیورچ ۲۸۲

س

سالٹ پانڈ ۷۵۱
سان فرانسسکو ۲۶۰
ساہی وال ۱۲۰ - ۴۲۸
سُپین وال اُتلے ۶۱۷
سپین ۲۷۳ - ۲۸۰ - ۴۵۸ - ۴۶۰
۴۹۱ - ۵۴۷ - ۵۵۲ - ۵۵۵ - ۷۴۲ -
سرحد ۲۳
سرگودھا ۲۳ - ۱۲۰ - ۱۷۵ - ۴۴۳ - ۶۱۵ -
سعودی عرب ۲۱۴ - ۳۸۹ - ۴۷۹ - ۴۸۷
سکرنڈ ۷۲۶
سکندرآباد ۴۲۲ - ۷۶۹
سکنڈے نیویا ۴۹۱
سکھر ۳۳۷
سلہٹ ۴۶۳
سماٹرا ۲۷۲
سمرسٹ ۴۳۷
سندھ ۱۴۲ - ۱۵۹ - ۳۳۷ - ۴۲۷
سنگاپور ۳۸۲ - ۴۱۰ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۲۰
۴۹۱ -
سوات ۲۰۸
سوڈان ۳۵۱
سورج گڑھ ۵۶۶
سورسنگھ ۶۰۳
سولاڈیسی ۲۷۲
سونگڑہ ۵۶۶ - ۶۷۵
سوئٹزرلینڈ ۲۷۰ - ۲۶۶ - ۴۵۱ - ۴۶۷
۴۸۴ - ۴۹۱ - ۵۵۵ - ۷۴۱ -
سویڈن ۴۶۷
سیالکوٹ ۱۴۱ - ۳۰۹ - ۳۱۲ - ۳۱۳
۳۵۰ - ۳۷۲ - ۵۰۹ تا ۵۱۱ - ۵۱۳ - ۵۸۶
۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۳ - ۶۰۴ -

سیرالیون ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۳ - ۴۱۹
۴۵۴ - ۴۵۶ - ۷۵۶ تا ۷۶۲ -
سیکھواں ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۶۰۵
سیلون ۴۱۵ - ۴۸۷ - ۵۴۷ - ۵۵۲
۵۷۱ - ۵۷۲ -
سینٹ لوئیس ۳۸۳

ش

شادیوال ۵۹۰ - ۵۹۱
شام ۳۱ - ۳۲ - ۱۷۸ - ۲۲۳ - ۴۵۹
۴۸۷ - ۶۲۹ - ۷۲۲ -
شاہ آباد ۵۶۶
شاہ پور ۵۵۷
شاہجہان پور ۵۶۶
شکاگو ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۹۲
شمالی نائیجیریا ۳۹۵
شمالی ہند ۲۲۹
شملہ ۴ - ۸ - ۵۵۲
شوراپور ۲۸۳
شورکوٹ ۴۲۷

ص

صادق آباد ۴۳۷

ط

طرابلس ۳۵۲

ع

عبدالحکیم ۴۳۷
عدن ۳۱ - ۳۴ - ۴۸۷
عراق ۴۸ - ۱۷۸ - ۳۵۱ - ۶۲۹
عرب ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۵۲ - ۲۵۳
۶۶۶ -
عکرا ۴۴۸
عکر ۴۵۹ - ۴۶۰
علی گڑھ ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۵۶۶ -
۵۸۴ - ۶۴۵ - ۷۱۰ -

غ

غانا ۲۶۶ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۱۹
۴۴۷ تا ۴۴۹ - ۴۵۴ - ۴۵۶ - ۷۵۱
۷۵۳ - ۷۵۴ -
غرناطہ ۳۸۱

ف

فتح گڑھ چوڑیاں ۵۹
فرانس ۱۷۷ - ۲۵۰ - ۲۵۴ - ۳۵۰ -
۳۸۰ - ۵۴۹ - ۵۷۰ - ۶۲۹ -
فری ٹاؤن ۳۹۹ - ۴۰۶ - ۷۶۳
فلاڈلفیا ۳۸۳ - ۵۶۸
فلپائن ۲۶۰ - ۲۷۳ تا ۲۷۵ - ۳۵۰ -
۳۸۱ - ۳۸۲ - ۵۵۰ - ۵۵۲ -
فلسطین ۲۵۲ تا ۲۵۴ - ۴۵۹ - ۴۸۷
فونو ۷۵۷
فیصل آباد ۱۲۰ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۴۳۷

ق

قادسیہ ۷۲۶
قادیان ۸ تا ۱۲ - ۲۰ تا ۲۳ - ۲۸ - ۲۹
۵۰ - ۵۸ - ۶۱ - ۶۳ - ۷۷ - ۸۳ - ۱۱۲ - ۱۲۰
۱۵۰ - ۱۶۹ - ۲۲۹ - ۲۳۱ تا ۲۳۳ - ۲۳۵
۲۳۶ - ۲۸۰ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۷ تا ۳۰۵
۳۱۰ تا ۳۲۳ - ۳۲۸ - ۳۳۷ - ۳۴۶ - ۳۴۷
۳۶۷ تا ۳۶۹ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۶۰ - ۴۸۷
۴۸۹ - ۴۹۰ - ۵۴۵ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۵۸
۵۶۰ - ۵۶۳ تا ۵۶۵ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۶
۵۷۷ - ۵۸۰ - ۵۸۳ تا ۵۸۷ - ۵۹۳ - ۵۹۴
۵۹۹ تا ۶۰۸ - ۶۱۳ تا ۶۱۶ - ۶۱۹ - ۶۲۱
۶۲۲ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۴۱
تا ۶۴۶ - ۶۴۹ - ۶۵۳ - ۶۵۵ - ۶۵۷
۶۵۹ - ۶۶۶ - ۶۸۰ - ۶۹۵ - ۷۲۰ - ۷۲۴
۷۳۳ - ۷۴۲ -
قاضی احمد ۷۲۶
قاہرہ ۲۵۳ - ۲۵۷
قائم گنج ۶۷۴
قبا ۴۳
قبرص ۲۵۹

ک

کاغان ۲۹۸
کالونا ۷۵۷
کالی کٹ ۲۸۶ - ۵۷۲
کانپور ۲۸۷ - ۵۶۶
کانو ۳۹۵
کپورتھلہ ۵۶۱ - ۵۶۶
کراچی ۱۴ - ۱۷ - ۲۹ - ۴۸ - ۷۳ - ۱۲۰

۱۵۹ - ۱۹۳ - ۱۴۹ - ۱۷۵ - ۲۵۵ - ۴۶۱
۳۱۳ - ۳۲۱ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۴۲۸ تا ۴۳۰
۴۲۳ - ۴۲۶ - ۴۳۷ - ۴۸۱ - ۵۲۱ - ۵۲۹
۵۷۲ - ۶۶۶ - ۶۶۰ - ۶۶۹ - ۶۷۱ - ۶۸۱ -
۶۸۵ - ۷۲۹ -
کریام ۱۴ - - ۳۲۰
کسوسوں ۳۸۴
کشمیر ۲۳۶ - ۲۴۷ - ۲۹۰
۵۷۱ - ۵۷۲ - ۶۳۵ - ۷۲۴
کفروڈوا ۷۵۴
کلڈنہ ۲۵ - ۲۶ - ۳۶
کلکتہ ۵۶۶ - ۵۷۲ - ۷۲۵
کلیولینڈ ۳۸۲
کماسی ۷۵۱
کمپالہ ۳۸۶ - ۳۸۷
کنری ۴۲۷
کوٹ رحمت خاں ۶۷۹
کوٹوکوم ۷۵۵
کوسگی ۲۸۳
کوعنگ ۲۹۸
کولمبو ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۷۲۰
کومینڈے ۷۵۹
کوہاٹ ۲۳ - ۲۸ - ۲۹ - ۶۱ - ۲۰۳ - ۵۸۷
کوئٹہ ۸ - ۱۰۱ - ۱۰۹ - ۱۲۲
کیرالہ ۲۸۳ - ۴۲۴ - ۴۴۷
کیرنگ ۲۸۵

کیں ۲۷۵
کینانورچھاؤنی ۵۷۲
کینجو ۷۵۶
کینما ۴۰۳ - ۷۵۶ - ۷۵۹
کینیا ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۷۴۷ - ۷۴۸
کینیڈا ۲۶۶
کھاریاں ۶۷۸
کھنڈو ۷۲۷
کھیوڑہ ۲۳

گ

گانڈا ۴۰۳
گجرات ۱۰۴ - ۳۵۰ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۱
۶۲۹ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۶
۶۸۹ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۵ - ۶۹۷ - ۷۰۹
گرروٹ ۳۲۸
گڑھی حبیب اللہ ۲۱۱
گلگت ۲۷۷ - ۲۹۹
گنی ۴۴۹
گوٹھ رحمت علی ۱۴
گوجرانوالہ ۳۰۸ - ۳۴۲
گوجرہ ۴۳۷
گورداسپور ۳۱۰ - ۳۶۸ - ۴۲۸ - ۴۳۹
۱۴۴ - ۵۷۷ - ۶۷۰ - ۶۸۵
گوردوہرسہائے ۵۶۵
گیٹکلینا ۳۴۳
گیمبیا ۴۰۶ - ۷۳۹
گیئیما ۷۵۶
گھٹیالیاں ۲۰ - ۵۱۲

ل

لاہور ۴ - ۵ - ۱۳ - ۱۴ - ۲۰ - ۲۳ - ۳۵
۳۶ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۳ - ۹۹
۱۲۰ - ۱۳۳ - ۱۴۹ - ۱۷۵ - ۲۰۱ - ۳۰۰
۳۰۲ تا ۳۰۵ - ۳۰۹ - ۳۱۳ - ۳۲۵ - ۳۴۱
۳۵۰ - ۴۲۸ - ۴۸۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶
۵۳۱ - ۵۳۶ - ۵۴۳ - ۵۷۱ - ۶۰۰ - ۶۰۶
۶۱۴ - ۶۲۰ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۳۷ تا ۶۳۹
۶۷۷ - ۶۷۹ - ۶۸۲ - ۷۰۰ - ۷۰۶ - ۷۲۰
لائبیریا ۴۵۴ - ۴۵۶
لدھیانہ ۲۳۲ - ۲۹۰ - ۶۲۳ - ۶۳۵
۶۳۶ - ۶۳۷ -
لکوابائی ۴۰۳
لکھنؤ ۵۶۶
لنڈن ۷۴ - ۷۶ - ۸۳ - ۲۵۰ - ۲۵۱
۳۷۳ - ۳۷۵ - ۳۹۲ - ۴۹۱ - ۵۶۶
۵۷۷ - ۵۹۹ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۶۰ -
لودھراں ۴۳۷
لورپول ۵۵۹
لوہ چپ ۶۲۷
لویری والہ ۶۷۹
لیاقت پور ۴۳۷
لیگوس ۳۹۲ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۷۵۵
لینن گراڈ ۳۴۳

م

ماٹوٹوکا ۴۰۳
ماریشس ۲۶۴ - ۲۶۵
ماڑی پور ۴۳۱
ماسابونگو ۴۰۳
ماغوسہ ۲۵۹
ماکومانانیا ۴۰۳
مالابار ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۴۲۴
مالیرکوٹلہ ۳۱۶
مانسہرہ ۲۰۸ - ۲۱۱
مانگا ۵۹۷
مانوکونوجون ۷۵۸
محمدآباد ۴۲۹
محمودآباد ۴۲۹
مدراس ۲۸۳ - ۲۸۶ - ۵۶۶
مدرسہ تجارت ۲۸۲
مدینہ ۴۱ - ۴۳ - ۴۴ - ۱۰۷ - ۴۷۹
۴۸۰ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۹۸ - ۴۹۹
مری ۲۳ تا ۲۶ - ۲۹ - ۳۶ - ۴۳ - ۶۵
۷۹ - ۱۱۶ - ۱۴۵ - ۲۰۷ - ۲۵۷ - ۳۶۵
۵۲۲ - ۵۲۴ - ۵۲۵
مساکر ۲۸۸
مسانیاں ۳۰۱ - ۳۱۷
مشرقی بنگال ۱۴۵
مشرقی پاکستان ۹۹ تا ۱۰۱ - ۱۵۶ - ۱۶۹
۴۵۳ - ۴۶۲ - ۴۶۳ -

مشرقی ہند ۲۸۵
مصر ۳۱ - ۷۸ - ۱۲۰ - ۱۳۸ - ۱۶۸
۲۵۰ تا ۲۵۲ - ۲۵۴ تا ۲۵۶ - ۲۹۱ - ۲۹۲
۳۸۹ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۶۲۹ -
مظفرآباد ۲۳
مظفرنگر ۵۶۶
معاکر ۲۸۷
مغربی پاکستان ۱۰۱ - ۱۵۹ - ۱۶۹ - ۲۷۴
۴۶۳ -
مکالی سنگبی ۴۰۲
مکوتو ۳۸۰
مکہ ۴۱ - ۴۳ - ۲۲۹ - ۴۷۱ - ۴۷۲
۴۷۸ - ۴۸۰ - ۴۸۲ تا ۵۰۰ - ۵۰۱
مکیریاں ۳۰۴ - ۳۲۰
مگبورکا ۲۷۲ - ۲۹۹ - ۴۰۲ - ۴۰۳
ملایا ۲۳۰ - ۴۰۹
ملتان ۴۳۷ - ۵۴۹ - ۵۵۷ - ۵۷۵
۷۱۴ -
ملکوال ۲۳
مماجو ۴۰۳
منگلا ۵۴۹
مونگھیر ۵۶۶
میڈرڈ ۷۴۲
میرپور خاص ۴۲۸ - ۴۲۹
میرٹھ ۵۶۶
میمن سنگھ ۴۶۳

ن

ناسالینڈ ۳۰۳
ناصرآباد ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۵۹۳
نائیجیریا ۳۸۹ - ۳۹۲ - ۳۹۵ تا ۳۹۷
۴۵۴ - ۴۵۶ - ۷۳۹ تا ۷۴۱ - ۷۵۵ -
نبی سرروڈ ۴۲۹
نخلہ ۵۲۲ - ۵۲۸ تا ۵۳۰
نکی سانحہ ۳۸۹
ننکانہ صاحب ۳۸۹
نواب شاہ ۴۸ - ۴۹ - ۳۲۵
نواں پنڈ - احمدآباد ۱۳
نو باندا ۴۰۳
نورپور ۳۲۳
نورنگر ۱۰
نیاسالینڈ ۲۷۳
نیروبی ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۷۴۷
نیوزی لینڈ ۳۵۰
نیویارک ۲۱۳ - ۳۸۳ - ۴۲۴ - ۴۷۸
۷۴۴ - ۷۴۵ -

و

واشنگٹن ۲۵ - ۲۷۴ - ۳۸۲ - ۵۶۸ - ۷۴۵
وڈالہ ۳۰۲
وزیرآباد ۳۱۲
وی آنا ۷۴۱

ہ

ہالینڈ ۲۷۳ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۸۰

۴۷۶ - ۴۹۱ - ۵۴۸ - ۵۵۵ - ۷۴۰
ہانگا ۷۵۹
ہبلی ۲۸۵
ہجکہ ۳۲۶ - ۳۲۷
ہرسیاں ۳۱۶ - ۳۱۷
ہزارہ ۲۹۸
ہسبلی ۲۸۳
ہمبرگ ۲۷۲ - ۲۷۵ - ۴۶۷ - ۴۹۱
ہندوستان ۹۷ - ۱۴۳ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۶
۲۱۷ - ۲۲۱ - ۲۳۰ تا ۲۳۳ - ۲۳۶ - ۲۵۷
۲۶۰ - ۲۷۷ - ۲۸۰ - ۲۸۵ - ۲۹۲ - ۴۶۷ تا
۳۶۹ - ۴۲۴ - ۴۴۷ - ۴۵۸ - ۴۷۰
۴۸۷ - ۵۴۱ - ۵۴۵ - ۵۴۷ - ۵۴۸
۵۶۶ - ۵۷۰ - ۵۷۲ - ۵۷۶ - ۶۲۹
۶۴۷ - ۶۶۶ - ۶۶۸ - ۷۲۰ - ۷۲۴ - ۷۲۹ -
ہوشیارپور ۲۸۸
ہیگ ۷۲ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۹ - ۱۱۲ - ۳۷۷
۳۸۰ - ۴۹۱ - ۷۴۰ -
ہیوفورڈ ہنسولونیا ۳۸۱

ی

یادگیر ۲۸۲
یاغستان ۲۹۸
یامانڈو ۴۰۲
یورپ ۱۴ - ۱۷ - ۳۳ - ۶۰ - ۶۹ - ۲۱۶
۲۲۰ - ۲۲۴ - ۳۳۵ - ۴۱۱ - ۴۶۰ - ۴۶۷
۴۸۷ - ۵۰۴ - ۵۰۶ - ۵۴۹ - ۵۶۳
۵۷۱ - ۶۵۰ - ۷۲۸ - ۷۳۱
۷۴۱
یوگنڈا ۳۸۴ - ۳۸۶ تا ۳۸۸
۷۴۷ - ۷۴۸
یونی بانا ۴۰۳

کتابیات

تفسیر

تفسیر ابن کثیر ۲۴۰
تفسیر القرآن جلد ۱-۲ ۶۶۱-۷۷۲

حدیث

الفتح الربانی ۷۷
بخاری شریف، صحیح ۵۵-۵۱۹
جامع الصغیر ۷۲۸

کتب حضرت مسیح موعودؑ

آئینہ کمالات اسلام ۵۹-۶۳۱-۶۶۴
ازالۂ اوہام ۲۴۸-۲۹۲
اسلامی اصول کی فلاسفی ۳۰۹-۴۰۷-۵۸۷
الوصیت ۱۷۷-۵۷۷-۷۳۶
انجام آتھم ۶۰۵
ایک غلطی کا ازالہ ۵۱
براہین احمدیہ ۲۹۳-۳۴۵-۴۹۰-۶۳۷-۶۶۴-
پیغام صلح ۱۱۳-۱۱۴-۱۱۶-۱۱۸-۱۲۰-۱۲۴-۱۳۰-۱۳۱-۱۵۶-۳۲۹-۵۵۵
تجلیات الٰہیہ ۲۴۰
تحفہ گولڑویہ ۵۶۳
تریاق القلوب ۵۵۳
تذکرہ ۵۰-۵۱-۳۴۰-۴۲۰-۵۱۳
تذکرۃ الشہادتین ۲۳۹
توضیح مرام ۲۹۳
چشمۂ معرفت ۵۶۵-۶۲۴
حقیقۃ الوحی ۵۱-۳۱۱-۳۱۲-۵۱۱
خطبہ الہامیہ ۳۱۱-۶۶۷
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب ۷۳۶
ضرورت الامام ۶۰۶
کشتی نوح ۴۳۹-۷۳۶
فتح اسلام ۲۹۴-۶۰۳
لیکچر سیالکوٹ ۵۷۷
لیکچر لاہور ۵۷۷
مکتوبات احمدیہ ۶۳۹-۶۶۶-۶۶۹
منن الرحمٰن ۵۶۳
مواہب الرحمٰن ۵۷۷-۵۸۷
نسیم دعوت ۵۹۶-۵۹۷
نور الحق ۶۲۷

کتب خلفاء سلسلہ

احمدیت یعنی حقیقی اسلام ۷۲۸
اختلافات سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات ۱۵۷
اسلام اور ملکیت زمین ۴۶۶
اسلام میں اختلافات کا آغاز ۳۴۱
برکات خلافت ۵۰-۸۴
پیغام احمدیت ۴۲۰
تفسیر صغیر ۵۲۲-۵۲۶ تا ۵۴۴-۵۴۸-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۴-۶۳۰-
تفسیر کبیر ۵۲۲-۵۲۶-۵۳۰-۵۵۱-۵۵۴-۷۳۷-
حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پہلی تقریر ۶۶۲
خطبات محمود ۳۳۸-۴۶۵
خلافت احمدیہ کے مخالفین کی تحریک ۱۵۷
خلافت حقہ اسلامیہ ۱۶۱-۲۷۷-۴۷۶
دعوت اتحاد ۷۳۷
دعوت الامیر ۷۳۷

دیباچہ انگریزی ترجمہ القرآن ۲۵۷، ۲۵۸ - ۲۷۳۔
رحمۃٌ للعالمین ۷۳۷
سیرِ روحانی ۲۰۹ - ۵۵۳
کلامِ محمود ۶۲۹
منصبِ خلافت ۵۰
نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پسِ منظر
۴-۵-۱۰-۱۷-۱۹-۱۵۷-۴۷۶
نظامِ نو ۲۶۴

کتب مصنفین سلسلہ

آسمانی تحفہ ۳۶۹
آہ نادر شاہ کہاں گیا؟ ۷۱۵
آئینہ صداقت ۵۷۴
آئینہ حق نما ۶۶۲ - ۷۷۳
اجرائے نبوت بر ردِّ انقطاعِ نبوت ۷۱۴
احکام القرآن حصہ اوّل ۶۶۳ - ۷۷۲
احمدی اور اُن کا مذہب ۶۶۲
احمدیت ۷۲۵
احمدیت کا مستقبل ۶۶
احمدی خاتون ۶۶۲
احمدی عورتوں کے فرائض ۶۶۲
احمدی فریق لاہور کے عقائد ۷۱۵
احمدی کا امن ۶۶۱
احمدیہ پاکٹ بک ۶۸۵ - ۶۹۱ - ۷۱۰
اخلاق اور اُن کی ضرورت ۴۲۰
اربعین ۴۲۰
ارمغانِ عرفانی فی حیاتِ عثمانی ۶۶۳ - ۷۷۳
اسلام ۷۶۶
اسلام اور آریہ دھرم ۷۱۴
اسلام اور بین الاقوامی تعلقات ۳۸۰
اسلام اور عیسائیت ۷۱۵
اسلام پر ایک نظر ۷۶۶
اسلام کا مسیح موعود ۷۱۵
اسلام کا وراثتی نظام ۳۲۲
اسماء الحسنیٰ ۶۶۲
اسماء القرآن فی القرآن ۶۶۳ - ۷۷۰ تا ۷۷۲
اصحابِ احمد ۳۱۵ - ۷۶۶
اعجاز القرآن ما یثبت بالقرآن ۶۶۳ - ۷۷۲
الانذار ۶۶۱
البیان الکامل فی الدّق والسل ۵۸۳
البیان فی اسلوب القرآن ۶۶۳ - ۷۷۲
الحقائق من الاحمدیّہ ۳۵۳
المبشّرات ۱۰۸ - ۵۱۸
المصابیح ۳۴۵
المودودی فی المیزان ۴۱۹
امام وقت کی بیعت ضروری ہے ۷۱۵
امّت محمدیہ میں مجدّد ۳۲۲
امثال القرآن ۶۶۳ - ۷۷۲
امداد باہمی ۶۶۱
امرتسر کی مادی ترقی کا اصل راز ۶۶۱
امن کا پیغام ۷۵۵
انڈیکس خطباتِ جمعہ و عیدین ۴۲۰
۱۹۵۳ء کے فسادات کا پسِ منظر ۵۱۰، ۷۷۰
اولوالعزم مسیح موعودؑ ۷۱۵
اہلی زندگی کے متعلق اسلامی تعلیم ۷۶۵
ایک کشف پر حلف ۳۲۲
ایک نئی تحقیقات ۳۲۲
بائیبل کی بشارات بحق سرورِ کائنات ۵۷۴
بچوں کے لئے اخلاقی مضامین ۴۲۰
برہانِ ہدایت ۲۰۸
بشاراتِ رحمانیہ ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۴۲۰
بحیرہ کی تاریخ ۲۹۹
پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل ۳۲۲
پیارا مسیح موعودؑ ۷۱۵
پیر مہر علی شاہ صاحب کو ایک رجسٹرڈ خط
۵۷۴
پیشگوئی متعلقہ مرزا احمد بیگ وغیرہ ۷۱۴
تاریخ احمدیت ۱۲۸ - ۳۱۷ - ۳۴۱ - ۳۴۷
۳۶۴ - ۵۱۲ - ۵۱۸ - ۵۴۸ - ۵۶۳ - ۶۸۱
تاریخ القرآن ۶۶۳ - ۷۷۲
تاریخ لجنہ ۳۵۰
تائیدِ حق ۳۱۷
تبویبِ مسند احمد بن حنبلؒ ۷۷ - ۵۱۰
۵۴۸ - ۵۵۰۔
تحدیث بالنعمۃ ۵۶۹ - ۵۷۴
تحریک جدید کے بیرونی مشن ۴۲۰
تحفہ بنارس ۵۷۴
تحفہ سالانہ یا رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء ۶۵۱

تحقیق جدید متعلق قبر مسیح ۵۷۴
ترجمۃ القرآن ۶۶۲
تقویم فیروزی ۶۴۹ - ۶۶۱
تہذیب ۶۶۳
تہنیت نامہ مجتبیٰ صادق ۵۷۴
تیرہ سو چالیس ہجری بھی گزر گیا ۷۱۵
جانِ پدر کل ۶۶۳ - ۷۷۳
جماعتِ احمدیہ کا تبلیغی نظام اور اس کے نتائج
۷۵۵
جماعتی تربیت اور اُس کے اصول ۴۱۹
چوتویں پھل ۷۶۶
چوہدری محمد حسین چیمہ کی افتراء پردازیوں کا جواب
۷۱۴ - ۷۶۶
چھتیس (۳۶) سال قادیان میں ۳۳۲
حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم بمبئی والے ۶۶۸
حضرت شہزادہ عبداللطیف شہید ۲۹۹
حقیقتِ نماز ۶۶۲
حکمت الرحمٰن فی آیات القرآن ۶۶۳ - ۷۰۲
حیاتِ احمد ۴۱۹ - ۶۶۲
حیات النبیؐ جلد اوّل نمبر ا ۶۶۲
حیاتِ بقاپوری ۴۱۹
حیاتِ حسن ۶۶۳ - ۷۷۳
حیاتِ حضرت میر ناصر نواب صاحب ۶۶۳
- ۷۷۴
حیاتِ قدسی حصہ پنجم ۷۶۶
حیاتِ ناصر ۶۶۲ - ۷۰۲

خاتم النبیین کا صحیح مفہوم ۷۱۶
خالد سیف اللہ ۴۲۰
خدا کا مسیح موعودؑ ۷۱۵
خدا کی عبادت کیوں اور کیسے کرنی چاہیئے؟
۷۱۴
خطباتِ کریمیہ حصہ اوّل ۶۶۱
دعوتِ عمل ۵۷۵
دوسری جنگ مقدس جلد اوّل ۶۶۳
دی گریٹ ہیریٹیج ۷۶۶
دیوانِ خادم ۴۲۰
ذکرِ حبیب ۳۷۰ - ۵۵۸ - ۵۶۰ تا
۵۶۶ - ۵۷۰ - ۵۷۴ - ۶۶۳ - ۷۶۶ - ۷۷۴
رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء ۱۷۸
۴۵۷ - ۴۶۲ -
رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء ۵۳۹
رجسٹر روایات ۳۰۵ - ۳۱۰ - ۳۱۲ - ۳۱۶
۳۱۸ - ۵۸۶ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۶۱۴ - ۶۱۵
۶۲۵ - ۶۲۷ - ۶۲۹ -
رحمۃ للعالمین فی کتاب مبین اوّل - دوم
۶۶۳ - ۷۷۲ - ۷۷۳
ردِّ تثلیث ۶۶۱
ردِّ تناسخ ۶۶۱
ردِّ فضیلتِ مسیح ۷۱۵
روزہ ۷۶۵
سیکنڈ ایڈونٹ آف جیزس کرائسٹ
۳۹۷

سلسلہ احمدیہ ۳۷۰
سلسلہ ملفوظات کریمیہ نمبر ۲ ۶۶۲
سلطان القلم مسیح موعودؑ ۷۱۵
سلک مروارید حصہ اوّل - دوم ۶۶۲
- ۷۷۳
سوانح حیات حضرت چوہدری غلام محمد خاں
صاحب ۲۱۲
سیرت المہدی ۵۶۶
سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم ۶۶۲
- ۷۷۲
سیرت حضرت مفتی محمد صادق صاحب ۵۶۹
سیرتِ داؤد ۷۲۷ - ۷۳۶
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۴۱۹
سیرت مسیح موعودؑ ۶۴۹
سیرت مسیح موعودؑ جلد ثالث پنجم ۶۶۴
شرح القصیدہ ۴۱۹
شرح مسند بخاری ۵۱۸
صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از روئے
بائیبل ۵۰۴
علم قرآن مسیح موعودؑ ۷۱۵
فہرست اذا الصحف نشرت ۷۱۵
فیثا غورث ۶۴۵
فیثا غورث کی لائف ۶۶۱
قاعدہ عبرانی ۵۰۴
قرآن کریم اور اس کی اعجازی قوت
۶۶۲ - ۷۷۳

قرآن کا اوّل و آخر ٧٦٦
قرآن کریم کی روح سے سلسلہ نبوت جاری ہے۔ ٧١٤
قرآنی دُعاؤں کے اسرار ٦٦٢-٧٧٢
قضا و قدر ٤١٩
قولِ بلیغ ٧٦٦
کتاب الآداب حصہ اوّل ٦٦٣-٧٧٢
کتاب الحج ٦٦٣-٧٧٢
کتاب الزکوٰۃ ٦٦٣-٧٧٠
کتاب الصیام ٦٦٣-٧٧٢
کرسچین ڈاکٹرین ٥٧٤
کرشن اوتار ٧١٥
کشف الحجاب فی تعبیر الخواب ٧١٥
کفارہ ٥٧٤
کیا مسیح ناصری نے مُردے زندہ کیے ٧١٥
گالیوں کا جھوٹا الزام ٧١٦
گلگت کے تہوار اور عوامی روایات ٢٩٩-٣٠٠
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ٦٦٣
لاہور تاریخ احمدیت ٣٠٦-٥٩٢
لائف آف احمد ٤١٢
لطائف صادق ٥٧٤
لیکچر فضل حق ٦٦١
محامد المسیح ٦٦٤-٧٧٣
محامد المسیح و قادیان ٦٦٤-٧٧٣
مرکز احمدیت قادیان ٦٢٣
مسلک الباب والبہاء ٥٧٥
مسیح موعود کی صداقت پر بائیبل کی شہادت ٧١٥
مشاہداتِ عرفانی ٦٥٠-٦٦٢
معرفتِ الٰہی کے وسائل ٦٦٣
معیار الصادق ٧١٥
معیارِ صداقت ٧١٥
مقصدِ حیات ٥٧٤
مقطعاتِ قرآنی کی فلاسفی ٦٦٣-٧٧٢
منظم جماعت کا منظم کام تبلیغ اسلام ٤٢٠
نشاناتِ صداقت ٧١٥
نظامِ قومی ٦٦٣
نیرِ صداقت ٧١٤-٧١٥
واقعاتِ صحیحہ ٥٦٣-٥٧٤
وہ پھول جو مرجھا گئے ٢٩٩
ہدایۃ المقتصد ترجمہ ہدایۃ المجتہد ٥١٨
ہدیہ سعدیہ ٢٩٢
ہم احمدی کیوں ہوئے؟ ٥٧٤
ہوٹو سیو دی ورلڈ ٥٧٤
یاجوج ماجوج ٧١٥

کتب غیر مبائعین

عسلِ مصفّٰی ٥١-٥٢
مجدّدِ اعظم ٢٤١

کتب مخالفین سلسلہ

ترجمان القرآن ٣٤٩
دینی فکر ٣٤٩
زمین کی پکار ٣٦٩
قادیانی مذہب ٧٠٩-٧١٢

کتب اہلِ کتاب

اسلام ٤٠٧
اسلامک ملاء ان ایسٹ افریقہ ٣٧٦
اسلام میں خلیفہ کا انتخاب ١٦٨
انجیل ٧٤٣
بائیبل ٦٣-٢٥٧-٣٩٧-٥٦٣
تورات ٥٦٣

فقہ، اسلامیات، کلام وغیرہ

اقترب الساعۃ ٧١١
الاحکام السلطانیہ ١٦٧-١٦٨
الاخلاق والواجبات ٣٥٢
الخلافۃ ١٦٦
البیّنات فی الدین والاجتماع ٣٥٢
المنہاج ١٦٧
شرح المقاصد ١٦٧
کبزان ٤١١

سیرت و تاریخ

حیات النبیؐ ٦٦٢
لائف آف محمدؐ ٧٦٠
ما بدولت ٥٨٣
مذہبی راہنماؤں کی سوانح عمریاں ٢١٣-٢٢١
مولانا ظفر علی خاں ٣٦٦
آبِ کوثر ٥٧٦

الخلافة ۱۶۶
تاریخ آئمہ اسمٰعیلیہ ۷۲۹
مقدمہ ابن خلدون ۱۶۶

معلومات عامہ ومتفرق

اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا ۳۸۲
کولیئر انسائیکلوپیڈیا ۴۴۷
معجم المصنفین ۶۷۵
معجم المؤلفین ۳۵۲
اسلحہ جنگ ۵۰۶ - ۵۰۷
الاشتقاق والتعریب ۳۵۲
بانگ دہل ۷۱۱
حدیث دفاع ۵۰۳ تا ۵۰۷
ہونوز اینڈ وٹ ۴۶۲

اخبارات و رسائل

اخبار آزاد۔ کانپور ۶۴۰
اخبار آزاد نوجوان۔ مدراس ۲۲۸ - ۷۷۵
۷۲۷ - ۷۲۸ -
اخبار آریہ مسافر۔ جالندھر ۶۴۸
اخبار آفاق۔ لاہور ۹۲
اخبار اہلووالیہ گزٹ ۶۴۰
اخبار احسان۔ لاہور ۹۲ - ۳۴۷
رسالہ ادب لطیف ۸
اخبار ارگس۔ یوگنڈا ۳۸۷
رسالہ اصلاح النظر ۶۴۹ - ۶۶۱ - ۷۷۲
اخبار افریقن کریسنٹ۔ بو۔ سیرالیون ۴۰۰
اخبار افغان۔ پشاور ۳۲۹
رسالہ اقدام۔ لاہور ۱۰۸
اخبار البدر۔ قادیان ۳۰۹ - ۵۶۴
۵۷۷ - ۵۷۹ - ۵۸۲ -
رسالہ البشریٰ۔ ربوہ ۷۳۶
اخبار الحکم۔ قادیان ۲۹۴ - ۲۹۷ - ۳۱۴
۳۱۶ - ۳۴۰ - ۵۶۲ - ۵۶۵ - ۵۷۵ - ۵۹۴
۵۹۹ - ۶۰۲ - ۶۰۶ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۶
۶۴۱ تا ۶۴۹ - ۶۵۲ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۷۷۰ -
اخبار الفتح۔ قاہرہ ۱۲۸ - ۱۲۹
رسالہ الفرقان۔ ربوہ ۳۷۰ - ۵۷۵ - ۵۸۹
۶۹۸ - ۷۰۳ - ۷۰۷ - ۷۱۱ -
رسالہ الفرقان۔ ربوہ۔ خادم نمبر ۶۷۸
۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۳ - ۷۱۳
اخبار الفضل۔ ربوہ ۳ - ۵ - ۸ - ۱۰ - ۱۴
۱۹ تا ۳۵ - ۳۹ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۷ تا ۶۵ - ۶۸
۷۱ تا ۷۵ - ۷۸ تا ۸۵ - ۸۹ تا ۱۱۴ - ۱۱۸ تا
۱۳۳ - ۱۳۹ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۶ - ۱۵۲
۱۵۳ - ۱۵۵ - ۱۷۰ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۲
۲۰۷ - ۲۰۹ - ۲۱۲ - ۲۱۶ - ۲۲۱ - ۲۳۲
۲۳۶ - ۲۳۸ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۹ - ۲۵۱
۲۵۴ تا ۲۵۶ - ۲۵۹ - ۲۶۷ - ۲۶۹ - ۲۷۲
۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۸۰ - ۲۸۴ - ۲۸۷ - ۲۸۹ تا ۲۹۳
۲۹۸ تا ۳۰۰ - ۳۰۶ - ۳۰۸ - ۳۱۳ - ۳۴۶
۳۵۴ - ۳۵۶ - ۳۵۹ تا ۳۶۴ - ۳۷۱ تا ۳۸۶
۳۹۰ - ۳۹۵ - ۴۰۹ - ۴۱۵ تا ۴۱۹ - ۴۲۷
۴۲۹ تا ۴۴۰ - ۴۴۷ - ۴۵۰ - ۴۶۲ - ۴۶۸
۴۶۹ - ۴۷۵ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۸۸ - ۴۹۳
۴۹۴ - ۴۹۶ - ۵۰۳ تا ۵۰۷ - ۵۰۹ - ۵۱۳
۵۱۴ - ۵۲۲ تا ۵۳۴ - ۵۴۳ - ۵۴۸ - ۵۴۹
۵۵۳ تا ۵۵۷ - ۵۶۳ - ۵۶۵ تا ۵۷۷
۵۸۰ - ۵۸۲ - ۵۸۳ تا ۵۸۶ - ۵۸۹ - ۵۹۴
۵۹۵ - ۵۹۸ - ۶۰۷ - ۶۰۹ - ۶۱۶ - ۶۵۰ تا
۶۵۶ - ۶۶۰ - ۶۶۳ - ۶۶۶ تا ۶۸۵ - ۷۰۷
۷۱۰ - ۷۱۷ تا ۷۴۰ - ۷۴۶ - ۷۴۸ - ۷۵۰
تا ۷۵۵ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۷
اخبار رسالہ المصلح۔ کراچی ۳۳۶
اخبار المنیر فیصل آباد ۹۲ - ۹۳ - ۳۴۵
تا ۳۴۹ -
اخبار الہلال الافریقی۔ بو۔ سیرالیون۔
۴۰۰
اخبار امروز۔ ملتان ۹۲ - ۲۰۲ - ۲۰۳
۴۲۷ - ۵۴۱ - ۵۴۲ -
مجلہ انٹرنیشنل سپیکٹر۔ ہیگ ۳۸۰
اخبار انقلاب۔ لاہور ۱۰۸
اخبار انگارے۔ حیدرآباد ۴۲۲ - ۴۲۳
رسالہ انوار احمدیہ لدھیانہ ۶۲۷
اخبار اہلحدیث۔ امرتسر ۳۲۷
اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز ۷۵۰
اخبار ایوننگ ٹائمز۔ نائیجیریا۔ ۲۸۹ - ۲۹۰
اخبار بدر قادیان ۲۳۱ - ۲۳۳ - ۲۳۶
۲۸۰ تا ۲۸۵ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۴۲۲ - ۴۲۴
۴۲۶ - ۴۴۷ - ۵۱۳ - ۵۴۶ تا ۵۴۸ - ۵۶۵

۵۶۶ - ۵۷۵ - ۵۸۲ - ۵۹۴ - ۶۰۵ - ۶۵۳
۶۶۰ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۳ تا
۷۲۶ - ۷۲۸ - ۷۳۴ - ۷۳۶ - ۷۴۱ - ۷۷۴
اخبار پاسبان - ڈھاکہ ۹۳
اخبار پاک کشمیر - راولپنڈی ۵۰۷
اخبار پاکستان ٹائمز - لاہور ۸۲ - ۹۲ - ۱۱۴
اخبار پبلک ریلیجنز - امریکہ ۵۶۸
اخبار پرکاش - لاہور ۶۴۸
اخبار پنجاب - امرتسر ۶۴۱
رسالہ پیام - گجرات ۶۷۷ - ۶۸۰
- ۶۸۱
اخبار پیسہ - لاہور ۶۳۷ - ۶۴۰ - ۶۴۲ تا ۶۴۴
- ۶۴۸
اخبار پیغام صلح - لاہور ۹۲ - ۱۰۲ - ۱۰۴
۱۰۷ - ۱۱۳ - ۲۰۴
اخبار تسنیم - لاہور ۹۲ - ۵۰۷
رسالہ تشحیذ الاذہان - ربوہ ۲۲۹ - ۷۲۵
اخبار ٹائمز آف انڈیا - بھارت ۵۴۶
رسالہ ٹٹ بٹس - ولایت ۶۲۶
اخبار جہاں نما ۶۲۹
رسالہ چٹان - لاہور ۹۲ - ۱۱۴
رسالہ خالد - ربوہ ۶ - ۵۲۵
رسالہ خدام الدین - لاہور ۲۶۷
اخبار خدمت - سرینگر ۵۷۵
اخبار دی ٹائمز آف کراچی ۹۲ - ۱۱۴
اخبار دی سینٹینل - رانچی ۷۲۵

اخبار دی گریٹر لنٹن رو ڈیٹس میگزین ۷۲۹
اخبار دی مسلم سن رائز - امریکہ ۵۶۹
اخبار ڈیلی ٹائمز - نائیجیریا ۳۹۴ - ۳۹۶
- ۷۵۲
اخبار ڈیلی سروس - نائیجیریا ۳۹۱
اخبار ڈیلی سیلون - کولمبو ۵۷۲
اخبار ڈیلی نیوز - کولمبو ۵۷۲
اخبار ڈیلی میل - فری ٹاؤن ۴۰۴ - ۴۰۶
- ۷۶۰
اخبار رفتار زمانہ - ایمن آباد ۷۱۱
اخبار روشنی - سرینگر ۵۰۵
اخبار رہنما - سرینگر ۵۷۵
اخبار ریاست - دہلی ۹۸ - ۳۶۹ تا ۳۷۱
۴۶۹ - ۵۰
اخبار ریاض ہند - امرتسر ۳۲۸
رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۳۴۴ - ۵۷۶
۶۴۴ - ۷۲۰ -
اخبار زمانہ کانپور ۶۴۰
اخبار زمیندار لاہور ۳۶۸ - ۶۴۷
- ۶۴۸
اخبار سراج الاخبار - جہلم ۶۴۹
اخبار سفینہ لاہور ۸۰ - ۹۲ - ۱۱۰
رسالہ سیارہ ڈائجسٹ - کراچی ۵۴۳
اخبار سینار اسلام - انڈونیشیا ۴۹۱
اخبار شحنۂ ہند - میرٹھ ۶۴۸
اخبار صدق - لکھنؤ ۶۷۴

اخبار صدقِ جدید - لکھنؤ ۶۷۴
رسالہ صوتِ اسلام - یوگنڈا - ۷۵۰
رسالہ فاروق - قادیان - ۵۶۶ - ۵۷۵
۶۷۹ - ۶۸۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ -
اخبار فیروز - امرتسر ۶۳۹ تا ۶۴۱
- ۶۴۹
اخبار کرزن گزٹ - دہلی ۶۴۷
اخبار کومٹ - نائیجیریا ۳۹۵
اخبار کوہستان - لاہور ۹۲ - ۹۹ - ۱۲۱
۱۲۷ - ۱۳۱ تا ۱۳۴ - ۳۶۱ - ۳۶۲ -
اخبار گلزار - سرینگر ۵۷۵
اخبار لاہور - لاہور ۹۳
رسالہ لائف - امریکہ ۳۹۶ - ۴۵۵
اخبار ماتربھوی کانیکٹ - کیرالا ۴۲۳
اخبار مانچسٹر گارڈین - انگلستان - ۴۰۴
- ۴۰۶
اخبار مجاہد - لاہور ۲۴۷
اخبار مسافر ۶۴۸
رسالہ مشکوٰۃ - قادیان ۵۷۵
اخبار مغربی پاکستان - لاہور ۴۶۲
اخبار ممباسہ ٹائمز - کینیا ۷۵۰
اخبار منشورِ محمدی - بنگلور ۶۲۷
اخبار میکنے گزٹ - لنڈن ۷۲۸
اخبار نوائے پاکستان - لاہور - ۷۳
۹۲ - ۹۹ - ۱۱۴ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۶۵
اخبار نور قادیان ۳۲۹

اخبار نُورافشاں۔لدھیانہ	۶۳۷	، ۶۴۰		سواحیلی اخبار	
رسالہ نیّرِصداقت۔گجرات	۶۰۹	اخبار وکیل امرتسر	۶۲۱		
رسالہ نیوز اینڈ نیچر ویوز	۳۰۳	رسالہ ویوپوائنٹ۔راولپنڈی	۴۶۴	اخبار MWANGAZA	۷۴۹
اخبار وطن۔بمبئی	۶۴۴ ، ۶۴۷	اخبار ہندوستان ٹائمز دہلی	۵۲۷	اخبار ZUHRA	۷۴۹